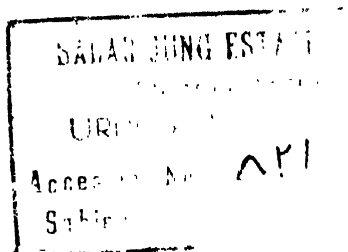
presented to Nawab Sir Salar ... wishes of the author S. J. L.

راست می گویم ویزداں نہ پسند د جز راست

حرف ناراست سرودن روشِ اہرمن ست



مناظر المصائب

از تصنیفات نواب شمس العلماء سید امداد امام زیدی واسطی

فیلو آف دی پٹنہ یونیورسٹی متوطن نیورہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار

مصنف

مرآۃ الحکما و ہدیۂ قیصریہ و کتاب الاثمار و کتاب الزراعت و کاشف الحقائق و معیار الحق

و مصباح الظلم و رسالہ فیل و دیوان اثر وغیرہ

مطبوعۂ نگار مشین پریس نظیر آباد لکھنؤ

مقدمہ از قلم راقم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راقم ابتدائے سن شعور سے مذہب کا جانداده تھا۔ اس کے خیال مین مذہب آدمیت سے علیحدہ حیثیت نہین رکھتا تھا اور وہی خیال اسوقت بھی اُسکا ہے خیر یہ خیال جیسا ہو۔ راقم کی سرگذشت یہ ہے کہ کتابی وسائل سے اطلاع کافی حاصل کرنے کے بعد وہ چند سال تک اپنے اُستاد جناب مولوی سید محمد گل صاحب جلال آبادی غفر اللہ ذنوبہ کے مذہب پر قائم رہا تقاضائے تعلیم سے راقم کے عقائد یہ تھے کہ خدا ایک ہے اور حضرت رسول رسول برحق ہین۔ آن صلعم کے بعد خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ آن صلعم کے جانشینان برحق ہین۔ اُن حضرات مین سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہین پھر حضرت عمرؓ ہین پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علیؓ ہین اور حضرت علی سب مین جمیع الوجوہ مفضول ہین۔ بعد حضرت علیؓ کے خلیفۂ پنجم حضرت امیر معاویہ ہین اور بعد امیر صاحب کے خلیفۂ ششم یزید ابن معاویہ اور بعد یزید ابن معاویہ کے دیگر خلفاء بنی اُمیہ مسلسل طور پر حضرت رسول کے خلفائے برحق اس شمار کے ساتھ ہین کہ خلفائے حضرت رسول کا عدد بارہ قرار پاتا ہے۔ خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمان وحضرت علی سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اصولی مجتہد کا درجہ بھی رکھتے ہین اور فروعی مجتہدین کا درجہ ائمۂ اربعہ یعنی حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام شافعی و امام مالکؒ امام حنبلؒ کو حاصل ہے تقاضائے تعلیم سے راقم ائمۂ خاندان پیمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پوری بے سروکاری رکھتا تھا اور از امام حسن علیہ السلام تا امام حسن عسکری علیہ السلام ہر امام خاندان پیمبر کی پیروی سے آزاد تھا واضح ہو کہ راقم یزید ابن معاویہ کو حضرت رسولؐ کا خلیفۂ ششم اسوجہ سے مانتا تھا کہ خلیفۂ برحق ہونے کی شرطین یزید ابن معاویہ مین بامراد طور پر پائی جاتی ہین یعنی اجماع و استخلاف وغضب وقہر کی شرطین یزید ابن معاویہ کے حسب حال دیکھی جاتی ہین پوشیدہ نہین ہے کہ ایک فرقہ اہل سنت کا یزید ابن معاویہ کو خلیفۂ ششم مانتا ہے اور شروط بالا کی بنیاد پر بجا مانتا ہے۔ امر حق بھی یہی ہے کہ جب عصمت شرط خلافت نہین مانی جاتی ہے تو یزید ابن معاویہ کے خلیفۂ ششم ہونے مین جائے گفتگو کیا ہو سکتی ہے۔

واضح ہو کہ راقم ایک عرصہ تک عقائد بالا کا متمسک رہا۔ مگر چونکہ دریافت حق کی طرف اسکا میلان ایک امر طبعی تھا اور کچھ ایسے اسباب بھی بہم ہو گئے کہ جن کی وجہ سے اس کو اپنے عقائد کی کتابون سے باہر قدم رکھنا

پڑا تو اُسے تاریخ وسیر و علم کلام سے کسی درجہ تک مناسبت پیدا ہوگئی۔ ایسی اطلاع یابی کے بعد اُسے امیر معاویہ
اور یزید سے بالخصوص سخت بدعقیدگی پیدا ہوگئی اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ ایسے نفوس حضرت رسولؐ کے
خلیفہ برحق تو کیا ہو سکتے ہین کسی مذہب کے سردار بھی قرار نہین دیے جا سکتے ہین۔ اس سمجھ کے پیدا ہو جانے پر
ظاہر ہے کہ راقم اپنے اُستاد مولوی سید محمد گل صاحب مرحوم کے عقائد سے بہت کچھ منحرف ہوگیا۔ پھر رفتہ رفتہ
جون جون اس کی اطلاع مذہبی بڑھتی چلی اُسی حساب سے اُس کی سنیت بھی زائل ہوتی چلی۔ یہان تک کہ بالآخر
تمامتر زائل ہوگئی اور بفضل خدا اب وہ مصباح الظلم اور اس مناظر المصائب کا مصنف ہے۔

مسلمانون کے مذہبی امور کی تحقیق کے ساتھ راقم اور ادیان دنیا کی تحقیق سے بھی غافل نہین رہا تمام
ادیان دنیا سے عند التحقیق اسلام اُسے سب سے مرجح معلوم ہوا۔ آزادی کے ساتھ موازنہ ہر کام مین درجۂ حق کو
پہونچا دیتا ہے یہان پر راقم ایک یورپین محقق کے ذکر کو بے محل نہین سمجھتا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جس وقت راقم
پٹنہ کالج مین طالب علمی کرتا تھا اُسوقت مسٹر یو بنک (Eu-Bank) صاحب اس کالج کے افسر اعلیٰ
تھے ممدوح علوم یورپ مین یدطولیٰ رکھتے تھے۔ اور دنیا کے ادیان کی حقیقتون سے بھی ممدوح کو پوری باخبری
حاصل تھی۔ ممدوح اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "مین آدمی کے واسطے مذہب کو ایک غیر ضروری امر جانتا ہون
لیکن اگر مذہب کوئی ضروری امر ہوتا تو مین ادیان دنیا مین اسلام کو ضرور اختیار کرتا" ممدوح کے قول
بالا سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ممدوح تمام مذاہب دُنیا سے اسلام کو ایک مرجح مذہب سمجھتے تھے
پس کوئی جائے تعجب نہین ہے کہ آزادانہ موازنہ کے بعد اسلام راقم کو بھی ایک مرجح مذہب معلوم ہوا۔
وقت موازنہ راقم کو مذہب اہل یونان و اہل روما و مصریان سابق و اہل ہند (جس مین مذہب بودھ و مذہب
جین بھی داخل ہین) و دین موسوی و دین عیسائی سے کافی طور پر اطلاع حاصل ہو چکی تھی۔ راقم نے لاعلمی
کی حالت مین موازنہ کی طرف رخ نہین کیا تھا پس راقم کے لیے راقم کا موازنہ جب پورے طور پر اطمینان بخش
نظر آیا تو راقم کا اسلام کے ساتھ متمسک ہونا بھی خلاف توقع متصور نہین ہو سکتا۔

اسلام کو مذہب مان کر راقم نے فرقہ ہاے اسلام کے عقائد پر نظر ڈالنا شروع کی۔ کتاب غنیۃ الطالبین
کی رو سے اہل اسلام کے بہت سے فرقے درج کتاب بالا نظر آتے ہین۔ یون تو ہر فرقہ اپنے کو برسر حق سمجھتا ہے
مگر عند التحقیق راقم پر یہ بات قرین عقل معلوم ہوئی کہ جو دین حضرت رسول کا تھا وہی قابل تمسک ہے
اب دیکھنا تھا کہ دین رسول کیا تھا۔ بعد تحقیق بلیغ معلوم ہوا کہ جو مذہب علیؓ ہے وہی دین آن صلعم کا ہے اور جو
مذاہب مذہب علی سے علیحدہ ہین دین آن صلعم نہین ہین۔ اہل علم سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسولؐ
کا یہ فرمودہ ہے کہ "علیؑ میرے بعد میرے دین کو چلائیگا" پس ضرور ہوا کہ جس مذہب کو حضرت علیؓ نے رواج دیا

وہی حضرت رسول کا مذہب ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مذہب حضرت علیؑ کا چلایا ہوا نہیں ہے حضرت رسول کا مذہب مانا نہیں جاسکتا ہے اس روسے زید ابن ثابت کا مذہب حضرت رسول کا مذہب مانا نہیں جاسکتا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت رسول کی رحلت کے بعد مسلمانون کی ضرورتون کو پیش نظر رکھکر جب حضرت علیؑ نے اجتہاد مسائل کرنا شروع کیا اور اس جناب کے اجتہادات خاندان حضرت رسولؐ و دوستداران خاندان رسولؐ و مردمان بنی ہاشم و دوستداران بنی ہاشم مین رواج پانے لگے تو خلافت مآب حضرت خلیفۂ ثانیؓ نے اپنے عہد مین اجتہاد مسائل کی ایک کمیٹی قائم فرمائی جس کے پریسیڈنٹ حضرت زید بن ثابت مقرر ہوئے - پریسیڈنٹ صاحب اجتہاد مسائل فرمانے لگے اور مردمان غیر بنی ہاشم اسکی پابندی کرنے لگے - اب وہ اجتہادات زید ابن ثابت کے مذہب زید ابن ثابت کہلاتے ہین اور حضرت علیؑ کے اجتہادات سے تمامتر بے لگاؤ ہین پوشیدہ نہین ہے کہ وہی مذہب زید ابن ثابت کا کچھ زمانے کے بعد مذہب اہلسنت والجماعت کہلانے لگا تھا اور آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ وہ مذہب ہے کہ جو تمام فرقہہائے اہلسنت کے لیے مبدا و منشا کا حکم رکھتا ہے - بالمختصر وقت تحقیق راقم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مذہب علیؑ وہی مذہب رسولؐ ہے جس کی نسبت آن صلعم نے فرمایا تھا کہ "علی میرے بعد میرے دین کو چلائیگا" اور جو مذہب قائم کردہ زید ابن ثابت کا ہے اور جو مذہب علی کے خلاف پایا جاتا ہے وہ ہرگز حضرت رسول کا مذہب نہین ہے - ان تمام تحقیقات کا نتیجہ راقم کے لیے یہ ہوا کہ راقم کو مذہب علیؑ کا اختیار کرنا ایک امر مجبورانہ ہوگیا -

اس صدی مین بہت سے اسلامی محقق اور ریفارمر (Reformer) ظہور فرماتے گئے ہین مگر اُن سے کوئی صاحب اس کی تحقیق کی طرف متوجہ نہین ہوئے تھے کہ مذہب علیؑ مذہب حضرت رسول تھا یا نہین راقم کہتا ہے کہ اگر مذہب علیؑ مذہب رسول نہ تھا تو فرمودۂ حضرت رسول ایک بے معنی قول ہوجاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ "ماینطق عن الہویٰ" کے مصداق نہ تھے پس صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب علیؑ حسب قول حضرت رسولؐ حضرت رسولؐ کا مذہب تھا اور قول حضرت رسول تمامتر ارشاد خداوندی تھا جسکی پابندی سے کوئی مسلمان آزاد نہین سمجھا جاسکتا ہے - راقم کہتا ہے کہ کاش حضرت رسولؐ کے بعد مذہب علیؑ ہی رواج پاتا تب مردمان آریا مذہب اور سر ولیم میور کے سے مخالفان اسلام دین حضرت رسولؐ پر (جس شکل پر کہ وہ دین مقدس اشاعت پذیر ہوگیا ہے) حملہ آوری کا موقع نہین پاسکتے - بحالت موجودہ مخالفان اسلام جو اعتراضات اسلام پر وارد کرین خلاف توقع نہین ہے - نہایت جائے افسوس ہے کہ مسلمانان غیر امامیہ کی کتابین خاصکر اُن کی حدیث کی کتابین ایسی ہی ہین کہ اُن پر نظر ڈالنے سے خدا

ورسولؐ ہرگز عظمت کی نگاہ سے دیکھے نہین جاسکتے ہین۔ اب بھی اگر مسلمانان غیر امامیہ تعصب سے بری ہوکر تحقیق وتنقید کی راہ اختیار فرمائین تو بالیقین حضرت رسولؐ کا دین مبین سر نو سے اشاعت پذیر ہوجاسکتا ہے جس سے عافیت دارین کا حاصل ہونا ایک امر یقینی ہے ۔

واضح ہو کہ یہ کتاب مناظر المصائب اہل اسلام کی مستند کتابون سے تالیف پائی ہے اسکے ملاحظہ سے حضرات ناظرین پر روشن ہوجائیگا کہ اُمتیان محمدی کے برتاؤ رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ کس کس نہج پر ظہور مین آتے گئے ہین۔ اُمتیون کی نافرمانیان اور بے اعتنائیان صرف آنصلعم کے ساتھ غم افزا نقشہ نہین رکھتی ہین آنصلعم کی رحلت کے وقت سے آنصلعم کی آل کے ساتھ جو جو بیرحمیان بیوفائیان اور ستمگاریان اُن اُمتیون سے وقوع مین آئی ہین کم ہوش ربا نہین ہین مختصر یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ دوسو ساٹھ برس کی یعنی از عہد رسولؐ تا زمانہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایسی وحشت ناک صورت دکھلاتی ہے کہ نہایت راستی کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی نبی کی اُمت نے اپنے نبی اور اُس کی آل کے ساتھ ایسے قبیح برتاؤ جائز نہین رکھے ہین جیسا کہ اُمت محمدی نے اپنے رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ روا رکھا ہے جابرین و ظالمان اُمت محمدی نے جو جو کام تیغ وخنجر سے لیے ہین وہ سب تو تاریخ وسیر سے آشکارا ہین۔ مگر علماے اُمتیان محمدیؐ نے آل محمدؐ کی حق کُشیان بھی اپنے قلمون سے کچھ کم درجہ مین نہین کی ہین اور آجتک اُن کی قلمی سفاکی کم نہین ہوئی ہے۔ بعد رحلت حضرت رسولؐ اُمتیان محمدیؐ نے جو خونریزیان اور بدسلوکیان آل محمدؐ کے ساتھ کی ہین اُن کے اعادہ کی یہان حاجت نہین ہے۔ تیغ وخنجر کے برتاؤ آل محمدؐ اور دوستداران آل محمدؐ کے ساتھ برابر ہوتے ہی رہے ہین مگر اسوقت مین بھی اس برتاؤ مین کمی نہین دیکھی جاتی ہے۔

سنا جاتا ہے کہ کسی مسلمان سرحدی سردار نے حال مین سیکڑون شیعون کو جن مین بہت سے سادات بھی تھے مار ڈالا ہے اور اُن کے مالون کو لوٹ لیا ہے بقیۃ السیف ملک پنجاب مین بھاگ آئے ہین قائم باد سلطنت انگلشیہ کہ جسمین ہر طرح کے مظلومون کو پناہ نصیب ہوسکتی ہے۔ سرحدیون کی اس سفاکی سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک شیعے مسلمان کا حکم نہین رکھتے ہین ورنہ یہ مسلمان کشی کیسی۔ کوئی شک نہین کہ یہ ساری سادات کشیان اور شیعہ کشیان مسلمانون کی اُسی اول کجرفتاری کے نتائج معلوم ہوتی ہین جو حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد ہی ظہور پذیر ہوئی تھی۔ خشت اول چون نہد معمار کج ۔ تا ثریا می رود دیوار کج + علماے امتیان کی سفاکی قلم کا بھی وہی انداز اسوقت ہے جیسا کہ سیرۃ النبی والفاروق وغیرہ کی تصنیف سے ظاہر ہوتا ہے ۔

آخر مین گذارش راقم یہ ہے کہ یہ کتاب ایسے حضرات کے لیے نہین لکھی گئی ہے کہ جنکے دل خباثت تعصب سے پاک نہین ہین۔ یا جن حضرات نے اشرار بنی اُمیہ وغیرہ کے ساتھ محشور ہونا پسند فرمالیا ہے۔ نا انصاف حضرات سے داد کی توقع حد درجہ کی سفاہت ہے ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید + جو نہین جانتے وفا کیا ہے ۔ غلام غلامان آل محمد علیہم السلام سید امداد امام عفا عنہ

کتاب الجواب معروف بہ مناظر المصائب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدم بعد ذکر اللہ ذکرہم | فی کل بدء و مختوم بہ الکلم

امابعد - راقم الحروف سید امداد امام خدمت حضرات ناظرین تمکین مین عرض کرتا ہی کہ کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک شیعی صاحب مجھ سے سوال ذیل فرماکر اسکے جواب کے طالب ہوئے تھے - مگر چونکہ مجھے اسوقت کثرت مشاغل اور دفور افکار سے فرصت نہ تھی مجھے اس کے فوری جواب کا موقع نہ تھا - للہ الحمد کہ اب بہ تائید خداوندی اس کا جواب اس کتاب مین عرض کیا جاتا ہے - واضح ہو کہ سوال سائل یہ تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے جو خلع خلافت معاویہ سے اس شرط پر کی کہ وہ صاحب مطابق قرآن مجید و سنت رسول و سیرت خلفائے راشدین کے عمل کرین تو کیا سیرت خلفا کو آنجناب نہیں سمجھتے تھے - اگر ایسا نہین ہے تو پھر خلفائے راشدین سے کون مراد ہین

الجواب

شیعون کے علما صلحنامہ کے شرائط مین سیرت خلفائے راشدین کے مضمون کو اپنی تصنیفات مین کہین درج نہین کرتے ہین - چنانچہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ صلحنامہ کے مضامین مین صرف کتاب خدا و سنت رسول کا ذکر فرماتے ہین سیرت خلفائے راشدین کا ذکر نہین کرتے - کتاب جلاء العیون کے صفحہ ۲۲۹ جلد دوم مین آپ فرماتے ہین کہ جناب امام حسنؑ نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ان شرطون پر صلح کی کہ معاویہ صاحب (۱) درمیان مردم کتاب خدا و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق شائستہ عمل کرین (۲) اپنے بعد کسی کو اس کام پر معین نہ کرین (۳) شام و عراق و حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ ان کے شر اور غدر سے امن ہین (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور اُنکے تمام شیعہ اپنی جان و مال و زنان و فرزندان کے ساتھ بے خوف اور مطمئن رہین (۵) جناب امام حسنؑ و جناب امام حسینؑ اور جمیع اہلبیت و خویشان رسول خدا کو کوئی مکروہ دغا نہ کرین اور ان کو کسی مقام پر نہ ڈرا دین اور ہر ذی حق کا حق پہونچا دین (۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درہم امام حسنؑ علیہ السلام کو بھیجتے رہین (۷) جناب امیر علیہ السلام اور انکے شیعون کو بُرا نہ کہین ان شرائط کے درج فرمانیکے بعد مصنف عالی مرتبت فرماتے ہین کہ یہ صلحنامہ بعد تحریر تیار ہو گیا اور عبداللہ بن حارث و عمر بن ابی سلمہ و عبداللہ

بن ابی ثمرہ وغیرہم نے اس صلحنامہ پر اپنے اپنے دستخط کئے تحریرات بالا سے عیان ہے کہ مضمون سیرت خلفائے راشدین سے تحریر بالا پاک ہے۔ تحریر بالا پر صرف اسیقدر اعتراض اہل خلاف کا ہوسکتا ہے کہ یہ تحریر ایک شیعہ کی ہے اور اسیلئے قابل وثوق نہین ہے۔ اب ہم ذیل مین علمائے اہلسنت کی تحریرات بھی دکھلاتے ہین کہ "سیرت خلفائے راشدین" کا مضمون علامۂ ابن حجر کی تحریر کے سوا کہین نہین پایا جاتا ہے۔ یہ صاحب کیے از شرط صلحنامہ کی نسبت یون لکھتے ہین کہ ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الراشدین یعنی حضرت معاویہ تمام مسلمانون پر حکومت مطابق کتاب خدا وسنت رسول اللہ وسیرت خلفائے راشدین کے کرینگے۔ کتاب خدا وسنت رسول خدا کے مضامین تمام سنی اور شیعی تصنیفات مین دیکھے جاتے ہین مگر سیرت خلفائے راشدین کا مضمون علامۂ ابن حجر کی تحریر تک محدود پایا جاتا ہے۔ ظاہراً یہ ٹکڑا صاف طور پر سونے مین پیتل کے جوڑ کا رنگ رکھتا ہے علامۂ موصوف جہان موقع پاتے ہین اپنی تصنیفات مین اپنا رنگ نہین چھوڑتے ہین۔ چنانچہ اسی صلحنامہ مین تو سیرت خلفائے راشدین کی بیخ لگا دی اور سب علی کے مضمون کو جو صلحنامہ بالا سے تعلق رکھتا ہے اور جسکا اعادہ سارے مصنفین جیسے سنی و جیسے شیعی اپنی اپنی تصنیفات مین کرتے گئے ہین ہضم الہیج کر گئے۔ ابن تیمیہ کی طرح علامۂ ابن حجر بھی خاندان پیغمبر علیہ السلام سے بہت کم تولا رکھنے والے نظر آتے ہین۔ پس معاند اہلبیت ہوکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اتنا بھی نہ کرتے تو کیا کرتے۔ مختصر یہ ہے کہ سیرت خلفائے راشدین کا مضمون صلحنامہ بالا کے متعلق فراشتی معلوم ہوتا ہے واضح ہو کہ صواعق محرقہ مین علامۂ موصوف صلحنامہ بالا کے مضامین یون تحریر فرماتے ہین کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان سے ان شرائط پر صلح کرلی (۱) معاویہ صاحب تمام مسلمین کی حکومت مطابق کتاب خدا وسنت رسول خدا و سیرت خلفاء کے کرین گے (۲) اپنے بعد امر خلافت کسی دوسرے کو سپرد نہ کرین گے بلکہ مسلمین کے شورے پر چھوڑ دین گے (۳) تمام بلاد خدا مین بنی نوع انسان عام اس کے کہ شام مین ہون یا عراق مین یا حجاز وین مین امن و امان مین رہین (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور انکے شیعی اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ امن و امان مین رہین (۵) معاویہ صاحب خدا کے سامنے یہ اقرار کرین کہ وہ کبھی ظاہرا یا باطن مین کسی طرح جناب امام حسن یا جناب امام حسین علیہما السلام مین سے کسی حضرت کو آزار نہ پہونچاوین گے اور نہ ان کو ڈرائین گے یا دھمکائین گے۔ اس پر فلان فلان نے دستخط کئے اور کفی باللہ شہیدا لکھدیا۔ ظاہر ہے کہ علامۂ موصوف نے صلحنامہ بالا مین سب علی کے مضمون سے تمام تر کنارہ کشی اختیار کی ہے اور اسکی جگہ سیرت خلفائے راشدین کے مضمون کو ٹھونس دیا ہے۔ یہ کام کسی اور مصنف نے نہین کیا ہے جیسا کہ ذیل کے مصنفان عالی خیال کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔

(الف) صاحب تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۲ مین فرماتے ہین کہ امام حسن علیہ السلام خواست کہ باؤ

یعنی با معاویہ صلح کنند بہ آن شرطہا کہ او یعنی امام حسنؑ گوید (۱) علی علیہ السلام را لعنت نکنند (۲) امام حسنؑ را باز بمدینہ فرستد (۳) ہر خواستہ کہ در بیت المال است بعراق و کوفہ بحسن رہا کنند تا میان او و برادرش و خواہرانش باشد و آن خواستہ پنج ہزار درہم بود (۴) درہم خراج شہر دار ابجرد را ہر سال بحسنؑ علیہ السلام دہد و آن شہر است از شہرہائے فارس نزدیک بصرہ و حسنؑ علیہ السلام این را برائے آن میخواست کہ از علی علیہ السلام چیزے نماندہ بود و فرزندان بسیار بودند خواست تا درویش نہ باشند زیراکہ چون علی علیہ السلام بمرد ششصد درہم بماند۔ پس معاویہ عبدالرحمن بن عمرو و عبدالرحمن بن سمرہ بن جندب را فرستادہ با این ہمہ شرطہا وفا کرد مگر بیحرمتی کردن علی علیہ السلام کہ این بر نگیرم ولیکن چون تو حاضر باشی بفرمایم تا بیحرمتی او نہ کنند۔

(ب) روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ ۶۔ چون امام حسن علیہ السلام جبن و ضعف اصحاب خود مشاہدہ فرمود بہ عبداللہ بن عامر پیغام فرستادہ کہ من ترک خلافت گفتہ زمام اختیار را در کف معاویہ می نہم اما مشروط بچند شرط است۔ ابو حنیفہ دینوری می گوید کہ شروط این بود (۱) معاویہ اگر کینہ از اہل عراق و متابعان و شیعیان علی علیہ السلام داشتہ باشد انتقام نہ کشد (۲) ہر اسود و احمر از وے در امان بودہ ہیچکس را مواخذہ نکند (۳) خراج اہواز را بہ آن حضرت تسلیم دارد (۴) مبلغ دو ہزار درہم سال بسال بمدینہ فرستد تا امام حسنؑ علیہ السلام در مہمات خود صرف نماید (۵) دیگر امیر المومنین را سبّ نکند۔ گویند معاویہ مجموع شرط را قبول کرد الا سبّ امیر المومنین را۔ اما گفت کہ در مجلسے کہ امام حسنؑ باشد امیر المومنینؑ سب نکنند۔

(ج) تاریخ ابو الفدا صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی مین اس صلحنامہ کے متعلق یہ شرطین درج ہین (۱) جو مال اسوقت تک بیت المال کوفہ مین موجود ہے وہ میرے اور میرے ہمراہیون کیلئے چھوڑ دیا جائے (۲) دار الجرد متعلقۂ ملک فارس کا محاصل ہمیشہ کے لئے اہلبیت طاہرین علیہم السّلام کے مصارف اور گزران کے لئے چھوڑ دیا جاوے (۳) اسوقت تک جو سبّ امیر المومنین علیہ السلام کی جاتی ہے اور انکی شان مین لاطائل کلمات کہے جاتے ہین وہ سب موقوف کر دیئے جاوین۔ محقق ابو الفدا لکھتے ہین کہ تاریخ طبری اعثم کوفی روضۃ الاحباب روضۃ الصفا وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے ان شرائط کو قبول کیا مگر سب علی علیہ السلام کی نسبت کہلا بھیجا کہ اسے ضرور کہین گے۔ بعد اصرار یہ تجویز پایا کہ جس مجلس مین امام حسن علیہ السلام ہون وہان سبّ نہ کیا جائے مگر معاویہ نے اُن شرائط پر عمل نہین کیا صرف بیت المال کوفہ مین جو لاکھ درہم تھے وہ تو امام حسنؑ کو ملے باقی کچھ نہ ہوا۔

(د) کتاب تنزیہ البشر فی ذکر ائمۂ اثنا عشر مین سید صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے بیان شرائط صلح نامہ مین سب شرطین درج فرمائی ہین مگر سیرت خلفاء کے مطابق عمل کرنے کی شرط نہین

لکھی۔ نواب صاحب موصوف اگر اِس شرط کو قابل توجہ سمجھتے تو ضرور داخل تصنیف فرماتے۔

(۲) ہسٹری آف سارے سینس (History of Saracens) کے مصنف مسٹر سائمین ڈی اکلی اپنی تصنیف کے صفحہ ۲۳ مین صلحنامہ بالا کے شرائط اِس طور پر حوالۂ قلم فرماتے ہین۔ (۱) جسقدر بیت المال کوفہ مین موجود رقم ہے وہ امام حسن علیہ السلام کے لئے چھوڑ دی جاے (۲) اخراج ملکِ فارس آپکے اور آپکے اہلبیت طاہرین کے مصارف کے لئے واگذاشت کر دیا جائے (۳) معاویہ جناب امیر المومنین کی نسبت برے کلمات کا استعمال نہ کرین۔ معاویہ آخر والی شرط قبول کرنے پر راضی نہوئے تب آخر کار جناب امام حسنؑ نے فرمایا کہ جس مجلس مین مین ہون وہان وہ کلمات سبّ نہ استعمال کئے جائین۔ معاویہ نے اسوقت اقرار کیا لیکن اپنے اقرار پر قائم نہ رہے۔

(۳) حبیب السیر استیعاب تاریخ کامل اور روضۃ المناظر ابن شحنہ مین بھی سیرت خلفائے راشدین کا مضمون کہین نہین پایا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مضمون سیرت خلفائے راشدین کو علامہ ابن حجر کے سوا کسی مصنف عالیمقام نے اپنی کسی تصنیف مین جگہ نہین دی ہے۔ پھر کیون بہت سے ناحق شناس مسلمان اِس مضمون کیطرف ٹوٹے پڑتے ہین۔ اِسکی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہین ہے کہ صدیون کی مخالفت اہلبیتؑ سے ان کے دل اب یہ صلاحیت نہین رکھتے کہ حق بینی یا حق جوئی کیطرف رخ کر سکین۔ اسقدر شور سیرت خلفائے راشدین کا صرف اِس غرض سے برپا ہے کہ اِس سے خلفائے ثلٰثہ کی خلافت حق ثابت ہو جاتی ہے یعنی جب امام حسن علیہ السّلام نے سیرت خلفائے ثلٰثہ کو قابل وقعت مان لیا تو پھر ان حضرت کی خلافت حق ہونے کے سوا اور کیا سمجھی جا سکتی ہے۔ لیکن مخالفان اہلبیت یہ نہین دیکھتے کہ مضمون بالا رقم کردہ ایک ایسے مصنف کا ہے کہ جسکا دل ابن تیمیہ کیطرح تولائے خاندان پیغمبرؐ سے پاک ہے یا یہ کہئے کہ عدم تولا کے باعث ناپاک ہو رہا ہے۔ جمہور مصنفین سے چشم پوشی ایک متعصب مصنف کیلئے کسی حق پرست کا شیوہ نہین ہوسکتا۔ مگر جب حق جوئی کی صلاحیت معدوم ہے تو کمزور سے کمزور مضمون کے ساتھ اہل خلاف کا متمسک ہونا خلاف توقع نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف ایک ابن حجر کے قول کو بخلاف جمیع مصنفین کے اقوال کے اختیار کرنا سوائے اہل تعصب کے کسی حق جو کا کام نہین ہوسکتا۔ اب ہم ذیل مین اور ایسے امور حوالۂ قلم کرتے ہین جن سے علاّمہ ابن حجر کی ناراست بیانی قرین عقل ہو جاتی ہے۔

اہل علم سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے جناب علی علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر تم خلیفہ بنائے جاؤ تو معاملات خلافت کا انجام احکام قرآنی اور

ہسٹری آف سارے سینس

قول مصنف

سنت جناب رسول خدا اور سیرت شیخین کے مطابق کروگے یا نہین ۔ جناب علیؑ ایک سچے آدمی تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ حکم خدا اور سنت رسول کے مطابق کرین گے اور اس کے بعد جو از روے اجتہاد کے ہمکو مناسب معلوم ہوگا ویسا کرین گے ۔ سیرت شیخین ہمارے نزدیک کوئی چیز نہین ہے ۔ یہ جواب پاکر حضرت عبدالرحمن بن عوف ناخوش ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع لائے ۔ اس واقعہ کے ذکر سے عرض راقم یہ ہے کہ جناب علیؑ سیرت شیخین کو لاشے سمجھتے تھے ۔ ایسی صورت مین کمتر اس کا یقین ہوتا ہے کہ امام حسنؑ نے سیرت خلفاے راشدین کے مضمون کو شرائط صلحنامہ مین دخل دینے دیا ہوگا ۔ کوئی شک نہین کہ امام حسنؑ اپنے پدر بزرگوار کے معاملات سے پوری خبر رکھتے تھے ۔ جان بوجھکر اپنے پدر عالی مقام کی مخالفت گوارا نہین کرسکتے تھے ۔ اگر امام حسنؑ معاذاللہ دغل و فریب کے آدمی ہوتے اور امیر معاویہ وغیرہ کی طرح دنیاداری کا مادہ رکھتے تو یہ گمان کیا جاسکتا تھا کہ آپ نے دنیا طلبی کے تقاضا سے سیرت خلفاے راشدین کے مضمون کو داخل شرائط صلحنامہ ہونے دیا ہوگا ۔ مگر چونکہ آپ ہرگز ایسے نہ تھے اور سراپا خلوص و تعبد و قناعت و خداپرستی و خداترسی و راست بازی وغیرہ وغیرہ کے صفات جمیلہ سے آراستہ و پیراستہ تھے ہرگز اپنے پدر بزرگوار کے طریقۂ نیک سے منحرف نہین ہوسکتے تھے ۔ حق یہ ہے کہ باپ کی مخالفت کسی امر مین امام حسنؑ نہین کرسکتے تھے ۔ جب حضرت علیؑ سیرت شیخین کو لاشے سمجھتے تھے تو یہ ممکن نہ تھا کہ امام حسنؑ سیرت شیخین کو ایک قابل وقعت امر سمجھکر صلحنامہ بالا مین جگہ دینے کے قابل سمجھتے ۔ کوئی شک نہین کہ سیرت شیخین کا مضمون علامۂ ابن حجر کا ایک فرمایشی مضمون ہے ۔ ممکن ہے کہ صواعق محرقہ کا خود یہ ایک ایجادی مضمون ہو یا کسی دوسرے معاند اہل بیت کے ایجادی مضمون کو عدم تولاے اہل بیت کے جوش مین قبول کرلیا ہو ۔

اب تنزلاً سیرت خلفاے راشدین کے مضمون کو ہم جزو شرائط صلحنامہ مان بھی لین تو مضمون بالا کے داخل صلحنامہ رہنے سے اہل خلاف کے مذہب کو کوئی فائدہ نہین پہونچتا ہے ۔ کوئی شک نہین کہ کم خواندہ شیعہ کو مضمون بالا کے داخل صلحنامہ قرار دیے جانے سے وحشت پیدا ہوسکتی ہے ۔ مگر جب سیرت خلفاے راشدین کی حقیقت سے ایسے ناواقف شخص کو اطلاع ہوجائیگی تو اُسکے تمام شبہے و شک دفع ہوجائین گے ۔ سیرت خلفاے راشدین سے مراد حضرات خلفاے ثلٰثہ کی وہ کارروائیان ہین جو بحیثیت خلیفہ اُن حضرات سے ظہور مین آتی گئی ہین ۔ اُن حضرات کی کارروائیون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات خلفا اچھی اور بُری دونون طرح کی کارروائیون کے کاربند ہوتے گئے ہین پس اگر صلحنامۂ بالا مین حسب تحریر ابن حجر سیرت خلفاے راشدین کا مضمون واقعی طور پر داخل کیا گیا ہے ۔ تو حضرت امام حسنؑ کی مراد مضمون بالا سے حضرات خلفا کی معقول کارروائیون کے سوا کوئی نامعقول کارروائی نہین ہوسکتی

اس مین شک کیا ہے کہ حضرات خلفا سے اچھی کارروائیان بھی عمل مین آئی ہین - اچھی کارروائیون کی مثالین فتح بلادکفار وتعمیر مساجد ومعقول انتظامات وغیرہ ہین - ہرگز شیعی مذہب کا یہ دعوی نہین ہو سکتا کہ جتنی کارروائیان حضرات خلفا نے اختیار کین سب کی سب نامعقول تھین - ایسی صورت مین سیرت خلفاے راشدین کا مضمون داخل صلحنامہ کیا جانا کیونکر خلاف مصلحت سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس سے امام حسن علیہ السلام پر کسی طرح کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے اگر واقعی سیرت خلفاے راشدین کا مضمون داخل صلحنامہ ہوا تھا تو ضرور مبنی بر مصلحت تھا - حقیقت حال یہ ہے کہ امام حسنؑ امیر معاویہ کی خباثت طبیعت سے خوب واقف تھے - آپ خوب جانتے تھے کہ یہ صاحب بیحد غدار مکار طامع مردم آزار خودغرض اور نفس پرور شخص ہین اور ہر طرح کے فعل زشت کے ارتکاب کی صلاحیت رکھتے ہین - ایسی صورت مین اگر صلحنامہ کی پابندی کے ساتھ عہدۂ خلافت کو انجام دین گے تو آخر س موے بس ست کے قاعدہ سے کچھ سلامت روی کے ساتھ بارخلافت کو اُٹھا سکین گے اور عام مسلمانون کو اپنی خلقی بےعنوانیون سے بہت ضرر نہین پہونچا سکین گے پس خلاصہ راقم کی تحریرات بالا کا یہ ہے کہ سیرت خلفاے راشدین کا مضمون اول تو تمام تر افزایشی رنگ رکھتا ہے اور اس لیے ہرگز ہرگز شرائط صلحنامہ مین داخل نہین سمجھا جا سکتا ہے دوم یہ کہ تنزلاً اگر داخل شرائط صلحنامہ مان بھی لیا جائے تو امیر معاویہ صاحب کی خلقی خباثتون سے عامۂ مسلمانان کے محفوظ رکھنے کے لیے داخل شرائط صلحنامہ کیا گیا تھا -

صلحنامۂ بالا پر نظر ڈالنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ عامۂ امت محمدی کو خاندان پیمبر علیہ السلام سے تولا کی صورت باقی نہین رہی تھی - راقم کو اس کی حاجت دکھائی دیتی ہے کہ مختصر طور پر اس کتاب مین تاریخی حیثیت کے ساتھ امت محمدی کی مخالفت اہل بیت کا ایک کافی بیان حوالۂ قلم کرے - بلکہ خود حضرت رسولؐ کے ساتھ جو جو طور امتیون کا ظہور مین آتا گیا ہے اُس سے بھی مردمان ناواقف کو اطلاع کی صورت پیدا کرے - عہد رسول اللہ سے لیکر اس عہد تک کی تاریخ مخالفت کو احاطۂ تحریر مین لانا طولانی متصور ہے - لیکن بہ سبیل اختصار اتنا عرض کر دینا تو ضرور ہے کہ عامۂ اُمت محمدی کا کیا طور حضرت رسولؐ اور خاندان حضرت رسولؐ کے ساتھ زمانۂ ماضی مین رہا ہے - حضرات ناظرین جب اس کتاب کو بےتعصبی کی نظر سے ملاحظہ فرمائین گے تو اس کتاب کی وجہ تسمیہ کو قرین حق سمجھین گے واقعی یہ کتاب مناظر المصائب مناظر المعائب ہے - اس مین مختصر طور پر وہ سارے مناظر حوالۂ قلم کیے جاتے ہین جو عہد حضرت رسول سے لیکر عہد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک صورت پذیر ہوتے گئے ہین - یہ ظاہر ہے کہ زمانۂ گزشتہ کے معاملات کی تحقیق اس وقت جو صورت رکھتی ہے کتب تاریخ و سیر اور

مخالفت اہل بیت و مخالفت حضرت رسولؐ

کسی قدر کتب حدیث کے سوا اور کسی نہج سے انجام نہین پا سکتی ہے۔ مخالفت حضرت رسول و مخالفت اہل بیت علیہم السلام کے معاملات ذرائع بالا سے اگر کامل طور پر نہین تو بھی کافی طور پر دریافت مین آتے ہین پس راقم تحریری ذرائع سے ان غیر متوقع اور نا مطبوع معاملات کو بہ سبیل اختصار درج ہذا کرتا ہے جو خود حضرت رسول صلعم اور حضرات اہل بیت علیہم السلام کو پیش آتے گئے اور جن سے عامۂ امت محمدی کی ایسی ناہمواری آشکارا ہوتی ہے جو کسی نبی کی اُمت کی طرف کسی زمانہ مین منسوب نہین کی جا سکتی ہے۔

اہل ناواقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بحکم خدا مکہ مین دین الٰہی کا اظہار فرمایا تو کفار قریش نے حضرت صلعم سے کوئی دقیقہ مخالفت کا اٹھا نہین رکھا۔ اسپر بھی کچھ افراد نے اس دینِ جدید کیطرف رخ کیا اور یہ جماعت قلیلہ مسلمان کہلانے لگی۔ بہرحال کفار قریش کی جفا کاریان روبہ ترقی رہین۔ یہان تک کہ آن صلعم کو ترک وطن کرکے مدینہ مین سکونت اختیار کرنی پڑی اور جو افراد حضرت رسول صلعم کی پیروی مین مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے مہاجرین کہلائے۔ اہل مدینہ کے حصۂ کثیر نے دین محمدی کو اختیار کرلیا اور رسول اللہ کی مددگاری کی وجہ سے انصار کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ مدینہ مین اسلام نے زور پکڑنا شروع کیا حتی کہ عہد رسول اللہ ہی مین مکہ اور ملک عرب کے چند ممتاز ٹکڑے اور بھی ملک شام کے زیادہ حصے مدینہ کی اسلامی ریاست کے اجزا ہو گئے۔ کوئی شک نہین کہ عہد رسول اللہ مین اسلام لانے والون کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی اور اس دین نو کے ماننے والے مسلمان کے لقب سے دیار و امصار مین شہرت پذیر تھے۔

عموماً اہل اسلام رسول اللہ کو اپنا حاکم اور امور دین مین اپنا راہبر جانتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی حق پژوہی اور روحانی طاقت یہ تاثیر رکھتی تھی کہ عموماً کسیکو آپ کے احکام سے سرتابی کی جرأت نہین ہوسکتی تھی زیادہ حصہ مسلمانون کا یہی رنگ رکھتا تھا۔ مگر کچھ ایسے بھی مسلمان تھے جو ظاہر مین نہین تو باطن مین ضرور آنحضرت سے دلی موافقت نہین رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلعم ایسے مسلمانون کو خوب پہچانتے تھے مگر مصلحت وقتی سے انکو کچھ نہین کہتے تھے۔ یہ ایسے مسلمان تھے جو خاندان پیمبر کے مصائب کے ایسے تخم اپنے عہد مین بو گئے کہ حضرت خاتون جنت اور علی مرتضی کے زمانے سے لیکر امام عسکری علیہ السلام تک خاندان پیمبر کو انکے پھلون کو چکھنا پڑا۔ امیر معاویہ کے محاربات حضرت علیؑ کے ساتھ امیر معاویہ کے معاملات امام حسن علیہ السلام کے ساتھ یزید ابن معاویہ کے جفاکارانہ برتاؤ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور دیگر مسلمانون کی طرح طرح کی بدترکیبیان بقیۂ ائمہ علیہم السلام کے ساتھ یہ سب نتائج اسی تخم ریزی کے ہین جو عہد رسول اللہ کے مردمان مسلمان صورت کر گئے تھے۔ واضح ہو کہ ایسے مسلمانون کے دلون مین حضرت رسول کے ساتھ مادۂ ناموافقت موجود تھا گو روزمرہ کی کارروائیون مین اس کا

ظہور کمتر ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ مادہ موجود تھا تو کہان تک پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ آخر اسکا اُبھار ایک نہ ایک وقت مین ہو ہی جاتا تھا۔ مثلاً یہ عرض کیا جاتا ہی کہ جب ۶ھ ہجری مین رسول خدا صلعم کو غزوۂ حدیبیہ پیش آیا (دیکھو تاریخ خمیس) تو قوم قریش نے سہیل بن عمرو کو آنحضرتؐ کے پاس صلح کی درخواست لیکر بھیجا جسکو آن صلعم نے منظور فرمالیا (دیکھو تاریخ ابن الوردی) یہ صلح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مطلق پسند نہ آئی اور آپ کے دل مین خطرۂ عظیم گزرا۔ آپ نے رسولؐ خدا کے پاس جاکر یہ کہا کہ کیا تم پیمبر برحق نہین ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیشک ہون، تب حضرت عمر نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف باطل پر نہین ہین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان۔ تب حضرت عمر نے کہا پھر ہم کیون اس حقارت و مذلت کو گوارا کرین اور اس طور سے صلح کرکے واپس ہون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے مین خدا کا رسول ہون بغیر اُسکے حکم کے کچھ نہین کرتا وہ میرا ناصر اور مددگار ہے اور میرے کام کو ضائع نہین فرمائیگا (دیکھو مدارج النبوت) یہ قصہ حدیث صحیح بخاری مین بھی اسی طرح مندرج ہے۔ اس کتاب کے شارح علامۂ عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین ایسا ہی لکھتے ہین تاریخ خمیس اور تفسیر درمنثور سیوطی مین بھی یہ واقعہ درج دیکھا جاتا ہے۔ بہرحال صلحنامہ تو لکھکر تیار ہو گیا۔ مگر حضرت عمر اس صلحنامہ کے لکھے جانے کے بعد بھی اس فکر مین رہے کہ معاملۂ صلح درہم و برہم ہو جائے۔ مگر اس مین حضرت عمر کو کامیابی نصیب نہین ہوئی (دیکھو روضۃ الاحباب) لاریب حضرت عمر کا یہ جوش و خروش قابل لحاظ ہے۔ کاش اس طرح کا جوش و خروش آپ نے جنگ احد جنگ خندق و جنگ خیبر اور جنگ حنین مین دکھلایا ہوتا۔ ان غزوات مین تو آپ کو فرار ہی سے کام رہا۔ اس صلح حدیبیہ کے انجام کے وقت یہ جوش و خروش کہان سے آگیا۔ تماشا تو یہ ہے کہ جب رسول اللہ نے اس صلح کے پہلے یہ چاہا تھا کہ مکہ مین جاکر کوئی شخص قوم قریش کی طمانیت کردے کہ آن صلعم صرف بہ ارادۂ عمرہ تشریف لائے ہین اہل مکہ کی ایذا دہی کے خیال سے نہین تشریف لائے ہین تو آنحضرتؐ نے حضرت عمر کو بلاکر فرمایا کہ تم مکہ مین جاؤ اور قریش کا اطمینان کردو مگر حضرت عمر نے مکہ جانے سے قطعی انکار کیا اور یہ عذر کیا کہ مجھکو کفار قریش مار ڈالینگے میرا کوئی حامی اور مددگار مکہ مین نہین ہے۔ اب اہل انصاف دیکھین کہ یہ انکار نافرمانی نہوا تو کیا ہوا۔ کیا اس انکار کو محبت قلبی پر محمول کوئی اہل فہم سے کرسکتا ہے تعمیل حکم رسول اللہ مین یہ انکار اور صلحنامہ کی تحریر کے وقت ورود کے ساتھ شک فی النبوت ماشاء اللہ یہ دو ایسے امر ہین کہ کیا اعلیٰ درجہ کی مومنیت کی خبر دیتے ہین۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ واہ واہ مومن اتنا بھی تو ہو ورنہ پھر مومن کیا ہے۔ حق تو یہ ہی کہ مومنیت تو درکنار ایسی باتین انسان کو مسلمیت سے بھی خارج کردینے والی نظر آتی ہین واضح ہو کہ حضرات اہل سنت حضرت عمر کی نافرمانی بالا کا جواب اہل تشیع کو یون دیتے ہین کہ حضرت علیؑ نے بھی تو اسی عالم حدیبیہ کے متعلق رسول اللہ سے سرتابی کی تھی وہ قصہ یہ ہے کہ حسب تحریر صاحب تاریخ کامل جب رسول مقبول نے سہیل کی درخواست صلح منظور کرلی تو حضرت علیؑ کو بلاکر ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل بولا کہ ہم یہ نہین جانتے لکھو باسمک اللہم

گیا۔ پھر جناب رسول خدا نے حضرت علی کو ہدایت فرمائی کہ لکھو "یہ وہ صلحنامہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمر
سے مصالحت کی" سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمکو رسول اللہ جانتے تو قتال پر کیون آمادہ ہوتے پس بجائے رسول اللہ کے اپنا اور
اپنے والد کا نام لکھو۔ تب پیغمبر خدا صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکال ڈالو۔ حضرت علی
نے عرض کیا کہ میری مجال نہین جو لفظ رسول اللہ کو محو کر سکون۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے کاغذ لےلیا اور لفظ
رسول اللہ کی جگہ پر محمد بن عبداللہ کے لفظ کو لکھکر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ "اے علیؑ ایک وقت تم کو بھی ایسا ہی
معاملہ پیش ہوگا" (دیکھو روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و تاریخ خمیس و روضۃ الصفا و خصائص نسائی) یہ فرمودہ حضرت
رسول کا تھا۔ چنانچہ ایسا وقت حضرت علیؑ کو بھی سامنے آیا۔ واہ حضرت علماے اہل خلافت۔ خوب ہی جواب الزامی
آپ حضرات کو ہاتھ آیا۔ کہان حکم رسول اللہ سے قطعی انکار اور کہان دلی اور ایمانی تعظیم کا اظہار۔ اے حضرات اہلسنت
کوئی شک نہین کہ اگر حضرت عمر کو حکم آنحضرت صلعم کا واسطے نکال دینے لفظ رسول اللہ کے صادر ہوا ہوتا تو حضرت
عمر ضرور دوڑ کر ایسے حکم کی تعمیل کر ڈالتے خاصکر ایسی حالت مین کہ شک فی النبوت زورون کے ساتھ آپکے دل مین جگہ
پا چکا تھا۔ حضرت عمر کے شک فی النبوۃ کا پتہ اس واقعہ سے بھی لگتا ہے کہ جب جنگ خندق کے وقت آن صلعم
نے حضرت عمر کو عمرو ابن عبدوُد کے مقابلہ کے لیے فرمایا تو حضرت عمر سکے مقابلہ سے دلائل کے ساتھ صاف انکار کر گئے
ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمر حضرت رسولؐ کو نبی برحق جانتے تو اس دیو پیکر کے مقابلہ سے انکار نہ کرتے۔ یہ معاملہ
بھی حضرت عمر کے شک فی النبوت کا پورے طور پر مثبت ہے۔ اللھم احفظنا من ذالك۔

واضح ہو کہ صلح حدیبیہ مین حضرت رسول سے حضرت عمر کا اختلاف اس درجہ کا دیکھا جاتا ہے کہ نہ خلاف
آپکے ارتداد کا پورے طور پر مثبت نظر آتا ہے حضرت عمر سے ایسے اختلافات اور بھی ظہور پذیر ہوتے تھے جن سے
اہل واقفیت پوری خبر رکھتے ہین۔ علامہ شبلی صاحب حضرت عمر کو داغ ارتداد سے بچانے کے لیے ایسے اختلافات
کی نسبت فرماتے ہین کہ "حضرت رسول اللہ صلعم کی ان باتون کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے" علامہ صاحب
کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ نزول وحی کے وقت منصب رسول پر رہتے تھے لیکن اور وقتون مین
عام بشر کی حیثیت آپ کو حاصل رہتی تھی۔ خدارا یہ کیا تحقیق ہے۔ صاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صاحب
حضرت عمر کے افراط محبت مین حضرت رسول کی تنقیص شان اچھی طرح گوارا کر گئے ہین۔ راقم کا یہ الزام صرف
حضرت علامہ ہی پر نہین ہے۔ آپ کے اکثر ہم مذہب علما کا بھی یہی طور دیکھا جاتا ہے کہ حضرات خلفاے ثلثہ
کی مداحی اور ہواخواہی مین آپ حضرات کے ہاتھون سے خدا رسول قرآن حدیث سب پر آفت آجائے تو آجائے
مگر حضرات خلفا کی جے بنی رہے اہل انصاف ملاحظہ فرماوین کہ جب حضرت رسول کی شان مین خداے تعالی
وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ فرماتا ہے تو ضرور ہے کہ ہر بات آن صلعم کی وحی کالوحی سمجھی جائے

یعنی ہر بات حضرت رسولؐ کی ایسی سمجھی جائے کہ اسمین لغویت یا خواہش نفسانی کو خس برابر بھی دخل نہین ہوتا تھا اسی لئے خداوند تعالیٰ سورۂ منافقون مین فرماتا ہے کہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اس آیت سے جیسا کہ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہین آن صلعم کل اوامر و نواہی مین معصوم نظر آتے ہین۔ اور ایسی صورت مین واجب ہے کہ رسول صلعم اپنے کل افعال و اقوال و احوال مین معصوم تھے۔ پس حضرت رسول کی فرمانبرداری سے نصی طور پر کسی اُمتی کو چارہ نہ تھا بلکہ یہ کہیئے کہ فرمانبرداری خدا کی موقوف تھی حضرت رسولؐ کی فرمانبرداری پر۔ توثیق اسکی آیۂ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ سے ہوتی ہے یہ امر کہ حضرت رسولؐ عمل نہین کرتے ہین مگر وحی پر اِنْ نَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحیٰ اِلَیَّ سے بامراد طور پر ثابت ہوتا ہے دوسرا امر کہ حضرت رسولؐ جیسے عام بشر ہوتے ہین ویسے ہی ایک بشر تھے یہ خیال جناب علامہ کا تنقیص شان مصطفوی کا ایک دوسرا منظر دکھاتا ہے۔ یہ سب مناظر تنقیص جناب علامہ صاحب کے وجود مین صرف اس غرض سے لائے گئے ہین کہ حضرت عمر کی جے بنی رہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اہل انصاف دیکھین کہ حضرت رسولؐ وہ بشر ہین کہ جس کی بشریت کیساتھ "یوحی" کی قید لگا دی گئی ہے، یہ وہ قید ہے کہ جس سے حضرت رسولؐ عوام الناس کے احاطہ سے باہر ہو جاتے ہین۔ کیا غضب کی بات ہے کہ جناب علامہ صاحب لفظ "بشر" کی طرف تو اپنی توجہ مبذول فرماتے ہین مگر "یوحی" کو خریطۂ نسیان مین ڈال رکھتے ہین یہ معاملہ ویسا ہی رنگ رکھتا ہے جیسا کہ ایک مرد نے کہدیا تھا کہ قرآن مین نماز کی ممانعت ہے کقولہ تعالیٰ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کوئی شک نہین کہ یہ ٹکڑا قول خدا ہے اُس مرد نے یہ نہین دیکھا کہ اُس کے بعد وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی بھی ہے۔ راقم کے عقیدہ یا کسی اہل انصاف کے عقیدہ کے مطابق حضرت رسول کو عوام الناس کے برابر سمجھنا اگر الحاد مین درجات ہین تو ایسا عقیدہ حضرت رسولؐ کی نسبت ایک بہت بڑا الحاد ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرت عمر کو تفریق بالا کے ملحوظ رکھنے کی بڑی ضرورت لاحق تھی آپ لکھتے تھے کہ اس تفریق کو ملحوظ رکھے بغیر آپ کو احاطۂ ارتداد سے باہر نکلنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی پس بمصداق الغریق یتشبث بالحشیش تفریق بالا کے قلعہ مین پناہ گزین ہو گئے مگر ایسی پناہ گزینی سے آپ کو حصول مطلب کی کوئی معقول شکل پیدا نہ ہو سکی بہرحال جب آپ کو تفریق بالا کے مضمون کو اختیار کر لینا پڑا تو دیگر مخالفان پیغمبر و خاندان پیغمبر کو بھی اُسی راہ پر چلنے کی ضرورت لاحق ہو گئی۔ پس کوئی جائے تعجب نہین ہے کہ اپنے وقت مین جناب علامہ صاحب نے بھی بطرز بالا حضرت عمر کے داغ ارتداد کے مٹانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا گو اُس کوشش بلیغ سے حضرت رسول کی تنقیص شان بین طور پر عمل آ گئی۔

تنزلاً اگر معاملۂ صلح حدیبیہ مین علامۂ شبلی صاحب کی تفریق بالا صحیح مان لی جائے تو بھی ایسی تفریق سے حضرت عمر داغ ارتداد سے بچتے نظر نہین آتے ہین اس امر مین یہ گفتگو ہی نہین کہ جتنے امور جنگ و صلح

وغیرہ کے عامل حضرت رسولؐ ہوئے بحکم خدا ہوئے۔ ایسے امور کے عامل حضرت رسولؐ دین خدا کے قائم رکھنے یا دین
خدا کی اشاعت کی نظر سے ہوتے تھے پس حضرت صلعم کے ایسے امور منصب رسالت سے الگ نہین سمجھے جا سکتے ہین
لاریب کوئی ذی حواس یہ نہین کہہ سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاملہ حضرت رسول کے منصب رسالت سے الگ رنگ
رکھتا تھا۔ کوئی شک نہین کہ حکم خدا سے حضرت رسولؐ نے قریش مکہ سے صلح کی تھی۔ بیشک جب خدائے تعالیٰ
کی جانب سے حکم صلح صادر ہوا تو حضرت رسول نے صلح کر لی۔ خدارا اس مین تفریق کی گنجایش کہان نظر آتی ہے
حضرت رسولؐ نے تو اپنے دل سے کوئی راہ عمل کی نہین اختیار کی جو کچھ حضرتؐ نے کیا ہدایت خداوندی کے مطابق
کیا منصب رسالت سے الگ ہو کر بحیثیت بشر تو حضرتؐ نے کوئی کارروائی کی ہی نہین۔ حضرت کا فعل صلح
منصب رسالت سے الگ ہونے کا کوئی رنگ ہی نہین رکھتا ہے۔ اگر منصب رسالت سے کچھ بھی حضرتؐ کے امور
بالا کو بے تعلقی ہوتی تو ایسی حالت مین علامہ صاحب کی تفریق بُرے بھلے طور پر حضرت عمر کے کچھ کام آ سکتی تھی
معاملۂ حدیبیہ کا تو یہ عالم ہے کہ حضرت رسولؐ بحکم خدا یعنی بحیثیت رسول صلح پر آمادہ ہین مگر حضرت عمر ہین کہ آنحضرتؐ
سے برسر تکرار ہین کہ صلح نہین کی جائے۔ آپ کی تکرار پر حضرت رسول فرماتے ہین کہ "اے ابن الخطاب مین خدا کی ہدایت
کے مطابق صلح و جنگ کرتا ہون" مگر حضرت عمر کو ضد ہے کہ صلح نہ کی جائے۔ حتیٰ کہ جب حضرت رسول نے
صلح کر لی تو بھی اُس کے توڑے جانے مین حضرت عمر نے کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی۔ آپ نے شکست صلح کی
ترکیبین ایسی بتائین کہ انسان بحیثیت انسان ایسی ترکیبون پر عمل نہین کر سکتا ہے کوئی درندہ کرے تو کرے
اب جناب علامہ صاحب فرمائین کہ حضرت رسول کی صلح بالا منصب رسالت سے الگ تھی یا کیا۔
بلکہ اتنا ہی بتا دین کہ کوئی فعل آن صلعم کا اس کے متعلق منصب رسالت سے علیحدہ تھا چشم انصاف مین تو
علامہ صاحب کی تفریق حضرت عمر کو خس برابر بھی نفع بخش نظر نہین آتی ہے۔ تب حضرت رسولؐ سے بحیثیت حضرت
رسولؐ اختلاف کا مرتکب ہونا کون سی مسلمانی تھی۔ لاریب حضرت عمر کا اختلاف بالا بین طور پر ارتداد کا نقشہ دکھلا رہا
ہے اب تو اسکی حاجت بھی نظر نہین آتی ہے آپکے شک فی النبوت کا مضمون یاد دلایا جائے۔ شک فی النبوت
تو آپ کے اختلاف کا ایک فطری نتیجہ تھا۔ ایسا شک آپ کو اکثر ہوا کرتا تھا اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ آپ اکثر
حضرت رسولؐ سے اُمور متعلق بہ رسالت مین اختلاف کیا کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کی تمام زندگی حضرت رسولؐ
سے اختلاف کرنے مین گزر گئی ہے یعنی از وقت جنگ بدر تا قصۂ قرطاس۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ایسے مرتکب
اختلافات ہو کر آپ عند العقل حضرت رسولؐ کے سچے جانشین کیونکر مانے جا سکتے ہین البتہ آپ ایسی ہی ترکیبون کے
مسلمانون کے خلیفۃ المسلمین ہین اور تا قیامت رہین گے۔

یون تو چھوٹے چھوٹے امور مین دلی اختلافات اکابر مہاجرین کو رسول اللہ کے ساتھ جو کچھ لاحق ہوئے

ہون مگر کوئی شک نہین کہ غزواتی معاملات مین ایسے اختلافات ان بزرگوار سے بکثرت ظہور مین آتے گئے۔ واضح ہو کہ یہ اختلافات فعلی اختلافات تھے مثلاً اکابر مہاجرین کا ہر موقع جنگ سے بار بار کا فرار۔ یہ بزرگوار غیر مشہور غزوات کے علاوہ مشہور غزوات مین بھی کبھی ثابت قدم نہین رہے جنگ اُحد جنگ خندق جنگ خیبر جنگ حُنین مین توصریحی طور پر حکم رسول اللہ سے انحراف ورزی کرتے گئے۔ رسول اللہ ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کی ہدایت فرماتے ہی رہے مگر اکابر مہاجرین نے جناب رسالت مآبؐ کی ایک نہ سُنی۔ جان کی محبت مین رسول اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر بار بار بھاگ ہی نکلے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوار کو رسول اللہ سے دلی مرابطت ہوتی تو ایسے امور قبیح کے کاربند نہ ہوتے دوست یا محبوب کو کوئی معمولی آدمی بھی محل ہلاکت مین چھوڑ کر راہ گریز نہین اختیار کرتا چہ جائے کہ رسول اللہ جنپر جان فدا کر ڈالنا تمام تر قرین حکم خداوندی تھا حق یہ ہے کہ فرارین کو رسولؐ مقبول کے ساتھ موافقت قلبی حاصل نہ تھی یہ دلی ناموافقت کب تک پوشیدہ رہ سکتی تھی بکل شی یترشح بما فیہ وقت وقت پر ظہور کرتی ہی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوڑے مہاجرین نے رسول اللہ کے ساتھ دینی اغراض کی بنا پر مکہ سے مدینہ کو نہین ہجرت کی تھی اُن بزرگوار نے سمجھ لیا تھا کہ محمدؐ ایک ایسے ہونہار آدمی ہین کہ کوئی ریاست یا سلطنت قائم کر سکین گے جو آیندہ ذریعۂ بہبود ہو سکے گی اُن بزرگوارون کو کاہنون سے خبر دی تھی کہ ایک پیغمبر مبعوث برسالت ہون گے اُن پر ایمان لاؤ گے تو سلطنت ملیگی (دیکھو ازالۃ الخفا صفحہ ۵۰) چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ ہر کہ و مہ کو معلوم ہے۔ حق یہ ہے کہ ایسے بزرگوار آن صلعم کو ہرگز دینی سفرا نہین سمجھتے تھے۔ یہ بزرگوار ضرور دل مین سمجھے ہوئے تھے کہ محمدؐ کی طرف سے اظہار رسالت ایک ڈھکوسلا ہے غرض محمدؐ صاحب کی اظہار رسالت سے ملک گیری ہے ہر چند ایسے مہاجرین نے کبھی زبان سے ایسے ناپاک خیال کا اظہار نہین کیا مگر اپنے افعال و کردار سے اہل فہم کو اس امر پر تیقن کر دیا کہ مرکوز خاطر ایسے مہاجرین کا وہی تھا جو بالا مین حوالۂ قلم ہوا۔ لاریب اکابر مہاجرین کا یہ ویسا ہی خیال تھا جو حضرت ابوسفیان کا تھا فرق دونون مین یہ ہے کہ ابوسفیان صاحب نے اپنے خیال کا اظہار کر دیا مگر اکابر مہاجرین نے کمال فرزانگی سے اُسے زبان تک واضح طور پر آنے نہ دیا۔ ابوسفیان صاحب کی سرگزشت یہ ہے کہ حسب تاریخ ابوالفدا جب حضرت رسول صلعم نے حضرت عباس سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو وادی مضیق کی طرف لیجا کر لشکر اسلام کا مشاہدہ کراؤ تو حضرت عباس ابوسفیان کو اُس طرف لیگئے۔ ابوسفیان صاحب کے استفسار پر حضرت عباس ہر قبیلے کے لوگون کو جو لشکر مین تھے بتاتے جاتے تھے یہانتک کہ ابوسفیان پیمبرؐ صاحب کے سبز پوش لشکر سے گزرے اُس لشکر کو دیکھکر ابوسفیان صاحب کے مُنھ سے بیساختہ یہ نکل گیا کہ اے عباسؓ تمھارا بھتیجا تو بڑی سلطنت والا ہو گیا اس پر حضرت عباس نے فرمایا کہ واے تجھپر یہ سلطنت نہین ہے نبوت ہے اسی طرح حضرت یزید بن حضرت معاویہ بھی معاملات اسلامی کو ملاعبت یعنی کھیل سمجھتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہین لاعبت لھاشم فی الخلق ولا وحی جاء ولا خبر نزل۔

یہ قاتل حسینؑ بیباکی سے ایسا اظہار خیال اسی لیے کر سکا کہ خلافت پا لی اور واقعۂ کربلا کے بعد اُسے کسی پہلو سے محل خوف باقی نہین رہا تھا عہد رسالتمآب صلعم مین اکابر مہاجرین کو اس طرح کے اظہار خیال کا موقع حاصل نہ تھا آنحضرت کے بعد بھی سردار بنی ہاشم اور بھی سچے دل کے کچھ مہاجرین اور بھی سچے دل کے کچھ انصار موجود تھے - اکابر مہاجرین کیلیے ایسے خیال کا اظہار بیباکانہ طور پر قرین مصلحت نہ تھا - تو بھی عہد رسول اللہ صلعم مین معاملات غزوات و صلح حدیبیہ جیسے مواقع مین حقیقت حال کا انکشاف کم و بیش طور پر ہوتا ہی گیا کتب تاریخ و سیر کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر وہ حضرات جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تھے زیادہ دنیوی غرض سے اس تکلیف کو گوارا فرماتے گئے تھے - یہ بزرگوار اگر محمد صاحب کی سلطنت کو خداے تعالیٰ کی روحانی سلطنت سمجھے ہوئے ہوتے تو ہرگز ہرگز رسول اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑکر بار بار نہین بھاگ جایا کرتے - اور اپنی جان کو رسول اللہ کی جان پر ترجیح نہین دیئے ہوتے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی اغراض سے ایسے صاحبون نے ہجرت کی زحمت اختیار کی تھی - اہل انصاف دیکھین کہ اہل ہجرت کا بار بار کا فرار اس امر کا مثبت ہے کہ فرارین کو رسول اللہ کے ساتھ خس برابر بھی محبت حاصل نہ تھی - امر دین مین رسول اللہ کے ساتھ تمسک تو ایک اعلیٰ درجہ کی بات ہے - روزمرہ کے معاملات مین بھی کوئی اس طرح کا فرار قابل قدر نہین سمجھا جا سکتا ہے - بیوفائی کسی ملت اور مذہب مین سراہنے کی چیز نہین مانی جا سکتی - شاہانِ دنیا کے ساتھ بہت سے بہادران وقت مر مر گئے ہین مگر پیٹھ نہین دکھلائی ہے چہ جائیکہ شاہنشاہ دین کے ساتھ فرارین راہ خدا مین لڑنے کو جاوین اور میدان جنگ سے ایسے فرار ہو جاوین کہ دو دو یا تین تین دن تک اُن کا نشان نہ ملے - اُن کے فرار سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ واپسی کے بعد ایسے حضرات منھ کیونکر دکھلا سکتے تھے - الحیاءُ من الایمان - لیکن جب ایمان کا یہ حال تھا کہ فرار گوارا کر سکے تو پھر حیا کا ذکر ہی کیا ہے راقم یہ پوچھتا ہے کہ علیؑ بھی تو مہاجرین سے تھے، پھر علی کیون نہین میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے - حضرات ناظرین بھاگ کھڑا ہونا تو درکنار حق یہ ہے کہ اگر تیغ علیؑ نہ ہوتی تو اسلامی ریاست مدینہ اور اطراف مین قائم ہی نہین ہو سکتی جناب ولایت مآبؑ کی ثابت قدمی کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ صاحب ایمان تھے - اسی لیے صاحب حیا بھی تھے - ایمان ہرگز اس کا مقتضی نہین ہے کہ کوئی رسول اللہ کے ساتھ جہاد پر جائے اور رسول اللہ کو نازک حالت مین چھوڑکر اپنی جان بچانے کیلیے نوک دم بھاگ نکلے اور پھر رفع فساد کے بعد دوسرے یا تیسرے دن منھ دکھانے کی جرأت گوارا کر سکے -

صلح حدیبیہ اور غزوات حضرات رسولؐ کے علاوہ رسول اللہ سے مخالفت مسلمین کے تین واقعات قابل لحاظ ہین جو ذیل مین درج پاتے ہین -

واقعۂ اوّلے

مقام خم غدیر مین جب آیت "یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ" نازل ہو چکی

اور یہی حضرت رسولؐ منبر تیار کردہ پر فرما چکے کہ مین جناب باری مین بلایا گیا ہون اور مین نے حکم آلہی کو قبول کیا ہے اب مین تم مین دو عظیم چیزین چھوڑتا ہون ایک کتاب اللہ اور دوسرے اپنے اہل بیت دیکھنا ہے کہ تم لوگ میرے بعد ان دونون سے کیونکر پیش آتے ہو اس لیے کہ یہ دونون جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہون ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہون گے میرا مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے اور مین کل مومنین کا ولی ہون پس جس کا ولی مین ہون علیؑ بھی اُسکا ولی ہے خداوندا دوست رکھ اُس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے (دیکھو کتاب خصائص نسائی اور بھی دیگر کتابین جو قصۂ خم غدیر سے تعلق رکھتی ہین جیسے صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ روضۃ الاحباب اسباب النزول واحدی تفسیر درمنثور سیوطی فتح القدیر کاشانی تاریخ علامہ ابن واضح کتاب اصابہ ابن حجر عسقلانی و مسند امام حنبل) اور بعد ارشاد بالا کے آیت اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا نازل ہو چکی (دیکھو تاریخ علامہ ابن واضح) اور حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کو مولائیت کی مبارکباد دے چکے اور دیگر صحابی اور اُمہات المومنین مبارکبادی کی شرکت کر چکے اور ان سب کارروائیون سے علیؑ صاف صاف طور پر رسول مقبولؐ کے نائب قرار دیے جا چکے تب منافق صحابہ کو اس اختلاف سے بڑا صدمہ پہونچا اور اُن ملاعین نے جناب رسول خدا کی ہلاکت کا منصوبہ باندھا چنانچہ استخلاف بالا کے ایک دو روز کے بعد جب آن صلعم براہ عقبہ شب کو شتر پر سوار جا رہے تھے اور آنحضرتؐ کا لشکر براہ وادی جا رہا تھا کہ سولہ یا سترہ منافقین گھوڑون پر سوار اور مسلح آنحضرت صلعم پر حملہ آور ہوے چونکہ آن صلعم وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے مورد ہو چکے تھے آنحضرتؐ کو مطلق ہراس نہین ہوا اور حذیفہ کو حکم دیا کہ دیکھو یہ حملہ آور ین کون کون ہین۔ حذیفہ نے جا کر اُن کے گھوڑون کے مُنھ پر چابک لگانا شروع کیے اور وہ ملاعین فرار ہو گئے جب رسول مقبولؐ نے حذیفہ سے پوچھا کہ حملہ آورین کون کون تھے تو حذیفہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ اُن ایسے تیسون نے اپنے مُنھ باندھ رکھے تھے لیکن مین نے اُن کی سواریون کو پہچان لیا کہ فلان فلان کی سواریان تھین۔ اس حملہ کے قصہ سے علماے اہل سنت کو اعتراف ہے مگر حملہ آورون کے نام نہین بتلاتے ہین۔ ملا جامیؒ بھی اپنی شواہد النبوت مین اس قصہ کو درج کرتے ہین مگر انھون نے بھی حملہ آورون کے نامون سے چشم پوشی کی ہے مگر اُن کی تحریر سے عیان ہوتا ہے کہ حملہ آورین رسول اللہ کے صحابی تھے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ سب عاقبت برباد رسول اللہ کے صحابی ضرور تھے اُن مین سے کوئی لعین چین و ماچین سے حملہ آوری کے لیے نہین آیا تھا حضرت رسول اللہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ بدبخت حملہ آور صحابی تھے چنانچہ حسب تحریر ملا جامی جب اسیر بن حصین نے حضرت رسول سے عرض کیا کہ اُن ایسے تیسون کے نام حضور بتلا دین تاکہ ہم اُن کو قتل کر ڈالین تب آن صلعم نے فرمایا کہ لوگ یہی کہین گے کہ جب لڑائی ختم ہو چکی تو محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ

دشمنان خدا جو حملہ آور ہوے تھے آن صلعم کے اصحاب نہوتے تو آنحضرت ﷺ اُن بدبختون کو اصحاب کے خطاب سے کیون یاد فرماتے اس جگہ پر راقم پوچھتا ہے کہ مجرد صحابیت کیا صورت برتری رکھتی ہے ۔ کیا صحابیت کوئی ایسی چیز ہے کہ اُسے اوصفات حمیدہ کی ضرورت نہین ہے راقم دیکھتا ہے کہ اکثر مسلمانان حال وماضی اہل بیت نبوی سے بے سروکاری رکھتے ہین او صحابیت پر جان دے رہے ہین ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک صحابیت سے زیادہ کوئی صفت افضل نہین ہے چنانچہ قصۂ ذیل سے اُنکے خیال صحابیت کی اہمیت پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے

جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ظہور مین آئی اور حضرت کا قاتل ابن ملجم علیہ اللعن حضرت کے قتل کے جرم مین مارڈالا گیا تو مورخ ابوالفدا لکھتے ہین کہ عمران بن حطان نے ابن ملجم کے مرثیہ مین کچھ شعر موزون کیے جن کے مضامین یہ ہین کہ وہ کیا اچھی ضرب تھی اُس ولی کی یعنی ابن ملجم (ملعون) کی جس سے محض خوشنودی خدا کے ارادے سے وہ ضرب لگائی ۔ مین جس وقت ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو گمان کرتا ہون کہ اُس کی میزان عمل خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پوری ہے" ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب الاصابہ مین لکھتے ہین کہ عمران بن حطان سرگروہ خوارج ایک مشہور تابعی ہے ۔ اس کا ذکر طبقۂ صحابی مین کسی نے نہین کیا ہے مگر قاضی حسین بن محمد شافعیؒ نے تعلیقات مین عمران کو صحابی بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہین کہ جب عمران بن حطان کے شعر ابوالطیب طبری نے سنے تو اُنھون نے اس کے جواب مین اس مضمون کے شعر موزون کیے کہ "مین عمران حطان کے اشعار سے بیزاری ظاہر کرتا ہون جو اُس نے ابن ملجم کی مدح مین بطور بہتان کے کہے مین جب ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو اُس پر لعنت کرتا ہون اور عمران بن حطان پر بھی لعنت کرتا ہون کہ جس نے ابن ملجم کی تعریف مین اُن اشعار کو موزون کیا ہے" ابن ملجم کو صحابی لکھکر قاضی حسین بن محمد لکھتے ہین کہ قاضی ابوالطیب نے خطا کی جو عمران بن حطان کی نسبت لعنت کے الفاظ استعمال کیے کیونکہ عمران بن حطان صحابی ہے اور اُس پر لعنت کرنا جائز نہین ہے راقم کہتا ہے کہ اے قاضی حسین بن محمد صاحب عمران بن حطان صحابی ہونے کے باعث قابل لعن ہو یا نہو مگر آپ دوستدار دشمن علی ہونے کے باعث قابل لعن نظر آتے ہین چنانچہ اگر میری زبان نہین تو میرا دل آپ پر ہزارون ہزار لعنت بھیجتا ہے صرف آپ ہی پر نہین بلکہ جمیع دشمنان علی و دوستداران دشمنان علی پر اور یہ اس لیے کہ علی نفس رسولؐ ہین دم رسولؐ ہین روح رسول ہین اور لحم رسول ہین ۔ لعنت ایسے مذہب پر کہ اس مین مداح ابن ملجم دینی اعزاز رکھتا ہے ۔ نیز ابن حجر لکھتے ہین کہ عمران بن حطان سے بخاری اور ابوداؤد نے حدیثین روایت کی ہین ۔ راقم کہتا ہے کہ بخاری اور ابوداؤد کے سیکڑون راوی عمران بن حطان کے رنگ کے ہین بخاری اور ابوداؤد کیلیے اسی قدر امر کافی ہے کہ راوی کو صحابی ہونا چاہیے گو وہ کیسا ہی مردود زمانہ ہو ۔ اسی طرح محدث عثمان النبی نے عمران بن حطان کو اہلسنت و جماعت مین شمار کیا ہے راقم کہتا ہے کہ یہ شمار غلط نہین ہے عمران بن حطان کا

شمار فرقہ اہل سنت کے سوا کسی اور فرقہ مین کیونکر ہو سکتا ہے پھر کتاب تلخیص الحبیر ابن حجر عسقلانی مین ہے کہ ابن حزم
ظاہری نے مبالغہ کے ساتھ کہا ہے کہ ائمہ مجتہدین یعنی امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام حنبل و امام مالک وغیرہ مین
اسکے متعلق کچھ اختلاف نہین ہے کہ ابن ملجم نے علی ابن ابی طالب کو تاویل و اجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ ابن ملجم
سمجھتا تھا کہ اس باب مین اسکی راے خطا پر نہین ہے صواب پر ہے۔ مذہب اہلسنت واقعی عجب مذہب ہے کہ جس
مین قاتل علی کو بھی پورے طور پر پناہ ملجاتی ہے۔ افسوس ہے کہ مجتہدین بالا نے قطامہ کے مضمون کو پیش نظر
نہین رکھا اور ابن ملجم کی اجتہاد و تاویل کی طرف مائل ہو گئے۔ راقم پوچھتا ہے کہ کیا مجتہدین اہل سنت اس
حدیث نبوی سے بیخبری رکھتے تھے کہ علیؑ کا قاتل اور علیؓ کے ہاتھ کا مقتول دونون دوزخی ہین پس ابن ملجم
کے دوزخی ہونے مین کیا عذر کیا جا سکتا ہے قابل لحاظ ہے کہ اگر ابو الطیب طبری نے اپنے اشعار مین
ابن ملجم پر لعنت کی تو کیا بیجا کیا بلکہ مداح ابن ملجم بھی اسی سلوک کا سزاوار دکھائی دیتا ہے مگر چونکہ مذہب
اہل سنت کی بنا مخالفت اہل بیت علیہم السلام پر واقع ہوئی ہے اس لئے اہل سنت کا ائمہ مجتہدین ان حضرات
کے دشمنون کے ساتھ جو راہین تولا کی اختیار کرین خلاف توقع نہین ہے۔ کیا جائے تعجب ہے کہ امیر معاویہ
عمر بھر حضرت علیؓ پر لعنت کرتے رہے اور اُن کے جانشینان اسی سنت معاویہ کو جاری رکھا کیے مگر کسی
اہل سنت کے کان پر جون تک نہ پھری۔ اس رواج زشت کے ایجاد کرنے پر بھی آجتک امیر معاویہ صاحب رضی اللہ
عنہ بنے بیٹھے ہین جس مذہب مین اس طرح کے نامعقول اجتہادات گناہ نہین سمجھے جاتے ہین اُس کی نسبت
یہ کہنا کہ مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم جادۂ راستی سے باہر نہین ہو سکتا۔

قصۂ حملہ آوری مذکور بالا سے یہ بات کافی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اکثر وہ حضرات جو مہاجرین کہلاتے
ہین رسول اللہؐ سے کسی طرح پر ارتباط قلبی نہین رکھتے تھے۔ بضرورت منافقانہ طور سے رسول اللہؐ
کے گرد و پیش رہتے تھے۔ اگر ایسے بزرگوار واقعی دوست رسولؐ اور دین خدا کے ہوتے تو بار بار کا
فرار غزوات مین اُن سے ظہور مین نہ آتا۔ فرار تو فرار حملہ آوری کی حرکت بالا ہرگز ہرگز اُن سے عمل
مین نہین آسکتی تھی۔ تعجب ہے کہ علماے اہلسنت قصۂ حملہ آوری کا اقرار تو کرتے ہین مگر حملہ آورون کے نام نہین
بتلاتے ہین۔ صاحب شواہد النبوۃ بے نام بتلائے صرف اسی قدر لکھتے ہین کہ حملہ آور لعنۃ اللہ علیہم صحابی
تھے۔ راقم کہتا ہے کہ صحابی تو ضرور تھے ظاہر ہے کہ وہ بدبخت کسی دوسرے ملک سے نہین آئے تھے مگر اُن کے
نام تو علماے اہل سنت کو لکھ دینا ضرور تھا۔ اس اخفا کی وجہ آخر کچھ نہ کچھ ہوگی۔ بہر حال عاقلان خود میدانند
علماے شیعہ حملہ آورون مین حضرات خلفاے ثلثہ کے نام بھی درج تحریر کرتے گئے ہین۔ ظاہرا ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ قصۂ خم غدیر سے استخلاف علی مین کوئی شبہ و شک باقی نہین رہا تھا حق یہ ہے کہ حضرات خلفاے ثلثہ

کو خلافت یابی کی اُمید باقی نہین رہی تھی۔ ایسی صورت مین آنحضرت صلعم پر اُن کی حملہ آوری کی کارروائی خلاف قیاس متصور نہین ہی قصہ بالا سے صاف ہویدا ہی کہ اکثر مہاجرین نہ رسول اللہ کے دوستدار تھے اور نہ اُنھین دین خدا کی نصرت مدنظر تھی ایسے حضرات صرف یہ سمجھکر مدینہ آئے تھے کہ رسول اللہ ایک بڑے آدمی ہونیوالے ہین آنحضرت کا ساتھ دینے مین کچھ نہ کچھ بہبودی کی صورت نکل ہی آئیگی۔ چنانچہ ریاست اسلامی کے قائم ہوجانے سے یہ دنیا طلب گھاٹے مین نہین رہے۔ تمام معاملات مہاجرین پر نظر ڈالنے سے اسکا یقین ہوتا ہے کہ اُن کا زیادہ حصہ ریاست اسلامی کو ابوسُفیان صاحب کی طرح دنیاوی سلطنت سمجھتا تھا اور اُسکے ذریعہ سے دنیاوی فوائد اُٹھانا چاہتا تھا۔ ایسے مہاجرین ہرگز ہرگز آنحضرت صلعم کی سلطنت کو خدائی یا روحانی سلطنت نہین سمجھتے تھے۔ اگر روحانی سلطنت جانتے تو غزوات آنحضرت صلعم مین نامطبوع طور پر فرار نہین اختیار کیا کرتے نہ رسول اللہ پر حملہ آوری کے مرتکب ہوتے نہ جیش اسامہ کی شرکت سے انکار کرتے اور نہ آنحضرت صلعم کے بعد ویسے ویسے فعل زشت کے عامل ہوتے جو اُن سے ظہور مین آتے گئے۔ بالمختصر قسم مذکورہ بالا کے مہاجرین کو آنحضرت صلعم کیساتھ دلی ارتباط نہ تھا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلعم کے اہل بیت کیساتھ بھی انکا وہی طور رہا حق یہ ہی کہ اگر مہاجرین قسم مذکورہ بالا کو حضرت رسول صلعم کیساتھ خلوص حاصل رہتا تو وہ دنیا طلب خاندان پیمبر کے ساتھ بھی وہی خلوص کا سلسلہ جاری رکھتے۔ لیکن جب فقدان خلوص خود بدولت کیساتھ لاحق تھا تو خود بدولت کے خاندان کیساتھ اُن سے خلوص کی کیا اُمید کیجاسکتی تھی۔ یا اب اُن مہاجرین کے پیروان سے کیجاسکتی ہے۔

واقعۂ ثانیہ

دوسرا واقعہ رسول اللہ سے مخالفت صحابہ کا معاملہ جیش اسامہ ہی۔ اس کی حقیقت یہ ہی کہ جب آنحضرت صلعم بعد واقعۂ خم غدیر کے مدینہ کو واپس آئے تو استخلاف علیؑ کی وجہ سے مہاجرین مین بڑی بے چینی پیدا ہوئی۔ یہ دنیا طلب رسول اللہ سے مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ جب رسول اللہ نے اسامہ کو سردار فوج بناکر کفار کے مقابلہ کے لئے روانہ کرنا چاہا تو باوجود آنحضرت صلعم کی تاکید اکید کے کوئی اکابر صحابی یا کوئی ممتاز مسلمان لشکر اسامہ کا شریک نہوا۔ تاکید اسدرجہ کی فرمائی تھی کہ اُس سے زیادہ تاکید صورت امکان نہین رکھتی تھی۔ آنحضرت کا قول مُبارک یہ تھا جھزوا جیش اسامہ لعن من تخلف عنھا۔ یعنی لشکر اسامہ کی تیاری کرو اور جو شخص جیش اسامہ سے تخلف کریگا وہ خدا کے نزدیک ملعون ہوگا۔ واضح ہو کہ حکم آنحضرت صلعم کا بالتصریح یہ تھا کہ حضرت علیؑ کے سوا کل اعیان مہاجرین و انصار یعنی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ لشکر اسامہ کیساتھ جائین۔ مگر اُنمین سے کوئی حضرت تشریف نہین لیگئے اور صاف صاف

طور سے رسولؐ خدا کے حکم سے انحراف کیا (دیکھو اس قصہ کے متعلق تاریخ ابن الوردی و مدارج النبوۃ و کتاب ملل
ونحل شہرستانی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۷)۔ راقم کہتا ہے کہ اگر یہ اعیان مہاجرین و انصار رسولؐ اللہ کو خدا کا رسولؐ
سمجھتے اور اس وسے رسولؐ اللہ کے حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر فرض سمجھتے تو جیش اسامہ کی شرکت سے ہرگز ہرگز
انکار نہ کرتے۔ اس انکار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار رسول اللہؐ کی دینی ریاست کو محض دنیوی ریاست
سمجھتے تھے! اور اس عدول حکمی سے کوئی دینی ضرر کا خوف نہین رکھتے تھے اسی لئے حکم آنحضرت صلعم سے کھلے کھلے
طور پر مخالفت کر گئے اگر وہی یہ حضرات صاحب ایمان کامل ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ایسے گناہ عظیم کے مرتکب
ہوتے۔ اس نافرمانی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ متمردان حکم نبوی دیکھ رہے تھے کہ اب رسولؐ اللہ کا وقت آخر
آپہونچا ہی۔ علیؓ کو حکم حاضر رہنے کا ہو چکا ہو اور خم غدیر مین استخلاف کی کارروائی ظہور مین آچکی ہی ایسی صورت
مین جب طالبان خلافت لشکر اسامہ کیساتھ مدینہ سے دور پڑ جائین گے تو آنحضرتؐ کی رحلت کیساتھ
ہی علیؑ خلیفہ ہو جائین گے۔ مجبوراً طالبان دنیا نے ملعون ہو جانا قبول کر لیا۔ ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے۔
ضرور تاً گھر بیٹھے رہگئے۔ ظاہر ہی کہ اگر یہ طالبان دنیا رسولؐ اللہ کی ریاست کو خدائی ریاست سمجھتے تو ملعون
ہونا ہرگز ہرگز گوارا نہین کرتے۔ اہل تفصیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ متمردان بالا سے حضرت رسولؐ سجید آزردہ
اس عالم فانی سے تشریف لیگئے۔ اصحاب انصار کے تمرد کا حال معلوم کر کے آنحضرتؐ اسقدر رنجیدہ ہوئے
کہ آپ شدت مرض کی حالت مین بحالت غضب مجلس سے باہر چلے آئے اور منبر پر تشریف لیجا کر ایک خطبۂ
پُر غضب اس تمرد کی نسبت ارشاد فرمایا۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہی کہ یہ رنج شدید حضرت رسولؐ کا
تا دم آخر زائل نہ ہوا اور حکم روانگی جیش اسامہ کا برقرار رہ گیا منسوخ نہ ہوا! ان دونون امرون کے خلاف
مین کوئی محققانہ قول کہین نظر نہین آتا ہی جس سے ہویدا ہو سکے کہ رنج سجید آنحضرتؐ کا دور ہوا یا روانگی
جیش اسامہ کی تنسیخ ظہور مین آئی اب راقم ارباب علم سے پوچھتا ہی کہ متمردین بالا کی نسبت جن سے حضرت
رسولؐ دنیا سے سخت ناراض گئے کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ لُعِنَ لیعنی ملعون کے بتانے مین جو
مضطربانہ کوشش جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے تحفہ مین کی ہی حیرت سے خالی نہین نظر آتی ہی آپ کا
معنی بتانا ویسا ہی ہی جیسا کہ غضبت ُ کے معنی بتانا جناب مولوی عبدالعلی صاحب بحرالعلوم کا ہی۔ یا خدا
دنیا سے کیا ایمان دھرم انصاف رخصت ہو گیا ہے جو علماء بے ایمانی بے دھرمی ناانصافی کی باتین بے محابہ
طور پر کرتے ہین۔ حضرت رسول نے تو شدت کیساتھ اپنے مخالفان جیش اسامہ کو ملعون ارشاد فرمایا تھا۔ اسکے
معنی سوا اسکے اور دوسرے کیا ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی مخالفت کرنیوالے ارشاد حضرت رسولؐ کے مطابق
خدا کی رحمت سے دور مردود اور اس حیثیت سے جہنمی سمجھے جاوین۔ حق یہ ہی کہ جب تک آدمی سُنّی بن نہ لے ایسے

حضرات علما کی باتون کو قابل پذیرائی نہیں مان سکتا ہے۔

واقعۂ ثالثہ

اب راقم آخری قصہ مسلمانون کے تمرد کا حوالۂ قلم کرتا ہی اسکی حقیقت یہ ہی کہ جب جناب پیغمبر خدا کا وقت احتضار ہوا تو دولت کدہ حضرت رسولؐ مین حضرت عمرؓ اور دیگر اصحاب مجمع تھے۔ رسول مقبولؐ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ مین تمہارے لئے کچھ لکھدون جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمرؓ بولے کہ پیغمبرؐ صاحب غلبۂ مرض کیوجہ سے ایسا کہہ رہے ہین قرآن ہمارے لئے کافی ہے راقم کہتا ہی کہ کیا خوب۔ رسول اللہؐ تو فرماوین کہ مین تمہارے لئے کچھ ایسا لکھدینا چاہتا ہون کہ جس کیوجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو اور حضرت عمرؓ فرماوین کہ پیغمبرؐ صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہین۔ صاف معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ کے دل مین اسکا یقین ہوگیا کہ حضرت رسولؐ تحریراً بھی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہین جیسا کہ تقریباً خم غدیر مین حضرت علیؑ کو خلیفہ بناچکے ہین قرآن ہمارے لئے کافی ہے یہ حضرت عمر کا پولٹیکل حیلہ تھا نہین معلوم کہ ثبات عقل وحواس کیساتھ جو بحیثیت رسول آن صلعم ہدایت فرمائی کی نظر سے کچھ حوالۂ قلم کرنا چاہتے تھے تو یہ امر غلبۂ مرض پر کیونکر محمول کیا جاسکا۔ اس مین غلبۂ مرض کی تو کوئی بات نہین معلوم ہوتی ہے حق یہ ہی کہ حضرت رسولؐ اپنا فرض ادا کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اپنا فرض ادا کیا کرتے تھے مگر حضرت عمرؓ نے نہین چاہا کہ حضرت رسولؐ کچھ لکھ جائین اسلئے غلبۂ مرض اور کفایت قرآنی کے مضامین زبان پر لائے۔ بہرحال اس بات پر حضار جلسہ مین اختلاف پیدا ہوا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہی تاکہ آنحضرت جو کچھ چاہین ہمارے لئے تحریر فرماوین اور بعض حضرت عمرؓ کے ہمزبان تھے۔ جب اس بات پر بہت شور و اختلاف ہونے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگون کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہؐ کے ارادہ کتابت مین حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کچھ نہین لکھ سکے (دیکھو صحیح مسلم) صحیح بخاری مین بھی حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت دیکھی جاتی ہی۔ فرق اسقدر ہے کہ بخاری کی روائت کی رو سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاضرین نے قول رسول اللہ کی طرف ہذیان کی نسبت کی۔ مسند حنبل اور صحیح مسلم مین بھی بروایت سعید بن جبیر حاضرین نے فرمودۂ رسول اللہؐ کو محمول بر ہذیان کیا۔ شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ حدیث بالا کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیمبر صاحب ہذیان بکتے تھے۔ راقم کہتا ہے کہ اگر حضرت عمر نے ہذیان کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو کوئی جائے تعجب نہیں ہی اس لئے کہ درشت خوئی اور درشت گوئی آپ کی شان تھی آپ کی اس شان کا ثبوت خود اس قصۂ قرطاس سے ملتا ہے جیسا

حضرت عمر خود فرماتے ہین کہ "جناب رسول خدا نے بحالت مرض ارشاد کیا کہ کاغذ اور قلم دوات وغیرہ میرے پاس لے آؤ تاکہ مین ایک ایسا کتبہ لکھدون جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہو مگر کسی نے اسکی تعمیل نہین کی۔ اسپر مخدرات عصمت نے پردے کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کیا تم لوگ رسول اللہ کا ارشاد نہین سنتے ہو۔ اس پر ہم نے یعنی حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تمھاری مثال صواحبات یوسف کی ہی کہ پیغمبر صاحب کی بیماری مین روتی ہو اور بوقت صحت اُن کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سنکر حضرت صلعم نے فرمایا کہ ان عورتون سے متعرض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہین اس روایت کو طبرانی نے درج کیا ہی جیسا کہ نواب شیخ احمد حسین صاحب اپنی تاریخ احمدی کے صفحہ ۶۹ مین حوالہ قلم فرماتے ہین۔ حضرت عمر کی درشت گوئی بلکہ درشت خوئی کی بھی یہ ایک اچھی مثال ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی مہذب آدمی رسول اللہ کے حضور مین بلاضرورت ایسی ناشائستہ تقریر نہین کر سکتا تھا خاصکر عورتون کے مقابلہ مین اور عورتین بھی وہ جو رسول اللہ کی بیبیان ہون۔ قصۂ بالا سے یہ بھی پورے طور پر ظاہر ہوتا ہی کہ رسول اللہؐ قصد تحریر کے وقت پورے طور پر حواس مین تھے حسب قول حضرت عمرؓ غلبۂ مرض کی وجہ سے ہرگز بدحواس نہین ہو رہے تھے۔ علاوہ اس کے یہ بھی ہویدا ہوتا ہی کہ حضرت رسولؐ حضرت عمرؓ کی طرف سے دل مین کبیدگی رکھتے تھے ورنہ ایسا جملہ کہ "اُن عورتون سے متعرض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہین،، ہرگز زبان مبارک پر نہ لاتے معلوم ہوتا ہی کہ نہایت کبیدگی خاطر کی وجہ سے ایسا قول فرمایا گیا۔

یہان پر اس امر سے بحث نہین ہی کہ رسول اللہ کیا تحریر فرمایا چاہتے تھے کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے یا کیا۔ اگر کسی کو خلیفہ بنانا چاہتے بھی تھے تو اس کا یقین ہوتا ہی کہ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ یا متمردین جیش اسامہ سے کسی کو خلیفہ نہ بناتے۔ عقل باور نہین کرتی ہے کہ جب متمردین پر آپ زور ون کیا تھ لعنت فرما چکے تھے تو پھر متمردین سے خلیفہ کا انتخاب کیونکر فرماتے۔ لاریب اگر تحریری طور سے کسیکو خلیفہ بناتے تو ایسے کو بناتے جس نے اپنا ملعون ہونا گوارا نہین کیا تھا۔ بہرحال اس جگہ انتخاب خلیفہ زیر بحث نہین ہے اور نہ امر استخلاف سے کوئی گفتگو کی جاتی ہے۔ یہان اس سے بحث ہی کہ رسول اللہ کے آخر وقت مین بھی حضرات مہاجرین سے نافرمانی کا فعل زشت صادر ہوا۔ راقم اس کتاب مین اسوقت تک حضرات مہاجرین کے چند مواقع اختلاف کو حوالہ قلم کر چکا ہی ان اختلافات سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہی کہ اکثر مہاجرین رسول اللہؐ سے ارتباط قلبی نہین رکھتے تھے۔ ارتباط قلبی کا نہین رکھنا اس امر پر دال ہی کہ ایسے مہاجرین رسول اللہ کی رسالت کے دل سے قائل نہ تھے اور نہ آپکی ریاست دینی کو ریاست دینی جانتے تھے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ کوئی مہاجر یا صحابی رسول اللہؐ کو رسول اللہ جانتا اور آپ کی ریاست کو ریاست دینی مانتا اور پھر آنحضرت صلعم سے کسی وضع کی انحراف ورزی کا

عامل ہوسکتا ہے۔ غزوات سے بار بار کا فرار، صلح حدیبیہ سے غایت درجہ کی ناپسندیدگی، جیش اسامہ سے تخلف
اسباب کتابت کی فراہمی سے انکار کیا ایسے زشت افعال کے عامل رسول اللہ یا دین خدا کے دوست سمجھے جاسکتے
ہین صاف ایسا ہی معلوم ہوتا ہی کہ بہت سے مہاجرین مکہ سے دنیاوی اغراض کی وجہ سے مدینہ کو چلے آئے تھے۔
اگر دینی اغراض یا آنحضرت صلعم کی محبت کیوجہ سے تارک وطن ہوئے تھے تو حضرت رسول سے قولی و فعلی اختلافات
کے مرتکب نہوا کرتے اس طرح کی سرتابیان جو اُن مہاجرین سے ظہور مین آتی رہین پورے طور پر اس امر سے خبر دیتی
ہین کہ وہ مہاجرین نہ دین خدا کو دین خدا اور نہ رسول اللہ کو رسول اللہ سمجھتے تھے۔ اس قسم کے مہاجرین کے
معاملات پر نظر ڈالنے سے ہویدا ہوتا ہی کہ ایسے مہاجرین نے دینی اغراض سے ترک وطن نہین کیا تھا اور نہ اُنکے
دل مین خس برابر بھی رسول اللہ کی محبت جاگزین تھی۔ ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ کے ساتھ ایسے طالبان دنیا کا
یہ طور تھا تو اُن کے اہل بیت کیساتھ ایسے بزرگوار کیا دلی تعلق رکھ سکتے تھے۔ اب سوال یہ ہی کہ مہاجرین و انصار
سے کوئی متمرد یا مخالف رسول اللہ کا خلیفہ برحق رسول اللہ کا ہوسکتا ہے یا نہین اور اگر ایسا شخص سابق مانہ
سے خلیفہ ہو گیا تو عقلاً خلیفہ رسول اللہ مانے جانے کا استحقاق رکھتا ہی یا نہین۔ راقم کی دانست مین خلیفہ رسول اللہ
ہونا تو ایک بہت بڑی بات ہی ایسے شخص کو مسلمان کہنا بھی جادہ راستی سے انحراف کرنا ہی۔

جب رسول اللہ نے رحلت فرمائی تو اہل بیت نبوی آنحضرت کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوگئے اور اکابر مہاجرین
وغیرہ اُس کار خیر کے شریک ہونے کے عوض سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف معاملہ خلافت طے کرنے کی نظر سے دوڑ
نکلے۔ وہان کچھ گفت و شنید کے بعد حضرت عمر کی مدد سے حضرت ابوبکر خلیفہ رسول اللہ قرار پاگئے۔ لاریب غیر متعصب
کی آنکھ مین حضرت ابوبکر خلیفہ رسول اللہ نہین کہے جاسکتے ہین۔ مہاجرین و انصار نے جب آپکو اپنا بادشاہ بنا لیا تو
آپ بادشاہ اُسی گروہ کے کہے جانے کا حق رکھتے ہین جس نے آپکو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ رسول اللہ کی ریاست دینی
یعنی آنحضرت کی خلافت کیلئے دینی حیثیت کا آدمی درکار تھا حضرت ابوبکر بھی جب کہ از متمردان جیش اسامہ سے
تھے تو اس داغ کے ساتھ رسول اللہ کے خلیفہ نہین مانے جاسکتے ہین آپ صاف صاف طور پر خلیفہ رسول اللہ ہونیکا
استحقاق نہین رکھتے تھے۔ تخلف جیش اسامہ کے علاوہ آپسے عمر بھر کوئی ایسی کارروائی بھی ظہور مین نہین آئی جو آنحضرت صلعم
کی دینی ریاست کی تقویت کا باعث ہوتی۔ ہر غزوہ مین آپ کو حضرت عمر کی طرح فرار سے سروکار رہا اور حضرت عمر
کی طرح بگمان غالب حملہ آور ان حضرت رسول سے کسی نہ کسی طرح کا تعلق بھی رکھتے تھے۔ اگر یہ سب نقص نظر انداز کر دئے
بھی جائین تو تخلف جیش اسامہ کا امر ایسا ہی کہ اسکا داغ کسی طرح پر نہین مٹ سکتا ہی۔ یہ امر عقل سے بہت بعید ہی
کہ کوئی شخص لعنت کردہ حضرت رسول کا ہو اور پھر وہ حضرت رسول کا جانشین بھی مانا جائے۔

مثبتان خلافت یہ کہتے ہین کہ حسب فرمودہ حضرت رسول عرصہ خلافت راشدہ تیس سال کا ہی۔ یہ ایک محض

لغو قول ہے حضرت رسول صلعم کا یہ قول ہو نہین سکتا۔ اس لئے کہ راقم نے مصباح الظلم مین اسکا پورا رد حوالۂ قلم کیا ہے
اُس سے خلافت کا عرصۂ تیس سال کا ثابت نہین ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ کوئی لغو قول زبان پر نہین
لا سکتے تھے۔ اس قول کے واضع کو معلوم ہوتا ہے کہ علم حساب مین کچھ دخل نہ تھا اس لیے عرصۂ خلافت کو تیس سال
بے گنے گو ٹھیک قرار دے دیا۔ خیر حضرت ابوبکر خود ساز خلیفہ بن گئے ہون یا بادشاہ مسلمانان وقت قرار دیئے گئے ہون
اسوقت یہ امر خارج از بحث ہے اسی طرح آپکے خلیفہ قرار دیئے جانے پر جو کچھ بے رحمیان خلیفہ ساز حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے
اہلبیت نبوی پر ہوئیں اُن کے شمار کی بھی ضرورت یہان نہین ہے۔ راقم معاملۂ فدک قصۂ احراق خانۂ فاطمہ
علیہا السلام کی نسبت بھی کچھ نہین عرض کرنا چاہتا ہے جن صاحب کو ان معاملات کی حقیقت سے آگاہ ہونے کی
خواہش ہو راقم کی مصباح الظلم وجناب مولانا شیخ احمد حسین صاحب مرحوم کی کتاب انوار الہدیٰ وجناب نواب شیخ
احمد حسین صاحب کی تاریخ احمدی وغیرہ کا مطالعہ فرمادین۔ راقم اب اُن معاملات کو حوالۂ قلم کرنا چاہتا ہے جنکی
ناواقفیت سے امام حسن علیہ السلام اور امیر معاویہ کے معاملۂ صلح کی حقیقت سے طالب واقفیت کو اطلاع
نہین ہو سکتی ہے۔

واضح ہو کہ اُس غیر روحانی امارت یا سلطنت سے جسکا نام خلافت رکھا گیا ہے کیا کیا گل کھلتے گئے
ہین قابل لحاظ ہین۔ مذہبی انقلابات کیا کیا پیدا ہوتے گئے اُنہین بہ سبیل اختصار راقم موقع موقع سے درج
نہ کریگا۔ مگر پولیٹکل انقلابات جن کی تاثیر مذہبی امور مین بھی بے انتہا طور پر دخل پاتی گئی سردست حوالۂ قلم
کئے جاتے ہین۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ جب حضرت ابوبکر پر امر خلافت یا امارت طے پا گیا۔
تب قوم بنی امیہ کے سردار ابوسفیان صاحب اس معاملۂ عجیب سے منتفع ہونے کی نظر سے حضرت علیؑ کی خدمت
مین حاضر ہو کر فرمانے لگے کہ اے علی آپ خاموش رہ گئے اور خلافت کا معاملہ اپنے طور پر طے پا گیا۔ آپ ہاتھ
نکالئے ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کرتے ہین اور سارے معاملۂ خلافت کو گاؤخورد کر دیتے ہین۔ حضرت علی
نے ابوسفیان صاحب کی تبعیت اور اعانت سے انکار کیا۔ انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ جناب رسول خدا کی
پالیسی کے خلاف کاربند نہین ہو سکتے تھے۔ آپ حضرت رسول کی طرح بنی اُمیہ کو ایک بد ترکیب قبیلہ جانتے
تھے اور آپ سمجھے ہوئے تھے کہ بنی اُمیّہ کو کوئی حق اسلامی وسیلہ سے نفع اندوزی کا نہین ہے۔ بنی اُمیّہ
کو دس برس کی محنت مین رسول خدا اسقدر کمزور کر چکے تھے کہ اب اُن مین شیطنت کی قوت باقی نہین رہی تھی۔
بنی امیّہ سے رسول خدا کو نفرت تامہ تھی اور بجا نفرت تامہ تھی۔ نفرت اس درجہ تک پہونچ گئی تھی کہ آنحضرت صلعم
نے اس قبیلہ پر لعنت کی تھی۔ شجرۂ ملعونہ جو قرآن شریف مین مذکور ہے باتفاق مفسرین اُس سے مراد قبیلہ بنی اُمیّہ
ہے (دیکھو تفسیر بیضاوی و تفسیر نیشاپوری و تفسیر کبیر رازی) بہر حال جب ابوسفیان صاحب کا کام حضرت علی

سے نہ نکلا تو آپ حضرت شیخین کے پاس گئے اور اُنھیں بہت کچھ دھمکایا حضرت شیخین کو رسول اللہ کی پالیسی کے ملحوظ
رکھنے کی حاجت ہی کیا تھی۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مین حضرت شیخین کیا حضرت رسولؐ کی تبعیت کرتے تھے جو رسول اللہ
کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی پالیسی کا پاس کرتے۔ اپنی خلافت قائم کردہ کو تباہی سے محفوظ رکھنے کی نظر سے
ابوسفیان صاحب کی خاطرداری اپنے اوپر ضروری سمجھی۔ ابوسفیانی بلا سے اپنی خلافت کو بچانے کے لیئے
حضرت شیخین نے ابوسفیان صاحب کو حاکم شام مقرر کر دیا۔ علیؓ اور فاطمہؓ کی دل آزاری کے بعد حضرت شیخین
سے یہ بڑی غلطی ظہور مین آئی کہ آپ صاحبون نے حضرت رسولؐ کی پالیسی کے خلاف بنی اُمیہ کی حیرت انگیز ثروت
کا تخم اپنے اس ناعاقبت اندیشانہ فعل سے بو ڈالا۔ پولیٹیکل پہلو سے یہ کارروائی قوم عرب کو نفع انگیز نہین
ہوسکتی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اول تو اہل سقیفہ سے خود یہ بھاری غلطی ظہور مین آئی کہ بنی ہاشم کو عرب کی سرداری
سے دور کر ڈالا اس پر سے یہ طرہ لگا دیا کہ بنی امیہ کو یک بیک ایسی ثروت کو پہونچا دیا کہ جس کے وہ ہرگز
مستحق نہ تھے اور جس سے طرح طرح کے نقصانات کے سامان اسلام اور سلطنت عرب کیلئے فراہم ہوگئے۔
راقم عرض کرتا ہے کہ حضرات ناظرین راقم کی کتاب مصباح الظلم کو صفحہ ۱۶۱ سے ۱۷۳ تک ضرور ملاحظہ فرماوین
اس ملاحظہ فرمائی سے راقم کی تحریر بالا کا مطلب واضح طور پر ذہن نشین ہو جائیگا۔ یہان پر صرف اسیقدر عرض
کر دینا کافی ہے کہ حضرت شیخین کی کارروائی بالا حضرت رسولؐ کی پالیسی کے تمام تر خلاف واقع ہوئی اور تخلف
جیش اسامہ سے بھی زیادہ مقدوح صورت رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تخلف جیش اسامہ سے اسلام اور سلطنت اسلام
کو وہ مضرتین لاحق نہین ہوسکتی تھین جو رسول اللہ کی پالیسی بالا کے تخلف سے اسلام اور سلطنت اسلام کو لاحق
ہوگئین اور اسوقت تک لاحق ہو رہی ہین۔ اس تخلف سے بھی پورے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخین کو رسول اللہؐ
کے ساتھ قلبی موافقت اور موانست حاصل نہ تھی اگر ہوتی تو عہد رسول اللہؐ مین شیخین جیش اسامہ سے تخلف نہ کرتے
اور آپ کے بعد بھی حضرت رسولؐ کی بنی اُمیہ والی پالیسی سے راہ اختلاف نہین اختیار کرتے۔ اس کے برعکس معاملہ
حضرت علی کا نظر آتا ہے کہ عہد رسول اللہؐ مین کبھی آپ نے حضرت رسولؐ سے موانست و موافقت مین کمی نہین
کی اور آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد بھی اُسی موانست و موافقت پر استوار رہے۔ اگر حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ
کے ساتھ خلوص نہ ہوتا تو آپ کی رحلت کے بعد بنی امیہ کا ساتھ دیکر آسانی کے ساتھ حضرت شیخین کی خلافت
یا امارت کو دم کے دم مین ہوا کر ڈالتے لیکن آپ حضرت رسولؐ کی اسلامی ریاست کو روحانی ریاست
سمجھتے تھے۔ آپ آنحضرتؐ سے خس برابر بھی خلوص کے تقاضا کے بنا پر کسی حالت مین منحرف نہین ہوسکتے تھے

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اپنی خلافت قائم کردہ کو آفت ابوسفیانی سے محفوظ رکھنے کی نظر سے جب حضرت شیخین نے ابوسفیان صاحب

کو حاکم شام مقرر کر دیا تو عذر پیری کی بنیاد پر آپ شام جا نہ سکے۔ تب آپکے صاحبزادے یزید بن ابی سفیان
آپکے بدلے اس عہدے پر سرفراز ہو کر شام روانہ کئے گئے۔ حکومت شام پر یہ صاحبزادے صاحب چار برس
جلوہ افروز رہ کر راہی ملک بقا ہو گئے اور آپ کی جگہ پر آپکے چھوٹے بھائی مقرر کئے گئے۔ یزید بن ابوسفیان
کوئی قابل آدمی نہ تھے۔ آپکے عہد حکومت مین امیر معاویہ صاحب جو چھوٹے بیٹے ابوسفیان صاحب کے تھے حکومت
شام کے کام انجام دیا کرتے تھے اور بلاشبہ ایک نہایت ہوشمند بزرگ تھے۔ عہد حضرت عمرؓ مین حاکم شام
ہونے پر زور ون کیا تھ ملک شام پر حکومت کرنے لگے۔ آپکے عہد حکومت مین زمانہ حضرت عمرؓ کے اندر ہی
بنی اُمیہ پر پرزے نکالکر سر نو سے ایک قوی قبیلہ ہو گئے۔ مکہ سے جوق جوق بنی اُمیہ شام چلے گئے اور
اُن مین حکومت اور خوشحالی پورے طور پر آگئی۔ عہد حضرت عمرؓ ہی مین جسقدر بنی اُمیہ کمزوری سے زور آور
ہو گئے اسی قدر بنی ہاشم زور آوری سے کمزور ہو گئے۔ حکومت سے بنی ہاشم کو کوئی علاقہ نہین رہا خلافت
کے عہدہائے جلیلہ تو درکنار ایک چپراسی کے عہدے پر بھی بنی ہاشم کا کوئی شخص سرفراز نہین دکھیا جاتا تھا حضرت
عمر کی خلافت کا زمانہ دس برس کا ہوا ہو گا کہ اتنے ہی عرصہ مین بنی اُمیہ وہ بنی اُمیہ نہین رہے کہ حضور رسول اللہ
نے دس برس کی محنت شاقہ کے بعد ریزہ ریزہ کرکے اس عالم سے سفر آخرت اختیار فرمایا تھا وائے بروائے
کہ حضرت شیخین کی مخالفانہ پالیسی نے حضرت رسولؐ کی ساری محنت کو برباد کر ڈالا جب حضرت عمرؓ کا وقت
آخر ہوا تو آپنے اپنی حیرت خیز کارروائی سے حضرت علیؑ کو کامیابی کے ساتھ خلافت سے دور رکھا یعنی
حضرت علیؑ کو اپنا جانشین ہونے نہ دیا۔ خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ بنا دئے گئے۔ آپ قوم بنی اُمیّہ سے
تھے اب قوم بنی امیہ کا کیا کہنا تھا۔ جس طرف دکھیو بنی اُمیہ ہی کے افراد صاحب حکومت نظر پڑتے ہین خلیفہ
ہو کر حضرت عثمانؓ نے عہدہائے حکومت کو اپنے عزیزان و احباب سے بھر دیئے۔ حتی کہ نصی مردودان حضرت
رسول کو بھی رشتہ داری کی بنا پر اپنے پاس بلا بلا کر عہدہائے حکومت پر مامور کر دیا۔ حضرت عثمان کے وقت مین
قبیلۂ بنی امیّہ پورے طور پر دولتمندی اور حکومت کے اعلیٰ ترین زینہ پر چڑھ چکا تھا کہ حضرت علی حضرت عثمان
کے بعد خلیفۂ چہارم قرار پائے۔ حضرت علیؑ قبیلۂ بنی ہاشم کے سردار تھے۔ یہ قبیلۂ گرامی ہر صورت سے کمزور ہو چکا
تھا۔ بنی اُمیہ حضرتؑ کی حکومت کو کب خاطر مین لا سکتے تھے۔ بنی اُمیہ تو بنی اُمیہ اور قبائل کے اشخاص بھی جو
حضرات خلفائے ثلثہ کی روشین سیکھ چکے تھے حضرت علی کی نافرمانی پر آمادہ ہو گئے۔ مختصر یہ ہو کہ حضرت
علی کی قریب قریب چار برس کی خلافت طرح طرح کے فسادات مین کٹی اور آخر حضرت علی کو حضرت رسولؐ
کی خلافت ظاہری سے دست بردار ہونا پڑا۔ جب آپ کی شہادت کا واقعہ ظہور مین آیا اسوقت آپ کا
تسلط ارضی باقی نہین رہا تھا۔ امیر معاویہ حضرت کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ سے مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے

امام عالی مقام کا ساتھ مسلمانون نے نہ دیا اور آپ باپ کی خلافت ظاہری سے دست بردار ہوکر کوفہ سے مدینہ مین جا بیٹھے۔ موضوع اس کتاب کا وہی صلحنامہ ہے جو درمیان امام حسن علیہ السلام اور امیر معاویہ کے تحریر پایا تھا۔ اس مصالحہ کے بعد امیر معاویہ اس وقت کی ساری اسلامی دنیا کے بادشاہ اور اہلسنت کے خلیفہ برحق قرار پا گئے۔ امیر معاویہ صاحب حضرت علی کی شہادت کے بعد سولہ برس تک حضرات خلفائے ثلثہ کیطرح خلیفہ رہے اس کے بعد امیر معاویہ صاحب کے بیٹے یزید صاحب رونق آرائے مسند خلافت ہوے۔ آپکے وقت مین ہی ہولناک واقعہ ظہور مین آیا جسکا نام واقعہ کربلا ہے۔ اسکے بعد بہت سے مختلف خاندان بنی امیہ کے خلفا ہوتے گئے جنکی طرف دینی سرداری کی نسبت کرنا دین کا خون کرنا ہے۔ پھر بنی امیہ سے خلافت منتقل ہوکر بنی عباس مین چلی گئی انہین بھی عجب عجب طرح کے خلفا پیدا ہوتے گئے۔ آخر کار بنی عباس کی خلافت کا خاتمہ تاتاریون نے کرڈالا۔

مین اوپر لکھ چکا ہون کہ رسول اللہ کی ہجرت اختیار کرنے کے ساتھ کچھ افراد ممتاز و غیر ممتاز اہل مکہ سے مدینہ چلے آئے۔ یہ تارکان وطن مہاجرین کہلاتے ہین۔ ظاہر امر ہجرت کا اسی کا مقتضی معلوم ہوتا ہے کہ ان تارکان وطن کو رسول اللہ کے ساتھ ارتباط قلبی کی صورت حاصل رہتی مگر جب آنحضرت صلعم کے دس برس کے واقعات پر لحاظ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر ایسے تارکان وطن نہ حضرت رسول سے قلبی ارتباط رکھتے تھے اور نہ دین خدا کی دلی اعانت کا انکو خیال تھا۔ کسی کے دل مین کیا بات مرکوز ہوتی ہے کوئی نہین جان سکتا۔ الا اسکے اقوال و افعال سے اسکے دلی حالت پر حکم لگایا جاسکتا ہے۔ جب محققانہ نظر آنحضرت صلعم کے مہاجرین پر انکے اقوال و افعال کو ملحوظ رکھکر ڈالی جاتی ہے تو صاف طور پر ہویدا ہوتا ہے کہ بیشتر وہ مہاجرین نہ رسول اللہ سے ارتباط قلبی رکھتے تھے اور نہ دین خدا کی نصرت انکو مرکوز خاطر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے تارکان وطن نے اسی خیال سے بیوطنی اختیار کی تھی کہ اس نقل مکان سے انھین کوئی نہ کوئی بہبودی کی صورت پیدا ہو جائیگی یعنی رسول اللہ صلعم ایک ہونہار آدمی دکھائی دیتے ہین آنحضرت کے حصول ثروت کے ساتھ انکو بھی علی قدر مراتب ثروت کی شکل حاصل ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کما لا یخفے علی اھل التحقیق بڑا ثبوت اس بات کا کہ ایسے تارکان وطن کو نہ رسول اللہ کے ساتھ ارتباط قلبی حاصل تھا اور نہ انھین دین خدا کی نصرت مرکوز خاطر تھی یہ ہے کہ غزوات رسول سے یہ لوگ دل چراتے تھے۔ دل ہی نہین چراتے تھے بلکہ میدان جنگ سے بار بار مفرور بھی ہو جاتے تھے۔ اگر ایسے افراد رسول اللہ سے ارتباط قلبی رکھتے تو رسول اللہ کو نرغہ اعدا مین چھوڑکر بھاگ نہین جایا کرتے اور نہ نصرت دین خدا مین اپنی پیٹھ دکھلاتے۔ کیا ایسے مہاجرین مسلمان کہے جانیکا استحقاق رکھتے ہین جنکے نہ دلمین رسول اللہ کی محبت جاگزین تھی ورنہ جنکو اپنی جان سے دین خدا عزیز تھا۔ ایسے مہاجرین نے اسی لئے رسول اللہ کو آخر وقت تک اپنی طرف سے سخت رنجیدہ رکھا اور اسنا راضی کا خاتمہ تخلف جیش اسامہ پر ہوا۔ یہ بھی کوئی مسلمانی تھی کہ آنحضرت صلعم

مہاجرین اور حضرت رسول صلعم

مسلمانون کو شرکت لشکر اسامہ کے لئے فرماتے ہی رہے اور اسامہ ارشاد نبوی کی تعمیل کی نظر سے لشکر لیکر مدینہ سے باہر بھی ہو چکے مگر حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان اور آپ ہی حضرات کی ترکیب کے اور مہاجرین مدینہ مین گھُسے بیٹھے رہ گئے۔ تخلف جیش اسامہ سے جیسا رنج آنحضرت صلعم کو لاحق ہوا اسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جیش اسامہ سے تخلف کرنے والون پر حضرت رسول نے یہ فرمایا کہ جو شخص جیش اسامہ سے تخلف کریگا وہ خدا کے نزدیک ملعون ہوگا۔ لعنت کا لفظ ایک سخت لفظ ہے اِس پر شیعہ اور سنی مین تلوار چل جاتی ہے۔ اب اہل انصاف فرماوین کہ ایسے متمردین نبوی کو کیا سمجھنا چاہیئے۔ کیا ایسے متمردین جنسے ایسی سخت بیزاری کے ساتھ حضرت رسول اس دنیا سے تشریف لیگئے کسی طرح رسول اللہ کی خلافت کے مستحق سمجھے جاسکتے ہین مجبرد ایک اس تمرد کی بنا پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان خلیفۂ رسول اللہ ہونے کا استحقاق نہین رکھتے ہین یون یہ بزرگوار سلطان المسلمین حاکم المسلمین یا جس لقب سے یاد کئے جائین اس مین اہل انصاف کو گفتگو نہین ہو سکتی مگر کسی حال مین خلیفۂ رسول اللہ نہین کہے جاسکتے ہین اسلئے کہ خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے لئے تمدنی پہلو کے علاوہ روحانی پہلو کا حامل ہونا ایک ضروری لازمی امر ہے خلیفۂ رسول اللہ ایسا شخص کہا جاسکتا ہے جو مصداق نفسک نفسی لحمک لحمی دمک دمی و روحک روحی کا تھا اور جس کی شان مین حضرت رسول نے من کنت مولاہ فرمایا اور جس کی محبت جمیع مسلمین و مسلمات پر فرض کردی اور جس کی دشمنی خدا کی دشمنی قرار دی اور وہ خود ایسا تھا کہ کسی غزوہ سے رسول اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی نظر سے کبھی بھاگ نہ نکلا اور جس نے حکم رسول اللہ کبھی نافرمانی نہین کی اور جسپر تمرد کی بنا پر خدا و رسول کیطرف سے لعنت کا داغ نہ لگا۔ البتہ ایسے خلیفہ مین اللہ کی روحانیت کا پورا رنگ کھائی دنیا ہے ورنہ یون تو حضرت معاویہ بھی جنمین اور جنکے معاونان سر پرستان مین خس برابر بھی روحانیت کا جلوہ دکھائی نہین دیتا ہے خلیفہ سمجھے جاتے ہین۔

چونکہ اکثر مہاجرین کو رسول اللہ سے موانست قلبی حاصل نہ تھی اور بھی دین خدا کی دلی نصرت کا خیال انکو مرکوز خاطر نہ تھا ایسے تارکان وطن کے قول و فعل سے آخر انکی قلبی حالتین افشا ہو جاتی تھین عہد رسول اللہ مین ایسے مہاجرین سے غزوات وغیرہ مین احکام نبوی سے نافرمانیان ظہور مین آجاتی تھین۔ مگر انکی نافرمانی کا خاتمہ جیش اسامہ کا معاملہ دکھلاتا ہے اِس قصہ سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت رسول دو برس اور بھی زندہ رہ جاتے تو کھلم کھلی مخالفت حضرت شیخین اور انکے ہمخیال مہاجرین جاری کر دیتے اور آنحضرت کے بعد جو جو بالاقسم کی مخالفتین مہاجرین وغیرہ نے حضرت علی اور دیگر اہلبیت نبوی جائز رکھین خود آنحضرت کے ساتھ گذر تے۔ ظاہر ہے کہ جب انداز ایسے مہاجرین کا رسول اللہ کے ساتھ تھا تو آپکے بعد کیا امید ہو سکتی تھی کہ انکا معاملہ حضرت اہلبیت کیسا موافقانہ رنگ کا ہوگا۔ آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد ایسے مہاجرین سے

وہی کارروائیان ظہور مین آئین جو خلاف توقع نہ تھین اور جنکی نسبت حضرت رسول پیشین گوئی فرما چکے تھے اہل
واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ رسول مقبول حضرت ابوبکر سے فرما چکے تھے کہ مین نہین جانتا کہ تم لوگ میرے
بعد کیا احداث کروگے (دیکھو موطائے مالک) چنانچہ عجب عجب احداثات پولیٹکل اور مذہبی مخاطبین اور ان مخاطبین
کے پیروان سے ظہور مین آتے گئے۔ رسول برحق کا فرمانا لغو نہین ہوسکتا۔ حضرت رسول تو سب کچھ جانتے تھے مگر
اس سے زیادہ فرمانا قرین رضائے خداوندی نہ تھا۔ بہرحال سب سے اقبح کارروائی حضرت شیخین نے یہ کی کہ رسول اللہ
کی مرضی کے برخلاف بنی امیہ کی تجدید ثروت کی بناڈالدی۔ کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین سے بڑی پولیٹکل
اور بھی مذہبی غلطی ظہور مین آئی۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ ملک عرب مین بنی ہاشم اور بنی امیہ دو
ایسے بھاری قبیلہ تھے جو آپس مین ایک عرصہ دراز سے لڑتے جھگڑتے چلے آتے تھے یہ دونون برابر کے قبیلے
تھے انمین سے کوئی ایسا نہ تھا جو دوسرے کے ہاتھ سے معدوم ہوسکتا تھا۔ ان دونون کی موجودگی سے
سول وار (civil war) کا احتمال لگا رہتا تھا مگر رسول اللہ نے دس برس کی محنت شاقہ سے بنی امیہ کو
ایسا زیروزبر کرڈالا کہ انمین مقابلہ و مقاومت کی طاقت باقی نہین رہی۔ مگر حضرت شیخین کی سرپرستی سے
یہ قبیلہ سرنو سے زور آور ہوگیا۔ اس زور آوری پر بھی اسے بنی ہاشم کو معدوم کرڈالنے کی طاقت حاصل نہین ہوسکی جو
اگر یہ طاقت بنی اُمیہ کو حاصل ہوگئی ہوتی تو اہل عرب مین سول وار کا ظہور نہ ہوا ہوتا۔ حضرت شیخین کے لئے مناسب
یہی تھا کہ حضرت رسول کی پالیسی سے انحراف نہ کرتے جس حالت ابتذال مین آنحضرت صلعم کی کارروائیون سے
بنی اُمیہ پڑگئے تھے انکو اسی حالت مین چھوڑے ہی رکھنا قرین مصلحت تھا لیکن حضرت شیخین کو اپنی خلافت کو
بنی امیہ کی دست برد سے بچانا ضرور تھا اس لئے ابوسفیان سے دب کر حضرت شیخین نے وہ غلط پالیسی اختیار کی جس نے
عہد ابوسفیان سے لیکر تا بقائے خلافت بنی امیہ بلکہ اس کے بعد بھی خلافت بنی عباس تک ملک عرب کو ہمیشہ کے
خرخشہ مین ڈالے رکھا۔ حضرت شیخین کو چند وجہون کی بنا پر قبیلۂ بنی امیہ کو قوی کردینا لازم نہ تھا۔ انکو [illegible]
دور ہی رکھنا ضرور تھا۔ وجہ اول یہ ہے کہ بنی ہاشم وہ قبیلہ تھا کہ جس مین رسول مقبول پیدا ہوئے تھے
اور اس لئے نبوت اس قبیلہ مین اتری تھی۔ اس قبیلے کے وقار کو بڑھانا چاہیے تھا نہ کہ گھٹانا۔ انصاف یہی کہتا،
دین یہی کہتا ہے اور شرافت یہی کہتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اگر حضرت شیخین کو رسول اللہ سے قلبی نسبت
ہوتی تو ایسی غلط کارروائی آپ دونون حضرات اختیار نہ کرتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ بنفس نفیس
قبیلۂ بنی امیہ سے بیحد ناراض تھے اور کیون ناراض نہ رہتے اس قبیلے نے حضرت رسول کو مدینہ مین بھی چین سے
رہنے دینا نہ چاہا اور حق یہ ہے کہ اگر حضرت علی کا وجود باجود مدینہ مین نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم مدینہ مین رہنے پاتے
اور نہ دین خدا کی اشاعت دنیا مین ہونے پاتی۔ حضرت شیخین حضرت رسول کی کیا مدد کرسکتے تھے جنگ احد مین

جب مسلمانون کو شکست ہو گئی اور حضرت شیخین کو اس کا یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلعم جنگ مین شہید ہو گئے تو دونون بزرگوار ابوسفیان کی خدمت مین حاضر ہو کر عفو تقصیر کے طالب ہونے والے تھے۔ اِس خبر وحشت اثر کو سنکر حضرت ابوبکر نے تو علانیہ طور پر کہدیا تھا کہ حضرت محمدؐ شہید ہو گئے۔ اب بہتر ہے کہ تم لوگ اپنے دین آبائی کیطرف رجوع کر جاؤ۔ اسی پر تو قرآن فرماتا ہے کہ اگر محمدؐ مر جائین یا لڑائی مین شہید ہو جائین تو کیا ای مسلمانو تم کفر کی طرف پھر جاؤ گے۔ اس قصے سے ایک بڑے سردار مہاجرین کے اسلام اختیار کرنیکی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ بالمختصر جب حضرت رسول کو بنی امیہ سے بیحد نفرت لاحق تھی اور بیجا نفرت لاحق تھی تو آنحضرت کا اس قبیلہ پر لعنت فرمانا بھی بیوجہ نہ تھا۔ سوم وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے دس برس کی بڑی جانفشانی سے بنی امیہ کو ایسا ضعیف کر دیا تھا کہ اب اُنمین شیطنت کی طاقت باقی نہین رہی تھی! ایسے مغضوب قبیلہ کو ثروت جدیدہ کی راہ پر لانا کیا معنی دارد۔ اگر حضرت شیخین کو رسول اللہ کا کچھ بھی خیال ہوتا تو ایسے فعل قبیح کے مرتکب ہوتے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخین اپنی قائم کردہ خلافت کو رسول اللہ سے زیادہ عزیز اور قابل لحاظ سمجھتے تھے۔ اگر ایسا نہ سمجھتے تو کیون ایسا کرتے۔ چہارم وجہ یہ ہے کہ بنی امیہ سلطنت اسلامی کیطرف سے کسی جاہ و عزت کے مستحق نہ تھے۔ یہ وہی بنی امیہ ہین جنھون نے رسول اللہ کو بیحد ستایا تھا اور یہی اسلام کے ایسے دشمن تھے کہ صرف مکہ مین ہی اسلام کو رواج پکڑنے نہین دیا تھا بلکہ مدینہ تک بھی اسلام کی تخریب مین سختی کے ساتھ کوشان رہے۔ بدر و احُد و خندق و حنین کی لڑائیان ایسی تھین کہ بنی اُمیہ اور دوستداران بنی امیہ پھر کسی طرح پر اسلام کیطرف سے حصول دولت و ثروت کی امید کر سکتے تھے۔ پنجم وجہ یہ ہے کہ بنی امیہ سخت بداطوار تھے ایام جاہلیت مین اور نیز مشرف باسلام ہونے کے بعد بھی وہ بدنصیب ویسے ہی بدخواہ جناب رسول خدا اور اسلام کے رہے۔ اسکا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو حنین کی لڑائی پیش آئی تو اسوقت ابوسفیان ظاہرا مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لڑائی مین ابوسفیان جناب رسولخدا کے ساتھ میدان جنگ مین آئے بھی تھے مگر چونکہ فی الحقیقت یہ جنگ بھی درمیان جناب رسول خدا اور بنی امیہ و دوستداران بنی امیہ کے تھی ابوسفیان اور انکے ساتھی لڑتے بھڑتے نہ تھے خالی کھڑے ہوئے لڑائی کے تماشے دیکھتے تھے۔ جب مسلمان مجاہدین کے سر بنی امیہ کی تلوارون سے اڑتے تھے تو ابوسفیان اور اُن کے ہمراہی قہقہے لگاتے تھے۔ اگر جناب علی مرتضیٰ اس جنگ عظیم مین شریک نہ رہتے تو یقیناً جناب رسولخدا کو شکست عظیم ہو جاتی۔ اِس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی امیہ کس اطوار کے آدمی تھے مسلمان ہو جانے پر ان کا اپنی کافر قوم سے غزوۂ حضرت رسول مین مقابلہ نہ کرنا صاف کہے دیتا ہے کہ یہ کام منافق کا ہے اور منافق ایسا ہوتا ہے کہ جسکی مذمت قرآن پاک مین خدائے عزوجل فرماتا ہے عزیزداری و ہم قومی کی بنا پر ابوسفیان حسب رضا کا راہ خدا مین لڑنا دیسا ہی تھا جیسا حضرت عمر جنگ بدر مین اپنے ماموں ابوجہل و عزیزان ابوجہل کے تعلقات کی وجہ سے تمامتر لڑائی سے علیحدہ رہے

نعوذ باللہ اگر جنگ بدر مین آنحضرت صلعم کو شکست ہو جاتی اور بنی اُمیہ فتحیاب ہو جاتے تو رسول اللہ کالعدم
کر دئے جاتے اور دین اسلام دنیا سے ایسا رخصت ہو جاتا کہ پھر اس کا کوئی نشان دنیا مین نہ ملتا غیر جنگ
حنین مین اگرچہ ابوسفیان صاحب اپنی قوم اور دوستاران سے نہین لڑے مگر فرارین حنین کی نسبت حنین حضرت
ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے ایک نہایت ظریفانہ قول فرما گئے۔ وہ یہ ہے کہ جب ابوسفیان صاحب
نے فرارین حنین کو بدحواسی کے ساتھ بھاگتے دیکھا تو فرارین کی یہ حالت تھی کہ رسول اللہ انکو پکار پکار کر اعدا
سے مقابلہ کے لئے حکم دیتے تھے اور وہ حضرت رسول کی ایک نہین سنتے تھے اور بھاگتے ہی جاتے تھے تو ابوسفیان
صاحب اُسوقت کہنے لگے کہ یہ لوگ جب تک سمندر کے کنارے نہ پہنچین گے دم نہ لین گے۔ واضح رہے
کہ بنی امیہ ایک زشت خو قبیلہ تھا۔ ابوسفیان صاحب اگر سراہنے کے قابل نہ تھے تو ان کے صاحبزادے
معاویہ ابن ابوسفیان ابوسفیان صاحب سے چند درجہ نامحمود اطوار کے بزرگ تھے۔ مکر حیلہ فریب اور خون
تو ان کے بائین ہاتھ کا کھیل تھا۔ انکے صاحبزادے یزید ابن معاویہ جو قاتل امام حسین علیہ السلام کہلاتے
ہین اگر مکر حیلہ اور فریب مین اپنے پدر بزرگوار کے برابر نہ تھے تو بھی نشہ خواری و دیگر مکروہات کے اعتبار سے
اپنے سارے خاندان سے گوئے سبقت لیگئے تھے۔ آپ نے خانہ کعبہ مین گھوڑے بندھوائے۔ مرد مرد
مین نکاح کرائے۔ بھائی بہن مین عقد بندھوائے وغیرہ وغیرہ۔ اسیطرح مروان صاحب اپنی قوم کے ایک
سچے نمونہ تھے۔ کہان تک اس خاندان کے محامد بیان کئے جائین۔ سوائے معاویہ بن یزید کے سب کے
سب "این خانہ تمام آفتاب است" کے مصداق تھے ششم وجہ یہ ہے کہ جسقدر بنی اُمیہ بدکردار تھے اُسی قدر
بنی ہاشم خوش اطوار تھے۔ بنی ہاشم کو بڑھانا تھا اور بنی امیہ کو دبا رکھنا۔ مگر جائے افسوس ہے کہ حضرت شیخین
اُس کے برعکس عامل ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہفتم وجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم ایسے کمزور نہین تھے
کہ بنی امیہ کی تقویت سے فوراً نیست و نابود ہو جاتے۔ بنی ہاشم کا ضعیف کرڈالنا ممکن تھا جیسا کہ حضرت
شیخین کی ناعاقبت اندیشانہ کارروائی سے ظہور مین آیا مگر ان کا نیست و نابود کرڈالنا وقوع مین نہین آسکا
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک عرصہ دراز تک بنی ہاشم بنی امیہ سے لڑتے جھگڑتے رہے مگر نیست و نابود نہین کئے
جاسکے۔ اگر بنی ہاشم کا نیست و نابود کیا جانا ممکن الوقوع ہوتا تو تنزلاً بنی امیہ کی تقویت حضرت شیخین کی جانب سے
پولیٹیکل پہلو کے مطابق بالکل غلط کارروائی نہوتی۔ ایسی صورت مین بار بار کی سول وار کی نوبت قوم
عرب کو نہ آتی اور بار بار کی خانہ جنگیون کے باعث سلطنت عرب کو اسقدر جانی ملکی مالی اور قومی نقصانات
نہ پہونچتے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین سے یہ ایک بڑی پولیٹیکل غلطی سرزد ہو گئی اور یہ صرف اس
غرض سے کہ اپنی قائم کردہ خلافت کو ابوسفیان صاحب کی ضرررسانی سے محفوظ رکھ سکین۔

خشت اول چون نہد معمار کج ۔ تاثریا می رود دیوار کج ۔ اِس غلط پولٹیکل کارروائی کیوجہ سے خود دین محمدی کو بھی بہت بہت ضرر لاحق ہوتے گئے جیساکہ آیندہ واضح ہوتا جائے گا۔

حضرت شیخین نے اول تو قبیلۂ بنی امیہ کے سرنو سے ذی ثروت ہونے کی بناڈالی جس سے بنی اُمیّہ ایک چشم زدن مین مالک شام ہوگئے۔ اس پر سے حضرت عمر نے ایک ایسی کارروائی اختیار کی جس کے ذریعہ سے بنی امیہ حکومت شام کو کون پوچھتا ہے ساری اسلامی دنیا کے مالک اور حاکم ہوگئے۔ اِس فروغ بخشی کا قصّہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر حضرت ابوبکر کے جانشین ہوئے تو اپنے وقت آخر مین بڑی پولٹیکل چالون سے حضرت عثمان کو اپنا خلیفہ بناڈالا۔ حضرت عثمان بنی اُمیّہ سے تھے۔ اب قبیلۂ بنی امیہ کا کیا کہنا تھا۔ بنی امیہ تو حاکم شام تھے ہی اور گورنریون پر بھی بنی اُمیّہ ہی مقرر کردئے گئے۔ طرح طرح کے مفسدین بنی اُمیّہ حضرت خلیفۂ ثالث یعنی حضرت عثمان کے گرد آجمع ہوئے خلیفہ ہونے پر حضرت عثمان نے قوم بنی اُمیّہ کے تمام مردودان درگاہ ایزدی و نبوی کو اپنے پاس طلب کرلیا حتی کہ مروان و حکم بن العاص و عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تک کو اپنے پاس بلوالیا۔ واقعی مانہ حضرت عثمان کی خلافت کا کچھ ایسی ہی رونگ کا ہے کہ عرب کی تاریخ مین اسکی نظیر نہین ملتی ہے حضرت عثمان کو تو کوئی صلاحیت خلافت رانی کی حاصل نہ تھی تعجب ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علیؑ اور بعض دیگر صحابی کے رہتے ہوئے کیون ایسے ناقابل شخص کو اہل اسلام پر حاکم بنادیا۔ اِسکی وجہ اور کیا ہوسکتی تھی اِلاّ یہ کہ حضرت عثمان بنی اُمیّہ سے تھے اور جسقدر حضرت رسُول کو بنی اُمیّہ سے نفرت تھی حضرت شیخین بنی امیہ کے دلدادہ تھے۔ اگر حضرت شیخین آن صلعم کو سچا رسُول سمجھتے یا کم سے کم رسُول اللہ سے کسی قسم کی موالنست ہی رکھتے تو ایسے ملعون قبیلہ کیطرف رخ نہ کرسکتے۔ اِس تولا و مدارات کا ذکر ہی فضول ہے۔ بہرحال جب حضرت عمر کی دستگیری سے عہد حضرت عثمان مین قبیلۂ بنی امیہ سلطنت اسلامی کا مالک ہوگیا تو ہر طرف بنی امیّہ ہی بنی اُمیّہ فعّال ما یرید نظر آتے تھے۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد بھی بنی امیہ جس عروج پر چڑھ گئے تھے چڑھے رہے حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کیطرف سلطنت اسلامی لائی گئی مگر بنی امیہ حضرت علی سے برگشتہ رہے۔ بنی امیہ کے سردار امیر معاویہ حضرت علی سے لڑتے جھگڑتے رہے اور کارستانیون سے اپنے کو مالک سلطنت عرب بناڈالا۔ حضرت علی کو تسلط ارض باقی نہین رہا اور خلیفۂ معزول کیطرح کوفہ مین رہنے لگے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کی شہادت ظہور مین آئی اور آپکی جگہ پر آپ کے بڑے صاحبزادے امام حسنؑ علیہ السلام اہل ایمان کے والی اور ہادی ہوئے امیر معاویہ نے امام حسنؑ سے جنگ کی تیاری کی۔ امام حسنؑ کا ساتھ مسلمانون نے نہین دیا اور کیونکر ساتھ

حضرت شیخین کی سرپرستی بنی امیہ کی

دیتے ابتداے خلافت حضرت ابوبکر سے اہل اسلام بنی ہاشم کو روز بروز رو بہ تنزل دیکھتے چلے آئے تھے امیر معاویہ کو چھوڑ کر مسلمانان وقت امام حسنؑ کا ساتھ کیونکر دے سکتے تھے ناچار امام حسنؑ کو امیر معاویہ کے ساتھ صلح کرنا پڑی۔ شرط صلحنامہ کے رو سے امیر معاویہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کی طرح مالک سلطنت عرب ہو گئے اور مخالفین اہلبیت نے انھین امیر المومنین و خلیفۂ پنجم بھی مان لیا۔ واضح رہے کہ یہ وہی صلح ہے جس کا ذکر کتاب ہذا کے اول اجزا مین آچکا ہے۔ راقم کی مابعد کی تحریرات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امیر معاویہ سے امام حسنؑ کو کیونکر مصالحہ کی نوبت پہونچی۔ ظاہرا امام حسنؑ کو امیر معاویہ سے کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا ہے امام حسنؑ حضرت رسولؐ کے نواسے ہین اور ایسے نواسے ہین کہ فرزند رسول کی حیثیت رکھتے ہین۔ چنانچہ طبرانی نے جابر سے آنحضرت کا یہ قول مبارک روایت کیا ہے کہ "ہر نبی کی ذریت اسکے صلب مین قرار دی گئی اور میری ذریت علی ابن ابی طالب کے صلب مین ودیعت کی گئی" اور امیر معاویہ ابوسفیان صاحب کے بیٹے ہین جو قبیلۂ بنی امیہ کے سردار تھے ابوسفیان صاحب مصلحتاً مسلمان ہوئے تھے اور سارا خاندان آپ کا دشمن دین خدا اور دشمن رسول اللہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ کی ریاست دینی سے منتفع ہونے کا حق خس برابر نہین رکھتا تھا۔ اس پر بھی درمیان امام حسنؑ اور امیر معاویہ کے ایک ایسا صلحنامہ تحریر پایا ہے جس سے امام حسن اور سارا خاندان حضرت رسول کا محکوم و مامور قرار پاگیا۔ تفو بر تو اے چرخ گردان تفو۔ اب راقم ذیل مین حضرات خلفاے ثلثہ کی خلافتون کی حقیقت حوالہ قلم کرتا ہے اور اُن خلافتون سے دینی اور دنیوی مضرتین جو مسلمانون کو عام طور پر لاحق ہوتی گیئین حوالۂ تحریر کرتا ہے۔

پوشیدہ نہین ہے کہ رسول اللہ کی آٹھ کارروائیون سے حضرت علی کا استخلاف عیان ہوتا ہے۔ مگر آٹھوین کارروائی خم غدیر کی ایسی تھی کہ جس سے کوئی صاحب دیانت اور صاحب ایمان چشم پوشی نہین کرسکتا ہے۔ مخالفان علی پر جب یہ روشن ہو گیا کہ خم غدیر کی کارروائی سے حضرت رسولؐ حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا چکے اور پولیٹکل چال سے حضرت عمر کو بخ بخ کہنا پڑا۔ تو دل مین مخالفان علیؑ کو حضرت رسولؐ کی یہ کارروائی نہایت نامطبوع گذری۔ اسی لیئے راہ عقبہ مین سولہ یا سترہ صحابی وقت شب اپنے لعنتی منہ باندھکر حضرت رسول پر حملہ آور ہونے کے لئے سامنے آکھڑے ہوے مگر انکی سواری کے جانورون پر جو جانکبازی ہو گئی تو حسب عادت سابقہ ان ملاعین نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ کون ملاعین تھے انکے نام اہلسنت کی کتابون مین درج نہین دیکھے جاتے ہین۔ شیعی مصنفین ہر حملہ آور کے نام وضاحت کے ساتھ درج تحریر کرتے ہین۔ خیر جو ملاعین حملہ آور ہونے کے لئے مقابل آئے تھے انکے صحابی ہونے مین کوئی جاے گفتگو نہین

دیکھی جاتی ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ یہ گروہ حملہ آورون کا اکابر صحابی کا تھا۔ اگر نیچے درجے کے صحابی بقصد حملہ آوری آئے تو ضرور اکابر صحابہ کی سرپرستی مین ایسے لغتی فعل کے مرتکب ہوئے شیعی مصنفین اکابر صحابی کے نام بتلاتے ہین اور ممکن ہے کہ اکابر صحابی حملہ آور ہوئے ہون خیر حقیقت حال جو کچھ ہو بلا شبہہ یہ حملہ آوری خم غدیر کی کارروائی کو گاؤ خورد کر دینے کے لئے عمل مین لائی گئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد تخلف جیش اسامہ کا واقعہ پیش آیا اور سب کے آخر مین قصۂ قرطاس کا معاملہ ظہور پذیر ہوا۔ ان تینون واقعات کا مطلب ایک ہی تھا۔ اور وہ یہ کہ حضرت علی حضرت رسول کے بعد خلیفہ قرار نہ پا سکین واہ رے حضرات صحابی کی چالین۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسول نے مقام خم غدیر مین اپنی امت سے بہ آواز بلند فرمایا تھا کہ مین تم مین دو امر عظیم چھوڑتا ہون جو ایک دوسرے سے بزرگ تر ہین۔ قرآن اور اہلبیت سالت تم دیکھو اور احتیاط کرو کہ میرے بعد ان دونون سے کیا سلوک کروگے اور انکے حقوق کی رعایت کس طرح ملحوظ رکھوگے اور یہ دونون جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہون ایک دوسرے سے جدا نہونگے۔ بعد ازان فرمایا کہ خدائے تعالیٰ میرا مولا ہے اور مین کل مومنین کا مولا ہون۔ یہ فرماکر پیغمبر صلعم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑکر ارشاد فرمایا کہ جسکا مولا مین ہون اُسکا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھہ اُسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھہ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اور مخذول فرما اسکو جو علی کو مخذول گردانے اور نصرت کر اسکی جو علی کی نصرت کرے اور پھیر دے حق کو علی کی جانب جدھر علی پھر جائے۔ راقم کہتا ہے واے اس گروہ مسلمانان پر جس نے اتنے صاف قول رسول اللہ کو نہ سمجھا اور مولا کے اول قول معنی بنانے۔ واے اس گروہ پر جو اس حکم نبوی کے خلاف کاربند ہوا۔ واے اس گروہ مسلمانان پر جو امور دنیا اور دین مین طرح طرح کی مخالفتین اہلبیت نبوی سے کرتا گیا اور واے اس گروہ مسلمانان پر جس نے قرآن کے ساتھ بدسلوکیان کین جیسا کہ آئندہ حوالہ قلم ہوتا ہے۔ اہل انصاف سے پوشیدہ نہین ہے کہ اقسام بالا کے مسلمانون نے کوئی دقیقہ مخالفت اور عناد کا اہلبیت نبوی سے اٹھا نہین رکھا ہے جیسا کہ راقم کی تحریرات آئندہ سے ظاہر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جب مسلمانان کو حضرت رسول سے دلی اتفاق نہین تھا تو اہلبیت نبوی سے انکو دلی ارتباط کی صورت کیا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ بعد آن صلعم کے جو جو معاملات اہلبیت نبوی کو ایسے مسلمانون سے از ابتدائے قیام خلافت تا عہد امام عسکری علیہ السلام پیش آتے گئے اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہین۔ راقم کی تحریرات ذیل سے ہویدا ہوگا کہ مسلمانان عہد رسول قرآن اور اہلبیت نبوی

حدیث غدیر

کے ساتھ آن صلعم کے بعد کیا کیا سلوک عمل مین لائے اور آج تک ان مسلمانون کے پیرو اہلبیت نبوی کے ساتھ کیا ارادت اور عقیدت رکھتے ہین - البتہ اہلبیت نبوی نہین ہین مگر انکے مخالفین وقت جنکو مخالفت و مخاصمت بہ سبیل توریث یا تعلیم پہونچی ہے مخالفت و مخاصمت اہلبیت نبوی پر اپنے پیشوایان ناخدا ترس کے رنگ پر آجتک استوار ہین -

کیا جائے تعجب ہے کہ حضرت رسول نے تو اپنے آخر حصہ زندگی مین قرآن اور اہلبیت کے لئے سلوک نیک کی تاکید اکید فرمائی جو حدیث ثقلین سے آشکارا ہے مگر رسول اللہ کے رحلت فرماتے ہی مخالفان و معاندان اہلبیت نے اہلبیت کے خلاف نفرت خیز کارروائیان شروع کر دین - ابھی جسد اطہر رسول کا دفن بھی نہین ہوا تھا کہ حضرت شیخین ایک اور اُڑان مین سقیفۂ بنی ساعدہ مین پہونچ گئے - خیال مین بھی یہ بات نہین آتی ہے کہ کوئی خدا ترس بنی آدم ایسا کر سکتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخین کو رسول اللہ کی رحلت کا مطلق غم نہین ہوا تھا - بات بھی ایسی ہے کہ کیونکر غم ہو سکتا تھا - رسول اللہ کے ساتھ حضرت شیخین اور آپ دونون صاحبونکے ہمخیال افراد کو ہمدردی ہی کیا تھی - ہمدردی ہوتی تو کسی غزوہ مین بھی تو ایسے بزرگوار اپنی جانون سے رسول اللہ کی جان کو عزیز تر ثابت کئے ہوتے - ہر غزوہ مین تو ایسے بزرگوار کا یہ حال رہا کہ حضرت رسول کفار سے لڑنے کا حکم دیتے رہے اور فرار سے ممانعت فرماتے رہے مگر یہ بزرگوار اپنی جانون کے مقابلہ مین حضرت رسول کی جان یا آن صلعم کے حکم کو کب خیال مین لائے - اگر واقعی حضرت رسول سے ایسے مسلمانون کو دلی محبت ہوتی تو غزوات مین حضرت رسول کو چھوڑ کر کب بھاگ نکلتے - دنیا مین دوست کو وقت دشوار مین جو چھوڑ دیتا ہے تو برے لفظون سے یاد کیا جاتا ہے لیکن میدان جنگ مین رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلنے والے کے لئے عاقبت برباد سے بھی کسی زیادہ سخت لفظ کی ضرورت نظر آتی ہے - یون تو صلح حدیبیہ کا قصہ بھی ایک بڑی نافرمانی کا رنگ رکھتا ہے مگر جیش اسامہ سے تخلف تو معاذ اللہ ملعونیت مجسم کی صورت رکھتا ہے - بہر حال حضرت رسول کے کفن دفن کے مضمون کو بالائے طاق رکھکر سقیفہ مین حضرت شیخین خلافت کے جھگڑے مین پڑ گئے اَنصَارُ مِنَّا اَمِیْرٌ مِنکُم اَمِیْر کہتے تھے - مگر حضرت شیخین نے یہ کہکر کہ خلیفہ کو قوم قریش سے ہونا چاہیئے اِنھین ساکت کر ڈالا - حضرت عمرؓ نے فی الفور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حاضرین سقیفہ بھی یہی کرتے گئے اِلّا ایک تن گروہ انصار سے جو اِس بے سر و پا بیعت ستانی کا شریک نہوا اور اس وجہ سے مار ڈالا گیا - مختصر یہ ہے کہ اِس طرز پر دم کے دم مین حضرت ابوبکر پر خلافت قائم کر دی گئی - ظاہر ہے کہ اِس طرح کی خلیفہ سازی الیکشن سے کوئی علاقہ نہین رکھتی ہے - الیکشن

کے لئے ضرور تھا کہ اسوقت کی تمام اسلامی دنیا مین اسکی خبر ایک مناسب وقت مین دیجاتی یہ چٹ منگنی
پٹ بیاہ کے قاعدہ کا کام ایلکشن نہین مانا جاتا ہے۔ضرور تھا کہ کم سے کم خود مدینہ کے لوگ ایسی
کارروائی کے قصد سے اطلاع یاب رہتے۔اتنی جلدی خلیفہ کے انتخاب مین کی گئی کہ بنی ہاشم
کے قبیلۂ بزرگ کا بھی ایک متنفس خبریاب نہ ہوسکا شریک جلسۂ انتخاب ہونا تو درکنار۔عموماً مسلمانون
کو معاملۂ سقیفہ کے طے پا جانے کے بعد حقیقت حال سے اطلاع ہوئی۔کیا ایلکشن کی کارروائی دنیا مین
اسی طور پر انجام پایا کرتی ہے۔یہ بے سروپا قصۂ سقیفہ کا اسی قدر حقیقت رکھتا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت
ابوبکر کو بڑی عجلت کے ساتھ خلیفہ بنا ڈالا درحالیکہ اہل مدینہ حضرت عمر کے قصد سے بالکل بیخبری رکھتے تھے
اور بنی ہاشم رسول اللہ کی تجہیز و تکفین مین مشغول تھے۔کوئی شک نہین کہ اگر دو چار بنی ہاشم بھی سقیفہ
مین آجاتے تو سقیفہ کا معاملہ حضرت عمر کا غت ربود ہوجاتا۔بلاشبہہ بنی ہاشم کی غیبت سے حضرت عمر کو بڑا
موقع خلیفہ بنانے کا مل گیا حضرت شیخین نے اپنا کام بنا لیا۔بنی ہاشم جسد اطہر کو چھوڑ کر کسی طرف جا
نہین سکتے تھے رسول اللہ کی آخری خدمت مین مشغول رہے اور ایک ثواب عظیم سے بہرہ مند ہوئے۔
حضرت شیخین کو خلافت حاصل ہوگئی مگر ایسی نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئے۔ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کو
حضرت رسول کی ولی میت کا شرف حاصل رہتا تو آنحضرتؐ کی لاشِ مبارک سے انھین علٰحدگی نصیب
نہین ہوتی۔خلیفہ ہوکر حضرت عمر کے اغوا سے حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے بیعت طلبی کا جھگڑا شروع کیا۔
حضرت علی نے بیعت سے انکار کیا۔اسی بیعت طلبی کے قصہ مین حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے جلا ڈالنے
پر پوری مستعدی دکھلائی۔بلکہ آگ لگا ڈالی قصہ طول ہے مختصر یہ ہے کہ حدیث ثقلین کی حضرت شیخین نے
خوب داد دی اور حضرت شیخین کے پیروان معاویہ یزید وغیرہ وغیرہ بھی اپنے اپنے طور پر داد دیتے رہے
اور اس زمانہ کے معاویہ اور یزید وغیرہ وغیرہ بھی اپنے اپنے طور پر وہی داد دے رہے ہین۔
خلافت حضرت شیخین کے قائم ہوجانے کے بعد ہی فدک کا قصہ ظہور مین آیا۔اس مین بھی حضرتِ
شیخین نے حدیث ثقلین کی خوب داد دی اہ وا کیا کہنا ہے۔عدل پروری ہو تو ایسی ہو۔خیر
حضرت فاطمہ دنیا سے حضرتِ ابوبکر کی طرف سے نہایت آزردگی خاطر کے ساتھ سدھارین۔ناراضی حضرت
معصومہ کی ایسی تھی کہ حضرت ابوبکر حضرت معصومہ کے جنازہ پر جانے نہ پائے اور بجانہ جانے پائے۔
واضح ہو کہ ہر چند یہ قصے حضرت علی سے بیعت طلبی اور احراق خانۂ فاطمہ اور غصب فدک کے بہت مکروہ
رنگ رکھتے ہین مگر دینی اور دنیوی بڑی غلطی جو حضرت شیخین سے ظہور مین آئی وہ مرض قبیلۂ بنی امیہ
کا سر نو سے زندہ کر دینا تھا۔اس عاقبت اندیشانہ کارروائی سے ہزار طرح کے دینی اور دنیوی نقصانات

معاملات سقیفہ

بیعت کا جھگڑا

غصب فدک و احراق خانۂ فاطمہ

دین خدا اور روحانی سلطنت رسول اللہ کو لاحق ہوتے گئے ہین۔ حضرات شیخین حدیث ثقلین کے
خلاف کاربند ہو کر نہ صرف بہ نفس نفیس بہت سے امور نامطبوع کے احداث کے باعث ہوے بلکہ تمام
طبقات اہل اسلام کو وہ راہین دکھلا دین جن سے حدیث ثقلین پر عامل ہونے سے پیروان حضرات
شیخین اس زمانہ تک تمام تر قاصر رہتے چلے آئے ہین۔ یہ حضرات شیخین ہی کی راہ تبلائی ہوئی
تھی کہ حضرت زبیر اور طلحہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہی حضرت عائشہ کی معیت مین حضرت
علی سے صف آرا ہو کر جنگ جمل مین کتنے مسلمانون کے سبب قتل ہوے۔ یہ حضرت شیخین ہی کی
راہ دکھائی ہوئی تھی کہ امیر معاویہ کی فساد انگیزی کے باعث جنگ صفین مین ہزارون مسلمانون
کی جانین تلف ہوتی گئین۔ یہ حضرت شیخین ہی کی راہ سوجھائی ہوئی تھی کہ امیر معاویہ امام حسنؑ سے
صف آرائی کے لئے مستعد ہو گئے اور جب امام حسنؑ معاویہ سے نہ لڑے تو صلحنامہ کے ذریعہ
سے امیر مذکور نے اپنے کو تمام اسلامی دنیا کا خلیفہ بنالیا۔ یہ حضرت شیخین ہی کی علمی ہدایت تھی کہ یزید صاحب
نے میدان کربلا مین خاندان پیمبر کا قریب قریب خاتمہ کرڈالا۔ کوئی شک نہین کہ تمام واقعات بالا کے
وقوع کے سبب قریب یا سبب بعید حضرت شیخین ہی ہوئے ہین۔ اگر حضرت شیخین سقیفہ مین اپنی خلافت
کو بہ طرز عجیب قائم نہین کرلیتے تو واقعات بالا کا وقوع یا ہوتا ہی نہین یا اس طرز پر نہوتا جیسا کہ ظہور مین
آتا گیا۔ حضرت شیخین نے بلاشبہہ امت محمدی کو وہ راہ دکھادی کہ جسکو اختیار کرنے کے بعد پھر اسی حدیث
ثقلین کو پیش نظر رکھنا محال تھا اور ہے۔ اے صبا این گل آوردہ تست۔ کوئی شک نہین کہ واقعہ
کربلا بھی حضرت شیخین کے حصول خلافت کا ایک نامطبوع نتیجہ ہے۔ چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ کہ کشتہ
شد حسین اندر سقیفہ۔ میری تحریر بالا کی تائید خطوط ذیل سے ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ جس زمانہ مین حضرت علی سے امیر معاویہ جنگ آزمائی کے لئے صفین مین موجود
تھے اور ابھی لڑائی شروع نہین ہوئی تھی کہ حضرت محمد بن ابی بکر نے امیر معاویہ کو ایک خط لکھا اس مضمون
کا کہ محمد ابی بکر کیجانب سے گمراہ معاویہ کو معلوم ہو کہ خدائے باعظمت اور جبروت نے اپنی مخلوق کو عبث
نہین پیدا کیا۔ نہ خلقت عالم کی اسکو حاجت تھی۔ نہ بغیر آفرینش مخلوق اسکی قوت مین کچھ ضعف ہو سکتا
تھا بلکہ اس نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اپنے صانع حقیقی کی عبادت کرین۔ چنانچہ مخلوقات مین
گمراہ بھی ہین رشید بھی۔ متقی بھی ہین سعید بھی۔ پھر اللہ تعالی نے حیات رسالت مآب کو اپنے علم و ربوبیت
کے مطابق رسالت و امانت وحی کے لئے منتخب فرماکر بطور بشیر و نذیر مبعوث فرمایا اور جس نے سب سے
پہلے آنحضرت صلعم کی تصدیق فرمائی وہ علیؑ ابن ابی طالب ہین جو ہر موقع خوف و دہشت مین رسول

مقبول کے جان نثار رہے۔ جس سے آنحضرت نے جنگ کی اس سے انھون نے بھی جنگ کی اور جس سے آنحضرت نے صلح کی اس سے انھون نے بھی صلح کی ہمیشہ شب و روز خوف مرجع کی حالت مین رسول مقبول پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار رہے اور ان تمام باتون مین ایسی سبقت لے گئے کہ نہ پیروان رسول مین کوئی انکی نظیر ہوسکتا ہے نہ اعمال حسنہ مین کوئی انکی برابری کرسکتا ہے اور مین دیکھتا ہون کہ تو ان پر فوقیت ڈھونڈھتا ہے حالانکہ تو وہی ہے اور وہ وہی ہین۔ وہ اپنی نیت کی بنا پر اصدق الناس اور اپنی ذریت کے اعتبار سے افضل الناس اور فاطمہ زہرا کے شوہر ہونے کی حیثیت سے خیر الناس ہین۔ انکے چچا حمزہ سید الشہدا احد ہین اور انکے باپ وہ شخص ہین جو پیمبر خدا کی تکلیفون کو دور کرتے رہے اور اے معاویہ تو خود بھی نفرین کردہ شدہ ہے اور تیرا باپ بھی۔ تم باپ بیٹے ہمیشہ رسول اللہ کی ایذا رسانی کے خواہان اور جان و مال سے نور خدا کے بجھانے مین کوشان رہے تیرے گواہ وہ لوگ ہین جو بقیۂ احزاب منافقین سے آہستہ آہستہ تیرے پاس پہونچکر پناہ گزین ہوے اور علی صاحب فضل مبین قدیم شاہد عادل وہ انصار ہین جن کی فضیلت کا ذکر قرآن مجید مین ہے اور جنکی مدح و ثنا بہ حیثیت مہاجر و انصار ہونے کے خدا نے فرمائی ہے۔ یہی لوگ علی کی فوج اور جماعت ہین اور علی کی پیروی کو حق اور انکی مخالفت کو شقاوت جانتے ہین۔ پس وائے ہو تجکو کہ علی کی برابری کرتا ہے حالانکہ علی وارث و وصی رسول ہین۔ علی کی اولاد رسول مقبول کی اولاد ہے اور علی کی ہی پیغمبر خدا کی پیروی کرنے مین آنحضرت سے اقرب بعد ہونے مین اول الناس ہین جنکو آنحضرت نے اپنے تمام امور و اسرار پر آگاہ و مطلع کیا اور تو خود بھی اسکا دشمن ہے اور تیرا باپ بھی انکا دشمن تھا۔ پس جسقدر تیرے امکان مین ہو باطل ذریعون سے دنیوی تمتع حاصل کر اور جتنا ابن العاص سے ہوسکے تجھے تیری گمراہی مین مدد دے مگر معاویہ یقین کرلے کہ تیری میعاد ختم ہوچکی اور تیرا مکر سست ہوگیا اور بالآخر تجھ پر واضح ہوجائے گا کہ عاقبت علیا کس کے لئے ہے نیز یہ بھی سمجھ لے کہ تو اس خدا سے فریب کرتا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھے امن دے رکھا ہے اور جس کی رحمت سے تو مایوس ہو چکا ہے، وہ تیری گھات مین ہے اور تو اُس سے بیخبر اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے" (دیکھو تاریخ احمدی صفحہ ۳۰۷ الحوالۃ تاریخ مروج الذہب مسعودی) برحاشیہ تاریخ کامل جلد ششم صفحہ ۷۹

نامہ مذکور بالا کو پڑھکر کون ایسا دوستدار اہلبیتؑ ہے جسکو یہ تعجب نہین گذرے گا کہ حضرت ابوبکر کے بیٹے اور ایسے عاشق اہلبیت۔ خدا کی کوئی بات سمجھ مین نہین آتی ہے کہ آری حلیلے زنجانہ

کنی آشنائی نہ بیگانہ۔ حق یہ ہے کہ خداے پاک جیسا جسکو چاہے ویسا بنائے۔ این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خداے بخشندہ۔ حضرت محمد ابی بکر کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے فیضان
صحبت سے آپ کی خلقی خوبیان بہت ترقی کر گئی تھین۔ آپ خدا کو خدائے باعظمت و جبروت
سمجھتے تھے۔ خلقت عالم کی وجہ کو خوب سمجھے ہوے تھے۔ حضرت رسول کی بعثت پر نظر غائر رکھتے تھے
حضرت علی علیہ السلام کی بزرگی اور عالی صفاتی سے بدرجہ اتم واقف تھے اور جسقدر خدا اور رسول و علی کی
معرفت سے بہرہ مند تھے اُسی قدر امیر معاویہ کے صفات ذمیمہ سے بھی باخبر تھے۔ کوئی شک نہین
کہ حضرت محمد بن ابی بکر ممتاز طور پر مورد نعمت ہائے الٰہی تھے۔ یہ سب خدا کی دین ہے۔ کچھ بھی
اختیاری بات نہین ہے۔ کسی کو اس کی بخشش مین مجال لا و نعم نہین ہے۔ وہی خدا علی بناتا ہی
او۔ معاویہ او۔ ابن ملجم بھی۔ شانِ کبریائی کو دیکھئے کہ یزید پلید قاتل حسین نکلا اور یزید کا بیٹا سعید دارین۔
معاویہ ابن یزید کی سرگذشت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے تھوڑے دن کے بعد جب یزید فی النار ہوگیا تو اس کا بیٹا
معاویہ بن یزید وراثتاً زینت آراے مسند خلافت ہوا حیوٰۃ الحیوان کی جلد ا صفحہ ۷۰ مین مذکور ہے کہ خوش بخت معاویہ
بن یزید یعنی بدبخت یزید بن معاویہ کے بیٹے اپنے نفس کو خلافت پدر سے بری کر کے تادیر منبر پر بیٹھے
رہے اور حمد و ثناے الٰہی کے بعد یہ کہا کہ ایہا الناس مجھے خلافت کی طرف رغبت نہین ہی اور تم لوگ
دنیا کی حکومت کو اعظم ترین شئے جانتے ہو اور مین اسے مکروہ جانتا ہون اور تم لوگ مجھے بھی مکروہ جانتے
ہو۔ اس لئے کہ مین تمہارے ساتھ مبتلا ہون گا اور تم میرے ساتھ مبتلا ہوگے۔ میرے جد معاویہ نے
اِسی خلافت کے واسطے حضرت علی سے نزاع کی۔ وہ یعنی علی حقدار تھے اور افضل جمیع صفات مین
کوئی اصحاب رسول خدا سے انکے مراتب کا نظیر نہ تھا۔ آخر مکر و تزویر کے ذریعہ سے خلافت معاویہ کے
ہاتھ مین آئی اور پھر یزید کو پہونچی۔ یزید خلافت کا سزاوار نہ تھا۔ افعال زشت و معاصی کبیرہ اُس سے
سرزد ہوئے۔ قسم بخدا مین اپنی بیخودی سے مجبور ہون جو ایسے کلمات زبان سے نکالتا ہون حضرت علی
کی محبت میرے دل پر خطوط اور نقوش کیطرح چھپ گئی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ کاش اسطرح کی
محبت مولویان دیوبند کے دلون پر بھی چھپ گئی ہوتی۔ معاذ اللہ کیا مخالفت اور عداوت خاندان
پیمبر کے ساتھ اس زمانہ کے مسلمانون کو تھی۔ ہزار حیف کہ وہ سلسلہ عناد کا اسوقت تک بھی قطع نہین ہوا
ہی۔ معاویہ پرستون اور یزید پرستون کی حالت اِس وقت بھی قابل افسوس ہے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ اہل شام
بد انجام نے اس دوستدار علی اور تارک دنیائے دنی یعنی معاویہ بن یزید کے کلام کو ناپسند کیا اور اسے
پکڑ کر زندہ زیر زمین دفن کر دیا جس سے اسکی روح پاک اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ابن ملجم کا بیٹا اور دوستدار اہلبیت

معاویہ بن یزید عاشق حضرت علی

واقعی خدا کی بات کچھ سمجھ مین نہین آتی۔ کوئی ابوسفیان صاحب کو دیکھے کہ دنیا ان کے دلمین کتنا گھر کر گئی تھی آخر امیر معاویہ کے باپ ہی تو تھے، پھر امیر معاویہ کو دیکھیئے کہ باپ سے کہین بڑھے چڑھے تھے۔ پھر یزید صاحب کو دیکھیے کہ کمی عقل کے ساتھ پورا نمونہ باپ کا تھے۔ ایسے نفوس سے معاویہ بن یزید پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کر ولی اللہ کا حکم رکھتا ہے خداوندا کبریائی تیری۔ تو قادر مطلق ہے جیسا چاہے ویسا کرے۔ حضرت حر کا بھی معاملہ نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے اسی طرح اور بھی بہت سے محبان اہلبیت گذرے ہین اور اس زمانہ مین بھی موجود ہین جنکے ساتھ فضل الٰہی شامل حال ہوا ہے۔ ایسے خوش نصیبون مین راقم بھی ہے جو ایک زمانہ مین معاویہ پرست اور یہی یزید پرست تھا۔ راقم کے اوستاد جناب محمد گل صاحب جلال آبادی خلافت یزید کو حق سمجھتے تھے اور شہادت امام حسین علیہ السّلام کے تمامتر منکر تھے کابلستان کا یہی مذہب چلا آتا ہے، جیسا کہ اوستاد مرحوم فرمایا کرتے تھے اور ہندوستان مین بھی ایسے مذہب والے بہت ہین معاویہ پرست تو قریب قریب تمام اہلسنت ہین۔ ایسے بزرگوار کو لازم ہے کہ امیر معاویہ کے پوتے کی اسپیچ پر نظر غور ڈالین۔ مگر اسپیچ خوانی سے کیا ہوتا ہے۔ ولائے خاندان پیمبر کچھ ایسی ہی نعمت ہے کہ خدائے بخشندہ کی رحمت بغیر نصیب نہین ہو سکتی ہے جب یہ نعمت درگاہ واہب العطایا سے معاویہ بن یزید کو مرحمت ہوئی تو اس مورد نعمت الٰہی نے محبت علیؑ مین بڑی سلطنت کا کچھ خیال نہین کیا کیا شان منعم حقیقی کی ہے تقدس و تعالیٰ۔ تعجب ہے اس وقت کے معاویہ پرستون سے جنکو سلطنت معاویہ سے کچھ ملنے والا نہین ہے۔ اس پر بھی کس قدر امیر معاویہ کے ثناخوان ہین اور علی سے بغض رکھتے ہین گو مصلحتاً بغض علیؑ سے اقرار نہین کرتے ہین۔ خداوندا کس زبان سے تیرا شکریہ ادا کرون کہ تو نے راقم کو مولویون کے گم کردہ راہ ہونے پر بھی عاقبت بربادی سے بچا لیا اگر تیرا فضل شامل حال نہ ہوتا تو یہ عاصی پر معاصی بھی اپنے عقیدۂ ناپاک کے بدولت معاویہ و یزید کیساتھ محشور کیا جاتا بفحوائے الانسان مع من احبہ او لاحوم لہم

اب نامۂ بالا کے جواب پر حضرات ناظرین اپنی توجہ مبذول فرما دین۔ امیر معاویہ صاحب نے حضرت محمد بن ابی بکر کو حسب تحریر مروج الذہب بر حاشیۂ کامل ابن اثیر جزری جلد ششم صفحہ ۹۷ مین یون لکھا ہے کہ "اپنے پدر کو عیب لگانیوالے پسر محمد بن ابی بکر پر منجانب معاویہ بن صخر واضح ہو کہ تو نے اپنے خط مین خدا کی اس عظمت و قدرت کا ذکر کیا ہے جس کا وہ اہل ہے اور ان محامد کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ خدا نے اپنے رسولؐ کو برگزیدہ فرمایا۔ نیز انھین ذکرون کے ساتھ تو نے ایسا کلام کیثر بھی قلم بند کیا ہے جو تیری تضعیف اور تیرے باپ کے لئے سرزنش کا باعث ہے تو نے

محمد بن ابی بکر کے خط کا جواب از جانب امیر معاویہ

اپنے خط مین علیؑ ابن ابی طالب کی فضیلت و سابقیّت کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی دکھایا ہے کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہین اور انھون نے ہول و خوف کے اوقات مین آنحضرت کے ساتھ کس قدر ہمدردی کی ہے۔ لیکن میری نسبت تیری حجت اور عیب گیری بر بنائے غیر ہے تیرے فضل پر مبنی نہین ہے اور مین خدا کا شکر کرتا ہون کہ اس نے تجھہ سے اس فضل کو پھیر کر تیرے غیر کو عطا کیا۔ سن۔ ہم سب جن مین تیرے باپ بھی شامل ہین علےؑ ابن ابی طالب کا افضل اور اُن کے حقوق کا لازم و مبرور ہونا اچھی طرح جانتے تھے مگر جب خدا نے اپنے رسوؐل کو دین و حجت کے کامل اور آشکارا ہو جانے کے بعد اپنے پاس بلا لیا تو تیرے باپ اور ان کے فاروق ہی اوّل وہ شخص تھے جنھون نے باہم اتفاق کر کے علی کے حق کو چھین لیا اور امر خلافت کے متعلق علی کی مخالفت کی پھر دونون صاحبون نے علی کو اپنی بیعت کے لئے بلایا مگر علی عرصہ تک کنارہ کش رہے جس سے ان دونون صاحبون کو رنج و اندوہ لاحق ہوا اور بالآخر انھون نے علی کی نسبت ایسے اہم منصوبے قائم کئے کہ علی کو اُن کی بیعت کر لینی پڑی تاہم ان دونون بزرگوارون نے علی کو نہ اپنے کسی امر مین شریک کیا اور نہ اپنے بھیدون پر اطلاع دی حتیٰ کہ اُن دونون صاحبون نے دنیا سے رحلت فرمائی اور عثمان انکے قائم مقام ہوے اور انکی سیرت و طریقت پر پورا عمل کیا (راقم کہتا ہے کہ حضرت عثمان ضرور حضرت شیخین کی سیرت و طریقت پر قدم بقدم چلتے رہے اور جو کچھہ خلیفۂ سوم کے ہاتھون سے ہوا وہ اسی قدم بقدم چلنے کے باعث ہوا) پھر تو نے اور علی نے عثمان کی عیب گیری پر کمر باندھی حتیٰ کہ دوُر دوُر کے اہل معاصی اس کی بابت حرص مین پڑ گئے اور تو نے اور علیؑ نے عثمان کے ساتھ دشمنی کا اظہار کر کے انکو بلاؤن مین ڈالدینا چاہا اور اس کے متعلق تیری اور علی کی مراد پوری ہوگئی۔ اے ابوبکر کے بیٹے بیچ اور اپنی بالشت کو اپنی انگلیون کی درمیانی وسعت پر قیاس کر تو اس شخص کے مقابلہ و مساوات سے قاصر ہے جو پہاڑون کو اپنی بردباری کے ساتھ وزن کرتا ہے۔ پس جس معاملہ کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہین اگر وہ ٹھیک ہے تو تیرے باپ ہی نے استبدادی طریقہ سے اس کی ابتدا کی اور ہم سب انکے فعل مین شریک ہین۔ اگر تیرے باپ قبل ازین ایسا برتاؤ عمل مین نہ لاتے تو ہم بھی علی کی مخالفت نہ کرتے بلکہ انکے مطیع رہتے لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو ایسا کرتے دیکھا تو انھین کی مثال ہم نے بھی اختیار کی۔ اب اگر تو عیب و الزام لگائے تو اپنے باپ کو لگائے یا اس خیال کو چھوڑدے والسلام علیٰ من رجع کرے

امیر معاویہ کے جوابی خط سے امورِ نامطبوع کا انکشاف

امیر معاویہ صاحب کا جوابی خط محمد ابی بکر کے خط کا جواب معقول ہوا یا نہین اسکی تجویز اہل علم و فہم خود کرلین ۔ راقم کو اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہین ہے ۔ مگر امیر صاحب کی تحریر سے بہت نامطبوع باتین آشکارا ہوتی ہین ۔ امیر صاحب نہایت صداقت اور دیانت کے ساتھ اعتراف کرتے ہین کہ ہم سب (یعنی معاویہ اور افراد مماثل معاویہ) جن مین تیرے باپ (یعنی حضرت ابوبکر) بھی شامل ہین علی ابن ابی طالب کا فضل اور ان کے حقوق کا لازم اور مبرورہونا اچھی طرح جانتے تھے ۔ مگر جب خدا نے اپنے رسول کو دین و محبت کے کامل اور آشکارا ہونے کے بعد اپنے پاس بلا لیا تو تیرے باپ (یعنی حضرت ابوبکر) اور انکے فاروق ہی اول وہ شخص تھے جنھون نے باہم اتفاق کرکے علی کے حق کو چھین لیا ۔ پوشیدہ نہین ہے کہ امیر معاویہ مذہب اہلسنت کے رو سے پنجم خلیفہ ہین اور اسلئے قابل تعظیم اور قابل وثوق ہین ۔ پس جب اہلسنت کے خلفائے اثنا عشر سے جن کی عظمت اور اطاعت سے اہلسنت کو چارہ نہین ہے ایک خلیفۂ برحق یہ فرمائے کہ حضرت شیخین اوّل وہ شخص تھے جنھون نے باہم اتفاق کرکے علی کے حق کو چھین لیا تو یہ الزام شیعون کا کہ حضرت شیخین نے غصب خلافت کرلیا بے بنیاد نہین معلوم ہوتا ہے ۔ اس کے بعد اپنے خط کے آخر مین امیر صاحب لکھتے ہین کہ جس معاملہ کے متعلق ہم گفتگو کررہے ہین اگر وہ ٹھیک ہے تو تیرے باپ (یعنی حضرت ابوبکر) ہی نے استبدادی طریقہ سے اس کی ابتدا کی اور ہم سب (یعنی معاویہ وگروہ معاویہ و مخالفان اہلبیت) اُن کے اس فعل مین شریک رہے اور اگر تیرے باپ قبل ازین ایسا برتاؤ عمل مین نہ لاتے تو ہم بھی علیؑ کی مخالفت نہ کرتے بلکہ ان کے مطیع رہتے ۔ لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو ایسا کرتے دیکھا تو انھین کی مثال ہم نے بھی اختیار کی ۔ اب اگر تو الزام لگائے تو اپنے باپ کو لگائے یا اس خیال کو چھوڑ دے" اہل انصاف ملاحظہ فرمائین کہ بمقام خم غدیر حضرت رسول نے جو تاکیدی حکم حدیث ثقلین کے رو سے اپنے اہلبیت کی نسبت فرمایا تھا ۔ کیا اس کی تعمیل حضرت شیخین نے خس برابر بھی کی ۔ خود بھی نہین کی اور اپنے اطوار و افعال کا شریک لاکھ در لاکھ کلمہ گویون کو کرڈالا ۔ یہ حضرت شیخین ہی کے اطوار و افعال کی تبعیت ہے جو دونون صاحبون کے وقت سے آجتک مذہب مسلمانان ہورہی ہے اور تا قیامت رہے گی ۔ حق یہ ہے کہ حضرت شیخین نے پوری ایسی مخالفت اہلبیت نبوی سے کی جو آجتک زورون کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گی ۔ واہ وا، رسول اللہ کیا فرمائین اور اکابر امت کیا کرین ۔ حکم نبوی سے یہ مخالفت حضرت شیخین سے

بالقصد ظہور مین آئی ہے یہ ہرگز خطا اور نسیان کی بات نہین کہی جاسکتی ہے ۔ یہ تمرد بالقصد ہے۔ کوئی شخص رسول اللہ کو رسول اللہ ماننے کے بعد ایسی قبیح کارروائی کا عامل ہوسکتا ہے ۔ ایسا فعل کرنے والا پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہان حدیث ثقلین کے خلاف مین بالقصد کاربند ہوتا ہون ۔ اہل تشیع ایسے متمردین کو مسلمان مانتے ہین ۔ مگر راقم اس معاملہ مین اہل تشیع کا مطلق ہمخیال نہین ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حضرات نہ اسلام نہ آن صلعم کی محبت کے تقاضا سے تارکِ وطن ہوکر مدینہ آئے تھے۔ انکا عدم خلوص انکے بار بار کے فرار سے آشکارا ہے یہ بات انکی معذرت مین کہی جاسکتی ہے کہ حضرت شیخین اور انکے مماثل مہاجرین بزدلی کی وجہ سے تاب جنگ نہین لاسکتے تھے اس لئے راہِ فرار اختیار کیا کرتے تھے۔ اور حق بھی یہی ہے کہ جو خلقی بودا ہے اُس پر فرار کا الزام انصافاً نہین لگایا جاسکتا ہے ۔ گرحدیث ثقلین سے بالقصد انحراف چہ معنی دارد ۔ اِس طرح کے انحراف سے توصاف آشکارا ہے کہ حضرت شیخین رسول اللہ کو رسول اللہ نہین جانتے تھے اِس لئے آنحضرت کے حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر واجب نہین سمجھتے تھے ۔ لاریب اگر یہ حضرات رسول اللہ کو رسول اللہ جانتے تو ایسے اطمینان کے ساتھ حکم نبوی سے اِس طرح انحراف نہ کرتے اُن حضرات کے انحراف کی حد نہین معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امیر معاویہ صاحب کی تحریر سے تمام ترعیان ہے۔ امیر صاحب اپنے جوابی خط کے اندر یہ بھی لکھتے ہین کہ دونون صاحبون (یعنی حضرتِ ابوبکر و حضرت عمر) نے علی کو اپنی بیعت کے لئے بلایا مگر حضرت علی عرصہ تک کنارہ کش رہے جس سے ان دونون صاحبون کو رنج و اندوہ لاحق ہوا اور بالآخر انھون نے علی کی نسبت ایسے اہم منصوبے قائم کئے کہ علی کو انکی بیعت کر لینی پڑی تاہم ان دونون بزرگوارون نے علی کو نہ اپنے کسی امر مین شریک کیا اور نہ اپنے بھیدون پر اطلاع دی حتیٰ کہ اِن دونون صاحبون نے دنیا سے رحلت کی" راقم کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا خوب رسول اللہ کی حدیث ثقلین کی تعمیل کی گئی۔ واہ واینہا نافرمانی اور اس پر دعوئی اسلام ۔ دعوئی اسلام ہی نہین بلکہ دعوئی خلافتِ رسول اللہ حضرات شیخین کی تمام فعلی اور قولی کارروائیون سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ کی تبعیت سے دونون صاحب تمامتر خالی تھے تخلف جیش اسامہ سے تو آپ دونون صاحب کا اصلی رنگ کھلا نظر آتا ہے۔ اس نافرمانی کے قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخین کا تعلق حضرت رسول کے ساتھ تمامتر مبنی برغرض تھا۔ واقعی اگر حضرت شیخین حضرت رسول اللہ کو رسول اللہ جانتے تو لعنت خدا و رسول کا اپنے کو نشانہ نہ بناتے کم سے کم معافی قصور کا سامان آن صلعم سے فرماتے ۔ مگر بڑی غضب کی یہ بات دیکھی

جاتی ہے کہ مخالفین جیش اسامہ پر لعنت قائم رہ گئی اور بھی حکم جیش اسامہ کا اپنی جگہ پر بحال رہ گیا۔
نہایت جائے افسوس ہے کہ حضرت شیخین نے حدیث ثقلین سے مخالفت کرکے اپنے کو بہت کچھ دینی نقصان پہونچایا اور کرورون بدنصیب امتیان محمدی کو مخالفت کی راہ سوجھا کر گمراہ کرڈالا۔ اگر حضرت شیخین نے یہ راہِ کج نہین اختیار کی ہوتی تو امیر معاویہ جیسے شریر افراد کو بھی تبعیت اہلبیت سے چارہ نہین رہتا جیسا کہ امیر معاویہ صاحب اپنے جوابی خط مین محمد ابن ابی بکر کو لکھتے ہین کہ تیرے باپ اور ان کے فاروق ہی اول وہ شخص ہین جنھون نے باہم اتفاق کرکے علی کے حق کو چھین لیا اور امر خلافت کے متعلق علی کی مخالفت کی اور تیرے باپ ہی نے استبدادی طریقہ سے اُس کی ابتدا کی اور ہم سب ان کے فعل کے شریک رہے۔ اگر تیرے باپ قبل ازین ایسا برتاؤ عمل مین نہ لاتے تو ہم بھی علی کی مخالفت نہ کرتے بلکہ اُن کے مطیع رہتے لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو ایسا کرتے دیکھا تو انھین کی مثال ہم نے بھی اختیار کی"۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخین کی پیروی تمام قبیلۂ بنی امیہ نے اختیار کی اور بھی دیگر قبایل کو وہی راہ اختیار کرنی پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھرب در کھرب مسلمان اسی غلط راہ پر صدی بعد صدی چلتے رہے اور آج بھی چل رہے ہین اور بہت زمانہ تک چلتے رہینگے۔ خشتِ اول چون نہد معمار کج ٭ تا ثریا میرود دیوار کج ٭ یہ اِسی کجروی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی کرورون مسلمان اہلبیت علیہم السّلام سے تولا نہین رکھتے ہین۔ ہزارون مسلمان ایسے دیکھے جاتے ہین کہ علی کے نام کو سُننا بھی نہین چاہتے ہین اور خاندان پیمبر سے پورے طور پر دل مین خلش رکھتے ہین۔ ذکر خاندان پیمبران پر ناگوار گذرتا ہے۔ خود حضرت امام اعظم یعنی امام ابو حنیفہ صاحب ذکر علی کی ممانعت کرتے ہین اور ہزارون مولوی ایسے ہین کہ ذکر صحابہ کے سوا علی کا ذکر برداشت نہین کرسکتے۔ یہ سب کرشمہ حضرت شیخین کے غاصبانہ فعل کے ہین جن کے وقوع سے امیر معاویہ صاحب پورے طور پر اعتراف رکھتے ہین۔

حضرت ابوبکر کی نااہلیت خلافت

راقم کہتا ہے کہ اگر حضرت علی خلافتِ رسول کے قابل نہ تھے تو نہ تھے۔ مگر حضرت ابوبکر تو اس کے کسی پہلو سے سزاوار ہی نہ تھے۔ خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے لئے ضرور تھا کہ ایسا شخص خلیفہ قرار پاتا جسمین تمام امتِ رسول سے زیادہ صفتہائے ذیل موجود رہتے۔ اول علم قرآن یہ صفت آپ مین اور آپ کے حضرت عمر مین کامل طور پر موجود نہ تھی۔ چنانچہ آپ اور آپ کے شریک حال حضرت عمر کلالہ کے مسئلہ کو عمر بھر نہ سمجھ سکے۔ دوم شجاعت اِس صفت سے آپکو اور بھی حضرت عمر کو فطرت نے تمامتر محروم رکھا تھا۔ غزواتی کارروائیان آپ دونون صاحبونکی کھے دیتی ہین کہ آپ

دونون صاحب اس صفت سے تمام تر معرّا تھے۔ سوم اطاعت رسول۔ اس صفت سے آپ کو اور
آپ کے قوت بازو حضرت عمر کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ اور سرتابیون کے علاوہ جیش اسامہ سے آپ دونون
صاحبون کا تخلف آپ دونون صاحبون کی غایت نافرمانی کی خبر دیتا ہے۔ چہارم تولائے اہلبیت
اس دولت سے آپ اور آپ کے ہمخیال حضرت عمر کوئی بہرہ نہین رکھتے تھے۔ حدیث ثقلین کی تعمیل
سے آپ دونون صاحب منزلون دور رہے پنجم امتِ رسول کی خیر اندیشی۔ وہ یہ معاملہ ہے
کہ جس مین آپ دونون صاحب نہایت نامراد ثابت ہوئے۔ مردہ قبیلۂ بنی اُمیّہ کو سرنوسی خلاف مرضی
خدا و رسول کے زندہ کر دیا آپ دونون صاحبون کی بہاری پولٹیکل اور مذہبی غلطی تھی۔ آپ
کی اس ناعاقبت اندیشانہ کارروائی نے اسلامیون مین ایک سول وار کی بنیاد ڈالدی کہ جسکی آگ تا
بقائے سلطنت عرب کم وبیش طور پر بھڑکتی ہی رہی اور جسکی وجہ سے لاکھون جانین مسلمانون کی تلف
ہوتی رہین اور بے انتہا مالی اور ملکی نقصانات اہل اسلام کو لاحق ہوتے رہے ششم وقار خاندانی و
اہمیت قبیلہ۔ یہ امتیازی حیثیت بھی حضرت شیخین کو حاصل نہ تھی آپ دونون صاحبون کا خلیفۃ
المسلمین یا امیرالمومنین ہو جانا اس حالت مین کہ قبیلۂ بنی ہاشم نامآور ترین قبائل عرب سے موجود تھا نہایت
ہی بیجا نظر آتا ہے۔ آپ ہر دو صاحب دو غیر مشہور قبیلہ کے بزرگ تھے اگر علی نہین تو اور بھی
ممتاز افراد بنی ہاشم کے موجود تھے۔ انہین سے انتخاب خلیفہ کا دشوار نہ تھا۔ مگر اہل سقیفہ بھول
گئے کہ کوئی قبیلہ ایسا بھی ہے جس مین رسول خدا مبعوث ہوئے تھے اور جو اپنی شرافت خلق و خلوص
دین داری نیک کرداری شائستگی خوش اطواری شجاعت جود و سخا وغیرہ کی صفتون سے مشہور
زمانہ ہو رہا ہے حق یہ ہے کہ اسلام کے لئے سخت برا وہ دن تھا کہ جس دن سقیفہ کا اجماع ادھلول طور
پر صورت پذیر ہوا۔ پولیٹکل اور مذہبی دونون پہلو سے حضرت ابوبکر کا خلیفہ بنایا جانا احاطۂ اصول سے
باہر تھا اور حق یہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کی کارروائی ہی عمل مین نہین لائی گئی۔ انصار سے کچھ گفتگو کرنے
کے بعد حضرت عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا چٹ منگنی پٹ بیاہ اگر خلیفہ کا انتخاب باضابطہ طور پر
اہل سقیفہ کو منظور ہوتا تو اسلامی دیار سے نمائندے (Representatives)
اس کام کے لئے بلائے جاتے اسلامی دنیا تو درکنار خود مدینہ کے بہت لوگون کو اُس کی
خبر بھی نہین ہو سکی کہ سقیفہ مین کیا ہو رہا ہے کم سے کم قبیلۂ بنی ہاشم کے ممتاز افراد کو تو ضرور
طلب کر لینا تھا۔ لاریب دونون حضرت عمر حضرتِ ابوبکر خلیفہ بنانے مین کبھی کامیاب نہین ہو سکتے
تھے اگر کچھ بھی ممتاز بنی ہاشم جلسۂ سقیفہ مین شریک ہو جاتے۔ لاریب حضرت ابوبکر کے خلیفہ

بنانے کے لئے چٹ منگنی پٹ بیاہ کی کارروائی کے سوا کوئی دوسری کارروائی مفید مطلب نہین ہو سکتی تھی وہ حضرات جو الیکشن کے مضمون پر لوٹے جاتے ہین اب سوچین کہ کیا الیکشن اسی کو کہتے ہین جس کا ظہور سقیفہ مین ہوا۔ بہت جائے تعجب ہے کہ رسول اللہ کا جانشین منتخب کیا جائے اور اس طرح کا بے سروپا اجماع وقوع مین لایا جائے۔ تمام امور کو ملحوظ رکھکر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اپنا خلیفہ قرار دیا جانا مرکوز خاطر تھا۔ حضرت ابوبکر کی خلیفہ سازی صرف ایک پردہ داری تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلافت رانی درحقیقت حضرت ابوبکر کے عہد مین حضرت عمر ہی کے ہاتھ مین رہی۔ یہ بھی حضرت عمر سمجھتے تھے کہ حضرت ابوبکر سن رسیدہ ہین آپکی خلافت کا عرصہ دراز نہو گا تب پردہ داری کی کوئی حاجت بھی نرہے گی۔ اتخلاف کے رو سے ضرور حضرت ابوبکر آپ کو خلیفہ بناکر عالم جاودانی کی طرف سدہارین گے۔ سایل پوچھ سکتا ہے کہ حضرت عمر کے خلیفہ بنانے مین الیکشن کی کارروائی کیون نہین عمل مین لائی گئی استخلاف کا نواحداث امر کیون برتا گیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ خود حضرت ابوبکر کے خلیفہ بنانے مین الیکشن کا مضمون کبھی ملحوظ نہین رکھا گیا تھا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا ڈالا تھا۔ اب مرنے کے وقت حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنا ڈالا۔ ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔ حضرت شیخین کی خلافت پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ مین سے کسی صاحب کی خلافت حکم خدا و رسول کے مطابق ظہور مین نہین آئی ہے زمانہ کے ایر پھیر سے دونون صاحبون کو خلافت ہاتھ لگ گئی تھی۔ پس ایسے خلفاء رسول اللہ کے خلیفہ کہے جانے کا خس برابر بھی حق نہین رکھتے ہین یون حضرات ناانصاف ایسے خلفا کو جس خطاب سے یاد فرماوین مختار ہین۔

اس خود ساز خلافت کے نتائج پر اگر اہلِ انصاف نظر غور ڈالین گے تو معلوم ہوگا کہ پولیٹکل نقصانات کے علاوہ اس خلافت کی بدولت مذہبی نقصانات بھی اسلام کو بہت کچھ اٹھانا پڑے۔ خلافت امامت سے علحدہ وجود نہین رکھہ سکتی۔ بہرحال جب خلافت خودساز قائم ہو گئی تو مذہبی امور مین بھی اسے دخل دینا ضرور ہو گیا۔ چنانچہ جب حضرتِ ابوبکر کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علی قرآن جمع کر رہے ہین تو آپ نے بھی زید بن ثابت ابی ابن کعب وغیرہ کو قرآن جمع کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اُن مقرر کردہ اشخاص نے حضرت خلیفہ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ ایسے حکم کے نافذ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حضرت علی تو قرآن جمع کرہی

خود ساز خلافت کے نتائج

رہے تھے۔ مگر حضرت علی کی مخالفت نے حضرت خلیفہ کو ایسی کارروائی پر آمادہ کر دیا۔ کیا حضرت خلیفہ نہین جانتے تھے کہ اَلْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰن۔ حدیث نبوی ہے۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو کم سے کم حضرت علی کو جلسہ قرآنی کا ایک ممبر ہی بنایا ہوتا۔ مگر اس امر معقول پر حضرت خلیفہ کی مخالفت جو حضرت علی کے ساتھ تھی کب حضرت خلیفہ کو اس طرح پر عامل ہونے دے سکتی تھی۔ حضرت علی کو علم قرآن کامل طور پر حاصل تھا۔ حضرت علی کو اسکی کوئی ضرورت لاحق نہ تھی کہ زید ابن ثابت وغیرہ سے قرآن کے جمع کرنے مین مدد لیتے۔ اس کے برخلاف حالت حضرت خلیفہ کی تھی کہ جسکے باعث آپ خود قرآن کے جمع کرنے پر قادر نہ تھے۔ خلیفہ رسول اللہ اور نقص علم قرآن عجب طرفہ مضمون ہے۔ تماشا ہے کہ اس پر بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلیفہ ذوالاجتہاد کہے جاتے ہین۔ حضرت عمر تو حضرت ابوبکر سے بھی علم قرآنی مین بہت کم تھے۔ اس نقصان عمری سے مدینہ کے سکنا خوب واقف تھے۔ حتے کہ مدینہ کی ایک بڑھیا نے بھی حضرت عمر کو الزاماً کہہ دیا تھا کہ تم خلیفہ ہو مگر علم قرآن نہین رکھتے۔ حضرت ابوبکر کا مجتہد قرار دیا جانا ایک طرفہ مضمون ہے۔ مشکوٰۃ کی کتاب المیراث اور موطا کے صفحہ ۳۰۷ مین مذکور ہے کہ ایک عورت کسی میت کی دادی تھی حضرت ابوبکر سے اس نے سوال کیا کہ دادی کا حق میت کے ترکہ مین کتنا ہے۔ آپ نے جواب مین فرمایا کہ تیرا حق نہ قرآن مین ہے نہ حدیث مین۔ ابھی تو چلی جا۔ ہم واقف کار شخص سے حقیقت حال دریافت کرکے آیندہ کہین گے۔ خلیفۂ وقت اور دادی کے حق سے ناواقف ہو کمال جائے تاسف ہے۔ واہ وا اس اطلاع مذہبی پر حضرت ابوبکر خلیفہ مجتہد کہلاتے ہین جب آپ کی ایسی اطلاع تھی تو حضرت عمر کا علم معلوم۔ علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ بقول رسول حضرت ابوبکر اعلم الصحابہ تھے۔ اگر واقعی یہ حدیث حدیث نبوی ہے تو ضرور حضرت رسول کے دیگر صحابی حضرت ابوبکر سے بھی کم اطلاع رکھتے ہون گے۔ ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی لاعلمی کی وجہ سے وہ صحابی حضرت علی کے قدردان نہو سکے اور مجانست کے تقاضا سے حضرت ابوبکر کی خلافت کو قبول کر لیا۔ اگر حضرت ابوبکر مجتہد ہونے کی لیاقت نہین رکھتے تھے تو حضرت عمر حضرت ابوبکر سے بھی کم اس امتیاز کے مستحق تھے۔ مسلم کے جلد ۲ صفحہ ۷۱ مین روایت انس بن مالک سے یہ حدیث پائی جاتی ہے کہ حضرت رسول ۴۰ دُرّے شراب خوار کو مارتے تھے اور یہی دستور حضرت ابوبکر کا بھی تھا۔ مگر حضرت عمر نے عبدالرحمن بن عوف کے مشورے سے شراب خوار کو ۸۰ درے لگائے مشورہ دینے والے کیا طبیعت دار تھے کہ شراب خواری کی حد کو دوگنا کر دیا اور اس مشورے

پر عامل ہونا بھی ایک خاص حصہ حضرت عمر کا تھا - واقعی کیا قول حق رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ مین
نہین جانتا کہ میرے بعد کیا کیا امر تم لوگ احداث کروگے - امر نو کی احداث کی ایک عمدہ مثال یہ
افزونی سزا شراب خواری کی ہے یہان پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ آپ کے مشیر بالا بھی آپ ہی کی طرح
اطلاع مذہبی سے بے بہرہ تھے ورنہ ۴۰ درے کی جگہ ۸۰ درے کا حکم حضرت خلیفہ کیون صادر فرماتے
معاذ اللہ امور دین سے یہ لاعلمی اور اہلبیت آپ کو خلیفہ مجتہد قرار دیتے ہین - اونٹ رے اونٹ
تیری کون سی کل سیدھی - دوسرا واقعہ آپ کے مجتہدانہ کارروائی کا یہ ہے کہ موطا کے صفحہ ۴۲
مین مسطور ہے کہ موذن مسجد حضرت عمر کے پاس آیا اور حضرت عمر کو سوتا پاکر بولا کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ
مِّنَ النَّوۡمِ - یا امیر المومنین یعنی نماز سونے سے بہتر ہے اے امیر المومنین - پس حضرت عمر نے حکم
دیا کہ موذن اس جملہ کو اذان صبح مین داخل کرے - یہ عجب اجتہاد ہے - اگر دوسرے روز موذن
کوئی دوسرا جملہ ارشاد کرتا تو وہ داخل اذان کردیا جاتا - نہایت تعجب ہے کہ حَیَّ عَلٰی خَیۡرِ
الۡعَمَلِ جو عہد رسول اللہ سے داخل اذان چلا آتا ہے اسے حضرت خلیفہ نے اذان سے
متروک کردیا اور موذن کے اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ کو داخل اذان کردیا - حضرت رسول
نے جو یہ فرمایا تھا کہ مین جانتا ہون کہ میرے بعد تم لوگ کیا احداث کروگے واقعی ایک سچا
قول تھا - پوشیدہ نہین ہے کہ ہر خلیفہ کے عہد مین اسی طرح نو احداثی امور وقوع مین
آتے ہی گئے ہین اور کیونکر وقوع مین نہین آتے - فرمودۂ حضرت رسول کا غلط ہو نہین سکتا

حضرت عمر کی مخالفانہ دوکان اجتہادی

جب زمانہ حضرت عمر کی خلافت کا آیا اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی اجتہاد مسائل کرتے
ہین اور بنی ہاشم آپ کے اجتہادات کی پابندی کرتے ہین تو حضرت خلیفہ نے ایک علحدہ مخالفانہ دوکان
اجتہاد کی کھولی - آپ نے اجتہاد کے لئے ایک مجلس قائم کی اور وہی زید ابن ثابت اور ابی ابن کعب
وغیرہ اس مجلس کے ممبر مقرر کئے گئے - اسوقت سے اسلامیون مین مذہبی پھوٹ کی ابتدا ہوئی حضرت
علی ایک طرف اجتہاد کرتے تھے اور مجلس اجتہاد دوسری جانب اجتہادی کارروائی عمل مین لاتی تھی
علی کے اجتہادات نے مذہب امامیہ کی شکل پکڑی اور زید ابن ثابت کے اجتہادات نے مذہب اہلسنت
کی - مرور ایام سے ان دونون مذہبون مین تفرقہ بڑھتا ہی گیا - مگر چونکہ زید ابن ثابت کا مذہب مذہب
خلافت تھا اس نے تھوڑے ہی دنون مین امتیازی حیثیت پیدا کرلی - برخلاف اسکے مذہب علی
بن ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم کے احاطہ سے باہر قدم نہین رکھ سکا - اہل واقفیت سے پوشیدہ
نہین ہے کہ اہلسنت کے نزدیک حضرت شیخین امور اصول دین کے مجتہد مانے جاتے ہین اور فروعی

امور کے امام اور مجتہد ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک اور امام حنبل سمجھے جاتے ہین۔ چنانچہ
شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جو کچھ ہم لوگون تک امور دین کے متعلق پہونچا ہے حضرت شیخین اور
ائمہ اربعہ سے پہونچا ہے۔ اِس تحریر سے عیان ہے کہ اہلسنت کو مذہب علی سے کوئی واسطہ نہین رہا ہی
اجتہادات علی اور حضرت علی کے جانشینان یعنی ائمہ خاندان پیمبر کے اجتہادات سے اہلسنت کو تمام تر
آزادی رہی ہے اور اس وقت بھی وہی آزادی قایم ہے اور تا قیامت قایم رہیگی۔ غیر سادات کے
لئے یہ بے تعلقی کوئی تعجب خیز امر نہین ہے مگر سادات کا امور اصولی و فروعی مین خاندان پیمبر کے ائمہ
علیہم السلام کے امور اصولی و فروعی سے کنارہ کش ہو جانا ایک سخت جانگزا امر ہے۔ مذہب علی سے سادات
کی علحدگی کی وجہین بہت سی نظر آتی ہین۔ اول وجہ یہ ہے کہ سادات کا تسلط ارضی باقی نہین رہا
تھا۔ شاہان اسلام اکثر اسی قبیلہ کے لوگ تھے جن مین زید ابن ثابت کا مذہب جگہ کر چکا تھا نسل پیمبر
کو دنیوی خوش حالی خیرباد کہہ چکی تھی حتیٰ کہ فدک کی زمینداری تک باقی نہین رہی تھی۔ حضرت شیخین
کے زمانہ مین بنی ہاشم کمزور ہو چکے تھے۔ حضرت شیخین بنی ہاشم سے روگردان رہتے تھے۔ بنی ہاشم کی
کسی طرح کی سرپرستی گوارا نہین کر سکتے تھے۔ مخالفین بنی ہاشم کے ساتھ ان دونون بزرگوارون
کو ہر طرح کا سلوک مد نظر رہتا تھا چنانچہ رسول اللہ کے پامال کردہ قبیلہ بنی امیہ کو سرنو سے حضرت
شیخین نے وہ راہ ثروت کی دکھائی کہ جو انھین اپنے سابق کی خوشحالی کے زمانہ مین بھی نصیب
نہین ہوئی تھی اپنے وقت آخر مین حضرت عمر نے حضرت عثمان کو اپنی پولیٹکل چالون سے اپنا
جانشین ہو جانے تک کا پورا سامان کر دیا۔ حضرت عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اپنی قوم کے لوگون
کو جن مین چند نفر مردود درگاہ خدا و رسول تھے حکومتون پر سرفراز کرنا شروع کر دیا۔ حضرت
خلیفہ ثالث کے وقت مین بڑی اور چھوٹی اما رتون پر بنی امیہ ہی معمور نظر آتے تھے۔ اِس عہد
مین بنی امیہ بلاد اسلام کے تمامتر مالک ہو گئے تھے اور بنی ہاشم نا پرسانی کی حالت مین جا پڑے
تھے۔ حکومت سے بنی ہاشم کو کوئی سروکار نہین رہا تھا۔ اِس پر بنی ہاشم اپنے سردار دین یعنی
حضرت کے دین پر استوار تھے اور برسون تک استوار رہے۔ حضرت عثمان کے بعد اگر حضرت
علی پر خلافت قرار پائی بھی تو امیر معاویہ کی بے عنوانیون سے حضرت علی کا تسلط ارضی قائم
نہین رہ سکا۔ حضرت علی کی مختصر خلافت کے بعد ہی امام حسن کو خلع خلافت کی نوبت آگئی اور پھر
بنی امیہ تمام بلاد اسلام کے مالک ہو گئے۔ معاویہ کے عہد مین امام حسن کا کام زہر سے تمام کر دیا
گیا۔ عہد معاویہ مین بنی ہاشم اور ہوا خواہانِ بنی ہاشم کو دنیوی فروغ کی صورت کیا ہو سکتی تھی۔

فروغ بنی ہاشم کو اس عہد مین ہر طرح کی ایذا سے سامنا رہا۔ یہان تک کہ باضابطہ حضرت علی
پر سب وشتم کی کارروائی امیر معاویہ کے حکم سے جزو مذہب قرار پاگئی۔ جب امیر معاویہ خدا کے پاس
اپنے اعمال کا حساب سمجھانے کے لئے اِس عالم سے رخصت ہوگئے تب آپ کے صاحبزادے
یزید صاحب جو بعض اہلسنت کے خلفا اثنا عشر سے ایک خلیفہ مانے جاتے ہین مسند آرائے
خلافت ہوے اس عہد مین تو گویا خاندانِ پیمبر کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ایک امام زین العابدینؑ اپنی
علالت کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ اگر آپ بھی شہید ہو جاتے تو رسول خدا کی نسل صفحۂ ہستی سے
معدوم ہو جاتی۔ یزید کے وقت مین بنی ہاشم کو زندہ رہنا دشوار تھا انکی ثروت مالی تو بحث
سے خارج ہے۔ بعد یزید کے قبیلہ بنی امیہ مین ۹۴ (چورانوے) برس خلافت قائم رہی
اور سادات کے ساتھ وہی سلوک جاری رہا جو قبل مین ہوتا رہتا تھا۔ اس کے بعد بنی عباس
بلاد اسلام کے بادشاہ یا خلیفہ ہوتے رہے اور ہر طرح کی بدسلوکیان بنی ہاشم کے ساتھ جباران
وقت کے ہاتھون ہوتی رہین۔ خلفا بنی عباس کا بھی وہی مذہب تھا جو خلفا بنی امیہ کا تھا۔
صرف دو ایک خلیفہ بنی عباس کے ایسے گذرے ہین جو مذہب علےؑ رکھتے تھے ورنہ سب کے
سب مذہب زید ابن ثابت کے پابند تھے۔ پس جیسا کہ عہد مین بنی امیہ کے بنی ہاشم بدحال ہوئے
تھے بنی عباس کے زمانہ مین بدحال رہے۔ وہی سادات کشی اس عہد مین بھی جاری رہی چنانچہ
خاندان پیمبر کے ائمہ انھین دونون کے عہد مین برابر شہید ہوتے رہے۔ اِس پر بھی بنی ہاشم حضرت
علی اور اپنے خاندان کے ائمہ کے مذہب پر قائم رہے۔ بعد بنی عباس کی خلافت کے بیشتر سنی خاندان
کے بادشاہ دنیا مین ہوتے گئے۔ چنانچہ ہندوستان مین بھی سنی خاندانون کے بادشاہ برابر ہوتے گئے
آخر خاندان شاہان ہند کا یعنی خاندان مغلیہ بھی سنی ہی تھا سلطنت کو مذہب مین بڑا دخل ہوتا ہے۔
الناس علے دین ملوکھم ایک سچا قول ہے۔ اِس وقت جو ہندوستان مین کثرت سے سنی المذہب
مسلمان دیکھے جاتے ہین اس کا سبب یہی ہے کہ اسلامی بادشاہ ہند سنی تھے۔ اگر شیعی خاندان
کے لوگ سربرآوردہ دیکھے بھی جاتے تھے تو تقیہ مین زندگی بسر کرتے تھے۔ البتہ جب سے مغلیہ
سلطنت مین ضعف آگیا تب سے بہت ضرورت تقیہ کی باقی نہین رہی بے تقیہ بھی ممتاز عہدون
پر کچھ شیعی مذہب والے نظر آنے لگے۔ مثلاً صوبہ داران اودھ و بنگالہ جو سلطنت مغلیہ کی بدحالی کے
وقت مین عروج پاتے گئے۔ سلطنت مغلیہ کے عروج کے وقت مین مذہب شیعی رکھکر حضرات سادات
سلطنت کیطرف سے کسی طرح کی فلاح کی امید نہین رکھ سکتے تھے۔ قاضی سیّد نور اللہ شستری رحمۃ اللہ

اقوال قابل لحاظ

علیہ شہید ثالث کا واقعہ معروف خاص و عام ہے۔ اللہ اکبر کیا عداوت اور مخالفت جبارین زمانہ کو دوستان اہلبیت سے تھی اور اِس وقت بھی ہے۔ عہدہ اور جاگیرات کا مدار سنی ہونے پر تھا خود راقم کے بزرگون مین نواب سید محمد سعید خان فیروز جنگ امیرالوزرا جو عہد شاہجہان اورنگ زیب مین وزیر اعظم رہے تقیہ کے بدولت ایک عرصۂ دراز تک برسرِ ثروت رہ سکے۔ ظاہر ہے کہ تقیہ کے ساتھ استحفاظ مذہب کی صورت ہو نہین سکتی۔ دو چار پشت کے بعد ایسے تقیہ کرنے والون کی اولاد آخر سنّی ہو جاتی ہے جیساکہ اِس وقت صوبہ بہار مین دیکھا جاتا ہے۔ کچھ سادات جو تقیہ پر حامل نہو سکے اکتساب معاش کی نظر سے ناچار پیری مریدی کیطرف انکو جانا پڑا۔ انکی اولادین دو چار پشت مین باضابطہ سنّی ہو گئین ایسے سادات جو چند پشتون سے سنّی ہوتے چلے آئے ہین وہ یہ سمجھتے ہین کہ علی مرتضےٰ کا بھی وہی مذہب تھا جو اِس وقت ان کا ہے۔ ایسے سادات کے لئے اب مذہب علی اختیار کرنا ایک سخت دشوار امر ہے صوبۂ بہار مین جو چند پشتون سے سادات سنی ہو رہے ہین وہ تعصب مین بنی امیّہ اور بنی عباس سے کچھ کم بھی نہین ہین۔ انمین بنی ہاشم کی جھلک تک باقی نہین رہی ہے۔ دوسری وجہ سادات کو سنی دیکھے جانے کی یہ ہے کہ تقاضائے تعلیم سے بھی شیعی خاندان کے افراد سنی ہو جاتے ہین اس کی مثالین بہت ہین۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ اگر شیعی خاندان کا لڑکا کسی سُنّی صاحب کو ہاتھ لگ جاتا ہے تو سنّی مذہب کی تعلیم پاکر بنی اُمیّہ اور بنی عباس کا ایک اچھا نمونہ ہو جاتا ہے۔ اسکی مثال اسوقت میرے پیش نظر ہے یہ تماشا مین اپنے احاطۂ خاندان مین دیکھ رہا ہون۔ سنی تعلیم و تعلم کا یہ طور ہوتا ہے کہ کتابین معقولات دینیات کی معروف طور پر پڑھائی جاتی ہین۔ امام ابو حنیفہ صاحب کی فقہ سے اطلاع دیجاتی ہے۔ سنی عقائد سے بھی پڑھنے والا اطلاع یاب ہو جاتا ہے۔ حدیث کی کتابین بھی پڑھا دی جاتی ہین۔ مگر علم تاریخ سے بالقصد دور رکھا جاتا ہے معاملات اہلبیت کی اِسے ہوا بھی نہین لگنے پاتی ہے اسکے برخلاف جتنے مخالفان خاندان پیمبر ہین اُن سے قلبی مرابطت کیصورت پیدا کرائی جاتی ہے۔ حدیثین بھی وہی قابل توجہ بتائی جاتی ہین جنکے راوی جانے بوجھے ہوئے دشمنان علی سے ہوتے ہین۔ راقم کہان تک اہلسنت کی بے عنوانیون کی باتون کو حوالۂ قلم کرے۔ مختصر یہ ہے کہ اُس طالب علم کے سر پر فضیلت کی پگڑی بندھنے تک وہ ایک خاصا امیر معاویہ یا ابن ملجم یا ابن خطان ہو جاتا ہے۔ راقم کو وہ اپنا زمانہ یاد آتا ہے کہ جب وہ تقاضائے تعلیم سے خاندان پیمبر کو نیچی نگاہون سے دیکھتا تھا اور اپنے استاد جناب مولوی سید محمد گل صاحب جلال آبادی کیطرح شہادت امام حسین علیہ السلام کو سرکار یزید کے ایک باغی کا قتل سمجھتا تھا۔ اِس خیال کے علما ہندوستان مین پہلے بھی تھے اور اب بھی ہین والد مرحوم

عرض راقم بحضرت سنی سادات صوبہ بہار

شمس العلما سید وحید الدین خان بہادر کے استاد جناب مولوی نعمت علی خان صاحب صدر الصدور بہادر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے قایل نہ تھے اور یہی عقیدہ جناب مولوی رکن الدین خان صاحب نصا جج کا بھی تھا - یہ دونون بزرگوار اعلےٰ پایہ کے علمائے اہلسنت سے تھے - ایسا عقیدہ کم خواندہ یا جاہل سنی کا نہین ہوسکتا - ایسے عقیدہ رکھنے والے کیلئے ضرور ہے کہ اہل سنت کے اصول خلافت سے پورے طور پر باخبر ہو -

اے حضراتِ سادات صوبۂ بہار آپ اپنی لاعلمی سے یہ سمجھے ہوئے ہین کہ اسوقت جس مذہب کے آپ پابند ہین یہ مذہب آپ کے جد حضرت علی کا ہے - اسوقت کا مذہب آپ کا مذہب علی نہین ہے مذہب زید ابن ثابت کا ہے - آپکے طبقے سے علم آبائی آپ کا رخصت ہوگیا ہے - اِس وقت آپ کے ہادیٔ طریقت وہ لوگ ہین جو بنی امیہ اور بنی عباس کا مذہب رکھتے ہین - اولاد علیؑ ہوکر مذہبِ علی سے بے تعلقی طرفہ مضمون ہے - آپ کو مذہبی امور مین خاندان پیغمبر سے کوئی تعلق باقی نہین رہا ہے - آپ کے اصول دین کے مجتہد حضرت شیخین اور فروع دین کے مجتہد ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ و امام شافعی امام حنبل اور امام مالک ہین جیسا کہ شاہ ولی اللہ نہایت سچائی کے ساتھ اسکا اقرار رکھتے ہین - آپ بحالتِ موجودہ کوئی مذہبی تعلق حضرت علی اور انکے برحق جانشینان یعنی ائمہ خاندان پیغمبر سے نہین رکھتے ہین - ائمہ اثنا عشر کے نام بھی مسلسل طور پر آپ کو معلوم نہین ہین اور معلوم کیونکر ہون جب آپ کو ان حضرات والا درجات سے کسی طرح کا تعلق باقی نہین رہا ہے اپنے سنی عقیدہ معائنہ اہل سنت کی کتابون کو دیکھو - اگر خود بھی نہین پڑھ سکتے ہو تو کسی پڑھے لکھے مسلمان دیندار آدمی کی طرف رجوع لاؤ - کیا غضب کی بات ہے کہ سادات ہوکر اپنے خاندان کے امور مذہبی سے اِس طرح بے خبر ہوں - ہین آپ تو حضرات سادات مگر کردار و گفتار و رفتار سے آپ بنی امیہ اور بنی عباس کے نام لیوا نظر آتے ہین ؎ زِ حنا کید مکہ ابو جہل این چہ بوالعجبی است ؏ آپ سادات ہوکر مخالفین سادات کی روش اختیار کرین اور مخالفان علی و فاطمہ و حسن و حسین و جمیع ائمہ خاندان پیمبر علیہم السلام کے دوست اور پیرو ہو جاوین یہ واقعی حیرت انگیز امر ہے - آپ ایسے حضرات کے طرفدار ہین جنھون نے بقول امیر معاویہ "حق علی کو چھین لیا" جنھون نے بی بی فاطمہ کیساتھ معاملۂ فدک مین بڑی ناانصافی کا پہلو اختیار کیا - جس مین سے ایک نے خانۂ فاطمہ مین آگ لگا دینے پر بڑی مستعدی دکھلائی اور حضرت سیدہ کے بطن مبارک پر ایسی ضرب لگائی جس سے حضرت معصومہ کا حمل ساقط ہوگیا اور اسی صدمے سے بیمار ہوکر پانچ مہینے کے اندر انتقال فرماگیئن (ثبوت کیلئے دیکھو ملل و نحل عبدالکریم شہرستانی جلد اول صفحہ ۵۷) جنھون نے مردہ قبیلۂ بنی امیہ کو جو

ملعون خدا ورسول تھا سرِنو سے زندہ کرکے اپنے کو بسبب قریب یا بسبب بعید شہادتِ امام حسنؑ وشہادت امام حسینؑ وجمیع ائمہ خاندان پیمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا بنایا یہ سب تو ہوتا ہی گیا دین محمدی مین بھی وہ مخالفان علیؑ رخنہ اندازی کے لئے مستعد ہوگئے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ کے قرآن جمع کرنے کی خبران مخالفان علیؑ کو ہوئی تو قرآن جمع کرنے کے لئے زید بن ثابت ابی ابن کعب وغیرہ کو قرآن جمع کرنے پر متعین کیا۔ علی کا جمع کردہ قرآن کیا ہوا کچھ نہین معلوم مگر ابن زید ابن ثابت کا قرآن قریب قریب وہی ہی جو اسوقت مسلمانون کے پاس ہے۔ پھر جب ان مخالفان علی کو معلوم ہوا کہ حضرت علی اجتہاد مسائل کرتے ہین تو انھون نے اپنے جامعان قرآن کو اجتہاد مسائل کے لئے مقرر کیا۔ وہ جامعان قرآن اجتہاد مسائل کرنے لگے اور اِس مذہب کے بانی ہوے جو مذہب زید ابن ثابت کہلاتا ہی اور جسکے ای سید سنی بھائیو اِس وقت آپ پابند دیکھے جاتے ہین۔ اے حضرات آپ اپنی لاعلمی سے اپنے اسوقت کے مذہب کو مذہب علی سمجھے ہوئے ہین۔ یہ مذہب عمری ہے جو حضرت عمر کی سرپرستی مین ظہور پذیر ہوا تھا اور جس سے ایک عرصہ تک بنی ہاشم کو اس کی ہوا بھی نہین لگ سکی تھی۔ سادات ہمارے مین مذہب تسنن کے جگہ کرنے کی وجہ اور کوئی نہین ہوئی اِلّا یہ کہ ہندوستان کی سلطنت سنی بادشاہون کے ہاتھ مین صدیون پڑی رہی تھی۔ الناس علٰی دین ملوکھم ایک نہایت صحیح قول ہے۔ پس شاہی عہد کے سادات سنی نہ بن جاتے تو کیا کرتے۔ لیکن اسوقت کس چیز کی توقع مروج شاہان ہند سے ہے جو اس وقت دشمنان خاندان پیمبر کے پیرو اور ہم طریق آپ حضرات ہو رہے ہین۔ کیا غضب کی بات ہی کہ مخالفان علی نے حقوق اہلبیت تو چھین ہی لئے تھے دین کی سرداری بھی علی سے چھین لی۔ کیونکر علی کے دین کا نام دنیا مین رہگیا ایک نہایت تعجب خیز امر ہے۔ ظاہرا سبب دین علی کی بقا کا یہ معلوم ہوتا ہی کہ بنی ہاشم یعنی حضرت رسول اللہ کے خاندان کی بزرگوار اور ان کے دوستدار اجتہادات علی کی تبعیت کرتے رہے اور بقیہ ائمہ خاندان پیمبر کے وقت تک ایسا ہی کرتے رہے۔ دو سو برس تک جب مذہب علی زندہ رہ سکا تو پھر اس کا آیندہ بھی زندہ رہ جانا صورتِ امکان رکھتا تھا۔ اِس لئے مذہب علی زندہ رہ گیا اور اس کے پیروان ابھی تک دیار و امصار مین کچھ نہ کچھ دکھائی دیتے ہین۔ عہد ائمہ اثنا عشر تک تو اکثر بنی ہاشم و دوستداران بنی ہاشم مذہب علی کے پابند معتقدی کے ساتھ رہے مگر سنی بادشاہون کا زمانہ دنیا مین آگیا تو تقاضائے سلطنت سے سادات اپنے آبائی دین سے قدم باہر رکھنے لگے۔ جس کی مثالی آپ حضرات ساداتِ ہمارے بھی ہین جو افعال و خواص مین بنی امیہ اور بنی عباس سے کم نہین نظر آتے ہین۔ آپ حضرات مین آپ کے سب کے سب تقاضائے مذہبی سے امیر معاویہ کو خلیفۂ پنجم جانتے ہین اور کچھ ایسے بھی ہین کہ یزید کو خلیفۂ وقت مان کر شہادت امام حسین کے قایل

نہین ہین ایک سید صاحب واقعۂ کربلا کی نسبت مجھ سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ دو برادر بودند باخوہا
جنگ کردند یکے ظفریاب شد و دیگر مقتول گردید۔ معاذ اللہ سید اور یہ قول۔ کا تخول ثم کا تخول بہار
کے حضرات سیدات مین حنفی المذہب ہونے کے علاوہ کچھ اہل حدیث بھی ہین اور چند حضرات نے کو
اہل قرآن کہتے ہین۔ اہل القرآن کا بیان آچکا ہے۔ یہ فرقہ خوارج کیطرح دشمن اہلبیت نظر آتا ہے
واضح ہو کہ اہلبیت آن صلعم کے ساتھ جو حضرت شیخین اور انکے پیروان نے بدسلوکیان کین انکے بیان
کے لئے ایک وقت درکار ہے اس کتاب مین انکے بیان کی گنجایش امکانی صورت نہین رکھتی۔ بہر
حال مختصر یہ ہے کہ حضرت شیخین اور انکے پیروان نے حدیث ثقلین کی تعمیل کیا خوب کی واہ واکیا کہنا ہی
دو امر گران سے ایک مضمون اہلبیت نبوی کا تھا اس کی کیفیت مختصر طور پر بیان کی جاچکی اب دیکھنا ہی
کہ دوسرا امر گران یعنی قرآن کے ساتھ مخالفان اہلبیت نے کیا کارروائی ملحوظ رکھی۔ پوشیدہ نہین ہی کہ
جب زمانہ حضرت عثمان کی خلافت کا آیا تو آپ نے قرآن کی تصحیح کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔
تصحیح وغیرہ تو خاک نہین کی گئی بیکار ہزارون نسخے قرآن کے حضرت خلیفہ کے حکم سے جلا ڈالے گئے تصحیح
ہوئی تو یہی ہوئی کہ قرآن سے حضرت علی کا نام خارج کردیا گیا اور آل محمد کا لفظ بھی نکالدیا گیا۔ اگر اس
کی تفصیل آپ چاہین تو راقم کی مصباح الظلم کو ملاحظہ فرمالین۔ پھر اس قرآن کو جو صحیفۂ عثمانی کا حکم رکھتا ہے
امیر معاویہ نے اسکے سیکڑون نسخون کو جھنڈون پر آویزان کر ڈالا اور ولید نے اس قرآن کو تیرباران کیا
لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلی الظَّالِمین بالمختصر مخالفان خاندان پیمبر نے حدیث ثقلین کی جیسی تعمیل کی اہلسنت کی کتابون مین آتی ہے سکا اعادہ
اے سنی سید بھائیو۔ اگر آپ توجہ کے ساتھ اہلبیت نبوی اور قرآن پاک کے معاملات پر نظر
ڈالین گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس طرح پر امتیان محمدؐ نے اپنے پیمبرؐ کے اہلبیتؑ اور کتاب اللہ
یعنی قرآن کے ساتھ سلوک بد کیا ہے دنیا کی کسی امت نے اپنے پیمبر کے اہلبیت اور کتاب اللہ کے
ساتھ نہین کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ کامل اور ابو الفدا مین ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت کی گئی تو حضرت علیؑ
نے معاملۂ بیعت کا طرز عمل دیکھکر فرمایا کہ آج یہ پہلا دن نہین ہے کہ تم لوگون نے ہم پر غلبہ کیا۔ خیر صبر بہتر ہے
اے عبدالرحمن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اسی لئے کی ہے کہ امر امامت تمہاری جانب پھر جاوے
عبدالرحمن بن عوف بولے کہ اے علی تم اِس کا خیال نہ کرو پس حضرت علی اس مکان سے باہر
نکلے اور یہ فرماتے جاتے تھے سیبلغ الکتاب اجلہ۔ مقداد نے کہا کہ اے عبدالرحمن تم نے علی کو ترک
کیا۔ حالانکہ واللہ وہ ان لوگون سے ہین جو حق کے ساتھ حکم اور عدل کرتے ہین۔ نیز تاریخ کامل و تاریخ
ابن جریر طبری مین ہے کہ بعد ازان مقداد نے کہا کہ مین نے ایسا برتاؤ نہین دیکھا جیسا کہ اہلبیتؑ نبوی کے

ساتھ انکے نبی کے بعد کیا گیا۔ مجھے تعجب ہے کہ قریش نے ایسے شخص کو ترک کیا، جس سے بڑھکر نہ مین کسی کو اعلم جانتا ہون نہ اقضیٰ بالعدل کہہ سکتا ہون۔ خدا کی قسم اگر مین ناصر اور مددگار پاتا۔ مقداد اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے مقداد خدا سے ڈرو مجھے خوف ہے کہ کہین تم پر فتنہ نہ برپا ہو۔ اور مروج مسعودی مین ہے۔ کہ عمار نے مسجد نبوی مین کھڑے ہو کر کہا کہ اے گروہ قریش جبکہ تم امر خلافت کو اپنے نبی کے اہلبیتؑ سے پھیر کر کبھی یہان لے گئے اور کبھی وہان تو ہکو اس بات سے بھی خوف نہ ہونا چاہیئے کہ خدا اس امر کو تم سے لیکر تمھارے غیر کو دیدے جیسا کہ تم نے اسکو اس کے اہل سے لیکر اس کے غیر اہل کو دیدیا ہے۔ پھر مقداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول مقبول کے بعد جیسی ایذا اہلبیتؑ رسالت کو پہونچائی گئی ہے ایسی تو مین نے کبھی نہین دیکھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے مقداد تم یہ کیا کہہ رہے ہو مقداد بولے کیون نہ کہون کہ مین اہلبیتؑ رسالت کو حب رسولؐ کی وجہ سے دوست رکھتا ہون اور بیشک حق انہین کے ساتھ اور انھین مین ہے۔ اے عبدالرحمٰن مین تعجب کرتا ہون قریش سے تم جنھین غلبہ دلانے کی کوشش کرتے ہو اور جو اس بات پر مجتمع ہوے ہین کہ رسولؐ کی محبت اور عظمت کو آنحضرت کے بعد اُن کے اہلبیت سے چھین لین۔ اے عبدالرحمٰن آگاہ ہو کہ اگر مین انصار و مددگار پاتا تو خدا کی قسم قریش کے ساتھ اسی طرح قتال کرتا جس طرح مین نے جنگ بدر مین کیا ہے۔ اور تاریخ ابن جریر مین ہے کہ عمار بن یاسر نے کہا کہ ایہا الناس خدائے عزوجل نے اپنے دین کے ساتھ ہکو عزت دی اور اپنے نبی کے نسبت سے ہکو بزرگی عطا فرمائی۔ پس تم امر خلافت کو اپنے نبی کے اہلبیت سے کہان پھیر رہے ہو۔ ای سنی سید بھائیو آپ سے بھی راقم کو تعجب آتا ہے کہ مخالفان اہلبیتؑ کے ساتھ آپ حضرات جا ملے ہین اور دیناً و ایماناً قبیلۂ بنی امیہ مین داخل ہو بیٹھے ہین۔ یہ قبیلہ تو بقول خدا و رسولؐ ایک ملعون قبیلہ قرار پاچکا ہے اب آپ حضرات اپنی خبر لیجئے۔ حق یہ ہے کہ اکابر امتیان رسول مقبول احکام نبوی سے سرتابیان علانیہ صلعم مین بارہا کرچکے تھے جیسا کہ فرار از غزوات و معاملۂ صلح حدیبیہ و معاملۂ خم غدیر و معاملۂ تخلف از جیش اسامہ و معاملۂ قصۂ قرطاس سے حقیقت حال آشکارا ہے۔ بعد آنحضرت صلعم کے انھین اکابر امتیان کے معاملات جو برخلاف مضمون حدیث ثقلین کے اہلبیت نبوی و قرآن پاک کے ساتھ ظہور مین آتے گئے ہین کچھ ایسے تعجب خیز معلوم ہوتے ہین کہ بے اختیار دل پکار اٹھتا ہے کہ خدایا ایسی نافرمان اُمت محمدی بعض امم سابقہ کی طرح کیون مسخ نہین کرڈالی گئی حق یہ ہے کہ چونکہ مضمون رحمۃ اللعالمین کا درمیان مین حائل تھا اس طرح کی سزائے نافرمانی ظہور مین نہین آسکی۔ بہرحال اس مین شک نہین ہے کہ اکابر امتیان محمدی نے اہلبیتؑ نبوی کے ساتھ جو برتاؤ رکھا ہے وہ ایسا ہی نظر آتا ہے کہ حدیث ثقلین سے تمامتر

مخالفانہ انداز رکھتا ہے اب دیکھئے کہ دوسرا امر اہم یعنی قرآن پاک کے ساتھ اکابر استیان محمدی کس طرح پیش آئے ۔ قرآنی واقعات یہ ہین کہ عہد حضرت ابو بکر مین آپ کے حکم سے قرآن جمع کیا گیا۔ اِس کام کے لئے خلافت اولیٰ کی طرف سے زید بن ثابت ابی ابن کعب وغیرہ مقرر کئے گئے ۔ چنانچہ ان حضرات نے قرآن کو جمع فرمایا۔ یہی جمع کردہ قرآن حضرات بالا کا مسلمانون مین عہد شیخین تک مروج رہا ۔ مگر جب زمانہ حضرت عثمان کی خلافت کا آیا تو آپ نے چند اشخاص کے ذریعہ سے قرآن کی تصحیح و ترتیب از سر نو فرمائی ۔ اس تصحیح اور ترتیب سے نہ صرف مقدم آیتین سابق کے نسخہ ہائے قرآن کی موخر کی گئین یا یہ کئے کہ بہت سی مدنی آیتین کی آیتون مین اور کی آیتین مدنی آیتون مین جا ملین بلکہ کچھ الفاظ کے ترک سے منصوص حیثیت علے مرتضیٰ اور آل محمد کی جاتی رہی ۔ خلافت کی طرف سے تصحیح و ترتیب قرآن کے لئے زید ابن ثابت عبدالرحمن بن زہیر سعید بن العاص اور عبداللہ بن الحارث بن ہشام مقرر کئے گئے تھے ۔ یہ اشخاص حضرت علی کے ساتھ کھلے طور پر عناد رکھتے تھے ۔ ان اشخاص نے اختلافات قرآنی کی بنیاد پر لفظ آل محمدؐ اور بھی علی کے نام کو جو چند جگہ پر داخل قرآن تھا قرآن سے خارج کر دیا۔ حق یہ ہے کہ ان مصححین قرآن کو لفظ آل محمدؐ اور نام پاک مرتضوی کو قرآن سے خارج کر دینا تھا اختلافات قرآنی کا بہانہ ایک بہانہ ہی تھا ۔ خیر ان کے اس فعل سے جب علی اور آل محمدؐ کی منصوصیت باقی نہین رہی تو ظاہر ہے کہ آیندہ حضرات اہلبیت کے ساتھ کیون کوئی متمسک ہونے لگا ۔ عموماً اہلسنت یہی کہتے ہین کہ قرآن مین نام کسی اہلبیت کا نہین دیکھا جاتا ہے تو پھر امامت علی کی یا اور کسی اہلبیت کی کیونکر قرآن سے ثابت ہو سکتی ہے ۔ یہی بیان اس فرقہ کا بھی ہے جو اپنے کو اہل القرآن کہتا ہے ۔ خاصکر اِس فرقہ کے نزدیک تو کوئی وقعت علے مرتضیٰ کی صورتِ امکان نہین رکھ سکتی ہے ۔ اِس لئے کہ ایسی احادیث نبوی جو مختص بمدح و منقبت علی ہین اِس فرقہ کے نزدیک قابلِ پذیرائی مقصود نہین ہین اور قرآن سے منصوص حیثیت علے کی حضرت عثمان کے بدولت جا ہی چکی ہے تو یہ فرقہ کسی طرح پر حضرت علی کا متمسک نہین ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ اِس فرقہ کا انداز تمامتر فرقۂ خوارج کا انداز نظر آتا ہے ۔ بہرحال واضح ہو کہ عہد آنحضرت صلعم مین آیۂ بلغ پارہ ۶ رکوع ۱۴ کی قرأت یون ہوتی ہے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین الخ یہ ٹکڑا انا علیا مولی المومنین کا قرآن موجودہ سے خارج کر دیا ہے ۔ اس ترک کا پورا پتہ تفسیر در منثور علامۂ جلال الدین سیوطی و کتاب مفتاح النجاے مرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی سے لگتا ہے ۔ اسی طرح مفسرین لکھتے ہین کہ قرأت ابن مسعود مین کفی اللہ المومنین القتال کے بعد بعلی ابن ابی طالب کا ٹکڑا داخل تھا جیسا کہ اسی درمنثور اور مفتاح النجا مین ایسا ہی لکھا

ہوا ہے۔ پھر ثعلبی اپنی تفسیر مین اپنے اوستاد ابی وائل سے روایت کرتے ہین کہ ہم نے مصحف عبد اللہ بن مسعود کو جو پڑھا تو آیۂ ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین مین آل عمران کے بعد آل محمد کا لفظ موجود تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف ابن مسعود کے وجود تک لفظ آل محمد کا داخل قرآن تھا اور قرآن کے پڑھنے والے اس کو پڑھا بھی کرتے تھے مگر حضرت عثمان اور آپ کے کارکنان نے اس لفظ کو عمداً قرآن سے خارج کردیا معلوم ہوتا ہے کہ ان محرفان قرآن کے نزدیک علی اور آل محمد کے الفاظ کے نکالڈالنے پر قرآن کی تصحیح موقوف تھی۔ اِس کا ثبوت کہ قرآن موجود قرآن کامل نہین ہے اور یہ کہ اس مین دست اندازیان ہوتی گئین ہین حضرت عبد اللہ ابن عمر کے قول سے ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ بہت سا قرآن جاتا رہا ہے۔ قرآن سے اور کیا غائب کردیا گیا ہے اس کی تحقیق راقم کو نہین ہے مگر علی اور آل محمد کے الفاظ قرآن سے ضرور خارج کردئے گئے ہین جس کی وجہ سے اہلبیت علیہم السلام کی منصوص حیثیت دنیا مین باقی نہین رہی ہے گو خدائے پاک کے نزدیک ان معصومین کی منصوص حیثیت ویسی ہی باقی ہے جیساکہ نزول قرآن کے وقت تھی مخالفین کے اس فعل کے بعد بھی خدائے پاک کے نزدیک حضرات اہلبیت کا وہی درجہ قائم ہے جو پہلے تھا لیکن اس مین بھی کوئی شک نہین ہے کہ اس طرح کی قطع و برید کرنے والون نے اپنی جگہ اسفل السافلین مین بنالی ہے۔ ظاہر ہے کہ جن کے دلون کو خدائے پاک نے عداوتِ اہلبیت سے پاک بنایا ہے معاندین کی ایسی حرکتون سے ان کی ولائے اہلبیت مین خس برابر بھی کمی نہین ہوسکتی ہے۔ المختصر دشمنان خدا ورسول کے ہاتھ سے اِس عالم فانی مین نہ اہلبیت نبوی مامون رہے اور نہ قرآن پاک محفوظ رہ سکا۔ واہ واہ امتیون کا کیا کہنا ہے حدیث ثقلین کی خوب داد دی۔ ظاہر ہے کہ اِن حرکات کے بعد ایسے نافرمانون سے خداے تعالی کیونکر راضی ہوسکتا ہے اور ایسے لوگ کیونکر خداے تعالے سے راضی ہوسکتے ہین یون خلق کا حلق ہے رضی اللہ عنہم ورضوعنہ جس کو چاہے کہے۔ عقل کہتی ہے کہ مخالفان اہلبیت و محرفان قرآن سے نہ خداے پاک راضی ہوا ہے اور نہ ہوگا اور نہ ایسے زشت کار خداے پاک سے راضی ہوے ہین اور نہ ہون گے۔

اے حضرات سنی سید بھائیو آپ حضرات اپنے کو اہل السنت والجماعت کہتے ہین۔ بنی ہاشم اور اہل السنت والجماعت ایک طرفہ مضمون ہے۔ اگر آپ کو مذہب اہلسنت والجماعت کی وجہ تسمیہ نہین معلوم ہے تو مجھسے سنئے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب مسلمانون مین حضرتِ رسول کی وفات کے قریب پھوٹ کی ابتدا ہوئی اور اشخاص غیر بنی ہاشم بعد رحلت آن صلعم عترتِ نبوی سے کنارہ کشی کرکے

اجتہادات مسائل آزادی کیساتھ کرنے لگے تب ایک مذہب حضرات اہلسنت کے مذہب سے علحدہ قائم ہوگیا۔ یہ مذہب حضرت عمر کے قائم کردہ اجتہادی کمیٹی کی بدولت ظہور مین آیا۔ مگر آپ کے وقت مین اُس نے کوئی خاص لقب یا نام حاصل نہین کیا اور نہ اسکو حضرت عثمان کے عہد مین کسی طرح کا امتیازی لقب نصیب ہوا اسی طرح امیر معاویہ کے عہد مین یہ مذہب بے نام رہا۔ مگر آپ کے بعد دوسری صدی ہجری کی ابتدا مین اس مذہب کے پیروان نے اس مذہب کو السنت والجماعت کے نام سے ملقب کیا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے اس سن کا نام جس مین آپ نے امام حسنؑ سے خلع خلافت کرایا تھا عام الجماعت اور جس سن مین آپ نے حضرت علی پر تبرہ جاری کیا تھا اس کا نام عام السنت رکھا تھا پس مخالفانِ عترت نبوی اپنے کو اہل السنت والجماعت کہنے لگے اور یہ اس غرض سے کہ امیر معاویہ کی صلح جو امام حسن کے ساتھ عمل مین آئی تھی اور حضرت علی پر تبرہ کی رسم جو بعد ازان قائم ہوئی تھی اس لقب کے ذریعہ سے فراموش نہ ہوسکے (دیکھو تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲۔ کتاب العقد ابن عبدربہ۔ تاریخ خلفا صفحہ ۱۳۶ سیوطی۔ کتاب منہاج علامہ یحییٰ بن الحسن قرشی۔ کتاب انوارالہدایہ چلپی سہیل اور کتاب الرواج شیخ العسکری) اے سنی سید بھائیو نام بھی آپ کے مذہب نے خوب پایا ہے اس سے بہتر آپ کے مذہبِ جدید کا کیا نام ہوسکتا تھا۔ اب کہ آپ حضرات بنی ہاشم ہو کر بنی امیہ اور دیگر مخالفین عترت نبوی کا مذہب اختیار کئے ہوے ہین کیا اپنے کو اہل السنت والجماعت کہتے ہوے آپ کو کوئی تکلیف نہین ہوتی ہے۔ میرا قیاس یہی ہے کہ کوئی تکلیف نہین ہوتی ہے تکلیف جب ہوتی کہ آپ مذہب اہلسنت والجماعت کی حقیقت سے اطلاع رکھتے اور اپنی سیادت کے قدرشناس ہوتے راقم کو بھی لاعلمی کیوجہ سے اپنے سنی ہونے کے زمانہ مین کسی طرح کی تکلیف نہین ہوتی تھی۔ مگر جب خداے علیم وقدیر نے مجھے حق وباطل کی تحقیق کی توفیق عطا فرمائی تو مجھے دلی تکلیف ہونے لگی۔ بہرحال رفتہ رفتہ مین حقیقت حال سے واقف ہوگیا اور آخر میری تکلیف راحت کے ساتھ مبدل ہوگئی۔ ہزار ہزار شکر اے خداے دانا میرے کہ تونے معاملات خاندان پیمبر سے مجھے آگاہی بخشی جس کی بدولت خاندان نبوت کے دوست اور دشمن کی تمیز مجھے حاصل ہوگئی اور مین مخالف اہلبیتؑ رہنے کے عوض ایک سچا کفش بردار خاندان نبوت کا ہوگیا۔ این سعادت بزور بازو نیست :: تا نہ بخشد خداے بخشندہ۔ کیا شان کبریائی ہے کہ یزید کا بیٹا ممبر پر چڑھکر اپنے دادا معاویہ کو غاصب خلافت قرار دے۔ اور اپنے باپ یزید کو نااہل کہے۔ باپ دادا کی خلافت پر لات مار دے اور حضرت علی کی محبت قلبی کا اظہار ایسے پرجوش لفظون مین کرے کہ توقع سے باہر ہوا اور اس ولاے علی کی بدولت اپنی قوم کے ہاتھون سے زندہ زمین دفن کردیا جاوے

مگراب اے سنی سید بھائیو اس مرحوم کے دادا کے مذہب کے (اپنے تقاضائے مذہبی سے) تمسک رہو - خوشا بخت تیرے اے ابن یزید - کاش تو میرے وقت مین ہوتا اور مین تیری خاک قدم کو توتیائے چشم بناتا - لاریب تو تبعت علیؑ سے خدا کا شیر نظر آتا ہے - خدا کا شیر نہوتا تو دنیائے دنی پر کیون لات مارتا -

اب فرمائے اے سنی سید بھائیو کیا حیرت انگیز یہ امر ہے کہ یزید کا بیٹا معاویہ ابن یزید تو اس طرح پر راہ راست اختیار کرے اور آپ حضرات بنی ہاشم ہو کر بنی امیہ کے کان کاٹین - زہے چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا - بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے - اے سنی سید بھائیو - آپ کی اصلاح کوئی آسان امر نہین ہے - آپ کے دیوبندی اور دہلوی ملا آپ کو رشک بنی امیہ بنا چکے ہین - خدا ہی آپ کا حافظ ہے - اس پر بھی اگر آپ سے ہو سکے تو ضرور اہل سنت کی کتابین غور سے ملاحظہ فرمائیے - مین شیعی کتابون کے ملاحظہ کے لئے ہدایت نہین کرتا - اہلسنت کی کتابین حق و باطل کی تمیز کے لئے کافی ہین - وَالسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اے سید سنی بھائیو - اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ معاندان خاندان پیمبر جیسا کہ پیمبر خدا اور ائمہ خاندان پیمبر کے وقت مین تھے آج بھی ہین - قبیلہ بنی امیہ کے نام لیوا جو ہندوستان مین اِس وقت موجود ہین وہ ویسے ہی دلی عناد خاندان پیمبر کے ساتھ رکھتے ہین جیسا کہ اُن کے بزرگوار عہد ائمہ خاندان پیمبر مین رکھتے تھے - حضرت علی سے جسقدر اِس فرقہ کو عداوت لاحق ہے اسی طرح امیر معاویہ سے اسے محبت و عقیدت پیدا ہے - ان مین سے بہت ایسے بھی ہین کہ یزید کو برحق خلیفہ مانکر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے قائل نہین ہین - یہ ہوا کم و بیش طور پر بہت سے اور اقوام کے اہلسنت کو بھی لگی ہوئی ہے امیر معاویہ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار تو کسی اہلسنت کو ہو ہی نہین سکتا ہے - مگر یزید کے خلیفۂ برحق ماننے والے بھی اہلسنت مین ندارد کا حکم نہین رکھتے ہین - یہ عناد قبیلہ بنی امیہ کا بسبیل توریث یا تعلیم اس وقت کے اہلسنت تک پہونچ گیا ہے اور کیون نہو جب مذہب اہلسنت کا دار اصل وہی مذہب بنی امیہ کا ہے - پس کوئی جائے تعجب نہین ہے کہ سنی سادات دیگر اقوام اہلسنت کی طرح ولائے خاندان پیمبر سے مانند بنی امیہ کے خالی نظر آتے ہین - یہ کشیدگی جو اہل سنت مین خاندان پیمبر کیطرف سے دیکھی جاتی ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ حضرت شیخین کی بدولت بنی امیہ مالک بلاد اسلام ہو کر دین اسلام کے بھی رہبر بن گئے تھے یہان تک کہ حضرت شیخین کے مذہب نے جو زید ابن ثابت وغیرہ کے ذریعہ سے گھڑا گیا تھا نام بھی بنی امیہ کے ایک نامی خلیفہ یعنی امیر معاویہ کے دو واقعۂ حیرت انگیز پیدا کر لیا ہے - پس جو مذہب اس طرح کا ہو کہ مخالفین

مخالفین علی کی بدولت ظہور مین آیا ہو اس سے ولاے علی کی کیا امید کیجا سکتی ہے۔ اسی لیے اس وقت کے سنی سادات بھی اس دولت سے محروم دیکھے جاتے ہین مین اپنا ایک واقعہ ذیل مین عرض کرتا ہون جس سے حضرات حق شناس اہلسنت کی ولاے علی کا اندازہ فرما سکین گے۔

ایک حضرت سنی سید صاحب کے مکان مین مجلس مولود سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منعقد ہوئی تھی راقم بھی مدعو تھا۔ مولوی صاحب مولود نامہ پڑھتے جاتے ہین اور اس کے منظوم مقامات مین قوالی کا رنگ جماتے جاتے ہین۔ کچھ شک نہین کہ آدمی خوش آواز تھے انکی مولودخوانی نے مجلس حال وقال کا سمان باندھ دیا تھا۔ اس مجلس مین سوائے راقم کے جتنے حضرات شریک مجلس تھے سب کے سب اہل السنت والجماعت تھے۔ یہ مولوی کہیں سے آئے تھے اور راقم کو نہین پہچانتے تھے۔ مجھے دیکھکر آہستہ سے ایک شخص سے پوچھا کہ مین کون ہون۔ میرے نام کے سنتے ہی اُن کا چہرہ میری طرف سے ایسا مکدر ہو گیا کہ اگر برٹش گورنمنٹ کا خوف لاحق نہین رہتا تو حضرت مولوی میرے لئے ابن ملجم بن جاتے۔ خیر۔ وہ صاحب میرا کچھ نہ کرسکے دل مین پیچ و تاب کھاتے رہے مگر جب مولود خوانی کے بعد وعظ فرمانے لگے تو میری طرف رخ کر کے بحث ایمان کامل اور ایمان ناقص مین بیان فرما گئے کہ حضرت علی کا ایمان ناقص تھا اور حضرات شیخین کا کامل جمیع اہلسنت جن کا عدد تین سو سے کم نہ تھا نہایت اطمینان کے ساتھ حضرت علی کے نقص ایمان کے بیان کو سنتے رہے۔ سامعین کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولوی صاحب کوئی نئی بات نہیں فرما رہے ہین گویا حضرت علی کا ایمان تو ناقص تھا ہی۔ اب راقم یہان پر حضرت علی اور حضرت شیخین کے ایمان ونقصان ایمان کا فرق دکھلاتا ہے اور حضرات ناظرین سے انصاف پسندی کا طالب ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اس امر کی تحقیق کے لئے ضرور ہے کہ راقم حضرت ابوبکر حضرت عمر اور علیؑ کے معاملات پر نظر غائر ڈالے۔ علم تاریخ کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر مکہ مین مشرف بہ اسلام ہوے جب اہل قریش نے جس مین بنی امیہ بھی داخل تھے رسول اللہ پر سختیان کرتے کرتے آخر کار آنحضرت کی ہلاکت پر کمر باندہی تو رسول مقبول نے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کرجانا مناسب جانا۔ چنانچہ ایک شب کو آن حضرت علی کو یہ ہدایت فرما کر کہ تم میری جگہ پر سو رہو تاکہ اہل قریش یہ سمجھین کہ آن صلعم سو رہے ہین اور بھی کچھ ضروری احکام کی تعمیل حضرت علی کو سپرد کر کے مکہ سے بقصد ہجرت باہر نکلے۔ یہ ایک بھاری امتحان حضرت علی کے کامل الایمان ہونے کا دکھائی دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی کے سوا ایسے حکم کی تعمیل کسی دوسرے سے نہین ہوسکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ کوئی

دوسرا شخص اپنے کو ایسے محل خوف مین ڈالنا گوارہ نہین کرسکتا تھا۔ یہ علی ہی کا ایمان تھا کہ جس سے حضرت رسول یقین رکھتے تھے کہ حضرت علی ایسا کرسکین گے۔ خیر وقت ہجرت آنحضرت کے پاس کوئی سواری کا جانور موجود نہ تھا۔ حضرت نے ایک اونٹ حضرت ابوبکر سے خرید فرمایا۔ اس اونٹ کی قیمت آنحضرت صلعم نے نوسو درہم حضرت ابوبکر کو ادا کردی۔ حضرت ابوبکر نے اس کو دوسو درہم کو خریدا تھا۔ تجارت مین بالغ کو اختیار ہے کہ جتنے مین چاہے اپنے مال کو فروخت کرے۔ مگر ایسے نازک وقت مین رسول اللہ سے دوسو درہم کے مال کے نوسو درہم لینا لال سوداگری کا رنگ دکھلاتا ہے۔ خیر جو کچھ ہو یہ بیع شری کا معاملہ قرین خوش مذاقی نہین معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی عوض اگر حضرت رسول حضرت ابوبکر کو اپنی جگہ پر سو رہنے کے لئے فرماتے تو اس کی تعمیل حضرت ابوبکر سے ظہور مین نہین آسکتی۔ بہر حال جب آن حضرت مکہ سے نکلے تو حضرت ابوبکر آنحضرت کے ساتھ ہو لئے۔ کفار قریش جب شب کو رسول اللہ کی ہلاکت کے قصد سے اس مقام پر آے تو آنحضرت کی جگہ پر حضرت علی کو سوتا پایا۔ اس وقت کافرون کو معلوم ہو گیا کہ حضرت رسول مکہ سے باہر جا چکے ہین۔ پس آن صلعم کی گرفتاری کے لئے وہ بدنصیب باہر نکلے۔ اس اثنا مین حضرت رسول نے جاکر ایک غار مین پناہ لی اور حضرت ابوبکر بھی رسول کے ساتھ داخل ہوے۔ سراقا حضرت رسول کو تلاش کرتا ہوا غار کے منھ تک آگیا مگر غار مین داخل نہین ہوا۔ وہ سمجھا کہ حضرت رسول اس غار مین پناہ گزین نہین ہوے ہین۔ حضرت ابوبکر جو ایک کمزور قلب کے آدمی تھے غار کے اندر جزع فزع کرنے لگے۔ رسول کی ممانعت پر بھی انکی جزع فزع مین کمی نہین ہوئی۔ حضرات اہل سنت اس غار کے قصہ کو حضرت ابوبکر کے لئے ایک بڑا سرمایہ ناز بتاتے ہین اور اس سے حضرت ابوبکر کی بڑی عظمت ثابت کرتے ہین۔ یہان تک کہ اس غار کی معیت کو حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ کی ایک بڑی دلیل بتاتے ہین۔ عقل سلیم کے نزدیک اس معیت غار سے نہ حضرت ابوبکر کی کوئی عظمت ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ کوئی دلیل حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ کی دکھائی دیتی ہے۔ حضرات ناظرین راقم کی کتاب مصباح الظلم کو صفحہ ۱۸۲ سے ۱۹۰ تک ملاحظہ فرمائین۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہلسنت آنکھ بند کرکے ہر طرح کے مضمون رطب یابس سے حضرات خلفائے ثلثہ کی حقیت خلافت کو ثابت کرنا چاہتے ہین۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ایک قدیم قول ہے۔ کوئی شک نہین حضرت ابوبکر غار مین نہایت مضطرب الحال ہو رہے تھے۔ چنانچہ

حضرت ابوبکر کے رونے سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی اقرار ہے کہ یہ محل خوف کا رونا تھا۔ محل خوف کا رونا مضطرب الحالی کی دلیل ہے اور مضطرب الحالی دل کی کمزوری کی خبر دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی مضطرب الحالی اس درجہ کو پہونچی ہوئی تھی کہ حضرت رسول کے "لا تحزن" فرمانے پر بھی کم نہ ہو سکی۔ یہ دعوے حضرات اہلسنت کا کہ حضرت ابوبکر نزول سکینہ کے مورد ہوئے محض بے بنیاد ہے۔ اگر نزول سکینہ حضرت ابوبکر پر ہوا ہوتا تو کیا آپ کی ایسی حالت ہو سکتی تھی کہ آپ اس غار مین روتے رہتے اور حضرت رسول کے سمجھانے سے بھی جزع فزع کم نہ کرتے۔ بلکہ جب کفار قریش غار کے قریب آگئے تو اور بھی زیادہ گریہ وزاری کرنے لگے۔ کیا اسی کو نزول سکینہ کا مورد ہونا کہتے ہین۔ حضرت ابوبکر کے تمام حالات زندگانی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس غار کے علاوہ کبھی بھی تسکین قلبی نصیب نہین ہوئی عقل سے یہ بات باہر معلوم ہوتی ہے کہ کسی پر تسکین خدا نازل ہو اور وہ بار بار رسول اللہ کو چھوڑ کر میدان جنگ سے اپنی جان بچانے کے لئے فرار اختیار کیا کرے یا جب جب جہاد پر جاوے تو دل کی کمزوری سے کفار کا مقابلہ جیسا کہ چاہئے نہ کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابوبکر ایسے شرف الٰہی کے مورد ہوئے ہوتے تو اُن کے دل کو تمام تر تسکین اور اطمینان کی صورت حاصل رہتی ایسی صورت مین آپ کو تمام تر خدا پر بھروسہ رہتا اور غزوات رسول اللہ مین خدائے تعالیٰ کو حافظ حقیقی جانکر دشمنان خدا کا سامنا پورے اطمینان کے ساتھ کرتے۔ پس جب آپ کو اس طرح کا اطمینان یا سکون کبھی نصیب ہی نہین ہوا تو آپ کیونکر نزول سکینہ کے مورد غار یا اور کسی مقام مین قرار دے جا سکتے ہین۔ اس غار کے تمام پہلو پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر ایک ایسے بزرگ تھے کہ دلیری سے منزلون دور تھے۔ مگر شیعون کا یہ کہنا کہ آپ حضرت رسول کو پکڑوا دینے کے لئے زور زور سے روتے تھے قرینۂ قیاس سے باہر ہے۔ ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے زندہ اور کامیاب رہنے مین حضرت ابوبکر کو بہبودی کی صورت متصور تھی۔ آپ کوئی دولتمند آدمی نہ تھے اور نہ آپ کا قبیلہ کوئی امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ نے رسول اللہ کی رفاقت اس نظر سے ضرور گوارہ کی تھی کہ اس رفاقت سے آئندہ خوش حالی آپ کو نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ مدینہ مین رہکر تجارت اور مال غنائم کے ذریعہ سے آپ کی حیثیت درست ہو گئی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ کے بعد آپ مسلمانون کے بادشاہ تک بن گئے۔ بہرحال آپکی مضطرب الحالی کا مضمون ایسا ہے کہ جس نے آپ کا

کامل الایمان ہونا ہرگز قرین عقل نہیں معلوم ہوتا ہے اور چونکہ یہ مضطرب الحالی آپ کو جنگ حنین تک لاحق نظر آتی ہے، اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبھی کامل الایمان نہ تھے۔ اب راقم غزوات رسول اللہ کے تعلق سے آپ کے کامل الایمان یا ناقص الایمان ہونے کی حقیقت کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔

اے حضرات سنی سید بھائیو۔ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر کی کوئی کارروائی ظاہر نہیں ہوئی۔ اس جنگ میں آپ نے فرار نہیں کیا۔ مگر آپ کی کسی ممتاز کارروائی کا پتہ کسی کتاب سے نہیں لگتا ہے اس لڑائی میں علامۂ سیوطی لکھتے ہیں کہ آپ وقتِ جنگ رسول اللہ کے ساتھ تھے اور چونکہ آپ بڑے شمشیر باز تھے رسول اللہ کی حفاظت میں مصروف رہے۔ راقم کہتا ہے کہ آپ غار میں رسول اللہ کی کیا حفاظت کرسکے جو جنگ بدر میں رسول اللہ کی حفاظت کرتے۔ پھر آپ کی شمشیر بازی احد میں خیبر و حنین و دیگر غزوات میں کیا ہوگئی۔ ہر جگہ سے تو آپ کا فرار ہی ثابت ہے۔ آپ جنگ بدر میں حضرت رسول کی حفاظت کیا کرتے۔ حق یہ ہے کہ آپ لڑائی بھڑائی کے کام کے آدمی ہی نہ تھے۔ آپ کا شریک جنگ ہونا اور نہ ہونا برابر تھا۔ اگر آپ جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ ہی رہے تو آپ کی اس معیت سے نہ رسول اللہ کو کوئی مدد ملی اور نہ مجاہدین کو کوئی فائدہ مترتب ہوا۔ حضرت رسول اس جنگ میں یا کسی جنگ میں بیکار نہیں رہتے تھے۔ آپ جنرل کی خدمت انجام کیا کرتے تھے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق لڑائیاں لڑی جاتی تھیں حضرت ابوبکر کو نہ جنرل ہونے کی صلاحیت حاصل تھی نہ ایک معمولی سپاہی ہونے کی۔ کتب تاریخ میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کفار قریش لشکر اسلام کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے تو ان کفار سے تین شخص میدان جنگ میں مبارز طلب ہوئے۔ اس وقت دنیا طلب مہاجرین سے کوئی بھی ان کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ مگر حضرت علی حضرت حمزہ اور ابو عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب جو بنی ہاشم سے تھے نبرد آزمائی کے لئے مستعد ہوگئے۔ البتہ یہ وقت ایسا تھا کہ حضرت ابوبکر اگر دل رکھتے تو مبارز طلبان کفار کے مقابلہ کو تیار ہو جاتے۔ مگر آپ نے قرب رسول اللہ میں رہنے کو محفوظ سمجھکر لڑائی کے مخدوش امر کو دور اندیشی کے خلاف جانا اور اسی لئے قرب رسول اللہ کو دم بھر کے لئے بھی نہ چھوڑا۔ کاش حضرت ابوبکر جنگ احد و جنگِ خندق و جنگ خیبر و جنگ حنین وغیرہ میں بھی اس قرب رسول اللہ کو ملحوظ رکھتے ان غزوات میں تو آپ نے حضرت عمر اور حضرتِ عثمان کیطرح رسول اللہ سے کوسوں دور ہو جانیکو قرین مصلحت ہی سمجھا۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرتِ ابوبکر واقعی کبھی نزول سکینہ کے مورد ہوئے ہوتے تو بلا پس و پیش حضرت علی حضرتِ حمزہ اور ابو عبیدہ کی طرح مستعد جنگ ہو جاتے۔ کوئی شک نہیں کہ اگر آپکو ایمان کامل حاصل ہوتا تو آپ جنگ بدر اور دیگر غزوات حضرتِ رسول میں ایسا ہی کرتے۔ تب آپکو دشمنانِ خدا سے

جنگ بدر میں حضرت ابوبکر کی کارروائی

مبارزت سے حضرت ابوبکر کا فرار

سامنا کرنے مین خس برابر بھی مضائقہ نہین ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے جو مہاجرین دین خدا کے دشمنون سے سامنا کرنے مین نہین ڈرے تھے ضرور نزول سکینہ کے مورد ہوے تھے۔ ظاہر ہے اگر ان کے دلون کو طمانینت حاصل نہین رہتی تو کیونکر اس بیباکی کے ساتھ دشمنان خدا و رسول کا سامنا کر سکتے پس جاننا چاہئے کہ حضرت رسولؐ کے ایسی ہی صحابی کامل الایمان تھے اور جو حضرت ابوبکر کیطرح اُن کے برعکس تھے انکا ایمان ناقص تھا۔

اے سنی بھائیو۔ دوسرا غزوہ حضرت رسولؐ کا غزوۂ احد ہے۔ آپ دیکھئے کہ اس غزوہ مین حضرت ابوبکر نے کفار مکہ سے کس طرح پہ مقابلہ کیا۔ اس غزوہ کی سرگذشت یہ ہے کہ جب ابوسفیان حسب عنا کوہ احد کے دامن مین حضرت رسولؐ سے لڑنے کو صف آرا ہوے تو کفار قریش کو ابتدا مین شکست لاحق ہو گئی کفار قریش بھاگے اور مجاہدین مدینہ شکست خوردہ کفار کے مال لوٹنے مین مشغول ہو گئے۔ اس لوٹ کو دیکھکر وہ پچاس تیرانداز بھی جنکو حضرت رسولؐ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی پر کفار کے روکنے کے لئے مقرر کر دیا تھا اپنی جگھون کو چھوڑ کر مجاہدین مدینہ کی لوٹ کے شریک ہو گئے (دیکھو تاریخ طبری حصۂ دوم صفحہ ۱۳۹ و سیرت ابن ہشام جزو ثانی صفحہ ۸۳ و روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ وغیرہ) قریش نے یہ طور دیکھکر اپنے منتشر لشکر کو سمیٹا اور پھر قاعدہ کے ساتھ لشکر اسلام کے مقابل ہوئے۔ انکی اس مستعدی سے لشکر اسلام کو مقاومت کی تاب نہ رہی۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان عوام مہاجرین کیطرح ایسے بھاگ نکلے کہ اُن کا نشان بھی نہ ملا کدھر غائب ہو گئے۔ صرف مہاجرین بنی ہاشم اور انصار مدینہ گرم پیکار رہے۔ حضرت علی کی کارروائی کے ذکر کی اس جگھہ حاجت نہین ہے۔ جس طرح بدر کے معرکہ مین ذوالفقار علی نے اسلام کو بربادی سے بچایا اس جنگ احد مین بھی اسلام کو بربادی سے محفوظ رکھا۔ خیر حقیقت حال یہ ہے کہ اس جنگ مین حضرات خلفائے ثلثہ کے ایمان کی قلعی کھل گئی۔ اول تو فرار ہی کا مضمون کیا کم مثبت اس بات کا ہے کہ حضرات بالا کا ایمان تمامتر ناقص تھا دوم یہ کہ جب یہ امر شہرت پذیر ہو گیا کہ حضرت رسولؐ شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے بآواز بلند یہ فرمایا کہ قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم۔ یعنی کہ بتحقیق محمدؐ مارے گئے پس تم لوگ اپنے اپنے مذہب جاہلیت کیطرف رجوع کر جاؤ۔ لاریب ایسے قول کا قایل کامل الایمان نہین ہو سکتا ہے اس لئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صرف نام کو مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام نے آپکے دل مین جگھہ نہین کی تھی۔ فرار تو فرار آپکی ہدایت مذہب جاہلیت کی طرف پلٹ جانے کی ایک طرفہ مضمون ہی۔ خداے پاک بھی اس ہدایت ناپاک کی تردید فرماتا ہے کقولہ تعالیٰ ما محمد الا رسول (ج) قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً۔ یعنی محمدؐ خدا کے رسول ہین اُن سے پہلے بہت سے رسولؐ گزر چکے ہین۔ پس اگر وہ رسول مر جائین یا مارے جائین تو کیا دین محمدیؐ

حضرت ابوبکر اور غزوۂ احد

فرار حضرت حضرات خلفائے ثلثہ

سے تم ملپٹ جاؤ گے۔ پس جو شخص یون پلٹ جائے گا تو ایسا شخص خدا کا کوئی نقصان نہین کریگا اپنا نقصان کرے گا۔ واضح ہو کہ صدائے "قد قتل محمدؐ" کی حقیقت مسند احمد بن حنبل کی روایت سے عیان ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے پوچھا الست المنادی قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم یعنی کیا آپ نے ایسی صدا بلند کی تھی کہ محمد صاحب قتل ہو گئے پس تم لوگ اپنے مذہب جاہلیت کیطرف رجوع کر جاؤ" اس سوال کے جواب مین حضرت عمر نے فرمایا کہ بہ تحقیق ایسی صدا بلند کی حضرت ابوبکر نے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر فرار کی حالت مین کسی جگہ پر قریب ایک دوسرے کے تھے اور ایسے ایک دوسرے کے قریب تھے کہ حضرت عمر اطمینان کے ساتھ فرما سکے کہ وہ صدا بلند کردہ حضرت ابوبکر کی تھی اس جگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کامل الایمان ایسی صدا بلند کر سکتا ہے یا نہین۔ اس کا جواب نہین کے سوا ہان نہین ہو سکتا۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ناقص الایمان حضرتِ رسول کا جانشین برحق ہو سکتا ہے یا نہین۔ اسکا جواب بھی نہین کے سوا ہان نہین ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر کے ناقص الایمان ہونے کی ایک دلیل یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اس کا یقین ہو گیا کہ حضرت رسول شہید ہو گئے تو حضرتِ ابوبکر نے یہ بھی راے قائم کر لی کہ آپ اور حضرت عمر ابو سفیان صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر عفو تقصیر کے طالب اور جان بخشی کے امیدوار ہون۔ اس رائے کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونون بزرگوار دین محمدیؐ سے کنارہ کش ہو کر مذہب جاہلیت کی طرف عود کر جائین۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت رسول کی شہادت ظہور مین آجاتی تو حضرتِ ابوبکر و حضرت عمر اور دیگر حضرات جو آپ ہی کی طرح مسلمان تھے ایسا ہی کرتے۔ کوئی شک نہین تنزلین کی ایسی حالت پر وما محمد الا رسول الخ کی آیت خداے تعالیٰ نے نازل فرمائی جس سے خدائے تعالیٰ کی سخت درجہ کی بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ اہل فہم کے نزدیک فرار سے بہت زیادہ مقدوح حضرتِ ابوبکر کی ہدایت بالا معلوم ہوتی ہے۔ مگر حضرتِ اہلسنت کی پیشانی پر جُون تک بھی نہین نظر آتی ہے۔ حضرات خلفائے ثلثہ کی جو حالتین غزواتِ رسول اللہ مین ہوتی تھین اہل علم سے پوشیدہ نہین ہے۔ اسی جنگ احد مین رسول اللہ چیخ چیخ کر فرارین احد کو ٹھہرنے کے واسطے فرمار ہے تھے مگر کوئی ان سے آپ کی نہین سنتا تھا۔ بھاگنے والے بھاگے ہی جاتے تھے۔ چنانچہ علامہ واقدی فرارین اُحد کی نسبت لکھتے ہین کہ جب مسلمان بروز اُحد پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے تو جناب رسول خدا فرماتے جاتے تھے اِلَیَّ یا فلانُ الیَّ یا فلان انا رسول اللہِ مگر کوئی شخص حضرت کی آواز کیطرف توجہ نہین کرتا تھا۔ راقم کہتا ہے کہ فرارین مسلمان کب ہوئے تھے۔ جو حضرتِ رسول کے حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر فرض جانتے۔ اس امر کی خدائے تعالےٰ بھی سورۂ آل عمران مین خبر دیتا ہے کقولہٗ تعالیٰ اذ تصعدون الخ یعنے جسوقت کہ چڑھتے تھے تم لوگ پہاڑ پر اور بھاگے جاتے

تھے اور کسی کو مڑ کر نہین دیکھتے تھے اور رسولِ خدا تمکو بلاتے تھے تمکو تمھاری پچھلی جماعت مین۔ واہ واہ یہ
بھاگنے والے کیا مسلمان تھے۔ اِس پر تماشہ یہ ہے کہ حضرات اہلسنت ایسے مسلمانونکو کامل الایمان قرار دیتے
ہین۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ کیون اے حضرات سنی بھائیو کیا فرار ہی کا دوسرا نام اطاعت
خدا و رسول ہے اب آپ حضرات اپنے جد علی مرتضیٰ کے معاملات پر نظر توجہ ڈالئے حضرات بالا کے معاملات کے
برخلاف حضرت علی مرتضیٰ کی معاملات نظر آتے ہین۔ غزوات رسول اللہ مین آپ کا قدم اُٹھ جانا تو درکنار ہر فتح
حضرتِ رسول کو آپ ہی کی تلوار کی بدولت نصیب ہوا کی۔ ایمان کامل اِسکو کہتے ہین۔ اس ثابت قدمی
کی وجہ یہ تھی کہ آپ صاحب ایمان کامل تھے۔ اگر حضرات ثلثہ کو بھی دولت ایمان نصیب ہوئی ہوتی تو آپ حضرات
مین بھی حضرت علی کی سی ثابت قدمی پائی جاتی۔ حضرات ثلثہ کی تو یہ حالت تھی کہ رسول اللہ ثابت قدمی کیلئے حکم صادر فرماتے
تھے اور آپ حضرات نکل ہی بھاگتے تھے اسکے برخلاف حضرت علی کو دیکھئے کہ رسول اللہ کی فرمایش کے بغیر بھی نصرت رسول اللہ و اعانت اسلام
بڑی کشادہ پیشانی اور بڑی کامیابی کیساتھ فرمایا کرتے تھے چنانچہ غزوۂ بنی نضیر مین حضرت علی نے ایک بڑے کافر حربی کو بغیر فرمایش رسول خدا و محض
اسلام کی تقویت کی نظر سے فی النار کر ڈالا اسکی سرگذشت یہ ہے کہ وہ کافر بنی نضیر کا رات کو حضرت رسول پر حملہ آور
ہونے کو تھا اور اس قصد سے اپنے قلعہ سے نکلا تھا۔ حضرت علی اسکے انداز کو سمجھکر اُسی شب کو اُسکی
طرف اپنے دل سے تشریف لے گئے۔ وہ عاقبت برباد قصد بالا سے خیمۂ رسول اللہ کیطرف چلا آتا تھا کہ
راہ مین شیر خدا سے اس کا سامنا ہو گیا آپ نے اسے دم کے دم مین طعمۂ اجل بنا ڈالا۔ اہل انصاف
غور فرماوین کہ کہان خلفاء ثلثہ جو غزوات رسول اللہ مین حضرت رسول کی تاکید اکید پر بھی برابر راہ فرار
اختیار کرتے رہے اور کہان حضرت علی جو ہر غزوہ مین ثابت قدم رہکر پورے طور پر رسول اللہ اور اسلام
کی خدمت بجالاتے رہے۔ صرف یہی نہین بلکہ بلا فرمایش حضرت رسول اسلام کی مدد فرماتے گئے۔
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اِس جانفشانی اور جان نثاری کی وجہ یہ تھی کہ خدائے پاک نے
حضرت علی کو ایمان کامل عطا فرمایا تھا۔ اگر آپ بھی حضرات خلفاء ثلثہ کی طرح اِس دولت سے محروم رہتے
تو حضرات خلفاء ثلثہ کیطرح غزواتِ رسول اللہ سے بھاگ نکلا کرتے جہاد فی سبیل اللہ سے جی چراتے اور اپنی
رضا و رغبت کے ساتھ رسول اللہ اور اسلام کی خدمت بجالانے پر قادر نہ ہو سکتے۔ مخالفان علی کو اتنی صلاحیت
کہان مودعہ ہوئی ہے کہ آپ کے حیرت انگیز معاملات پر نظر توجہ ڈال سکین۔ مخالفان علی کو فرار مین غزوات
رسول اللہ کی جان نثاری سے کہان فرصت ہے کہ حق و باطل کو تمیز کر سکین یہ
بیچارے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ کے مصداق ہو رہے ہین۔ ایسے
متعصبین نہ راہ پر آئے ہین اور نہ آئین گے۔ یہ متعصبین کمالات مرتضوی

فرار حضرت شیخین اور غزوۂ احد

حضرت علی بلا فرمایش حضرت رسول کے بغیر جہاد کی کاروائی کیا کرتے تھے

حضرت علی کی کارروائی احد اور حضرت رسول کا ارشاد

پر نظر ڈالنے کی صلاحیت ہی نہین رکھتے ہین ورنہ کمالاتِ مرتضوی ایسے ہی ہین کہ کوئی حق شناس اور حق بین ان سے آنکھ بند نہین کرسکتا ہے مگر ان کی چشم پوشی سے کمالات مرتضوی مین کوئی نقص نہین لاحق ہوسکتا ہی۔ گرنہ بیند بروز شپرہ چشم؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؛ اگر مخالفان علی حضرت علی کے کمالات سے اعتراف نہ رکھین تو نہ رکھین۔ مگر حضرت علی کی ایسی جنگ احد کی کارروائی پر جنابِ رسول خدا صلعم حضرت علی کیطرف متوجہ ہوکر فرماتے ہین کہ "اے ابوالحسن اگر تمام خلقت کے عمدہ اعمال اور ایمان ایک پلہ مین ترازو کے رکھین جاوین اور تمھارے اعمال بروز احد کے دوسرے مین تو تمھارا ہی پلہ بھاری ہوگا تمام خلائق کے اعمال سے اور بہ تحقیق خدا تمھارے عمل پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ اس روز تمام ملائکہ نے آسمان پر آسمان کے پردے اُٹھا دیئے تھے اور حور جنت اور تمام چیزین جنت کی تمھین شوق کی نگاہ سے دیکھتی تھین اور خداوند عالمیان تمھارے فعل سے خوش ہوا اور اس روز کا صلہ خدائے تعالیٰ تمھین ایسا دیگا کہ تمام نبی اور رسول اور صدیق اور شہید تک غبطہ کرینگے" (دیکھو ینابیع المودۃ چھاپا قسطنطنیہ صفحہ ۷۰) راقم کہتا ہی کہ اِس قولِ نبی سے نہ صرف تفضیل شیخین کا مضمون ہوا ہو جاتا ہے بلکہ کسی بنی آدم کو حضرت رسول کے سوا حضرت علی کے ساتھ برابری کا حق نہین رہتا ہے۔ لیکن اے سنی سید بھائیو آپ حضرات اپنے جد حضرت علی کو مفضول اور اکابر فرارین احد کو افضل مانتے ہین۔ افسوس ہے کہ آپ سنی امیہ بنکر نہین درک کرسکتے ہین کہ حضرت علی کو مدایح کیا ہین۔ ظاہر ہے کہ صرف یہ ایک حدیث ایسی ہے کہ جو حضرت علی کو حضرا جانے کہ تمام خلقت خدا کے مقابلہ مین کیا درجۂ عالی بخشتی ہے اور آپ حضرات کا عجب تماشہ ہی کہ خلفائے ثلثہ سے بھی حضرت علی کو مفضول قرار دیتے ہین۔ نہایت جائے تعجب ہی کہ رسول اللہ تو کچھ اور فرماوین اور آپ مذہب بنی اُمیّہ کے پیرو ہوکر اپنا عقیدہ کچھ اور رکھین۔ واقعی آپ کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ اب مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات بنی امیہ کے مذہب کو بنی امیہ اور انکے نام لیوا کے لئے چھوڑین اور مذہب بنی ہاشم کو جو مذہب علی ہے سرنو سے اختیار فرماوین۔ بنی ہاشم ہوکر آپ کا بنی امیّہ بن جانا نہایت زشت و ناز یبا ہی اَب تو سنّی سلطنت بھی ہندوستان مین باقی نہین رہی ہے۔ نہین معلوم کو کس توقع پر آپ حضرات سنّی بنے بیٹھے ہین۔ اگر اِس زمانہ مین آپ حضرات مذہب مسیحی اختیار کر لیتے تو یہ ایک بات ہوتی کہ الناس علیٰ دین ملوکھم آپ کا مذہب اہلسنت پر اس شدت کے ساتھ متمسک رہنا تو ایک بے معنی امر معلوم ہوتا ہی اِس مین نہ تو دین نہ دنیا کسی امر کی خیر نہین معلوم ہوتی ہے۔

تفضیل شیخین

اے سنّی سید بھائیو تفضیل شیخین آپ حضرات کا مانا ہوا مذہب ہے اور علماء اہلسنت نے تفضیل شیخین کے ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا ہے۔ خیر منجملہ اُن کی بیکار کوششون کے ایک یہ بھی ہے

کہ حضرت ابوبکر کو حسب تحریر علامۂ سیوطی وہ بزرگوار اشجع الصحابہ بلکہ اشجع الناس قرار دیتے ہین۔ تعجب اس مین معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صفت کی نسبت حضرت ابوبکر کیطرف کرتے ہین جس سے آپ کو خس برابر بھی فطرت نے متصف نہین کیا تھا۔ اشجع الناس ہونا حضرت ابوبکر کا تو درکنار آپ اگر اشجع الصحابہ بھی ہوتے تو اتنا تو ضرور تھا کہ غزوۂ احد مین کم سے کم ثابت قدمی کے پابند رہ جاتے۔ معاذ اللہ فرار بھی ایسا فرار کہ تین دن کے بعد مدینہ مین بحضور رسالت مآب نمودار ہوئے آپ نے صرف راہ فرار ہی نہین اختیار کی بلکہ سب سے پہلے یہ صدا بھی بلند کردی کہ "محمد مارے گئے اب تم دین جاہلیت کیطرف پھر جاؤ" پھر یہی نہین ہوا کہ صدائے بالا بلند کردی آپ دیگر فرارین کے ساتھ جن مین حضرت عمر بھی تھے یہ بھی مشورہ فرمانے لگے کہ ابوسفیان صاحب کے حضور مین حاضر ہوکر جان بخشی اور عفو تقصیر کے لئے خواستگار ہونا چاہیئے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین یہ بھی کر گزرتے اگر یہ نہ معلوم ہوجاتا کہ حضرت رسول زندہ ہین اور ابوسفیان ناکام ہوکر مکہ کو واپس تشریف لے گئے۔ نعوذ باللہ کیا اشجع الناس اور اشجع الصحابہ اہلسنت کے ایسے ہی ہوتے ہین۔ معاذ اللہ اگر ایسے ہی ہوتے ہین تو مذہب اہل تسنن کو سات سلام۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرات اہل تسنن محبت خلفائے ثلثہ مین ایسے بیخود ہو رہے ہین کہ آپ حضرات کی فضیلت کے ثابت کرنے مین نشیب فراز کا خیال مطلق نہین رکھتے ہین۔ جیسا چاہتے ہین کہہ جاتے ہین۔ آپ حضرات کے اثبات فضائل مین قرآن و حدیث سب کا خون ہو جائے مگر اس کی کوئی پرواہ نہین کرتے ہین۔ بیچارے حضرت ابوبکر کو بے محابا اشجع الناس و اشجع الصحابہ بنا ڈالا ہے یہ کچھ عجب معاملہ ہے۔ ایک ترسندہ جان کو رستم دستان بنانا چہ معنی دارد۔ راقم پوچھتا ہے کہ کیا حضرت ابوبکر حضرت رسول سے بھی زیادہ شجاع تھے جو اشجع الناس قرار دئے گئے اور کیا حضرت علی سے بھی زیادہ شجاع تھے جو اشجع الصحابہ مان لئے گئے کوئی شک نہین کہ حضرت رسول ایک لاجواب شجاع تھے۔ کسی جنگ مین حضرت رسول سے فرار کا ناپاک فعل کبھی ظہور مین نہین آیا۔ آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی رگون مین وہ خون شرافت کا داخل تھا کہ جس سے فرار کا فعل ظہور مین نہین آسکتا تھا حضرت علی تو غزوات مین جو کچھ کرتے گئے اظہر من الشمس ہے۔ لیکن حضرت رسول کی شجاعت بھی کس قدر قابل لحاظ ہے آپ کس دلیری و استقلال کیساتھ ہر غزوہ مین میر لشکری کی داد دیتے رہے یہ بہت کچھ قابل آفرین تحسین ہے رسول کو ہر صفت حسنہ کے ساتھ متصف ہونا چاہیئے۔ فراست اور شجاعت نبی اولوالعزم کی شان ہے ہر غزوہ مین حضرت رسول کی یہ دونون صفتین آشکارا ہوتی رہین۔ جنگ احد کے دشوار وقت مین آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا "الی یا فلان الی یا فلان انا رسول اللہ" حیرت انگیز نکات سے خبر دیتا ہے۔ جھوٹے رسول کو ایسے دشوار وقت مین اسکی جھوٹی رسالت یاد نہین رہ سکتی ہے۔ سبحان اللہ حضرت کا کیا استقلال تھا کہ اپنی جگہ

پر قائم رہ کر بزدلے لشکریون کو یہ الفاظ بالاخطاب فرما سکے اسی کے ساتھ حضرت علی جو ایمان کامل رکھتے تھے
حضرت رسول کی محبت مین استوار رہے لاریب اگر حضرت رسول سچے رسول نہ ہوتے اور حضرت علی آنحضرت
کی رسالت کا دلی اقرار نہ رکھتے تو نہ آنحضرت برسر استقلال رہتے اور نہ حضرت علی کی تلوار اس کامیابی
کے ساتھ دشمنانِ حضرت رسول پر چل سکتی۔ اگر حضرت رسول سچے رسول نہ ہوتے تو حضرت رسول اہل قریش
کے غلبہ کے وقت حضرات ثلثہ کیطرح میدان جنگ سے بھاگ نکلتے اور ناقص الایمانی کی حالت مین حضرت علی کی
تلوار بھی میان مین پڑی رہ جاتی۔ حضرات ثلثہ کے بار بار فرار سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرات مذکور
بالادل سے مسلمان نہین ہوے تھے زبانی اقرار اسلام کہان تک دلی قوت پیدا کر سکتا ہے۔ امتحان کیوقت
جو حضرات ثلثہ کی دلی کیفیت تھی عیان و آشکارا ہو جاتی تھی۔ حضرات ثلثہ دل سے اگر دین خدا اختیار
کئے ہوتے تو ناممکن تھا کہ وہ بزرگوار راہِ خدا مین اپنی جانون کو عزیز رکھتے یا حضرت ابوبکر دین جاہلیت کیطرف
عود کر جانے کی ہدایت کرتے یا حضرت شیخین ابوسفیان سے جان بخشی اور عفو تقصیر کی خواستگاری کا خیال
دلمین لاتے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مہاجرین نے ہجرت کی زحمت اغراض دنیوی کی بنا پر اختیار کی تھی۔ بلاشبہ
حضرت شیخین دنیوی بہبودی کی امید مین مدینہ کو چلے آئے تھے کیسی ہجرت اور کیسی حضرت رسول کی محبت
صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونون صاحبون کو ثروت یا حکومت کی توقع مدینہ مین لے آئی تھی ایسی توقع کی بنا پر
اپنی جانون کی بڑی حفاظت کرتے تھے اور کیون نہین کرتے۔ اسی حفاظت جان پر تو حصول ثروت و
حکومت کا دار و مدار تھا۔ ہر محل خوف سے اپنی جانون کو بچاتے بچاتے آخر وہ دن آگئے کہ حضرت
خلفاے ثلثہ مسلمانون کے بادشاہ بنتے گئے۔ اس امر کا ثبوت کہ حضرت شیخین کو حصول حکومت مدنظر
تھی معاملۂ سقیفہ سے ملتا ہے۔ رسول اللہ کے رحلت فرماتے ہی وہ دونون بزرگوار یعنی حضرات شیخین رسول اللہ کی تجہیز و
تکفین کو ایک غیر ضروری امر سمجھکر سقیفہ کیطرف دوڑ نکلے اور ایک خود غرضانہ اجماع کی شرکت کر کے حضرت عمر
نے حضرت ابوبکر کے پردہ مین اپنے کو خلیفہ بنا ڈالا۔ اگر الیکشن سے کسی کو خلیفہ بنانا تھا تو حضرت شیخین نے اتنے بڑے
قبیلۂ بنی ہاشم کو شریک اجماع ہونے کی دعوت کیون نہین دی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ دونون
بزرگوار خوب جانتے تھے کہ اگر اجماع سقیفہ مین بنی ہاشم کی شرکت ہو جائیگی تو حکومت بلاد اسلام سے
حضرت شیخین محروم رہ جائین گے۔ بس چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کی کارروائی اسی لئے عمل مین
لائی گئی کہ حکومت بلاد اسلام ہاتھ سے نہ جانے پاوے۔ کوئی شک نہین اگر بنی ہاشم اجماع سقیفہ کے
شریک ہو جاتے تو حضرت ابوبکر پر حضرت عمر خلافت کو قائم نہین کر سکتے۔ تب بالضرور اور کوئی شخص
خلیفہ قرار پاتا۔ ان معاملات سے ظاہر ہے کہ حصول حکومت کے لئے حضرت شیخین اور بھی دیگر مہاجرین

جو آپ دو نون صاحبون کے ننھیال تھے ترک وطن کرکے مدینہ چلے آئے تھے لاریب ایسے بزرگوار دنکو خس برابر بھی کوئی دنیاوی خیال مدینہ نہین لایا تھا۔ حصول حکومت کی خواہش کا پتہ حضرت عمر کے مکالمۂ ذیل سے بھی بین طور پر لگتا ہے۔

تاریخ ابن جریر طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری مین عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن عباس تم جانتے ہو کہ محمد صلعم کے بعد کس بات نے تم کو امر خلافت سے محروم رکھا۔ مین نے اُن کا جواب دینا خلاف مصلحت سمجھکر کہا کہ اگر مین نہین جانتا تو آپ مجھے آگاہ کرین۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ قوم نے اِس بات سے کراہت کی کہ نبوت اور خلافت دونون تم مین جمع ہون اور تم اِس پر خوش ہو کر اترانے لگو۔ چنانچہ قوم اِس کے اختیار کرنے مین مصیب اور موفق ہوئی مین نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اجازت دین اور خفا نہ ہون تو مین بھی کچھ عرض کرون۔ انھون نے فرمایا کہ ہان کہو۔ مین نے کہا کہ آپ کا یہ فرمانا قابلِ نظر ہے کہ قوم خلافت کے اختیار کرنے مین مصیب اور موفق ہوئی اِس لئے کہ اگر قوم خلافت کو خدا کی مرضی کے موافق اختیار کرتی تو بلا شبہہ مصیب ہوتی اور اُس کی اصابت غیر مردود و غیر محسود سمجھی جاتی نیز آپ کا یہ فرمانا بھی قابل نظر ہے کہ قوم نے ہم مین نبوت اور خلافت کا جمع ہونا پسند نہ کیا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ قوم کی کراہت کا وصف اپنے کلام مین ان الفاظ سے فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم۔ یعنی چونکہ حکم خدا سے انھون نے کراہت کی لہذا انکے اعمال اکارت گئے۔ یہ سنکر حضرت عمر بولے افسوس اے ابن عباس خدا کی قسم تمھاری نسبت مجھے ایسی باتون کی خبرین پہونچائی گئی ہین جنکو کریدکر تمھاری منزلت اپنے دل سے زائل کرنا پسند نہین کرتا۔ مین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ فرمائین تو سہی اگر درحقیقت وہ باتین حق پر مبنی ہین تو میری منزلت کے ضائع ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت تم سے بظلم و حسد لیگئی ہے۔ مین نے کہا اے امیر المومنین ظلم کا مفہوم تو ہر جاہل اور حلیم پر روشن ہے رہا حسد پس ابلیس نے حضرت آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد ہین محسود ہوا چاہین۔ حضرت عمر نے فرمایا افسوس ہے ای بنی ہاشم۔ تمھارے قلوب مین حسد اور کینہ کے سوا کچھ نہین ہی اور حسد اور کینہ ایسا جو مٹ نہین سکتا۔ مین نے کہا بس اے امیر المومنین ان لوگون کے قلوب کو کینہ اور حسد کے ساتھ منسوب نہ کیجئے جن کو بمصداق آیۂ تطہیر خدا نے ہر برائی اور خباثت سے پاک و صاف فرمایا ہی اور غور تو کیجئے کہ خود رسول اللہ کا قلب بھی قلوب بنی ہاشم مین سے ہی۔ حضرت عمر نے بگڑ کر کہا کہ اے ابن عباس میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جب مین نے اٹھنے کا قصد کیا تو انھون نے بمقتضائے حیا پھر مجھے بٹھایا اور فرمایا کہ اے ابن عباس

حضرت عمر کا مکالمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے ساتھ

واللہ مین تمھارے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھون گا اور تمھاری خوشی کا خواہان رہون گا۔ مین نے کہا اے امیرالمومنین بہتر اور کل مسلمانون پر میرا حق ہے جس نے اسکو ملحوظ رکھا مصیب ہوا اور جس نے اسکو ضائع کیا خطا کی اسکے بعد ابن عباس اٹھے اور وہان سے چلے گئے۔ مکالمۂ مذکورہ بالا پر تھوڑی سی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اسلئے مکالمۂ مذکور بالا حضرت عمر کے اندرونی عالم کے منظر کو وضاحت کے ساتھ پیش نظر کر دیتا ہے۔ ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عمر کے دل مین بنی ہاشم کیطرف سے ہمیشہ خلش رہتی تھی۔ پس بطریق بالاآب کا ابن عباس سے مخالفانہ گفتگو کرنا خلاف توقع نہ تھا۔ خلیفہ صاحب کا ابن عباس سے یہ پوچھنا کہ "اے ابن عباس تم جانتے ہو کہ محمد صلعم کے بعد کس بات نے تمکو امر خلافت سے محروم رکھا"۔ ایسا سوال تھا کہ ابن عباس کیلئے اسکا سچا جواب دینا ان کے لئے خلافِ مصلحت تھا۔ اسی طرح حضرت عمر کے بقیہ مکالمہ کا جواب جو کچھ ابن عباس نے دیا دبی زبان سے دیا اس پر بھی حضرت عمر برافروختہ ہو گئے اور ابن عباس سے چلے جانے کا حکم دیدیا۔ بہر حال راقم حضرت عمر کے مکالمہ کا ذیل مین پورا اور سچا جواب حوالۂ قلم کرتا ہے اور اہل انصاف سے داد کا خواہان ہوتا ہے۔

حضرت کا قول کہ "قوم نے اِس بات سے کراہت کی کہ نبوت اور خلافت دونون بنی ہاشم مین جمع ہون اور بنی ہاشم اِس پر خوش ہو کر اترانے لگین چنانچہ قوم اس کے اختیار کرنے مین مصیب اور موفق ہوئی" یہ ایک ہٹ دھرمی کا قول ہے۔ قوم نے تو امر خلافت کے طے کرنے مین کوئی معقول کارروائی اختیار نہین کی بلکہ یہ کہئے کہ قوم کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ کب امر خلافت طے پا گیا۔ اجماع سقیفہ کوئی قومی حیثیت رکھتا نظر نہین آتا ہے اِس نامراد مجمع مین صرف ایسے لوگون کی بھیڑ ہوئی جو حضرات شیخین کے یا چیلے چاپڑ تھے جو آن صلعم کی نافرمانی کے داغ کو اپنی ذاتون مین لگائے ہوے تھے یا انصار مدینہ تھے جو اپنی فکر مین غرق ہو رہے تھے۔ اگر قوم کا اجماع کرنا تھا تو اسوقت کے سارے بلاد اسلامیہ کے ممتاز اشخاص شرکت مجمع کے لئے بلائے جاتے۔ ساری اسلامی دنیا کے ممتاز افراد تو درکنار مدینہ کے بنی ہاشم تک تو بُلائے نہین گئے۔ بلانا تو درکنار کسی کو امر خلافت کے طے کرنے کی خبر تک نہین دی گئی۔ بالقصد اہل مدینہ معاملۂ خلافت سے بیخبر رکھے گئے۔ کوئی شک نہین کہ اگر باقاعدہ اجماع سقیفہ کا قائم کیا جاتا تو حضرت عمر حضرت ابو بکر کو اس سرسری طور سے خلیفہ نہین بنا سکتے یا کہئے کہ اپنے کو حضرت ابو بکر کے پردے مین خلیفہ نہین بنا سکتے۔ اقوام اہل اسلام کے اجماع کے بعد حضرت شیخین سے کسی کو خلیفہ قرار پانے کی کوئی امید ہو نہین سکتی تھی۔ اِس لئے سقیفہ کی تمام کارروائی اِس عجلت اور بے ضابطگی کے ساتھ عمل مین لائی گئی۔ حق یہ ہے کہ قوم نے بنی ہاشم کی خلافت سے کوئی کراہت نہین دکھلائی البتہ حضرات شیخین نے یہ کراہت دکھلائی۔ اگر شیخین سے مراد قوم ہو سکتی ہو تو ایسی حالت مین حضرت عمر کا فرمانا کہ قوم نے کراہت کی بہر صورت درست اور بجا متصور ہے۔ اب رہا یہ کہ حضرت عمر کا ارشاد بنی ہاشم کے

اقوال قابل لحاظ

اترانے کی نسبت یہ قول آپ کی غایت بدنفسی کی خبر دیتا ہے۔آپ کو ایک خاص نفرت اور کراہت بنی ہاشم کے ساتھ بھی جیسا کہ میری آئندہ کی تحریر سے ظاہر ہوگا۔فطرت نے جیسا دل آپ کو بخشا تھا اسی کے مطابق آپکو زبان بھی ملی تھی قوم کے مصیب اور موفق ہونے کی نسبت عرض راقم یہ ہے کہ معاملۂ سقیفہ کو قوم سے کوئی علاقہ نہین ہے۔اگر مصیب و موفق ہوے تو حضرات شیخین اور انکے چیلے چاپڑ۔لیکن قوم ہو یا حضرات شیخین وغیرہ ہون کوئی بھی مصیب اور موفق نظر نہین آتے ہین۔اس لئے کہ اگر قوم یا حضرات شیخین وغیرہ امر خلافت کو خدا و رسول کی مرضی کے مطابق اختیار کرتے تو لاریب مصیب اور موفق ہوتے اور انکی اصابت بقول حضرت ابن عباس غیر مردود اور غیر محسود سمجھی جاتی۔افسوس ہے کہ قوم (یعنی حضرت شیخین) بھول گئے کہ مقام خم غدیر مین حضرت رسول بحکم خداے قدیر علی مرتضے کے حق مین استخلاف فرما چکے تھے۔اس سے زیادہ واضح طور پر استخلاف کی کیا کارروائی ہوسکتی تھی جس کے عامل حضرت رسول بروز خم غدیر ہوے تھے بخ بخ کی دھوم کس غرض سے مچائی گئی تھی کہان بخ بخ اور کہان سقیفہ کا اجماع۔حق یہ ہے کہ اگر حضرت شیخین خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف کاربند نہ ہوتے تو سقیفہ کا ہنگامہ ظہور مین نہین آتا حضرات شیخین کے تمام معاملات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونون بزرگوار کوئی اعلی درجہ کے پابند اصول نہ تھے۔سقیفہ مین ایک نامراد اجماع کی پابندی سے امر خلافت کو طے کر ڈالا اور جب حضرت عمر کو خلیفہ بنانا چاہا تو حضرت ابوبکر استخلاف کے کاربند ہو گئے۔جب جیسا موقع ملا حضرات شیخین ویسا ہی کرتے گئے اسی بے اصول زندگی کی پابندی سے حضرات شیخین وغیرہ غزوات سے فرار اختیار کرتے رہے حضرت عمر نے صلح حدیبیہ کے متعلق اپنے ذاتی جوہر خوب کھلائے۔دیگر اکابر مہاجرین کیطرح حضرات شیخین نے بھی حکم جیش اسامہ سے پورے طور پر سرتابی کی اور حدیث ثقلین کی تعمیل کا کبھی خیال ہی نہین کیا۔آپ کے رنگ کے مہاجرین کے معاملات پر نظر ڈالنے سے صاف عیان ہوتا ہے کہ ایسے مہاجرین نے حصول دین کی نظر سے حضرت رسول کا دامن نہین پکڑا تھا حصول دنیا کیلئے مدینہ چلے آئے تھے۔پس ایسے مسلمانون سے جو بے عنوانیان ظہور مین آئین خلاف توقع نہین ہین حضرت عمر کا خلیفہ قرار پانا حضرت ابوبکر کے استخلاف کے ذریعہ سے امتیان محمدی کی بڑی بے اصولی سے خبر دیتا ہے کیا جائے تعجب ہے کہ حضرت رسول کے استخلاف کیطرف امتیون کو کوئی توجہ نہین ہوئی مگر حضرت ابوبکر کے استخلاف کو امتیون نے بلا خرخشہ مان لیا۔ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کو استخلاف سے چارہ نہ تھا۔اول یہ کہ حضرت ابوبکر کو حضرت عمر نے خلیفہ بنایا تھا۔ضرور تھا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ بنا دین ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔دوم یہ کہ اگر امر خلافت حضرت ابوبکر کے مرنے پر قوم پر چھوڑ دیا جاتا تو حضرت عمر کی خلافت ایک احتمالی حالت مین پڑ جاتی بہت کم اس کی توقع ہوسکتی

حضرت ابوبکر کا استخلاف حضرت عمر کے لئے

تھی کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پاتے۔ سقیفہ کی کامیابی کا بارِ ثانی ظہور مین آنا تمام تر ایک مشتبہ امر تھا۔ قوم مین ایسے افراد موجود تھے جو حضرت عمر کی خلافت پر آسانی کے ساتھ راضی نہین ہوسکتے تھے۔ بنی ہاشم کا تو حضرت عمر کی خلافت پر کسی حال مین راضی ہونا صورت امکان نہین رکھتا تھا۔ علاوہ اِس قبیلے کے اور بھی بہت آدمی تھے جو بنی ہاشم کے ہمخیال تھے۔ چنانچہ حسب تحریر صاحب ملل ونحل شہرستانی جب حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا تو کچھ لوگ کہہ اٹھے کہ تم نے یعنی حضرت ابوبکر نے ایک درشت خو سنگدل کو ہم پر حاکم کیا ہے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ حضرت رسوؐل کا خلیفہ اور درشت خو اور سنگدلی کے ساتھ متصف ہو۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت عمر قوم کی پسند سے حضرت ابوبکر کے جانشین نہین بنے حضرت ابوبکر کی پسند سے حضرت عمر آپ کے جانشین بنے۔ اول تو حضرت ابوبکر ہی کو ساری قوم نے خلیفہ نہین بنایا دوم یہ کہ حضرتِ عمر کو جو خلافت نصیب ہوئی اِس مین تو قوم کو خس برابر بھی دخل نہین دیا گیا اس پر حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ قوم نے بنی ہاشم کو امر خلافت سے محروم رکھا کس قدر راستی اور حق گوئی سے دور ہے۔ اِس کے ساتھ خوش ہوکر اترانے کی نسبت بنی ہاشم یعنی حضرت علیؑ حضرت خاتون جنت حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ عجب حیرت انگیز اور نفرت خیز مضمون ہے۔ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عداوت اہلبیت علیہم السلام حضرت عمر کی گھٹی مین پڑی تھی۔ یہ زبان اور حضرت اہلبیت۔ یہ وہ اہلبیت ہین جو ممدوح خداوند عالم ہین انکی نسبت ایسی بے ادبانہ گفتگو کوئی کافر بھی جائز نہین رکھہ سکتا ہے۔ از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ افسوس ہے کہ درشت گوئی اور زشت خوئی حضرت عمر کی سرشت تھی جیسا کہ صاحب ملل ونحل کی تحریر سے عیان ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت عمر کے اس قول کی تردید کرکے ابن عباس نے خلیفہ صاحب کے قول نبوت و خلافت کے جمع ہونے کی نسبت یہ کہا کہ اللہ تعالی قوم کی کراہت کا وصف اپنے کلام مین ان الفاظ سے فرماتا ہے کہ ذالك بانهم كرهوا ما انزل الله واحبط اعمالهم۔ یعنی چونکہ حکم خدا سے انھون نے کراہت کی لہذا انکے اعمال اکارت گئے۔ ابن عباس کا یہ بیان سنکر جب تقریر کی گنجایش نہین رہی تو حضرت عمر نے خلیفانی کا پہلو اختیار کیا۔ ابن عباس فرمانے لگے کہ افسوس اے ابن عباس خدا کی قسم تمھاری نسبت مجھے ایسی باتون کی خبرین پہونچائی گئی ہین جنکو کریدکر تمھاری منزلت اپنے دل سے زائل کرنا پسند نہین کرتا۔ اس پر ابن عباس بولے کہ آپ فرمائین تو سہی اگر درحقیقت وہ باتین حق پر مبنی ہین تو میری منزلت کے ضایع ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت ہم سے بہ ظلم وحسد لے لی گئی ہے۔ اس پر ابن عباس نے جواب مین کہا کہ ظلم کا مفہوم تو ہر جاہل اور عالم پر روشن ہے (راقم کہتا ہے کہ ابن عباس نے خوب ہی جواب دیا یعنی اسلئے پہلا)

رہا حسد پس ابلیس نے حضرت آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد مین محسوہوا چاہین (راقم لکھتا ہو کہ ابن عباس نے یہ بھی خوب کہا۔ واقعی جیسے طبقۂ بالا مین ابالیس ہین طبقۂ بنی آدم بھی ابالیس سے خالی نہین ہے) ابن عباس کی اس تقریر کا جواب حضرت خلیفہ نہین دے سکے۔ پس تقریر مین بند ہو کر خلیفہ صاحب فرماتے لگے کہ افسوس اے بنی ہاشم تمھارے قلوب مین حسد اور کینے کے سوا کچھ نہین ہے اور حسد اور کینہ بھی ایسا کہ مٹ نہین سکتا۔ اس پر ابن عباس بولے کہ ان لوگون کے قلوب کو کینہ اور حسد کے ساتھ منسوب نہ کیجئے جنکو مصداق آیۂ تطہیر خدا نے ہر برائی اور خباثت سے پاک و صاف فرمایا ہے اور غور کیجئے کہ خود رسول اللہ کا قلب بھی قلوب بنی ہاشم مین سے ہے۔ حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اے بنی عباس تمھارے قلوب مین حسد اور کینہ کے سوا کچھ نہین ہے اس امر سے خبر دیتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک آیۂ تطہیر کا کچھ وزن نہ تھا اور وزن کہان سے ہوتا جب اسلام نے حضرت عمر کے دل مین جگہ نہین کی تھی۔ کیا مسلمان حضرتِ رسول اور آلِ رسول سے ایسی نفرت دکھا سکتا ہے۔ اگر حضرت عمر آن صلعم کی رسالت کا دل سے اقرار رکھتے تب تو قرآن کی بھی عزت کرتے۔ جب حضرت رسول کی فرمان برداری سے ہمیشہ منحرف رہے تو پھر قرآن کیا اور آیۂ تطہیر کیا۔ پھر کیا تھا جو منھ مین آیا کہہ دیا کیا غضب کی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ تو پنجتن پاک کو مطہر فرمائے۔ اور حضرت عمر انکے دلون کو حسد اور کینہ کا مخزن قرار دین یہ کون سی مسلمانی ہے۔ سبحان اللہ حضرت عمر نے بنی ہاشم کے قلوب کو بنی امیہ کا قلوب بنا دیا جس مین بغض و حسد و دیگر صفاتِ ذمیمہ بھرے رہتے تھے۔ لیکن ایسے صفات ذمیمہ کو حضرت عمر کمال ہمخیالی اور ارتباط کی بنا پر بنی امیہ کیطرف منسوب نہین کر سکتے تھے لیکن حضرت عمر کے دلمین خس برابر بھی عقل کا مادہ ہوتا تو ضرور ایسا کرتے۔ خیر اے حضرات سنی سید بھائیو آپ اب بھی نیک و بد پر نظر لحاظ ڈالئے اب مین آپ سے پوچھتا ہون کہ ایسا شخص سردار دین مانا جا سکتا ہے کہ منشا آیۂ تطہیر کے برخلاف بنی ہاشم کے قلوب کو جن مین قلوب آنحضرت صلعم و حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت حسن مجتبےٰ و حضرت حسین شہید کربلا کے داخل ہین حسد اور کینہ سے بھرا سمجھے اور ان کے ساتھ اپنے ایسے ناپاک خیال کا اظہار ایک ممتاز بنی ہاشم کے آگے کرے۔ ایسا شخص مسلمان نہین ہو سکتا خلیفۂ رسول اللہ ہونا تو درکنار۔ البتہ ایسا شخص بادشاہ یا پریسیڈنٹ ایسے گروہ کا ہو سکتا ہے جو ایسے شخص کے ہمخیال ہونے سے خود مسلمان نہین ہے۔ یہ قول حضرت عمر کا کہ اے بنی ہاشم تمھارے قلوب مین حسد و کینہ کے سوا کچھ نہین ہے، ایک نہایت ہی وحشت انگیز قول ہے۔ حضرات ناظرین۔ ابن عباس کا تردیدی قول قابل لحاظ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے دلمین حضرت علی و حضرت فاطمہؑ و حضرتِ امام حسنؑ

وحضرت امام حسین کی عظمت تو درکنار خود حضرت رسول کی عظمت خس برابر نہ تھی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ راقم کا
یہ خیال کہ بضرورت خلفائے ثلثہ اور ان کی ترکیب کے دیگر مہاجرین نے دین حضرت محمد کو اختیار کر لیا تھا ہرگز ہرگز
ناراست نہین ہے۔ کوئی شک نہین ہے کہ ایسے مہاجرین دنیا طلبی کے تقاضا سے مدینہ چلے آئے تھے اور مدینہ
مین انکو بہبودی کیصورت پیدا ہوگئی۔ کسی کی تجارت کو فروغ ہوا۔ اکثر کو مال غنایم ہاتھ لگے اور اکابر انکے حکومتین حاصل
کرتے گئے حتیٰ کہ تین انکے اکابر بادشاہ بھی بلاد اسلام کے ہوتے گئے۔ یعنی حضرات خلفائے ثلثہ۔ خیر جب ابن عباس نے
حضرت عمر کے قول بالا کی خوبصورتی کے ساتھ تردید کردی تو حضرت عمر کے پاس جواب ہی کیا تھا جو فرماتے۔ آپ نہایت
آزردگی کے ساتھ بول اُٹھے کہ اے ابن عباس میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ اس کج خلقی کے کلام کو سنکر جب ابن
عباس نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے بمقتضائے حیا پھر ابن عباس کو بٹھایا اور فرمایا کہ اے ابن عباس واللہ
مین تمھارے حقوق کا لحاظ رکھونگا اور تمھاری خوشی کا خواہان رہونگا۔ (راقم لکھتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین
کو قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہ تھی)۔ اس پر ابن عباس نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ پر اور کل مسلمانون پر میرا حق ہے
جس نے اسکو ملحوظ رکھا مصیب ہوا اور جس نے اسکو ضائع کیا خطا کی۔ راقم لکھتا ہے کہ اگر حضرت شیخین کو ابن عباس
کے قول بالا کا لحاظ خس برابر بھی کسی وقت مین ہوا ہوتا تو حضرت رسول کی خلافت اور معاملہ فدک وغیرہ کا انجام
اس طور پر ظہور مین نہین آتا جیسا کہ ظہور مین آیا۔ اس کے بعد ابن عباس اُٹھے اور وہان سے چلے گئے۔ راقم کو
اب تک نہین معلوم ہو سکا ہے کہ آیندہ حضرت عمر نے ابن عباس یا دیگر بنی ہاشم یا خاندان پیمبر کے حقوق کی کیا رعایت
کی۔ ظاہرا ایسا ہی نظر آتا ہے کہ ایسی گفتگو سے ابن عباس کی آنی دلجوئی خلیفہ صاحب کو مدنظر تھی اور کچھ نہ تھی۔ اے
حضرات سنی سید بھائیو۔ قصہ بالا سے چند باتین ظاہر ہوتی ہین اول یہ کہ حضرت عمر ایک نہایت درشت خو اور درشت
گو بزرگ تھے دوم یہ کہ حضرت کو خاندان پیمبر سے دلی نفرت لاحق تھی سوم یہ کہ آپ کے مزاج مین سخت درجہ کی ہٹ
دھرمی داخل تھی جو شان عدل پروری کی منافی ہے چہارم یہ کہ حضرت نے معقول طرح کی تعلیم و تربیت نہین پائی
تھی۔ پنجم یہ کہ آپ کا دل حسد و کینہ سے بھرا ہوا تھا ششم یہ کہ فیضان صحبت رسول مقبول سے حضرت بہت کم مستفید ہو سکے
تھے۔ ہفتم یہ کہ ناتعلیم یافتگی کے سبب سے حضرت آداب صحبت سے کم واقف تھے۔ ہشتم یہ کہ حضرت فطرت کے رو سے
نہایت سریع الغیظ تھے نہم یہ کہ مکالمہ مین ناتعلیم یافتگی کے باعث حضرت کو نشیب فراز کا کوئی لحاظ نہین رہتا تھا چنانچہ
بنی ہاشم کے حسد اور کینہ کی الزام دہی مین حضرت رسالتمآب تک پر بھی چوٹ کر بیٹھے جس کی گرفت ابن عباس
نے خوب کی۔ دہم یہ کہ حضرت کے نزدیک آیہ تطہیر کی کوئی وقعت نہ تھی جس کے معنی یہ ہوے کہ قرآن کے ایک
جزو کو بے وقعت سمجھنا سارے قرآن کو بے وقعت سمجھنا ہے۔ یازدہم یہ کہ حضرت نے اپنے فعل کو قوم کے سر
ڈالدینا پسند فرمایا۔ یعنی مضمون کراہت کو اپنے سر سے قوم کے سر پر ڈالدیا۔ دوازدہم یہ کہ حدیث ثقلین کے

مضمون کو حضرت جس برابر بھی قابل توجہ نہین سمجھتے تھے جس سے بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول کی حالت سے حضرت کو مطلق اعتراف نہ تھا - اسی طرح مکالمہ بالا سے ابن عباس کی بھی چند باتین ظاہر ہوتی ہین - اول یہ کہ ابن عباس ایک تعلیم یافتہ آدمی نظر آتے ہین - آپ کی تقریر کا سلسلہ آپ کی تعلیم یافتگی سے خبر دیتا ہے - تعلیم یافتہ تو آپ ضرور تھے اس لئے کہ علم قرآن آپ نے باب علم یعنی علی مرتضےٰ سے حاصل کیا تھا دوم یہ کہ آپ آداب صحبت سے واقف تھے یہ بھی فیضان صحبت مرتضوی کا نتیجہ تھا - سوم یہ کہ آپ مین صفت تحمل اور حاضر جوابی کی موجود تھی - پنجم یہ کہ معاملہ خلافت کو آپ ظلم و حسد پر مبنی سمجھتے ہے - ششم یہ کہ آپ مین کسی درجہ تک دنیاداری کا بھی مادہ تھا اگر یہ مادہ آپ مین نہ ہوتا تو آپ خلیفہ وقت کے ہان کیون آتے جاتے - اِس پر بھی آپ اپنے قبیلہ کو مظلوم سمجھتے تھے اور اہلبیتؑ اطہار کو جیسا چاہیئے قابل عظمت سمجھتے تھے -

اے حضرات سنی سید بھائیو حضرت عمر کی نسبت مولوی شبلی صاحب اپنی کتاب الفرق مین لکھتے ہین کہ آپکے برابر جمیع اصحاب رسول اللہ مین کوئی پولیٹکل دماغ نہین رکھتا تھا - یہ خیال کچھ اور مصنفین کا بھی ہے - راقم کو بھی اس سے اعتراف ہے کہ آپ کسی درجہ کا پولیٹکل دماغ رکھتے تھے - مگر آپ کی پولیٹکل قابلیت اعلےٰ درجہ کی نہ تھی آپ کی پولیٹکل قابلیت زیادہ اس ترکیب کی تھی جیساکہ اس زمانہ کے بعض ممتاز ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ و منیوسپلٹی مین دیکھی جاتی ہے یہ ممبران صاحبان بھی اپنے کو پولیٹکل جنٹلمین سمجھتے ہین - مگر اُن کی پالٹیکس (Politics) کا دائرہ محدود قسم کا ہوتا ہے - انکی پولیٹکل کارروائیان اس قسم کی ہوتی ہین کہ اکثر اونکی ذاتیات اور انکی پارٹیون کی ذاتیات سے تعلق رکھتی ہین - حضرت عمر اگر واقعی اعلیٰ درجہ کے پولٹشن (Politician) ہوتے تو اپنی ذاتیات اور اپنی پارٹی کی ذاتیات کے امور سے کنارے رہکر اس پالیسی کو اختیار کرتے جو بانی سلطنت عرب یعنی رسول مقبول کو مدنظر تھی - آن صلعم نے اپنی دور اندیشی اور مدبرانہ کارروائی سے دس برس کے اندر ایک ایسی دینی ریاست عرب مین قائم کردی تھی کہ اگر آن صلعم کے مرکوزات خاطر پر آپ کی امت چلتی تو عرب کی تاریخ اسقدر بدنما نظر نہ آتی جیسی کہ اسوقت نظر آتی ہے - حضرت رسول علی مرتضےٰ کے حق مین بمقام خم غدیر استخلاف کی کارروائی عمل مین لائے تھے آن صلعم نے بہت کچھ سمجھ بوجھکر یہ کارروائی اختیار کی تھی جس شخص کو خلیفہ آپ نے اپنا بنانا چاہا تھا وہ جمیع عیوب سے پاک تھا حضرت رسول کی دینی ریاست اسی کی قایم کردہ تھی - وہ شخص رسول خدا کا تعلیم کردہ تھا اور سیرت رسول سے پوری واقفیت رکھتا تھا - اگر امت اسکی مددگار ہوکر اسکو خلیفہ ہونے دیتی تو جتنے فسادات برسون تک ظہور مین آتے رہے ہرگز ظہور مین نہین آتے - بروز استخلاف امتیون نے کوئی مخالفت نہین دکھلائی حتےٰ کہ حضرت عمر نے بخ بخ کہکر علی مرتضیٰ کو استخلاف کی مبارکباد بھی دی - لیکن جب خم غدیر سے حضرت رسول مدینہ کو روانہ ہوئے تو عقبہ کی راہ مین شب کے وقت اُمتیون سے

سولہ یا سترہ بدبختوں نے حضرت رسول پر حملہ آوری کا قصد کیا مگر جب انکی سواریوں پر ہنٹر بھپکاری شروع ہوگئی تو وہ بدبخت بھاگ نکلے۔ یہ کمبخت حملہ آور یا خود اکابر مہاجرین تھے یا ان کے مقرر کردہ افراد۔ بذات خود عوام مہاجرین تو ایسے ناپاک فعل کے مرتکب ہونے کی کوئی وجہ نہین رکھتے تھے۔ اِس لئے کہ انکو رسول اللہ کی جانشینی کی امید ہو نہین سکتی تھی۔ اِس فعل کے مرتکب یا اکابر مہاجرین ہوے تھے یا اُن کے چیلے چاپڑ۔ اکابر مہاجرین کی مخالفت کا ظہور حضرت رسول کی حیات ہی مین شروع ہوگیا تھا۔ مگر جیش اسامہ کی شرکت سے اکابر مہاجرین کے تخلف نے ان کی چھپی مخالفت کو پورے طور پر ظاہر کردیا۔ کوئی شک نہین کہ اگر حضرت رسول دو برس اور بھی زندہ رہ جاتے تو اکابر مہاجرین رسول اللہ سے اسی طرح برگشتہ ہو جاتے جیسا کہ آنحضرت کے بعد حدیث ثقلین کے منشا کے برخلاف علی مرتضٰی سے برگشتہ ہوگئے۔ لازم یہی تھا کہ رسول اللہ کی خواہش کے مطابق علی مرتضٰی خلیفہ قرار پا جاتے مگر حضرت عمر کی کم حوصلہ اور نامراد پالیسی نے حضرت علی کو خلیفہ ہونے نہ دیا۔ اگر حضرت علی خلیفہ قرار پا جاتے تو سالہا سال کے فسادات سے سلطنت عرب محفوظ رہ جاتی اور ایک ہی دین تمام بلاد اسلام مین وجود پذیر رہتا۔ حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے بلاد اسلام مین ہر طرح کے فسادات کی بنا ڈالدی حضرت ابوبکر کو خلیفہ بناتے ہی آپ کو اِس کی ضرورت پڑگئی کہ بنی امیہ شریک سلطنت عرب بنا دیئے جاوین اسی مین حضرت عمر کی قائم کردہ خلافت کی خیر تھی۔ اگر بنی امیہ کو شریک سلطنت آپ نہ کر لیتے تو آپکی قائم کردہ خلافت کو ابوسفیان دم کے دم مین ہوا کر ڈالتے۔ آپ کا بنی امیہ کو سر نو سے برسر ثروت کردینا ایک بڑی پولٹیکل غلطی تھی۔ دینی پہلو سے بھی یہ قبیلہ درگاہ خدا و رسول کا ایک مردود قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ ہمیشہ سے دین خدا کا دشمن ہو رہا تھا۔ اسلام کی بیخ کنی اسکو ہمیشہ مدنظر رہی تھی۔ جنگ بدر و جنگ احد و جنگ خندق و جنگ حنین کی نوبت رسول اللہ کو اسی قبیلہ اسلام کش سے آئی تھی۔ پس اس قبیلہ کو سلطنت محمدی سے منفعت مالی کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ دس برس کی محنت مین حضرت رسول نے اِس قبیلہ ملعونہ کو زیر و زبر کر ڈالا تھا۔ اگر حضرت عمر اس قبیلہ کے دستگیر نہ بن جاتے تو آیندہ جتنی خون ریزیان اور فساد انگیزیان اس قبیلہ کی وجہ سے پیغمبر خدا کی ریاست دینی مین ظہور پذیر ہوتی گئین ہرگز ظہور مین نہ آتین اگر حضرت عمر واقعی اسلام کے بھی خواہ ہوتے اور اپنے شریک حال افراد کے ذاتی منافع کو ملحوظ نہین رکھے ہوتے تو بیشک آپ ایک بڑے اور سچے پولیٹشن کہے جانے کے مستحق سمجھے جاتے کوئی شک نہین کہ رسول اللہ ایک بڑے پولیٹشن تھے جیسا کہ ایک اولوالعزم رسول کو ہونا چاہیئے۔ پس حضرت عمر کا حضرت رسول کی پالیسی سے انحراف کرنا پورے طور پر اس کا مثبت ہے کہ آپ کوئی بڑے پولیٹشن نہ تھے صرف ایک بڑی چال کے آدمی تھے۔ صرف اپنی اور اپنی پارٹی کے

اغراض کو ملحوظ رکھکر امور سلطنت مین (عام اس سے کہ وہ امور دینی حیثیت رکھتے ہون یا دنیوی) کاربند ہون مخلص پولیٹیشن کا کام نہین ہے ۔ حق یہ ہے کہ اِنہی پولیٹیکل غلطی سے حضرت عمر ان فسادات کا تخم بو گئے جو نشو و نما پاکر رفتہ رفتہ ایک ایسا درخت ہو گیا کہ جسکی باروری نے عرب کی سلطنت کو آخر کار بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا حضرت عمر کی اُس پولیٹیکل غلطی نے حضرت کی دینی ریاست یعنی سلطنت عرب کو کسی صدی مین چین سے رہنے نہ دیا ۔ حضرت عمر کی یہ پولیٹیکل غلطی سلطنت عرب مین سول وار کی جڑ نظر آتی ہے ۔ پس لازم یہی تھا کہ حضرت رسولؐ کی خواہش کے مطابق علی مرتضےٰ خلیفہ قرار پا جاتے مگر حضرت عمر کی کم حوصلہ پالیسی نے حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل ہونے نہ دیا اگر حضرت علی خلیفہ قرار پا جاتے تو سالہا سال کے فسادات سے سلطنت عرب محفوظ رہ جاتی اور ایک ہی دین تمام بلاد اسلام مین جو پذیر رہتا ۔ حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے بلاد اسلام مین ہر طرح کے فسادات کی بناڈالدی حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا ایک سچے بہی خواہ ملک کا کام نہ تھا ۔ ساری خون ریزیان اور ہنگامہ آرائیان اسی اول پولیٹیکل غلطی سے ظہور مین آسکین ۔ راقم کو مولوی شبلی صاحب کے ساتھ اس امر مین اتفاق نہین ہے کہ حضرت عمر لاجواب پولیٹیکل دماغ رکھتے تھے ۔ راقم کے خیال مین حضرت عمر اسی درجہ کے پولیٹیشن تھے جیسا کہ بعض ممتاز ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ و منیونسپلٹی کے ہوا کرتے ہین ۔ واضح ہو کہ حضرت عمر بنی ہاشم کو خلافت اور اُنکے حقوق سے محروم کر سکے مگر انھین نیست و نابود نہین کر سکے ۔ سلطنت یابی کی بڑی کوششون سے آپ خلیفہ بن گئے ۔ مگر اس اختیار یابی کے بعد بھی آپ بنی ہاشم اور طرفداران بنی ہاشم کو دنیا سے خالی نہ کر سکے ۔ بنی ہاشم کی معدومیت آپ کے جانشین حضرت عثمان و حضرت معاویہ و یزید و جانشینان یزید سے بھی ظہور مین نہ آسکی ۔ بنی ہاشم ہر صدی سے خروج کرتے ہی رہے اور اپنے اور اپنے دشمنون کے خون سے صفحۂ دنیا کو لالہ زار بناتے ہی رہے حضرت عمر کی غلطی بالا سے جو پہلی سول وار سلطنت عرب مین واقع ہوئی وہ ہنگامہ تھا کہ جس مین طلحہ اور زبیر نے بمعیت حضرت عائشہ حضرت علی سے جنگ کی اُس جنگ جمل مین بہت سے دشمنان و دوستداران بنی ہاشم کی جانین تلف ہوئین حق یہ ہے کہ سلطنت عرب سول وار سے بہت کچھ محفوظ رہ سکتی تھی اگر حضرت عمر حضرت علی کو خلیفہ بنا کر بے غرضی کے ساتھ عرب کی سلطنت کو اعتدال پر رہنے دیتے ۔ کوئی شک نہین کہ یہ ساری خونریزیان اور ہنگامہ آرائیان حضرت عمر کی اس پہلی پولیٹیکل غلطی سے ظہور پذیر ہو سکین ۔ اگر حضرت عمر اعلیٰ درجہ کا پولیٹیکل دماغ رکھتے تو معاملات عرب کے ہر پہلو کو ملحوظ رکھکر حضرت ابوبکر یا اپنے کو خلیفہ نہ بناتے ۔ اہل فہم سے پوشیدہ نہین ہے کہ غلطی مذکورہ بالا کے نتائج سے صرف یہی نہین ہے کہ بنی ہاشم اپنے حقوق سے محروم رکھے گئے اور سول وار نے سلطنت عرب مین اپنا قدم جما ڈالا بلکہ یہ بھی ہے کہ بلاد اسلام مین متفرق افراد مین بھی وہی پولیٹیکل بے چینی کا مادہ آگیا جو افراد سے پھر قبائل مین پھیل گیا حضرت

حضرت رسولؐ ایک بڑے پولیٹیشن تھے اور حضرت عمر کی پالیسی ناقص تھی

بنی ہاشم کا مسلط ہونا پہلی سول وار میں

عمر کا قتل بھی اسی مادہ کا نتیجہ نظر آتا ہے چاہ کن را چاہ درپیش ایک سچا قول ہے حضرت عثمان کا قتل بھی وہی رنگ رکھتا ہے۔ اگر حضرت ابوبکر بھی خلافت پانے کے دو برس کے اندر رحلت نہ کر جاتے تو یہی دن حضرت خلیفہ کو بھی پیش آ جاتا۔ اس پر تمام قتل خاندان پیمبر کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ کوئی شک نہین کہ یہ ساری ٹریجڈی حضرت عمر کی اول پولیٹیکل غلطی کا نتیجہ ہے۔ حضرت عمر کی دوسری پولیٹیکل غلطی یہ ہوئی کہ آپ حضرت عثمان کی خلافت کا مضبوط سامان کر کے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔

ہر چند حضرت عثمان کی خلافت شوریٰ پر چھوڑی گئی تھی مگر جو کارروائی ملحوظ رکھی گئی تھی وہ ایسی ہی تھی کہ حضرت عثمان کے سوا دوسرا کوئی شخص خلیفہ نہین ہو سکتا تھا۔ البتہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور منیونسپلٹی کی مدبرانہ کارروائی کی قابلیت کا تماشہ یہ منظر دکھلاتا ہے۔ حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کی کیا مصلحت تھی اُس کو حضرت عمر جانتے ہون گے۔ مگر ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ امر دلی طور پر مدنظر تھا کہ خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل نہ ہو سکے۔ آیندہ بنی امیہ ہی سلطنتِ عرب کے مالک ہو کر رہین۔ ملک شام مین امیر معاویہ کو آپ حاکم شام بنا ہی چکے تھے اب ایسا سامان کر چلے کہ خلافت کے مالک بنی امیہ ہی ہو جاوین۔ حق یہ ہے کہ حکومت سے بنی ہاشم کو دور رکھنے کا حضرت عمر نے کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا۔ اس مین بھی شک نہین کہ بڑی قابلیت کے ساتھ حضرت عمر حدیث ثقلین کے خلاف مین ہمیشہ کاربند ہوتے رہے ہے۔ بنی امیہ سے خلیفہ قائم کرنے مین حضرت عمر کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ بنی امیہ بنی ہاشم کے قدیم دشمن تھے خلیفہ ہو کر بنی امیہ بنی ہاشم کی خبر لیتے رہین گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لاریب حضرت عمر کی پولیٹیکل قابلیت سے یہ معاملہ خبر دیتا ہے۔ یہ چال حضرت عمر کی حضرت رسول کی نیک اندیش پالیسی کو منہدم کر ڈالنے والی ہوئی۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسول کی پالیسی کو ہوا کر ڈالنا ایک معمولی دماغ کا کام نہ تھا۔ الحق ایسے کام کے انجام دینے کے لئے حضرت عمر ہی کے دماغ کی ضرورت تھی۔ لیکن اگر واقعی حضرت عمر حق پژوہ خلوص پرور اور عدل گستر دماغ رکھتے تو حضرت عثمان جیسے ناقابل خلافت بزرگ کی خلافت یابی مین اس طور پر کوشان نہ ہوتے۔ حضرت عثمان مین اِس کے سوا کہ آپ بنی امیہ سے تھے۔ جو بنی ہاشم کے قدیم اور صعب دشمن تھے اور کوئی صفت آپ مین ایسی نہ تھی کہ کوئی سچے پولیٹیکل دماغ کا آدمی آپ کو سلطنت عرب کا خلیفہ بنانے کا خیال کر سکتا تھا۔ علی مرتضےٰ کے رہتے ہوے حضرت عثمان کا خلیفہ بنایا جانا ایک طرفہ معاملہ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت عمر جانتے ہین کہ علی مرتضےٰ ہر صورت سے حضرت عثمان پر ترجیح رکھتے تھے مگر تقاضائے عداوت بنی ہاشم سے حضرت خلیفہ مجبور تھے۔ لاریب اِس پولیٹیکل غلطی سے حضرت عمر نے دین اسلام اور سلطنت کو صرف فوری نقصان نہین پہونچایا بلکہ اس کج رفتاری کا نتیجہ عرب کی سلطنت ایک عرصۂ دراز تک بھگتتی رہی۔ حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ کچھ عجب طرح کی بدترکیبون کا تماشہ دکھلاتا ہے۔ خلیفہ ہوتے ہی

آپ نے مردودان بارگاہ خدا و رسولؐ کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ ولید بن عقبہ کو جو نہایت فاسق تھا حکومت کوفہ کی سپرد کر دی عبد اللہ ابن سعد کو مصر کی حکومت بخشی گئی۔ مروان راندہ درگاہ خدا و رسولؐ کو وزارت کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ ایسے مردودان درگاہ خدا و رسولؐ کے علاوہ حکم بن عاص کو بلا استحقاق زر کثیر عنایت کیا گیا۔ حارث کو مفت میں دسواں حصۂ زمین کا دو کانداران مدینہ سے دلوایا گیا۔ اسی طرح تمام حکومتیں مفسدان بنی امیہ اور دیگر اشرار کے حوالہ کی گئیں۔ ناحق مغیرہ بن سعد اور ابو موسیٰ اشعری جو عشرۂ مبشرہ سے تھے اپنی حکومتوں سے معزول کر دئے گئے۔ ایک صاحب عشرۂ مبشرہ سے یعنی عبد الرحمٰن بن عوف مدینہ سے نکلوائے گئے یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا تھا۔ کس نیاموخت علم تیراز من ۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔ بیچارے عبد الرحمٰن اگر جانتے کہ حضرت عثمان کیسے بزرگ ہیں تو اُن کی خلافت یابی کے لئے ایسی کوشش بلیغ نہ کرتے۔ اسی طرح حضرت خلیفہ حضرت رسولؐ کے ممتاز صحابیوں کے ساتھ جیسے کہ مالک اشتر ابوذر غفاری عمار بن یاسر کے ساتھ جس بیرحمی کے ساتھ پیش آئے اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان صحابیوں کا صرف اسقدر گناہ تھا کہ وہ بیچارے حضرت علی کے دلدادہ تھے۔ محمد بن ابابکر کے قتل کا بند و بست خود حضرت خلیفہ نے کیا یا اپنے چیلے چاپڑ سے کرایا۔ شرفائے کوفہ طرح طرح کی عقوبتوں میں مبتلا کئے گئے اور عامۂ مسلمین کو ایذا رسانیوں سے آزردہ کیا حضرات اہلسنت حضرت خلیفہ ثالث کو رحماء بینھم کا مصداق کس طرح قرار دیتے ہیں یہ ایک ایسا امر ہے جو فہم انسانی سے باہر ہے۔ سبحان اللہ ایسے ناقابل خلافت کو خلیفہ مقرر کرنا حضرت عمر ہی کا کام تھا۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان کی خلافت یابی کے سامان میں حضرت عمر نے بڑی پولیٹکل چال اختیار کی تھی اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ جراحت یابی سے خود حضرت زندگی سے مایوس ہو رہے تھے۔ امر حق یہ ہے کہ ایسا کام خلوص پرور اور حق پژدہ اور عدل گستر پولیٹیشن کا ہو نہیں سکتا۔ اگر حضرت عمر اعلےٰ درجہ کے پولیٹیشن ہوتے تو سلطنت عرب کی ہوا خواہی کو مقدم رکھتے حضرت علی کی عداوت اور عثمان کی دوستی کے مضمون کو دماغ میں جگہ پانے نہ دیتے۔ المختصر مولوی شبلی صاحب کا یہ قول کہ حضرت عمر ایک اعلےٰ درجہ کے پولیٹیشن تھے یا یہ کہ رسول اللہ کے جمیع صحابی میں کوئی شخص حضرت عمر کی پولیٹیکل قابلیت کے برابر نہ تھا ایک ایسا قول ہے کہ جس سے حضرات اہلسنت کو مولوی صاحب کیطرف سے جو کچھ خورسندی نصیب ہوئی ہو مگر یہ قول دراصل کوئی حیثیت رکھتا ہے یہ صرف قول ہی قول ہے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت عمر ہرگز اعلےٰ درجہ کے پولیٹیشن نہیں تھے۔ البتہ اپنی پارٹی کے مقاصد کی کامیابی کے لئے طرح طرح کی چالوں کے اختراع کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر واقعی ایک صحیح اور اعلیٰ پولیٹیکل دماغ کے آدمی ہوتے تو ضرور تھا کہ اپنی زیست کے زمانہ میں حضرت ابوبکر کی جگہہ پر حضرت علی کو خلیفہ بناتے اور کم سے کم اپنے بعد حضرت علی کی خلافت کا بند و بست کر کے اس عالم سے رحلت فرماتے۔ حضرت عثمان کو حضرت علی پر کیا ترجیح دی جا سکتی تھی۔ علم میں فہم میں شجاعت میں

فراست مین تحمل مین صبر مین تقوی مین عبادت مین و دیگر صفات حسنہ مین حضرت عثمان حضرت علی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتے تھے۔ پس علی مرتضیٰ کو نظر انداز کرکے حضرت عثمان کی خلافت یابی کا سامان چہ معنی دارد۔ البتہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ساتھ ایک پہلو سے حضرت عثمان کو شرکت صفاتی حاصل تھی یعنی حضرت عثمان بھی حضرت شیخین کیطرح فرارین اُحد وخیبر وحنین سے تھے اور بھی جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالون مین تھے۔ علاوہ اِس کے آپ بھی حضرات شیخین کیطرح حدیث ثقلین کے منشا کے خلاف کاربند ہونے کو قرین مصلحت سمجھتے تھے۔ اگر اپنے بعد بھی حضرت عمر حضرت علی کو خلیفہ بنائے جانے کا سامان کئے ہوتے تو عرب کی سلطنت بہت سے فتنہ و فساد سے محفوظ رہ جاتی۔ مگر چونکہ حضرت عمر ایک تنگ خیال اور کم حوصلہ قسم کے پولیٹشین تھے قوم عرب کی رفاہ کو اپنی ذاتیات کے مقابلہ مین بے وزن سمجھکر حضرت عثمان کی خلافت یابی کا سامان کر گئے۔ واقعی قومی منافع کے اعتبار سے حضرت عثمان کا خلیفہ قرار پاجانا سلطنت عرب کے لئے نہایت ضرر انگیز ہوگیا۔ اگر حضرت عثمان کو سلطنت عرب نہین پہونچ جاتی تو امیر معاویہ کے دل مین سلطنت یابی کا حوصلہ پیدا نہین ہو سکتا۔ حضرت عثمان کی ابتدائی خلافت کے وقت امیر معاویہ کو وہ قوت اور ثروت حاصل نہین تھی جو حضرت عثمان کی خلافت کیوجہ سے پیدا ہوگئی۔ حضرت عثمان کے ایک طویل عرصۂ خلافت مین امیر معاویہ نے اپنے کل پرزے درست کرلئے۔ پس جب خلافت حضرت علی کو پہونچی تو امیر معاویہ صاحب اِس وقت ایسے نہ تھے کہ حضرت علی کی خلافت کو کچھ خیال مین لاسکتے۔ عین یہی منشا حضرت عمر کا حضرت عثمان کی خلافت یابی سے تھا سو وہ پورا ہوگیا۔

یہ امر کہ حضرت علیؑ حضرت عثمان سے زیادہ تر مستحق خلافت کے تھے صاحب روضۃ الاحباب اور ابن جریر کی تحریر سے ہویدا ہوتا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین کہ جب عبدالرحمن بن عوف حضرت عثمان کی بیعت کرچکے اور حضار مجلس نے اِس باب مین اُنکی موافقت کی تو حضرت علی نے تعلل اور تامل فرمایا کرارشاد فرمایا کہ ایہا الناس تمکو قسم دیکر پوچھتا ہون کہ کیا اصحاب رسولؐ مین میرے سوا کوئی ایک بھی ایسا ہے جسکو آنحضرت نے موقع مواخاۃ پر اپنا بھائی قرار دیکر اس سے کہا ہو کہ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت مین ؟ ۔ حضار مجلس بولے کہ کوئی نہین ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا میرے سوا تم مین کوئی ایسا ہے جسکی شان مین رسولؐ مقبول نے فرمایا ہو کہ جس کا مین مولا ہون اُس کا مولا یہ بھی ہے۔ سب نے کہا ہرگز نہین ۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میرے سوا تم مین کوئی ایسا ہے جس سے پیمبر خدا نے فرمایا ہو کہ تم میرے لئے اُس منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کے لئے ہارون تھے ؟ صحابہ حضار نے کہا کہ نہین ۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا کہ کیا میرے سوا تم مین کوئی ایسا ہے جس کو جناب رسالت مآب

نے تبلیغ سورہ برأت پر مقرر و موتمن فرماکر یہ ارشاد کیا ہو کہ امر رسالت کو سوا میرے یا ایسے شخص کے جو میری عترت سے ہو ادا نہین کرسکتا ؟ سب بولے کہ کوئی نہین ۔ حضرت علی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ سید البشر و شفیع روز محشر نے اکثر سریون مین جملہ مہاجرین اور کل انصار کو میرا مطیع اور مجھکو ان پر امیر کرکے بھیجا ہے اور مجھ پر کبھی کسی کو امیر نہین کیا ؟ حاضرین بولے بیشک ایسا ہی ہے ۔ حضرت علی نے کہا تم واقف ہو کہ سید المرسلین و مستجمع علم اولین و آخرین نے میرے علم کے اعلام کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا ؟ سب نے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہین ۔ حضرت علی نے کہا کہ اصحاب رسول نے اکثر آنحضرت کو میدان جنگ کے خطرناک مقام مین درمیان اعدا چھوڑکر راہ فرار اختیار کی ہے مگر مین نے کبھی کسی خوفناک معرکہ مین آنحضرت سے تخلف نہین کیا اور اپنی جان کو آنحضرت کی جان عزیز و جسم مقدس پر فدا کرنے کے لئے موجود رہا ؟ سب نے کہا کہ درحقیقت ایسا ہی ہے ۔ حضرت علی نے فرمایا تم جانتے ہو کہ جس نے سب سے پہلے دائرہ اسلام و ایمان مین قدم رکھا مین ہون ؟ لوگون نے کہا کہ ہم جانتے ہین پھر حضرت علی نے پوچھا کہ ہم سب مین کون شخص از روئے نسب کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قریب تر ہے ؟ سب نے متفق اللفظ عرض کیا کہ بیشک رسول کے ساتھ تمھارا مرتبہ اقربیت و قرابت ہر طرح ثابت و مسلم و راسخ و محکم ہے ۔ حضرت علی یہ تقریر کر رہے تھے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا اے ابوالحسن جن فضائل کو تم نے گنایا بیان کیا انکے اقرار و اعتراف سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا مگر چونکہ اب اکثر لوگون نے عثمان کی بیعت کی ہے لہذا متوقع ہون کہ تم بھی ان سب کے ساتھ موافقت کروگے ۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ واللہ تم خوب جانتے ہو کہ مستحق خلافت کون شخص ہے لیکن افسوس ہے کہ جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہو ۔ اسی طرح تاریخ ابن جریر مین بھی ہے کہ پھر حضرت علی نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ اتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۔ یعنے اس خدا سے ڈرو جسکے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو ۔ نیز خوف کرو قطع رحم سے بیشک خدا تمھارے افعال کا نگران ہے ۔ تعجب ہے کہ یکے از عشرہ مبشرہ ہو کر عبدالرحمان صاحب نے اتفاق کا پہلو نہین اختیار کیا اور حضرت عثمان کو جو حضرت علی کے مقابلہ مین خلافت کا کوئی استحقاق نہین رکھتے تھے اور حق یہ ہے کہ خلیفہ ہونیکی کوئی صلاحیت بھی نہین رکھتے تھے خلیفہ بنا دیا ۔ مگر اسی عالم مین خلیفہ گر صاحب کو اپنی ہٹ دھرمی کا صلہ مل گیا ۔ یعنے حضرت عثمان نے انکے مخالف بنکر انھین مدینہ سے نکلوا دیا ۔ یہ تو نتیجہ اپنے فعل کا خلیفہ گر صاحب کو دنیا مین ملا آخرت مین کیا ملے گا خدا کو معلوم ۔ گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو ۔ معاذاللہ مہاجرین حضرت رسول کیا بڑے کیا چھوٹے سب کے سب ایک ہی رنگ کے رنگے معلوم ہوتے ہین الا وہ حضرات جنکو واہب العطایا نے تمیز حق و باطل اور نیک و بد

ترتیب و تصحیح قرآن بعہد حضرت عثمان

کی بخشی تھی رضوان اللہ علیہم۔

عامہ خلائق کے ساتھ جو برتاؤ حضرت عثمان کا ہوتا رہا راقم بالامین حوالہ قلم کر چکا ہے۔ مگر حضرت کا برتاؤ قرآن مجید کیساتھ ایسا ظہور مین آیا کہ ویسا برتاؤ حضرت شیخین کے عہد مین بھی نہین ہوا تھا۔ اے سنی سید بھائیو۔ ترتیب و تصحیح کے بہانے سے اسم گرامی حضرت علی کا قرآن سے خارج کر دیا گیا اور اسی طرح آل محمد کے ذکر سے بھی اللہ کی کتاب تمامتر پاک کر دی گئی۔ راقم اس قرآنی دست برد کو اشد البلایا سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن موجود جو صحیفہ عثمانی ہے کسی طرح پر مکمل نہین سمجھا جا سکتا ہے۔ آیندہ کچھ اور مضامین بھی راقم اس قرآنی معاملہ کے متعلق حوالہ قلم کرے گا۔ اس جگہ پر راقم اسی قدر لکھنے پر قناعت کرتا ہے کہ مخالفین خاندان پیمبر مین حضرت عثمان تیسرے بزرگ قابل ذکر ہین۔ حضرت شیخین کے حالات مختصر طور پر سابق مین حوالہ قلم ہو چکے ہین۔ بہرحال کوئی شک نہین کہ مخالفین اہلبیت مین حضرات خلفاء ثلثہ جمیع مخالفان اہلبیت سے بالاتر پایہ رکھتے ہین اور آنحضرات ثلثہ مین حضرت عمر کا پایہ سب سے بلند تر نظر آتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو حضرت ابوبکر یا حضرت عثمان مین اور بھی دیگر مخالفین مین مخالفت کی شدت اسقدر جگہ نہین کر سکتی جسقدر کہ دیکھی جاتی ہے اے سنی سید بھائیو یون تو مخالفین اہلبیت بے شمار گذرے ہین مگر ذیل مین کچھ ممتاز مخالفین کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ غرض ایسے حضرات کے ذکر سے یہ ہے کہ ناواقف اشخاص کو معلوم ہو جائے کہ حضرات اہلبیت کے ساتھ امتیان محمدی کا کیا برتاؤ رہا ہے حق یہ ہے کہ ایسا برتاؤ کسی امت نے اپنے نبی کے اہلبیت کے ساتھ نہین کیا ہوگا جیسا کہ آنصلعم کی امت نے آپ کے اہلبیت کے ساتھ کیا ہے۔ حضرات اہلسنت کی پردہ پوشی سے بھی امتیون کی ظلم پروری اور بیراہروی نہین چھپتی ہے۔ بس واضح ہو کہ جب تک کہ امتیون کے عام رنگ سے شخص ناواقف کو اطلاع حاصل نہو گی تو اس کتاب کے موضوع کو کماحقہ نہین سمجھ سکتا ہے۔ اس اطلاع دہی کی غرض سے کچھ مخالفین اہلبیت کے نام اور ان کے مختصر حالات ذیل مین درج ہوتے ہین۔ افراد ذیل کی شناسائی سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت رسول کس طرح کی امت کو چھوڑ کر رحلت فرما ہوئے تھے اور وہ امت اہلبیت نبوی کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی رہی۔

خالد بن ولید

نمبر۱۔ خالد بن ولید۔ حضرات خلفائے ثلثہ بڑے مخالف اہلبیت نبوی کے تھے مگر اور بھی ممتاز افراد ایسے تھے جو اہلبیت نبوی سے کم عناد نہین رکھتے تھے۔ حضرت خالد امر خلافت سے کوئی خاص تعلق نہین رکھتے تھے مگر حضرت علی کے ایک بھاری مخالف تھے۔ جنگ احد کے پہلے حضرت خالد نے کوئی شہرت پیدا نہین کی تھی۔ لیکن جب ابوسفیان صاحب کے ساتھ آپ حضرت رسول سے لڑنے کو آئے تو آپ نے کفار مکہ مین ایک بڑا نام پیدا کیا۔ آپ نے مسلمانون کے قدم اکھاڑ دیئے۔ جنگ احد کے چند سال بعد آپ

مشرف بہ اسلام ہوے۔ مگر حضرت رسولؐ کے دلمین اپنی بے عنوانیون سے جگہ پیدا نہین کرسکے۔ فتح مکہ کے بعد ابھی رسولؐ خدا مکہ ہی مین جلوہ افروز تھے کہ آنحضرت نے آپ کو قبیلہ بنی خذیمہ کیطرف دعوت اسلام کی نظر سے بھیجا۔ اِس قبیلہ سے قبیلہ بنی مخزوم کو عداوت چلی آتی تھی۔ آپ قبیلہ بنی مخزوم کے آدمی تھے آپ بنی خذیمہ کے آدمیون سے انکے اسلام قبول کرنے پر بھی بڑی سختی کے ساتھ پیش آے۔ بہت لوگون کی مشکین بندھوائین اور کچھ افراد کو قتل بھی کرڈالا جب اس کی اطلاع حضرت رسول کو ہوئی تو آپ خوف خدا سے کانپنے لگے اور درگاہ ایزدی مین یون مناجات کرنے لگے کہ بار الٰہا مین خالد کے فعل سے بری ہون اور مین تیری پناہ طلب کرتا ہون۔ اس کے بعد ہی حضرت رسولؐ خدا نے فوراً حضرت علی کو مال وزر کے ساتھ بنی خذیمہ کیطرف اس غرض سے روانہ کیا کہ آپ وہان ہونچکر حضرت خالد کو معزول کرین اور اس قبیلہ آزار دیدہ کی دلجوئی کرین حضرت علی نے حضرت رسول کی بجاآوری مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا خاصکر ایسی صورت مین کہ کرمی اور رحمی کی شان آپ پر ختم تھی۔ جاننا چاہیے کہ کرمی اور رحمی کے بغیر کوئی شخص شجاعت سے متصف نہین ہوسکتا ہے حضرت خالد مین چونکہ کرمی اور رحمی مفقود تھی اس لئے آپ کیطرف شجاعت کی نسبت کسی حال مین نہین کیجا سکتی ہے۔ حضرت خالد مین سبا عیت یعنی درندگی تھی جسے عوام کالانعام شجاعت قیاس کرتے مین شجاعت کی مثال حضرت علی تھے کہ آپ مین ایسی بہادری تھی جو شیر خدا کے سوا کسی دوسرے مین امکان نہین رکھتی ہے۔ ایسی بہادری دین حق کے قائم رکھنے اور دین حق کو دشمنان خدا سے بچانے کیواسطے درکار ہوتی ہے۔ ایسی بہادری سے کرمی اور رحمی کسی حال مین منفک نہین ہوسکتی اور ایسی بہادری حسبتہ للہ ہوا کرتی ہے نفس کیلئے نہین ہوتی۔ حضرت علی کی غزواتی معاملات پر حضرات ناظرین نظر ڈالین اور حضرت خالد کے ان افعال قبیحہ سے موازنہ کرین جوان صاحب سے قبیلہ بنی خذیمہ کے مقابلہ مین سرزد ہوتے گئے حضرت خالد کی معمولی بیرحمی اور بے کرمی کے علاوہ واقعہ بنی خذیمہ کا یعنی یادہ زشت پہلو اس لئے رکھتا ہے کہ آپ ایسی کارروائیون کے عامل ہوجہ سے ہوے کہ آپ کے قبیلہ بنی مخزوم کو قبیلہ بنی خذیمہ سے ایک عداوت قدیم چلی آتی تھی۔ ظاہر ہے کہ حضرت خالد قبیلہ بنی خذیمہ کے پاس رسولؐ اللہ کی جانب سے ایک مذہبی غرض کو ملحوظ رکھکر بھیجے گئے تھے۔ مگر آپ نے موقع پاکر اس قبیلہ کے ساتھ اپنی عداوت کی بنا پر ایسے ہولناک افعال کے مرتکب ہوے کہ نہایت سنگدل ہوے بغیر کوئی شخص ایسے کامون کا عامل نہین ہوسکتا ہے۔ دوسرا امر متعلق بہ اسلام جو حضرت خالد سے علاقہ رکھتا ہے اور جس سے حضرت خالد کی افتاد طبیعت عیان ہوتی ہے یہ ہے کہ قیام یمن کے زمانہ مین حضرت علی کو یہ خبر ہونچی کہ وہ قبائل جو اطراف یمن مین اسلام قبول کرچکے تھے۔ مرتد ہوگئے ہین اور جنگ کی تیاریان کررہے ہین تو حضرت علی اپنی فوج کو آراستہ کرکے ان کے مقابل ہوے۔ یہ مرتدین ہزیمت اٹھاکر حضرت علی کی خوش تدبیریون سے

تابع فرمان اور ازسرِنو مسلمان ہوگئے۔ کوئی شک نہیں کہ اس ہنگامہ مین حضرت علی کی خلقی شجاعت جس مین کرمی اور رحیمی داخل ہے ان مرتدین کی اصلاح مین بہت کام آئی۔ مگر حضرت خالد اپنی خلقی بدترکیبون سے باز نہ آئے اور آپ کو حضرت علی کے ساتھ ایک عداوت قدیمہ لاحق تھی اور ہمیشہ اس عداوت کے تازہ ہو جانے کے اسباب جمع ہوا کئے حضرت خالد نے بریدۃ الحصیب سے مشورہ کرکے ایک خط حضرت رسولخدا کو حضرت علی کی شکایت مین لکھا اور اس بریدہ کے ہاتھ سے اسے آنحضرت تک پہونچا دیا۔ اس خط کو پاکر حضرت رسول بہت غضبناک ہوئے اور بریدہ سے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر کیا تو منافق ہوگیا ہے۔ علی مجھ سے ہے اور تجھ سے اور تیری قوم سے افضل الناس ہے۔ علی میرے بعد تمام امت مین افضل تر ہے۔ وہ جو حکم کرتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ تو خدا سے پناہ مانگ ورنہ جو علی کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے خدا کا دشمن ہے یہ سنکر بریدہ نہایت خوف زدہ ہوا اور کہنے لگا کہ کاش علی مرتضٰی کی شکایت کے قبل مین پیوند زمین ہو جاتا۔ اس کے بعد اس نے کبھی حضرت علی کی مخالفت نہین کی۔ بریدہ تو اصلاح پذیر ہوگیا مگر حضرت خالد کی عداوت علی مرتضٰی کے ساتھ بنی رہی۔ حضرت خالد کو اہلسنت بڑی عظمت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عداوت کی بنا پر اہلسنت حضرت خالد کو حضرت کے لقب سے یاد کرتے ہین۔ اے سنی سید بھائیو۔ اگر ایسے ہی ایسے افراد رسول اللہ کے صحابی کہے جاتے ہین تو وہ حضرات صحابی جو واقعی بڑے بڑے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے کس لقب سے یاد کئے جانے کا استحقاق رکھتے ہین۔ مگر اہلسنت کے نزدیک ہر طرح کا فاسق و فاجر جیسے خالد تھے جس نے رسول کا زمانہ دیکھا تھا صحابی کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اہلسنت کے نزدیک علی مرتضٰی کا قاتل ابن ملجم بھی صحابی اور راوی کا درجہ رکھتا ہے یہ جہنمی بھی قابل لعن نہین سمجھا جاتا ہے حضرات ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو برنباے اجتہاد و تاویل قتل کیا ہے۔ اس لئے یہ فعل اس کا قبیح نہین قیاس کیا جاتا ہے ؛ برین عقل و دانش بباید گریست بظاہر مخالفت علیؑ ایک ذریعہ عظمت اہل سنت کے نزدیک دکھائی دیتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو طلحہ زبیر اور معاویہ وغیرہ کیون حضرت کہلاتے۔ اہلسنت حضرت خالد کو سیف اللہ کے خطاب سے یاد کرتے ہین۔ یہ خطاب حضرت خالد کو کس طرح حاصل ہوا اسکی اطلاع اہلسنت کو ہوگی دوسرے کو کیا معلوم۔ ظاہراً تو حضرت رسول کو حضرت خالد سے حد درجہ کی آزردگی لاحق تھی۔ تحقیق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیف اللہ کا خطاب علی مرتضٰی کو مرحمت ہوا تھا۔ ابن عباس روایت فرماتے ہین۔ کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ علی ابن طالب ہے۔ یہ خدا کی شمشیر برہنہ ہے۔ واقعی یہ خطاب اسکو بجا ہے جو فاتح بدر و احد و خندق و خیبر و حنین ہے۔ علی مرتضٰی کے سوا اس خطاب کا مستحق کوئی دوسرا شخص ہو نہین سکتا سیف اللہ ہونے کے لئے شجاعت کی ضرورت ہے نہ کہ سباعیت کی۔ حضرت خالد کی سباعیت کی ایک اور مثال ذیل مین درج کیجاتی ہے۔ جس سے آپ کی بیرحمی نفسانیت۔ خودغرضی۔ سفاکی۔ بدکاری۔ وغیرہ وغیرہ

بدرجہ اتم نمایان ہوتی ہے۔

تاریخ ابن الوردی مین ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد حکومت مین قبیلہ بنی یربوع نے جسکا سردار مالک بن نویرہ تھا زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کیا۔ یہ مالک بن نویرہ جناب رسالتمآبؐ کے حضور مین حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوا تھا۔ اور آنحضرت نے اُس کو قبیلہ یربوع سے زکوۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ پس جبکہ قبیلہ بنی یربوع نے زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو وصول زکوۃ کے لئے مالک بن نویرہ کے پاس بھیجا۔ ابن واضح اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ جب خالد وہان پہونچے تو مالک بن نویرہ آپ کے پاس حاضر ہوا اتفاق سے اس کی بی بی بھی اسکے ساتھ تھی۔ حضرت خالد اس کے حسن و جمال پر شیدا ہو گئے۔ ابن شحنہ اپنی تاریخ روضۃ المناظر مین درج کرتے ہین کہ جب آپ زنِ مالک پر فریفتہ ہوے تو آپ نے ضرار ابن ازور کو حکم دیا کہ مالک کی گردن اڑا دے۔ مالک نے اپنی صاحب جمال بی بی کیطرف نگاہ کی کے کہا کہ آہ اسی عورت نے مجھے قتل کرایا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ نہین تیرا اسلام سے پھر جانا تیرے قتل کا باعث ہوا۔ مالک بولا مین تو مسلمان ہون۔ مگر مالک کی صدا کا سننے والا ہی کون تھا۔ حضرت خالد کے حکم دیتے ہی ضرار نے مالک کا سر اوڑا دیا۔

مورخ ابوالفدا بھی اپنی تاریخ مین ایسا ہی لکھتے ہین اور یہ بھی لکھتے ہین کہ حضرت خالد نے مقتول کی بی بی پر قبضہ کر لیا۔ تاریخ ابن واضح مین ہے کہ قتادہ نے جو خالد کے ساتھ گئے تھے واپس آکر حضرت ابوبکر کو اس واقعہ کی خبر دی اور قسم کھائی کہ مین خالد کی ماتحتی مین نہ رہونگا کیونکہ خالد نے ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ پھر تاریخ ابوالفدا مین ہے کہ جب ابوبکر اور حضرت عمر کو اس افسوسناک واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد نے بیشک زنا کی ہے اِس کے رجم کا حکم دیجئے۔ حضرت ابوبکر بولے کہ مین خالد کے رجم کا حکم نہ دونگا۔ کیونکہ اِس نے تاویل مین خطا کی (راقم کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے کیا خوب خطائے تاویل کا عذر پیش کر کے حضرت خالد کی جان بچا دی نہین معلوم کہ خطائے تاویل کیا بلا ہے حضرت علی کی شہادت مین بھی ابن ملجم کیطرف سے اہلسنت اِسی طرح کا بھینڈے عذر پیش کرتے ہین) روضۃ المناظر ابن شحنہ مین بھی مندرج ہے کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو قتل مالک کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ بیشک خالد زنا کا مرتکب ہوا اِس پر حد جاری کرو تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ ایسا نہین ہو سکتا کیونکہ خالد نے تاویل مین غلطی کی۔ حضرت عمر بولے کہ اچھا اسے قتل کرو اس لئے کہ اِس نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یہ بھی نہین ہو سکتا کیونکہ خالد نے تاویل مین خطا کی۔ واہ ری خطائے تاویل تیرا کیا کہنا ہے۔ اب شوق سے اہلسنت زنا کرین اور مسلمانون کا خون بہایا کرین۔ خطائے تاویل کا عذر تو سزایابی سے محفوظ رہنے کے لئے پیدا ہی ہو گیا ہے۔ جب حضرت خالد حضرت ابوبکر کے فیصلہ کی بنا پر سزایابی سے محفوظ رہ گئے تو حضرت عمر نے یہ فرمایا کہ خالد کو

حضرت خالد کا مالک بن نویرہ پر صریحاً ظلم

حضرت عمر کی خواہش حضرت خالد کو رجم کرنے کی

معزول کر دیجئے اس پر حضرت ابو بکر نے جواب دیا کہ شمشیر کو سلا رکھوں یعنی خالد ایک بڑے لڑنے والے ہین ایسے شخص کو اپنے پاس سے دور کر ڈالون۔ (دیکھو ابو الفدا)۔ اس قصہ پر نظر غور ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین خدا کی خدمت اور چیز ہے اور نفس کی خدمت اور چیز ہے شجاعت اور سباعیت دو شئے ہین عوام دونون کو ایک سمجھے ہوئے ہین اس لئے حضرت خالد کو سیف اللہ سمجھتے ہین۔ فر بہی چیزے دیگرے و آں چیزے دیگر کچھ ایسے بزرگوار سے راقم ملاقی ہوا ہے کہ فخراً اپنا سلسلۂ نسبی حضرت خالد تک پہونچاتے ہین اور اپنے کو اولاد سیف اللہ سمجھتے ہین۔ خدانخواستہ اگر راقم کو کسی طرح کا نسبی لگاؤ حضرت خالد کے ساتھ ہوتا تو بقائے صحت حواس کے ساتھ راقم اس طرح کی عالی نسبی کو معاذ اللہ سرمایۂ نازد امتیاز نہین سمجھ سکتا تعجب ہے کہ ایسے افراد جیسے حضرت خالد و حضرت معاویہ وغیرہ تھے کیونکر مذہبی سردار مانے جاتے ہین۔ وہ دین قابل افسوس ہے کہ جس مین ایسے افراد کی سرداری ایک امر مسلم ہو رہی ہے واضح ہو کہ حضرت خالد بھی بنی امیہ سے تھے۔ این خانہ تمام آفتاب است۔

نمبر ۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ امہات المومنین سے ہین اس لئے ہر کلمہ گو کا فرض منصبی ہے کہ آپ کی تعظیم اپنے اوپر واجب سمجھے۔ افسوس ہے کہ اس علو مرتبت کے ساتھ آپ محبت اہلبیت نبوی سے تا متر خالی تھین۔ اہلبیت نبوی سے آپ کو حضرت علی کے ساتھ بالخصوص سخت عداوت اور نفرت تھی۔ اس عداوت و نفرت دیرینہ کی بنا پر آپ حضرت عثمان کے خون کے معاوضہ کی غرض سے طلحہ اور زبیر کے ساتھ ہو کر حضرت علی سے وہ لڑائی لڑین جس کا نام جنگ جمل ہے۔ حضرت رسول کو حضرت عائشہ کی اس جنگ آزمائی سے بہ حیثیت رسول ضرور اطلاع تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میری ایک بی بی ایسی ہوگی جس پر چشمۂ حواب کے کتے بھونکین گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہ طرز بالا حواب کے چشمہ پر کتے بھونکے۔ اس قول کی تصریح یہ ہے کہ حسب تاریخ مروج الذہب مسعودی جب حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر کا قافلہ روانہ ہو کر شب کو چشمہ حواب پر پہونچا تو وہان کچھ لوگ بنی کلاب کے جمع تھے انکے کتے سواریون کو دیکھکر بھونکنے لگے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے۔ شتربان نے کہا حواب۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ کی زبان سے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا اور وہ کہنے لگین کہ مجھے یہان سے حرم رسول کی جانب واپس لیچلو مجھکو اس سفر سے کام نہین ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے حضرت عائشہ کا اضطراب دیکھکر کہا کہ قسم خدا کی یہ حواب نہین ہے جس نے تم سے کہا غلط کہا۔ اس کے بعد طلحہ بھی آگئے جو پیچھے تھے۔ انہون نے بھی قسم کھاکر کہا یہ حواب نہین ہے اور طلحہ اور ابن زبیر کی موافقت مین انکے پچاس ہمراہیون نے گواہی دی کہ اس مقام کا نام حواب نہین ہے اور یہ پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام مین قائم کی گئی اور بقول صاحب روضۃ الاحباب یہ پہلی جھوٹی شہادت تھی جو اسلام مین وقوع پذیر ہوئی (مضامین بالا کے

ـــه ثبوت کے لیے دیکھو۔ تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۸۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

متعلق دیکھو حیات الحیوان دمیری و مستدرک حاکم و تاریخ کامل) کیون سنی سید بھائیو۔کیا عشرہ مبشرہ کی یہی شان
ہے کہ جھوٹی گواہی دے اور جھوٹی گواہی اپنے پیروان گمراہ سے دلوانا جائز سمجھے۔ لاحول ثم لاحول جس مذہب مین
طلحہ جیسے بزرگوار سردار دین اور قطعی جنتی سمجھے جاتے ہین اس کے نسبت یہ کہنا کیا بیجا ہوسکتا ہے کہ مذہب معلوم و اہل مذہب
معلوم۔حضرت علی سے جو خلیفۂ وقت تھے کیونکر جنگ جمل کی صف آرائی ہوئی اس کی حقیقت یہ ہے کہ طلحہ اور
زبیر نے ادہر حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور فوراً شکست بیعت کرڈالی اس شکست بیعت کی وجہ یہ ہوئی کہ
آپ دونون صاحبون کو اس کا یقین ہوگیا کہ حضرت علی کے وسیلہ سے حصول دنیا کی شکل نظر نہین آتی ہے۔پس دونون
صاحب فوراً مکہ چلے گئے اور حضرت عائشہ کو اپنا شریک حال کرڈالا۔آپ تو حضرت علی کے بغض قدیم سے
بھری ہی ہوئی تھین پھر کیا تھا حضرت علی سے جنگ پر آمادہ ہوگئین۔حضرت عائشہ نے حضرت ام سلمہ سے
اپنے شریک حال ہونے کے لئے بہت کچھ کہا اور یہ بھی کہا کہ اچھا ہو اگر سفر بصرہ مین تم بھی میرے ساتھ موافقت
کرو۔شاید خدا ہم لوگون کے سبب سے مسلمانون کی اصلاح کرے اور خون عثمان کے قصاص کا عقدۂ تعویق کھولدے
ام سلمہ نے جواب مین کہا کہ اے دختر ابوبکر تم خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہو حالانکہ قسم بخدا تم اُن پر سب سے
زیادہ غضبناک تھین اور انکو نعثل کے نام سے یاد کرکے کہا کرتی تھین کہ خدا لعنت کرے نعثل کو اور قتل کرے
نعثل کو۔عجیب بات ہے کہ کل تو تم انکو سب وشتم کے ساتھ یاد کرکے کفر سے منسوب کرتی تھین اور آج اُنکو
امیرالمومنین اور خلیفۂ مقتول و مظلوم کہتی ہو اور اُن کے معاملہ مین اہل تعزیت و مصیبت بنکر اس جماعت کا ساتھ
دیتی ہو جس نے علی پر خروج کیا ہے۔سنو۔طلب خون کے متعلق تمہارا خیال بالکل نامناسب ہے کیونکہ
وہ بنی عبد مناف سے تھے اور تم بنی تیم ہو۔اے عائشہ افسوس ہے کہ تم اس گروہ سے موافقت کرتی ہو
جس نے علی ابن ابی طالب پر لشکرکشی کی ہے۔حالانکہ علی رسول مقبول کے بھائی اور داماد اور فاطمہ زہرا
کے شوہر ہین۔اے عائشہ علی کا مرتبہ خلافت و ریاست و وراثت اہل روزگار کے نزدیک مسلم ہے اور
اصحاب مہاجر و انصار نے اُنکے مرتبۂ خلافت کو قبول کرکے اُنکی بیعت اختیار کی ہے۔اِس کے بعد جب
حضرت ام سلمہ نے حضرت علی کے بعض فضائل و خصائل کا ذکر فرمایا۔عبداللہ بن زبیر گھر کے بیرونی در پر
کھڑے ہوئے یہ سب باتین سن رہے تھے۔وہین سے انھون نے آواز دی کہ اے ام سلمہ تمکو آل زبیر
سے جو عداوت ہے اس کو مین جانتا ہون۔ام سلمہ نے اندر سے جواب دیا کہ تم ہی باپ بیٹے تو عائشہ کو
لیجانے پر تلے ہوئے ہو۔کیا تمہارا گمان ہے کہ علی کی زندگی مین مہاجرین اور انصار تمہارے باپ زبیر
اور انکے مصاحب طلحہ کو اختیار کرنے پر راضی ہونگے حالانکہ بقول حضرت رسول علی ہر مومن اور مومنہ
کے ولی ہین۔عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ مین نے یہ حدیث رسول اللہ کی زبان سے کبھی نہین سُنی

ام سلمہ نے کہا کہ اگر تم نے نہین سنی تو تمہاری خالہ عائشہ نے سنی ہے اُن سے پوچھ لو اور مین نے رسول مقبول کو یہ بھی فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ علی میری زندگی مین اور میرے بعد تم سب پر خلیفہ ہین جس نے انکی نافرمانی کی میری نافرمانی کی (راقم کہتا ہے کہ رسول اللہ کی نافرمانی تو نافرمانِ خدا عہد رسُول مین کرتے ہی رہے بعد آنحضرت کے اگر نافرمانی پر کمر باندھے رہے تو کیا تعجب ہے) اے عائشہ بولو تم نے یہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا ہان مین نے سنی ہے۔ پس حضرت ام سلمہ نے بطور نصیحت حضرت عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ جس امر سے تمکو پیغمبر خدا نے خوف دلایا ہے اس سے ڈرو اور صاحبہ کلاب جواب نہ ہو۔ اے عائشہ مین قسم دیکر پوچھتی ہون کہ کیا تم نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے نہین سنا کہ عنقریب میری ایک بی بی پر چشمۂ جواب کے کتے شور کرینگے اور جو شریک اہل بغاوت وفساد ہوگی اور جسوقت آنحضرت نے یہ ارشاد کیا اسوقت جو ظرف میرے ہاتھ مین تھا غایت اضطراب سے گر گیا۔ آنحضرت نے مجھسے سبب اضطراب دریافت فرمایا تو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ مین اس خیال سے مضطرب ہوئی کہ کہین وہ بی بی مین نہ ہون۔ آنحضرت نے تبسم فرمایا اور تمھاری طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے حمیرا میرا گمان ہے کہ وہ بی بی تو ہے۔ حضرت عائشہ نے حضرت ام سلمہ کے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے عائشہ طلحہ اور زبیر کے فریب مین نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تمکو اس فعل کے مآل سے بچا ئینگے۔ حضرت ام سلمہ کی باتین سنکر حضرت عائشہ وہان سے ملول اٹھین اور فسخ عزم بصرہ کا عذر وحیلہ سوچنے لگین۔ عبد اللہ بن زبیر نے یہ حال محسوس کرکے ہاے واے مچانا شروع کردی اور حضرت عائشہ حرب علی پر از سر نو مستعد ہو کر اپنے مغویان کے ساتھ بصرہ کیطرف روانہ ہوگئین۔ واقعات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ جسقدر رسول اللہ کی فرمان بردار بی بی تھین اُسی کے برعکس حضرت عائشہ تھین کاش حضرت پیر دستگیر صاحب حضرت عائشہ کے عوض حضرت ام سلمہ ہی کو افضل النسا قرار دیے ہوتے کوئی شک نہین کہ حضرت ام سلمہ ایک ازلی سعیدہ بی بی تھین۔ مگر چونکہ حضرت ام سلمہ حضرت ابو بکر کی بیٹی نہین تھین اس لئے حضرت پیر دستگیر صاحب راہ انصاف کے اختیار کرنے مین قاصر رہ گئے۔ حضرات اہلسنت کا عجب مذہب ہے۔ حضرت عائشہ کو آپ حضرات افضل النسا مانتے ہین۔ اس مین شک کیا ہے کہ یکے از امہات المومنین ہونے کی وجہ سے آپ بہرصورت قابل تعظیم ہین۔ مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی ہے کہ جس بی بی نے اسطرح کا نافرمان مزاج پایا ہو اور جس بی بی سے خدا اور رسول ناراض ہوئے ہون اور جس بی بی مین شر کیطرف اتنا بڑا میلان ہو وہ بی بی افضل النسا کیونکر مانی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ حضرت حفصہ حضرت کی صاحبزادی تھین اور اُمہات المومنین سے ہین۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ مین مناسبت طبیعت کیوجہ سے مرابطت لاحق تھی۔ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شکست ہوئی

حضرت رسول کے کسی راز کو افشا کر دیا جس پر خدائے تعالیٰ نے حضرت رسول کو اس امر سے متنبہ
کر دیا کقولہ تعالیٰ فلما نبأت بہ و اظھرہ اللہ (دیکھو سورۂ تحریم تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ و تفسیر معالم
التنزیل صفحہ ۹۱۹ و تفسیر نیشاپوری جلد ۳ صفحہ ۴۳۵ و تفسیر کبیر رازی جلد ۴ صفحہ ۲۳۲) پس خطاب
عتاب آمیز دونوں بی بیوں پر خدا کی جانب سے نازل ہوا وہ آیت عتاب اسی سورۂ تحریم مین
یوں ہے کہ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما یعنے اے عائشہ اور اے حفصہ دونوں خدا
کی جناب مین توبہ کرو بتحقیق کہ تم دونوں کے دل حق سے ہٹ گئے ہین (راقم کہتا ہے کہ ایسی
بیبیاں جنکے دل حق سے ہٹ گئے ہوں کوئی ان مین سے افضل النسا کہے جانے کا استحقاق نہین
رکھہ سکتی ہے۔ حضرت پیر دستگیر کو اس خطاب بخشی کے پہلے اس امر کو تجویز فرما لینا تھا) کہاں خدا
کا عتاب اور کہاں افضل النسا کا خطاب۔ آیات بالا کے علاوہ سورہ احزاب پارہ ۲۲ مین آیت۔ یا
ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن الخ سے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی کہہ تو اپنی بیبیوں سے
کہ تم لوگوں کو حیات دنیا اور زینت دنیا پسند ہے تو آؤ ہم تمکو طلاق دین اور تم اپنے گھروں مین رہا
کرو مگر زنان کافرہ کی روش اختیار نہ کرو۔ بیبیوں سے یہاں مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ
ہین۔ اس لئے ان دونوں بیبیوں سے حضرت رسول خدا کو اسقدر ایذا پہونچی تھی کہ انمین سے
حضرت عائشہ کے ساتھ طلاق دینے کی بات تھی اور دوسری صاحبہ یعنی حضرت حفصہ کو طلاق رجعی
دے چکے تھے (دیکھو تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ و تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۷۹) ان سب معاملات
سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے مطلق رضامند نہ تھے بہت
جائے تعجب ہے کہ خدا و رسول تو ان دونوں بیبیوں سے اظہار نارضامندی فرمادین اور حضرت
پیر دستگیر ان مین سے ایک یعنی حضرت عائشہ کو افضل النسا سمجھنا جزو عقائد بتلا دین۔

بالمختصر کوفہ کی ایک جماعت تو خلیفۂ وقت یعنی حضرت علی کے پاس حاضر ہو کر ان کے لشکر
مین داخل ہوئی اور ایک گروہ اہل کوفہ کا حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر کی فوج مین شامل اور لاحق
ہوا اور دونوں فریق کی فوجین مقام حریبہ مین باہم مقابل اور صف آرا ہوئین (دیکھو ابو الفدا)
مروج الذہب مین ہے کہ دونوں لشکروں کے مقابل ہونے کے بعد حضرت علی نے کھڑے ہو کر اپنی
فوج سے ارشاد فرمایا ایہا الناس اگر تم فوج مخالف کو شکست دو تو زخمیوں اور قیدیوں کو نہ مارو
جو پیٹھ پھیر کر بھاگے اسکے تعاقب مین نہ جاؤ۔ کسی شخص کو برہنہ اور کسی مقتول کو مثلہ نہ کرو اور
ان کے اموال کے قریب نہ جاؤ سوا اس مال و متاع کے جو لشکر مین از قسم اسلحہ وغیرہ پڑا ہوا پاؤ

کرم پیشہ شاہ مردان علی است۔ افسوس ہے کہ اہل یورپ کو موجودہ ترقیات تمدن وصفائے اخلاق کے ساتھ بھی
اس آئین جنگ سے تمامتر بے خبری نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کے لئے جنگ اور دین کے لئے جنگ دو شے
ہین۔ خیر۔ جب جنگ ہوئی تو باغیان حضرت خلیفہ یعنی حضرت علی کے دشمنون کو شکست ہوگئی۔ طلحہ کو
مروان بن حکم نے تیر سے مار ڈالا حالانکہ طلحہ و مروان ایک ہی لشکر مین حضرت عائشہ کے ساتھ تھے (دیکھو ابو الفدا)
زبیر میدان جنگ سے بھاگ کر مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ مگر راہ مین کچھ دور جاکر عمرو بن حرموزی جاشعی کے ہاتھ
سے مارے گئے۔ بعد شکست حضرت عائشہ کو اُن کے بھائی محمد بن ابی بکر نے بصرے لیجاکر عبداللہ بن خلف کے
گھر مین اتار دیا (دیکھو ابو الفدا) واضح ہو کہ جنگ کے قبل حضرت علیؑ نے زبیر کو بلاکر کہا تھا کہ اے زبیر
تمکو یاد ہوگا کہ ایک دن رسُول مقبول کے ساتھ میرا گذر بنی غنم مین ہوا تھا تو آنحضرت نے مجھے دیکھکر تبسم
فرمایا اور مین بھی متبسم ہوا۔ تم نے میری ہنسی پر اعتراض کیا تو رسُول مقبول نے کہا کہ اس تبسم کے یہ معنی ہین
ایک روز تم علیؑ سے قتال کرکے اُن کے حق مین ظلم کروگے۔ زبیر نے کہا بیشک مجھے وہ بات یاد آگئی
اگر پہلے اس کا خیال ہوجاتا تو مین ہرگز یہان نہ آتا۔ راقم کہتا ہے کہ اب توبہ کرنے مین کیا لگتا تھا۔
مگر حقیقت حال یہ ہے کہ باغیان حضرت علیؑ کو ہوائے دنیا کب اس اصلاح کیطرف رخ کرنے دیتی تھی)
دیکھو ابو الفدا) اسی طرح مستدرک حاکم مین حرورۂ مازنی سے مروی ہے کہ مین نے علی کو زبیر سے
یہ کہتے سُنا کہ اے زبیر تمکو خدا کی قسم سچ بتاؤ کہ رسُول مقبول نے نہین کہا تھا کہ تم علیؑ سے ظالمانہ قتال کروگے
زبیر نے کہا کہ ہان بالکل سچ ہے۔ مگر مین اِس بات کو بھول گیا تھا۔ راقم کہتا ہے کہ طمع دنیاوی نے فرمودۂ رسُول
کو بھُولا دیا تھا۔ زبیر صاحب کا کوئی قصور نہ تھا۔ واہ ری زبیر صاحب کی عشرۂ مبشری۔ علاوہ اس کے
تاریخ ابن جریر طبری کے روسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے زبیر سے یہ بھی کہا تھا کہ تم مجھ سے خون
عثمان کے طالب ہو حالانکہ خود تم نے اُنکو قتل کیا ہے۔ نیز طلحہ سے کہا کہ اے طلحہ تم رسُول کی بی بی کو میدان
جنگ مین لڑنے کو لائے ہو اور اپنی بی بی کو تمنے گھر مین پردہ نشین بنا رکھا ہے۔ راقم کہتا ہے معاذ اللہ)
واضح ہو کہ حضرات اہلسنت کو ایک تو لائے خاص حضرت زبیر اور طلحہ کے ساتھ ہے۔ اِس کی
اور کوئی وجہ نہین ہے اِلّا یہ کہ یہ ہردو بزرگوار حضرت علی کے دشمن صعب اپنے کو ثابت کرسکے۔ لاحول
ثم لاحول باغیان خلیفہ وقت کے ساتھ اس طرح کی ہمدردی چہ معنی دارد۔ لیکن چونکہ خلیفہ وقت حضرت
علی تھے اس لئے حضرت زبیر اور طلحہ کے ساتھ حضرات اہلسنت کی ہمدردی خلاف توقع نہین ہے
روضۃ الاحباب مین ہے کہ بعد واقعہ جمل کے حضرت علیؑ حضرت عائشہ کے قیامگاہ پر گئے
اور بعد حصول اجازت اندر جاکر حضرت عائشہ سے کہنے لگے کہ رسول مقبول کی بیبیون کو خدا کا حکم ہے

بعد جنگ حضرت علی حضرت عائشہ کی روانگی مدینہ کو

که قرن فی بیوتکن - یعنے اپنے گھرون مین بیٹھی رہو۔ مگر تم نے اشد خطا کی اور ایسے امور کی مرتکب ہوئین
جو تمہارے مناسب حال نہ تھے باوجود اس کے کہ تم میرے اس قرب قرابت کو جو رسول مقبول سے ہے جانتی
تھین اور خود آنحضرت کو مکرر یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ مین جس کا مولے ہون علی بھی اُس کا مولے ہے۔ الٰہی
دوست رکھ اُسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو علی سے دشمنی رکھے لیکن پھر بھی تم نے میرے ساتھ
دشمنی کا اور میرے دشمنون کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کیا۔ خیر۔ اب مناسب یہی ہے کہ اپنی خطا پر اصرار نہ کرو۔
اِسی وقت مدینہ کو لوٹ جاؤ اور جس مکان مین جناب رسالتمآب نے تمھین چھوڑا تھا تا دم مرگ قیام پذیر
رہو۔ یہ کہکر حضرت علی اٹھے اور وہان سے چلے آئے۔ راقم کہتا ہے کہ حضرت علے نے عجب طرح کا
سُلجھا ہوا مزاج پایا تھا۔ حضرت رسول کے سچے وصی وزیر و خلیفہ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ
وا اے برامتیان محمدی کہ علی کی کچھ قدر نہ کر سکے۔ نیز روضۃ الاحباب مین ہے کہ پھر دوسرے دن حضرت علے
نے اپنے فرزند حسن مجتبےٰ کو ایک پیام دیکر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۔ حضرت حسن نے جاکر کہا کہ
امیر المومنین نے تمھین یہ پیام دیا ہے کہ اگر تم اسی وقت مدینہ کی جانب روانہ نہوگی تو مین تم کو ایک
ایسے امر سے متنبہ کرونگا جسکو تم خوب جانتی ہو۔ حضرت عائشہ اسوقت بالون مین کنگھی کر رہی
تھین۔ حضرت علی کا پیام سنتے ہی کنگھی کرنا ملتوی کرکے اٹھین اور حکم دیا کہ ابھی میرا اسباب راحلہ پر
بار کرکے سفر مدینہ کا سامان کرو۔ اسوقت حضرت عائشہ کے چہرے سے کمال اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔
اسوقت بصرہ کی ایک عورت نے کہا کہ اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس نے جب تم کو علی کا پیام
پہونچایا تو تم نے کلمہ بکلمہ ایسا جواب دیا کہ وہ منغص ہوکر چلے گئے۔ بعد ازان خود علی نے آکر تم سے جو
کچھ کہا اس کو تم نے قبول نہ کیا۔ اب حسن نے کون سا پیام پہونچایا جسپر تم اسقدر مضطرب ہوئین
حضرت عائشہ نے فرمایا کہ علی نے حسن کے ذریعہ سے جو پیام بھیجا ہے اور جس امر پر متنبہ کیا ہے
اُس نے مجھے ایسا بیچین کر دیا کہ بجز سفر مدینہ کے کوئی چارہ نہین ہے۔ اِس عورت نے پوچھا کہ وہ
کیا پیام اور کیا بات ہے جس سے تم کو اتنا تردد لاحق ہوگیا۔ حضرت عائشہ نے کہا بات یہ ہے کہ ایک
روز رسول اللہ غنائم کو اپنے قرابتدارون اور دوستون مین تقسیم فرما رہے تھے مین نے اُس مین سے
حصّہ مانگا اور مانگنے مین حد اعتدال سے زیادہ مبالغہ کیا۔ اس بات پر علی ابن ابیطالب نے مجھے
ملامت کرکے کہا کہ بس خاموش رہیئے۔ تم نے حصّہ طلب کرنے مین الحاح اور مبالغہ کرکے رسول اللہ
کو ملول کر دیا۔ اِسکے جواب مین مین نے بھی علی کو خشونت آمیز باتین کہین تو علی نے یہ آیت پڑھی
عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجاً خیراً منکن۔ یعنے ممکن ہے کہ رسول تم سے دستکش ہوجائے

اور تمہارے عوض خدا اسکو تم سے بہتر بیبیان عطا فرمائے - یہ سنکر مین نے گفتگو مین اور زیادہ درشتی اختیار کی (راقم کہتا ہے کہ طبیعی ست اخلاق نیکو نہ کسب) رسول اللہ نے میری سخت کلامی پر غضبناک ہوکر علی سے فرمایا کہ اے علی مین نے اپنی بیبیون کا طلاق تمہارے قبضہ اختیار مین دیا اور تم کو اپنا وکیل کیا۔ انمین سے جسکو میری طرف سے طلاق دوگے اس کا نام دفتر ازواج نبی سے محو ہو جائے گا۔ نیز آنحضرت نے امر طلاق کو مطلقًا فرمایا تھا۔ حیات و موت کا فرق نہین کیا تھا۔ چنانچہ علی نے مجھے اس بات پر متنبہ کیا ہے جسکو سنکر مین خائف ہون کہ مبادا آپ کی زبان پر ایسا ناگوار لفظ آ جائے جس کا تدارک ممکن نہو۔ اور منقول ہے کہ جب ام المومنین عائشہ نے سفر مدینہ کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے بارہ ہزار درہم سفر کے لئے حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیئے (راقم کہتا ہے کہ حضرت معاویہ ہرگز ایسی کریمی کی راہ اختیار نہ کرتے) (دیکھو تاریخ احمدی صفحہ ۱۶۶ سے ۱۶۸ تک) - واضح ہو کہ حضرت عائشہ کا عناد حضرت علی ہی تک محدود نہ تھا جمیع اہلبیت سے جناب ممدوحہ کو بغض و عداوت لاحق تھی - چنانچہ جب امیر معاویہ نے جعدہ بنت اشعث سے حضرت امام حسن کو زہر دلوا کر آپ کا کام تمام کرایا (دیکھو روضۃ الاحباب و مروج الذہب مسعودی و استیعاب ابن عبد البر) تو امام حسن نے رحلت کے وقت امام حسین کو وصیتین کین اور امر امامت کو انہین تفویض فرمایا۔ (دیکھو حیات الحیوان دمیری و اسد الغابہ و حبیب السیر) ان وصیتون مین ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امام حسن اپنے جد رسول کے پاس دفن کئے جاوین - لیکن جب بعد وفات اُن کے دفن کا ارادہ کیا گیا تو مروان نے جو امیر معاویہ کیطرف سے مدینہ کا حاکم تھا دفن ہونے سے روکا جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی امیہ مین نزاع واقع ہوئی - پس حضرت عائشہ نے کہا کہ روضۂ رسول اللہ میرا گھر ہے مین اجازت نہین دیتی کہ حسن اس مین دفن ہون چنانچہ مجبوراً امام حسن کے مرنے پر بھی حضرت عائشہ کے دل سے امام حسن کی عداوت نہین گئی - حضرت ممدوحہ کا قول البیت بیتی کچھ عجب قول ہے - ان التسع من الثمن و بالکل نملکت - حضرت خدیجہ کیطرف سے بھی حضرت عائشہ کا دل بغض و حسد سے بھرا رہتا تھا جیسا کہ اہل نظر سے پوشیدہ نہین ہے - اِس دل کی بی بی گو امہات المومنین سے ہون افضل النساء ہو نہین سکتین یہ گھر حضرت پیر مکہ کی کچھ بھی تشفی بخش علم نہین ہوا ظاہر ہے کہ اگر حضرت عائشہ حضرت ابوبکر کی بیٹی نہ ہوتین تو حضرت پیر دستگیر ایسا بعید از عقل عقیدہ ایجاد نہ فرماتے - انسانیت اور شرافت طبیعت و فہم و فراست کے اعتبار سے حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ مین زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے -

واضح ہو کہ حضرت عائشہ نے عہد امیر معاویہ مین انتقال فرمایا - معارف ابن قتیبہ و عقد الفرید

امام حسن کے جد کے پہلو مین دفن ہونے سے حضرت عائشہ مانع ہوئین -

کہ جب وقت وفات لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ہم تم کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ رسول اللہ کے بعد مجھ سے ایسی باتیں حادث ہوئی ہیں جو مناسب نہ تھیں لہذا مجھے آنحضرت کے قریب دفن نہ کرنا بلکہ میری بہنوں کے پاس بقیع میں دفن کرنا۔ یہ ہدایت بھی عجب ہدایت تھی۔ صاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت ممدوحہ نے امام حسن کو اُنکے جد کے قریب میں دفن ہونے نہیں دیا تھا حضرت ممدوحہ کو بھی قرب حضرت رسول کا نصیب نہ ہو سکا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بیشک اے اللہ تو عادل ہے۔ تیرے عدل کا نیر عرفان درخشان اور تابان ہے۔ ابن خلدون کی جلد پنجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت ممدوحہ کو چاہ میں گراکر ہلاک کر ڈالا اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو بھی حضرت ممدوحہ قرب حضرت رسول سے محروم رہ گئیں۔

حضرت طلحہ و حضرت زبیر

نمبر۳ حضرت طلحہ و حضرت زبیر۔ یہ دونوں بزرگوار حضرت علی کے بھاری مخالفین سے تھے جیسا کہ بالا میں دکھلایا جا چکا ہے۔ دونوں صاحب حضرات اہلسنت کے عشرۂ مبشرہ سے ہیں۔ اگر ایسے ہی بزرگوار داخل عشرۂ مبشرہ مانے جاتے ہیں تو عشرۂ مبشرہ کی حقیقت معلوم۔ یہ ایک صریحی ظلم ہے اگر حضرت علی داخل عشرۂ مبشرہ قرار دئے جاتے ہیں۔ بہر حال ان دونوں بزرگوار کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ آپ دونوں صاحبوں نے خلیفۂ وقت سے بغاوت بھی کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں مقتول ہوے۔ خلافت سے محروم رہے اور بھی مسلمانوں کے خون کا بار سر پر لیتے گئے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

عبدالرحمن بن عوف

نمبر۴۔ عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت علی کے ایک مانے ہوے مخالف تھے۔ آپ عشرۂ مبشرہ سے بھی ہیں۔ آپ ہی نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا اور حضرت عثمان ہی نے آپ کو مدینہ سے نکلوایا حق یہ ہے کہ آپ کو دنیا ہی میں ناتفاقی کی سزا مل گئی۔ عاقبت میں کیا ہوگا خدا کو معلوم۔ اصحاب محمدی کے حالات دیکھکر سخت افسوس لاحق ہوتا ہے۔ یہ سارے مخالفین اہلبیت علیہم السلام جنکا عدد ہزاروں ہزار ہے پورے طور پر طالبان دنیا تھے۔ عہد رسول اللہ میں یہ مخالفین غزوات سے فرار کرتے رہے یا دشمنان دین خدا سے مقابلہ کرنے میں جان چُراتے رہے حکم رسول اللہ سے طرح طرح کی سرتابی کرتے رہے اور آن صلعم کے بعد انواع رنگ سے حضرات اہلبیت کو ستاتے رہے۔ ایسے افراد اگر طالب دنیا نہوتے تو کیا ہوتے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر

نمبر۵۔ حضرت عبداللہ ابن عمر۔ آپ بھی مخالفان حضرات اہلبیت سے تھے۔ آپ نے یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اہل تشیع آپ کی اس بیعت پر اعتراض وارد کرتے ہیں۔ راقم اس اعتراض کو ایک بیکار امر سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی اہلسنت یا مخالف اہلبیت نے خفت

حضرت معاویہ یا حضرت یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تو اُس نے اپنے مذہب کے تقاضا کے خلاف کون سا
کام کیا۔ حضرت معاویہ جس طرح اہلسنت کے نزدیک خلیفۂ برحق ہین اسی طرح حضرت یزید بھی خلیفۂ برحق ہونے
کا استحقاق رکھتے ہین۔ حضرت معاویہ کے خلیفہ برحق ہونے سے کسی اہلسنت کو انکار نہیں ہوسکتا ہے اِس لئے
کہ آپ شرط غضب و قہر کے ساتھ خلیفۂ برحق قرار پائے تھے۔ اہلسنت کے اصول مذہب کے رو سے جس طرح
اجماع استخلاف اور شوریٰ سے خلیفہ برحق قرار پاتا ہے اسی طرح غضب و قہر کی شرط سے خلافت حقہ قرار پاتی
ہے۔ کسی خلیفۂ برحق سے بیعت کرنے مین کسی اہلسنت پر الزام کیونکر عائد ہوسکتا ہے۔ یہ امر کہ حضرت یزید
اہلسنت کے خلیفۂ برحق تھے امام غزالی صاحب کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ "حسینؓ پر یزید کی اطاعت
واجب تھی اس لئے کہ حضرت معاویہ نے یزید کو استخلاف کے ذریعہ سے خلیفہ بنایا تھا" حق یہ ہے کہ حضرت
معاویہ نے اِس امر مین حضرت ابوبکر کی سنّت اختیار کی تھی۔ یعنی جس طرح آپ نے حضرت عمر کو استخلاف کے
ذریعہ سے خلیفہ بنایا تھا اسی طرح حضرت معاویہ نے حضرت یزید کے حق مین بھی استخلاف کی کارروائی اختیار کی۔ سُنّی
ہو کر اگر حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تو کوئی کام اپنے مذہب کے خلاف نہین کیا جو کچھ
کیا اچھا کیا۔ یہ کام اہل تشیع کی آنکھ مین بُرا نظر آتا ہے لیکن سچے اہلسنت کی نظر مین بُرا نہین دکھائی دے سکتا ہے
علاوہ استخلاف کے اجماع و شورہ و تسلط و قہر کی شرطین بھی حضرت یزید کے موافق حال تھین۔ پس اصول خلافت
کے رو سے حضرت یزید بلاگفتگو اہلسنت کے خلیفۂ برحق تھے اور حضرت عبداللہ کا خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنا
ایک امر ضروری تھا خاصکر ایسی حالت مین کہ آپ بلا بیعت زندہ رہنے کو اپنے مذہب کے تقاضا سے موت
جاہلیت سمجھتے تھے۔ بہرحال یہ بیعت کہے دیتی ہے کہ آپ مخالفانِ اہلبیتؑ سے تھے۔

۶۔ حکم بن ابی العاص۔ مروان بن حکم۔ ولید بن عقبہ۔ عبداللہ بن ابی سَرح۔ نعمان بن بشیر۔ اول صاحب
حضرت عثمان کے چچا تھے اور بحکم حضرت رسول مدینہ سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے
پر میدان خالی پاکر مدینہ مین حضرت عثمان کے پاس آڈٹے۔ دوم صاحب وہی مروان راندۂ درگاہ نبوی تھے
جنھین حضرت رسول نے مدینۂ منوّرہ سے نکلوا دیا تھا اور انکے مدینہ و اطراف مدینہ مین آنے کی ممانعت فرمائی
تھی۔ ایسے مردود درگاہ نبوی کو حضرت عثمان نے اپنا وزیر اعظم بنایا۔ ایسا منافق مفسد اور شریر کوئی ہوا ہے اور
نہ ہوگا۔ سوم ولید بن عقبہ ہین جن کے جہنمی ہونے کی خبر جناب رسول خدا نے دی تھی۔ اِسکو حضرت عثمان نے
عامل یعنی گورنر کا عہدہ مبذول فرمایا۔ یہ شخص بڑا ہی شرابخوار تھا۔ تمام رات اپنے مصاحبین اور ارباب نشاط
کے ساتھ شراب نوشی مین غرق رہتا تھا۔ اور جب موذن نماز کے لئے ولید کو خبر کرتا تھا تو وہ بحالت مخموری
مسجد مین جاکر لوگون کو نماز صبح پڑھاتا تھا اور بجائے دو رکعت کے چار رکعت پڑھا کر کہتا تھا کہ اگر کہو تو رکعتون کو اور

عبداللہ بن ابی سرح۔ نعمان بن بشیر

زیادہ کردون۔ جب سجدہ مین جاتا تھا تو دیر تک پڑا رہتا اور کہتا تھا کہ "پی مجھ بھی پلا" چنانچہ ایک بار جو لوگ اس کے پیچھے پہلی صف مین تھے ان مین سے کسی نے کہا کہ اے نالائق ہم تجھ پر تعجب نہین کرتے ہین لیکن اس پر متعجب ہین جس نے تجھے ہمارا والی اور امیر کر کے یہان بھیجا ہے۔ جب ولید بن عقبہ کے فسق و فجور کی خبر مشہور ہوئی تو مسلمانون کے ایک گروہ نے جس مین ابو جندب اور ابو زینب بھی تھے مسجد مین آکر ولید پر ہجوم کیا دیکھا کہ ولید تخت پر شراب پیے بے ہوش پڑا ہے لوگون نے اسکو ہوشیار کرنا چاہا۔ جب وہ کسی طرح ہوش مین نہ آیا تو اس کی انگلی سے انگشتری مہر اتار لی اور فوراً مدینہ جاکر حضرت عثمان سے ولید کی شراب نوشی کا ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمان نے ابو زینب اور ابو جندب سے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ ولید نے شراب پی۔ انھون نے ولید کی مخموری کے ثبوت مین اس کی انگشتری پیش کر کے کہا کہ اس نے وہی شراب پی جو ہم لوگ زمانہ جاہلیت مین پیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے انکو ڈانٹا اور اُن کے سینہ پر دھکا دیکر فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ یہ سنکر وہ دونون الٹے پانون نکل آئے (دیکھو تاریخ مروج الذہب علامہ مسعودی)۔ راقم کہتا ہے کہ جس طرح مسجد کے ایک نمازی نے ولید کو یہ کہا کہ اے نالائق ہم تجھ پر تعجب نہین کرتے ہین لیکن اس پر متعجب ہین کہ جس نے تجھے ہمارا والی اور امیر کر کے یہان بھیجا ہے راقم بھی حضرت عثمان پر تعجب نہین کرتا ہے لیکن اُن صاحب پر متعجب ہے کہ جو حضرت عثمان کی خلافت یابی کا سامان کر کے دنیا سے رحلت فرما گئے۔ علیؑ کے رہتے ہوے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کا سامان کر جانا کیونکر قوم کی بھلائی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اگر علی نہین تو اور کسی قابل شخص کو حضرت عمر خلافت یابی کی راہ پر چھوڑ جاتے۔ کچھ ایسا سامان کر جانا کہ اگر خلیفہ بنین تو حضرت عثمان ہی خلیفہ بنین کون سی اسلام کی بہی خواہی سے خبر دیتا ہے۔ چہارم بن ابی شرح۔ اس شخص کو حضرت عثمان نے حاکم مصر کا مقرر کیا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کا قتل حضرت رسول نے بروز فتح مکہ مباح کر دیا تھا۔ الغرض حضرت عثمان نے چن چن کر ایسے ہی لوگون کو اپنے اردگرد جمع کر لیا تھا جو مردودان درگاہ خدا و رسول تھے یا اشر الناس تھے اگر کچھ بھی حضرت عثمان کو خدا و رسول کی اطاعت منظور رہتی تو ایسے نابکارون سے منزلون دور رہتے اُن کے مربی بننا تو درکنار۔ پنجم نعمان بن بشیر۔ یہ وہ بزرگ ہین جو حضرت عثمان کا لباس خون آلود لیکر شام مین گئے جہان امیر معاویہ صاحب نے حضرت عثمان کا کرتا منبر سے اس غرض سے لٹکا رکھا کہ اہل شام کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لئے جوش دلائین۔ چنانچہ اس کرتے کو دیکھکر اہل شام کا غیظ و غضب حضرت علی کی نسبت بڑھتا تھا (دیکھو تاریخ ابو الفدا)۔

۲۔ امیر معاویہ ابن ابی سفیان۔ آپ وہی بزرگ ہین جنکی نسبت حکیم سنائی فرماتے ہین "اُو بہ ناحق حق داماد پیمبر بگرفت + پسر او سر فرزند پیمبر بہ برید + گر برین قوم تو لعنت نہ کنی لعنت باد + لعنت اللہ علیٰ یزید و علیٰ قوم یزید"۔ اتنے بڑے ذی علم

یعنی حکیم سنائی کا قوم امیر معاویہ پر لعنت کرنا خالی از وجہ نہیں ہے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بنی امیہ سے جناب حضرت رسول کو نفرت تامہ لاحق تھی یہان تک کہ آنحضرت نے اِس قبیلہ پر لعنت کی تھی۔ خود قرآن شریف مین شجرۂ ملعونہ جو مذکور ہے باتفاق مفسرین اس سے مراد قبیلۂ بنی امیہ ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ میرے منبر پر بنی امیہ بندر کی طرح چڑھتے ہین اور اترتے ہین (دیکھو تفسیر نیشاپوری وتفسیر بیضاوی وتفسیر کبیر رازی) اِس قبیلہ کو حضرت رسول دس برس کی محنت مین اِس قدر کمزور کر گئے تھے کہ اب ان مین شیطنت کی قابلیت باقی نہین رہی تھی۔ مگر حضرت شیخین نے بلکہ یہ کہیے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت کو ابو سفیان صاحب کے پنجۂ غضب سے بچانے کے لئے سر نو اس قبیلۂ ملعونہ کو زور آور کر دیا یہان تک کہ عرب کی سلطنت یعنی خلافت بنی امیہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ حضرت عمر کی اس پولٹیکل اور بھی مذہبی غلطی سے بڑا اتفاق حسرت ہے کہ بنی امیہ ناحق صاحب خلافت اور مالک سلطنت عرب ہو گئے۔ جاننا چاہئیے کہ امیر معاویہ بنی امیہ کے اول خلیفہ اور حضرات اہلسنت کے خلفاے اثنا عشر سے پنجم خلیفہ ہین۔ حسب اصول اہلسنت آپ شرط قہر وغضب کے ساتھ خلیفۂ برحق مانے جاتے ہین اور کسی فرقۂ اہلسنت کو آپ کے خلیفۂ برحق مانے جانے سے چارہ نہین ہے! آپ ایک بڑے متقی بزرگ تھے۔ جب آپ نے حضرت علی کے محاربہ مین دیکھا کہ حضرت علی سے جنگ مین بازی نہین لے جاسکین گے تب قرآن کے سیکڑون نسخون کو جھنڈون پر آویزان اِس مطلب سے کر دیا کہ قرآن ہی درمیان آپ اور حضرت علی کے فیصلہ کر دے۔ اس کارروائی سے جنگ ملتوی رہ گئی اور ثالثی کی نوبت آگئی۔ بے ایمان ثالثون نے ایسی کارروائی کی کہ جس سے خلافت امیر معاویہ کو منتقل ہو گئی۔ آپ جس قدر متقی تھے اس سے کم بیرحم بھی نہ تھے۔ آپ کی بیرحمی کی مثالون مین ایک مثال یہ ہے کہ جب مغیرہ والی کوفہ امیر معاویہ کے حکم سے حضرت علی کو برا کہتا تھا تو حجر بن عدی جو صحابی تھے مع اپنی جماعت کے کھڑے ہو کر اُس کا رد کیا کرتے تھے اور مغیرہ حجر کی مزاحمت نہین کرتا تھا۔ مگر جب زیاد نے عامل کوفہ ہو کر حضرت علی کو منبر پر برا کہا اور حجر بن عدی نے حسب معمول اس کے مقابلہ مین حضرت علی کی مدح وثنا کی تو زیاد نے غضبناک ہو کر حجر بن عدی کو مع انکے تیرہ رفیقون کے گرفتار کرکے امیر معاویہ کے پاس بھیجدیا۔ معاویہ نے اُن سب کو مقام عذرا مین بھیجکر قتل کرا دیا (دیکھو تاریخ ابو الفدا اور تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ کی) کتاب استیعاب مین ابن فضالہ سے روایت ہے کہ مین نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوے سُنا کہ وائے ہو حجر اور اصحاب حجر کے قاتلون پر۔ اور احمد حنبل کا قول ہے کہ مین نے یحیی ابن سلیمان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات اور فاضلین صحابہ سے تھے۔ اور کنز العمال مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ مین نے رسول اللہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایسے لوگ مقام عذرا مین قتل کئے جائین گے جن کے قاتلین پر خدا اور اہل سماوات کا غضب نازل ہوگا۔ راقم کہتا ہے کہ حجر جو یہ ایک

امیر معاویہ اور ان کے معاونین پر لعنت صحیح ہے

فعل امیر معاویہ کا کہ انھون نے اتنے بیگناہ شخصون کو قتل کروڈالا کیا ایسا نہین ہے کہ انھین عقوبت عقبےٰ مین ہمیشہ کے لئے مبتلا رکھیگا۔ ایسا خونی شخص مسلمان کیا ہوگا اس کا خلیفہ ہونا تو خارج از بحث ہے۔ اِس پر بھی امیر معاویہ صاحب اہلسنت کے پانچوین خلیفہ اُن کے خلفاے اثنا عشر سے مانے جاتے ہین۔ بدبخت ازلی اور سزاوار جہنم ہونے کے سوا کوئی شخص بیگناہون کا قتل جائز نہین رکھ سکتا ہے۔ تب ہی شرح ابن الحدید کے صفحہ ۴۴۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسب بیان طبری حضرت رسولؐ فرماتے ہین کہ معاویہ کی موت شریعت محمدی پر نہوگی اور یہ بھی آپ کا فرمودہ ہے کہ معاویہ تابوت آتشین مین کسی درجۂ جہنم کے پکارتا رہیگا کہ اے خدا جلے جلے۔ پس ملائکہ جواب دینگے کہ تو نے نافرمانی کی اور مفسدین سے تھا لہذا اس سزا کا قابل تھا۔ طبری کے اِس بیان کا معین امام نسائی کا یہ قول بھی نظر آتا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا اگر معاویہ آتش دوزخ سے نجات پائے تو یہی اس کے لئے غنیمت ہے اُس کے حق مین فضیلت کیا ہوگی (دیکھو تاریخ ابن خلکان فی ترجمۂ ابی عبدالرحمٰن نسائی) واہ اے سنی سیّد بھائیو آپ حضرات نے کیا خوب خلیفہ امام اور رہبر اپنے لئے تجویز فرمایا ہے۔ آپ آل رسولؐ اور بنی ہاشم اور آپ کا پیشوا ایک بنی امیہ اور وہ بھی بدترین کس بنی امیہ کا۔ خدا کے واسطے اے صاحبو ہوش مین آئے یہ بیراہہ روی کیسی۔ امیر معاویہ اور دوستاران امیر معاویہ کے ساتھ محشور ہونا چہ معنی دارد۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات پر رحم فرمائے اور طریقۂ خاندان پیمبر کی تبعیت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اے سنی سید بھائیو۔ پوشیدہ نہین ہے کہ امیر معاویہ حضرت علی کے صعب ترین مخالف تھے۔ حضرت علی کی زندگی مین آپ حضرت علی سے برابر لڑتے جھگڑتے رہے۔ حضرت علی کی رحلت کے بعد خلیفہ ہونے پر آپ نے حضرت علی پر تبرا کی رسم جاری کی اور جس سن مین یہ رسم جاری کی اس کا نام عام السنت رکھا۔ تاریخ ابوالفدا کی جلد اصفحہ ۱۹۶ مین دیکھا جاتا ہے کہ عاملان معاویہ ہر جگہ مین خطبہ کے بعد حضرت علی پر لعنت کرتے تھے۔ اِسی طرح ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۹۶ مین دیکھا جاتا ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے نوابان و حکام ماتحت کو اپنی بیعت خلافت کے بعد یہ لکھا کہ جو کوئی حضرت علی کے فضائل بیان کرے تو تم سب علی پر تبرا کراؤ۔ پس خطیبون نے منبرون پر حضرت علی کے نام پر لعن پڑھنا شروع کردیا۔ اسی طرح امیر معاویہ نے صحابہ و تابعین کو اس امر پر متفق کیا کہ مذمت علی کی روایتین پیدا کرین۔ اُن مین سے معروف وضاع حدیث عمرو بن العاص و مغیرہ و عروہ و زہری اور ابوہریرہ ہین۔ عروہ نے ایک حدیث حضرت عائشہ کے نام سے وضع کی ہے جو اِس مضمون کی ہے کہ علی و عباس بے دین مرین گے اور یہ دونون ناری ہین (دیکھو شرح ابی حدید صفحہ ۱۹۴) ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث معاویہ صاحب کیطرف سے جناب رسول خدا کی اس حدیث کا جواب قرار دی گئی ہے جس سے کھلے کھلے طور پر معاویہ کا ناری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ معاویہ صاحب کا حضرت علی پر تبرا کرانا اُس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ سنے

حضرت علی پر حضرت معاویہ رسم تبرا جاری کرتے ہین۔

سعد ابن ابی وقاص سے حکم کے طور پر یہ کہا کہ تو علی پر لعنت کیوں نہیں کرتا (دیکھو مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ روایت جابر بن سعد) - اسی طرح اسات اللبیب مین مسطور ہے کہ معاویہ نے بطریق جبر لوگون کو منع کیا کہ جو کوئی علی کی روایت کے موافق ہو اس پر کوئی شخص عمل نہ کرے اور نہ حضرت کی روایت کی روایت کرے کیون سنی سید بھائیو - آپ کے خلیفہ پنجم جن کی پیروی اہلسنت ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے ایک لازمی امر ہے کیا ہی مقدس بزرگ تھے - آپ بھی اپنے خلیفہ پنجم کی یہ سب سنتین ادا کرتے ہین یا نہین - اگر تقاضا مذہب سے ایسا کرتے ہین اور ایسا کرنا ہی چاہیئے تو بتلائیے آپ حضرات کو بنی ہاشم کہنا چاہیئے یا بنی امیہ ماشاء اللہ آپ سادات بنی امیہ خصال ہین راقم نے ایسے افراد مریدان جناب حضرت عیسی شاہ علی حبیب صاحب پھلواروی قدس سرہ سے دیکھے ہین کہ حضرت خلیفہ پنجم کی محبت مین سرشار رہا کرتے تھے - ان مین سے ایک ممتاز بزرگ جناب میر سید حسین صاحب طبسوی تھے اور دوسرے جناب مولوی احمد کبیر صاحب پھلواروی - جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ کی تصنیف سوءحسنہ کی پیروی سے نہ حضرت کے مریدین اور نہ کسی اہلسنت کو فضائل معاویہ سے جاے انکار ہو سکتی ہے - حضرت قبلہ نے جو مذہب اہلسنت کا ہے اپنی تصنیف شریف مین بڑے عالمانہ طرز سے حوالہ قلم فرمایا ہے اور اس سے کسی واقف کار سنی کو مجال اباو انکار نہین ہو سکتی - بہر حال دور کیون جائیے - راقم جب اہلسنت سے تھا تو تقاضائے تعلیم سے امیر معاویہ کا بڑا جانداده تھا اور یزید کو خلیفہ برحق مانکر محبت یزید سے بھی خالی نہ تھا - یہ تو کتابون کی سیر سے جب مذہب اہلسنت کی حقیقت منکشف ہو سکی تو اب کہتا ہون لعنت اللہ یزید و علی قوم یزید - واضح ہو کہ قوم یزید سے مراد راقم صرف بنی امیہ نہین ہے بلکہ جمیع ظالمان و مخالفان اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام -

امیر معاویہ کے عہد کا نہایت حسرت آگین واقعہ حضرت امام حسن کی شہادت ہے - صاحب روضتہ الاحباب لکھتے ہین کہ جب قضیہ صلح کو ایک مدت گذر گئی تو معاویہ کو اس بات کا خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولیعہد قرار دین اور مشاہیر زمانہ سے اس کے لئے بیعت لین مگر چونکہ وہ یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ امام حسن کی موجودگی مین یہ معاملہ خاطر خواہ طے نہوگا لہذا وہ اس کوشش مین مصروف ہوے کہ کسی طرح امام حسن کے وجود ذی جود سے میدان مقصود خالی ہو جاے - پس حسب مضمون مروج الذہب مسعودی معاویہ نے خفیہ طور پر جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسن سے کہلا بھیجا کہ اگر حسن کے قتل مین تیرا کوئی حیلہ کارگر ہو جاے تو مین تجھے ایک لاکھ درہم انعام دونگا اور تیرا نکاح یزید کے ساتھ کر دونگا - چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر مین ہے کہ امام حسن کو اُن کی بی بی جعدہ بنت اشعث نے

زہر دیا سبحان اللہ کیا کہنا ہے امیر معاویہ صاحب کس قدر خوش تدبیر بزرگ تھے۔ اپنا کام نکالنے میں خونریزی زہر خورانی اور طرح طرح کے مکر و فریب سے ذرا بھی اجتناب نہین فرماتے تھے۔ جعدہ بنت اشعث کا یہ حشر ہوا کہ امیر صاحب نے اس بدبخت عورت کو ایک لاکھ درہم تو کیا ایک کوڑی بھی مرحمت نہین فرمائی۔ اور جب اس نے یزید سے نکاح کرنے کا دعوی کیا تو امیر صاحب نے یہ فرمایا کہ جب تو نے اپنے شوہر کو زہر دینے مین دیر نہ کی تو پھر یزید کو قتل کر ڈالنے مین تجھے کیا دیر لگے گی واہ رے امیر صاحب کی خوش تدبیری اور ذہانت۔ کیون سنی سید بھائیو۔ آپ امام حسنؑ سے خوش ہین یا ناراض۔ اپنے خلیفۂ پنجم صاحب کے اگر آپ پیرو ہین تو ضرور آپ بھی اس واقعۂ عظیمہ سے خورسند ہون۔ ماشاء اللہ بنی ہاشم ہو کر کیا خوب اپنا سردار مذہبی اور ہادی دین آپ نے قبول فرمایا ہے۔ اللہ آپ صاحبون پر رحم فرمائے اور راہ حق کے اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ بنی ہاشم ہو کر بنی امیہ ہو جانا طرفہ مضمون ہے۔ تاریخ خمیس اور حیات الحیوان مین ہے کہ جب معاویہ کو امام حسن کی خبر وفات پہونچی تو محل خضرا سے تکبیر کی آواز سنی گئی جسکو سنکر اہل شام نے بھی تکبیر کہی۔ فاختہ بنت قرظہ نے معاویہ سے کہا کہ تمھاری آنکھین ٹھنڈی رہین تم نے کس بات پر تکبیر کہی۔ معاویہ نے کہا کہ حسن کا انتقال ہو گیا۔ فاختہ کہنے لگی کہ کیا تم نے فرزند فاطمہ کی خبر وفات سنکر تکبیر کہی ہے۔ معاویہ نے کہا ہان۔ مگر مین نے شماتت کی راہ سے تکبیر نہین کہی بلکہ اس وجہ سے کہی کہ حسن کی خبر موت سے میرے قلب نے راحت پائی (راقم کہتا ہے کہ اس راحت پانے کا مزا بروز جزا معاویہ صاحب کو معلوم ہو گا۔) اتنے مین ابن عباس وہان آئے تو معاویہ نے کہا کہ تمھین معلوم ہے کہ تمھارے اہلبیتؑ مین کیا حادثہ پیش آیا۔ عبد اللہ ابن عباس نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہین ہے مگر تم کو اس وقت خوش دیکھتا ہون اور تمھاری تکبیر کی آواز بھی مین نے سنی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ کا انتقال ہو گیا۔ عبد اللہ ابن عباس نے کہا کہ خدا رحم کرے ابو محمدؐ پر۔ واللہ اے معاویہ نہ انکی قبر تمھاری قبر کو روک دیگی اور نہ انکی موت تمھاری عمر کو زیادہ کرے گی۔ کیون سنی سید بھائیو آپ اپنے خلیفۂ پنجم کی خوشی کے شریک ہو رہے ہین یا نہین۔ اپنے خلیفہ صاحب کی پیروی مین کچھ نہین تو زور دن کے ساتھ دو چار تکبیر ہی کہہ ڈالئے۔ آپ بنی فاطمہ ہو کر مذہب رکھین دشمنان آل محمدؐ کا۔ کچھ عجب بات ہے۔ زنخاکِ کعبہ ابو جہل این چہ بو العجبی۔

امیر معاویہ کے فضائل مین پیروان معاویہ ترمذی کی یہ حدیث کہ اللھم اجعلہ ھادیًا ومھدیًا اور امام احمد کی یہ حدیث اللھم علم معاویۃ الکتاب والحسباب وقہ العذاب پیش کرتے ہین۔ مگر طریق النبوت

حضرت معاویہ کی وفات امام حسنؑ سے دلی راحت پائی

ابوشکور سلمی اور صاحب اشعۃ اللمعات

کی دوسری جلد مین محدث دہلوی رقم فرماتے ہین کہ اتفاق محدثین کا اس پر ہے کہ فضل معاویہ مین کوئی حدیث ثابت نہین ہوئی۔ پس یہ دونون حدیثین ضرور وضعی ہین اور کوئی حقیقت نہین رکھتی ہین۔ امام نسائی نے بھی یہی لکھا ہے کہ امیر معاویہ کی فضیلت ہی کیا ہے جو بیان کیجاے۔ ہان ایک حدیث آپ کی فضیلت مین یہ ہے کہ حضرت رسُول نے امیر معاویہ کو یہ فرمایا تھا کہ لا اشبع اللہ بطنک یعنی اللہ تیرے پیٹ کو کبھی نہ بھرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تا دم مرگ امیر معاویہ کو حرص دامن گیر رہی اور کبھی ان کو دنیا سے سیری نصیب نہین ہوئی۔ ہوا خواہان امیر معاویہ کہتے ہین کہ امیر معاویہ کو خلافت اور امامت دونون حاصل ہوئین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ خلافت امامت سے منفک نہین ہوسکتی۔ اہلسنت کے تو امیر معاویہ بلا شبہہ خلیفۂ برحق اور امام ہین۔ اس مین ہم شیعون کو عذر داری پیش کرنے کی کوئی حاجت نہین نظر آتی ہے۔ مگر ابوشکور سلمی اور صاحب اشعۃ اللمعات جو یہ لکھتے ہین کہ امیر معاویہ کی امامت امام حسنؑ کی صلح کی بنا پر ثابت ہوتی ہے ایک غلط قول ہے۔ ابوشکور سلمی یہ کہتے ہین کہ اگر معاویہ مین دیانت نہوتی تو امام حسنؑ معاویہ سے صلح نہ کرتے اور دوسرے صاحب اپنی اشعۃ اللمعات کی جلد ۴ صفحہ ۷۰۶ فرماتے ہین کہ اہلسنت وجماعت را صلح امام حسن دلیل است برصحت امامت معاویہ۔ راقم کہتا ہے کہ صلح بالا سے امیر معاویہ امام برحق نہین ثابت ہوتے ہین۔ یہ ویسا ہی ہے قول کہ اگر کوئی کہے کہ رسُول خدا کی صلح حدیبیہ سے مذہب کفار کی حقیقت ثابت ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح اس لئے نہین کرلی تھی کہ معاویہ صاحب ایک غیر فاسق عادل صالح اور ایک متقی شخص تھے اور اس لئے قابل خلافت تھے بلکہ صلح کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس وقت کے بے ایمان مسلمان خاصکر اہل شام حضرت امام کے مخالف ہورہے تھے۔ اگر آپ امیر معاویہ سے لڑتے تو کس زور پر لڑتے۔ معاویہ کو تو حضرت عمر اور حضرت عثمان نے اسقدر قوی بنا رکھا تھا کہ ان باغی علی کو حضرت علی سے مقابلہ کرنے مین کوئی دشواری نہین ہوئی۔ امام حسنؑ کے پاس کیا تھا جو ان بدخواہ آلِ محمدؐ سے سامنا کرتے۔ صلح کے سوا حضرت امام کو چارہ ہی کیا تھا۔ پس اس صلح سے تو کوئی عمدگی امیر معاویہ کی ثابت نہین ہوتی ہے۔ یہ تو ہٹ دھرمی کا جواب ہی کیا ہے۔ اس صلح سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قہر وغضب سے امیر معاویہ نے خلافت جس مین امامت داخل ہے حاصل کرلی ظاہر ہے کہ صلح کرلینا حضرت امام کا نہایت مناسب وقت تھا۔ حضرت امام کی فوج اور دولت امیر شام کی فوج ودولت کے برابر نہ تھی۔ ایسی لڑائی کا نتیجہ حضرت امام کے لئے اس کے سوا اور کیا ہوتا کہ آپ معاویہ کے مقابلہ مین شکست کھاتے اور بیکار آپ کے دیندار اور وفا شعار تابعین کی جانین تلف ہوتین ان نتایج کو ملحوظ رکھکر حضرت امام نے اپنے دشمن قوی سے صلح کرلی۔ پس اس صلح سے اُن کا دشمن

خلیفہ برحق اور امام کیونکر قرار پاسکتا ہے۔ البتہ اہلسنت کے نزدیک امیر معاویہ شرط غضب اور قہر کے رو سے بلاشبہہ خلیفہ برحق اور امام برحق مانے جانے کا حق رکھتے ہین۔ مگر مجرد صلح کی بنا پر عند العقل امیر معاویہ کو خلیفہ برحق اور امام برحق سمجھنا صرف یہ حضرات اہلسنت ہی کا کام ہے۔ ہان اگر امام اتنا بھی کہکر صلح کرتے کہ اے معاویہ تو اور تیرا قبیلہ رسول اللہ کے وقت سے اسلام کا بڑا معین اور مددگار رہا ہے اور رسولخدا نے تجھے اور تیرے قبیلہ کو ناری اور ملعون نہین فرمایا ہے اور بھی خداے پاک نے تیرے قبیلہ کو شجرۂ ملعونہ کے لقب سے نہین یاد فرمایا ہے اور تو بحکم خدا و رسول سزاوار خلافت و امامت ہے اور تو عالم غیر فاسق ہے اور تو صاحب دیانت ہے اور امام عادل ہے اور تو مرد صالح اور متقی ہے اور ان سب وجہون کے باعث عند اللہ والرسول مستحق خلافت اور امامت کا ہے تو ایسی صورت مین امام حسنؑ کی صلح سے یہ امر مستنبط ہوسکتا ہے کہ معاویہ صاحب سزاوار خلافت و امامت تھے تب یہ صلح حضرت امام کی معاویہ صاحب کے لیے صحت خلافت و امامت کی دلیل ہوسکتی تھی۔ فرض کیجیے کہ معاویہ صاحب کی جگہ اور کوئی بادشاہ امیر معاویہ کی ترکیب کا حضرت امام پر لشکر کشی کرتا اور حضرت امام اس سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر اس سے صلح کر لیتے تو ابوشکور اور صاحب اشعۃ اللمعات کی تحریر کے مطابق وہ فاسق بادشاہ فاسق نہ سمجھا جاتا اس دلیل سے کہ ہرگز امام حسنؑ فاسق سے صلح نہین کرسکتے تھے۔ صلح کی ضرورت مین کوئی یہ نہین دیکھہ سکتا ہے کہ اس کا مخالف دیندار ہے یا فاسق۔ ضرورت صلح مین انسان صرف اپنے مصالح کو دیکھتا ہے مخالف کی دینداری اور بیدینی کا لحاظ نہین کرتا ہے۔ حضرت رسول نے بھی صلح حدیبیہ کے وقت ضرورت صلح کو ملحوظ رکھا تھا اپنے مخالفین کے کافر اور غیر کافر ہونے کو پیش نظر نہین رکھا۔ مگر حسب تحریر ہر دو مصنفین بالا آپ کے مخالفین کفار نہین سمجھے جاسکتے ہین اس دلیل سے کہ حضرت رسول کفار سے صلح نہین کرسکتے تھے۔

مذہب اہلسنت واقعی ایک بڑا حیرت خیز مذہب ہے۔ یون تو اس دنیا مین طرح طرح کی عجیب چیزین ہین۔ مگر مذہب اہلسنت اعجب العجائب ہے۔ قابل لحاظ ہے کہ معاویہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس سے صفات ذمیمہ کے اعتبار سے کوئی بدتر شخص دنیا مین نہو گا وہ صاحب خلیفۂ وقت حضرت علیؑ سے ناحق کی لڑائی لڑتے ہین کمبخت مسلمان انکا ساتھ دیکر انکو خلافت حضرت علی کی دلوا دیتے ہین۔ اس غصب سے معاویہ صاحب اہلسنت کے خلیفۂ برحق اور امام برحق ہو جاتے ہین۔ عقل یہی کہتی ہے کہ ایسا غاصب خلیفۂ برحق ہوسکتا ہے اور نہ امام برحق۔ مگر تماشا ہے کہ اہلسنت اس غصب کو ایک ضروری شرط خلافت سمجھتے ہین۔ پھر بھی معاملۂ امام حسنؑ کو معاویہ صاحب سے پیش آتا ہے۔ امام حسنؑ صلح کے ذریعہ سے خلع خلافت کرتے ہین

مذہب اہلسنت ایک حیرت خیز مذہب ہے

معاویہ صاحب غصب کے ذریعہ سے اہلسنت کے خلیفہ بن جاتے ہین۔ ظاہر ہے کہ ایسی صلح تمامتر حکم غصب کا رکھتی ہے۔ بہرحال خلافت کے منتقل ہوتے ہی معاویہ صاحب اہلسنت کے امام بھی بن جاتے ہین۔ واہ حضرات اہلسنت اگر آپ کے خلیفہ اور امام معاویہ اور یزید کی ترکیب کے ہوا کرتے ہین تو آپ کے مذہب کو سات سلام۔ غضب اور قہر کے ذریعہ سے خلیفۂ برحق و امام برحق جس مذہب مین شخص فاسق فاجر خونی مکار دغاباز وغیرہ وغیرہ ہوسکتا ہے تو ایسے مذہب کا کیا کہنا ہے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کیا معاویہ اور یزید وغیرہ بھی ایسے افراد تھے کہ حضرت رسول کے جانشین ہو سکتے تھے مگر حضرات اہلسنت نے ایسون کو ایسے مقدس اور محترم رسول کا جانشین بنا ہی چھوڑا۔ لاحول ثم لاحول۔

اب آخرمین راقم امیر معاویہ کی موت کا ذکر کرتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ معاویہ کی موت اسلام پر نہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ راغب اصفہانی کتاب محاضرات مین لکھتے ہین کہ جب معاویہ صاحب بیمار ہوئے تو ایک طبیب نے انکو دیکھکر تسکین دی اور کہا کہ اچھے ہو جاؤ گے چنانچہ وہ اچھے ہوگئے پھر دوبارہ جو علیل ہوئے تو ایک نصرانی اُنکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس ایسا تعویذ ہے کہ جو شخص پہن لے اسکو شفا ہو جاتی ہے۔ معاویہ نے وہ تعویذ لیکر گلے مین لٹکا لیا۔ اتفاقاً اس طبیب کا پھر گزر ہوا جو پہلے آیا تھا۔ اُس نے معاویہ کو دیکھکر کہا کہ یہ یقیناً مرجائین گے چنانچہ اسی رات کو اُن کا انتقال ہوگیا۔ لوگون نے طبیب مذکور سے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ یہ مرجائینگے۔ اُس نے کہا کہ حضرت امیرالمومنین علی سے روایت کیگئی ہے کہ معاویہ اس وقت تک نہین مرینگے جب تک اُن کے گلے مین صلیب نہ لٹکائی جائیگی۔ چنانچہ جو تعویذ وہ پہنے ہوئے تھے اِس مین صلیب بنی ہوئی تھی۔ اِس لئے مین نے یقین کیا کہ وہ ضرور مرجائین گے۔ اے سنی سید بھائیو مناسب کو ہے۔ آپ لوگ بھی گلے مین صلیب لٹکا لیجئے۔ اس سے امیر معاویہ صاحب کی سنت ادا ہو جائیگی اور روح پرفتوح امیر صاحب کی آپ حضرات سے خوش رہیگی۔ کچھ نہین تو ہندوستان کے پادری صاحب لوگ تو خرسند رہین گے۔

استیعاب ابن عبدالبر مین ہے کہ معاویہ اور انکے والد مولفۃ القلوب مین سے ہین یعنی تالیف قلب کے ذریعہ سے اسلام لائے تھے۔ جب معاویہ صاحب ایسے مسلمان تھے تو کیا تعجب ہے کہ صلیب گلے مین لٹکا کر عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ اِسی کتاب مین یہ بھی مسطور ہے کہ معاویہ پہلے شخص ہین جنھون نے مسلمانون کو ظلم سے قتل کیا یعنے حجر بن عدی اور اُن کے رفقا کو۔ راقم کہتا ہے کہ جب امیر معاویہ صاحب تالیفی مسلمان تھے تو بیگناہ مسلمانون کو قتل ڈالنا آپ سے دور نہ تھا۔ ایسے مسلمان ہوکر اگر آپ نے امام حسن کا بھی کام تمام کر ڈالا تو تعجب کی کیا بات ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اہلسنت ایسے

بدکار قبیح اطوار کو خلیفۂ پنجم اور امام برحق یعنے جانشین حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے ہین۔ کبھی عقل مان نہین سکتی ہے کہ معاویہ سا بدکردار حضرت رسول صلعم کا جانشین برحق ہوسکتا ہے۔ مگر حضرات اہلسنت کو خلیفہ کے گورے کالے سے کیا مطلب۔ غیر بنی ہاشم سے کوئی خلیفہ ہونا چاہئے۔ پس امیر معاویہ کیا بیجا ہین پس امیر معاویہ ہی سہی۔

معاویہ صاحب اگر تاایفی مسلمان ہوتے تو یزید کے استخلاف مین کیون اس قدر کوشان ہوتے۔ تاریخ کامل ابن اثیر مین ہے کہ جب اہل عراق وشام نے یزید کی بیعت کرلی تو معاویہ ہزار سوارون کی جمعیت سے حجاز کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہونچے تو اتفاقاً پہلے امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی انکو دیکھکر معاویہ صاحب فرمانے لگے کہ خوشی اور بہتری نہ ہو اس شتر قربانی کو جس کا خون پھڑک رہا ہے اور اللہ اس کا خون گرانے والا ہے۔ امام حسین نے کہا کہ اے معاویہ خدا کی قسم مین ایسے کلمات کا سزاوار نہین ہون۔ معاویہ نے کہا کہ بلکہ اس سے بدتر کلمات کے سزاوار ہو۔ سنی سید بھائیو۔ علمائے اہلسنت کی بدولت آپ کو کیا مقدس اور منقح خلیفہ اور امام ہاتھ لگ گیا ہے۔ واہ حضرت معاویہ آپ کا کیا کہنا ہے۔ بے ایمان مسلمانون کی وجہ سے آخر آپ کو حضرت رسولؐ کی خلافت اور امامت حاصل ہو ہی گئی۔ دل سے ابوشکور سلمی اور صاحب اشعۃ اللمعات کا شکریہ ادا کیجئے کہ ایسے عالمون کے ذریعہ سے آپ درجۂ امامت تک پہونچ گئے۔ پھر اُن بے ایمان مسلمانون کی شفاعت سے روز جزا منھ نہ موڑئے گا۔ جنھون نے آپ کے وقت مین آپ کو خلیفۂ وقت بناہی ڈالا اور آپ اور آپ کے اعوان و انصار کے بعد آج تک آپ کو خلیفۂ برحق اور امام برحق سنی دنیا مین منوا رہے ہین۔ اے سنی سید بھائیو ہزار افسوس کہ تبدیل مذہب کی وجہ سے آپ حضرات سے ہاشمیت جاتی رہی ہے اور آپ حضرات خاندانِ نبوت گم شد کے مصداق ہو رہے ہین۔ اے سنی سید بھائیو۔ سید اور معاویہ وغیرہ کا پیرو کچھ عجیب بات ہے۔ پھر ایسا سید سید ہی کیا رہا۔ کھلے کھلے طور پر یکے از بنی امیہ وغیرہ ہوگیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

۸۔ زیاد بن سمیہ۔ یہ صاحب امیر معاویہ کے خاصان سے تھے اور امیر صاحب کے ایک طرح کے بھائی ہوتے بھائی ہونے کی سرگذشت یہ ہے کہ آپ ایک ایسے ہی شخص تھے کہ امیر صاحب کو آپ کے بھائی بنانے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ زیاد ایک قابل آدمی تھا اور جس قدر قابل تھا اس سے بہت زیادہ خاندان پیمبر کا دشمن صعب بھی تھا۔ پس ایسے کارآمد شخص کو امیر صاحب بھائی نہ بنا لیتے تو کیا کرتے۔ زیاد کا نسبی قصہ یہ ہے کہ سمیہ حارث بن کلاہ ثقفی کی لونڈی تھی اور حارث نے اس کا بیاہ ایک غلام عبید نام سے کردیا تھا جس سے زیاد پیدا ہوا۔ زمانۂ جاہلیت مین ابوسفیان ایک بار جو طائف کو گئے تو ابومریم شراب فروش کے گھر اترے اور ابومریم سے کہنے لگے کہ مین اسوقت عورت کی خواہش مین بیچین ہون۔ ابومریم نے کہا کہ اگر تم سمیہ کو پسند کرو

حضرت معاویہ کو زیاد سے بھائی چارہ کی ضرورت

تو مین اس کو بلا دون۔ ابوسفیان نے ہیجان خواہش مین کہا کہ اس کو بلا دو باوجودیکہ وہ دراز پستان اور قبیح البطن ہے۔ ابومریم نے سمیہ کو بلا دیا۔ ابوسفیان اس سے ہم بستر ہوے اور سمیہ حاملہ ہو گئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان کے نطفہ سے زیاد بن سمیہ پیدا ہوا تھا۔ جب زیاد کو اپنے سلسلۂ نسب مین معاویہ صاحب نے شامل کرنا چاہا تو لوگون کو اِس باب مین گواہی دینے کے لئے طلب کیا۔ منجملہ اُن گواہون کے ابومریم شراب فروش نے بھی گواہی دی جو سمیہ کو طائف مین ابوسفیان کے لئے بلا کر لایا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ مین نے اپنی آنکھون سے سمیہ کے اندام نہانی سے ابوسفیان کا مادۂ حیوانی ٹپکتے ہوے دیکھا ہے۔ پس معاویہ نے زیاد کو اپنے نسب مین شامل کر لیا اور یہ پہلا واقعہ ہے جس مین علانیہ طور پر شریعت کی مخالفت کی گئی۔ (دیکھو تاریخ ابوالفدا) راقم کہتا ہے کہ جب امیر معاویہ کو بیگناہون کو قتل کر ڈالنے مین دیر لگی۔ امام حسنؑ کو زہر کھلوانے مین کوئی مضائقہ نہین ہوا قرآن کو جھنڈون پہ لٹکانے مین تامل نہ ہوا۔ حضرت علیؑ پر تبرا جاری کرنے مین مضائقہ نہین معلوم ہوا۔ اور بوقت مرگ صلیب کو گلے مین ڈالنے مین کوئی تردد نہوا تو زیاد کو بھائی بنانا آپ کے لئے کیا امر کراہ ہو سکتا تھا۔ آپ اپنی مراد کے حاصل کرنے مین کسی فعل کے نیک و بد کو خاطر مین لانا دانشمندی سے دور سمجھتے تھے۔ بالمختصر زیاد امیر معاویہ صاحب کا کسی طرح کا بھائی کہا جاتا تھا اور امیر صاحب ہی کے کام کا آدمی بھی تھا۔ اُس بدبخت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اُسے امام حسن علیہ السّلام نے کوئی خط لکھا تھا اور اُسے زیاد بن سمیہ کے ساتھ خطاب فرمایا تھا۔ اس لعین نے حضرت امام حسن بن فاطمہ کے خطاب سے جواب دیا۔ اِس پر حضرت امام نے فرمایا کہ مین سب لوگ جانتے ہین کہ ہم حسنؑ ابن علیؑ ہین۔ تجھکو لوگ زیاد بن سمیہ کہتے ہین۔ ہم نے تجھے گالی دینے کے خیال سے زیاد بن سمیہ نہین لکھا تھا۔ کہو سنی سید بھائیو۔ آپ کو یہ تحریر زیاد کی کیسی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ بھی ہاشمیت آپ لوگون مین باقی رہ گئی ہے یا آپ حضرات بالکل قوم معاویہ مین داخل ہو گئے ہین آسمان ٹوٹ کر زمین پر کیون نہین گر پڑتا ہے کہ معاویہ کا کسی طرح کا بھائی حضرت سیدہ کی جناب مین اس طور پر گستاخی سے پیش آیا اور آپ سنی سادات امیر معاویہ اور اُن کے پیروان کے غلام ہو رہے ہین اور الفت و تبعیت معاویہ مین اپنے اجداد کرام سے تمامتر بے تعلق ہو بیٹھے ہین۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

۹۔ یزید ابن معاویہ۔ آپ قاتل حسین ہونے پر بھی اصولی حضرات اہلسنت کے خلیفۂ برحق اور امام ہین۔ کچھ اہلسنت ایسے بھی دیکھے جاتے ہین کہ یزید کو خلیفۂ برحق اور امام نہین مانتے ہین۔ اِس طرح کے اہلسنت صوبۂ بہار مین بہت ہین۔ اِس فرقہ کے اہلسنت خلفاے بنی امیہ سے خلفا کا انتخاب کر کے

یزید ابن معاویہ قاتل حسین علیہ السلام

اپنے خلفاے اثناعشر کا عدد پورا کر لیتے ہین۔ یہ اہلسنت اصول خلافت سے منحرف نظر آتے ہین اصول خلافت کے روسے یزید پورے طور پر اہلسنت کے خلیفہ اور امام مانے جانے کا مستحق اسی طرح ہے کہ جیسے امیر معاویہ حضرت عثمان حضرت عمر اور حضرت ابوبکر اہلسنت کے نزدیک خلافت حقہ اور امامت کے مستحق مانے جاتے ہین۔

واضح ہو کہ واقعۂ کربلا کی توجیہ جیسی میسو ماربین حکیم جرمن نے حوالۂ قلم کی ہے راقم کے خیال مین آج تک کسی ایشائی مصنف نے نہین لکھی ہے۔ اہلِ شوق راقم کی کتاب مصباح الظلم کو ملاحظہ فرمالین۔ اُس حکیم کی تحریر کا خلاصہ یہ شعر میر انیس صاحب مرحوم کے سلام کا ہے بدس تباہی مین سفینہ آچکا تھا جد کی امت کا۔ یہ کشتی بحر خون مین ڈوب کر شہ نے نکالی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کو ایک فرقۂ اہلسنت کا خلیفہ اور امام مانا جاتا ہے مگر یہ یزید دین رسالت کا ہرگز قائل نہ تھا۔ اگر ہوتا تو یہ شعر نہ کہا ہوتا۔ لاهبتِ الہاشم فی الخلق ولا خبر جاء ولا وحیٌ نزل۔ یزید پر کیا حصر جتنے معاندان اہلبیتؑ ہین دل سے ایک بھی مسلمان نہین نظر آتے ہین۔ بلا استثنا ہویدا ہے کہ دنیاوی ضرورتون سے یہ سارے مخالفان اہلبیتؑ مسلمان ہوتے گئے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے کہ محض مجبوری سے مسلمان ہوئے تھے جیسے ابوسفیان اور امیر معاویہ۔ یہ دونون صاحب کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو کے مصداق دکھائی دیتے ہین۔ یزید کے بعد مروان خلیفہ ہوا اور مروان کے بعد عبدالملک۔ مروان اور حضرت رسولؐ کا خلیفہ بنے ایک عبرت انگیز امر ہے۔ خیر۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چورانوے [۹۴] برس تک قوم بنی امیہ سے خلفا ہوتے رہے۔ اتنے زمانہ کے بعد خلافت بنی امیہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا تب سفاح اول خلیفہ بنی عباس کا قرار پایا اور اسوقت سے عباسی خلیفہ ہوتے رہے۔ یہان تک کہ تاتاریون نے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ عہد خلفاے بنی امیہ سے خلفاے عباسیہ کے وقت تک سول وار کا سلسلہ کم و بیش طور پر جاری رہتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ راہ دکھائی ہوئی حضرت شیخین کی تھی جس نے سلطنت عرب کو چین سے رہنے نہ دیا۔ خشت اول چون نہد معمار کج۔ تا ثریا می رود دیوار کج۔

واضح ہو کہ امیر معاویہ صرف ۱۶ برس مسند آراے خلافت رہے۔ اِس قلیل عرصہ کے لئے اِس عالم فانی مین کیا کیا نہ کر گذرے۔ بے گناہون کو قتل کیا۔ امام حسنؑ کو زہر دلوایا وغیرہ وغیرہ اور آخرکار بری موت مر کر وہان روانہ ہو گئے جہان وہ اسوقت اپنے اعمال کے نتائج بھگت رہے ہون گے اور تاابد بھگتا کرین گے۔ اپنے فرزند یزید کے لئے آپ جو کچھ کر سکتے تھے کر گذرے۔ وہ بدبخت چار برس بھی اپنی ناجائز ثروت سے متمتع نہ ہو سکا۔ اِس کے اعوان و انصار بھی تھوڑے ہی دنون مین بڑی

بڑی تکلیفوں کے ساتھ دنیا سے غائب ہوگئے اور خدا ہی کو معلوم کہ اس وقت کس طرح کی عقوبتوں مین مبتلا ہو رہے ہین اور مبتلا رہین گے۔ معاویہ صاحب نے پوری کوشش کی تھی کہ عرب کی سلطنت اُنکی نسل مین منتقل ہوتی رہے۔ مگر ایسا نہین ہوا۔ یزید مسند آرائے خلافت تو ہوا اور اُس نے میدانِ کربلا مین اہلبیت نبوی کا قریب قریب خاتمہ بھی کر دیا مگر دیر تک اُسکو سلطنت نصیب نہ رہی۔ اس پر سے طرہ یہ ہوا کہ جب یزید کا بیٹا معاویہ بن یزید یزید کا جانشین ہوا تو اپنے دادا معاویہ ابن ابی سفیان کی سلطنت یابی کی تمام عرق ریزیون کو خاک مین ملا ڈالا۔ یہ شخص ایک بڑا دوستدار علی مرتضیٰ کا نکلا۔ منبر پر بیٹھکر اپنے باپ یزید اور دادا معاویہ کو سخت وسست کہکر سلطنت یزید و معاویہ سے دستبردار ہو گیا۔ محبت علی کے جرم پر اس کی قوم نے اسے زمین مین زندہ دفن کر ڈالا جس سے روحِ پاک اُس کی اعلےٰ علیین کو رسول اللہ اور آل رسول علیہم الصلوۃ والسلام کی خدمت مبارک مین جا پہونچی۔ یزید کا بیٹا اور معاویہ کا پوتا آلِ رسول کا ایسا دوستدار نکلے ایک ایسا امر ہے جو خیال سے باہر ہے۔ اے خدا میرے تو ہر امر پر قادر ہے۔ تیرے معاملات فہم انسانی سے تمامتر باہر ہین۔ گہ آری خلیلے ز بتخانہ؛ بکنی آشنائی بہ بیگانہ۔ بیشک تو مقلب القلوب ہے۔ تمام عالم کی باگ تیرے ہاتھ مین ہے۔ جسکو چاہے دوست علی کا بنا دے اور جس کو چاہے معاویہ اور یزید کی محبت مین گرفتار رکھے۔ جسکو چاہے جنت مین لیجائے اور جس کو چاہے دوزخ مین جھونک دے۔ ابوذر۔ سلمان۔ مقداد۔ عمار۔ اویس قرنی۔ حُر۔ معاویہ بن یزید و دیگر عاشقین آلِ محمد یہ سب کے سب تیری قدرت کے تماشے تھے۔ اِسی طرح ابن ملجم معاویہ یزید و دیگر دشمنانِ آلِ محمد سب تیری قدرت کے کھیل تھے ہدایت تیری طرف سے ہے۔ توفیق خیر تیرے ہاتھ مین ہے۔ اپنی ہدایت اور توفیق خیر سے اپنے بندون کو محروم نہ رکھہ۔ اے خدا میرے مین کس زبان سے تیرا شکر ادا کرون۔ اگر تیرا فضل شامل حال میرے نہ ہوتا تو مین اپنے استاد سیّد محمد گل جلال آبادی کیطرح معاویہ اور یزید کی محبت مین گرفتار مرتا۔ تو نے میری ماہیت کو پورے طور پر بدل دیا۔ تو نے مجھے راہِ حق کی تحقیق کی توفیق بخشی مین کتب بینی کرتے کرتے دشمنانِ آل محمد کو چھوڑ کر دوستدارانِ آلِ محمد مین داخل ہو گیا۔ میرے ہی ساتھ تو نے اپنا فضل شاملِ حال نہین رکھا ہے۔ بہت سے گمراہ بندون کو تو نے راہ ہدایت دکھلائی ہے۔ مولنا مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی عثمانی علیہ الرحمہ کیا تھے۔ قوم سے بنی امیہ اور تعلیم و تربیت سے ایک عالم مذہب اہلسنت کے تھے۔ تیرا فضل جو شامل حال ہوا تو صرف صراط مستقیم پر نہین چلے آئے بلکہ کتابین الدار الہدیٰ و سیف مسلول وغیرہ بھی تصنیف فرماتے گئے اور سر آمد علماے دیوبندی مولوی محمد قاسم

ادائے شکر بحضور خدائے تعالیٰ

صاحب سے کامیابی کے ساتھ مذہبی مناظرے جاری رکھا کئے۔ جن صاحبون کو واہب العطایا نے
تحقیق حق کی توفیق بخشی ہے سیف مسلول کو ضرور ملاحظہ فرماوین۔ مولوی محمد قاسم صاحب وہ بزرگ
ہین جنھون نے اپنا نام نامی قاسم علی کو محمد قاسم کر ڈالا تھا۔ اِس تبدیل نام کی وجہ محتاج بیان
نہین ہے۔ آج تک دیوبند سواد شام کا رنگ رکھتا ہے۔ ایسی جگہ مین مولنا مولوی شیخ احمد صاحب
کا ظہور فرمانا قدرت خداوندی کا پورا جلوہ دکھلاتا ہے۔ خیر۔ ہدایت ایک امر من جانب اللہ ہے۔ اِس کا
مصدق قولہ تعالے ہے لا تھدی من احببت ہے۔ اپنی دعا یہی ہے کہ دارین مین محمدؐ اور آل محمدؐ کی
محبت سے اے خدا میرے دل کو مالامال رکھ۔ مین ہمیشہ مصداق "من دوست دامان آل رسولؐ" کا
رہون۔ اے خدا میرے۔ مین اس محبت کا کوئی بدلا نہین چاہتا ہون۔ جنت و دوزخ جسکو چاہے
توُ دے بگر مجھے محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی محبت مین استوار رہنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یک دانہ محبت است
و باقی ہمہ کاہ۔

۱۰۔ ابن زیاد۔ شمر۔ خولی۔۔ حرملا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب قاتلان امام حسینؑ و عزیزان امام حسینؑ
سے تھے مختار نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان سب بدبختون کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ایک نے بھی قتل حسینؑ سے
متمتع ہونے کا موقع نہین پایا۔ یزید ہی کیطرح سب ملاعین تھوڑے ہی عرصہ مین نیکی بر باد گناہ
لازم کے مصداق ہوکر دنیا کو خالی کر گئے۔ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ۔ چندان امان داد
کہ شب را سحر کنند۔

ابن زیاد و شمر۔ خولی وغیرہ

۱۱۔ امام ابوحنیفہ۔ آپ اہلسنت کے ائمہ اربعہ سے مشہور اور ممتاز ترین امام ہین اور اسی
لئے امام اعظم کے لقب سے یاد کئے جاتے ہین۔ یہان پر آپ کے اجتہادات کی نسبت کچھ عرض
کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ یہان پر صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہوگا کہ آپ اجتہاد بالرائے
والقیاس کیا کرتے تھے جس کے باعث آپ کا مذہب ویسا ہوگیا ہے جسکی نسبت امام غزالی فرماتے
ہین کہ ابو حنیفہ صاحب نے دین اسلام کے رو کو پشت کر ڈالا ہے اور پشت کو رو۔ آپ فروعی
مسائل کے مجتہد ہین جیسا کہ حضرت شیخین اصولی مسائل کے مجتہد اہلسنت کے نزدیک ہین۔ مذہب
اہلسنت کے اصول دین اور فروع دین کو تمامتر تعلق حضرت شیخین اور ائمہ اربعہ سے ہے اور خاندان
پیمبر کے خلفا و ائمہ کے اجتہادات اصولی اور فروعی سے تمامتر بے تعلقی رہی ہے اور اِس
وقت بھی ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جو کچھ امور دین اصولی اور فروعی ہم لوگون کو یعنی اہلسنت
کو پہونچے ہین حضرت شیخین اور ائمہ اربعہ کے وسیلہ سے پہونچے ہین۔ بلاشبہ یہ قول شاہ صاحب کا نہایت صحیح ہے۔ حق یہی ہے

امام ابوحنیفہ صاحب حضرات اہلسنت کے امام اعظم

کہ اہلسنت کو خلفا اور ائمہ خاندان پیمبر سے کوئی امر دین اصولی یا فروعی نہیں پہونچا ہے امور اصولی و فروعی ائمہ خاندان پیمبر کے پیروان خاندان پیمبر مین محدود ہے ہین اور یہی امور اصولی و فروعی وہ ہین جو تمام تر امام اول علی مرتضی اور آپکے جانشینان ائمہ برحق سے تعلق رکھتے ہین اور ایسے امور اصولی و فروعی کا اجمالی نام مذہب علی یا مذہب امامیہ ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ ایسے سادات جو اس وقت مذہب اہلسنت کے پابند ہین یا زمانہ ماضی مین اس مذہب کے پابند تھے مذہب علی سے اُن کو علاقہ نہین رہا ہے۔ ایسے سادات کو مذہباً اسی طرح ائمہ خاندان پیمبر سے بے تعلقی رہی ہے جس طرح پر مختلف اقوام کے اہلسنت کو بے تعلقی رہی ہے اور آج بھی ہے۔ یعنی سنی سادات مذہب خاندانی سے برابر بے لگاؤ رہے ہین اور آج بھی ہین۔ خیر۔ اب راقم امام ابوحنیفہ صاحب کے تولائے اہلبیت علیہم السلام کی کیفیت کو عرض کرتا ہے۔ یہان امام ابوحنیفہ صاحب کے مذہب کے ذکر کی ضرورت نہین ہے۔ پس واضح ہو کہ امر تولا کی نسبت امر قابل عرض یہ ہے کہ امام صاحب تولائے اہلبیت سے منزلون دور تھے جیسا کہ آپ کی سرگذشت سے عیان ہوتا ہے۔ آپ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسب معاش کی ضرورت سے آپ نے ابتدا مین نحوی یا شاعر یا حافظ قرآن ہونا چاہا تھا مگر چونکہ ایسے پیشہ والون کو خوشحالی بامراد طور پر کمتر نصیب ہوتی ہے آپ نے فقیہ ہونے کو اور پیشون کے اعتبار سے مرجح سمجھا۔ پیشہ کا انتخاب فرماکر بغداد مین آپ نے اجتہاد کی دوکان کھولدی۔ خلیفہ اور اہل بغداد کا مذہب سنی تھا۔ آپ کے اجتہادات کیطرف توجہ ہونے لگی۔ لیکن آپ کے پیشۂ فقہ کے فروغ کی یہ صورت ہوگئی کہ آپ خلیفۂ وقت منصور سے ملاقی ہوگئے وقت گفتگو منصور نے جب یہ معلوم کرلیا کہ آپ نے علم قرآن وغیرہ تابعین حضرت ابن عباس سے حاصل کیا تھا تو خود عباسی ہونے کی وجہ سے آپ کا بیحد قدر دان ہوگیا۔ عہد منصور مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت امام اجتہادات مذہب علی کے تق نمائے فرتے تھے۔ خلیفہ منصور کو خاندان پیمبر کے ائمہ سے جو عداوت لاحق تھی مخفی نہین ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحب کا ملجا منصور مقہور کے لئے نہایت ہی غنیمت ہوگیا۔ اس خلیفۂ گمراہ نے امام ابوحنیفہ کی سرپرستی کی نظر سے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ جو شخص امام برحق یعنی حضرت امام جعفر صادق سے کسی مسئلہ کی تحقیق کرے تو ایک اشرفی جرمانہ کا مستوجب ہو اور جو امام ابوحنیفہ کی طرف رجوع لاوے اُسے ایک اشرفی انعام دیجاوے۔ مختصر یہ ہے کہ منصور مقہور کی بدولت امام ابوحنیفہ صاحب کی دوکان اجتہاد کی چل نکلی۔ صرف دوستداران اہلبیت جو مذہب تشیع رکھتے تھے تحقیق مسائل کی نظر سے امام علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے اور حضرت کے اجتہاد مسائل پر عمل کرتے تھے۔ مگر چونکہ اسلامی دنیا اہلسنت ہو رہی تھی امام ابوحنیفہ کی پیروی سے امام صاحب کے پیشۂ فقہ کو بہت فروغ دے سکی۔ کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام برحق علیہ السلام کے خدمت مین کبھی کبھی حاضر

ہوا کرتے تھے۔ مگر ان کی اس طرح کی حاضری ظاہر داری کا پہلو رکھتی تھی کوئی شک نہین تو لاے خاندان پیغمبر
سے امام ابو حنیفہ کا دل خالی در خالی تھا۔ کوئی شک نہین کہ بیشہ فقہ اختیار کرنے سے امام اعظم صاحب
منتہاے کامیابی کو پہونچ گئے اور زیادہ تر فروغ آپ کو اس سے ہوا کہ آپ امام برحق علیہ السلام کے
اجتہادات کے خلاف اجتہادات کیا کرتے تھے۔ کوئی شک نہین کہ کمال دانشمندی امام اعظم صاحب کی اس سے
عیان ہے کہ آپ کبھی جناب امام برحق علیہ السلام کی فقہ پر نہ چلے۔ کوئی شک نہین کہ اگر تبعیت امام برحق کی
طرف ذرا بھی میلان دکھلاتے تو جو فروغ آپ کی فقہ کو امام برحق کی مخالفت سے ہوا ہے ہرگز نہوتا حقیقت
یہ ہے کہ امام اعظم صاحب ایک بڑے داناے روزگار تھے کیونکر احمقون کے خیال کے مطابق جناب امام
برحق کی شاگردی اختیار کر سکتے تھے یا امام برحق کی تبعیت کیطرف میلان دکھلا سکتے تھے۔ اگر
ایسا کرتے تو منصور مقہور سے وجہ ہو جاتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کا اجتہادی فروغ بالکل غائب ہو جاتا۔ یہان
تک تو ضرورت پیشہ سے امام اعظم صاحب کو امام برحق سے مخالفت کی شکل پیدا تھی۔ اگر پیشہ کے احاطہ سے باہر
ہو کر بھی امام اعظم صاحب امام برحق علیہ السلام سے ہمدردی نہین رکھتے تھے۔ اگر ہمدردی ہوتی تو رحلت امام
برحق پر امام اعظم صاحب براہ شماتت مومن الطاق سے یہ نفرماتے مات امامکم یعنے تمھارے امام جعفر
صادق مر گئے۔ مومن الطاق اس کے جواب مین ناخوش ہو کر بولے ولٰکن امامک من المنتظرین الی یوم
الوقت المعلوم۔ یعنی مگر تیرا امام روز قیامت تک مہلت دیا گیا ہے۔ مومن الطاق کی مراد جو ایسے امام سے
تھی وہ اس ذات سے تھی جس کے نام پر ہر مومن لاحول ولا قوۃ پڑہتا ہے اور اس پڑہنے سے وہ ذات
بھاگ جایا کرتی ہے۔ اسی طرح امام اعظم صاحب علی مرتضے علیہ السلام کے ساتھ بھی موانست نہین رکھتے
تھے جیسا کہ محمد ابن نوفل کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ صاحب کہتے ہین کہ ہم چند شخص بیٹھے تھے کہ امام
اعظم صاحب وہان تشریف لائے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا ذکر چھڑ گیا۔ امام اعظم صاحب بولے
کہ حدیث غدیر کا اقرار نہین کرنا چاہیے مین نے اپنے تابعین کو اس ذکر سے ممانعت کر دی ہے۔ راقم
کہتا ہے اللہ اللہ حضرت رسول صلعم تو فرمائین کہ ذکر علی عبادۃ وزینوا مجالسکم بذکر علی یعنی علی کا ذکر عبادت
ہے۔ اور اپنی مجلسون کو ذکر علی سے زینت بخشو اور امام اعظم صاحب ذکر علی کی ممانعت فرماوین یہ کس طرح
کی مسلمانی ہے۔ حکم رسول سے انحراف کے ساتھ بھی امام اعظم صاحب مسلمان مانے جاتے ہین تعجب ہی
تعجب ہے۔ بہر حال قول امام اعظم صاحب کو سنکر ہیثم بن حبیب صیرفی کو اس کے سننے سے غصہ
آگیا۔ یہ صاحب برہم ہو کر بولے کہ کیا اس کی تمھین خبر نہین کہ حضرت علی نے صحابہ سے حدیث غدیر
کی تصدیق فرمائی ہے۔ امام اعظم صاحب نے اس کے جواب مین فرمایا کہ اس حدیث کی صحت مین کلام نہین ہے

مگر شیعی اس مین زیادہ خوض کرتے ہین اور اشخاص سنی کو تنگ کرتے ہین۔ راقم کہتا ہے کہ حق پوشی پر تف اور حقہ کا پانی۔ اِس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام اعظم صاحب کو علی مرتضےٰ کے ساتھ بھی ہمدردی نہ تھی۔ اے سنی سید بھائیو۔ جو اکثر صوبہ بہار مین احناف سے ہین۔ آپ حضرات بھی ذکر علی کو اپنے اپنے گھر نہین ہونے دیتے ہون گے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ واقعۂ خم غدیر کیطرف بھولے سے بھی روے سخن کو نہین لاتے ہون گے۔ ماشاء اللہ کیا سادات کرام آپ حضرات ہین۔ آپ سے اور افراد بنی امیہ مین فرق کیا ہے۔ واقعی خاندان نبوتش گم شد کے آپ حضرات پورے مصداق ہین۔ خیر نہایت جاے تعجب ہے کہ جس حدیث کی تصدیق حضرت علی صحابہ سے حاصل کرین اور جس حدیث کو رسول اللہ برسر منبر ایک جم غفیر مین اعلان کے طور پر ارشاد فرماوین اِس حدیث کا اقرار امام اعظم صاحب مسلمانون کو نہ کرنے دین اور اپنے تابعین کو اِس کے ذکر سے باز رکھین اہل انصاف ہی فرماوین کہ یہ کیسی مسلمانی ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدی پر رحم فرمائے۔ تعجب ہی تعجب ہے کہ اِس عدم تولا کے ساتھ یہ امت گمراہ کیونکر اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہے۔ ظاہرا تمامتر یہ رحم وکرم حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کا ہے ورنہ اِس قدر بے اعتدالیون کے ساتھ امتِ محمدی کو مسخ یا معدوم ہوجانا چاہئے تھا۔

۱۲۔ اِس نمبر مین اُن راویون کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت علی کے مخالفین سے تھے۔ یہ حضرات راوی علماے اہلسنت کے نزدیک بڑا پایۂ اعتبار رکھتے ہین اور صحاح ستہ مین اُن سے حدیثین بکثرت مروی ہین۔ یہ حضرات رسول اللہ کے صحابی کہلاتے ہین مگر حضرت علی کے بڑے دشمن تھے۔ کچھ ایسے راویان کے نام ذیل مین درج کردئے جاتے ہین۔ سب ایسے راویون کے نامون کے درج کرنے کی گنجایش اِس مختصر تصنیف مین نہین ہوسکتی ہے۔

انس بن مالک۔ زید بن ارقم۔ اشعث بن قیس۔ ابومسعود۔ کعب الاحبار۔ ابوہریرہ عبداللہ بن زبیر۔ ولید بن عقبہ۔ زہری۔ یہ سب وہ راویان ہین کہ جن کو تقدیر نے تولاے اہلبیت سے محروم رکھا تھا۔ یہ سب کے سب مخالفان علی سے تھے۔ جاننا چاہئے کہ علی کی محبت اسلام کی جان ہے۔ جسکو علی کی محبت نہین وہ بقول حضرت رسول ایسا ہے کہ جیسے دوزخ سے چھٹکارا نہین ہے۔ حق یہ ہے کہ منافق ہی کا دل علی کی محبت سے خالی ہوتا ہے اور منافق کی جگہ بالیقین دوزخ ہے۔ علی کا عدو دوزخی دوزخی۔ علی کا محب جنتی جنتی۔

اب اے سنی سید بھائیو راقم اہلسنت اور اہل تشیع کے ائمۂ اثنا عشر کے معاملات درج ہذا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ ہر چند اہل تشیع اور اہلسنت نفس خلافت کو ایک امر حق جانتے ہین مگر دونون کے تمامتر

دور نگ ہین گو دونون فرقے بارہ خلفاے برحق کے قائل ہین۔ عدد کی موافقت کی وجہ یہ ہے کہ حدیث خلفاے اثنا عشر فریقین مین واحد ہے اور صحیح مانی ہوئی ہے۔ لیکن امر مختلف فیہ جو ہے وہ یہ ہے کہ بارہ خلفا کے نامزد کرنے مین دونون فرقے اختلاف عظیم رکھتے ہین۔ وہ حدیث جو مقبولۂ فریقین ہے یہ ہے۔ عن جابر ابن سمرۃ قال دخلت مع ابی علی النبی فسمعتہ یقول ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ قال ثم تکلم بکلام خفی علیّ قال فقلت لابی ما قال قال کلھم من قریش۔ (دیکھو بخاری و مسلم مع نووی کتاب الامارہ صفحہ ۱۱۹) ترجمہ اسکا یہ ہے کہ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ مین اپنے باپ کے ساتھ خدمت رسول اللہ مین گیا۔ مین نے سنا کہ پیغمبر فرماتے ہین کہ ضرور یہ امر پورا نہ ہوگا یہانتک کہ اس مین بارہ خلیفہ نہون۔ جابر کہتے ہین کہ پھر آنحضرت صلعم نے ایسا کلام کیا جو مجھ پر پوشیدہ رہا۔ تب مین نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ آنحضرت نے کیا فرمایا انھون نے جواب دیا کہ جناب رسول نے فرمایا کہ کل خلیفہ قریش سے ہون گے۔ اس حدیث کی بنا پر اہل تشیع اپنے خلفا حضرت علی سے لیکر امام آخر الزمان تک یون گنتے ہین کہ خلیفۂ اول علی مرتضےٰ پھر حسن مجتبےٰ پھر حسین شہید کربلا پھر امام زین العابدین پھر امام محمد باقر پھر امام جعفر صادق پھر امام موسیٰ کاظم پھر امام رضا پھر امام تقی پھر امام نقی پھر امام حسن عسکری پھر امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام یہی ائمہ اثنا عشر اہل تشیع کے نزدیک خلیفہ اور امام دونون ہین۔ بطبق حدیث کے روسے اہلسنت اپنے خلفا اور ائمہ یون گنتے ہین کہ اول خلیفہ اور امام حضرت ابوبکر۔ دوئم حضرت عمر۔ سوم حضرت عثمان۔ چہارم حضرت علی۔ پنجم امیر معاویہ اور سات خلفا اور بھی خلفا بنی امیہ سے امیر معاویہ تک تو کسی فرقہ اہلسنت کو اختلاف نہین ہے۔ البتہ امیر معاویہ صاحب کے بعد ایک فرقہ اہلسنت کا اپنے خلفا یزید سے لیکر اور چھ خلفاے بنی امیہ تک مسلسل طور پر شمار کرکے اپنے بارہ خلفا کا عدد پورا کردیتا ہے اور دوسرا فرقہ یزید کو گروہ خلفا سے خارج کرکے بہ سبیل انتخاب اور سات خلفا کو انھین خلفا بنی امیہ سے خلفاے اثنا عشر مین داخل کرکے اپنے خیال کے مطابق مضمون حدیث بالا کا اپنے کو پابند گردانتا ہے۔ یزید کے خلیفہ رسول اللہ کے ماننے والے صوبۂ بہار مین کم اہل سنت ہین مگر کابلستان مین اور بخارا وغیرہ کیطرف ایسا عقیدہ رکھنے والون کی کمی نہین ہے راقم کے ایک استاد جو جلال آبادی تھے اور اسم گرامی اُن کا سید محمد گل تھا یزید کی خلافت حقہ کے قائل تھے اور راقم بھی طالب العلمی کے زمانہ مین یہی مذہب رکھتا تھا۔ بہر حال جو فرقہ اہلسنت کا یزید کو خلیفۂ رسول اللہ نہین مانتا ہے اس کی حجت یہ ہے کہ یزید فاسق اور فاجر تھا اس لیئے اسکو خلفاے اثنا عشر مین داخل نہین کرسکتے۔ لیکن جس فرقہ نے یزید کو خلیفۂ رسول اللہ مانا ہے اُس کی دلیل یہ ہے کہ اصولاً عصمت شرط خلافت نہین ہے اصول خلافت کے روسے خلیفہ

برحق ہونے کے لئے تمام شروط خلافت سے صرف ایک شرط کا حاصل ہونا کافی ہے۔ یزید میں بہت شروط کا مجمع ہونا نظر آتا ہے۔ یزید کے حسب حال حضرت ابوبکر کا اجماع اور اجماع کے لئے صرف دو آدمی غیر بنی ہاشم کافی ہوتے ہیں موجود ہے۔ حضرت عمر کے استخلاف حضرت عثمان کے شوریٰ اور حضرت معاویہ کے غلبہ و قہر کی سب شرطیں موجود ہیں کم سے کم حضرت عمر کے استخلاف کی شرط تو موجود ہے۔ اس رو سے یزید کے خلیفۂ برحق ہونے میں کیا عذر معقول پیش کیا جاسکتا ہے اور اس رو سے مسلسل طور پر بارہ خلیفہ کا شمار کیوں نہیں عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ تقریر بے سرو پا انداز کی نہیں ہے اہلسنت کے اصول خلافت کے رو سے یزید کو خلفائے اثنا عشر سے خارج کر دینا ایک بڑی حق تلفی نظر آتی ہے۔ واضح ہو کہ اہلسنت کے نزدیک بھی خلافت امامت سے علیحدہ نہیں مانی جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ دمیری خلافت کو امامت سے جدا نہیں کرتے ہیں۔ یہ امر محض بے معنیٰ ہے کہ خلفا اور ہوں اور ائمہ اور ہوں۔ ضرور ہے کہ جو خلیفہ ہو وہ امام بھی ضرور ہو۔ حضرت پیر دستگیر بھی غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۹۶ میں حضرات خلفائے اربعہ کو لفظ ائمہ کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ صاحب اشعۃ اللمعات کا بھی یہی عقیدہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موصوف لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ نے خلع خلافت کے ساتھ امامت بھی امیر معاویہ کے حوالہ کردی اور یہ دلیل اہلسنت کے واسطے امامت امیر معاویہ کی مثبت ہے۔۔
ظاہر ہے کہ جب خلافت اور امامت عقلاً جدا نہیں مانی جاسکتی ہے تو جتنے خلفا اہل تشیع کے قبول کردہ ہیں ان کے امام بھی وہی خلفا ہیں۔ اسی طرح اہلسنت کے جتنے مقبولہ خلفا ہیں وہ بھی ضرور ہے کہ ان کے ائمہ ہیں۔ اس علحدگی سے صاف طور پر نمایاں ہے کہ دونوں فرقوں کے جدا جدا امام ہیں اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے کسی امام کی تبعیت کا پابند نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی دیکھا جاتا ہے کہ اہل تشیع صرف ائمہ خاندان پیمبرؐ کی تبعیت کرتے ہیں اور اہل خلاف کے اماموں سے بے سروکاری رکھتے ہیں اسی طرح کی بے سروکاری اہلسنت کو بھی ائمہ اہل تشیع سے ہے۔ یہی قول محدث دہلوی کا نہایت صحیح ہے کہ ہم لوگوں کو یعنی اہل سنت کو جو اصولی مسائل پہونچے ہیں حضرت شیخین سے پہونچے ہیں اور فروعی مسائل ائمہ اربعہ سے یعنی ائمہ اہل تشیع سے اصولی یا فروعی مسائل کچھ نہیں پہونچے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ احکام مذہبی میں اہلسنت کو ائمہ خاندان پیمبرؐ یا مجتہدین خاندان پیمبرؐ سے کوئی علاقہ نہیں رہا ہے اور نہ اس وقت ہے اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ ائمہ خاندان پیمبرؐ سے اہلسنت کسی طرح کا مذہبی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ علی مرتضیٰ کے داخل خلفائے اربعہ ہونے پر بھی علی مرتضیٰ کو صرف خلیفۂ چہارم مانتے ہیں علی مرتضیٰ کے اجتہادات کی ایک صاحب بھی اہلسنت سے تبعیت نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ وراثت میں اس عورت

کے کہ جس کا شوہر قبل وطی کے مرگیا ہو علمائے اہلسنت مذہب علی سے کنارہ کش نظر آتے ہین - اسی طرح اور بھی
مسائل ہین کہ جن مین علمائے اہلسنت اجتہادات حضرت علی کی تبعیت نہین کرتے ہین حضرات اہلسنت کے مقتدا
جناب شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ مین مذہب علی سے اختلاف کرکے فرماتے ہین کہ یہ
مذہب علی کا ہے اور اُن کے شیعون کا اور یہ مذہب ابن مسعود کا - اسلئے ہم قول ابن مسعود پر عامل ہون گے -
ایسی مثالین اور بھی پیش کیجاسکتی ہین جن سے حضرات اہلسنت کی بے تعلقی اہل تشیع کے علما سے ظاہر ہوتی ہے
شارح منہاج لکھتے ہین کہ انکار قیاس اہلبیتؑ کا مذہب ہے جیساکہ عمل بر قیاس مذہب امام ابوحنیفہ اور دیگر اہلسنت
کا ہے - اِس اختلاف سے ضرور ہے کہ مذہب اہل تشیع اور مذہب اہلِ سنت کا تا ابد ایک دوسرے سے جدا ہے
جیساکہ سابق مین تھا اور اِس وقت بھی ہے - جب اہلسنت کو اہل تشیع کے امامون سے کوئی مذہبی تعلق نہین ملا
تو اہلِ تشیع کے ائمہ یعنی ائمہ اثنا عشر اہلسنت کے لئے کسی مرض کی دوا نہ رہے - اِن کا ہونا اور نہ ہونا اہلسنت کیلئے
برابر ہوگیا اور یہ تمامتر واقعہ کے مطابق ہے - حضرت امام جعفر صادق اور امام ابوحنیفہ صاحب بہ یک وقت
عہد منصور مقہور مین موجود تھے - مگر اہلسنت حضرت امام برحق سے کسی طرح کا مذہبی تعلق نہین رکھتے تھے
اِسی طرح اہلسنت کسی طرح کا مذہبی تعلق اہل تشیع کے کسی ائمہ اثنا عشر سے نہین رکھتے تھے اور نہ آج رکھتے ہین -
اہلسنت کے مذہب کا یہ تقاضا ہی نہین ہے کہ اہلسنت شیعون کے ائمہ اثنا عشر سے کیسطرح کا مذہبی تعلق رکھتے - یہ بے تعلقی صاف
صاف طور پر کسی درجہ تک ناصبیت اور خارجیت کا پہلو رکھتی ہے - پس اہلسنت کو کسی درجہ تک خارجی اور ناصبی ہونے سے چارہ
نہین نظر آتا ہے - حضرات اہلسنت خارجی یا ناصبی ہونے سے اقرار نہ کرین تو نہ کرین مگر اُن کے مذہب مین پوری جھلک
خارجیت اور ناصبیت کی دکھائی دیتی ہے - ائمہ اثنا عشر یعنی ائمہ اہل تشیع سے مذہبی بے تعلقی ضرور ہے کہ خارجیت اور ناصبیت کا
رنگ پیدا کرے - حضرات اہلسنت کی بے تعلقی شیعون کے ائمہ اثنا عشر سے اس درجہ ترقی کی ہوئی ہے کہ اُنہین سے شاید ہی ہزار مین
ایک شخص ایسا ہوگا کہ تمام ائمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی سے خبر رکھتا ہوگا - مسلسل طور پر حضرات ائمہ معصومین کے اسمائے
گرامی کو یاد رکھنا خارج از بحث ہے - مذہبی تعلیم بھی اہلسنت کی اِس ترکیب پر واقع دیکھی جاتی ہے کہ حتی الامکان خاندان
پیغمبر کے معاملات سے اُنہین بیخبر رہ جانا اُن کے طریقہ تعلیم کا ایک فطری نتیجہ ہوتا ہے - راقم کو اسوقت ایک ایسی صحبت یاد آگئی
جسے حوالہ قلم کرنا یہان پر بے موقع نہین معلوم ہوتا ہے کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک ذی علم صاحب
جو ایک بڑے مشہور عالم کے صاحب زادے بھی ہین مجھے دیکھنے آئے - چونکہ مجھ سے وہ صاحب
بہت مربوط ہین راقم ان سے خلاف اپنے دنیوی حالات دیر تک عرض کرتا رہا - اِس کے بعد کچھ حج
و زیارات کا مذکور آگیا - مدینہ منورہ کے ذکر کے ساتھ جنت البقیع کا بھی ذکر پیش ہوگیا - جنت البقیع کے
ذکر کے ساتھ امام حسن علیہ السلام یاد آگئے - اِس اثنا مین میرا ایک خرد سال لڑکا حسین امام جو اُسوقت

سات سال کا ہوگا اور اَب جوار رحمت الٰہی مین آسودہ ہے میرے سامنے آگیا مین نے اُس سے چند بزرگان خاندان پیمبرؐ کے حالات پوچھکر یہ سوال کیا کہ جنت البقیع مین کون کون امام خاندان پیمبرؐ کے آرام فرماتے ہین۔ اُس نے امام حسنؑ علیہ السلام سے ابتدا کی اور چارون امامون کے نام مسلسل طور پر بتلا دیئے۔ میرے مکرم دوست نے اُس کی اس اطلاع پر بہت تعجب فرمایا اور کھنے لگے کہ مین ابتک نہین جانتا تھا کہ امام حسنؑ مدینہ مین دفن ہین۔ اس لاعلمی کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے اِلّا یہ کہ ائمہ اثنا عشر سے حضرات اہلسنت کو کوئی مذہبی تعلق حاصل نہین ہے۔ واضح ہو کہ یہ میرے مکرم دوست اہل علم سے ہین۔ جب ایسے صاحب کو اتنا بھی معلوم نہین کہ امام حسنؑ کہان مدفون ہین تو آپ کی وصیت دفن اور جنازۂ حضرت معصوم پر بنی امیہ کی تیر بارانی کیا خبر ہوسکتی ہے۔ حضرات اہل سنت کی تعلیم کا یہی طور ہوتا ہے کہ طلبا سے معالات اہلبیت علیہم السلام کے التزاماً پوشیدہ رکھے جاتے ہین صوبہ بہار کے اہلسنت اگر مقلدین سے ہین تو مذہب امام ابو حنیفہ کی ضروریات سے واقف ہو کر فضیلت کی پگڑی کا بار اپنے سر لے لیتے ہین اور اس دائرہ سے باہر ایک قدم رکھنا بھی انھین نصیب نہین ہوتا ہے اور اگر غیر مقلدین سے ہوتے ہین تو ان کی ضروریات تک اُن کی تعلیم محدود رہتی ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورتین معاملات خاندان پیمبرؐ سے اُنکو اطلاع یابی کی کیا شکل ہوسکتی ہے جب اہلسنت کو خاندان پیمبرؐ کے ائمہ سے کوئی مذہبی تعلق نہین ہے تو انکے معاملات کیطرف بلا ضرورت کیون اہلسنت توجہ کرنے لگے۔ دارین مین تعلق ہی پر باعلمی اور لاعلمی کا مدار ہے۔ بالمختصر مذہب اہلسنت خارجیت اور ناصبیت سے تمامتر علیحدہ نہین نظر آتا ہے۔ اس مین کوئی جائے تعجب نہین ہے۔ حقیقت حال بھی یہی ہے کہ خوارج و نواصب اہل سنن کے فرقہ ہائے مختلفہ کی صرف شاخین ہین۔ بلکہ اس معنے کر کے کہ جب مذہب اہلسنت کو ائمہ اثنا عشر سے کوئی مذہبی تعلق نہین ہے تو یہ امر اُس کے ایک اعلےٰ درجہ کی خارجیت اور ناصبیت سے خبر دیتا ہے۔ مذہب اہلسنت کا رنگ تو یہی ہے مگر بہت سے اہلسنت ایسے ہین کہ اگر ان کی جانب خارجیت اور ناصبیت کی ذرا سی بھی نسبت کی جائے تو ایسے امر کو اپنی طرف منسوب کیا جانا کسی حال مین گوارا نہین کرسکتے ہین۔ یہ اطلاع راقم حال کے زمانہ مین کوئی عالم صاحب اہلسنت کے جناب مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی سے خارجیت اور ناصبیت مین کم نہین نظر آتے ہین۔ آپ نے مولوی شیخ احمد صاحب عثمانی دیوبندی مرحوم کے سوالات کے جواب لکھے ہین جنکی تردید جناب مرحوم نے اپنی کتاب سیف مسلول مین خوب کی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر جوابات سے مولوی صاحب کی خارجیت ناصبیت پریشانی بیان بوکھلاہٹ فریب دہی دروغ نگاری وغیرہ وغیرہ بین طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ خوب ہو اگر ارباب انصاف شیخ احمد صاحب کی کتاب سیف مسلول کو

ملاحظہ فرما کر ممدوح کی حق نگاری کی پوری داد دیں۔

المختصر تمام کتب اہلسنت کے دیکھنے سے اے سنی سید بھائیو مہاجر امتیان محمدی کی حقیقت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ مہاجر امتیان محمدی سے کم ایسے اشخاص تھے جنہوں نے رسولخدا اور دین خدا کی محبت سے مدینہ کو ہجرت اختیار کی تھی۔ مہاجرین مین منافقین دنیا طلب بہت تھے۔ اِس کی شہادت آیات قرآنی سے بھی ملتی ہے۔ اللہ و رسول دونوں ان منافقین کی حقیقت سے بلا گفتگو واقف تھے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کا زیادہ حصہ منافقین پر مشتمل تھا جیسا کہ ان کے افعال سے عہد رسول اللہ مین ظاہر ہو گیا تھا مگر آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد تو ایسے امتیون کے منافقانہ افعال کھلے کھلے طور پر کثرت سے ظہور مین آتے گئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مہاجرین دل سے پیغمبر صاحب کی رسالت کے قایل نہ ہوتے تھے۔ صرف اغراض دنیوی سے مدینہ چلے آئے تھے۔ یوں تو مسجد مین رسولخدا کے پیچھے مسلمان اور منافق دونوں طبقے کے افراد روز نماز پڑھا کرتے تھے اور کوئی کسی کو منافقت کا الزام نہین دے سکتا تھا مگر حضرت رسول اللہ کے دس برس کے قیام مدینہ مین مومنین اور منافقین کے امتحانات پیش آتے گئے جن سے مومنین اور منافقین کی تمیز مین اِسوقت کوئی دشواری کی صورت نہین نظر آتی ہے۔ اکثر مہاجرین مکہ کے اہل دولت سے نہین تھے۔ ایسے افراد نے قرائن سے سمجھ لیا تھا کہ حضرت رسول ایک بڑے آدمی ہونے والے ہین حضرت کو ریاست حاصل ہونے والی ہے۔ حضرت کو غزوات کا اتفاق ضرور ہوگا۔ غنائم کے ملنے مین کوئی دشواری لاحق نہ ہوگی۔ پھر جب ریاست حاصل ہو جائیگی تو تسلط ارضی کا موقع ہاتھ آہی جائے گا۔ ملکون اور صوبون کی امارت نصیب ہو ہی جائے گی۔ کم سے کم تجارت وغیرہ کے روزگار کا سامان پیدا ہو ہی جائے گا حضرت رسول کے مہاجرین کی حیثیت سے روزی کی شکل نکل ہی آئے گی مختصر یہ ہے کہ اکثر مہاجرین سے ایسے افراد تھے جو دنیاوی اغراض سے ہجرت کی زحمت گوارا کر کے مدینہ مین آبسے تھے۔ ایسے مہاجرین دیکھتے تھے کہ اقرار رسالت سے انکے دنیاوی فروغ مین کوئی ضرر لاحق نہو گا بلکہ اُن کے فروغ مین ترقی کی صورت پیدا ہو گی۔ اِس لئے ایسے افراد ظاہرداری کی نظر سے اقرار رسالت کرتے رہے۔ مگر مدینہ کے مختصر قیام کے بعد ہی قریش مکہ نے مدینہ پر حملہ آرائی شروع کر دی اور جنگ حنین کے وقت تک برابر لڑا کئے! اب براوقت امتحان کا آگیا ہجرت تو آسان تھی۔ یہ لڑائی بھڑائی کیسی۔ لڑائی بھڑائی کا منھ کالا ہو۔ پہلی لڑائی بدر کی پیش آگئی۔ حضرت عمر نے اہل مکہ کے مقابلہ سے اِس بنا پر انکار کر دیا کہ حضرت خلیفہ کے ماموں ابوجہل صاحب لڑنے کو آئے ہین ماموں سے مقابلہ نہین کیا جاسکتا۔ حضرت ابوبکر پیغمبر صاحب کے نزدیک میدان جنگ مین بیکار بیٹھے رہے۔ آپ کے اِس فعل کو اہلسنت کہتے ہین کہ آپ حضرت رسول کی حفاظت کیلئے

حضرت رسول کے نزدیک برابر ٹھہرے رہے۔ ظاہر ہے کہ آپ حضرت رسول کی کیا حفاظت کرتے۔ اگر آپ کو رسول اللہ کی حفاظت ہی اس جنگ بدر میں منظور ہوتی تو جنگ احد و جنگ خندق و جنگ خیبر و جنگ حنین و دیگر سرایا و غزوات مین کچہ تو لڑتے بھڑتے یا کسی قسم کی معقول کارروائی عمل مین لائے ہوتے۔ یہ بار بار کا فرار اور عدم کارگذاری چہ معنی دارد۔ اس جنگ مین سب سے زیادہ علی کی تیغ نے اپنے جوہر دکہلائے۔ حضرت امیر حمزہ بھی خوب لڑے۔ انصار نے بھی استقلال دکھلایا۔ لیکن یہ بدر کی لڑائی ایسی تھی کہ اگر بنی ہاشم نہ ہوتے تو بدر کی فتح دین خدا کو نصیب نہ ہوتی۔ اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ بدر کی لڑائی ایسی تھی کہ اگر اسلام اس مین ورنہین رہتا تو دین اسلام صفحۂ ہستی سے معدوم ہوجاتا اس فتح نے اسلام کی جڑ دنیا مین قایم کردی۔ اس کی شکست اسلام کی دوامی شکست ہوتی۔ بدر کی لڑائی ویسی ہی لڑائی تھی جیسی پل والی لڑائی تھی۔ انگریزی مین اس کا نام بٹیال آف دی برج (Battle of the Bridge) ہے۔ یہ لڑائی سو برس ظہور حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد درمیان شاہ کانسٹاین (Constantine) اور دشمنان دین مسیحی کے واقع ہوئی تھی۔ اگر اس لڑائی مین شاہ مذکور کو جو پیرو دین مسیحی تھے شکست لاحق ہو جاتی تو اسوقت کا دین خدا یعنی دین مسیحی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔ جنگ بدر اور پل والی لڑائی کی شکست دین محمدی اور دین مسیحی کو معدوم کرڈالتی۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حافظ حقیقی ہے۔ دونون لڑائیون مین دینداروں کو فتح نصیب ہوگئی بفضلہ و بمنہ تعالےٰ و جل شانہ۔ واضح ہو کہ جنگ بدر سے پہلے کفار قریش مسلمانون سے چھیڑ شروع کرچکے تھے۔ رسول اللہ نے کمال دور اندیشی سے نہایت ہی وقت پر دشمنان دین خدا سے مقابلہ کی صورت پیدا کرلی۔ اس سے آنحضرت کی اعلیٰ درجہ کی سپہداری کا پتا لگتا ہے۔ یہ کام سرتاسر اعلیٰ درجہ کے جنرل کا ہے کہ موقع جنگ کی تجویز صحیح کرسکے۔ آنحضرت چونکہ نبی الوالعزم تھے آپ کو یہ فوجی قابلیت خدا کی جانب سے تفویض ہوئی تھی اور آپ کی یہ فوجی قابلیت ہر غزوہ مین مختلف رنگون سے جلوہ گری دکھلاتی رہی۔ جنگ بدر کی یہ سرگذشت ہے کہ ابوسفیان مع قافلۂ قریش و سامان کثیر شام سے واپس آرہے تھے۔ چونکہ قریش مکہ سے چھیڑ شروع ہوچکی تھی آنحضرت نے انکی آمد کی خبر پاکر مسلمانون کو ان کے مقابلہ پر آمادہ فرمایا۔ حضرت رسول سمجھے کہ مکہ ہوتے ہوئے کفار قریش پورے سامان جنگ اور اطمینان کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہون گے۔ مناسب یہی ہے کہ راہ ہی مین اُن سے مقابلہ کی صورت ہوجائے۔ اس پر بھی ابوسفیان صاحب نے اہل مکہ کو اطلاع دیکر ایک اچھا لشکر جمع کرہی لیا اور نوسو پچاس آدمیون سے جن مین سو سوار تھے چشمۂ بدر کے میدان مین آنحضرت سے جنگ آزما ہوگئے

اِس فوجی جمعیت کے سامنے اسلامی لشکر اسی قدر تھا کہ جس مین صرف دو سوار تھے اور سب پیدل۔ عددان کا یہ تھا کہ ۷۷ مہاجرین تھے اور ۲۳۶ انصار۔ ایسی قلیل جمعیت سے فتح کی کیا امید ہوسکتی تھی مگر میدان شیر خدا کے ہاتھ رہگیا۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر آن صلعم فوجی تجویز مین غلطی کرجاتے توابو سفیان سفر شام سے مکہ واپس جاکر بڑی لشکر آرائی کے ساتھ رسول اللہ کے مقابلہ کو مدینہ کی طرف آتے اور تب مسلمانون کو شدت جنگ کی بہت زیادہ زحمت گوارا کرنی پڑتی۔ مگر حضرت رسول نے اہل مکہ کو ایسی کارروائی کا کوئی موقع نہین دیا اور تھوڑے لشکر سے ابوسفیان اور دیگر کفار قریش کو ایک حیرت انگیز شکست دیکر پریشان کر ڈالا۔ نبی اولوالعزم کے لئے اعلےٰ درجہ کی فوجی قابلیت کی بیحد ضرورت متصور تھی تو واہب العطایا نے یہ صفت بھی آن صلعم کو بدرجۂ کثیر بخشی تھی۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند توتنہا داری۔ الحمدللہ کہ اسلام کے سر سے یہ ابوسفیانی بلا تیغ علی اور دیگر مومنین کی وفاداری اور استقلال کی بدولت ٹل گئی۔ مگر تعجب ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کہ اُن سے کسی طرح کی کارروائی ظہور مین نہ آسکی۔ کیا حیرت کی جا ہے کہ کفار قریش کے غلبہ سے اسلام کی جان پر آبنی تھی اور حضرت عمر ابوجہل کی رشتہ داری کو ملحوظ رکھے ہوے تھے۔ اگر خدانخواستہ اے سنی سید بھائیو رسول اللہ کو شکست ہوجاتی تو کیا ہوتا۔ تف ایسے خیال رشتہ داری پر۔ اب حضرت عمر کو مسلمان ہوکر کفار مکہ سے رشتہ داری ہی کیا باقی رہی تھی۔ کافر سے مسلمان کو رشتہ مندی کیسی۔ لیکن حق یہ ہے کہ اگر دل سے حضرت عمر مسلمان ہوئے ہوتے تو رشتہ داری کا وسوسہ آپ کے دل مین ہرگز نہین جگھ کرسکتا۔ لیکن راقم کے خیال مین آپ کا رشتہ مندی کا خیال صرف ایک بہانہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ لڑائی سے منزلون دور رہنا چاہتے تھے۔ یون شرماشرمی سے جنگ کی شرکت کرلیا کرتے تھے مگر میدان جنگ سے شرمناک طور پر سب کے پہلے فرار ہوجایا کرتے تھے۔ یہی حال حضرت ابوبکر کا بھی تھا۔ حضرت شیخین کی ترکیب کے مہاجرین کے بار بار فرار و عدم کارگذاری غزوات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مہاجرین مدینہ کو تلاش معیشت چلے آئے تھے جیسا کہ کھیا رجمیکا و مرچ و ٹنال وغیرہ کیطرف ہزارون ہزار سکنائے ہند حصول رزق کی نظر سے چلے گئے ہین اور آج تک جایا کرتے ہین۔ فرق اسیقدر ہے کہ مہاجرین مکہ کو تقاضائے مذہبی سے غزوات مین شریک ہونا ایک ضروری امر تھا اور مہاجران ہند کو جنگ و پیکار سے بے سروکاری رہائی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ہندی طالبان رزق کی ہجرت کوئی مذہبی حیثیت نہین رکھتی ہے۔ بالمختصر اس جنگ بدر مین حضرت شیخین نے نہ کسیکو ایک خط لگایا اور نہ اپنے اوپر ایک خط لگنے دیا۔ نہین معلوم کہ ایسی شرکت جہاد کا کیا مطلب ہوا

اے سنی سید بھائیو۔ شرکت جہاد اس کو کہتے ہین کہ کفار بدر سے منجملہ ستر مقتول کے ۳۶ نفر دست خاص سے جناب ولایت مآب کے فی النار ہوئے اور بقیہ مقتولین کا زیادہ حصہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے طعمۂ دوزخ ہوا پھر ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب نے بھی پوری ہاشمیت کی داد دی اور انصار بھی لڑے اور کام آئے واضح ہو کہ اس جنگ بدر ہی پر کیا موقوف ہے۔ ہر غزوہ مین مہاجرین کا یہی حال رہا کہ قرار پر فرار کو مرجح سمجھے خاصکر حضرات خلفائے ثلثہ جو شرمناک طور پر رسول اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر بھاگ نکلا لئے۔ اے سنی سید بھائیو آپ ہی جانین کہ آپ کے فرارین پیشواؤن کا یہ کیسا ایمان تھا جو اُن سے ایسے نفرت انگیز افعال ظہور مین آتے تھے۔ اب حضرات با انصاف جنگ اُحد کے معاملات پر نظر ڈالین اور بزدلون کی بزدلیون پر لاحول پڑھین۔

جنگ اُحد کی یہ سرگزشت ہے کہ جنگ بدر کی شکست کا معاوضہ لینے کو کفار قریش دوسرے ہی سال بڑی تیاری کے ساتھ کوہ اُحد کے دامن مین رسول اللہ سے گرم پیکار ہوئے۔ پورا قصہ اس جنگ کا راقم مصباح الظلم مین حوالۂ قلم کر چکا ہے اس کے اعادہ کی یہان ضرورت نہین ہے۔ بہرحال اس جنگ مین پہلے مسلمانون کو فتح کی صورت پیدا ہوئی۔ مگر مسلمانون کی فوجی غلطی سے بھاگے ہوئے کفار مکہ پھر مسلمانون کے مقابلہ کو ٹوٹ پڑے اور مسلمانون پر بُرا وقت آپڑا۔ اکابر مہاجرین یعنی حضرات ثلثہ ایسے بھاگ نکلے کہ نشان بھی نہین ملا کہ کدھر غائب ہو گئے۔ آپ حضرات کا فرار مستدرک حاکم و قرۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی و تفسیر در منثور و تفسیر ابن جریر و تفسیر کبیر و تاریخ کامل ابن اثیر جزری و مدارج النبوۃ سے ثابت ہے اس پر بھی مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی مولوی شیخ احمد صاحب عثمانی مرحوم کے سوال یازدہم کے جواب مین (دیکھو کتاب سیف مسلول صفحہ ۱۳۷) لکھتے ہین کہ "حضرت علی کسی غزوہ مین فرار نہین ہوئے اور نہ حضرت ابوبکر اور نہ حضرت عمرؓ" چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ راقم کہتا ہے کہ اس سے زیادہ جھوٹ کیا کوئی مولوی یا کوئی بنی آدم بول سکتا ہے یہ تو ہر طرح پر ثابت ہے کہ حضرت علی کسی غزوہ سے کبھی نہین فرار ہوئے اور ظاہر ہے کہ شیر خدا ہو کر آپ کب فرار اختیار کر سکتے تھے۔ صرف یہی نہین بلکہ ہر غزوہ مین تیغ علیؑ نے اسلام کو تباہی و بربادی سے بچا رکھا۔ مگر حضرت شیخین کا فرار در فرار تو غزوۂ احد و غزوۂ خندق و غزوۂ خیبر و غزوۂ حنین سے ثابت در ثابت ہے۔ غزوۂ خندق مین حکم رسول اللہ کے خلاف حضرت عمر وغیرہ کا عمرو عبد ود کے مقابلہ سے دو ٹوک انکار فرار ہی کے برابر تھا۔ حضرت ابوبکر کی عدم کارگزاری اس صورت سے کہ نہین معلوم کہ آپ بروز ہنگامۂ خندق کہان جا چھپے تھے یا کیا کر رہے تھے حکم فرار کا رکھتی ہے۔ کم سے کم یہ دونون باتین آپ دونون حضرتون کی جان چرانے کی حیثیت رکھتی ہین۔ اس بار بار کے فرار کے بعد بھی مولوی محمد قاسم صاحب کا یہ تحریر فرمانا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کسی غزوہ سے فرار نہین ہوئے

عجب طرح کی مولویت کا تماشا دکھلاتا ہے۔ واہ مولوی قاسم صاحب دیوبندی۔ کیا مستدرک حاکم اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب مین حضرت عائشہ کی یہ روایت درج نہیں ہے ؟ ۔ آپ فرماتی ہین کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ بروز احد جب لوگ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر متفرق ہو گئے (راقم کہتا ہے کہ صاف صاف فرمائیے کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلے) تو اُن مین سے اولاً مین رسول اللہ کی خدمت مین واپس آیا (راقم کہتا ہے کہ این کار از تو آید و مردان چنین کنند) اور میری نگاہ دور سے آنحضرت پر پڑی (راقم کہتا ہے کہ کیا کہنا ہے ساری دنیا کے بے غیرت اس نگاہ کے قربان) واقعی نہایت جائے تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر کو غیرت نے کیونکر پھر حضرت رسولؐ کا سامنا کرنے دیا۔ کیون جناب مولوی محمد قاسم صاحب میرا گمان تو یہ ہے اگر آپ بھی فرار ین اُحد سے ہوتے تو آپ حضرت ابوبکر سے بھی پہلے بے جھجھک حضرت رسولؐ کے حضور مین حاضر ہو جاتے۔ آپ حضرات کا کیا کہنا ہے۔ شرم چہ کتی ست کہ پیش مردان بیاید۔ اب حضرت عمر کی طرف حضرات ناظرین توجہ فرمائین کہ تفسیر درمنثور و تفسیر ابن جریر مین مروی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ جب جنگ احد مین کافرون نے مسلمانون کو شکست دی تو مین بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا (راقم دریافت کرنا چاہتا ہے کہ ہندی مین یہ قول جو معروف عام ہے کہ چکنے چند و چڑھے پہاڑ اس مثل سے اس طرح کا صعود جبل سے کس قسم کا تعلق رکھتا ہے ۔ اس کے بعد حضرت عمر فرماتے ہین کہ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ مثل پہاڑی بکرے کے کودتا پھرتا تھا۔ افسوس اس وقت مولوی محمد قاسم صاحب موجود نہ تھے اگر ہوتے تو آپ حضرت عمر سے بھی زیادہ کود لگاتے جن لوگون کو کوہ ہمالیہ وغیرہ کی طرف شکار کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہین کہ پہاڑی بکرے کس زورون کے ساتھ پہاڑون پر بھاگتے ہین اور کود لگاتے ہین۔ حضرت عمر کی یہ تشبیہ تشبیہ تامہ کا حکم رکھتی ہے۔ حق یہ ہے کہ شکاریون کے سوا اور کوئی اس تشبیہ کا قدردان نہین ہو سکتا ۔ واہ واہ کیا کہنا ہے۔ خیر۔ آخر مین مولوی محمد قاسم صاحب حضرت شیخین کے انکار فرار کے بعد حضرت عثمان کے فرار کی نسبت یون تحریر فرماتے ہین کہ جنگ احد مین لشکر ظفر پیکر جا بجا معرکہ آرا تھا۔ بہ امداد خداوندی و برکت نبوی صلعم آثار فتح نمایان ہوئے۔ مشرکین بھاگے۔ اہل ایمان نے (جو مولوی محمد قاسم صاحب کی ترکیب کے تھے) غنیمت پر ہاتھ مارنا شروع کیا۔ مشرکین نے کمین گاہ سے نکلکر پشت پر حملہ کیا اور شیطان نے بآواز بلند الا ان محمد صلعم قد قتل کہہ سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم مارے گئے۔ یہان پر راقم کو یہ شعر یاد آگیا ہے جو حوالہ قلم ہوتا ہے ؎ کیون ہنسی آئے نہ فعل حضرت انسان پر ۔ کار شیطان خود کرین لعنت کرین شیطان پر۔ خیر اس کے بعد جناب مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہین کہ اُدھر تو سر پر وہ بلائے ناگہانی اور صدمہ جانی اس بیتابی مین معرکہ آرائی بے حاصل نظر آئی (معرکہ آرائی کا بے حاصل نظر آنا کیا خوب آپنے

جناب مولوی صاحب فرمایا۔ اے جناب ایسی ہی حالت مین تو معرکہ آرائی کو اور بھی فروغ اور زور دینا تھا
مگر کیا کیا جاتا۔ آپ کے اکابر اور اصاغر مہاجرین کو معرکہ آرائی کا مادہ تو نصیب ہی نہ تھا۔ سب کے سب تو
ضعف ایمان کے باعث ترسندہ جان ہو رہے تھے۔ سب کو تو یہی فکر لگی ہوئی تھی کہ گھر بیٹھے ہوئے چین سے
اوقات کاٹین۔ یہ کم حوصلہ مہاجرین اگر مکہ مین جان جاتے کہ معرکے بدر واحد خندق خیبر وحنین وغیرہ کے قیام
مدینہ کے زمانہ مین پیش آئین گے تو ہجرت کا خواب بھی نہین دیکھتے۔ یہ تارکانِ وطن نہ حضرت رسولؐ کی محبت
اور نہ اعانت دین خدا کی نظر سے مدینہ آئے تھے۔ اگر خدا اور رسول کے لیے ہجرت کی ہوتی تو غزوات حضرت
رسولؐ سے نہ بار بار کا فرار اختیار کرتے اور نہ جہاد فی سبیل اللہ سے جان چُراتے۔ اس کے بعد مولوی صاحب
یہ مصرع حوالۂ قلم فرماتے ہین "جس کے ہم عاشق ہوئے تھے اب وہ جانان ہی نہین"۔ راقم اس مصرع پر یہ مصرع
لگاتا ہے "چھوڑ کر کوچہ کو اُس کے کیون نہ بھاگون اپنے گھر"۔ لاحول ثم لاحول۔ نہ وہ کوئی مصرع ہے اور
نہ یہ کوئی مصرع ہے البتہ راقم کے مصرع مین فرار کا مضمون اچھا ہے۔ عجب کیا غلامان فرارین کو بھلا لگے
اس کے بعد جناب مولوی صاحب فرماتے ہین کہ اس غم مین خادمان دور افتادہ کا پانُون اُکھڑ گیا اور نہ اُکھڑتا
تو ان کی محبت پر اور ان کی جان بازی پر تف تھا۔ اگر وہان ہی بیٹھے رہتے تو ہم جانتے اُن کو صدمہ ہی نہ تھا
غرض وہ ایمان دار تھے ایمانداروں کو یہ صدمہ ہونا چاہیے جیسا کہ اُن کو ہوا پر بے ایمانون کو محبّت کی کیا قدر
محبت نبوی ہوئی ہو تو جانین۔ بہر حال جو لوگ دیدار مبارک سے مشرف تھے جیسے حضرت علی حضرت ابوبکر
حضرت عمر ان کے دل ٹھکانے تھے اور جو لوگ دور کے مورچون پر تھے اس خبر ہوش ربا سے بیہوش ہو کر افتان
خیزان مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اُن مین ایک حضرت عثمان بھی تھے (راقم کہتا ہے کہ اگر ان مین مولوی محمد قاسم
صاحب بھی ہوتے تو میدان اُحد سے دیوبند روانہ ہو جاتے۔ حضرت رسولؐ کی محبت مین گھر بھاگ جانے
کے سوا اور چارہ ہی کیا رہتا) جناب مولوی صاحب کی قلم فرسائی بالا سے عیان ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کی
محبت مین ممدوح پر عالم بوکھلاہٹ کا پیدا ہو گیا ہے ایک پڑھا لکھا عالم شخص اور اس طرح کی ہذیان سرائی
لاحول ثم لاحول۔ یہ کوئی تقریر ہے کہ جس سے سامع پر یہ فرمایش کی جائے کہ سمجھو کہ حضرت عثمان اور ان کے
ساتھی فرارین میدان اُحد سے مدینہ کو حضرت رسول کے عشق مین فرار کر گئے تھے۔ ابو مسیلمۂ کذاب کی سات
پشت مین سے کوئی ایسا جھوٹ ایجاد نہ کر سکا ہوگا۔ راقم پوچھتا ہے کہ جنگ حنین مین حضرت عثمان
جو میدان جنگ سے بھاگ نکلے تو کس کے عشق مین بھاگ نکلے اس جنگ مین تو نہ شیطان نے اور
نہ حضرت ابوبکر نے کوئی صدا قد قتل محمدؐ کی بلند کی تھی تب اس طرح کے فرار کا سبب کیا ہوا۔ جناب
مولوی صاحب خدا کو مانئے۔ حق کو حق اور ناحق کو ناحق جانئے۔ آپ کے خدائے ثلثہ کمال بزدلی سے

عادت فرار کے ہمیشہ پابند رہے آپ کہان تک اُن بزرگوار کے لیے رفوگری کیا کیجیے گا۔ خداے تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ترکیب سے عالمون کو حق گوئی اور حق جوئی کی توفیق عطا فرمائے۔ بہرحال جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریر بالا کی تردید مولوی شیخ احمد صاحب عثمانی مرحوم نے اس طور پر کی ہے فرماتے ہین کہ مولوی صاحب (مولوی قاسم صاحب) ذرا اپنے دل مین تو شرماؤ کہ عاشق لوگ جب معشوق کا مارا جانا سنتے ہین تو کیا گھر کو بھاگ جایا کرتے ہین بیہوشی مین کیا مدینہ ہی کا راستہ یاد آیا۔ اے سنی سید بھائیو۔ خدارا دیکھو کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے کیا لچر توجیہ حضرت عثمان اور حضرت عثمان کے شرکاے فرار کی طرف سے حوالہ قلم کی ہے۔ حق یہ ہے کہ موصوف نے بڑی مولویت کی داد دی ہے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اگر حضرت عثمان کو حضرت رسولؐ سے خس برابر بھی محبت ہوتی تو جوش محبت مین مدینہ بھاگ جانے کے عوض کفار قریش پر ٹوٹ پڑتے اور اپنی جان کو رسول اللہ اور دین رسول اللہ پر قربان کر ڈالتے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین بروایت حاکم یہ قول حضرت علی مرتضیٰ کا لکھا ہے کہ جب آیت فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم نازل ہوئی تو حضرت علی فرما رہے تھے کہ واللہ مین کبھی امداد قبول نکرتا۔ اگر رسول اللہ شہید ہو جاتے تو مین تنہا اسقدر قتال کرتا کہ مین مارا جاتا اور مین ایسا کیونکر نہ کرتا اس لیے کہ مین اُن کا بھائی ہون ولی ہون ابن عم ہون اور وارث علم اُن کا ہون۔ حق یہ ہے کہ محبت اسکو کہتے ہین۔ جوشش محبت مین مورچہ چھوڑ کے مدینہ کو بھاگ جانا چہ معنی دارد۔ اگر مولوی محمد قاسم صاحب راستی پر ہوتے یا معمولی فہم بھی بے تعصبی کے ساتھ رکھتے تو حضرت عثمان کے شرمناک فرار کو اس بے ربطی کے ساتھ رسول اللہ کی محبت پر محمول نہ کرتے۔ حضرت عثمان اور حضرت عثمان کے شرکاے فرار کی نسبت مولوی محمد قاسم صاحب کا یہ لکھنا کہ بے ایمانون کو محبت کی کیا قدر ہے اس کی تردید مین مولوی احمد صاحب مرحوم حوالہ قلم فرماتے ہین کہ" اس سے معلوم ہوا کہ آپ خدا کے قول کی بھی مخالفت کرتے ہین ذرا اس آیت کو تو ملاحظہ فرماؤ جس مین صاف طور سے فرارین کی معذوری گناہ قرار دی گئی ہے یہ فقرہ آپ کا نعوذ باللہ خدا کی نسبت ہوا اور اس کا صاف مفہوم یہ ہوا کہ ہم محبت نبوی کے قدر شناس ہین اور خدا کو قدر شناسی نہین آئی اور ہم اس معذوری کو عین مقتضاے ایمان سمجھتے ہین اور خدا نے جو اُس کو گناہ سمجھا ہے یہ خدا کی خطا ہے۔ اب دیکھیے آپ سب سے بڑھکر بے ایمان ہوگئے اور کفر کا اطلاق صاف طور پر آپ کے اوپر عاید ہوا اور خداے تعالیٰ کی شان مین آپ نے وہ کلمہ لکھا کہ کافر بھی اُس سے احتراز کرتے ہین۔ اے سنی سید بھائیو۔ آپ کے رہبر ہادی ہم مذہب اور ہم خیال مولوی محمد قاسم صاحب تحریر فرماتے ہین کہ حضرت رسولؐ کی محبت مین حضرت عثمان جنگ احد کا مورچہ چھوڑ کر

قول حضرت علی علیہ السلام اس امر کی نسبت کہ اگر حضرت رسول شہید ہو جاتے تو مین اسقدر قتال کرتا کہ مین مارا جاتا الخ

افتان خیزان مدینہ کو جانکلے - اب آپ یہ تو بتائیے کہ مدینہ پہونچکر حضرت عثمان نے حضرت رسولؐ کی محبت کا کام کیا کیا - اگر آپ کو لاعلمی لاحق ہے تو ہم آپ کو بتلا دین - حقیقت حال یہ ہے کہ مدینہ پہونچکر حضرت عثمان نے ابو سفیان صاحب سے ابی بن کعب کے ذریعہ سے اپنی خطا معاف کرائی - خدارا اے محبان حضرت عثمان یہ تو بتائیے کہ میدان جنگ سے تو حضرت عثمان حضرت رسولؐ کی محبت کے جوش مین مدینہ بھاگ آئے تھے - مدینہ پہونچکر یہ کیسا جوش بالاے جوش ہوا کہ ابو سفیان صاحب سے خطا کی معافی کے خواستگار ہو گئے - واہ مولوی محمد قاسم صاحب واہ - کیا آپ کی صدق مقالی ہے - آپ بھی حضرت رسولؐ کے عاشق حضرت عثمان ہی کی طرح دکھائی دیتے ہین - حق یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو خارجیت اور ناصبیت نے بوکھلا ڈالا ہے - پوری کتاب سیف مسلول مین موصوف کی اسی طرح کی مدہوشانہ باتین دکھائی دیتی ہین - اب حضرت شیخین کے فرار کی نسبت راقم عرض حال کرتا ہے - واضح ہو کہ آپ دونون بزرگوار میدان جنگ سے بدحواس بھاگ نکلے - جب جائے محفوظ مین آپ دونون صاحبون نے قرار لیا تو آپ صاحبون کو خبر پہونچی کہ حضرت رسولؐ شہید ہو گئے - اسپر حضرت ابو بکر نے یہ صدا بلند کی کہ تحقیق محمد صاحب مارے گئے - اب اے قوم اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ - ایک تو میدان جنگ سے فرار اسپر سے ایسی صداے مرتدانہ کا بلند کرنا یہ کیسی مسلمانی کہی جا سکتی ہے - مرتد ہو جانے کے واسطے فرار ہی کیا کم جرم خداوندی تھا اُس پر سے ایسی ہولناک صدائے کفر آگین - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ مولوی محمد قاسم صاحب تحریر فرماتے ہین کہ شیطان نے قد قتل محمد کی صدا بلند کی تھی - شیطان سے ایسی حرکت بعید از توقع نہین ہو سکتی - ممکن ہے کہ اُس لعین نے بھگوڑے مہاجرین کو ایسی صدا دی ہو مگر حضرت ابو بکر کا بھی یہ کہکر پکارنا کہ بہ تحقیق محمد مارے گئے اس اضافہ کے ساتھ کہ اے قوم اب تم لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ کتابون سے ثابت ہے - مگر راقم کو اس کی تحقیق نہین ہے کہ شیطان کی صدا کو سن کر حضرت ابو بکر نے یہ صدا بلند کی یا آزادانہ طور پر اپنی دور اندیشی اور مصلحت بینی سے - بشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ شیطان مورد لعن قرار دیا جاتا ہے اور بجا مورد لعن قرار دیا جاتا ہے - مگر بنی آدم مین بھی بہت ایسے لوگ گزرے ہین اور اس وقت بھی موجود ہین کہ اُن کو اپنی بد افعالی مین شیطان سے کسی طرح کی مدد لینے کی حاجت نہ ہوتی تھی اور نہ ہوتی ہے - بہرحال صداے بالا کے بلند کرنے پر ایک طرّہ یہ ہوا کہ حضرت شیخین بروایت صحیحہ میدان احد سے مفرور ہو کر ابو سفیان صاحب کے پاس لجاجت اور سماجت کرنے کو گئے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - راقم عرض کر چکا ہے کہ حضرت عثمان نے بھی اس طرح کی کارروائی اختیار کی تھی - اب اہل انصاف اس کا فیصلہ فرما دین کہ حضرات ثلثہ

کی ترکیب کے بزرگوار مسلمان کہے جانے کا کوئی حق رکھتے ہین یا نہین - رسول اللہ کے خلیفہ یا جانشین ہونے کا دعویٰ تو خارج از بحث ہے - اے سنی سید بھائیو - خدارا آنکھ کھول کر دیکھئے کہ آپ حضرات کس عالم مین جا پڑے ہین - اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا حافظ ہے - کہان بنی ہاشمیت اور کہان یہ ہبوط در قعر جاہلیت - سنی سید بھائیو - جناب مولوی محمد قاسم صاحب تحریر فرماتے ہین کہ فرار سے حضرت ابو بکر یا حضرات ثلثہ ناقابل خلافت نہین سمجھے جا سکتے ہین - اس لیے کہ یہ فعل ایسا تھا کہ حضرت یونس نبی سے بھی سرزد ہوا تھا - راقم کہتا ہے کہ ہاے مولویت ہاے مولویت - خلفاے ثلثہ کا فرار در فرار تو ایسا ہی تھا کہ جس پر پوری نظر ڈالنے سے بین طور پر عیان ہوتا ہے کہ حضرات ثلثہ کبھی مسلمان ہوے ہی نہ تھے - ان بزرگوار کے فرار کہے دیتے ہین کہ ایسے فرار صرف منافقین سے ظہور مین آسکتے ہین ہرگز ہرگز مسلمان ایسے فرار کا مرتکب نہین ہو سکتا - جنگ احد ہی کو لیجیئے حضرت ابو بکر میدان احد سے بھاگتے ہین - ہاے کمبختی بھاگتے ہین حضرت رسول کو نرغہ اعداے صعب مین چھوڑ کر صرف بھاگتے نہین ہین - جاے محفوظ مین ہو چکر او رہم صداے شیطان ہو کر پکار اُٹھتے ہین کہ محمد صاحب قتل ہو گئے - پھر اسی پکار پر قناعت نہین کرتے ہین شیطان کی پکار پر اپنی طرف سے اتنا اور بھی افزود کر دیتے ہین کہ اے قوم اب تم لوگ اپنے اپنے آبائی دین یعنی دین جاہلیت پر لوٹ جاؤ اہل فہم کو اس افزایش سے متعجب نہین ہونا چاہیے اس لیے کہ بخاری نے معقل بن یسار سے روایت کی ہے کہ میرے سامنے حضرت رسول صلعم نے حضرت ابو بکر کو فرمایا کہ "اے ابو بکر تم مین شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے" حضرت حذیفہؓ سے بھی اسی مضمون کی روایت مروی دیکھی جاتی ہے پس اس موجودگی کے ساتھ حضرت ابو بکر کا افزایش بالا کے ساتھ پکار اُٹھنا خلاف توقع نہ تھا - موجودگی شرک کے ساتھ ایسی افزایش قرین فطرت تھی - بہر حال پھر بھاگ کر جب آپ مدینے پہونچتے ہین تو ابو سفیان کی خدمت مین حاضر ہو کر معافی خطا کے خواستگار ہوتے ہین - لاحول ثم لاحول - یہ فرار ہے - نعوذ باللہ یہ سخت طرح کا ارتداد ہے - کوئی مسلمان سلسلہ وار اس طرح کے مرتدانہ افعال کا مرتکب نہین ہو سکتا - ان افعال کے ارتکاب کے بعد بھی حضرت ابو بکر حضرت رسول کے خلیفہ بلافصل مانے جاتے ہین نعوذ ثم نعوذ - واہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب - آپ کو مولوی احمد صاحب نے بالکل بوکھلا دیا ہے جو کچھ آپ کے گھبرائے ہوئے ذہن شریف مین آجاتا ہے اُسے آپ اُگل دیتے ہین - جناب مولوی صاحب انصاف شرط ہے - فرمائیے تو فرار کبھی کسی شریف سے وقوع مین آسکتا ہے - شریف مر جائے گا مگر میدان سے اس طرح نہین نکل بھاگے گا جس طرح پر آپ کے حضرات ثلثہ نکل بھاگا کرتے تھے

مولوی محمد قاسم صاحب کے خیالات فرار حضرات خلفاے ثلثہ کی نسبت

اور وہ بھی کیسا میدان کہ جس مین حضرت رسالتمآب صلعم بنفس نفیس شریک رہا کرتے تھے۔ پھر وہ نکل بھاگنا ہی نہین۔ اے جناب مولانا حضرت رسول کی جان عزیز کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر نکل بھاگنا اپنی اپنی ناپاک جانون کو بچانے کی نظر سے۔ لاحول ثم لاحول۔ اس طرح کے ترسندہ جان اور حضرت رسول کے بدخواہ کبھی عقلاً یا نقلاً حضرت رسول کے قابل خلافت مانے جا سکتے ہین۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب آپ کو فرار ایک ہلکا سا امر نظر آتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ پشتہا پشت سے فرار ین غزوات خدا اور رسول کے پیرو رہے ہین۔ آپ کو مسادات ہوگئی ہے آپ کیونکر فرار کو ایک بڑے لناک شرمناک غیر شریفانہ مرتدانہ رذیلانہ منافقانہ اور وحشتناک امر سمجھ سکتے ہین۔ آپ کو مکرمت کا احساس باقی نہین رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جو کیڑے بول و براز مین رہتے ہین اُنھین بول و براز کی بدبو مطلق محسوس نہین ہوتی ہے۔ آپ بچپن سے حضرت عثمان حضرت معاویہ حضرت یزید حضرت مروان کو خلیفۂ رسول اللہ سمجھتے آئے۔ کاش اگر آپ اُن حضرات کی حقیقت پر اپنے کو اطلاع یاب ہونے دیتے تو آپ اُن حضرات کو خلیفۂ رسول اللہ تو درکنار معمولی بنی آدم بھی نہین شمار کرتے فرار اور وہ بھی حضرات ثلٰثہ کا فرار کیا یہ کوئی ایسا امر ہے کہ کبھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہو ہرگز نہین۔ فی الجبن عار وفی الاقبال مکرمۃ۔ والمرء بالجبن لا ینجو من القدر۔ خلافت رسول اللہ کے لیے مکرمت کی بڑی ضرورت ہے جو مکرمت سے خالی ہے حضرت رسولؐ کا خلیفہ برحق نہین ہو سکتا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت یونس کے معاملہ کو حضرات ثلٰثہ کے بار بار فرار سے کسی طرح کی مجانست یا مشابہت ہے حقیقت حال تو یہ نظر آتی ہے کہ کہان حضرات ثلٰثہ کا بار بار کا فرار اور کہان حضرت یونسؑ کا قوم کو قوم کی بداطواری کی بنا پر چھوڑ کر ساحلی مقام کی طرف چلا جانا۔ کیون جناب مولوی صاحب۔ کیا حضرت یونس کسی خدائی غزوہ سے حضرات ثلٰثہ کی طرح فرار ہوئے تھے۔ حضرت یونس کی سرگزشت تو اسی قدر ہے کہ جس قوم مین آپ مبعوث ہوئے تھے وہ قوم کسی طرح پر اپنی بدکرداری سے باز نہین آتی تھی۔ حضرت یونس اُنھین سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے۔ آخر صبر کی تاب نہ لا سکے قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ یہ فعل حضرت یونس کا خدائے تعالیٰ کا پسند نہین آیا۔ اس فعل کے معاوضہ مین اللہ تعالیٰ نے انھین مچھلی کے پیٹ مین ڈالدیا مگر مچھلی کے پیٹ مین آپ کی محافظت فرماتا رہا حتیٰ کہ آپ پھر مچھلی کے پیٹ سے باہر آ سکے۔ افسوس ہے کہ بوکھلاہٹ کی حالت مین مولوی محمد قاسم صاحب کو حضرات ثلٰثہ کے غزوات الٰہی سے بار بار کا فرار اور حضرت یونس کے کسی طرف چلے جانے کا معاملہ ایک معلوم ہوا۔ سنی سید بھائیو۔ قوم کی بدتہذیبی اور ناہنجاری ایسی ہی ہوتی تھی کہ انبیا اُن سے عاجز آ جاتے تھے۔ چندبار حضرت موسیٰ نے

عاجز آکر درگاہ جناب باری مین یہ عرض کیا تھا کہ یہ قوم میری مجھ سے سلجھتی نہین نظر آتی ہے۔ اے خدا
تو اور کسی نبی کو ان پر مبعوث کر مجھے میری قوم سے بے سروکار کردے۔ جب حضرت موسیٰ جیسے نبی اولوالعزم
پر قوم کے ہاتھ سے ایسی حالت گزری ہے تو حضرت یونسؑ کا قوم کو چھوڑ کر کسی طرف چلا جانا کوئی حیرت انگیز
امر نظر نہین آتا ہے۔ دور کیون جائیے خود ہمارے سرورِ کائنات صلعم مکہ سے مدینہ اہل مکہ کی بدکرداری سے
عاجز ہو کر چلے آئے۔ کیا یہ رحلت یا ہجرت خلفائے ثلثہ کے بار بار کے فرار سے کسی طرح کی مناسبت
رکھتی ہے خدارا غزوات خدا سے فرار اور چیز ہے۔ کیون جناب مولوی محمد قاسم صاحب فرمائیے توکہ
آیا کبھی حضرت رسولؐ کسی غزوۂ خدا سے مفرور ہوئے یا نہین۔ ایسا اگر کرتے تو آپ کی نبوت مین پورے
طور پر بٹا لگ جاتا جیسا کہ بار بار کے فرار سے حضرات ثلثہ کے اسلام اور ایمان مین پورے طور پر
بٹا لگا ہوا نظر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ جناب مولوی صاحب آپ غزوات رسول اللہ سے فرار کو
کوئی قابل توجہ امر نہین سمجھتے ہین۔ آپ اس کوئی ایسا اہم امر نہین سمجھتے ہین کہ جس سے کوئی فرار
ناقابل خلافت قرار دیا جاسکے۔ حالانکہ حضرات ثلثہ کے بار بار کے فرار ارتداد و کفر سے دوش بدوش
نظر آتے ہین۔ عقل باور نہین کرتی ہے کہ ایسے بہادر نبی اور امام امم کا جیسے کہ حضرت رسول تھے برحق
جانشین ایسا ہو کہ بار بار کے داغ فرار سے پاک نہو۔ بزدلی کا عیب ایسا ہی ہے کہ انبیا اوصیا اولیا
اور انبیا کے خلفا کو اُس سے بری ہونا ضرور ہے۔ فرار در فرار اور حضرت محمدؐ جیسے نبی اُلوالعزم کا جانشین
کچھ عجیب مضمون ہے۔ کوئی بزدل حضرت رسول کا برحق جانشین نہین ہوسکتا۔ ایسے نبی کی جانشینی کے
لیے کرار غیر فرار کی حاجت ہے۔ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار۔ شاہ مردان شیر یزدان قوت پروردگار
آخر مین راقم چند جملے حضرت علیؑ کے معاملات جنگ احد کی نسبت عرض کرتا ہے جس سے
کسی درجہ تک حضرت علی اور حضرات خلفائے ثلثہ کے اسلام و ایمان کا فرق سمجھ مین آسکتا ہے۔
واضح ہو کہ جب فرار مین احد جس مین حضرات ثلثہ داخل ہین حضرت رسول کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر بھاگ گئے
اور حضرت رسولؐ پر نہایت سخت وقت آپڑا۔ حضرت رسول نرغۂ اعدا مین گھر گئے اور شدید طور پر زخمی
بھی ہوئے۔ اسوقت حضرت رسول کی نظر حضرت علی پر پڑی جو آپ کے پہلوئے مبارک پر کھڑے ہوئے
تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ تم اپنے بھائیون کے ساتھ کیون نہ بھاگ گئے۔ حضرت علی نے عرض
کیا کہ ایمان کی دولت حاصل کرنے کے بعد کافر ہو جاؤن۔ مین تو حضور کا فرمانبردار ہون۔ مجھکو یارانِ
مفرورین سے کیا سروکار۔ اس اثنا مین پیمبر صاحب کی جانب کفار کی ایک جماعت نے رُخ کیا
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی یہ وقت نصرت کا ہے۔ اگر اس گروہ کے شر سے مجھکو بچا کر حق خدمت ادا کرو

حضرت عثمانؓ کا غزوات رسول اللہ سے کترا جانا

یہ سنتے ہی حضرت علی نے مشرکین کی جماعت کثیرہ کو داخل جہنم کیا اور باقی ماندہ تتر بتر ہو گئے
(دیکھو مدارج النبوۃ محدث دہلوی) راقم کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کے قول بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ
حضرت رسول کے غزوہ سے فرار کو کفر سمجھتے تھے اور امر واقعی ہین عند العقل یہی معلوم ہوتا ہے کہ
رسول خدا کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر اپنی ناپاک جان کو فرار کے ذریعہ بچانا کفر کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے -
اس غزوۂ احد کی ساری کارروائیان کتب سیر مین مندرج ہین - اس غزوہ مین حضرت علی کی بڑی
بڑی کارروائیون کو دیکھکر حضرت جبرئیل نے آن صلعم سے عرض کیا کہ دیکھیے ہمدردی یہ ہے
رسول مقبول نے فرمایا کہ کیون نہو - علیؑ مجھ سے ہے اور مین علیؑ سے ہون - جبرئیلؑ نے کہا اور مین
تم دونون سے ہون - یہ ناگاہ لوگون نے یہ آواز غیب سے سُنی کہ لا سیف الا ذو الفقار و لا فتیٰ الا
علی - صاحب مدارج النبوۃ یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ مروی ہے کہ اُس دن حضرت علیؑ کے بدن پر سولہ زخم
لگے جس مین چار زخم ایسے کاری تھے کہ ہر زخم کے پہونچنے پر وہ گھوڑے سے زمین پر گرے اور چندبار جبرئیل
علیہ السلام نے اُن کو زمین سے اُٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا اور کہا کہ اے علیؑ خوب جنگ کرو - خدا اور رسول
تم سے راضی ہین - بعدہ جبرئیل نے حضرت علیؑ کی جانفشانی کا حال پیغمبر صاحب کے حضور مین عرض
کیا - آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کیون نہ جانفشانی کرے کہ وہ مجھ سے ہے اور مین اُس سے ہون - جبرئیل نے
کہا کہ مین آپ دونون سے ہون - صاحب مدارج النبوۃ یہ بھی لکھتے ہین کہ یقیناً قصۂ نادِ علیاً مظہر العجائب کے وقوع
کا بھی اسی معرکہ مین ہوا ہے - کیون جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور آپ کے ہم مذہب علما - فرمایئے
رسول اللہ اور دین خدا کی محبت اس کو کہتے ہین - محبت اس کو نہین کہہ سکتے کہ حضرت ابوبکر حضرت رسول اللہ
کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر صرف مدینہ ہی نہین بھاگ نکلے بلکہ خطا بخشی اور جان بخشی کے خواستگار ابو سفیان
سے ہو گئے یا کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کی سنت فرار اختیار کر کے کوہ احد کی چٹانون پر بز کوہی کی طرح کود
لگانے لگے - یا کہ حضرت عثمان رسول اللہ کے جوش محبت مین میدان احد سے نکلے تو مدینہ ہی جا کر ٹھہرے
اور مدینہ مین ابی بن کعب کے ذریعہ سے ابو سفیان سے خطا بخشی کے خواستگار ہو گئے - لاحول ولا قوۃ
معذرت بدتر از گناہ - حضرات ناظرین - جب علی مرتضیٰ ایسے تھے تب تو رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ
اگر تمام اعمال نیک خلقت خدا کے علی کی روز احد کی خدمت کے ساتھ موازنہ نہ کیے جائین تو علیؑ کی
خدمت کا پلہ گران ٹھہرے گا - حیف ہے اُن حضرات پر جو ایسے ایسے اقوال رسول اللہ کی طرف توجہ
کرنے والے نہین ہین - نہین معلوم کہ ایسے حضرات کس طرح کے مسلمان ہین - ظاہرا تو ایسا ہی معلوم
ہوتا ہے کہ ایسے حضرات حضرات خلفاے ثلثہ کی طرح کے مسلمان ہین -

ایسے مسلمانون نے صرف محبت حضرات ثلثہ کو ایمان سمجھ لیا ہے اور افراط محبت مین نہ علیؑ کا مرتبہ
اُن کی سمجھ مین آتا ہے اور نہ وہ خدا و رسول کے ارشادات کی طرف توجہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہین۔ واضح ہو
کہ جب حسب مودۂ رسول مقبولؐ علیؑ کی صرف روز اُحد کی خدمت کا پلہ ایسا گران ٹھہرا تو حضرت ثلثہ کے
اعمال نیک کا موازنہ حضرت علی کے اعمال کے ساتھ خارج از موازنہ متصور ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب
کو غلبۂ خارجیت و ناصبیت کی وجہ سے حضرات ثلثہ ہی کا پلہ گران نظر آتا تھا تب تو اس قدر خرافات
جیسا کہ سیف مسلول میں دیکھا جاتا ہے حوالۂ قلم کرگئے ہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارباب تثلیث بالقصد
فضائل مرتضوی سے اپنی آنکھین بند کئے رکھتے ہین اب حضرات ناظرین ذیل کے غزوات رسول پر
اپنی توجہ مبذول فرماوین ان غزوات مین حضرات ثلثہ کیا کیا جہادی جانفشانیان عمل مین لاتے گئے ہین

غزوۂ بنی النضیر

غزوۂ اُحد کے بعد چند غزوات و سرایا پے درپے ظہور مین آتے گئے ان غزوات و سرایا مین بھی علی دین خدا
کی خدمت بجالاتے رہے غزوہ بنی نضیر مین تو علیؑ کی تلوار نے وہ کام کیا جو علی ہی کی تلوار کام کرسکتی تھی
اس غزوہ کا ذکر راقم اس کے موقع پر کرچکا ہے۔ اب غزوۂ خندق کے معاملات پر نظر کی ضرورت ہے
اس غزوہ کے حالات سے پورے طور پر مطلع ہونے کے لیے طالبان اطلاع تاریخ خمیس و تاریخ کامل
و تاریخ الرسل والملوک و تاریخ طبری وغیرہ ملاحظہ فرمائین۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ اس جنگ مین ایک
دیو پیکر عمر عبدود کفار قریش کے ساتھ اہل اسلام سے لڑنے کو آیا تھا۔ رسول اللہ نے اپنے لشکر والون سے
اس کا سامنا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ہر شخص پر عمر عبدود کا حال روشن تھا ہر شخص نے اس سے مقابلہ
کرنے مین انکار کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت رسول نے حقیقت حال دریافت فرمائی تو حضرت عمر نے

غزوۂ خندق

یہ عرض کیا کہ عمر ابن عبدود ایسا ہے کہ ایک دفعہ ایک قافلہ مین ہم اور یہ شخص شام کی طرف جاتے تھے
ناگہان ایک ہزار قزاق نے آکر قافلہ کو گھیر لیا اور قافلہ کو لوٹنا شروع کردیا۔ یہ دیکھکر یہ شخص قزاقون
پر ٹوٹ پڑا اور سب کو ایک دم مین فنا کردیا۔ یہی باعث ہے کہ آج اس کے مقابلہ کو ہم مین سے کوئی
بھی آمادہ نہین ہوتا ہے۔ (دیکھو معارج النبوۃ چھاپہ لکھنؤ ۱۵۸۔ اور روضۃ الصفا جلد ۲
صفحہ ۱۰۱) حضرت رسولؐ نے تب حضرت علیؑ کو جنگ کی اجازت بخشی۔ شاہ مردان تو اسی کے منتظر تھے
بلکہ اس کے پہلے ہی سے حضرت رسولؐ کی فرمایش کے بغیر آمادۂ جنگ ہوچکے تھے۔ اس دیو ناپاک کا
فورًا مقابلہ فرمایا۔ وہ کافر بڑا ہی عظیم پیکر قوی ہیکل اور نبرد آزما تھا دیر تک شیر خدا کا سامنا کرتا رہا مگر
آخر کار ضربت حیدری سے فی النار والسقر ہوا۔ اس دیوزاد کے مارے جانے کے بعد اور بھی کچھ سرداران
لشکر کفار کو شاہ مردان نے داخل جہنم فرمایا۔ مگر یہان پر ایک مضحک قصہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر نے دیکھا

کہ میدان علیؑ کے ہاتھ رہا اور اب کسی کافر کو مقابلہ کرنے کی تاب نہین رہی تو آپ میدان وغا
مین تشریف لائے اور آتے ہی ضرار بن خطاب کا جو علی مرتضیٰؑ کی صورت دیکھتے ہی دور سے
بے لڑے بھاگا جاتا تھا تعاقب فرمایا اُس نے جو دیکھا کہ حضرات اہل سنت کے شجاع عرب تعاقب کنان
تشریف لا رہے ہین فوراً پلٹ پڑا اور حضرت ممدوح کو ایک خفیف سا زخم نیزہ کا دیکر روانہ ہوگیا - یہ
ہونے والی بات تھی ورنہ حضرت عمر حضرت ابوبکر ہی کی طرح بڑے دوراندیش بزرگ تھے -
اس لیے ہمیشہ محل خوف سے اپنے کو دور رکھنے مین کوشان رہتے تھے اس غزوہ مین بھی غزوۂ بدر
و غزوۂ احد کی طرح کسی مہاجر غیر بنی ہاشم نے نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کافر کا وار اپنے کو لگنے دیا -
مارا جانا تو درکنار کسی کو حضرت عمر کے سوا جیسا کہ بالا مین مذکور ہوا خراش تک نہین لگی - صرف
چھ شخص انصار سے شہید ہوئے - نہین معلوم کہ یہ مہاجرین کس مرض کی دوا تھے - کیون مکہ سے مدینہ
کو ہجرت اختیار کی تھی - صاف ہوتا ہے کہ دین خدا کو مدد دینے نہین آئے تھے - بلا شبہ ان کی
غرض اس ہجرت سے کچھ کما کھا لینے کی تھی - سو اس کے حصول مین انھین ناکامی لاحق نہوئی - ان کے
اکابر تو سلطنت عرب کے مالک ہی ہوتے گئے اور اکثر کو امارتین اور حکومتین نصیب ہوتی گئین -
بالمختصر عمر عبدود کے مارے جاتے ہی کفار قریش کے دل لڑائی سے چھوٹ گئے اور وہ سب اپنے
اپنے وطن واپس چلے گئے - افسوس ہے کہ اس جنگ میں بھی حضرت ابوبکر سے کوئی معقول کارروائی
ظہور مین نہین آسکی - بلکہ یہ بھی نہین معلوم ہوسکا کہ حضرت ممدوح ہنگامۂ خندق کے وقت کہان تھے
اور کس شغل مین تھے - جاننا چاہیئے کہ علی مرتضیٰؑ کی اس خدمت اسلام کی نسبت حضرت رسول نے
ویسا ہی فرمایا ہے جیسا کہ غزوۂ احد کی نسبت فرما چکے تھے یعنی کہ علیؑ کی خندق کے دن کی
ضربت میری تمام امت کے اعمال سے جو قیامت تک کرے گی افضل ہے - یہ حدیث
کتاب مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ و کشف الغمہ و نزل الابرار و لسان العیون و سیرۃ الامین والمامون
و روضۃ الاحباب وغیرہ مین مندرج ہے - واضح ہو کہ اعمال ہی کی بنا پر آدمی اپنے ابنائے جنس سے افضل ہوسکتا
ہے - پس جب حسب مودۂ رسولؐ علیؑ مرتضیٰ عمل صالح کی بنا پر تمام امت محمدی سے افضل قرار پائے تو
حضرت ابوبکر افضل الصحابہ کیسے جانے کا کیا حق رکھ سکتے ہین - اسی طرح حضرت ابوبکر افضل الناس کہے
جانے کے بھی مستحق نہین ہین - اس لیے کہ حضرت علیؑ کی روز اُحد کی نسبت حضرت رسول فرما چکے ہین
کہ اگر تمام اعمال نیک خلقت خدا کے علی کی روز احد کی خدمت کے ساتھ موازنہ کیے جائین تو علی کی
خدمت کا پلہ گران ٹھہرے گا - کیون جناب مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی اور آپ کے ہم مذہب علمار

فرمائیے تو علی مرتضیٰؑ افضل الناس ثابت ہوتے ہین یا حضرت ابوبکر۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ آپ حضرات کی خارجیت اور ناصبیت کب آپ حضرات کو اس کی اجازت دے سکتی ہے کہ آپ حضرات حضرت رسول کے فرمودہ کو سچا سمجھین۔ حضرت ابوبکر اور حضرت کے دونون جانشینان پر آپ تو جان و ایمان کو قربان کیے ہوئے ہین۔ آپ حضرات کو اس سے کیا مطلب کہ خدائے تعالیٰ نے کیا فرمایا اور حضرت رسولؐ نے کیا فرمایا۔ علی کی عداوت آپ حضرات کے کانون مین پارا ڈالے ہوے ہے۔ خدائے تعالیٰ آپ حضرات پر رحم فرمائے اور کوئی شک نہین کہ آپ حضرات قابل رحم ہین مگر آپ اپنے کو قابل رحم نہین سمجھتے ہین۔ آپ حضرات کی خارجیت اور ناصبیت ایک دن رنگ لائیگی وہ دن دور نہین۔ از مکافات عمل غافل مشو آب غزوۂ خیبر پر اہل انصاف نظر توجہ ڈالین۔ اس غزوہ مین بھی حضرت شیخین کی وضعداری قرار کی بنے حال پر رہی۔ یخبہ وضعی عجیب شے ہے ذیل مین غزوۂ خیبر کے کچھ حال مختصر طور پر عرض ہوتے ہین۔

جنگ خیبر کی سرگزشت یہ ہے کہ خیبر کے یہودیون نے دس ہزار آدمی فراہم کئے اور عنقریب مدینہ پر حملہ کرنے والے تھے۔ ان دس ہزار یہودیون مین وہ قبائل بھی شریک تھے جو مختلف مواقع میں برخلاف اپنے عہد کے کفار قریش کے ساتھ ہو ہو کر مسلمانون کے مقابلہ مین آچکے تھے۔ ان کے عزم حملہ کی خبر سن کر حضرت رسولؐ نے قلیل العدد مسلمانون کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی۔ حضرت رسول مین ایک بڑے جنرل کی صلاحیت واہب العطایا نے بخشی تھی۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرت رسولؐ یہودیان خیبر کی طرف نہین بڑھتے تو حضرت کے اعداہبت ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کر بیٹھتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ قلیل العدد مسلمانون کی جان پر آبنتی۔ اور بہ اسباب ظاہر اسلام دنیا سے رخصت ہو جاتا۔ اب تک تو اسلام بدر۔ اُحد۔ اور خندق کی لڑائیون مین ور رہا تھا۔ مگر یہودیان خیبر کا حملہ اسلام کی پوری بیخ کنی کر ڈالتا۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسول کی پیش بینی نے اپنی حملہ آوری سے اسلام کو روز سیاہ کے دیکھنے سے محفوظ رکھا۔ آپ تمام انبیاے اولوالعزم سے بڑھکر تیز فہم اور شجاع تھے پس آپ کا یہودیان خیبر پر حملہ آور ہو جانا آپ کی اولوالعزمی کے مصالح کے خلاف نہ تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی اس پیش بینی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام کو ایسے قوی اعدا کے مقابلہ مین پورے طور پر فتح نصیب ہوئی گو یہ علی ہی کی تلوار تھی جس سے اسلام کو یہ فتح نصیب ہو سکی۔ اس جنگ مین حضرت رسولؐ بنفس نفیس شامل نہ ہو سکے اس لیے کہ آپ درد شقیقہ مین مبتلا تھے۔ یہ شکایت آنحضرتؐ کو کچھ عرصہ سے ہو جایا کرتی تھی۔ مگر آنحضرتؐ لشکر اسلام کو یہودیان خیبر کے مقابلہ کے لیے برابر بھیجتے رہے مگر روز کا معمول ہو گیا تھا کہ لشکر اسلام یہودیون کے مقابلہ کو جاتا اور بکمال ذلت کے ساتھ مار کھا کر خیمہ گاہ رسالت مآبؐ کو واپس بھاگ آتا۔ پہلے حضرت ابوبکر

لشکر اسلام لے کر مقابلہ کو گئے مگر تاب مقاومت نہیں لا سکے۔ بے نیل مرام واپس آئے۔ پھر دوبار
حضرت عمر یہودیوں سے لڑنے کو تشریف لے گئے۔ مگر ناکام حضرت ابوبکر ہی کی طرح واپس آئے۔ حالت
یہ ہوتی تھی کہ حارث جو مرحب کا بھائی تھا مسلمانون کو روز شہید کر ڈالتا تھا۔ مسلمانون کے دل
لڑائی سے چھوٹ گئے تھے۔ روز کی بھاری بے آبروئی لشکر اسلام کو نصیب ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر کو تین دن تک تعاقب کنان حارث خیمۂ رسول اللہ تک واپس پہونچا چکا تھا اور الفاظ
لا یعنی قرب مین خیمۂ رسول اللہؐ کے زبان پر لایا کرتا تھا۔ مسلمانون سے کچھ بن نہ آتی تھی۔ مسلمانون کی
بوکھلاہٹ کی یہ حالت تھی کہ جنگ گاہ سے واپس چلے آنے پر حضرت عمر اپنے ہمراہیون پر نامردی
کا الزام لگاتے تھے۔ اور آپ کے ہمراہی آپ کو نامرد کہتے تھے (دیکھو ازالۃ الخفا اور تاریخ طبری اور
مستدرک حاکم) سبب ان تمام مصیبتون کا یہ تھا کہ اسوقت تک علی مرتضیٰ آشوب چشم کی وجہ سے
شریک غزوہ نہو سکتے تھے۔ جب اپنی روحانی قوت سے حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کی جسمانی شکایت کو
زائل فرمادیا اور لشکر اسلام کا علم آپ کو سپرد کر کے آپ کو جنگ کی اجازت بخشی تو وہی حارث جو لشکر
اسلام کو درہم و برہم کیے ہوئے تھا اور اسلام کی بے آبرویان کرتا تھا دم کے دم مین طعمۂ ذوالفقار حیدری
ہوگیا۔ پھر اس کا بھائی مرحب بھی جو حارث سے بھی زیادہ بڑا نبرد آزما تھا قعر دوزخ مین جا گرا۔ پھر حضرت علیؑ نے
در خیبر کو اُٹھا پھینکا جو کام آدمی سے وقوع مین نہین آسکتا ہے۔ پھر قلعۂ خیبر فتح ہوگیا اور یہودیون کو پوری
طور پر ہزیمت نصیب ہوئی۔ اس جنگ مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کوئی شک نہین کہ یہودیان خیبر کے
مقابلے کے لیے تین دن تک لشکر اسلام لے کر جایا کیے۔ مگر تاب مقاومت نہ لا سکے اور لشکر اسلام کے ساتھ
خیمۂ رسولؐ اللہ تک برابر لوٹ آیا کیے اور ہر بار حارث لشکر اسلام کا تعاقب کرتا ہی رہا۔ یہ تو ظاہر ہے
کہ اگر علی مرتضیٰ ابتدا ہی مین شریک جنگ ہوئے ہوتے تو بروز اول نہ حضرت ابوبکر شکست کھا کر مع
لشکر اسلام خیمہ گاہ رسولؐ اللہ کو لوٹ آتے اور نہ حضرت عمر کو دو دن تک حضرت ابوبکر کے بعد اس طرح
کی بے آبروئی اُٹھانی پڑتی۔ پہلے ہی دن حارث اور مرحب کا فیصلہ ذوالفقار حیدری کر دیتی مگر مجبوری یہ ہوئی
کہ جب لشکر اسلام مدینہ سے یہودیان خیبر کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اُس وقت حضرت علی مرتضیٰ جوش چشم
مین مبتلا تھے اور سفر اختیار نہین فرما سکتے تھے۔ لیکن تین ہی دن کے بعد کسی طرح آپ رسولؐ اللہ کے
حضور مین حاضر آگئے۔ یہان جو لشکر اسلام کو بے آبرویان حارث کے ہاتھ سے ہو رہی تھین اہل واقفیت
پر روشن ہین۔ ایسی حالت میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ کل مین لشکر کا جھنڈا ایک ایسے شخص کو دون گا
جو کرار غیر فرار ہے اور جو خدا اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اُس کو دوست

رکھتے ہیں۔ وہ بغیر فتح کیے واپس نہین آئیگا (دیکھو صحیح بخاری وخصائص نسائی وازالۃ الخفاو روضۃ الاحباب وتاریخ ابن کثیر ومسند امام حنبل) دوسرے دن وہ علم حضرت علیؑ کو دیا گیا۔ پھر فتح خیبر مین دیر کی کیا بات تھی حضرت علیؑ کی آنکھون کا جوش مصلحت خداوندی پر مبنی تھا۔ منظور خدا یہ تھا کہ اہل اسلام دیکھین کہ خدا کا شیر کیسا ہوتا ہے۔ کرار و فرار مین کیا فرق ہوتا ہے۔ اگر پہلے ہی حضرت علیؑ شریک جنگ ہوجاتے تو حارث اور مرحب کا خاتمہ ہوجاتا۔ اہل دنیا پر روشن نہین ہوسکتا کہ حضرت علیؑ کیا تھے اور حضرت شیخین کیا تھے۔ حق یہ ہے کہ یہ دونون بزرگوار جہاد فی سبیل اللہ کے کام کے آدمی نہ تھے جیسا کہ رسولؐ اللہ کے معاملات غزوات سے ثابت ہوتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ آپ دونون بزرگوار سے کسی طرح کی جہادی حمایت اسلام کی ظہور مین نہین آسکی۔ حضرت عثمان کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اگر علی مرتضیٰؑ نہ ہوتے تو اسلام کا خاتمہ جنگ بدر ہی مین ہوجاتا بہر حال بدر کی بلا سے بچ کر اسلام کو اُحد کی بلا سے سامنا کرنا پڑا۔ پھر اسلام کو خندق کی بلا پیش آئی۔ یہ سب بلائین تو ذوالفقار حیدری کی بدولت رفع دفع ہوچکی تھین کہ اسلام کو خیبر کی بلا کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بلا بھی علی مرتضیٰ کی قوت بازو کی بدولت آسانی کے ساتھ ٹل گئی۔

معاملات بالا سے صاف طور پر آشکارا ہے کہ علی مرتضیٰ موید من اللہ تھے تب ہی تو حضرت علی کی اجازت جنگ کے بعد حضرت رسول کو از جانب خدا حکم ناد علیا مظہر العجائب کے پڑھنے کا ہوا۔ درخیبر اکھاڑنا تائید غیبی کے بغیر شکل امکان نہین رکھتا تھا۔ یہ کام ہرگز آدمی کا نہ تھا جو حضرت علی سے ظہور مین آیا۔ درخیبر کا واقعہ ایک حقیقی واقعہ ہے لیلی مجنون کی کہانی نہین ہے۔ یہ تو درجہ آپ کی شجاعت اور حمایت اسلام کا تھا۔ اب حضرات اہل سنت کی قدردانی پر حضرات ناظرین نظر توجہ ڈالین۔ آپ حضرت علی کو ہر چیز مین تو مفضول قرار دیتے ہی ہین شجاعت مین بھی مفضول قرار دیتے ہیں۔ آپ حضرات کے اشجع الناس حضرت ابوبکر ہین۔ اگر اشجع الصحابہ ہی کہتے تو خیر ایک بات تھی۔ راقم پوچھتا ہے کہ کیا اشجع الناس ایسے شخص کو کہتے ہین کہ غزوۂ رسولؐ سے جی چرائیے یا شریک غزوہ ہو بھی تو کوئی جہادی کارروائی عمل مین نہ لائے یا میدان جنگ سے رسول اللہ کے حکم کے خلاف رسولؐ اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر بھاگ جائے اس طرح کے بار بار فرار اور عدم کارگزاری جہاد کے ساتھ بھی کیون کر اہل سنت حضرت ابوبکر کو اشجع الناس یا اشجع الصحابہ قرار دیتے ہین۔ شجاعت کی تو کوئی نسبت ہی حضرت ابوبکر کے ساتھ نہین کی جاسکتی ہے اشجع الناس یا اشجع الصحابہ کا خطاب حضرت ابوبکر کے لیے تو برعکس نہند نام زنگی کا فور کا رنگ رکھتا ہے واقعی حضرات اہل تسنن کا مذہب تمام تر ہٹ دھرمی کا مذہب دکھائی دیتا ہے۔ راست خیالی سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا ہے۔

جنگ حنین

اب راقم غزوۂ حنین کے معاملات مختصر طور پر درج ہذا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ لڑائی آخر لڑائی تھی جو درمیان لشکر اسلام اور کفار قریش کے واقع ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد اکثر قبائل عرب نے جناب رسول خدا کی اطاعت اختیار کر لی تھی الا قبیلہ ہوازن و ثقیف جنھون نے ہزارون آدمیون کے ساتھ حنین مین جناب رسول مقبول سے مقابلہ کیا۔ ہر چند مسلمانون کی تعداد کم نہ تھی مگر کفار کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور مہاجرین و انصار دونون رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلے میدان جنگ مین قائم رہ جانے والے حضرت علیؑ۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن مسعود تھے۔ ان چار نامی صاحبون کے سوا اور چندہ صحابی بھی تھے جو ثابت قدم رہ گئے جس وقت مہاجرین اور انصار بھاگے جاتے تھے۔ پیغمبر خدا نے فرارین کو غیرت دلانے کی نظر سے یا اصحاب السمرہ یا اصحاب الشجرہ کہہ کر پکارا۔ اس کے سنتے ہی سو آدمی کے قریب انصار مین سے لوٹے اور پھر جنگ گاہ مین حاضر ہو گئے۔ فرارین کے اصحاب السمرہ اور اصحاب الشجرہ کے لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اکثر یہ لوگ بیعت الرضوان مین شامل تھے۔ بیعت الرضوان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ بیعت اُس وقت ہوئی تھی جب جناب رسول خدا عمرہ کے ارادہ سے مکہ کی طرف تشریف لے گئے تھے اور مطلب اس بیعت کا یہ تھا کہ اہل اسلام جہاد مین پوری کوشش کرین گے۔ جہاد سے کبھی مُنھ نہ موڑین گے اور تمامتر حضرت رسولؐ کی اطاعت مین سرگرم رہین گے۔ چونکہ یہ بیعت درخت سمرہ کے نیچے وقوع مین آئی تھی اس واسطے اسے بیعت تحت الشجرہ کہتے ہین۔ اہل سنت کے لیے بہت جاے افسوس ہے کہ اس جنگ مین بھی حضرت خلفاے ثلثہ سے کوئی کارروائی نمایان نہو سکی۔ یہ حضرات ثلثہ حسب دستور قدیم میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ غزوات سے فرار آپ حضرات کا معمولی دھندھا تھا۔ حضرت عمر کے فرار کی نسبت بخاری کی صحیح مین ابوقتادہ کی یہ حدیث دیکھی جاتی ہے کہ قتادہ کہتے ہین کہ مسلمان بھاگے اور مین بھاگا۔ ان لوگون یعنی مفرورین مین عمر بن الخطاب کو مین نے دیکھا اُن سے مین نے کہا کہ کیا حال ہوا لوگون کا۔ حضرت عمر نے کہا جو منظور خدا تھا وہ ہوا اس کے بعد لوگ جناب رسول خدا کے پاس گئے۔ اے اہل انصاف جاے غور ہے کہ لڑائیون کے دشوار وقت مین جناب رسول خدا کو محل خوف مین چھوڑ کر کوئی کامل الایمان تو بھاگ نہین سکتا۔ پس ایسے بھاگ نکلنے والے حضرات کو شاہ لافتیٰ پر کیونکر اہل سنت ترجیح دیتے ہین۔ یہ امر کہ حضرت علیؑ ہر جنگ مین ثابت قدم رہتے تھے اور سخت زخمی ہو ہو کر بھی جناب رسول خدا اور دین خدا کی ایسی ایسی بیش از قیاس خدمت کیا کرتے تھے تمامتر اس امر پر دال ہے کہ آپ کامل الایمان تھے۔ حضرات خلفاے ثلثہ کے بار بار فرار اور ترسندہ جانی سے ہرگز اس کی امید نہین ہو سکتی تھی کہ اس ناقص الایمانی کے ساتھ جناب رسول خدا کے بعد اُن حضرات

مین سے کوئی بھی آپ کا خلیفہ قرار پائے گا۔ جناب رسولؐ خدا بڑے بہادر شخص تھے کسی لڑائی مین اپ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے ۔فرار تو ایک ناپاک ورنا پاک امر ہے۔ ایسے بہادر نبی کے جانشین برحق فرارین اُحد و خندق وخیبر وحُنین ہون خس برابر عقل اس کو گوارا نہین کرسکتی ہے ۔ ایسے بہادر نبیؐ کا جانشین ہونا علیؑ ہی سے بہادر کو زیب دیتا ہے۔ اہلِ انصاف اس حنین ہی کی لڑائی کے معاملات پر نظر انصاف ڈالین کہ علی مرتضیٰ کی کارروائیان اس لڑائی مین کیا کیا ہوئین۔ جب لڑائی شروع ہوگئی تو ہنگام جنگ ابوجرول نامی ایک پہلوان لشکر کفار سے رجزخوانی کرتا ہوا نکلا اور مبارز طلب ہوا۔ لشکر اسلام سے کسی نے بھی اس کے مقابلہ کا قصد نہ کیا ۔اس کی تنومندی اور بہادری کے رعب مین سب کے سب گرفتار ہوگئے۔ مگر ذوالفقار شاہِ لافتیؑ نے اس دشمنِ خدا کو سیدھا وہان پہونچا دیا جہان اس کے پہلے عمر عبدود و حارث و مرحب وغیرہ جا چکے تھے۔ اس لڑائی مین کفار نے شکست فاش کھائی ۔مگر حضرات خلفاے ثلٰثہ سے سواے فرار کے اور کوئی کارروائی ظہور مین نہین آسکی ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ مقتولین کفار کا عدد کتب تاریخ سے ستر نظر آتا ہے۔ اِن مین چالیس نفر شاہ مردان کے دست خاص سے فی النار ہوے اور بقیہ کو بنی ہاشم اور انصار نے مارا۔ کسی مہاجر غیر بنی ہاشم کے ہاتھ سے ایک کافر کا قتل ہونا بھی کسی تاریخ کی کتاب سے ثابت نہین ہوتا ہے نہین معلوم کہ یہ مہاجرین کس مرض کی دوا تھے۔ سوا فرار کے قرار کا مضمون اُن کے دماغ مین جگہ ہی نہین پا سکا تھا۔ اس بار بار کے فرار کے بعد کس حق سے اُن کے اکابر خلیفۂ رسول اللہ بن بیٹھے یہ ایک نہایت حیرت انگیز امر ہے۔ حضرت رسول کی رعایت دینی تو تمامتر حضرت علی کی قائم کردہ تھی پھر کیا یہی انصاف ہو کہ فرارین غزواتِ رسولؐ خلیفۂ رسول اللہ قرار پاوین اور علی مرتضیٰ اپنے حقوق سے محروم رکھے جاوین ؟ تفو بر تو اے چرخ گردان تفو۔ جس مذہب مین ایسی حق کشی روا سمجھی جاتی ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ مذہب معلوم واہل مذہب معلوم تمامتر بجا و درست ہے ۔

بالا مین جس قدر حالات امتیان اہلِ ہجرت کے حوالۂ قلم ہوئے ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت نہ رسول اللہ سے کسی طرح کی موانست قلبی رکھتے تھے اور نہ انھین رسولؐ اللہ کی تبعیت کا خیال تھا جو کچھ خیال تھا اپنا خیال تھا۔ اگر رسول اللہ سے انھین موانست قلبی ہوتی اور رسول اللہ کی فرمانبرداری ملحوظ خاطر ہوتی تو وہ حضرت رسول اللہ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر فرار نہین کیا کرتے ۔ اگر رسولؐ اللہ کی فرمانبرداری کو وہ حضرات اپنا ایمان سمجھتے تو ایسا نہین ہوسکتا تھا کہ میدان جنگ مین رسول اللہ انھین چیخ چیخ کر قرار سے منع فرماتے اور وہ آنحضرت کی کچھ نہین سنتے۔ عقل باور نہین کرتی ہے کہ صاحب ایمان

ضعف یا انتفائے ایمان شیخین کا

ہو کر وہ حضرات ایسا کر سکتے تھے - حق یہ ہے کہ اگر وہ حضرات دل سے اسلام کو قبول کیے ہوتے تو اسلام اور رسول اللہ کی خدمت مین اپنی جان لڑا دیتے - اُن حضرات کی تمام کارروائیون سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اسلام کو دین خدا نہین سمجھتے تھے - اگر سمجھتے تو جہاد فی سبیل اللہ مین نہ جان چراتے اور نہ اپنی جان کا خیال غزوات رسول اللہ مین ایسی بے عنوانیون کے ساتھ مدنظر رکھتے - سچ یہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت اسی مین منحصر تھی کہ وہ حضرات دین خدا کے قائم رکھنے مین ہر طرح کی کوشش کو راہ دیتے ہیں - جب اُن سے کوئی جہادی کوشش عمل مین نہ آئی تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انھین دین خدا کی بہتری منظور نہ تھی اس لیے انھین رسول اللہ کے ساتھ موانست قلبی بھی نہ تھی - اب راقم حضرات شیخین کے ضعف ایمان کے ثبوت مین دو امر پیش کرتا ہے - اول یہ کہ جب فرار جنگ احد کے بعد حضرت ابوبکر کو یہ معلوم ہوا کہ آن صلعم قتل ہو گئے تو آپ نے یہ صدا بلند کی کہ محمد صاحب قتل کیے گئے - اب تم لوگ اپنے دین آبائی کی طرف یعنی کفر کی طرف لوٹ جاؤ - ایسا نہین ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلم یا مومن اول تو فرار کی ذلت گوارا کر سکے اُس پر سے مسلمانون کو اس طرح پر کفر کی طرف لوٹ جانے کی ہدایت کرے - قرآن مین بھی خداے تعالی اس ارتداد کی طرف حوالہ کر کے اپنی ناخوشی کا اظہار فرماتا ہے - اس مرتدانہ ہدایت سے بیّن طور پر روشن ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے دل سے اسلام قبول نہین کیا تھا - ورنہ ایسا مرتدانہ قول زبان پر نہ لاتے - دوم یہ کہ حضرت عمر نے صلح حدیبیہ کے متعلق حضرت رسول سے ایسی تقریر کی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۂ ثانی صاحب کو شک فی النبوت لاحق ہوا تھا - ہر چند حضرت رسولؐ نے خلیفہ صاحب کا رفع شک فرمایا بھی تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کا شک دل سے نہین گیا کس واسطے کہ اگر رفع شک ہوا ہوتا تو آپ ابو جندل کے پاس پہونچکر اُسے سہیل کے قتل کی ترغیب نہ دلواتے یہ ترغیب دہی اس غرض سے تھی کہ اگر ابو جندل سہیل کو قتل کر ڈالتا تو معاملہ صلح حدیبیہ کا درہم برہم ہو جاتا - یہ کوشش آپ کی تمامتر مصلحت خدا و رسول کے خلاف تھی - آپ کی اس حرکت سے بیّن طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا شک فی النبوت رفع نہین ہوا تھا - اگر ہوا ہوتا - تو رسول اللہ کی فہمایش کے بعد ایسی پوچ حرکت کی طرف رخ نہ کرتے - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی کچھ وقعت یا عظمت حضرت عمر کی آنکھ مین نہ تھی - خدا و رسول کے مصالح کے خلاف عامل ہونا سواے مرتد کے مومن کا فعل نہین ہو سکتا ہے -

راقم کے نزدیک اکثر مہاجرین نے جن مین حضرات ثلثہؓ داخل ہین بیکار ہجرت کی زحمت گوارا کی تھی - قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مہاجرین دنیاوی نفع اندوزی کے خیال سے مدینہ چلے آئے تھے - ہرگز

دینی اغراض سے تارک وطن نہین ہوے تھے۔ حضرت عمر کے متعلق ایک امر قابل ذکر نظر آتا ہے جس سے
راقم کی تحریر بالا کی تائید ہوتی ہے۔ اسد الغابہ مین ہے کہ حذیفہ (جو حسب کتاب استیعاب رسول اللہ کے
بزرگترین اصحاب مین سے تھے) منافقون کے جاننے مین رسول اللہ کے راز دار تھے۔ اور محدث دہلوی
مدارج النبوۃ مین بھی لکھتے ہین کہ رسول اللہ نے حذیفہ کو نفاق کی پہچان بتادی تھی اور منافقین کے نامون
پر مطلع کردیا تھا کہ فلان فلان شخص منافق ہین۔ احیاء العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت حذیفہ
سے پوچھا کرتے تھے۔ کہ اے حذیفہ تم منافقون کے جاننے مین رسول اللہ کے راز دار ہو بس مجھ مین تو
کوئی علامت نفاق کی نہین ہے۔ راقم کہتا ہے کہ حضرت عمر کو ایسے سوال کی کوئی حاجت نہین تھی۔ آپ اپنے
دل سے پوچھ لیتے کہ اس مین نفاق ہے یا نہین۔ اگر آپ اپنے دل سے سوال کرتے تو دل یہ کہتا کہ غزوات
رسول اللہ سے بار بار کا شرمگین فرار سوائے منافق کے مومن کا فعل نہین ہوسکتا صلح حدیبیہ مین شک
فی النبوۃ کا پیدا ہونا نفاق کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے جیش اسامہ سے تخلف کا نتیجہ ارتداد کے سوا
اور کیا سمجھا جاسکتا ہے وہ بھی اس درجہ کا ارتداد کہ بقول حضرت رسول جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالا
مردود خدا ہے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت عمر کو حضرت حذیفہ سے ایسے سوال کی ضرورت نہ تھی۔
ایسے سوال کا جواب حضرت عمر کا دل ہی صاف طور پر دیدیتا۔ واضح ہو کہ حضرت حذیفہ وہ بزرگ صحابی
رسول اللہ کے ہین کہ حسب کتاب مروج الذہب مسعودی جب حضرت عثمان قتل ہوئے اور حضرت
علیؑ کی بیعت کی گئی تو اُس زمانے مین حذیفہ بن الیمان کوفے مین علیل تھے جس وقت اُنھون نے حضرت
عثمان کے قتل اور حضرت علیؑ کی بیعت کی خبر سُنی تو کہا کہ مجھے مسجد مین لے چلو اور الصلوٰۃ جامعۃ کی
ندا کرو۔ پھر حذیفہ منبر پر بٹھا دیے گئے اور انھون نے بعد حمد و صلوٰۃ کے کہا کہ "ایہا الناس آگاہ ہو کہ
علیؑ ابن ابی طالب کی بیعت کی گئی پس مین تم کو نصیحت کرتا ہون کہ تقویٰ اختیار کرو اور حضرت علی کی
نصرت اور مدد پر مستعد ہو جاؤ کیونکہ بخدا وہ اولاً و آخراً حق پر ہین اور تمھارے بھی بعد جو لوگ ہوے اور
قیامت تک ہون گے اُن سب سے بہتر ہین" بعد ازان حذیفہ نے اپنا داہنا ہاتھ بائین ہاتھ پر رکھ کر کہا خداوندا
گواہ رہنا کہ مین نے علی کی بیعت کی اور تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا۔ اس کے
بعد ساتوین یا چالیسوین دن حضرت حذیفہ کا انتقال ہوگیا۔

اب مین ایک ایسے واقعہ کا ذکر حوالہ قلم کرتا ہون جس سے منافق امتیان محمدی کی شقاوت کا انکشاف
پورے طور سے ہوتا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرت یونسؑ اپنی اُمت کی بدکرداریون کا بار نہ اٹھا سکے اور کسی طرف اُمت کو

حذیفہ کو حضرت رسول نے منافق کی پہچان بتادی تھی

چھوڑ کر چل نکلے حضرت موسیٰ اپنی امت کی بد اطواریوں سے عاجز آ کر بارگاہ ایزدی مین خواستگار
ہوے کہ اے خدا میرے مین اپنی اُمت کے ہاتھون تنگ آ گیا ہون تو کسی اور نبی کو ایسی امت پر
مبعوث کر مجھے ایسی امت سے آزادی دے۔ کوئی شک نہین کہ اگر حضرت موسیٰ حضرت رسول
کی اُمت پر مبعوث ہوتے تو اُمت محمدیؐ کی بے عنوانیون کی تاب نہ لا کر اپنی نبوت اور رسالت سے
باز آتے اور حضرت یونسؑ کی طرح کسی طرف چلے جاتے۔ اُمت محمدی اُمم سابقہ سے بہت زیادہ
شقی اور نافرمان بردار نظر آتی ہے اس سے زیادہ کیا کوئی اُمت شقی اور نافرمان بردار ہو گی کہ اس
اُمت کے اکابر نے غزوات رسول مین اپنے نبی کو نرغۂ کفار مین چھوڑ کر بار بار راہ فرار اختیار کی رسول اللہ
چیختے چیختے رہ گئے کہ اے فلان اے فلان نہ بھاگو میری طرف آؤ میری طرف آؤ مگر حیوانات وحشت زدہ
کی طرح حضرت رسولؐ کی کسی نے ایک نہین سنی اور اپنی ناپاک جانین لے کر جاے محفوظ کی طرف
بھاگ نکلے اس سے زیادہ کیا کوئی اُمت امم سابقہ سے شقی ہو گی کہ جس نے رات کو براہ عقبہ اپنے
رسولؐ پر حملہ آوری کا ارتکاب کیا گو وہ ملاعین اپنی حملہ آوری مین کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی کو ان کی شقاوت سے بچا لیا۔ کیا کوئی امت امم سابقہ مین ایسی دیکھی جاتی ہے جس نے
ایسا کیا ہو کہ حضرت رسول تو اپنے وقت آخر مین ایک لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے ایک معتمد
شخص کی سرکردگی مین اپنے امتیون کو روانہ ہونے کی تاکید فرماوین اور وہ لشکر مدینہ سے بہ قصد
روانگی مدینہ سے باہر جا چکے مگر اکابر امت حضرت رسول کی رحلت کے انتظار مین مدینہ ہی مین
ڈٹے رہین اور رسول مقبول کے حکم سے سرتابی کے عامل ہون اور اس کی پروانہ کرین کہ ایسے
نافرمانون کو آن حضرت برسر منبر بیماری کی حالتِ تکلیف مین بڑی شد و مد کے ساتھ مردودِ خدا قرار دے
چکے ہین۔ ایسی امت بھی کوئی امت کہی جا سکتی کہ جس کے ایک نامی فرد نے حضرت رسولؐ کو
اپنی آخری وصیت حوالۂ قلم کرنے نہ دی اور حضرت رسول کی رحلت کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین و
تدفین مین شریک ہونے کے عوض خلافت کا ہنگامہ قائم کر کے اپنے مین سے ایک شخص کو جسے
حس برابر بھی حق خلافت کا حاصل نہ تھا حضرت رسول کا خلیفہ بنا دیا۔ اب اہل انصاف ملاحظہ
فرمائین کہ اُمت بے وفا خود غرض اور غدار نے حضرت رسول کے بعد کیا کیا کار رو ائیان
کین۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حضرت رسولؐ ابھی دفن بھی نہین ہوے تھے کہ اکابر امت سے جو سرِ
رسولؐ کی مخالفت عہدِ رسول مین بھی کیا کرتے تھے، دو صاحبون نے اپنی سرداری کا سامان کر لیا۔
حضرت رسولؐ کے جانشین برحق کی ہر طرح کی حق تلفی کی۔ حضرت رسول کی بیٹی کو طرح طرح کی ایذائین

پہونچائین۔ اس مین سے ایک نے نہایت شقاوت کے ساتھ حضرت رسولؐ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی کے بطن مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ اس معصومہ کا حمل ساقط ہوگیا اور وہ مظلومہ اسی صدمہ سے باپ کی رحلت کے چھ مہینے کے اندر ہی جان بحق تسلیم ہوگئی۔ غاصبانِ حقِ جانشینِ برحق نے اس غمزدہ کے گھر جا کر اُس کے باپ کا پرسا آگ سے کیا۔ پھر اس بیکس کی جائداد نہایت ناجائز طور پر اس بیکس سے چھین لی۔ س کے بعد جانشین برحق کے حق کے غاصبون نے ایک ایسی کارروائی اختیار کی جس کی وجہ سے حضرتؐ رسول کے ایک بڑے مخالف قبیلہ کو جو قرآنی ملعون تھا اور جس کو کوئی حق اسلامی سلطنت سے منتفع ہونے کا حاصل نہ تھا اور جس کو حضرت رسول نے دس برس کی محنت شاقہ مین زیر و زبر کر ڈالا تھا دم کے دم مین ایسا قوی کر دیا کہ اس قبیلہ نے خاندان پیغمبر کا قریب قریب خاتمہ کر ڈالا۔ اس قبیلۂ ملعونہ کے ایک خلیفہ نے قرآن کی دُرگت کر ڈالی۔ قرآن سے لفظ علیؑ اور آل محمدؐ کو نکال ڈالا جیسا کہ راقم بالا مین اور بھی مصباح الظلم مین دکھلا چکا ہے۔ تمام مردودانِ درگاہ خدا و رسولؐ کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ دوستداران اہل بیت مصطفویؐ کو طرح طرح کی ایذائین پہونچائین۔ بہت سے شریف مسلمانون کو اُن کے وطن سے نکال کر دربدر پھرایا۔ ہر طرح کے فساد کے سلسلے جاری رکھے۔ اہل بیت نبویؐ کی خس برابر بھی توقیر نہین رکھی۔ پھر اس قبیلہ کے ایک خلیفہ نے برحق جانشین رسولؐ کے حق کو چھیننے کے لیے خونریزیان کین اور جب خونریزیون سے اس کا کام نہ نکلا تو فریب دہی کی غرض سے قرآن پاک کے نسخون کو جھنڈون سے آویزان کیا۔ بہت سے سلمانون کو مروا ڈالا۔ اپنے بیٹے کے استخلاف کے لیے بہت سختیان کین۔ ایک فرزند رسول کو زہر دلوا کر شہید کر ڈالا اور اس مظلوم معصوم کے مرنے پر بے انتہا خوشیان کین۔ پھر اس کے بیٹے نے دوسرے فرزند رسولؐ اور عزیزانِ رسولؐ کا خون بڑی بے رحمی کے ساتھ بہایا۔ پھر ہر طرح کی بے عنوانیان اور بے رحمیان تا امامؑ یازدہم خاندان پیغمبرؐ کے ساتھ امتیان محمدی کے ہاتھ سے ظہور مین آتی رہین۔ امتیانِ محمدیؐ نے صرف تسلط ارضی سے جانشینانِ حضرت رسولؐ کو محروم نہین کر دیا۔ بلکہ اُن کی دینی ریاست پر بھی دست برد کر بیٹھے۔ احکام دینی اپنے طور پر جاری کیے۔ مجتہد اصول و فروع بن بیٹھے۔ چنانچہ زیادہ حصہ اُمت محمدیؐ کا اس وقت تک انھین مجتہدانِ اصول و فروع کی تبعیت کی بدولت گمراہ دیکھا جا رہا ہے اور تا قیامت مبتلاے گمراہی رہے گا۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ امتیان محمدی نے دین و دنیا دونون مین خاندان رسولؐ سے بے تعلقی پیدا کر ڈالی۔ حق یہ ہے کہ ایسے اُمتیون نے حدیث ثقلین کی طرف کچھ توجہ نہین کی۔ عترت رسول کی طرف کبھی رُخ نہ کیا اور قرآن کے ساتھ بھی وہی سلوک مدنظر رکھا جو نامسلمان کے سوا کوئی مسلمان نہین رکھ سکتا ہے۔ اس پر بھی ایسے ستم پرور گمراہ افراد

امتیانِ محمدی کہے جاتے ہین نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حق یہ ہے کہ ایسی امت جفا شعار ظلم پرور شقاوت پیشہ محسن کش بد اندیش وغیرہ وغیرہ جیسی اُمت محمدی دیکھی جاتی ہے امم سابقہ مین کوئی امت نہین گزری ہے۔آج بھی اُمت محمدی کا رنگ بانی دینِ اسلام کی اولاد کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا کہ سابق مین تھا بانی دین اسلام کے اہلبیت نہین ہین مگر اُن کے مخالف ابھی تک موجود ہین اور تا قیامت موجود رہین گے راقم آیندہ ایک مختصر تحریر اُمت محمدی کی غدّاری جفا شعاری ظلم پروری وغیرہ وغیرہ کی اس رسالہ مین داخل کردے گا جس سے رحلت رسالت مآبؐ کے وقت سے دو سو ساٹھ برس کے اندر کی بے عنوانیان امت محمدیؐ کی ناظرین پر آشکارا ہوجائین گی۔اس وقت راقم ذیل مین ایک ایسا واقعہ نفرت آگین حوالۂ قلم کرتا ہے جس سے عہد رسالتؐ مآب کے مسلمانون کا نفاق ہویدا ہوتا ہے اور وہ واقعہ حیرت خیز یہ ہے۔

جب منافقون نے دیکھا کہ حضرت رسول استخلاف کی کارروائی بحق علی مرتضیٰ بہ مقام خم غدیر انجام کرچکے اور وہان سے مدینہ کو واپس جارہے ہین تو اس واپسی سفر مین حضرت رسول پر حملہ آور ہوکر حضرت رسول کا کام تمام کرڈالنا چاہا۔ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ کی کارروائی بالا سے اشخاص منافق خوش نہین ہوسکتے تھے چنانچہ عقبہ پر وہ دشمنان خدا بہ ارادۂ قتل آن حضرت آئے۔کوئی شک نہین کہ وہ عاقبت برباد صحابی تھے اور گو اُن کے نام علماء اہل سنت نہین بتاتے ہین مگر وہ ایسے ہی صحابی تھے جن کے دل نفاق سے بھرے ہوے تھے۔اور اُن کے ملعون ماننے جانے مین کسی دوستدار رسولؐ کو عذر نہین ہوسکتا ہے۔بہرحال واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ شب کو براہ عقبہ جاتے تھے۔کہ ایک گروہ صحابی کا اپنے منھ کو ایسا چھپا کر کہ اُن کو کوئی نہ پہچان سکے رسول اللہ پر حملہ آوری کے قصد سے سامنے آکھڑا ہوا حضرت رسولؐ نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ حملہ آورون کو مار ہٹاؤ۔حضرت حُذیفہ نے بے محابا حملہ آورون کے جانوران سواری کو چابک سے مارنا شروع کیا اور وہ بدبخت بھاگ نکلے۔جب حضرت رسولؐ نے حذیفہ سے پوچھا کہ وہ حملہ آور کون تھے تو حذیفہ نے عرض کی کہ مین اُن کو پہچان نہین سکا۔مگر اُن کی سواریون کو پہچان لیا صبح کو اُسید سے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ تمھین خبر ہے کہ منافقون نے کیا کرنا چاہا تھا تو اُسید نے عرض کی کہ آپ فرمائین تو اُن ملاعین کے سر حضور کے پاس لاکر رکھدون۔حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ نہین اگر ایسا کروگے تو لوگ یہی کہین گے کہ جب لڑائی کفار سے طے پاچکی تو محمدؐ نے اپنے اصحاب کا قتل شروع کردیا۔صاحب شواہد النبوت لکھتے ہین کہ حضرت رسولؐ نے حملہ آورون کے نام حضرت حذیفہ کو بتلادیے تھے۔اسی لیے حضرت عمر نے حضرت حذیفہ سے یہ سوال کیا تھا کہ پیغمبر خدا نے اصحاب عقبہ مین میرا نام

کیا یا نہین - یہ سوال کچھ عجب رنگ رکھتا ہے - نہین معلوم کہ آپ کو کیا دغدغہ ہوا کہ ایسا سوال کر بیٹھے
حضرت حذیفہ کا جواب بہت پُرلطف نظر آتا ہے - آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین خیال کر لو کہ اگر تم
اس گروہ مین شامل تھے تو ضرور تمھارا نام حضرت رسول نے لیا ہے اور اگر تم شامل نہ تھے تو تمھارا نام نہین لیا ہے
ہر چند نام لینے اور نہین لینے کا فیصلہ حضرت حذیفہ نے اپنے جواب شایستہ سے خود حضرت عمر کو سپرد کر دیا اور اب حضرت عمر جانین کہ
حضرت رسولؐ نے انکا نام لیا یا نہین مگر یہ جواب حضرت عمر کے سوال سے کم دغدغہ انگیز اور شبہ خیز نہین
معلوم ہوتا ہے - اس جواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ جانتے تھے کہ حضرت رسولؐ
نے حضرت عمر کا نام گروہ حملہ آورون مین لیا ہے - اسلئے اس طرح کا تیکھا ترچھا جواب حضرت حذیفہ
نے حضرت عمر کو دیا - حضرت حذیفہ نے سیدھا اس مضمون کا جواب دینے کے عوض کہ ہان رسولؐ اللہ
نے تمھارا نام لیا ہے جواب مین ایک ایسی بات کہدی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم خود اپنے دل سے
پوچھو کہ رسولؐ اللہ نے تمھارا نام لیا ہوگا یا نہیں - جواب حضرت حذیفہ کا بہت بلیغ نظر آتا ہے - اور
اس سے پورے طور پر مترشح ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت عمر کا نام بھی اصحاب عقبہ مین لیا
تھا - ایسا جواب انسان تب ہی دیتا ہے کہ جب اُسے منظور ہوتا ہے کہ صاف صاف کہدینے
کی حاجت نہین سائل اپنے سوال کا جواب خود ہی دے لے - بہر حال اب راقم اس معاملۂ عقبہ کے
جتنے امور کہ اہل سنت کی کتابون سے دریافت میں آسکے ہین ذیل میں نذر حضرات ناظرین کرتا ہے -

واضح ہو کہ عقبہ کا واقعہ فریقین کی کتابون میں حوالۂ قلم دیکھا جاتا ہے - اس لیے اس کے وقوع
میں کسی کو جاے گفتگو نہین ہو سکتی یہ بھی محقق ہے کہ اس کے ارتکاب کرنے والے حضرت رسولؐ کے
صحابی تھے جو حضرت رسول کی واپسی سفر مدینہ کے شریک تھے ایسا نہ تھا کہ پیشہ ور راہزنون نے حملہ آوری
کا قصد کیا تھا - اس واقعہ کا ذکر مصنفین اہل سنت کرتے ہین - مگر حملہ آورون کے نام نہین بتلاتے ہین
بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالقصد نامون کے درج کرنے مین پہلو تہی کر گئے ہین - اس کے برخلاف
علماے اہل تشیع سالسے حملہ آورون کے نام درج تحریر کرتے گئے ہین - اور اُن حملہ آورون کے نامون
مین حضرات خلفاے ثلثہ کے اسماے گرامی کو بھی داخل کرتے ہین - اگر شیعون کا نام بتانا صحیح ہے
اور کوئی وجہ نہین ہے کہ شخص بے تعصب اُن کے بیان کو اُن کے شیعہ ہونے کی بنیاد پر ضرور ہے
کہ نا قابل اعتبار سمجھے - تو یہ واقعہ حضرات ثلثہ کے لیے نہایت ہولناک اور شرمناک متصور ہے
لیکن یہ واقعہ اس امر سے علیحدہ ہو کر بھی کہ خلفاے ثلثہ اس کے ارتکاب کے شریک نہ تھے پُرہول صورت
رکھتا ہے - کوئی شک نہین کہ اس کے مرتکب کسی حال مین مسلمان کہے جانے کا حق نہین رکھ سکتے ہین

بلا شبہہ یہ صحابی منافق یا کافر کے الفاظ سے یاد کیے جانے کے مستحق نظر آتے ہین اور امر بھی واقعی یہی ہے کہ ایسے صحابی نے دین محمدی کو دین کی حیثیت سے قبول نہین کیا تھا۔ دنیاوی نفع اندوزی کی نظر سے مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ ان کی قبل کی کارروائیون سے بھی ثابت درثابت ہوتا ہے اس واقعہ پر نظر ڈالنے سے صاف طور پر ہویدا ہے کہ رسول اللہ کے ایسے اُمتی حضرات انبیاے سابق کے امتیون سے بدرجہا زیادہ شقی بے اعتبار، ناہنجار وغیرہ وغیرہ تھے۔ مگر چونکہ ایسے بدترکیب افراد صحابی تھے۔ اس لیے اُن کے اچھے مقتدرا اور نیکوکار ہونے مین حضرات اہل سنت کو مطلق جائے عذر نہین دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن ملجم قاتل علی مرتضیٰؑ کا مداح ایک صحابی دیکھا جاتا ہے جس کا نام عمران بن خطان تھا۔ اس کی نسبت قاضی حسین بن محمد فرماتے ہین کہ قاضی ابو الطیب نے خطا کی جو عمران بن خطان پر لعنت کے الفاظ استعمال کیے کیونکہ عمران بن خطان صحابی ہے اور اُس پر لعنت کرنا جائز نہین ہے۔ نیز ابن حجر کتاب الاصابہ مین لکھتے ہین کہ عمران بن خطان سے بخاری اور ابوداؤد نے حدیثین روایت کی ہین اور محدث عثمان البنی نے عمران کو اہل سنت وجماعت مین شمار کیا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ اہل سنت کو اس سے غرض نہین ہے کہ صحابی کو کیسا ہونا چاہیئے اگر کوئی شخص صحابی ہے اور حضرت رسولؐ پر حملہ آوری کا مرتکب بھی ہوا ہے تو بھی وہ قابل قدر شخص ہے اور رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کیے جانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ ایسا دشمن رسول خدا کا رسولؐ وجمیع ملائکہ اور جمیع بنی آدم وجمیع مخلوقات خداوندی کی لعنت بے پایاں کا سزاوار ہے ایسے کو رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کرنا بجاے خود ایک بھاری ارتداد ہے۔ اب حضرات ناظرین معاملۂ عقبہ کے فراز ونشیب پر اپنی توجہ مبذول فرمائیں۔ یہ قصہ حملہ آوری کا سرسری انداز نہیں رکھتا ہے یہ واقعہ پولٹیکل پہلو سے خالی نہین نظر آتا ہے۔ ظاہراً ایسے امور مہم کا وقوع حیرت خیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب اس کی چھان بین کی جاتی ہے تو ایسے واقعہ کا ظہور مین آنا خلاف توقع نہیں دکھائی دیتا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جب حضرت رسولؐ خم غدیر مین پہونچے اور مسلمانون کو بحکم خدا مجتمع کر کے حضرت علیؑ کو اپنے برابر کا مولیٰ بیان کیا اور وہ کارروائیاں عمل مین لائین جن سے علی مرتضیٰ کا استخلاف بین طور پر ظہور مین آگیا حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس مولائیت کی حضرت علیؑ کو مبارکباد بھی دی اور ازواج مطہرات نے بھی مبارکبادیان دین تو جو افراد صحابی سے طالب امارت تھے یا حضرت رسول کی خلافت کا حوصلہ رکھتے تھے اس استخلاف سے بے حد گرفتار یاس ہو گئے گو اپنی آزردگی کا اظہار مقام خم غدیر مین مصلحتاً نہین کر سکے۔ لیکن جب حضرت رسول نے خم غدیر سے مدینہ کی طرف

سفر کرنا شروع کیا اور عقبہ کی راہ سے شب کے وقت تشریف لے جا رہے تھے تو شرکائے سفر سے پندرہ یا سولہ بے دین اپنے چہروں کو چھپا کر اس غرض سے کہ پہچانے نہ جاویں حملہ آوری کے لیے تیار ہو گئے بحکم رسولؐ مقبول حضرت حذیفہ نے حملہ آوروں کی سواریوں کے جانوروں کو چابک لگانا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ کی ہنٹر پھٹکاری سے وہ بے دین بھاگ نکلے۔ جب حضرت رسول نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ وہ بے دین کون کون تھے۔ تو حضرت حذیفہ نے عرض کیا کہ اُن کو پہچانا نہین مگر اُن کی سواریون کو ہم پہچان سکے عقل کہتی ہے کہ اس حملہ آوری کا سبب حضرت علیؑ کا استخلاف ہوا تھا۔ اس استخلاف کے بعد طالبان دنیا کو حصول امارت کا کوئی حیلہ باقی نہین رہ گیا تھا۔ اب ایسے لعینون کو کوئی چارہ اس کے سوا نہین رہا تھا کہ رسولؐ اللہ کو مار ڈالین اور اسلامی سلطنت کو جو ہر طرح کے رگڑے جھگڑے کے بعد استواری کے ساتھ قائم ہو چکی تھی اپنے ہاتھ مین لے لین۔ اُن بے دینون نے حملہ آوری پر آمادگی تو دکھلائی مگر چور اور پھر بے دین چور کا دل ہی کتنا۔ جب ان کے جانورون پر مار پڑنے لگی تو خود بھی دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ بے دین حملہ آور کس قماش کے لوگ تھے۔ علمائے اہل سنت ان کے نام نہین بتاتے ہین۔ فلان فلان کہ کر ٹال دیتے ہین۔ علمائے شیعی تو نام بنام ہر حملہ آور کو بتلاتے ہین اور اُن کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ غلط نہیں بتلاتے ہین۔ مگر راقم اہل تشیع کی کسی تحریر سے سند لینا گوارا نہین کرتا۔ اب حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ جب یہ بات کتب فریقین سے ثابت ہوتی ہے کہ پیشہ ور ڈاکو یا راہزن حضرت رسول پر حملہ آور نہین ہوئے تھے۔ تو ضرور ہے کہ وہ مردمان حملہ آور حضرت رسولؐ کے وہ صحابی تھے جو شریک سفر تھے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ صحابی مہاجرین اور انصار سے مرکب تھے یا صرف مہاجرین تھے۔ فریقین کی کسی کتاب سے انصار کی شرکت حملہ آوری کا پتا نہین لگتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ وہ حملہ آور گروہ مہاجرین سے تھے۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ حرکت مبہم کس قماش کے مہاجرین سے ظہور مین آئی۔ عوام مہاجرین کو استخلاف علیؑ سے نفع و نقصان کی کوئی امید نہین ہو سکتی تھی عوام مہاجرین کے دل و دماغ مین اس کا خیال بھی نہین بندھ سکتا تھا کہ انھین خلافت یا امارت کبھی نصیب ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ افراد خود حضرت رسول کی شہادت کے خواہان حصولِ خلافت یا امارت کی نظر سے نہین ہو سکتے تھے۔ لیکن ایسے اکابر مہاجرین کے اغوا سے جو حصول خلافت یا امارت کا حوصلہ رکھتے تھے ایسے فعل زشت کے مرتکب عوام مہاجرین ہو سکتے تھے۔ ممکن ہے کہ ایسے اکابر مہاجرین بنفس نفیس خود مرتکب حملہ آوری کے نہین ہوئے ہون عوام صحابی سے بسبیل تعلق ایسا فعل قبیح کرایا ہو۔

لیکن حضرت حذیفہ کی ہنر ہیٹکاری سے جو مہاجرین حملہ آور اس قدر مفرور ہو گئے اس سے پیدا قیاس ہوتا ہے کہ ان مین حضرات ثلثہ ضرور تھے اس لیے کہ آپ حضرات مین فرار کر جانے کی صلاحیت فطرتی طور پر موجود تھی۔ بہر حال اگر حضرات ثلثہ خود شریک نہ تھے تو بھی اس کا یقین ہوتا ہے کہ یہ حملہ پولٹیکل غرض سے آپ حضرات کی طرف سے ظہور مین آیا۔ یہ امر کہ آپ حضرات خلافت یا امارت کے حوصلہ سے بھرے ہوے تھے حضرت رسولؐ کے بعد ہی آپ کے حصول خلافت کی کارروائیون سے ثابت ہوتا ہے۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر حملۂ عقبہ کامیابی کی صورت پکڑتا تو حضرت ابوبکر حضرت رسولؐ کی طبیعی وفات کے پہلے ہی خود یا باعانت حضرت عمر خلیفہ بن جاتے۔ اتنی دیر جو حصول خلافت مین حضرت ابوبکر کو لگی حملۂ بالا کی کامیابی کی حالت مین نہین لگتی۔ اہل انصاف غور فرمائین کہ کسی امت سابقہ مین ایسی بدکرداری نہین دیکھی جاتی ہے جیسی کہ ایسے امتیان رسول مقبولؐ مین۔ سچ یہ ہے کہ اگر ایسی اُمت محمدی پر حضرت موسیٰؑ مبعوث کیے جاتے۔ تو اگر حضرت یونسؑ پچاس کوس اپنی اُمت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تو حضرت موسیٰؑ پچاس ہزار کوس ایسی اُمت محمدی سے دور رہو جانا مناسب سمجھتے۔ خدارا اس طرح کے مہاجرین بھی اُمت محمدی کہے جانے کا استحقاق رکھ سکتے ہین غزوات رسول اللہ سے یہ گروہ یا جان چُراتا رہا یا نرغۂ اعدا مین رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگتا رہا۔ اب یہ کرشمہ کیا کہ جب سب لڑائی طے ہو گئی تو حضرت رسولؐ کے شہید کر ڈالنے پر آمادہ ہو گیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ لاحول ثم لاحول۔ اب ذیل مین راقم ایک اور طرفہ معاملہ کو حوالۂ قلم کرتا ہے جس سے امتیان منافق کے اور بھی حیرت انگیز حالات ظاہر ہون گے۔

اپنے آخر وقت مین حضرت رسولؐ نے ایک لشکر حضرت اسامہ کی سرکردگی مین کچھ کفار کے سر کرنے کی نظر سے روانہ کرنا چاہا۔ اول تو سرکش صحابیون نے اُسامہ کی افسری پر اپنی سخت ناراضی ظاہر کی جس کی وجہ سے حضرت رسولؐ کو یہ تکلیف دی گئی کہ آنحضرتؐ بیماری کی شدت مین بعصرا باہر آئے اور منبر پر جا کر یہ فرمایا کہ اُسامہ ہر طور پر افسری کا ویسا ہی سزاوار ہے جیسا کہ اپنے وقت مین اس کا باپ لشکر کی افسری کا سزاوار تھا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لشکر اُسامہ کی جلد تیاری کرو اور جو شخص جیش اُسامہ سے تخلف کرے گا وہ خدا کے نزدیک ملعون ہوگا۔ لشکر اُسامہ کی شرکت کے لیے حکم نبوی یہ صادر ہوا تھا کہ حضرت علیؑ کے سوا کل اعیان مہاجرین وانصار یعنی حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر حضرت سعد بن ابی وقاص۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ لشکر اُسامہ کے ساتھ جاوین مگر جب اسامہ لشکر لیکر مدینہ سے باہر گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر مدینہ ہی مین بیٹھے رہ گئے ایک قدم

تخلف عمر از لشکر اسامہ

بھی گھر سے باہر نہ ہوے - اُسامہ یہ سُن کر کہ حضرت رسولؐ حالت نزع مین ہین مجبوراً اشراف صحابہ کے ساتھ مدینہ کو واپس چلے آئے - (دیکھو تاریخ ابن الوردی - مدارج النبوۃ - اور ملل ونحل شہرستانی) اس تخلف جیش اسامہ اور رعقبہ کی حملہ آوری سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اب حضرت رسولؐ کے صحابی حضرتؐ رسول کی نافرمانی کھلے کھلے طور پر کرنے لگے تھے - ہرچند ان دو واقعون کے پہلے بھی اکابر مہاجرین نافرمانی کے مرتکب ہوتے گئے تھے، جیسے حکم نبوی کے خلاف جہاد سے جی چراتے گئے تھے - یا میدان جنگ سے فرار پر فرار اختیار کرتے گئے تھے - مگر معاملۂ عقبہ اور تخلف جیش اسامہ سے صاف صاف طور پر عیان ہوتا ہے کہ اب اکابر صحابہ کی نافرمانی برملا اندازگی ہو گئی تھی - اور کوئی شک نہین کہ اگر تھوڑے دن اور بھی رسول اللہ زندہ رہ جاتے تو وہ اکابر صحابہ حضرت رسولؐ سے پورے طور پر بغاوت کر بیٹھتے - اور حضرت رسولؐ کی ریاست دینی پر اُسی طرح قبضہ کر لیتے جیسا کہ آپ کی رحلت کے ساتھ ہی آپ کی ریاست دینی کے قابض ہو گئے - پوشیدہ نہ رہے کہ تخلف جیش اُسامہ سے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمان - اور آپ کے شرکائے حال کو پورا موقع حضرت رسول کی دینی ریاست پر قابض ہو جانے کا ملا - اگر وہ طالبانِ خلافت لشکر اُسامہ کے ساتھ چلے جاتے تو آسانی کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ حضرت رسول کے جانشین بلافصل قرار پا جاتے - مگر وہ اکابر صحابہ خوب سمجھتے تھے کہ ایسے وقت مین اُن کا مدینہ سے باہر چلا جانا اُن کے مقاصد کے پورے ہونے مین سخت حارج ہوگا اس لیے حضرت رسولؐ کے حکم سے پورے طور پر انحراف کر گئے - اور لشکر اُسامہ کی شرکت کے شرف سے اپنے کو محروم رکھا - یہ نافرمانی کہے دیتی ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ ہرگز دل سے مسلمان نہین ہوئے تھے - اسلام کے پردہ مین اپنے دلی اغراض کا پورا ہونا مدنظر رکھتے تھے - انسان کا مرکوز خاطر کہان تک پنہان رہ سکتا ہے - آخر اکابر مہاجرین کے اسلام کی قلعی کھل ہی گئی - اہل انصاف غور فرمائین کہ اگر وہ اکابر مہاجرین حضرت رسولؐ کو خدا کا رسولؐ سمجھے ہوے تھے اور آنحضرت کی رسالت پر واقعی ایمان لائے ہوے تھے تو آنحضرتؐ کے وقت آخر مین اس طرح کی سخت نافرمانی کے مرتکب نہین ہو سکتے تھے - صاحب ایمان ہو کر لشکر اُسامہ مین داخل ہونے کے عوض حضرات شیخین مدینہ مین بیٹھے نہین رہ جاتے - مطلب تو حضرات شیخین کا یہ تھا کہ جب بہت جلد حضرت رسولؐ ودیعت حیات فرمانے کو ہین اور اگر ہم لوگ مدینہ سے باہر چلے گئے تو ایک عمر کی محنت اکارت جائے گی - مدینہ سے منزلون دور رہ کر حصول خلافت کی کیا صورت پیدا کر سکین گے - تب ایسا ہی ہوتا کہ انھین ثقیفۂ بنی ساعدہ مین جا کر امر خلافت کو اس عجلت سے

ساتھ طے کرڈالنے کا موقع نہین ملتا۔ بحالت موجودہ حضرات شیخین کو مدینہ مین رہ جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر دل سے حضرات شیخین مسلمان ہوئے ہوتے۔ تو حضرات شیخین ایسی سخت نافرمانی کے مرتکب نہین ہوسکتے تھے۔ حسب تحریر علامۂ شہرستانی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کو لشکر اُسامہ کی روانگی اس قدر مدنظر تھی کہ حضرت رسولؐ نے لشکر اُسامہ سے تخلف کرنے والے کو مردود خدا فرمایا۔ کیا جائے شک ہے کہ اگر حضرت رسولؐ نے ایسے تخلف کرنے والے کو مردود خدا بھی فرمایا ہوتا تو اس طرح کا نافرمان مردودِ خدا ہونے کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ المختصر تخلف بالا سے حضرات شیخین اور اُن کے شرکائے حال کے اسلام کی قلعی اچھی طرح کُھل گئی۔ صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے بزرگوار نے دینی غرض سے دین محمدی کو نہین اختیار کیا تھا۔ ہرگز ہجرت کی زحمت دینی غرض سے نہین برداشت کی تھی۔ اسلام کے پردہ مین حصول دنیا ان کا مطلب تھا جس مین وہ بزرگوار پورے طور پر کامیاب ہوتے گئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حضرات اہل انصاف خود تجویز فرمائین کہ یہ کیسی مسلمانی ہے کہ حضرت رسولؐ کسی دینی امر کی نسبت تاکید پر تاکید فرمائین اور اکابر امتیان اپنی فکر مین رہ کر اپنے رسول برحق کی کچھ نہ سنین ایسے اُمتی داخل اُمت نبوی کیونکر سمجھے جا سکتے ہین۔ ایسے متمردین کے جب مسلمان ہونے مین جائے گفتگو ہے تو ایسے متمردین خلیفۂ رسولؐ اللہ کیا ہوسکتے ہین۔ اب آخر مین راقم قصۂ قرطاس حوالۂ قلم کرتا ہے جس سے اور بھی نافرمانی بعض اکابر مہاجرین کی ہویدا ہوگی۔

جب حضرات ثلٰثہ و دیگر صحابی حضرات ثلٰثہ کی ترکیب سے لشکر اسامہ کی شرکت سے کنارہ کش ہوئے اور آنحضرت صلعم کی علالت ترقی کرگئی تو حسب روایت حضرت ابن عباس مندرجۂ صحیح مسلم حضرت عمر اور دیگر اصحاب دولت کدۂ نبوت پر مجتمع تھے۔ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ مین تمہارے لیے کچھ لکھ دون جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں قرآن ہمارے لیے کافی ہے۔ اس بات پر حضار جلسہ مین اختلاف واقع ہوا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسولؐ اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت جو کچھ چاہین تمہارے لیے تحریر فرمائین اور بعض حضرت عمر کے ہمزبان تھے۔ جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ پس حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگون کے شور و اختلاف کی وجہ سے آنحضرت کچھ نہ لکھ سکے۔ صحیح بخاری مین بھی مضمون بالا بروایت سعید بن جبیر اسی طرح مندرج ہے صرف فرق اسی قدر ہے کہ مخالفین کتابت کہنے لگے کہ آنحضرت کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے حالانکہ نبی کریمؐ کے

قصۂ قرطاس

حضور مین تنازع مناسب نہ تھا۔ مسند احمد اور صحیح مسلم مین بھی مضمون بالا افزایش ہذیان کے ساتھ درج ہے۔ مگر شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض مین لکھتے ہین کہ حدیث بالا کے بعض طرق مین ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبرؐ صاحب ہذیان بکتے ہین۔ راقم کہتا ہے کہ حضرت عمر کی درشت خوئی اور درشت گوئی سے کچھ بعید نہ تھا کہ آپ نے ہذیان کی نسبت حضرت رسولؐ کی ذات سے کی ہو اور آپ کی پارٹی کے لوگون نے آپ کی ہمزبانی اختیار کی ہو۔ اس مین شک نہین کہ ہذیان کا لفظ استعمال مین لایا گیا تھا۔ مگر خلاف قرینہ نہین ہے کہ اس کا ابتدائی استعمال آپ کی زبانِ مبارک سے وقوع مین آیا ہوگا۔ جیسا کہ کتاب نسیم الریاض مین درج ہے کہ حدیث بالا کے بعض طرق مین ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبر صاحب ہذیان بکتے ہین۔ آپ کی درشت خوئی اور درشت گوئی سے ایسے لفظ کا استعمال کچھ بعید نہ تھا۔ چنانچہ اس قصۂ قرطاس کے متعلق ایک مکالمہ حضرت عمر کا دیکھا جاتا ہے جس سے آپ کی بے پایان درشت خوئی اور درشت گوئی کا اظہار بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ طبرانی خود حضرت عمر سے روایت کرتے ہین کہ جناب رسولؐ خدا نے بحالت مرض ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ میرے پاس لے آؤ تاکہ مین کوئی ایسی شے لکھ دون جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو۔ مگر کسی نے اس کی تعمیل نہ کی۔ ازواج مطہرات نے پردہ کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم لوگ رسولؐ اللہ کا ارشاد نہین سنتے ہو۔ حضرت عمر نے اُن بیبیون کو جواب دیا کہ تمھاری مثال صواحبات یوسف کی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیماری مین روتی ہو اور بوقت صحت اُن کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان عورتون سے متعرض نہو۔ یہ تم سے پھر غنیمت اور بہتر ہین۔ راقم کہتا ہے کہ یہ فرمودہ رسول خدا کا ہے ہرگز غلط نہین ہو سکتا۔ واقعی وہ بیبیان حضرت عمر سے غنیمت اور بہتر تھین۔ اس لیے کہ اسلام کے تمام فسادات کی بنا حضرت عمر ہوئے ہین جیسا کہ راقم نے مصباح الظلم مین دکھلایا ہے اور اس کتاب مین بھی کافی طور پر درج ہے۔ خیر۔ اب حضرات ناظرین حضرت عمر کی درشت گوئی مندرجۂ بالا پر نظر توجہ ڈالین۔ معاذ اللہ۔ ایسی زبان آدمی کی ہو سکتی ہے جس مین بے ہنگامی۔ سنگ دلی۔ بداخلاقی۔ بے ادبی۔ دل آزاری بدترکیبی دل خراشی وغیرہ وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ اگر ایسی زبان نے ہذیان کی نسبت حضرت رسولؐ کی طرف کی ہو تو کیا جاے تعجب ہے۔ یقین تو اسی کا ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ہذیان کا لفظ ابتدائً ضرور استعمال کیا تھا۔ حضرات ناظرین انصاف فرمائین کہ یہ کون موقع اس طرح کی تقریر کرنے کا تھا اور وہ بھی عورتون کو خطاب کر کے۔ لاحول۔ ثم لاحول۔ کہان حضرت رسول مرض الموت مین مبتلا ہین قوم کو گمراہی سے

بچانے کی نظر سے کچھ اشد ضروری امر حوالۂ قلم کرنا چاہتے ہیں اور نافرمان اُمت حکم نبوی سے انحراف کر رہی ہے۔ یا کہیئے کہ ایسی باغی ہو رہی ہے کہ آخری حکم کی تعمیل سے انکار کر رہی ہے۔ ایسی حالت مین بیچاری ازواج مطہرات کا مضطربانہ یہ فرمانا کہ حضرت رسولؐ سامان کتابت مانگتے ہین تو سامان کتابت کیون فراہم نہین کیا جاتا ہے کس قدر قرین فطرت نظر آتا ہے۔ مگر حضرت عمر ہین کہ امہات المومنین پر برس پڑتے ہین اور انھین صواحبات یوسفؑ کہہ کر ان کی غایت درجہ کی دلشکنی کے باعث ہوتے ہین۔ خدارا۔ ایسا بد ترکیب مزاج انسان کا ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے مزاج کا آدمی کبھی حضرت رسولؐ کا خلیفۂ برحق سمجھا جا سکتا ہے۔ لاحول ثم لاحول۔ کوئی تعجب نہین کہ ایسی درشت گوئی سے حضرت رسولؐ کو بڑی ایذا پہونچی جو آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ ان عورتون سے متعرض نہو وہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہین۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ وہ عورتین حضرت عمر سے اس معنی کر کے بہتر تھین کہ اُن عورتون نے بنا اُن فسادات کی نہین ڈالی جن کی وجہ سے حضرت علیؑ کو سخت ایذائین پہونچین۔ حضرت خاتون جنت اپنے حقوق سے محروم کی گئین۔ حضرت ممدوحہ کے گھر جلائے جانے کا سامان کیا گیا۔ امارت خاندان پیغمبر سے منتقل ہو کر بنی تیم اور بنی عدی اور بنی اُمیہ مین چلی گئی۔ عہد خلافت ظاہری مین خلیفۂ برحق علی مرتضیٰؑ خلافت سے معزول کر دیے گئے۔ حضرت کا تسلط ارضی باقی نہین رہا۔ امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا یا گیا۔ خاندان پیغمبر کا قریب قریب خاتمہ دشت کربلا مین ظہور پذیر ہوا۔ پھر بقیہ اللہ خاندان پیغمبر امام عسکری علیہ السلام تک شہید ہوا کیے۔ دین رسول اللہ مین طرح طرح کی رخنہ اندازیان ہوتی گئین۔ قرآن سے حضرت علیؑ کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت رسول کی آل کا ذکر قرآن سے نکال دیا گیا۔ پھر بہت کچھ سادات کشیان ہوتی رہین۔ حضرت رسول کا دین خراب ہو کر عالم مین رواج پذیر ہو۔ اور آج تک وہی عناد خاندان رسولؐ کے ساتھ اس خراب کردہ دین کے پیروان کو ہے جو سابق مین پیدا ہو گیا تھا۔ کوئی شک نہین کہ یہ فرمانا رسول اللہ کا حضرت عمر سے کہ وہ عورتین پھر بھی تم سے غنیمت اور بہتر ہین نہایت درست اور بجا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت نبیؐ بے سروپا باتین نہین فرماتے تھے۔ آنحضرتؐ وما ینطق عن الھویٰ کے تمام تر مصداق تھے۔ واضح ہو کہ قصۂ قرطاس کے بیان پر درج کرنے سے راقم کی یہ مراد نہین ہے کہ حضرت رسولؐ کیا حوالۂ قلم فرمانے کو تھے۔ دشمنان خاندان رسالتؐ خوب دل مین جانتے ہین کہ آنحضرتؐ کیا تحریر فرمانے کو تھے۔ غرض راقم کی بیان پر اس اعادہ سے اسی قدر ہے کہ اہل انصاف دیکھین کہ امتیان محمدی کی افتاد مزاج کسقدر نافرمان واقع ہوئی تھی۔ ایسے امتیان محمدی کے تمام برتاؤ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے امتیون نے دین محمدی کے لیے اسلام نہین قبول کیا تھا۔ ان کی غرض اسلام کے قبول کرنے سے صرف اسی قدر تھی کہ مال وجاہ کے

حصول کی صورت پیدا ہو جائے اور کوئی شک نہین کہ اسلام کے قبول کرنے سے اُن طالبان دُنیا کی غرض پوری ہو گئی - لاحول - ثم لاحول -

راقم کی تحریر بالا سے حضرات ناظرین پر روشن ہو گیا ہو گا کہ امتیان محمدی کا کیا طور جناب رسالت مآب مین تھا اور آن صلعم کی رحلت کے بعد کیا رہا - امیر معاویہ صاحب کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی ہو گی کہ آپ کس ترکیب کے بزرگ تھے - طالبان اطلاع اب آپ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ امام حسن علیہ السلام کو کس مجبوری سے معاملۂ صلح پیش آیا تھا - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - یہ مصالحہ کیا تھا - اس مصالحہ کی بدولت جو کچھ دینی اور دنیوی ثروت خاندان پیغمبر کی دنیا مین رہ گئی تھی بہ اسباب ظاہر پورے طور پر زوال پذیر ہو گئی حضرت شیخین خلیفہ بن کر اُس ثروت کے زوال کی بنا ڈال چکے تھے مگر امیر معاویہ نے اس ثروت کا خاتمہ کر ڈالا پوشیدہ نہین ہے کہ حضرات شیخین بنی ہاشم کی اس ثروت کو بنی تیم اور بنی عدی کی طرف منتقل کر ہی چکے تھے اور بنی اُمیہ کو اس ثروت کے حاصل کر لینے کی راہ پر لا ہی چکے تھے - پس جب بنی اُمیہ مین اس ثروت کے غصب کر لینے کی قدرت پورے طور پر پیدا ہو گئی تو وہ ثروت آسانی کے ساتھ بنی امیہ کی طرف منتقل ہو گئی - حق یہ ہے کہ بنی ہاشم کے تباہ و برباد کر ڈالنے کا ابتدائی اور انتہائی الزام سب کا سب تمام حضرات شیخین پر عائد ہوتا ہے - لاریب حضرات شیخین نے بنی ہاشم کی تباہی اور بربادی کی ابتدا کی اور بنی اُمیہ نے اس کا تکملہ کر ڈالا - واہ واہ - کیا کہنا ہے - امتیان محمدیؐ نے حدیث ثقلین پر خوب ہی عمل کیا - واہ رے امتیانِ محمدی کا اسلام - اگر امتیانِ محمدیؐ کا ایسا ہی اسلام تھا - تو کفر و نفاق کسے کہتے ہین

مظالم امتیان بعد رحلت آن صلعم

اب راقم رحلت رسول خدا کے وقت سے جو جو نامحمود برتاؤ خاندان پیغمبر کے ساتھ امتیان محمدیؐ کی جانب سے از وقت علی مرتضیٰ تا عہد امام حسن عسکریؑ ظہور مین آتا گیا ہے مختصر طور پر ذیل مین حوالۂ قلم کرتا ہے -

اول قابل الذکر مصائب حضرت سیدہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے ہین - شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اپنی کتاب رویائے صادقہ مین لکھتے ہین کہ "جو شخص وفات رسول صلعم سے سب سے زیادہ متاذی ہوا وہ فاطمہؑ تھین - والدہ پہلے مر چکی تھین - اب مان باپ دونون کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے - دین و دنیا دونون کے بادشاہ - ایسے باپ کا سر پر سے سایہ اُٹھ جانا اُس پر سے حضرت علی کا خلافت سے محروم رہنا - نمک بر جراحت - ترکۂ پدری باغ فدک کا دعوی کرنا اور مقدمہ کا

ہارجانا کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے۔ تو وہ زہر کھا کر مر رہتا۔ مگر اُن کے صبر و تحمل انھین کے ساتھ تھے۔ پھر انھین صدمون مین گھُل گھُل کر چھ مہینے کے اندر انتقال فرما گئین۔ اور جتنے دن زندہ رہین اُن لوگون سے جنھون نے اُن کو رنج دیے تھے نہ بولین اور نہ بات کی۔ یہان تک کہ اُن لوگون کو اپنے جنازے پر آنے کی منادی (منع دہی) کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئین۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مانا کہ اُن کا غصہ کسی قدر بے جا بھی تھا۔ تاہم اُن کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے۔ فاطمہ کے دل غمزدہ کو خوش کرنے کے لیے، علیؓ کو اگر وہ نا اہل بھی تھے۔ برائے نام خلافت دے دی ہوتی، اور خود انتظام کیا ہوتا۔ خیر۔ خلافت تو کون دیتا تھا۔ مگر باغ فدک کے دیدینے مین کون سی قباحت تھی غایت مافی الباب حدیث نحن معاشر الانبیا لانرث ولا نورث ماترکناہ صدقہ۔ کے خلاف بھی ہو تو ہو۔ گناہ اگر ہوتا۔ تو فاطمہ پر ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھاتین۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبویؐ کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم واقعات پیش آئے کہ اُن کا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اُس مین ضعف آگیا اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جسکی نظیر تاریخ مین ملنی مشکل ہے۔ وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانون سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو تو دنیا مین منھ دکھلانے کے قابل نہین رہے"۔

واضح ہو کہ جناب شمس العلما، حافظ نذیر احمد صاحب سُنّی مذہب کے ایک معروف عالم تھے مذہب اہل سنت سے پوری اطلاع رکھتے تھے۔ اُن کی تصنیف کتاب امہات المومنین سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت سُنّی بھی تھے۔ مگر آپ کی تحریر بالا اس رنگ کی نظر آتی ہے جو خیالات اہل تشیع کے ساتھ بہت موافقت رکھتی ہے۔ راقم شمس العلما، صاحب کی تحریر بالا پر ذیل مین اظہار رائے کرتا ہے حضرات ناظرین اپنی توجہ مبذول فرمائین۔

شمس العلما فرماتے ہین کہ "جو شخص وفات رسول صلعم سے سب سے زیادہ متاذی ہوا وہ فاطمہ تھین۔ کوئی شک نہین یہ قول آپ کا نہایت درست اور بجا ہے۔ ثبوت غمزدگی مین آپ فرماتے ہین کہ والدہ پہلے مر چکی تھین۔ اب مان باپ دونون کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا دونون کے بادشاہ۔ ایسے باپ کا سر پر سے سایہ اُٹھ جانا"۔ حضرت سیدہ نے اپنی غمزدگی اور آفت رسیدگی کو اپنے ایک مشہور و معروف اور مطول و مفصل خطبہ مین بیان فرمایا ہے۔ اُس کا اعتراف علماے اہل سنت نے کیا تو ضرور ہے۔ مگر مذہب اہل سُنت کو اس سے ضرر مترتب ہونے کے خوف سے کسی سُنی مصنف نے اسے بالتفصیل حوالہ قلم نہین کیا ہے۔ علامۂ سبط جوزی نے اپنی کتاب خواص الآئمہ

مین اور زمخشری نے فائق اپنی کتاب اللغت مین اور ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب نہایہ مین جستہ جستہ اس کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال وہ خطبہ فکر و تلاش سے دستیاب ہوگیا ہے اور ذیل مین حضرت سیدہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے درد انگیز اور مصیبت خیز اشعار کا ترجمہ خلاصہ کے طور پر حوالۂ قلم کیا جاتا ہے شعر اوّل۔ آپ کے بعد جو فتنے پیدا ہوئے وہ اگر آپ زندہ رہتے تو کبھی پیدا نہ ہوتے۔

۲۔ ہم آپ کی مفارقت مین آپ کو اس طرح ڈھونڈھتے ہین جس طرح خشک سالی مین زمین پانی کے قطرات کو ڈھونڈھتی ہے۔

۳۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھ آفت رسیدہ اور غم دیدہ سے ساری دنیا پھر گئی۔ اور آپ کی اُمت کی قوم مین رخنے پڑ گئے۔

۴۔ آپ کے پیارے نواسے مصیبت مین گرفتار ہو گئے۔ اور آپ کی ناز پرورد وہ بیٹی پر مصیبت کا آسمان ٹوٹ پڑا۔

۵۔ مجھ غریب پر دُنیا کی وسعت ایسی تنگ ہوگئی ہے کہ اب اس حرمان نصیب کو ایک دم کی زندگی بھی گوارا نہین ہے۔

۶۔ اگر یہ مصیبت زدہ بیٹی آپ کے سامنے خاک کا پیوند ہوگئی ہوتی تو آج ظالمون کے ہاتھون اس بُرے درجہ تک نہ پہونچتی۔

۷۔ چارون طرف سے دشمنون کا ہجوم مجھکو گھیرے ہوئے ہے۔ اُن کی نگاہون مین نہ میری کوئی عزت باقی رہی ہے نہ میری حُرمت۔

۸۔ دُنیا مین ہر شخص واحد کو اُس کا مقسوم الیہ ملتا ہے۔ مگر مین ایسی زبون نصیب ہون کہ میرا حصّہ مجھے نہین دیا جاتا۔

۹۔ میرا حق چھین لینے کے بعد بھی ظالمین باز نہین آتے اور ستائے جاتے ہین اور مین خوب جانتی ہون کہ ایک آپ کے نہ رہنے سے یہ بلا مجھ پر آئی۔

۱۰۔ مدت کی چھپی ہوئی دشمنی کو دشمنون نے اُسی وقت سے ظاہر کیا جس وقت سے آپ نے خلد برین مین قیام فرمایا۔

۱۱۔ افسوس وہ گھر ویران پڑ گیا جس مین کلام خدا کی آیتین نازل ہوا کرتی تھین اور فرشتگان جوق جوق آیا کرتے تھے۔

۱۲۔ افسوس وہ جمال جہان تاب میری غم دیدہ آنکھون سے پوشیدہ ہوگیا جس کی شعاع نور چارون طرف

ضیا افگن رہا کرتی تھی۔

۱۳۔ جیسی مصیبت مجھ ایسی مصیبت نصیب پر پڑی ہے وہ آج تک کسی فرد واحد پر نہ پڑی ہوگی۔ مگر با این ہمہ مین اُس پر صبر کرتی ہون۔

۱۴۔ اے والد بزرگوار۔ میری عمر تمام دن رات گریہ وزاری مین کٹ جائیگی اور مین یقین کرتی ہون کہ اب مجھے ہمیشہ روتا ہی رہنا پڑے گا۔

شمس العلما صاحب کا یہ تحریر فرمانا۔ کہ "سب سے زیادہ حضرت فاطمہؑ رحلت رسول اللہ سے متاذی ہوئین" حضرت سیدہؑ کے اشعار بالا سے تمامتر درست ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُن اشعار سے اُن مضامین افزایش غم کا بھی اظہار ہوتا ہے جس کی نسبت علامۂ ممدوح یہ فرماتے ہین کہ اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا وغیرہ وغیرہ الی آخرہ۔

شمس العلما صاحب سنّی ہوکر یہ بھی فرماتے ہین کہ "مانا کہ اُن کا غصہ کسی قدر بیجا بھی تھا۔ تاہم اُن کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے۔ فاطمہؑ کے دل غمزدہ کو خوش کرنے کے لیے"۔ راقم کہتا ہے کہ مظلومہ کے باپ کا پاس خلافت طلبون کو مظلومہ کے باپ کے عہد مین کیا مدنظر رہا تھا کہ اب وہ مظلومہ کی رضامندی کا خیال مظلومہ کے باپ کی رحلت کے بعد کرتے عہد رسالت مآب مین تو وہ طالبانِ خلافت رسولؐ خدا کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ مین ایک صاحب شک فی النبوت کا اظہار کر چکے تھے۔ رسولؐ اللہ پر عقبہ کے مقام مین رات کو وہ طالبِ دُنیا حملہ آوری کی کارروائی اختیار کر چکے تھے۔ جیش اُسامہ کی شرکت سے اپنے کو محروم کر چکے تھے۔ اور وقت آخر مین امر ہدایت کی کتابت سے حضرت رسول کو مانع آچکے تھے۔ پس ایسے حضرات حدیث ثقلین پر کیا عامل ہو سکتے تھے۔ کچھ تعجب کی بات نہین ہے جو ایسے حضرات اُس مظلومہ کے حقوق کو پیش نظر رکھ کر اُس مظلومہ کی خوشنودی کی طرف کوئی توجہ نہین کر سکے۔ شمس العلما صاحب نہایت دلسوزی کیساتھ یہ بھی ارقام فرماتے ہین کہ "حضرت فاطمہؑ کو خوش کرنے کے لیے، علی کو اگر وہ اہل ہی نہ تھے برائے نام خلافت دیدی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا"۔ تنزلاً شمس العلما صاحب ایسا کلمہ حوالۂ قلم فرماتے ہین۔ مگر غاصبانِ خلافت نے اتنا بھی نہین کیا۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہین "خیر، خلافت تو کون دیتا تھا" آپ کا یہ کلمہ ایک بہت بلیغ انداز رکھتا ہے۔ حاصل شدہ خلافت کا دیدینا تو خیال سے باہر تھا۔ ظاہر ہے کہ خلافت دیدینے کے لیے نہین غصب کی گئی تھی۔ اس کے بعد آپ باغ فدک کی نسبت بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنی پسندیگی کا اظہار فرماتے ہین اور معاملۂ فدک کو جس پہلو پر کہ وہ طے پایا مقدوح قرار دیتے ہین۔

راقم کہتا ہے کہ اگر طالبان خلافت نے ایسا کیا ہوتا، کہ علی مرتضیٰؑ کو برائے نام ہی سہی خلیفہ بنا دیا ہوتا اور انتظام خلافت خود کرتے رہتے تو چنداں امر خلافت مقدوح صورت مین نظر نہ آتا۔ رسول اللہؐ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح اپنے وقت مین رسول اللہ سردار دین و ملک تھے علی مرتضیٰ بھی آپ کے بعد اسی طرح سردار دین و ملک مانے جاتے۔ ایسی صورت مین اسلام کا کام نہایت آسانی اور یک جہتی کے ساتھ انجام پاتا۔ مگر طالبان خلافت کے نفاق نے ایسا ہونے نہ دیا۔ طالبان خلافت ایسی راہ چلے جس کے باعث اسلام کی یک جہتی بالکل رخصت ہوگئی۔ اسلام میں سول وار (Civil wars) کی بنیاد ڈالی گئی جس سے آگے چل کر اختلافات مذہبی پیدا ہوگئے۔ اور خونریزیاں اُسوقت تک سلطنت عرب مین جاری رہین۔ کہ جب تک کہ سلطنت تاتاریوں کے ہاتھ سے معدوم نہین ہوگئی۔ کوئی شک نہین کہ رسولؐ اللہ کے مرکوز خاطر کے بڑے مخالف حضرت عمر نظر آتے ہین اگر آپ نہ ہوتے تو خلافت کا معاملہ اسی طرح طے پا جاتا جیسا کہ حضرت رسولؐ چاہتے تھے۔ مگر آپ کی تنگ چشمی اور تنگ حوصلگی نے ایسا ہونے نہ دیا۔ یہ آپ کی تنگ چشمی اور تنگ حوصلگی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس سے بہت نتائج بد پیدا ہوتے گئے اور آج بھی پیدا ہوتے جاتے ہین۔ حضرت رسول خدا کا پولیٹیکل منظر بہت وسیع تھا۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا دائرۂ نظر بہت ہی تنگ نظر آتا ہے۔ اگر حضرت عمر مین سچی پولیٹیکل قابلیت ہوتی یعنی اگر آپ درحقیقت دین اسلام اور سلطنت اسلامی کے خیر خواہ ہوتے تو نفسانیت کو اسلامی امور مین دخل نہونے دیتے آپ نے اپنی ناہمواری طبع اور کج مزاجی سے خلافت کو ایک امر پُرا ز فتنہ بنا دیا۔ اگر آپ سچے پولیٹیشن ہوتے تو علی مرتضیٰ کی عداوت کو اپنے افعال و اقوال مین دخل پانے نہ دیتے۔ آپ ایک چھوٹے حوصلے کے پولیٹیشن نظر آتے ہین۔ دین اسلام اور سلطنت اسلام کی بہی خواہی پر اپنی پارٹی کی بہی خواہی کو مرجح جانتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عثمان کو اپنے بعد خلیفہ بنانے مین طرح طرح کے ایچ پیچ سے کام نہ لیتے۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان سے بمراحل زیادہ قابل خلافت بہت اشخاص اس وقت موجود تھے حضرت عثمان حضرت علی مرتضیٰؑ کے مقابلہ مین تو لاشے ہی تھے مگر اور بھی مہاجرین اور انصار مین ایسے لوگ موجود تھے جو حضرت عثمان سے بدرجہا بہتر خلافت کا انتظام کر سکتے تھے۔ کاش عشرۂ مبشرہ سے ہی کوئی خلیفہ یا اور کسی شخص کو خلیفہ انتخاب کر لیا ہوتا۔ تو وہ ضرور حضرت عثمان سے بہتر خلیفہ ثابت ہوسکتا۔ مگر منظور تو تھا علی مرتضیٰ کو زک دینا۔ اور بنی ہاشم کو خلافت یا حکومت سے محروم رکھنا یہیں حضرت عثمان کی خلافت کا سامان کرکے آپ راہی ملک بقا ہوگئے۔ حق تو یہ ہے کہ اس ترکیب سے حضرت عمر نے حضرت عثمان کو صرف خلیفہ ہی نہیں بنا ڈالا بلکہ حضرت رسول کی دینی ریاست کو بھی بنی اُمیہ کے

مسٹر الطاف احمد صاحب کی تحریر باصواب پر راقم کی عرض

حوالہ کردیا۔

جناب شمس العلماء صاحب آخر مین تحریر فرماتے ہین کہ "سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیتؑ نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے نا ملائم واقعات پیش آئے کہ اُن کا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا۔ اُس مین ضعف آگیا"۔ راقم کہتا ہے کہ اُن نا ملائم واقعات کے پیش لانے والے حضرت عمر ہوے اور اُن کی تبعیت مین حضرت ابوبکر اور دیگر منافقین، بہ اغوائے حضرت عمر حضرت ابوبکر حضرت علیؑ سے طالب بیعت ہوئے۔ اس طلب بیعت مین حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ پر حضرات شیخین کی طرف سے وہ شدتین ہوئین کہ خدا تیری پناہ۔ حضرت عمر کو حضرت ابوبکر نے آگ دے کر خانۂ خاتون جنت کے جلانے کے لیے بھیجا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے خانۂ مظلومہ مین آگ لگادی۔ کس بے ادبانہ طریقہ سے حضرت عمر حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ سے ہمکلام ہوئے۔ اور روز بیعت حضرت عمر نے حضرت خاتون جنتؑ کے بطن شریف پر ایسی ضرب لگائی کہ حمل اس مظلومہ کا ساقط ہوگیا اور اسی صدمہ سے وہ معصومۂ مظلومہ باپ کے انتقال کے چھ مہینے کے اندر جان بحق تسلیم ہوگئین۔ پھر فدک کا قصہ برپا ہوا حضرت ابوبکر نے بہ اغوائے حضرت عمر ایک عجب انصاف کش فیصلہ حضرت مظلومہ کے خلاف مین صادر فرمایا۔ اہل بیت نبوی کا ادب و لحاظ کیسا۔ حضرت عمر حضرت مظلومہ کی نسبت بڑی حقارت کے ساتھ بول اُٹھے کہ "فاطمہ از زنے بیش نیست"۔ یہ گستاخی اور خاتون جنت کی جناب مین۔ آسمان ٹوٹ کر زمین پر کیون نہین گر پڑتا ہے۔ ہان ایک وقت داور محشر کے آگے آنیکو ہے تب معلوم ہو جائیگا کہ فاطمہؑ کیا ہین اور اُن کے ستانے والے حضرت عمر اور تابعین حضرت عمر کیا ہین۔ "از مکافات عمل غافل مشو"

تحریر بالا کے بعد جناب شمس العلماء رقم فرماتے ہین کہ "اور وہ یعنی ادب و لحاظ مین ضعف کا آنا منجر ہوا اُس ناقابل برداشت واقعۂ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ مین ملنی مشکل ہے"۔ شمس العلماء صاحب کا قول بالا تمامتر راستی سے مملو ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرات شیخین اور اُن کے تابعین نے اہل بیتؑ نبوی کے ساتھ حد درجہ کی بے عنوانی شروع کی جس سے دیگر امتیان محمدیؐ نے بھی وہی بے عنوانی کی کی راہ اختیار کی۔ رفتہ رفتہ جب اہل بیتؑ نبوی کی کوئی عظمت امتیان گمراہ کی آنکھون مین نہین رہی تو واقعۂ کربلا کا ظہور مین آجانا خلاف فطرت نہوا۔ سچ پوچھیے تو حضرات شیخین نے واقعۂ کربلا کا تخم ثقیفہ بنی ساعدہ مین بویا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ تخم درخت ہوا۔ پھر ایسا ثمر لایا کہ جس سے قریب قریب اہلبیت نبوی کا خاتمہ ہوگیا ؎ چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ۔ کہ کشتہ شد حسینؑ اندر ثقیفہ۔ حق تو یہ ہے کہ جس تخم کو حضرات شیخین نے ثقیفہ مین بویا تھا اُس سے جو درخت پیدا ہوا وہ صرف واقعۂ کربلا کا ثمر نہین لایا

بلکہ اُسی تخم کی بدولت امام حسنؑ کی جان اور بھی بقیہ ائمہ یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام تک کی جانین تلف ہوتی رہین۔ بلکہ اگر علی مرتضیٰ کے ادب و لحاظ مین حضرات شیخین امتیان گمراہ کو کمی کی راہ نہ سوجھائے تو اسس کا یقین ہے کہ علی مرتضیٰ کی شہادت بھی ظہور مین نہین آتی۔ کوئی شک نہین کہ جتنی مصیبتین اہلبیت پر لاحق ہوگئین بلا شبہہ حضرات شیخین ان کے جواب دہ نظر آتے ہین۔ تماشا تو یہ ہے کہ خاندان رسالت کے ساتھ حضرات شیخین صرف خود ہی بے اعتنائیون کے عامل نہ ہوئے بلکہ آئندہ کی بے اعتنائیون کے لیے ایک مردود قبیلہ کو بھی تیار کر دیا جو برسون اہلبیت نبوی کے ساتھ بے اعتنائیان کرتا رہا اور اس وقت بھی اس قبیلہ کی نسل جہان جہان نظر آتی ہے آل نبی کے ساتھ وہی عناد رکھتی ہے جو عناد معاویہ یزید مروان وغیرہ وغیرہ اور بھی معاویہ اور یزید کی ترکیب کے خلفا و غیر خلفاے بنی اُمیہ کے دلون مین جگہ کیے ہوئے تھا۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ واقعۂ کربلا اسی تیار کردہ قبیلہ کی بے اعتنائیون کا ایک جلوہ ہے۔ جناب شمس العلما صاحب اپنی آخری تحریر مین واقعۂ کربلا کو ایسا ناقابل برداشت واقعہ ارشاد فرماتے ہین کہ "جس کی نظیر تاریخ مین ملنی مشکل ہے" یہ فرمودہ آپ کا تمامتر قرین صحت ہے۔ سواے یزیدیون کے جن کے وجود سے ہندوستان پاک نہین ہے اور جنکو قول بالا قابل اعتراض نظر آئے تو آئے ورنہ اس کی صحت مین کسی اسلامی فرقہ غیر متعصب کو مجال گفتگو نہین ہوسکتی۔ قول بالا کے بعد جناب شمس العلما واقعۂ کربلا کی نسبت فرماتے ہین کہ "وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانون سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو تو دنیا مین مُنھ دکھانے کے قابل نہین رہے" یہ قول بھی جناب ممدوح کا راستی سے مملو ہے۔ مگر مخالفان اہل بیتؑ پہلے بھی اور آج بھی "ایک طور پر حیا چہ کتی ست کہ پیش مردان بیاید" کے مصداق دیکھے جاتے ہین۔ امتیان گمراہ کی بے حیائی کا حال کیا کوئی لکھے۔ یہ گمراہ حضرت رسولؐ کی رحلت کے پہلے اور بعد بھی یکسان طور پر حیا سے بے سروکار رہے ہین۔ اگر اُن کو کچھ بھی حیا ہوتی تو ان مین کے ایک صاحب بوقتِ ہجرتِ حضرت رسولؐ دو سو درہم کا خریدا ہوا اونٹ حضرت رسولؐ کے ہاتھ نو سو درہم کو نہین بیچتے۔ یہ لال سوداگری کسی شریف و وضیع سے ظہور مین نہین آسکتی ہے۔ حیا ہوتی تو جہاد فی سبیل اللہ سے جی چرانے والے چُلو بھر پانی مین ڈوب مرتے۔ حیا ہوتی تو کسی معاملۂ صلح مین شک فی النبوۃ کا اظہار کرکے زندہ رہنا گوارا نہین کرتے حیا ہوتی تو مبارکباد مولائیت حضرت رسولؐ کے جانشین برحق کو دیکر خلافت کو اپنی جانب منتقل کر لینے مین کوئی دقیقہ جانشین برحق کی حق تلفی کا اُٹھا نہین رکھتے۔ اگر حیا ہوتی تو ضرور ایسے غصب حق کے بعد اپنے کو ہلاک کر ڈالتے یا پھر کسی کو منھ نہین دکھلاتے۔ حیا ہوتی تو بوقت شب واپسی سفر مدینہ کی حالت مین حضرت رسولؐ پر حملہ آور نہ ہوتے اور حملہ آور ہونے کے بعد بر ملا حضرت رسولؐ سے یہ نہ پوچھتے

کہ میرا نام تو حملہ آورون کی فہرست مین نہین ہے۔ ایسے حملہ آور کمال بے حیائی کے ساتھ زندہ رہنا کیونکر قبول کرسکے۔ تقاضاے حیا سے پیوند خاک کیون نہین ہو گئے۔ حیا ہوتی تو حکم حضرت رسولؐ کے مطابق اسلامی لشکر کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑنے کو بلا عذر چلے جاتے۔ مدینہ مین بیٹھے نہین رہ جاتے اور اپنے کو مردود خدا نہین بناتے۔ ایسے فعل کے بعد زندہ رہنا کوئی حیادار انسان گوارا نہین کرسکتا ہے۔ ایسے فعل کے مرتکبون کو ایک چلو پانی مین ڈوب ہی مرنا تھا۔ حیا ہوتی تو حضرت رسولؐ کے وقت آخر مین حضرت رسولؐ کو کتابت ہدایت سے مانع نہ ہوتے اور ہذیان کی نسبت حضرت رسولؐ کی طرف روا نہ رکھتے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب بے عنوانیان اُمت گمراہ کی عہد رسول اللہ کی ہین۔ اب اُن بے عنوانیون کی طرف حضرات ناظرین توجہ فرمائین جو اُمتیانِ گمراہ سے آن صلعم کے بعد ظہور مین آئی گئین۔

وقوع امور ناملائم بعد رحلت آنحضرت صلعم

لاریب عہد حضرت رسولؐ کے امور بالا ایسے دکھائی دیتے ہین کہ اُن کا ظہور کسی سچے مسلمان کی ذات سے بشکل امکان نہین رکھتا تھا۔ ایسی اُمت جس کی بے عنوانیان رنگ بالا کی ہون کیونکر اُمت محمدیؐ کہی جا سکتی ہے۔ بے شک ایسے مسلمان مسلمان نہ تھے بلاشبہہ منافق اور بہ باطن نامسلم تھے اب راقم عہد رسالتمآبؐ کے بعد کی اُمت گمراہ کی بے عنوانیون کو بہ سبیل اختصار درج ہذا کرتا ہے جس سے یہ امر بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ امت گمراہ واقعی اُمت محمدی نہین تھی صرف اُمت محمدیؐ کہلاتی تھی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ اُمت گمراہ حضرت رسول اللہؐ کے آنکھ بند کرتے ہی حضرت رسولؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر ایک طرف دوڑ گئی جہان اس نے امر خلافت کو اپنے اغراض کے مطابق طے کر کے اہل بیت نبوی پر ستم ڈھانا شروع کر دیا اس اُمت گمراہ کی طرف سے اہلبیت نبویؐ کے گھر پر درشت خویون نے چڑھائی کر ڈالی۔ لخت جگر رسولؐ کے گھر مین آگ لگا دی اور ایذا رسانی کی حد نہین رکھی۔ اگر اس امت گمراہ کو خس برابر بھی حیا ہوتی یا دانۂ خردل کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو اس طرح کی حرکتین اس اُمت گمراہ سے ظہور مین نہین آتین۔ منجملہ بے عنوانیون کے ایک بڑی بے عنوانی اُمت گمراہ کی طرف سے جو شکل پذیر ہوئی وہ یہ ہے کہ ان مین سے ایک نے بطن مبارک پر حضرت سیدہ کے ایسی ضرب لگائی کہ اُس مظلومہ کا حمل ساقط ہو گیا اور اس صدمہ سے وہ معصومہ کچھ روز علیل رہ کر اپنے پدر عالی مقام کی رحلت کے چھ مہینے کے اندر رحلت فرما گئین (دیکھو ملل و نحل شہرستانی کتاب العقد ابن عبد اللہ و میزان الاعتدال ذہبی و کتاب معارج النبوۃ) امر خلافت کے طے پاتے ہی جو جو بے ادبیان امت گمراہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ گوارا رکھین اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہین۔ آپ کے پیش نظر اُمت گمراہ نے حضرت فاطمہؑ کے ساتھ جو جو بے عنوانیان کین۔ اس کا جس قدر صدمہ آپ کو پہونچا ہوگا محتاج بیان نہین ہے۔ مگر خود آپ کی ذات کے ساتھ وہ امت گمراہ جس طور پر

پیش آئی کچھ کم قابل حسرت نہین ہے۔ طلب بیعت کی بنیاد پر آپ کا بیت الشرف سے بالجبر خارج کیا جانا اور در بار خلافت تک بشکل اسیر و بزیر حراست دشمنانِ اہلبیت و بصورت ماخوذ لایا جانا سوا ے بڑی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے اور کیا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ واہ وا۔ امت گمراہ نے خوب حدیث ثقلین پر عمل کیا لاحول ثم لاحول۔ دشمنانِ اہل بیتؑ کو اب معلوم ہوتا ہوگا کہ اس حدیث شریف سے انحراف کرنے والے بعد مردن کیسے کیسے عذاب شدید مین مبتلا کیے جا سکتے ہین چھبیس برس تک جناب علیؑ کو اُمتِ گمراہ سے سابقہ رہا اور اس عرصہ مین اُس کی ہر طرح کی بے عنوانیون کا آپ کو سامنا کرنا پڑا۔ پھر جب آپ کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا تو اُمت گمراہ نے آپ کو دم بھر بھی چین سے رہنے نہ دیا یہان تک کہ آپ کی شہادت ظہور مین آگئی۔ آپ کی شہادت بھی اسی اُمت گمراہ کے ایک فرد سے وقوع مین آئی۔ آپ کے بعد اسی اُمت گمراہ نے امام حسنؑ کا کام تمام کر ڈالا پھر اسی اُمت گمراہ نے دشت کربلا مین صرف امام حسینؑ ہی نہین بلکہ قریب قریب تمام خاندان پیغمبر کا خاتمہ کر ڈالا۔ گر برین قوم تو لعنت کنی لعنت باد۔ اس کے بعد امت گمراہ نے بتدریج امام زین العابدینؑ سے تا امام حسن عسکریؑ خون آل محمدؐ کے بہانے مین مطلق پس پیش نہین کیا۔ جناب شمس العلما صرف واقعۂ کربلا کی نسبت یہ فرماتے ہین کہ "وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانون سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو تو دُنیا مین مُنھ دکھانے کے قابل نہین رہے۔" مگر تاریخ و سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُمت گمراہ برابر ایسے افعال قبیح کی عامل ہوتی ہی رہی۔ پس تمام ایسی ناہنجار اُمت اور عہدون کی بھی دنیا مین مُنھ دکھانے کے قابل نہین سمجھی جا سکتی ہے۔ خدا ایسی اُمت کا بروز جزا منھ کالا کرے۔ ظاہرا ایسی دعا کی ضرورت بھی نہین معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ مخالفان اہلبیت کا مُنھ بروز جزا سیاہ ہونے کے سوا اور کیا ہوگا۔

جناب شمس العلما صاحب نے ایک اجمالی صورت مین ایذا دہندگان حضرت خاتون کا ذکر اپنی تصنیف مین فرما دیا ہے۔ مگر راقم کچھ تفصیلی طور پر ان واقعات مظالم کو ذیل مین حوالۂ قلم کرتا ہے تاکہ اشخاص ناواقف اُن سے کافی طور پر باخبر ہو جاوین۔

علامۂ ابی الحدید رقمطراز ہین کہ ابو بکر جوہری اپنی کتاب السقیفہ مین لکھتے ہین کہ جب ابو بکر مسند خلافت پر بیٹھے تو زبیر اور علیؑ اور چند بنی ہاشم خانۂ فاطمہؑ مین تھے۔ عمر اُن لوگون کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے۔ یا تو تم لوگ نکل کر بیعت ابی بکر کی کرو ورنہ یہ گھر مع تمھارے جلا دین گے۔ یہ سُن کر زبیر تلوار لگائے باہر نکل آئے۔ انصار مین سے کسی شخص نے اُن کی گردن پکڑ لی اور بایں وجہ وہ جھک پڑے۔ اور زیادہ ابن لبید اُن سے لپٹ گیا اور تلوار اُن سے لے لی

سلسلۂ ایذا رسانی (marginal, rotated)

ابو بکر نے مسجد سے آواز دی کہ اس تلوار کو پتھر پر دے مارو۔ عمر بن حماش کا بیان ہے کہ مین نے اس پتھر کو دیکھا اُس پر ضرب کا نشان تھا اور کہا جاتا تھا کہ زبیر کی تلوار کا وہ نشان ہے۔ پھر ابو بکر جوہری لکھتے ہین کہ مجھ سے ابو زید ابن شیبہ نے بروایت ابو بکر الباہلی و اسمعیل ابن مجالد و شعبی روایت کی ہے کہ ابو بکر خلیفۂ اول صاحب نے پوچھا کہ زبیر کہان ہین۔ حضرت خلیفہ سے کہا گیا کہ وہ تو علیؑ کے پاس تلوار حمائل کیے ہوئے موجود ہین۔ ابو بکر نے کہا کہ اے عمر کھڑے ہو جاؤ اور اے خالد بن ولید کھڑے ہو جاؤ اور جا کر ان دونون کو میرے پاس لے آؤ۔ پس عمر اور خالد گئے۔ عمر خانۂ فاطمہ کے دروازے کے اندر چلے گئے۔ اور خالد دروازے کے باہر کھڑے رہے زبیر سے عمر نے پوچھا کہ یہ تلوار کیسی ہے۔ زبیر نے کہا کہ اس سے علیؑ کی بیعت کی جائے گی۔ عمر نے وہ تلوار لیکر پتھر پر دے ماری اور اس کو توڑ ڈالا۔ پھر زبیر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال لائے اور خالد سے کہا ان کو پکڑے رکھو پھر علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا اُٹھو اور ابو بکر کی بیعت کرو ورنہ ہم تمھین مارین گے اور قید کرین گے۔ یہ کہکر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ اٹھو۔ علیؑ نے اُٹھنے سے انکار کیا۔ پس عمر نے اُن پر حملہ کیا اور اُن کو بھی اُسی طرح باہر نکال لائے جس طرح زبیر کو باہر نکال لائے تھے۔ اور فاطمہؑ نے یہ تمام اُمور جو اُن پر گزرے اپنی آنکھون سے دیکھے آپ اپنے حجرہ کے دروازہ پر سے پکارین کہ اے ابو بکر کیا تم لوگ خانۂ رسول اللہ کو غارت کرو گے۔ خدا کی قسم مین عمر سے نہ بولون گی جب تک کہ اپنے پروردگار سے نہ ملحق ہون۔

واضح ہو کہ حضرت سیدہؑ کے گھر جلانے کا مضمون تاریخ ابو الفدا۔ اور دیگر کتب تاریخ مین بھی مندرج دیکھا جاتا ہے۔ مورخ ابو الفدا لکھتے ہین کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین لوگ جمع ہوئے اور عمر نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور انھین کی مثال مین اور لوگون نے بھی۔ ربیع الاول کے عشرۂ اوسط سنہ ھ مین ان کی بیعت کر لی بجز ایک جماعت بنی ہاشم و زبیر و عتبہ ابن لہب و خالد ابن سعید ابن عاص و مقداد ابن عمر و سلمان فارسی و ابو ذر و عمار ابن یاسر و براء ابن عازب و ابی ابن کعب۔ یہ لوگ علی ابن ابی طالب کی طرف مائل تھے۔ اسی بنا پر عتبہ ابن ابی لہب نے یہ شعر کہے تھے۔

"مین نہین جانتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم سے اور بنی ہاشم مین خاص کر ابو الحسن سے نکل جائے گا کیا وہ ایمان اور سبقت اسلام کے اعتبار سے سب مسلمانون مین پہلے بزرگ نہین ہین اور کیا وہ علم القرآن و علم الحدیث مین سب لوگون سے زیادہ عالم نہین ہین۔ کیا وہ ایسے بزرگ نہین ہین جو آخر وقت تک رسول اللہ کے ساتھ رہے اور جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کے غسل و کفن مین اُنکی معاونت فرمائی۔ جو اُن مین صفات ہین وہ لوگون مین نہین پائے جاتے اور جو خوبیان اُن مین ہین وہ قوم مین نہین ہین" مورخ بالا پھر لکھتے ہین کہ ابو بکر نے عمر ابن الخطاب کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ علیؑ اور ان کے ہمراہیون کو فاطمہ کے گھر سے نکال دو

اور یہ بھی کہدیا کہ اگر وہ تمھارا کہنا نہ مانین تو تم اُن لوگون سے جنگ کرو۔ پس عمر تھوڑی سی آگ لے کر چلے کہ اس گھر کو جلا دین۔ حضرت فاطمہؑ نے ان کو دیکھ کر کہا "اے عمر خطاب کے بیٹے تو کیا گھر جلایا چاہتا ہے" عمر نے کہا "ہان"۔ راقم کہتا ہے واہ حضرت ابو بکر اور واہ حضرت عمر۔ آپ دونون بزرگوار نے حدیث ثقلین کی خوب تبعیت فرمائی۔ حق یہ ہے کہ اگر آپ دونون بزرگوار حضرت رسولؐ کو رسول خدا مانے ہوئے ہوتے تو آپ دونون بزرگوار حدیث ثقلین کی تعمیل کی طرف کچھ تو توجہ فرماتے۔ رحلت حضرت رسولؐ کے بعد آپ دونون صاحبون کا کوئی قول یا فعل ایسا نظر نہین آتا ہے جس مین آپ دونون صاحبون نے اتنا بھی یاد رکھا ہو کہ بین السموات والارض حضرت رسولؐ کا کوئی فرمودہ ہے جسے اہل اسلام حدیث ثقلین کہتے ہین۔ گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد + وائے گر در پس امروز بود فردائے + تاریخ طبری مین احراق خانۂ فاطمہؑ کی نسبت مضامین ذیل دیکھے جاتے ہین۔

(۱) طبری مین درج ہے کہ عمر ابن خطاب علی کے مکان پر آئے اور بولے کہ اس مکان کو تم پر جلا دین گے نہین تو بیعت کرنے کے لیے باہر نکل آؤ۔

(۲) واقدی کا بیان ہے کہ ایک جماعت کے ساتھ جس مین رشید بن حصین اور سلمہ ابن اسلم بھی تھے حضرت عمر علیؑ کے گھر گئے اور کہا کہ گھر سے باہر نکل آؤ۔ نہین تو یہ گھر تمھارے اوپر جلا دین گے۔

(۳) ابن حزابہ اپنی کتاب عزیزہ مین لکھتے ہین کہ زید بن اسلم کا بیان ہے کہ ہم لکڑی کا بوجھا لے کر عمر کے ساتھ دروازہ فاطمہؓ پر گئے تھے اُس وقت جب کہ علیؓ اور اُن کے ہمراہیون نے بیعت ابو بکر سے انکار کر دیا تھا عمر نے فاطمہؑ سے کہا کہ گھر سے باہر نکل آؤ نہین تو ہم اس گھر کو اور اس جو کچھ ہے سب تم پر جلا دین گے۔ لوگون نے کہا کہ گھر مین علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ اور بہت سے اصحاب بھی موجود ہین۔

بہر حال حضرت عمر کا ارادۂ احراق دیکھکر اور اس کا یقین کر کے کہ وہ ایسا کرین گے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ تم میرے بچون کو میرے ساتھ جلا دوگے۔ عمر نے کہا ہان خدا کی قسم۔ نہین تو گھر سے نکلو اور بیعت کرو۔ راقم کہتا ہے کہ حضرت عمر نے حدیث ثقلین کی خوب داد دی۔ آپ کا کیا کہنا حق تو یہ ہے کہ آپ عہد رسول اللہ مین حضرت رسول کی کیا تبعیت کرتے تھے جو آن صلعم کے بعد مضمون حدیث ثقلین کو خیال مین لاتے اہل انصاف ملاحظہ فرماوین کہ جو جو شدتین حضرت عمر اپنی بالائی کارروائیون سے حضرت مظلومہ پر کر گئے کیا ایسی کارروائیان انسان سے ظہور مین آسکتی ہین۔ اس بے رحمی کی تو کوئی حد بھی دیکھی جاتی ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا سا سنگدل درشت خو درشت گو آدمی دنیا مین کسی مذہب کا روحانی ہادی ہو سکتا ہے

امور متعلق احراق خانۂ فاطمہؑ

جواب ایسے سوال کا یہ ہے کہ ایسے شخص کا روحانی ہادی ہونا تو درکنار سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی طرف
انسانیت کی نسبت جائز ہو سکتی ہے یا نہین - واہ رے اسلام ایسے مسلمان نکلا. واہ وا اپنی غمزدہ آفت رسیدہ
بلاکشیدہ بنی زادی کے باپ کا پرسا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے آگ سے کیا - ایسا پرسا از آدم تا ایندم
نہ کسی نے کیا ہے اور نہ آیندہ کوئی کرے گا - مسلمانی اور مسلمانی کی سرداری اس کو کہتے ہین - اس پر سے
تماشا یہ ہے کہ آج تک مسلمانون کا وہی سر ہے - لاحول ثم لاحول - ہر دشمن اہلبیتؑ یہی کہتا ہے کہ حضرت
شیخین نے جو کچھ کیا بجا کیا - بہت دور نہین ہے کہ قیامت قائم ہو اور روشن ہو جائے کہ حضرت شیخین نے
جو کچھ ظلم بنت نبی پر کیے بجا یا بیجا کیے - سچ یہ ہے کہ جو جو جفائین حضرت شیخین سے حضرت فاطمہؑ کے حق
مین ہوئین اُن کا مرتکب کوئی مسلمان یا یہ کہیئے کہ کوئی انسان نہین ہو سکتا ہے - بلکہ ایک معمولی کافر سے
بھی ایسی شدتین ظہور مین نہین آسکتی ہین (۴) ابن عبد ربہ کہتے ہین کہ بس علیؑ اور عباسؓ فاطمہ کے
گھر مین بیٹھے رہے ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ دونون کو فاطمہؑ کے گھر سے نکال دو - اور ابوبکر نے یہ بھی عمر سے کہدیا تھا
کہ اگر وہ دونون بیعت سے انکار کرین تو اُن دونون کو قتل کر ڈالو - ماشاءاللہ حضرت ابوبکر کی مسلمانی
اور انسانیت کا کیا کہنا ہے - تب تو اس وقت کرور در کرور مسلمانون کے ہادی و رہبر ہو رہے ہین
عمر چلے اور اپنے ساتھ تھوڑی آگ بھی لیکر چلے تا کہ خانۂ فاطمہ کو جلا دین - حضرت فاطمہؑ نے یہ دیکھکر
کہا کیا اے خطاب کے بیٹے ہمارا گھر جلا دے گا" حضرت عمر بولے "ہان" - اس واقعہ کو اسی طرح کتاب المحاسن
اور انفاس الجواہر کے مصنفون نے بھی لکھا ہے (طبری جلد ۵) امام ابن قتیبہ اپنی کتاب الامامت
والسیاست مین لکھتے ہین کہ ابوبکر کو اُن لوگون کی خبر ملی جو اُن کی بیعت سے اختلاف رکھتے تھے کہ وہ لوگ
علیؑ کے پاس جمع ہین - ابوبکر نے عمر ابن خطاب کو بھیجا وہ آئے اور اُنھون نے خانۂ علیؑ مین آکر ان لوگون کو
پکارا - لیکن ان لوگون نے باہر نکلنے سے انکار کیا - تب عمر نے لکڑیان منگائین اور کہا قسم اُس خدا کی جس کے
ہاتھ مین عمر کی جان ہے تم لوگ باہر نکل آؤ - نہین تو ہم اس گھر کو اور اُن تمام چیزون کو جو اس مین ہین سمیت
جلا دین گے - لوگون نے کہا کہ اس مین فاطمہ بھی تو ہین عمر نے کہا اگر وہ بھی ہوئی تو کیا (راقم کہتا ہے شاید)
پس سب لوگ نکلے اور بیعت کر لی سوائے علیؑ کے - کیون سنی سید بھائیو کچھ بھی سیدۂ مظلومہ سلام اللہ
علیہا و الیہا کے لیے آپ حضرات کا دل دکھتا ہے - ظاہرا تو معلوم ہوتا ہے کہ نہین دکھتا ہے - آپ حضرات کو
جو کچھ ہمدردی ہے حضرت مظلومہ کے ایذا دہندگان کے ساتھ ہے - آپ حضرات کی سیادت کچھ عجب رنگ
کی سیادت نظر آتی ہے - کیون نہو - اب آپ حضرات کی سیادت بنی امیہ کی سیادت ہو رہی ہے - معاذاللہ
ثم معاذاللہ - کتاب ریاض الشہادت مین بھی جس کے مصنف ملا حسن قزوینی ہین حضرت سیدہ کے

گھر مین آگ لگادیے جانے کا مضمون بڑی وضاحت کے ساتھ درج دیکھا جاتا ہے۔ ملاے ممدوح لکھتے ہین کہ
"اسی اثنا مین عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی کہ اے ابو طالب کے بیٹے کواڑ کھولدو۔ خاتون جنتؑ نے
عقب در سے فرمایا کہ اے عمر تجھکو ہمارے ساتھ کون سا امر پیش آیا ہے اور تم کیون ہمکو ہماری حالت پر نہین
چھوڑ دیتے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ دروازہ کھولدو۔ نہین تو یہ گھر مع تمھارے جلا دیا جاوے گا (راقم کہتا ہے
کہ ہاے حدیث ثقلین اور ہاے حضرت شیخین کی ترکیب کے اہل اسلام) حضرت سیدہ بولین کہ اے عمر خدا
سے نہین ڈرتا ہے کہ میرے گھر مین بلا اذن چلا آیا اور ہجوم کیے ہوے ہے اور بزور ہمکو باہر نکالنا چاہتا ہے
(راقم کہتا ہے کہ خدا سے ڈرے حضرت عمر کی بلا) عمر نے کچھ نہین سُنا اور آگ منگا کر دروازے مین لگادی
جب چولون تک کواڑ جل گئے تو چاہا کہ کواڑ نکال لین۔ معصومہ سلام اللہ علیہا اپنے پدر بزرگوار کو رسول مختار
کے خطاب سے یاد کرکے فریاد کرنے لگین۔ آواز فریاد سن کر حضرت عمر نے تلوار میان سے کھینچ لی اور دستۂ میان
کو آپ کے پہلو پر مارا (راقم کہتا ہے بڑی جاے حسرت ہے کہ وہ تلوار جنگ بدر و جنگ احد و جنگ خندق
و جنگ خیبر و جنگ حنین و دیگر غزوات و سرایا مین نہین کھنچی اور کھنچی تو بمقابلہ ایک سوگوار اور نحیف
فاطمہؑ کے کھینچی حق یہی ہے کہ بزدلون کی تلوار ایسے ہی مواقع مین کھنچتی ہے (تفو بر تواے چرخ گردان تفو)
واہ واہ حضرت عمر نے کیا خوب تعمیل حدیث ثقلین کی فرمائی عقل کہتی ہے کہ بروز جزا حضرت عمر کی
یہ بہادری داور محشر کے آگے بڑی منزلت عقبیٰ پیدا کرے گی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان بے عنوانیون
کے بعد بھی حضرات شیخین انسان اور خلیفۂ رسول اللہ مانے جاتے ہین (برین عقل و دانش بباید گریست)
وہ معصومہ چوٹ کھا کر درد ضربت سے فریاد کرنے لگین۔ اس ضربت رسانی کے بعد ماشاء اللہ حضرت عمر نے
تازیانہ کھینچا اور آپ کے بازو پر اس زور سے مارا کہ آپ کا بازو سیاہ ہوکر ورم کرگیا (راقم کہتا ہے کہ واہ ری
تعمیل حدیث ثقلین کی اور واہ ری مسلمانی حضرت عمر اور دیگر معاندان اہل بیت کی۔ کس عقل سے ایسے
ایسے مسلمانون کو کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے۔ لاحول ثم لاحول) اے سُنّی سید بھائیو۔
بتلائیے تو آپ کے رہبر دین حضرت عمر کس طرح کے بزرگ تھے۔ خلیفۂ رسول اللہ تو درکنار آپ اُن حضرات کو
ایسا ہی ثابت کر دکھائیے۔ آخر عقل خدا نے کس دن کے لیے دی ہے۔ کچھ تو اُس سے کام لیجیے۔ یہ کورانہ
پیروی کیسی مختصر یہ ہے کہ خلافت پارٹی کے سردارون نے یعنی حضرات شیخین نے حضرت فاطمہؑ بنت نبیؐ
کو ایذائین پہونچانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ اتنا بھی اُن ظلم پرورون نے خیال نہین کیا کہ فاطمہؑ
بنت رسولؐ اللہ ہے۔ باپ کے غم مین چور ہو رہی ہے۔ اُس معصومہ اور دیگر اہل بیت نبویؐ کے حق مین
حضرت رسول کیا فرما گئے ہین کوئی شک نہین کہ جن افعال قبیحہ کے مرتکب حضرات شیخین ہوتے گئے کوئی

ہادی روحانی تو درکنار کسی مذہب اور ملت کا کوئی شریف آدمی اُن کا مرتکب نہین ہو سکتا۔ سوائے شقی و متعصب کے ایسے حضرات کو کوئی انسان بقید حواس رہکر اپنا سردار مذہبی نہین مان سکتا ہے۔ اللهم احفظنا من ذالک

حضرت علی کے ساتھ حضرات شیخین کی سلوک بے عنوانیان

ذکر مصائب حضرت امیر المومنین اسد الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام الی یوم القیام

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی ایذا یابیون سے جو مولائے کائنات کو ایذائین نصیب ہوئین اُنکے علاوہ خود آنجناب کو مسلمانون کے ہاتھ سے کچھ کم ایذائین نہین پہونچین۔ دفن و کفن حضرت رسولؐ مین مسلمانون کی عدم شرکت معاونت۔ بیعت ابو بکر سے انکار فرمانے پر طرح طرح کی تکلیف دہی بیت الشرف سے اخراج بالجبر۔ اسیر ہو کر دربار خلافت تک زیر حراست عمر ابن الخطاب قنفذ و خالد بن ولید لایا جانا۔ خلاف وصایائے رسول صلعم کے امت رسول کا عامل ہونا۔ اہلبیت نبوی کو حضرات شیخین کے افعال سے درجۂ عوام امتیان سے بھی نیچے اُتار دیا جاتا۔ یہ سب ایسی مصیبتین تھین کہ امتیون کے ہاتھ سے ہرگز علی مرتضیٰ جو مورد قول نبی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے تھے اُن مصیبتون کے سزاوار نہ تھے مگر واہ رے تحمل مرتضوی۔ اخراج بالجبر و اسیری وغیرہ کی ذلتین آپ نے برداشت کین مگر دشمنانِ عترت رسول کے خلاف مین تلوار نہین کھینچی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت رسولؐ نے علی مرتضیٰؑ کو خوب سمجھا دیا تھا کہ اپنی مصیبتون پر صبر کرنا۔ ابھی اسلام ابتدائی حالت مین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ معرکہ آرائی سے معدوم ہو جاوے۔ وہ حضرت علیؑ حضرت کی پوری پیروی فرماتے تھے۔ ارشاد نبوی کے خلاف کاربند نہین ہو سکتے تھے۔ ورنہ یہ مجال ابو بکر صاحب کی نہ تھی کہ شیر خدا کو عمر خالد اور قنفذ کے ذریعہ سے اس سرسری طور پر پکڑ کر منگواتے۔ فرارین احد وغیرہ کی کیا مجال تھی کہ خدا کے شیر کا سامنا کر سکتے۔ وہان تو فرمان مصطفویؐ کی بجا آوری تہِ دل سے منظور تھی۔ رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ؎ می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست ؎ وہان تو خدا و رسولؐ کی فرمانبرداری کے سوا کوئی دوسرا امر مد نظر نہ تھا علی مرتضیٰؑ حضرت شیخین نہ تھے کہ غزوات مین حضرت رسولؐ چیخ چیخ کر فرار سے منع فرماتے رہے مگر بھاگنے والے بھاگا ہی کیے۔ حضرت عمر صلح حدیبیہ مین شروع سے آخر تک حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف عامل رہے۔ خم غدیر کے معاملہ کے بعد بدبخت مسلمانان ہمراہی عقبہ مین حضرت رسولؐ پر حملہ آور ہوے اس مین حضرت شیخین کی شرکت کسی قسم کی ضرور تھی۔ پہلے حضرت شیخین حکم رسول کے خلاف جیش اسامہ کی شرکت سے علیحدگی اختیار کر کے مدینہ مین حصول خلافت کی نظر سے ڈٹے رہ گئے اور ایک قدم بھی مدینہ سے باہر نہ گئے۔ پھر حضرت عمر نے حضرت رسول کو آپ کے وقت آخر مین کسی نہایت ضروری امر

کی کتابت سے باز رکھا - لاریب ایسی حرکتین علیؑ مرتضیٰ سے وقوع مین نہین آسکتی تھین - آپ خلافت کے لیے حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف تلوار نہین کھینچ سکتے تھے - پس آپ نے سب طرح کی ذلتین حضرت شیخین کے ہاتھ سے اُٹھائین مگر حسب مودۂ رسولؐ عنان صبر کو ہاتھ سے نہین دیا - کوئی شک نہین کہ بنی ہاشم کو حضرت علیؑ نے خلافت حضرت ابوبکر کے خلاف مین تلوار کھینچنے سے روک رکھا ورنہ مدینہ مین بڑی کشت وخون کی نوبت آجاتی - بنی ہاشم کے اُٹھنے کے بعد حضرت شیخین مدینہ مین اپنی خلافت یابی کا لطف نہین اُٹھا سکتے تھے حضرت ابوبکر کی خلافت یابی حضرت ابوبکر کے لیے عذاب جان ہوجاتی - یہ حضرت علیؑ ہی کا تحمل تھا کہ جس نے مدینہ مین کوئی فساد ہونے نہ دیا - بہرحال حق یہ ہے کہ مخالفان اہلبیت نبوی کچھ عجب مسلمان تھے - امر واقعی یہ ہے کہ اگر دین کی غرض سے مخالفانِ اہلبیت مسلمان ہوئے ہوتے تو ایسی ایسی پوچ حرکتین اُن سے ظہور مین نہین آسکتی تھین - بہرکیف طرح طرح کی ایذایابیون کے ساتھ خلفائے ثلٰثہ کے زمانۂ خلافت کو علی مرتضیٰ نے کسی طرح بسر کیا - بنی ہاشم کی روز بروز تنزلی کو آنکھون سے دیکھتے رہے - قبیلۂ ملعونہ بنی اُمیہ کی روز افزون ترقیون کو ملاحظہ فرماتے رہے - یہ وہ قبیلہ تھا جس کو دس برس کی محنت مین حضرت رسولؐ ضعیف اور بیکار کرکے رحلت فرما ہوئے تھے اس قبیلہ کو حضرت شیخین نے حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد ہی ایسا صاحب ثروت کردیا کہ تھوڑے عرصہ مین وہ قبیلہ تمام اسلامی بلاد کا بادشاہ ہوگیا اور تھوڑے عرصہ مین اُس نے اہلبیت نبوی کا قریب قریب خاتمہ کرڈالا - علی مرتضیٰ کے لیے اس بیدین قبیلہ کو حضرت شیخین کا آسمان پر چڑھا دینا نہایت ستم انگیز ہوا - اس قبیلہ کو مقاصد نبوی کے خلاف سرنو سے زندہ کرنا تھا - یہ فعل حضرت شیخین کا سلطنت عرب یا حضرت رسولؐ کی دینی ریاست کو خراب کرڈالنے کے علاوہ خاندان پیمبر کو قریب قریب نیست و نابود کرڈالنے والا ہوا - اس قبیلہ کی سفاکی سے ایک امام زین العابدین بچ رہے تھے - ورنہ خاندان پیمبر کا استیصال حضرت شیخین کی کارروائی بالا سے ظہور مین آگیا - حق یہ ہے کہ کوئی دقیقہ حضرت شیخین نے اہل بیت نبوی کی بربادی کا اُٹھا نہین رکھا ہے - حضرت شیخین کے پیروان کو اُن کے مظالم نہ سجھائی دین تو نہ سوجھائی دین - مگر جن کی آنکھون پر تعصب کی عینک نہین لگی ہوئی ہے اُن کو صاف نظر آتا ہے کہ اہلبیت نبوی کی ہرطرح کی تباہی اور بربادی کے باعث حضرت شیخین ہی ہوے ہین - یہ کیا کم دینی تباہی اہل بیت نبوی اور علی مرتضیٰ بلکہ خود اسلام کی تصور کی جاسکتی ہے کہ قرآن پاک سے نام علی مرتضیٰ کا اور ذکر آل محمد کا عہد خلیفۂ ثالث مین نکال دیا گیا جیسا کہ راقم نے قبل مین حوالۂ قلم کیا ہے - معاذ اللہ ان بے عنوانیون کی کوئی حد نہین نظر آتی ہے - بلاشبہ مطلب ان بے عنوانیون کا

یہ تھا کہ اہلبیت نبویؐ عوام مسلمانون کی حیثیتون کے ہوجاوین۔ واقعی مسلمانان عہد نبوی طرفہ مسلمان تھے رسول اللہ کو
حسبنا کتاب اللہ کہکر کتابت وصیت یا ہدایت سے روک رکھا۔ پھر اس کتاب اللہ کی یہ درگت کرڈالی کہ
اُس مین سے نام علی اور ذکر آل محمدؐ کا خارج کرڈالا۔ یہ تو مسلمانون کا سلوک قرآن کے ساتھ ہوا۔ اہلبیت نبوی
کے ساتھ جو جو سلوک ہوتے گئے اُن سے حدیث ثقلین کی تعمیل کے کیا کیا تماشے دکھائی دیتے ہین۔
واہ ری مسلمانی اور واہ رے مسلمان۔ اس پر تماشہ یہ ہے کہ ایسی ایسی بے عنوانیون کے مرتکب مسلمان ہی
نہین بلکہ خلیفہ ہائے رسول ملنے جاتے ہین اور آجتک بھی بڑی عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے ہین۔ نعوذ باللہ
ثم نعوذ باللہ۔

خلافت حضرت عمر

پوشیدہ نہین ہے کہ اول مسند آرائے خلافت حضرت عمر کی بدولت حضرت ابوبکر ہوے۔ آپ
دو برس کے قریب مسند آرائے خلافت رہکر رحلت فرماگئے۔ وقت آخر مین ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے قاعدہ
سے حضرت عمر کو بہ سبیل استخلاف خلیفۂ ثانی بناگئے۔ اس بار حضرت عمر کا خلیفہ ہونا بہ سبیل اجماع قرین قیاس
نہ تھا اس لیے استخلاف کی کارروائی کے سوا حضرت ابوبکر کوئی دوسری کارروائی اختیار نہ فرماسکے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی طرح حضرت عمر کو بھی حدیث ثقلین یاد نہین رہی تھی۔ اسی سے کوئی سلوک
نیک بنی ہاشم کے ساتھ حضرت عمر بھی نہین کرسکے۔ واضح ہو کہ جس طرح خلیفۂ اول نے اپنے لوگون کے
ذریعہ سے قرآن جمع کرایا تھا۔ حضرت عمر نے بھی اپنے لوگون کے ذریعہ سے اجتہاد مسائل کرانا شروع کردیا
معلوم ہوتا ہے کہ دونون صاحبون کو یاد نہین رہا کہ فرمودہ حضرت رسول کا ہے القرآن مع علی وعلی
مع القرآن وانا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ ہزار افسوس کہ دین محمدی نے اُس طور اشاعت نہین پائی جو
مرکوز بانی دین صلعم کا تھا۔ بہرحال حضرت علی نے ہر طرح کے مصائب و موانع کے ساتھ بھی قرآن جمع
کرلیا گو اس قرآن کا کوئی پتہ نہین ملتا ہے کہ آخر وہ کیا ہوا۔ اگر اُس کو ضایع کرڈالا ہوگا تو کسی مخالف
اہلسنت نبوی ہی نے ضایع کرڈالا ہوگا۔ دوستدار اہل بیت نبوی کا تو ایسا فعل ہو نہین سکتا۔
اسی طرح حضرت علی حسب ضرورت وقت اجتہاد مسائل بھی فرماتے گئے۔ جس کے پیرو بنی ہاشم
اور دوستداران بنی ہاشم ہوا کیے اور اس وقت وہ اجتہادات آپ کے مذہب علیؑ کہلاتے ہین۔ چونکہ خلافت
جو تسلط ارضی ہے حضرت علیؑ سے رحلت حضرت رسول کے بعد ہی چھین لی گئی تھی اور امامت خلافت
سے علیحدہ وجود نہین رکھ سکتی ہے اس لیے حاصل کنندگان خلافت اور پیروان اُن کے حضرت علیؑ
کے اجتہادات کی پیروی نہین کرتے تھے۔ ایسے مخالفانِ اہل بیت اُن بزرگوار کے اجتہادات کی
پیروی کرتے تھے جن کو حضرت عمر نے اجتہادات مسائل کے لیے مقرر کیا تھا۔ اُن مین سے مشہور بزرگ

زید ابن ثابت ہین جنکے نام سے مذہب غیر اہل بیت کی ابتدا ہوئی اور جس کا نام امیر معاویہ کے بعد اہل السنت والجماعت قرار پایا۔ مذہب زید ابن ثابت ایک صریح نتیجہ اس خلافت کے ظہور کا ہے جو حضرت ابو بکر سے حضرت عمر کی طرف منتقل ہوئی اور یہ مذہب اس وقت ایک مذہب ایسے مسلمانون کا ہو رہا ہے جو مذہب خاندان پیغمبر یعنی مذہب علی سے تمامتر گریز رکھتے ہین۔ کاش اسلامی دنیا مین مذہب علیؑ ہی کو رواج ہوا ہوتا اس لیے کہ علی حدیث انامدینۃ العلم وعلی بابہا کے مصداق تھے۔ یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ باب علم کے مذہب کو چھوڑ کر مسلمانون نے زید ابن ثابت کے مذہب کو اختیار کر لیا اور اس وقت تک مذہب زید ابن ثابت پر قائم ہین۔ لیکن اگر مسلمان اُس وقت ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے۔ ایسا نہین ہو سکتا تھا کہ خلافت حضرت عمر کی مانتے اور امامت حضرت علیؑ کی۔ ظاہر ہے کہ امامت خلافت سے کسی حال مین جدا نہین ہو سکتی۔ اس سبب سے مذہب علی صرف اُن لوگون مین جاری ہو سکا جو خلافت خلفا کو حق نہین جانتے تھے اور خلافت ظاہری کے حاصل نہ ہونے پر بھی حضرت علیؑ کو خلیفۂ رسول اللہؐ بلا فصل مانتے تھے۔ ایسے ماننے والے بنی ہاشم اور اُن کے دوستدار تھے جو اجتہادات علیؑ کے سوا اور کسی کے اجتہادات کی پیروی کو گمراہی سمجھتے تھے ہزار افسوس کہ مسلمانون کو مذہب علی سے کنارہ کش رہنا ایک امر مجبوری ہو گیا غصب خلافت ظاہری کا نتیجہ غصب امامت ظاہری ایک ضروری امر تھا۔ پس غصب امامت سے جو روحی صدمہ حضرت علی کو پہونچا ہوگا محتاج بیان نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ اُمت آن صلعم کو گمراہی مین مبتلا دیکھکر اس جناب کو کیا کیا روحی ایذائین لاحق ہوتی ہون گی۔ آپ دیکھتے ہون گے کہ آپ کی جہادی کوششون کے قائم کردہ دین کی باگ ایسے لوگون کے ہاتھ مین ہے جنھون نے خس برابر بھی مدد دین خدا کے قائم کرنے مین کبھی نہین دی۔ جب ہوا تو یہی ہوا کہ وقت مشکل مین بانی دین خدا کو چھوڑ کر کمال بزدلی سے جہان تہان بھاگ نکلے۔ جب ہوا تو بانی دین خدا سے سرتابی کرتے گئے۔ جیسا کہ سابق مین بہت سی سرتابیون کے امور راقم حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ ایسے لوگون کے ہاتھ مین خلافت اور امامت کی باگ دیکھکر دین محمدی پر کیا کیا افسوس آنجناب کو آتا ہوگا۔ کیا کیا حضرت باب العلم کے دل پر چوٹ لگتی ہوگی کہ جمع قرآن اور اجتہادات مسائل وہ لوگ کرین یا کرائین کہ جن کو خس برابر بھی علم حضرت باب العلم کے مقابلہ مین حاصل نہ تھا مسلمانون کو اگر توفیق نیک نصیب رہتی تو سمجھتے کہ القرآن مع علی وعلی مع القرآن وانا مدینۃ العلم وعلی بابہا کا مصداق کون تھا۔ خدارا مسلمانون کی اس بے راہ روی کی کوئی حد بھی نظر آتی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کیا غضب کی بات ہے کہ حضرات اہل سنت علی مرتضیٰ کو چھوڑ کر حضرت شیخین کو اصولی مجتہد مانتے ہین۔ جیسا کہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہین کہ جو کچھ مسائل اصولی کے اجتہادات ہم تک پہونچے ہین حضرت شیخین سے پہونچے ہین۔ علی مرتضیٰ کے اجتہادات سے اس طرح کی بے سروکاری دین رسول اللہ کا حکم نہین رکھ سکتی ہے۔ خود حضرات شیخین دین رسول اللہ سے ناقص طور پر واقفیت رکھتے تھے۔ مسئلۂ کلالہ آخر دم تک جناب شیخین کی سمجھ میں نہ آسکا۔ حضرت عمر نے کمال لاعلمی سے شراب خواری کی حد چالیس دُرّہ کی جگہ اسّی دُرّہ کر دی۔ حق یہ ہے کہ حضرت شیخین نہ اجماع قرآن اور نہ اجتہاد مسائل کی قابلیت رکھتے تھے۔ اصولی مسائل کے اجتہاد کی کیا داد دے سکتے تھے۔ اگر ایسے امور کے انجام کی قابلیت رکھتے تو قرآن کے جمع کرنے کے لیے زید ابن ثابت وغیرہ کو کیون مقرر کرتے اور حضرت عمر زید ابن ثابت وغیرہ سے کیون اجتہاد مسائل کراتے۔ علی مرتضیٰ حضرات شیخین کے برعکس خود ماہر قرآن اور ماہر دین رسول اللہ تھے۔ حضرت علی کو اس کی محتاجی نہ تھی کہ ایسے امور اہم دوسرون کو سپرد کر دیتے۔ حضرت رسولؐ کے بعد علیؑ ہی علم قرآن رکھتے تھے اور باب علم ہونے کی وجہ سے حضرت مدینۃ العلم کے علوم سے کامل طور پر باخبر تھے۔ اجماع قرآن اور اجتہاد مسائل علی مرتضیٰ ہی کا حق تھا۔ حاصل کنندگان خلافت نے جو علی مرتضیٰ سے اس حق کو بھی چھین لیا تو حاصل کنندگان خلافت کی یہ بڑی بے راہ روی تھی۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ حضرت علیؑ مجتہد وقت نہ مانے جاوین اور مجتہد مانے جاوین حضرات شیخین جو علم و فضل مین حضرت علیؑ کی کسی طرح پر برابری نہین کر سکتے تھے۔

کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عداوت حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت عمر کے دل مین بیٹھی ہوئی تھی حضرت عمر کے وقت آخر تک نہین گئی جب حضرت خلیفۂ ثانی کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو آپ اس فکر مین ہوئے کہ کسی صورت سے آپ بعد خلافت علی مرتضیٰ کو نہ پہونچ سکے۔ تب آپ نے امر خلافت کو شورے پر چھوڑا۔ اس شورے کے متعلق جو امور کتابون مین دیکھے جاتے ہین ذیل مین درج پاتے ہین۔

کنز العمال مین ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے لوگون سے دریافت کیا میرے بعد تم کس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ زبیر بن العوام کو۔ حضرت عمر بولے کہ ایسے آدمی کو کیونکر خلیفہ کرو گے جو ایک بخیل اور بد اخلاق آدمی ہے۔ پھر دوسرے شخص نے کہا کہ ہم طلحہ کو خلیفہ کرین گے حضرت عمر نے فرمایا کہ واہ ایسے آدمی کو کیا خلیفہ کرو گے جس نے رسول اللہ کی عطا فرمائی ہوئی زمین کو ایک یہودیہ کے پاس رہن کر دیا۔ یہ سنکر ایک تیسرے شخص نے عرض کیا کہ ہم علی کو خلیفہ کرین گے۔ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے میری جان کی تم علی کو خلیفہ کرو گے۔ بخدا اگر علیؑ کو خلیفہ کرو گے تو چاہے تم ناخوش ہی

دریافت کرنا حضرت عمر کا لوگون سے کہ بعد کس کو خلیفہ بنایا جاوے

کیون نہو وہ تمکو امر حق پر قائم کیے بغیر نہ رہینگے (راقم کہتا ہے کہ حضرت عمر نے علی مرتضیٰ پر کیا خوب الزام لگایا۔
اے سبحان اللہ۔ امر حق پر قائم کیے بغیر رہنا، کوئی قبیح بات تھی جو بشکل الزام دہی حضرت خلیفہ زبان پر لائے
ہائے حضرت عمر آپ کے تمام اقوال و افعال کس قدر حیرت انگیز اور حسرت خیز دکھائی دیتے ہین۔ وقت آخر مین
بھی افسوس ہے کہ آپ کے مزاج کی ترکیب نہ بدلی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ سنکر ولید بن عقبہ بولا کہ مین سمجھ گیا
کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ حضرت عمر نے پوچھا کون۔ ولید نے کہا عثمان۔ اور حذیفہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر سے پوچھا گیا جب وہ مدینہ مین تھے کہ آپ کے بعد کون شخص آپ کا خلیفہ ہوگا اُنھون نے کہا کہ عثمان
بن عفان (راقم کہتا ہے کہ جس طرح خود حضرت عمر بے ایلکشن کے خلیفہ قرار پائے تھے اُسی طرح بے ایلکشن
حضرت عمر نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنا ہی دیا۔ کہان ہواے ایلکشن کی پوجا کرنے والو۔ اب تمھارا ایلکشن
کہان تشریف لے گیا۔ لاریب کم سے کم اگر ثقیفہ کا ایلکشن بھی حضرت ابو بکر کے بعد وقوع مین لایا جاتا تو
ایسے ناقص ایلکشن کے ذریعہ سے نہ حضرت عمر اور نہ حضرت عثمان قیامت تک خلیفہ قرار پا سکتے۔
اجماع ثقیفہ مین میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے سے گورکھ دھندے کسی صورت سے چل گئے اور حضرت ابو بکر
خلیفہ قرار پا گئے۔ اب چونکہ حضرت ابو بکر اپنے حصول خلافت کی حقیقت سے خوب واقفیت رکھتے تھے
اس لیے بہ سبیل استخلاف حضرت عمر کو خلیفہ بنا کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ حضرت عمر کو اس طرح کے استخلاف
کا بھی موقع نہ تھا۔ اس لیے مشورے کے اینچ پینچ کی طرف حضرت کو رخ لانا پڑا۔ اگر حضرت ایسی پیچدار راہ
اختیار نہ فرماتے تو تا قیامت حضرت عثمان حضرت عمر کے جانشین نہ قرار پا سکتے۔ ملا علی قاری شرح
فقہ اکبر مین لکھتے ہین کہ حضرت عمر کا وقت وفات قریب ہوا تو آپ نے امر خلافت کو عثمان علی طلحہ زبیر
عبد الرحمن بن عوف اور سعد ابن ابی وقاص پر منحصر کر دیا اور کہا کہ امر خلافت یا امامت ان چھ شخصون سے
خارج نہو۔ تاریخ کامل مین ہے کہ پھر حضرت عمر نے صہیب سے ارشاد کیا کہ تین دن تک لوگون کو نماز پڑھائے
اور ان چھ آدمیون کو جن پر امر خلافت یا امامت منحصر کیا گیا ہے ایک مکان مین داخل کر کے اُن کے
سرون پر کھڑا ہو۔ پس اگر اُن مین سے پانچ آدمی باہم اتفاق کرین اور ایک شخص اختلاف کرے تو اُسکا
سر اُڑا دے (راقم کہتا ہے ماشاء اللہ اور سبحان اللہ) اور اگر چار شخص متفق ہون اور دو آدمی انکار کرین
تو اُن دونون کا سر کاٹ ڈالے (راقم کہتا ہے دو بار ماشاء اللہ اور دو بار سبحان اللہ) اگر تین آدمی ایک
رائے پر ہون اور تین ایک رائے پر تو فیصلے کے لیے عبد اللہ بن عمر کو حکم قرار دے اور اگر یہ لوگ عبد اللہ بن
عمر کا حکم ہونا منظور نہ کرین تو جس گروہ مین عبد الرحمن بن عوف ہون اُس کو اختیار کر کے باقی اشخاص کو
قتل کر (راقم اس بار پانچ بار ماشاء اللہ اور سبحان اللہ کہتا ہے) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مرتے وقت تک حضرت عمر کی

حضرت عمر کا خلافت کو مشورے پر چھوڑ دینا

درشت خوئی اپنے حال پر قائم رہی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کہان حضرت خود تو مر رہے ہین کہان یہ فکر کہ حضرت علیؑ کو اپنے ایچ پیچ سے قتل کر ڈالین۔ یہ حضرت جانتے تھے کہ بقرینۂ غالب حضرت علیؑ ایسے شورے کی راے سے اختلاف کرین گے پس اس اختلاف کی بنا پر قتل کر دیے جائین گے۔ مگر کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممبران جلسۂ شورہ حضرت عمر کے آخری حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین کہ جب بعد وفات حضرت عمر آپ کی ہدایت کے مطابق شورے کی کمیٹی منعقد ہوئی تو ممبرون نے عبدالرحمن بن عوف کو اختیار دیا کہ وہ جسکو چاہین خلیفہ منتخب کرین۔ عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر تین بار پوچھا کہ اگر ہم تم کو ولی امر اور امام قرار دین تو تم کتاب خدا اور سنت رسول اور سیرت ابوبکر یا سیرت شیخین پر عمل کرو گے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ قرآن اور سنت رسول پر تو عمل کرونگا لیکن بجاے سیرت شیخین کے اپنی راے کے مطابق اجتہاد کرون گا۔

راقم کہتا ہے کہ علی مرتضیٰ ایک سچے آدمی اور سچے وصی رسول اللہ اور سچے خلیفۂ رسول اللہ تھے۔ سیرت شیخین کی تبعیت ہرگز ہرگز نہین کر سکتے تھے۔ آپ عہد رسول اللہ مین رسول اللہ کے فرمانبردار رہ چکے تھے کبھی حضرت رسول سے مخالفانہ ترکیب سے پیش نہین آئے تھے سیرت شیخین کی بیخ کو کیونکہ قبول کر سکتے تھے۔ سیرت شیخین تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب عہد رسول اللہ مین پہلے پہل جنگ بدر واقع ہوئی تو حضرت ابوبکر سے کوئی کارروائی ظہور مین نہین آسکی۔ حضرت عمر اس بنیاد پر شریک جنگ نہ ہو سکے کہ آپ کے مامون ابوجہل حضرت رسولؐ سے لڑنے کو آئے تھے جنگ احد مین حضرت شیخین میدان جنگ سے ایسے بھاگ نکلے کہ نہین معلوم ہو سکا کدھر چل نکلے۔ حضرت رسول چیخ چیخ کر پکارتے ہی رہ گئے کہ مت بھاگو مگر دونون صاحبون سے ایک نے بھی حضرت رسول کی ایک نہ سنی۔ حضرت عمر بقول خود پہاڑ کے چٹانون پر بزکوہی کی طرح کودتے پھاندتے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر جب جائے محفوظ تک جا پہونچے تو یہ صدا بلند کی کہ محمد صاحب بہ تحقیق مارے گئے اب تم لوگ دین آبائی یعنی کفر کی طرف لوٹ جاؤ (راقم کہتا ہے کہ کفر جو دل مین تھا آخر زبان تک آ ہی گیا) پھر ابوسفیان سے عفو جرم و جان بخشی کے طالب ہو گئے۔ جب غزوۂ خندق پیش آیا تو نہین معلوم ہو سکا کہ حضرت ابوبکر کہان تشریف رکھتے تھے۔ یقیناً شریک ہنگامۂ جنگ نہ ہوئے۔ حضرت عمر نے باوجود حکم نبوی کے عمر بن عبدود سے مقابل ہونے مین قطعی انکار کیا۔ اس کے بعد جب جنگ خیبر پیش آئی تو حضرت شیخین تین دن تک حارث برادر مرحب سے بھاگتے ہی رہے۔ اسی طرح حضرت رسول کے دیگر غیر معروف غزوات و سرایا مین حضرت شیخین کوئی بانمود کارروائی عمل مین نہ لا سکے۔ آخر مین جب جنگ حنین ہوئی تو حضرت

شیخین حسب عادت قدیمہ میدان جنگ سے ایسے بھاگے کہ پھر شریک جنگ نہو سکے گو ایک سو انصار وغیرہ حضرت رسولؐ کے غیرت دلانے سے جنگ گاہ کی طرف لوٹ آئے اور شریک جنگ ہو گئے۔ صلح حدیبیہ مین حضرت عمر سے شک فی النبوت کی معصیت سخت ظہور مین آئی اور ہر چند حضرت رسولؐ نے آپ کے شک کے رفع کر دینے کی صورت فرما دی مگر آپ کا شک رفع نہو سکا۔ شک کے رفع نہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کی فہمایش کے بعد بھی جیسا کہ راقم سابق مین حوالۂ قلم کر چکا ہے حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف مین اسکی بڑی کوشش کرتے رہے کہ صلح حدیبیہ قائم نہ رہ سکے۔ پھر عقبہ پر جو واقعہ پیش آیا اسکے وقوع کرنیوالے مہاجرین تو ضرور تھے لیکن شیخین کی شرکت سے یہ واقعہ خالی نہین معلوم ہوتا ہے جیسا کہ راقم سابق مین درج کتاب ہذا کر چکا ہے۔ پھر جب جیش اُسامہ کا مضمون پیش آیا تو کمال نافرمانی اور سرتابی کے ساتھ حضرت شیخین اُس جیش کے شریک نہوے اور اپنی فکر مین مدینہ ہی مین ڈٹے رہے ایک قدم بھی مدینہ سے باہر نہ گئے اس کا بھی خوف نہین کیا کہ جیش اسامہ سے تخلف کرنے والے کو حضرت رسولؐ نے مردود و ملعون خدا ارشاد فرمایا ہے۔ پھر آخر وقت مین جب حضرت رسولؐ نے کوئی بیحد ضروری امر دین کو حوالۂ قلم فرمانے کے لیے قلم و قرطاس طلب فرمایا تو حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہکر حضرت رسول کو اپنا حکم آخری لکھنے نہ دیا اور حضرت رسولؐ کی نسبت بول اُٹھے کہ غلبۂ مرض کی وجہ سے حضرت رسول مبتلاے ہذیان ہو رہے ہین۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ اتنا تو سیرت شیخین کا خلاصہ عہد رسول اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اب حضرات ناظرین ملاحظہ فرماوین کہ بعد حضرت رسول کے سیرت شیخین کا کیا رنگ رہا ہے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسالتمآب کے رحلت فرماتے ہی حضرت شیخین ثقیفہ بنی ساعدہ کی طرف دوڑ نکلے۔ وہان کچھ ناعاقبت اندیش مسلمان مجتمع ہو رہے تھے۔ انصار بھی دعویدار خلافت ہو رہے تھے۔ انھین حضرت شیخین نے یہ کہکر کہ حدیث نبوی کے مطابق حضرت رسول کا خلیفہ قوم قریش سے ہونا چاہیے۔ انصار کو ساکت کر دیا۔ اس کے بعد ہی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جٹ منگنی پٹ بیاہ کے رنگ سے حضرت ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے۔ دور دور کے اسلامی شہرون کو انتخاب خلیفہ کی تقریب سے اطلاع دینی تو درکنار مدینہ کے بنی ہاشم جو ایک بڑا قبیلہ رسولؐ اللہ کا تھا اور بھی بہت سے شرفاے مدینہ کو ایسے ناقص اجماع کی کچھ خبر نہو سکی۔ بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم تو حضرت رسول کی تجہیز و تکفین مین لگے ہوے تھے۔ پس ایسا موقع حضرت شیخین کو حصول خلافت کا ہاتھ نہ لگ سکتا تھا۔ اسے آپ دونون صاحبون نے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یوم البیعت ہی کے لیے تو حضرت شیخین غزوات رسول اللہ سے فرار اختیار کیا کرتے تھے تخلف جیش اسامہ کے کاربند ہوئے تھے حضرت رسولؐ کے آخر وقت مین حضرت عمر نے کتاب وصیت سے حضرت رسول کو محروم رکھا تھا۔ اب وہ دن خوش قسمتی

یا بدقسمتی سے پیش آگیا جس دن کے لیے اپنی جانین اقسام مہلکہ سے بچا رکھی تھین ۔صرف خاندان پیمبرؐ سے حضرت شیخین نے امارت و امامت بطرز معلوم نہین چھین لی بلکہ حضرت شیخین نے خاندان پیمبرؐ پر ایسے ایسے ظلم شدید حصول بیعت کے لیے کیے جو مسلمان تو درکنار کوئی اکفر بھی کسی بنی آدم کے لیے جائز نہین سمجھ سکتا ہے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمر کو خانۂ فاطمہؐ کے جلاڈالنے کیلئے تعینات کیا ۔حضرت عمر خالد بن ولید کے ساتھ خانۂ فاطمہؐ پر چڑھ آئے ۔ خانۂ فاطمہؐ مین آگ لگادی ۔ پھر بنت نبیؐ کے شکم مبارک پر ایسی ضربت لگائی کہ حمل محسن ساقط ہوگیا اور جس کے صدمے سے وہ معصومۂ مظلومہ بیمار سخت ہو کر چھ مہینے کے اندر رحلت فرما گئین ۔حضرت علیؐ اسیر کر کے دار الخلافت کو لائے گئے وغیرہ وغیرہ ۔مختصر یہ ہے کہ اپنی خلافت کو قائم کر کے حضرت شیخین ہر طرح کے ظلم اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے ۔ پھر کس ناانصافی کے ساتھ حضرت شیخین نے فدک کو ضبط کر لیا ۔اور خمس کو آلِ محمد پر بند کر دیا ۔راقم کہتا ہے کہ جو بے عنوانیان حضرت شیخین نے آل محمد کے ساتھ کین اُن کی نظیر پھر اگر ملتی ہے تو واقعۂ کربلا کے معاملات مین ملتی ہے اور کہین نہین ملتی ہے ۔یوم البیعت حمل حضرت سیدہؐ کا جو ساقط کیا گیا وہ بیّن طور پر واقعۂ کربلا کی ابتدا نظر آتا ہے ۔ وہ حمل عہد رسول اللہ مین قرار پا چکا تھا ۔اور حضرت رسولؐ نے اُس بچہ کا جسکا اسقاط ظہور مین آیا محسن نام رکھا تھا ۔ وہ بچہ حضرت حسنین علیہما السلام کا حقیقی بھائی تھا ۔اگر زندہ رہ جاتا تو امت محمدی کے ہاتھ سے وہ یا امام حسن علیہ السلام کی طرح مسموم کیا جاتا یا امام حسینؑ کی طرح ذبح کر ڈالا جاتا کسی نہ کسی طرح پر بدبخت امتیون کے ہاتھ سے زندہ رہنے نہ پاتا ۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر کے ہاتھ سے اس کو درجۂ شہادت ملا ۔حق یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد ہی واقعۂ کربلا کی ابتدا شروع ہوگئی ۔لاریب اگر واقعۂ کربلا قیامت کبریٰ ہے تو خون محسنؑ اور خون حضرت سیدہ اور احراق خانۂ فاطمہؐ قیامت کبریٰ سے کم نہین ہے ۔ کیا جائے حسرت ہے کہ یہ قیامت خیز واقعے حضرت رسولؐ کے آنکھ بند کرتے ہی ظہور مین آتے گئے ۔ کوئی شک نہین کہ واقعۂ کربلا کی ابتدا رحلت حضرت رسولؐ سے وقوع مین آگئی ۔حضرت فاطمہؐ کو حضرت عمر نے ایسی ضربت لگائی کہ حمل محسن ساقط ہوگیا اور اس اسقاط کی وجہ سے وہ معصومہ بیمار رہ کر چھ مہینے کے اندر رحلت فرما گئین ۔حضرت ابو بکر کے غلام قنفذ نے حضرت معصومہ کو اس زور سے مارا کہ حضرت معصومہ کی پسلی ٹوٹ گئی ۔ پھر حضرت عمر نے خود حضرت معصومہ کو تازیانہ اس زور سے مارا کہ جسم مبارک نیلا ہوگیا ۔ اس معصومہ کے شوہر یعنی علی مرتضیٰ اسیر بنا کر دار الخلافت مین لائے گئے ۔ اہل انصاف دیکھین کہ کربلا مین بھی تو اسی طرح کی بے عنوانیان ظہور مین آئی تھین ۔کربلا مین محسنؑ نہین امام حسینؑ کا خون ہوا ۔حضرت سیدہؐ نہین ۔سکینہ نے طمانچے کھائے ۔

عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان

علی نہین امام زین العابدین اسیر ہو کر دمشق کے دار الخلافت مین لائے گئے۔ خانۂ فاطمہؑ نہین خیمۂ حسینؑ جلایا
گیا۔ کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین نے واقعۂ کربلا کا تماشا حضرت رسولؐ کی رحلت کے ساتھ ہی مدینہ ہی مین
دکھلا دیا۔ حضرت شیخین نے اہلبیت نبویؐ کی ایذا رسانیون کے بعد جو بدترین کارروائی اہلبیت نبویؐ کے
خلاف مین عمل مین لائے وہ یہ تھی کہ بنی امیہ کے قبیلۂ مردہ کو سر نو سے زندہ کر دیا۔ یہان تک کہ وہ قبیلۂ
ملعونہ تمام سلطنت عرب کا مالک ہو گیا۔ یہ حیثیت حاصل کر کے وہ قبیلہ آسانی کے ساتھ میدان کربلا مین
آل محمد کا قریب قریب خاتمہ کر سکا۔ پھر اُس قبیلہ اور اُس کے جانشین بنی عباس کے ہاتھون سے از امام
زین العابدینؑ تا امام حسن عسکری علیہ السلام ائمہ خاندان پیمبرؐ کا خون بہتا ہی رہا۔ اس وقت وہ ائمہ
خاندان پیمبرؐ تو نہین ہین مگر اُن کی اولاد کے ساتھ تو مخالفت امتیان بداندیش کی جیسی پہلے تھی اب بھی ہے
نہایت جائے افسوس ہے کہ اسوقت کی اسلامی دنیا بھی بداندیشانِ آل محمدؐ سے بھری نظر آتی ہے۔ معلوم
ہوتا ہے کہ امتیانِ محمدی مین بسبیل توریث حضرات اہل بیت کی مخالفت نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہی
ہے اور تا قیامت منتقل ہوتی رہے گی۔ پس خلاصہ تمام معاملات بالا کا یہ ہے کہ چونکہ حضرت علیؑ سیرت
شیخین کی قید کے ساتھ حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہونا قبول نہین کر سکتے تھے اس لیے عبدالرحمن بن عوف کے
جواب مین آپ نے فرمایا کہ قرآن اور سنت حضرت رسول پر تو عمل کرون گا لیکن بجائے سیرت شیخین
کے اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کرون گا۔ ملا علی قاری لکھتے ہین کہ یہ سنکر عبدالرحمن نے تین مرتبہ حضرت
عثمان سے پوچھا کہ اگر ہم تمکو امام مقرر کرین تو کتاب اللہ اور سنت رسول و سیرت شیخین پر عمل کروگے حضرت عثمان نے کہا کہ ہان ضرور عمل کرونگا
پس عبدالرحمن نے حضرت عثمان کی بیعت کی اور اُنکے بعد اور لوگ بیعت کرتے گئے۔ حضرات ناظرین
علی مرتضی کی سچائی کی طرف توجہ فرماوین کہ اگر حضرت عثمان کی طرح آپ بھی سیرت شیخین کے مضمون
کو جلدی کے ساتھ قبول کر لیتے تو خلافت حضرت عثمان تک نہین پہونچتی۔ مگر علی مرتضی سیرت شیخین کو
قابل تبعیت نہین سمجھتے تھے مجرد حصول خلافت کے لیے اپنے ایمان کے خلاف کاربند نہین ہو سکے
یہان تو علیؑ مرتضی کو مجرد حصول خلافت مد نظر نہ تھا نعوذ باللہ آپ امیر معاویہ کا ایمان نہین رکھتے تھے
کہ خون خرابی فریب دہی یا جس ترکیب سے ممکن ہو خلافت حاصل ہو جائے آپ خلافت کو حضرت رسول
کی نیابت سمجھتے تھے اور اُس کو ایک عظیم دینی امر جانتے تھے اس لیے نسبت شیخین کی بیخ کو قبول
نہین کر سکے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ایسی معدومی نفسانیت یا نبی مین ہوتی ہے یا اُس کے برحق
وصی اور جانشین مین۔ بیچارے حضرت عثمان مین یہ سچائی کہان سے آسکتی تھی۔ حضرت عثمان کا
تو یہ عالم ہوا کہ اُدھر عبدالرحمن نے سیرت شیخین کی قید ظاہر کی اُدھر حضرت عثمان نے بے دھڑک اُس قید کو

قبول کرلیا - ہر چند امیر معاویہ محمد بن ابی بکر کے جواب مین لکھتے ہین کہ "جب حضرت شیخین نے دنیا سے رحلت کی اور حضرت عثمان اُنکے قائم مقام ہوئے تو اُن کی سیرت وطریقت پر پورا عمل کیا" مگر حضرت عثمان کی تمام کارروائیون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے عداوت حضرت علی واہلبیت نبوی کے حضرت عثمان نے سیرت وطریقت شیخین پر بھی کچھ عمل نہین کیا - حضرت شیخین کو ہرچند کسی طرح پر خلافت کا حق حاصل نہ تھا اسپر بھی حصول خلافت کے بعد عداوت علی وعداوت اہل بیت نبوی کے مضمون کو نظرانداز کر کے حضرت شیخین کے خلافت رانی مین وہ بیجا اسیان ظہور مین نہین آتی گیئن جن سے تمام کارروائیان حضرت عثمان کی مملو نظر آتی ہین - سرسید اپنے خط مین بہت بجا لکھتے ہین کہ "حضرت عثمان نے ہر چیز کو خراب کردیا" اس تحریر پر راقم آئندہ اس کتاب مین اپنی تحریری راے حوالۂ قلم کرنے کو ہے - اب حضرات ناظرین حضرت عثمان کے عہد کی بے عنوانیون پر تھوڑی دیر کے لیے اگر اپنی توجہ مبذول فرماوینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ مجرد حصول خلافت کے لیے سیرت شیخین کی قید کو حضرت عثمان نے بے دھڑک قبول کرلیا تھا - اظہر من الشمس ہے کہ آپ مین خلافت رانی کی مطلق صلاحیت مودعہ نہین تھی - کوئی شک نہین کہ آپ کو حضرت عمر نے صرف اس غرض سے خلیفہ بنانا چاہا تھا کہ اپنے بعد بھی حضرت علی خلیفہ قرار نہ پاسکین - صرف یہی نہین بلکہ یہ بھی کہ ایچ پیچ سے حضرت علیؑ کا قتل بھی ظہور مین آجائے - مگر ایسا نہ ہوسکا - شورے نے حضرت عمر کی ہدایت کا رنگ نہین پکڑا - حضرت عثمان بے قتل علیؑ خلیفہ قرار پا گئے - چونکہ حضرت عمر کمال عداوت اہل بیت نبویؐ سے رکھتے تھے اس لیے اس کے خواہان تھے کہ کسی طرح امر خلافت وامامت بنی ہاشم کی طرف منتقل نہو سکے اس لیے بنی اُمیہ کے حصول خلافت کے لیے رحلت حضرت رسول کے وقت ہی سے بیحد کوشان تھے آپ امیر معاویہ کو حاکم شام بنا چکے تھے اور اب اس فکر مین ہوے کہ خلیفہ بھی بنی امیہ کے قبیلہ کا آدمی ہو - اسی لیے ممبران شورہ مین عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کو جو عزیزان حضرت عثمان سے تھے انتخاب کیا - ایسے شورے سے حضرت علی کی تقرری خلافت کی منزلون دور تھی - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان آسانی کے ساتھ حضرت عمر کے جانشین قرار پا گئے - حضرت عمر کوئی شک نہین کہ کسی درجہ تک بالضرور پولیٹکل دماغ رکھتے تھے گو وہ دماغ ممتاز اہالیان ڈسٹرکٹ بورڈ ومیونسپلٹی کے رنگ کا تھا قبیلۂ بنی امیہ سے خلیفہ کے انتخاب کی وجہ سے صرف اسی قدر تھی کہ قبیلۂ بنی اُمیہ قبیلہ رسول اللہ کا دشمن منصب تھا - پس جب امارت اور امامت بنی اُمیہ مین آجائیگی تو قبیلۂ بنی اُمیہ قبیلہ بنی ہاشم کی ہمیشہ خبر لیتا رہے گا - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان کے بعد چار برس کے اندر سلطنت عرب قبیلۂ بنی اُمیہ مین چلی گئی اور اس قبیلہ کے خلفا یکے بعد دیگرے چورانوے برس تک خلافت رانی

کرتے رہے اور اس عرصہ مین خاندان پیمبر کے خون پانی کی طرح بہائے اور ہر طرح کی ایذائین خاندان نبوت کو امیتون کے ہاتھ سے نصیب ہوتی رہین۔ کوئی شک نہین کہ حضرت عمر اپنی قوی دماغی سے اپنے مقاصد مین کامیاب ہوتے گئے۔ لیکن اگر حضرت عمر سچے دماغ کے پولیٹیشن (Politician) ہوتے تو سلطنت عرب کی ترقی اور تقویت کی طرف اپنی توجہ مبذول فرماتے۔ حضرت عمر کی پہلی پولیٹیکل غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ آپ کو لازم تھا کہ بنی ہاشم کے کسی قابل شخص کو خلیفہ بناتے۔ یہ قبیلہ حضرت رسول کا قبیلہ تھا اور صفات حسنہ سے متصف تھا۔ بعد حضرت رسولؐ کے حضرت علیؑ سردار قبیلہ بنی ہاشم کے تھے اور حضرت علیؑ ہی کی بدولت عرب کی سلطنت وجود مین آسکی تھی۔ حضرت ابوبکر بقول سید "ایک نام کے بزرگ تھے"۔ اگر حضرت عمر سچے مدبر وقت ہوتے تو حضرت علیؑ کو خلیفہ بنا کر حضرت علیؑ کے سچے مددگار رہتے۔ افسوس ہے کہ حضرت عمر نے حضرت رسول کی پالیسی سے انحراف کر کے کچھ ایسی غلط کارروائی اختیار کی کہ جس نے سلطنت عرب مین سول وار (Civil War) کا تخم بو دیا۔ دوسری پولیٹیکل غلطی حضرت عمر کی یہ ہوئی کہ آپ نے بنی اُمیّہ کے مالک سلطنت عرب ہوجانے کا سامان کر دیا۔ بنی اُمیّہ کو کوئی حق عرب کی اسلامی سلطنت سے کسی طرح کے فائدہ اُٹھانے کا نہین تھا۔ مالک سلطنت عرب ہو کر اس قبیلہ سے ہر طرح کی بدکرداریان خون خرابی اور ناہنجاریان ظہور مین آتی گئین۔ بلکہ یہ کہیے کہ سلطنت عرب کو پاکر اس قبیلہ کی ہر طرح کی بداعمالیان بہت ترقی کر گئین۔ کوئی شک نہین کہ سلطنت عرب کی بہبودی کے لیے حضرت رسول خدا کی پالیسی نہایت ہی مبنی بر صحت تھی۔ آن صلعم نے نہایت صحیح خیالی کے ساتھ چاہا تھا کہ آن حضرتؐ کے بعد علی مرتضیٰ ہی آنحضرت صلعم کے جانشین قرار پاوین۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ امر نہایت ہی قرین انصاف ہوتا۔ اس لیے کہ سلطنت عرب قریب قریب حضرت علی ہی کی قائم کردہ تھی۔ آپ وفور علم کے ساتھ حق و ناحق کی بڑی ہی تمیز رکھتے تھے۔ قوی دماغ قوی دل اور جمیع صفات انسانی و ملکوتی کے ساتھ متصف تھے۔ حضرت رسول کا ایسا خیال نہایت منصفانہ تھا۔ مگر حضرت عمر کی عداوت اہل بیتؑ و قبیلۂ بنی ہاشم نے اس خیال پاک کو خارج مین جامۂ وجود پہننے نہ دیا۔ خواہش بالا کا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے آٹھ مواقع مین ایسی کارروائیان اختیار کی تھین جن سے پورے طور پر علی مرتضیٰ کا استخلاف ظاہر ہوتا ہے۔ بارھوان استخلاف خم غدیر کا نظر آتا ہے۔ اس استخلاف کے مبارکباد دینے والے خود حضرت عمر ہوے تھے۔ یہ مبارکبادی استخلاف کی نہین تھی تو کیا تھی۔ جن شخصون کی آنکھون پر تعصب اور عداوت اہل بیت کا چشمہ چڑھا ہوا ہے اگر ان کو معاملہ خم غدیر تقریب استخلاف نظر نہ آئے تو نظر نہ آئے۔ مگر حقیقت حال یہی ہے کہ حضرت رسول اپنے بعد علی مرتضیٰ

کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے - اگر امر خلافت آنحضرت کی مرضی کے مطابق طے پاجاتا تو سلطنت عرب
سول وار سے یعنی خانہ جنگیون کی بلاؤن سے محفوظ رہ کر روز بروز روبہ ترقی رہتی - یہ سلطنت ایسے لوگون
کے ہاتھون مین نہین جاپڑتی جن کو اس کے حاصل کر لینے کا حس برابر بھی حق نہ تھا - مثلاً معاویہ و خاندان
معاویہ وجمیع قبیلۂ بنی امیہ جو اس سلطنت کے بانی کے قدیم دشمن تھے اور اس سلطنت کے معدوم کر ڈالنے
مین جنگ آزمائیون اور خونریزیون کی کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی تھی - حضرت رسول صلعم کا یہ ایک نہایت
فائدہ رسان خیال تھا کہ علی مرتضیٰ آپ کے بعد جانشین آنحضرت صلعم کے قرار پاوین - پھر نہ خانہ جنگیان
یعنی سول وار (Civil War) ظہور مین آتین اور نہ اسقدر مذہبی فرقے اسلام مین پیدا ہوجاتے
تب صرف خاندان پیمبر کا ایک دین ہوتا - جس خاندان سے اسلام کو ظہور ہوا تھا اُسی خاندان مین اُسی دین
کی امامت جاری رہ جاتی - دینی خیال کے رو سے بھی حضرت علیؑ کا جانشین رسول ہونا تمامتر قرین
مصلحت تھا - اس لیے کہ تمام اسلامیان وقت مین حضرت علیؑ سے تقدس اور عبادت و تقویٰ کے
اعتبار سے کوئی شخص افضل نہ تھا جیسا کہ سرسید بھی جوالہ قلم فرماتے ہین - لاریب یہ امر اسلام کے لیے
کسی حال مین برا نہوتا اس لیے کہ حضرت رسول کے خاندان پاک مین از علیؑ مرتضےٰ تا امام عسکری علیہ السلام
ایسے برگزیدہ ذی علم دین پرست صاحب تقویٰ اور صاحب اجتہاد نفوس نظر آتے ہین کہ تمام امت محمدی مین
ان کا جواب کسی زمانہ مین دکھائی نہین دیتا ہے اگر امر خلافت حضرت رسول کے منشا کے مطابق ظہور پذیر
ہوتا تو حضرت شیخین علی مرتضیٰ کے رہتے کیونکر مجتہدان امور اصولی اور امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کی موجودگی مین مجتہد امور فروعی قرار پاتے - چونکہ خلافت امامت سے علیحدہ وجود نہین رکھ سکتی
ہے، امتیان محمدی کو اجتہادات ائمہ خاندان پیمبر سے کنارہ ہونا پڑا - افسوس ہزار افسوس ہے کہ حضرت
شیخین تمامتر منشاء حضرت رسول کے خلاف کاربند ہوتے گئے جس کی بدولت سلطنت عرب مبتلائے
فسادات و بربادی ہو کر آخر کار تاتاریون کے ہاتھ سے معدوم ہوگئی اور دین پیمبر عرب طرح طرح کے نوا حدث
اجتہادات سے دین پیمبر عرب باقی نہین رہا - اگر حضرت شیخین حضرت رسول کی دینی ریاست اور آنحضرت
کے واقعی دوستدار ہوتے تو حصول خلافت کی طرف رخ نہ کرتے - حسب منشاء حضرت رسول حضرت علیؑ
خلیفۂ رسولؐ مان کر امور دنیا و دین مین حضرت علیؑ کے معاون جان و دل سے ہوتے اور حضرت علیؑ کی
خلافت اور امامت کو امتیان محمدی کی یکجہتی کے ساتھ ہر طرح کی مدد دیتے - مگر ایسے اچھے دن اسلام کے لیے
مقدر نہین ہوئے تھے - اس کے برخلاف حضرت عمر کی عداوت علیؑ نے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنا ڈالنے پر
حضرت عمر کو مجبور کر ڈالا جس سے اسلام مین ہر طرح کے نفاق کی بنیاد پڑگئی اور وہ نفاق ہر طرح مورد الزام

رو بہ ترقی ہوتا ہی رہا اور اسوقت تک ہوتا ہی جاتا ہے - پھر حضرت عمر نے یہ نہین کیا کہ اپنے قبل حضرت ابوبکر
کو خلیفہ بنا ہی ڈالا - اپنے بعد بھی حضرت علیؑ کو خلیفہ ہونے نہ دیا - یہ امر حضرت عمر کی دوسری غلطی سے خبر
دیتا ہے - اگر حضرت عمر کو کچھ بھی حضرت رسولؐ کی خلافت کا پاس ہوتا تو علیؑ مرتضیٰ کے مقابلہ مین حضرت عثمان
کے خلیفہ قرار پانے کا سامان نہین کرجاتے - سلطنت عرب یا خلافت رسولؐ کی بہبودی کے لیے ضرور تھا
کہ آپ بنی امیہ سے خلیفہ کا انتخاب نہ فرماتے - پھر بنی اُمیہ سے ایسے شخص کو خلیفہ انتخاب کیا
کہ جس کو خلافت رانی کی خس برابر بھی صلاحیت مودعہ نہ تھی - اگر علی مرتضیٰ کو خلیفہ ہونے دینا منظور نہ تھا
تو تنزلاً معاصران حضرت علیؑ سے کسی لائق شخص غیر بنی امیہ کی خلافت کا سامان کرجاتے - اس مین شک
نہین کہ حضرت عثمان کے علاوہ جو کوئی خلیفہ حضرت عمر کا قرار پاتا حضرت عثمان سے بمراحل بہتر طور سے
عہدۂ خلافت کو انجام کرسکتا - مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عرب یا خلافت کی نفع رسانی سے حضرت
عمر کو کوئی غرض نہین تھی - آپ کا اصل منشا یہ تھا کہ علی مرتضیٰ خلیفہ نہو جاوین اور جو شخص خلیفہ ہو قبیلۂ
بنی اُمیہ کا آدمی ہو - بس چونکہ حضرت عثمان کے جلد اور کامیابی کے ساتھ خلیفہ قرار دیے جانے کے اسباب
موجود اور پیش نظر تھے - آپ نے حضرت عثمان کے سر پر تاج خلافت کے رکھ دینے کا سامان کر ڈالا - کوئی
شک نہین - اگر حضرت عمر کو کچھ بھی سلطنت عرب یا خلافت حضرت رسولؐ کی بہبودی کا خیال ہوتا تو کسی
حال مین حضرت عثمان کی خلافت یابی کی طرف حضرت عمر کو توجہ نہوتی - اب حضرات ناظرین ذیل کے معاملات
کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائین - یہ معاملات کہے دیتے ہین کہ حضرت عثمان کسی طرح سزاوار خلافت
نہ تھے - حضرت عمر کا یہ انتخاب خلیفہ جو علی مرتضیٰ کی عداوت پر مبنی تھا - ایسا زشت رنگ رکھتا ہے کہ اہل
انصاف کی آنکھون مین حسرت آگین ہونے کا سوا اور کیا دکھائی دے سکتا ہے -

حضرت عثمان کے خلیفہ قرار پاتے ہی مردودان درگاہ خدا و رسول سے سرکار خلافت بھر گئی
علامۂ مسعودی تاریخ مروج الذہب مین لکھتے ہین کہ جب حضرت خلیفہ ہوئے تو اُن کے چچا حکم بن ابی العاص
اور مروان بن حکم اور دیگر بنی اُمیہ جو بحکم حضرت رسولؐ خارج از مدینہ تھے حضرت رسولؐ کے پاس آکر
مجتمع ہوگئے - اور مروان وہی راندۂ درگاہ نبوی تھا جسکو رسول مقبولؐ نے مدینۂ منورہ سے نکلوا دیا تھا
اور مدینہ کے قرب وجوار مین اُسکے آنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی - واہ جناب حضرت عمر - کیا خوب آپ نے
اپنا جانشین انتخاب فرمایا - کیا آپ یہ نہین سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان کے خلیفہ ہوجانے پر مردودان خدا و
رسول کا ہجوم مدینہ مین ہوجائیگا - آپ کی غرض ہی ایسے انتخاب سے یہ تھی کہ بنی ہاشم کو ستانے کے واسطے
بنی اُمیہ زور آور ہوجاوین - چنانچہ زور آور ہو کر پورے مالک بلاد اسلام کے ہوگئے اور اُن سے

خلافت حضرت عثمان مین مردودان خدا و رسول کا مدینہ مین مجتمع ہوجانا

بنی ہاشم کے خون یا امراء طور پر بہتے رہے ۔ چونکہ خلافت رانی کی کوئی صلاحیت حضرت عثمان کو حاصل نہ تھی پہلے آپ نے مغیرہ ابن سعد کو حکومت کوفہ سے معزول کیا اور اس کی جگہ پر سعد ابن ابی وقاص کو مقرر کیا پھر سعد ابن ابی وقاص ایک برس حاکم کوفہ رہے ہون گے کہ آپ نے سعد کو معزول کرکے اسکی جگہ پر اپنے اخیافی بھائی ولید بن عقبہ کو کوفہ کی حکومت عطا کی ۔ یہ ولید وہ مشہور شرابخوار ہے جس نے مخموری کی حالت مین دو رکعت نماز صبح کی جگہ چار رکعت نماز مسجد مین پڑھائی تھی اور پھر مصلاے مسجد پر پی ہوئی شراب قے کرڈالی تھی ۔ یہ ولید تنزیلی فاسق تھا ۔ مگر حضرت خلیفہ نے برادر پروری کے خیال سے اُسے حاکم کوفہ بنادیا تھا ۔ کیون مغیرہ ابن سعد اور سعد بن ابی وقاص معزول کیے گئے اسکی وجہ نہین معلوم ہوتی ۔ سواے اس کے کہ حضرت عثمان کو خلافت رانی کی صلاحیت حاصل نہین تھی اور کیا وجہ بتلائی جاسکتی ہے پھر حضرت عثمان نے عبداللہ ابن سعد کو مصر کی حکومت بخشی ۔ یہ شخص مرتد تھا ۔ ایسے ہی ابوموسیٰ اشعری کو حکومت بصرہ سے معزول کرکے ابن عامر اپنے خالہ زاد بھائی کو حاکم بصرہ بنا دیا ۔ ابوموسیٰ اشعری کی معزولی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ہے ۔ عدم صلاحیت خلافت رانی کے سوا اس کی اور توجیہ کیا کیجا سکتی ہے ۔ اسی طرح جب ابن سعد بن ابی وقاص اور مالک اشتر کے درمیان بحث و نزاع واقع ہوئی تو سعد کے آدمیون نے مالک اشتر کو اسقدر مارا کہ مالک بیہوش ہوگئے ۔ یہ امر اشراف و اعیان کوفہ پر نہایت گران گزرا ۔ ان لوگون نے سعد کی شکایت مین زبان کھولی اور حضرت عثمان کو بھی بُرائی کے ساتھ یاد کرنے لگے ۔ اس پر حضرت عثمان نے اُن بیچارے شرفاے کوفہ کے ساتھ جو بدسلوکیان کین اہل خبر سے پوشیدہ نہین ہے ۔ نہین معلوم کہ حضرت عثمان کس قاعدہ سے "رحماء بینھم" کے مصداق سمجھے جاتے ہین آپ سے زیادہ سنگدل اور غیر رحیم آدمی تو صحابی حضرت رسول مین معاویہ وغیرہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر نہین آتا ہے ۔ مالک اشتر ایک معروف صحابی آن صلعم کے تھے مگر ان مین ایک بڑا یہ نقصان لاحق تھا کہ بیچارے خاندان پیمبر کے بڑے دوستدار تھے ۔ اگر یہ عیب ولاے اہلبیت کا اس غریب مین نہوتا تو حضرت عثمان ان کی مظلومیت کا کچھ خیال کرتے ۔ مالک اشتر کے قصہ مین جو جو ظالمانہ کارروائیان شرفاے کوفہ کے ساتھ کی گئین اُن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو کوئی صلاحیت خلافت رانی کی فطرت نے عطا نہین کی تھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو پورے طور پر ناقابل خلافت سمجھکر خلیفہ بنوایا تھا ۔ قابل خلیفہ کے ہاتھ سے بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم کی ایذایابی کی معقول صورت پیدا نہین ہوسکتی تھی ۔ قابل خلیفہ مردودان درگاہ الٰہی و درگاہ مصطفوی کو اپنے اردگرد جگہ نہین دے سکتا تھا ۔ قابل خلیفہ کے ذریعہ سے بنی اُمیہ جو بدترین اشرار عالم سے تھے امور خلافت مین دست انداز نہین ہوسکتے تھے

حضرت عثمان کی انتظامی کمزوریاں سے متعلق بعض امور

پس حضرت عمر کو معابراری کے لیے اس سے چارہ نہ تھا کہ حضرت عثمان جیسے کمزور ضعیف الراے اور ضعیف العقل بنی امیہ کو اپنا جانشین بناوین - اب حضرات ناظرین ایک اور بے رحمی کا فعل حضرت عثمان کا ملاحظہ فرماوین بیچارے ابوذر غفاری کے ساتھ حضرت عثمان نے بے رحمی کا خاتمہ کر ڈالا - جرم اس بیچارے کا صرف اسیقدر تھا کہ وہ دوستدار خاندان پیمبر کے تھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو ایذا رسانی کی ایجاد مین ایک دخل خاص تھا - پھر عمار بن یاسر کے ساتھ جو بیرحمانہ سلوک حضرت عثمان کا عمل مین آیا اسکی سرگذشت یہ ہے کہ جب حضرت خلیفہ کی بے اعتدالیان حد سے گذر گیئین اور عامۂ مسلمین کی آسایش مین سخت خلل لاحق ہونے لگا تو پچاس اشخاص مہاجرین و انصار نے عمار بن یاسر کو ایک نامہ دیکر حضرت عثمان کی خدمت مین بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر حضرت خلیفہ اپنی ضرر رسان کارروائیون سے باز نہ آئین گے تو خلافت سے معزول کر دیے جائین گے اس سفارت کا یہ نتیجہ ہوا کہ عمار ابن یاسر پر اس قدر مار پڑی کہ وہ عارضۂ فتق مین مبتلا ہو گئے - معاذ اللہ - حضرت عثمان کے عہد خلافت کی بے عنوانیان کوئی حد نہین رکھتی ہین - لوگ کہتے ہین کہ یہ مصراع "خرد مند عثمان ہست زندہ دار" حضرت سعدی کا قول ہے - ظاہرا سعدی بے سر و پا باتین نہین کرتے تھے - اگر واقعی یہ قول انکا ہے تو حضرت سعدی بھی حضرت عثمان ہی کی طرح عقل و دانش رکھتے تھے - ظاہرا عمار بن یاسر کے ساتھ ایسے بیرحمانہ سلوک کے عمل مین لائے جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عمار بھی حضرت ابوذر اور مالک اشتر کی طرح دوستداران اہل بیت نبوی کے تھے - پس حضرت خلیفہ کا سلوک جو عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ جو حضرات اہل سنت کے یکے از عشرہ مبشرہ ہین ویسا ہی ہوا جیسا کہ ایک دوسرے یکے از عشرۂ مبشرہ یعنی سعد ابن ابی وقاص کے ساتھ ہوا تھا - حکم خلیفہ صاحب سے عبدالرحمن صاحب مدینہ سے نکلوائے گئے - یہ وہی صاحب ہین جن کے زور سے حضرت عثمان حضرت عمر کے جانشین قرار پائے تھے - اگر یہ صاحب نہوتے تو خلافت حضرت عثمان تک نہین پہونچتی - ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عوف صاحب کو اپنی غیر منصفانہ کارروائی کی سزا منتقم حقیقی کی طرف سے ملی بہرحال عبدالرحمن بن عوف کے نفی بلاد کیے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان مین کمزوری عقل و راے و کثرت بیرحمی کے ساتھ ناسپاسی کا مادہ بھی ایک ممتاز درجہ تک داخل طینت تھا - معاملات بالا سے کم نفرت انگیز قصہ محمد ابن ابی بکر کا نہین معلوم ہوتا ہے - حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عثمان نے محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر بنا کر مصر کی طرف روانہ کیا - اس وقت حاکم مصر ابن ابی سرح حکم خلیفہ سے معزول ہو چکا تھا - محمد ایک جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے - ہنوز یہ لوگ راہ مین تھے کیا دیکھتے ہین کہ ایک شتر سوار اونٹ کو تیز ہنکاتا ہوا انکی جانب سے آرہا ہے - محمد کے قافلے والون نے

اُس سے پوچھا کہ تو کہان جاتا ہے اس نے کہا کہ عامل مصر کے پاس - لوگون نے کہا عامل مصر تو یہی محمد بن ابی بکر ہین - شتر سوار نے کہا کہ مین دوسرے عامل یعنی ابن ابی سرح کے پاس جاتا ہون - یہ سن کر لوگون نے اُسے پکڑا اور تلاشی لی تو اُس کے پاس سے ایک نامہ نکلا جسپر حضرت عثمان کی مُہر تھی اور اس مین لکھا ہوا تھا کہ جس وقت محمد بن ابی بکر اور اُن کے ساتھ والے وہان پہونچکر تیری معزولی کا حکم وین تو قبول نہ کرنا بلکہ محمد بن ابی بکر اور اُن کے ساتھ والون کو کسی حیلہ سے قتل کرنا اُن کے پاس جو نامہ ہے اُسکو باطل سمجھنا اور اپنے منصب پر بدستور قائم رہنا -

یہ مضمون دیکھتے ہی محمد بن ابی بکر اور اُن کے ساتھ والے مدینہ واپس آئے اور اُنھون نے صحابہ کو جمع کر کے سارا قصہ بیان کیا - اُن سب نے حضرت عثمان سے اس بات کو پوچھا - حضرت عثمان نے اقرار کیا کہ یہ خط میرے کاتب مروان کا لکھا ہوا ہے اور اُسپر میری مُہر بھی ثبت ہے - لیکن خدا کی قسم میرے حکم سے نہین لکھا گیا - واہ حضرت خلیفہ صاحب اس طرح کے نامعقول احکام جاری پاجا وین اور آپ کو اُن سے بے خبری رہے - سبحان اللہ خلافت رانی اس کو کہتے ہین - بہرحال جب لوگون نے یہ کہا کہ اچھا مروان کو ہمارے سپرد کردو تو حضرت عثمان نے کہا کہ ایسا نہ ہوگا - اس بات سے لوگون کا غیظ و غضب حضرت عثمان پر اور زیادہ بڑھ گیا اور وہ لوگ حضرت عثمان سے قتال کرنے کی کوشش مین مصروف ہوئے - ظاہر ہے کہ جب حضرت عثمان کی اس طرح کی بے عنوانیان تھین تب تو بلوائیون نے آپ کی جان مار ڈالی اور محمد بن ابی بکر بھی بلوائیون کے شریک ہو کر آپ کے قتل کے شریک ہو گئے - عوض را گلہ نہ باشد - آپ کے مروان نے محمد اور محمد کے ساتھیون کی جان لینے کا پورا سامان کر دیا تھا محمد نے اس کے عوض مین آپ کے ساتھ وہ کیا جو آپ کا مروان محمد اور رفقاے محمد کے ساتھ کر گزرنے کو تھا - اب تمام حالات بالا کو ملحوظ رکھکر ارباب انصاف تجویز فرمالین کہ جو خلیفہ صاحب ولید بن عقبہ سے فاسق کو کسی بلاد اسلام کا حاکم بنا دین مروان جیسے مردود درگاہ خدا و رسول کو عہدۂ وزارت پر سرفراز فرما دین - حکم بن عاص کو بلا استحقاق زر کثیر عنایت کرین حارث کو مفت مین دسوان حصہ زمین کا دوکانداران مدینہ سے دلوا دین تمام حکومتون کو منسلان بنی اُمیہ اور دیگر اشرار کو سپرد کرین ناحق مغیرہ ابن شعبہ سعد ابن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعری کو جو اہل سنت کے عشرۂ مبشرہ سے ہین حکومتون سے معزول کرین - عبد الرحمٰن بن عوف کو مدینہ سے نکلوا دین نہایت بے رحمی کے ساتھ مالک اشتر ابو ذر غفاری او عمار ابن یاسر سے پیش آوین - محمد ابن ابی بکر کے قتل کیے جانے کا بندوبست کرین یا بندوبست ہونے دین - شرفاے کوفہ کو طرح طرح کی عقوبتون مین مبتلا کرین اور عامۂ مسلمین کو اپنی ایذا رسان کارروائیون سے بیحد آزردہ کر ڈالین تو ایسے خلیفہ صاحب کو

خلیفہ رسول اللہ سمجھنا کچھ عجیب مضمون نظر آتا ہے۔ یہان تک تو عام مسلمانون کے ساتھ جو برتاؤ حضرت خلیفہ نے جائز رکھا۔ وہ مختصر طور پر حوالۂ قلم ہوا۔ آپ حضرت خلیفہ نے خاندان پیمبر پر جو کرم فرمایا یہ ہے کہ نسخہ ہاے قرآن کو جلوا کر جو تصحیح اور ترتیب قرآن کی کی وہ یہ ہوئی کہ اس مین سے نام مولی کائنات اور لفظ آل محمد کو خارج کرڈالا۔ اس فعل سے حضرت خلیفہ کے بہ اسباب ظاہر منصوصی حیثیت حضرت علی اور آل محمد کی باقی نہین رہی۔ کوئی شک نہین کہ اس ترکیب سے خاندان پیمبر کی حیثیت عوام مسلمانان کی سی ہوگئی۔ تنقیص شان اہل بیت حضرت شیخین کرتے آئے تھے اب اس تنقیص کا خاتمہ عہد حضرت عثمان مین ہوگیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت عمر بے سمجھے بوجھے حضرت عثمان کی خلافت یابی مین کوشان نہین ہوے تھے۔ آپ حضرت عثمان کی افتاد طبیعت سے پوری خبر رکھتے تھے۔ خوب سمجھے ہوے تھے کہ خلیفۂ وقت ہوکر حضرت عثمان اشرار زمانہ کو اپنے گرد جمع کرلینگے اور اہل بیت نبوی اور دوستداران اہل بیت نبوی کے ستانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھین گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو اشرار زمانہ کی طرف ایک میلان خاص تھا۔ اگر ایسا نہوتا تو مروان سے اپنی بیٹی کیون بیاہ دیتے۔ آپ کے اس فعل سے بھی مسلمانون کو آپ کی طرف سے بیزاری پیدا ہوگئی تھی کوئی شک نہین کہ انھین اشرار پرستیون کا یہ نتیجہ ہوا کہ بلوائیون نے آخر آپ کا کام تمام کرڈالا۔

حضرت عثمان کے تمام حالات پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو خس برابر بھی خلافت رانی کی صلاحیت فطرت نے نہین بخشی تھی۔ ایسے صاحب کو حضرت عمر کا خلیفہ انتخاب کرنا ایک پرحیرت امر ہے مگر ایسے انتخاب سے مرکوز خاطر حضرت عمر کا یہی تھا کہ امارت امت سے بنی ہاشم اور بھی دور ہوجائین اور بنی امیہ کے مالک سلطنت ہوجانے سے کبھی امارت و امامت بنی ہاشم کیطرف عود نکرسکے اگر یہ خیال حضرت عمر کے دل مین جگہ نکیے ہوتا تو حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنایا ہوتا علی مرتضی خلیفۂ ثالث ہوکر اُن حرکتون کے مرتکب نہین ہوسکتے تھے جو حضرت عثمان سے ظہور مین آتی گئین۔ حضرت علی کو حضرت عثمان سے لاکھون گونہ خلافت رانی کی زیادہ صلاحیت حاصل تھی۔ تقاضاے مزاج سے علی مرتضی صحبت اشرار سے نفرت رکھتے تھے۔ مردمان فاسق وفاجر سے اجتناب کلی رکھتے تھے فساد انگیزیون سے منزلون دور تھے۔ دل آزاری اور ستم پروری کی آپ کو ہوا تک نہین لگی تھی۔ اور حق یہ ہے کہ جمیع صفات حمیدہ سے متصف تھے۔ تب تو آل محمد مصطفے صل اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق مین فرمایا تھا کہ "علی منی و انا منہ" اور جبریئل بول اُٹھے "و انا منکم"۔ کوئی شک نہین کہ اگر خس برابر حضرت عمر مین عدل پروری ہوتی تو آپ حضرت علی کے رہتے حضرت عثمان کو اپنا جانشین بنانے مین اس طرح کے ایچ پیچ کی چالین نہین چلتے حضرت عثمان کی رحلت کے بعد حضرت علی کی بیعت لوگون نے کی۔ آپ کی خلافت کی نسبت علماے اہل سنت کچھ نہین لکھتے ہین کہ آپ خلیفہ کس ترکیب سے قرار پائے۔ حضرت ابوبکر کی

خلافت اجماع کی بنیاد پر بتلائی جاتی ہے حضرت عمر کی استخلاف کے رو سے حضرت عثمان کی شورے کی جہت سے اور امیر معاویہ کی غضب اور قہر کے ذریعہ سے اور یہ سب صورتین حصول خلافت کی صحیح و درست مانی جاتی ہین - ماشاء اللہ حضرات اہل سنت کا اصول خلافت کیا خوب انداز رکھتا ہے - جو شخص جس سبیل سے خلیفہ ہو گیا بس خلیفہ برحق ہو گیا حضرت علی کی خلافت کی نسبت کتب اہل سنت مین کچھ نہین حوالۂ قلم پایا جاتا ہے - بہرحال حضرت علیؑ کے رحلت پاتے ہی اُمتیانِ محمدیؐ فساد پر مستعد ہو گئے - یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی - حضرات خلفائے ثلثہ خاندان پیمبرؐ کی عظمت اور حرمت زائل کر چکے تھے - وقار اہل بیت نبوی باقی ہی کیا رہا تھا جس کا پاس مسلمانان وقت ملحوظ رکھتے - ادھر زبیر اور طلحہ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور اسی کے ساتھ شکست بیعت کر کے حضرت عائشہ کی معیت مین خلیفۂ وقت سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا - اس کے بعد ہی امیر معاویہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا جنگ صفین کا معاملہ ظہور مین آگیا معاویہ ساختہ پرداختہ حضرت شیخین کے تھے اور اب شام کے حاکم زبردست ہو رہے تھے - آپ کو خلیفۂ وقت سے مقابلہ کرنے مین کوئی امر مانع نہین ہو سکتا تھا - اپنے مکر و فریب کے ذریعہ سے حضرات اہل سنت کے خلیفۂ پنجم بن بیٹھے - حضرت شیخین نے بنی امیہ کی ثروت کی بنا ڈالی تھی اس بنا پر بنی اُمیہ کی ثروت کی عمارت تھوڑے ہی عرصہ مین ایسی قائم ہو گئی کہ بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم سے اسکا انہدام احاطۂ امکان سے باہر ہو گیا - حضرت علی کا عرصۂ خلافت چار برس کے اندر کا معلوم ہوتا ہے اس عرصۂ قلیل مین ایک دن بھی راحت کا موقع حضرت علیؑ کو نصیب نہ ہوا - تاریخ کی کتابون کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ طلحہ زبیر و معاویہ وغیرہ وغیرہ کے فسادات کے باعث کیا کیا ایذائین اور دقتین حضرت علیؑ کو لاحق ہوتی گئین - اہل تاریخ لکھتے ہین کہ مفسدۂ معاویہ کے وقت مین فرقۂ خوارج کا وجود قائم ہوا - لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ مادہ خروج کا حضرت شیخین کی خلافت پیدا کر چکی تھی - بلاشبہ اس فرقہ کے ظہور کا تخم بھی سقیفہ مین بو یا گیا تھا - سقیفہ کا معاملہ اہل بیت نبوی کے طرح طرح کے مصائب کا مزرع نظر آتا ہے - بالمختصر حضرت علیؑ کو اہل بغاوت کے مفسدون سے فرصت نہین ہوئی تھی کہ کوفہ مین آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا عبدالرحمن ابن ملجم آپ کا قاتل ہے اور اس لیے حسب فرمودۂ حضرت رسولؐ کہ علی کا قاتل اور مقتول دونون جہنمی ہین اس کے جہنمی ہونے مین کسی دوستدار اہل بیت نبوی کو شک نہین ہو سکتا - مگر خلافت حضرت شیخین نے مخالفت اہل بیت نبوی کی امتیون مین ایسی پیدا کر دی تھی کہ ابن عمران بن حطان کی ترکیب کے مسلمانون کی کمی نہین پائی جاتی تھی - اس دشمن علی کی نسبت ابوالفدا مورخ لکھتے ہین

شہادت حضرت علی اور عمران بن حطان

کہ عمران بن حطان خارجی نے ابن ملجم کے مرثیہ مین اس مضمون کے شعر موزون کیے ہین کہ "کیا اچھی ضرب تھی اس ولی یعنی ابن ملجم کی جس نے خوشنودی خدا کے ارادے سے وہ ضرب لگائی۔ مین جس وقت ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو گمان کرتا ہون کہ اس کا میزان عمل خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پورا ہے"۔ کوئی شک نہین کہ اہل بیت نبوی کی طرف سے اس طرح کے عناد کی روح امتیان محمدیؐ مین حضرت شیخین کی پھونکی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت شیخین نے حدیث ثقلین کے پابند رہ کر واقعہ سقیفہ سے ان کو دور رکھا ہوتا حضرت علیؑ سے طلب بیعت مین نامتوقع سختیون کے عامل نہوئے ہوتے۔ اپنی نبی کی دختر محترم کو معاذ اللہ حد درجہ کی جسمانی اور رُوحانی ایذائین پہونچائے ہوئے ہوتے۔ خلافت کے ساتھ فدک کو بھی غصب نہ کر لیے ہوتے اور ہر طرح کی معاندانہ کارروائیان اہل بیت نبوی کے ساتھ عمل مین نہ لائے ہوئے ہوتے اور مختصر یہ ہے کہ اپنے افعال و حرکات سے امتیان محمدیؐ کو ایسی راہ نہین دکھائے ہوتے جس سے طرح طرح کی تنقیص شان اہل بیت کو ظہور ہوتا گیا تو صرف وجود خوارج کا اسلامی دنیا مین کبھی ظہور مین نہ آتا بلکہ امتیان محمدی مین کسی وقت کسی طرح کی مخالفت اہل بیت کی صورت دکھائی نہ دیتی ؎ ای باد صبا این ہمہ آوردۂ تست + یہ صرف حضرت شیخین کا اثر ہے جو امتیان محمدیؐ مین عمران بن حطان کی ترکیب کے بشر گزرے ہین اور با تقوی۔ اس وقت بھی ہزارون ابن ملجم اور عمران بن حطان موجود ہین اور تا قیامت موجود رہین گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب لاصابہ مین لکھتے ہین کہ عمران بن حطان تابعی ہے اس کا ذکر طبقۂ صحابہ مین کسی نے نہین کیا مگر قاضی حسین بن محمدؒ شافعی نے تعلیقات مین عمران کو صحابی بیان کیا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ابن ملجم کے مرثیہ لکھنے والے کو اہل سنت کا کم سے کم تابعی یا صحابی ماننا خلاف توقع نہین۔ حضرات اہل سنت کے ماشاء اللہ عجب عجب ترکیب کے صحابی اور راویان احادیث دکھائی دیتے ہین۔ کوئی شک نہین کہ اہل سنت کے صحابی کا مضمون کچھ عجب رنگ رکھتا ہے۔ یہی حال اُن کے راویان احادیث کا بھی ہے۔ اسپر بھی ان کی کتاب بخاری کتاب باری کے قریب قریب درجہ رکھتی ہے خیر۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ جب ابو الطیب طبری نے عمران بن حطان کے اشعار مرثیہ سُنے تو اُنھون نے اس کے جواب مین اس مضمون کے شعر موزون کیے کہ "مین عمران بن حطان کے اشعار سے بیزاری ظاہر کرتا ہون جو اُس نے ابن ملجم ملعون کی مدح مین بطور بہتان کے کہے ہین۔ مین جب ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو اُسپر لعنت کرتا ہون اور عمران بن حطان پر لعنت کرتا ہون جس نے ابن ملجم کی تعریف مین اُن اشعار کو موزون کیا ہے"۔ یہ لکھکر قاضی حسین بن محمدؒ فرماتے ہین کہ قاضی ابو الطیب نے خطا کی جو عمران بن حطان کی نسبت لعنت کے الفاظ استعمال کیے کیونکہ عمران بن حطان

صحابی ہے اور اُس پر لعنت کرنا جائز نہین ہے - واہ رے اہل سنت کے شیر عمران بن حطان - قاتل شیر خدا
تو مرثیہ لکھے اور پھر صحابی کے درجہ پر ڈٹا بھی رہے - حضرات اہل سنت کے طرح طرح کے صحابی دکھائی
دیتے ہین - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - نیز ابن حجر موصوف کتاب بالا مین لکھتے ہین کہ عمران بن حطان سے بخاری
اور ابوداؤد نے حدیثین روایت کی ہین راقم کہتا ہے کہ بخاری اور ابوداؤد کو عمران بن حطان سے بہتر
راوی کہان سے مل سکتا تھا - یہ وہ راوی ہے کہ جو مداح ابن ملجم کا ہے اور اس حیثیت سے خود ابن ملجم
سے کیا کم درجہ رکھتا ہے - اسی طرح محدث عثمان البنی نے عمران بن حطان کو اہل سنت وجماعت مین
شمار کیا ہے راقم کہتا ہے کہ مداح ابن ملجم اہل سنت وجماعت کے فرقہ کے سوا اور کس فرقہ کا بشر ہو سکتا ہے
نیز کتاب تلخیص ابن حجر عسقلانی مین ہے کہ ابن حزم طاہری نے مبالغہ کے ساتھ کہا ہے کہ ائمہ مجتہدین مین
اس کے متعلق کچھ اختلاف نہین ہے کہ ابن ملجم نے علی بن ابی طالب کو تاویل واجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ
ابن ملجم مذکور سمجھا تھا کہ اس بات مین اسکی رائے خطا پر نہین ہے بلکہ صواب پر ہے - راقم کہتا ہے کہ واہ رے
مذہب اہل سنت اور واہ رے اہل سنت کے ائمہ مجتہدین اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی
جواہر العقدین امام حموی مین یہ عبارت قلم بند ہے کہ حسین ابن کثیر اپنے باپ سے ناقل ہین کہ جناب
علی مرتضیٰ ایک شب خانۂ امام حسن مین افطار فرماتے تھے اور ایک شب امام حسینؑ کے گھر مین اور ایک
شب عبداللہ ابن جعفر کے ہان اور تین لقمون سے زیادہ نہین تناول فرماتے تھے - حضرت فرماتے ہین
کہ مجھکو خدائے تبارک وتعالیٰ کے پاس خالی اور گرسنہ شکم جانا بہت پسند ہے ورا قم کہتا ہے - اللہ ری
روح پروری) خیر - جب وہ رات آئی جس کی صبح کو آپ شہید ہون گے - اُس رات کو بار بار آپ باہر
نکل آتے تھے اور پے درپے آسمان کی طرف نظر فرماتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم نہ خدا نے جھوٹ کہا ہے
اور نہ مین جھوٹ بولتا ہون حقیقتاً آج وہ رات ہے جس رات کو میرا وعدہ پورا ہوگا - جب صبح کا وقت
نمایان ہوا تو آپ باہر نکل آئے پروردہ بطون نے بڑھکر آپ کو روکا - آپ نے یہ کہکر اُن کو ہنکا دیا کہ انکو
تھام رکھو کیونکہ یہ سب میری رونے والیان ہین - سترھوین رمضان کو ابن ملجم نے ضرب شمشیر لگائی اور
اکیسوین رمضان کو آپ کی وفات ہوئی - تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعۂ جانکاہ ۴۰ھ ہجری
مین رونما ہوا -

واضح ہو کہ مورخ ابن اثیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی شہادت کی پیشین گوئی حضرت
رسول خدا نے فرمائی تھی - آن صلعم نے فرمایا کہ علی نہ مرین گے جب تک کہ مقتول نہ ہون گے - استیعاب ابن
عبدالبر مین صہیب سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے پوچھا کہ اے علی بتاؤ کہ امم سابقہ مین

سب سے زیادہ شقی کون تھا ۔ حضرت علی نے کہا کہ جس نے ناقۂ صالح کی کوچین کاٹین ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس اُمت مین سب سے زیادہ بدبخت کون ہے ۔ حضرت علی نے کہا مجھے اس کا علم نہین ہے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس اُمت مین سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہوگا جو تمھارے سر پر ضرب لگائے گا اور تمھاری داڑھی کو تمھارے خون سے خضاب کریگا ۔ یہی مضمون خصائص نسائی مین بھی پایا جاتا ہے ۔ اب اہل انصاف غور فرمائین کہ قول بالا فرمودہ رسول اللہ کا ہے ۔ اقتیان محمدی کا حال دیکھئے کہ عمران بن حطان صاحب ابن ملجم کا مرثیہ لکھتے ہین قاضی حسین بن محمد شافعی صاحب عمران کو صحابی کا درجہ بخشتے ہین بخاری اور ابوداؤد اُس بدبخت سے حدیثین روایت کرتے ہین محدث عثمان البتی اس عاقبت برباد کو اہل سنت جماعت مین شمار کرتے ہین اور اہل سنت کے جمیع ائمہ مجتہدین اس دشمن خدا کو بے گناہ قرار دیتے ہین اس بنا پر کہ اُس نے علی بن ابی طالب کو تاویل و اجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ ابن ملجم سمجھتا تھا کہ اس باب مین اس کی رائے خطا پر نہین ہے بلکہ صواب پر ہے ۔ خدارا اے ناعاقبت اندیشو تمھارے اگر ایسے ہی مسئلے تاویل اور اجتہاد کے ہین تو بلاشبہ تاویل و اجتہاد کی بنا پر حضرات خلفائے ثلثہ حضرت رسول اللہ کو غزوات رسول اللہ مین بار بار چھوڑ کر بھاگ نکلے ۔ حضرت رسول کے حکم کے خلاف عمر عبدود سے مقابلہ کرنے مین قاصر ہوئے صلح حدیبیہ مین حضرت عمر نے شک فی النبوت ظاہر کیا اور اس شک مین تا ختم صلح یا خدا جانے کب تک مبتلا رہے ۔ عقبہ کی راہ مین رسول پر حملہ آوری کی مستعدی ملاعین نے کی ۔ جیش اُسامہ کی شرکت سے اکابر امتیان یعنی حضرات ثلثہ وغیرہم باز رہے رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کی شرکت سے اپنے کو حضرت شیخین نے محروم رکھا ۔ سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کو ایک دلیل سے ساکت کرکے حضرت شیخین نے اپنی خلافت قائم کرلی ۔ پھر اُسی دلیل کی بنا پر جب حضرت علیؑ نے خلافت طلب کی تو مطلق عدل پروری کو راہ نہ دے سکے ۔ حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے بعیت طلبی کے متعلق حضرت عمر کو خانۂ فاطمہ سلام اللہ علیہا مین آگ لگا دینے کے لیے بھیجا اور حضرت عمر آگ لیکر گئے اور آگ لگا دی ۔ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کو مارا جس کے صدمہ سے حمل محسن ساقط ہوگیا حضرت ابوبکر کے غلام قنفذ نے بنت نبی صلوٰۃ اللہ علیہا کو ایسا مارا کہ اُس معصومۂ مظلومہ کی پسلی ٹوٹ گئی پھر حضرت شیخین نے طرح طرح کی بے عنوانیان دکھلائین اور آخر کار فدک کو چھین لیا ۔ (تماشا تو یہ ہے کہ حضرت شیخین حضرت فاطمہ سے فدک کو چھین لیا اور حضرت عمر کے انتخابی جانشین حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت مین فدک کو ۲۷ھ ہجری مین اپنے داماد مروان بن الحکم جو جاتا ہوا مردود درگاہ خدا و رسول تھا عطا فرمایا) واہ رے عدل پروری شیخین واہ ری نصفت پناہی ذی النورین ۔ مختصر یہ ہے کہ راقم

کہان تک امتیان محمدی کی نفس پروری حق کشی درست یزدی حق ستانی کے امور کو اس مختصر کتاب مین حوالۂ قلم کرسکتا ہے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ امتیانِ محمدی کے ہاتھ مین تاویل و اجتہاد کے دو ایسے ہتکھنڈے ہین جن سے وہ حضرات قاتل علیؑ وقاتل فاطمہ وقاتل محسن وقاتل حسنؑ وقاتل حسین و قاتلان جمیع ائمہ خاندان پیمبرؐ وجمیع اشرار زمانہ مثل خالد و معاویہ و یزید وجمیع مردودانِ درگاہ خدا و رسولؐ کو معصوم قرار دے سکتے ہین۔ خالد کو تو حضرت ابوبکر نے تاویل کی بنا پر معصوم قرار دیدیا ورنہ حسب رائے حضرت عمر خالد پر حد شرعی کا جاری کیا جانا تمامتر انصاف تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد حکومت مین خالد صاحب قبیلہ بیریوع سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اس قبیلہ کے سردار مالک بن نومرہ کو خالد نے قتل کرڈالا اور اُس کی جورو پر فوراً متصرف ہو بیٹھے (دیکھو تاریخ ابن اوردی) جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ بیشک خالد زنا کا مرتکب ہوا اس پر حد جاری کرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ ایسا نہین ہوسکتا۔ کیون کہ خالد نے تاویل مین غلطی کی حضرت عمر بولے کہ اچھا اس کو قتل کرو۔ اس لیے کہ اُس نے ایک مسلمان کو قتل کیا حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ بھی نہین ہوسکتا کیون کہ خالد نے تاویل مین خطا کی۔ تاویل کا عجب مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ ظاہراً مجرم کو نتیجۂ جرم سے بچا لینے کا یہ ایک اچھا آلہ اہل سنت کے ہاتھ مین دکھا جاتا ہے۔ امیر معاویہ سے جتنی بے عنوانیان ظہور مین آتی گئین سب خطائی الاجتہاد سمجھی جاتی ہین۔ واہ واہ مذہب ہو ایسا ہو کہ جس مین ہر طرح کا فعل قتل مسلم ہو یا زنا ہو یا جو کچھ ہو سب کی کھپت دکھائی دیتی ہے۔ واضح ہو کہ حضرات اہل سنت مین ائمہ خاندان پیمبرؐ سے سخت تنفر دیکھا جاتا ہے۔ یہ تنفر اُن کے مذہب کا تقاضا ہے ائمہ خاندان پیمبر سے ہر امام کی توہین تحقیر اور تذلیل اُن سے ظہور مین آتی گئی ہے۔ بلا استثنا تمام ائمہ اثنا عشر پر اُن کی چھُری چلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ سنیون کے امام ابن تیمیہ حضرت علی علیہ السلام کی نسبت اپنی کتاب دُرر کامنہ مین لکھتے ہین کہ حضرت علیؑ نے سترہ مسائل شرعیہ مین خطا کی اور وہ سب خطائین نص قرآن کے خلاف تھین۔ راقم حضرات اہل سنت سے پوچھتا ہے کہ مین حضرت رسول کے قول کو مانون یا ابن تیمیہ کے۔ اگر حضرت علی اس طرح کی خطائین کیا کرتے تھے تو حضرت رسول کا یہ فرمودہ القرآن مع علی و علی مع القرآن ۔ مامتر غلط ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح قول نبوی انا مدینۃ العلم وعلی بابہا بھی یک سر لغو نظر آتا ہے۔ ابن تیمیہ کی اس طرح کی تحریر درحقیقت حضرت رسول نبی تکذیب متصور ہے مگر حضرات اہل سنت اپنے حضرات ثلٰثہ کی محبت مین ایسے بیخود ہو رہے ہین کہ انھین فراز و نشیب کسی امر کا سوجھائی نہین دیتا ہے۔ بیخودی مین جو کچھ چاہتے ہین بول جاتے ہین یا لکھ جاتے ہین۔ پناہ پناہ اور ہزار بار پناہ بخدا

مصائب امام حسن علیہ السلام

آپ رابع آل عبا ہین یعنی پنجتن پاک مین آپ چوتھے ہین۔ آپ کے ساتھ امتیان محمدی کے جو جو سلوک ہوتے گئے ان مین سے ہر سلوک کا رنگ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ جس سے صرف دوستداران آل محمدؐ کو انکمال درجہ کا گزند نہین پہونچا ہے بلکہ ہر مذہب و ملت کے بنی آدم کو اس طرح کے امتیان محمدی سے نفرت کا پیدا ہونا ایک طبعی امر نظر آتا ہے۔ اپنے پدر عالی مقام علی مرتضیٰ کے شریک حال رہنے سے جو جو صدمے آپ کو پہونچتے گئے ان سے اہل علم کو بیخبری نہین ہے۔ مگر جو جو مصائب آپ کو مسند خلافت و امامت پر متمکن ہوتے ہی پیش آئے اور بھی تا وقت شہادت اور بھی بعد شہادت تا وقت تدفین پیش آتے گئے دوستداران آل محمدؐ کے لیے حکم قیامت کبریٰ کا رکھتے ہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خلیفہ قرار پاتے ہی معاویہ کے مظالم و مفاسد کے دروازے کھل گئے۔ فوج کوفہ کی بے اعتنائی اور بے وفائی نے چھ مہینے کے اندر ہی حضرت امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ امیر معاویہ حضرت امام کے خلیفہ رسول ہونے کے وقت کافی طور پر قوی اور بلاد اسلام پر حاوی ہو چکے تھے حضرت شیخین کا زہریلا پودا ارض شام مین جڑ پکڑ کر اور شجر قد آور ہو کر بار آور ہو چکا تھا۔ اب اُسے ہر گل رسالت کو بڑھم آ النا اس کے لیے کوئی دشوار امر نہ تھا۔ حضرت امام کو خلافت ظاہری سے کنارہ کش ہو جانے کے سوا چارہ نہین رہا تھا۔ آپ امیر معاویہ کو بلاد اسلام کی باگ سپرد کر کے تعلقات خلافت سے علیحدہ ہو گئے جب طالبان دنیا کے مدعا و ایما کے مطابق مصالحت پر حضرت امام کی طرف اظہار رضامندی کیا گیا تو منافقین نے خوارج کی طرح آپ کے طرز عمل پر یہ الزام لگایا کہ کفر الحسن کما کفر ابوہ من قبلہ (یعنی حسن نے ویسا ہی کفر کیا جیسا کہ اُن کے باپ اُن سے قبل کفر کر چکے تھے) اب یہ حال ہوا کہ معاونان و جان نثاران امیر معاویہ اہل نہروان کی طرح کھلے کھلے خارجی ہو گئے۔ تمام اہل لشکر مین بلوہ و فساد کی صورت پیدا ہو گئی بعض گمراہون نے آپ کے ذاتی اسباب کو غارت کر دیا۔ ردا دوش مبارک سے اُتار لی اور وہ مصلے جس پر آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ کے آگے سے کھینچ لیا۔ واہ جناب حضرت شیخین آپ کی رعایا پروری نے خاندان پیغمبر کے ساتھ رنگ برنگ کے گل کھلائے۔ کیا خوب آپ اور آپ کے سے حضرات مسلمین نے حدیث ثقلین کی تعمیل فرمائی۔ معاملۂ صلح کے بعد آپ نے مدائن مین قیام اختیار فرمایا۔ مدائن جاتے ہوئے راہ مین جراح ابن قسفیہ اسودی نے آپ کی ران پر خنجر کا ایک سخت زخم لگایا۔ مدائن کے قیام مین جب ران کا زخم کسی قدر مندمل ہو چکا تھا اور آپ باہر نکلنے لگے تھے تو عبد اللہ الملقب بہ کور موصلی نے اپنے عصائے نوکدار

سے آپ کی پشت پر ایسی ضرب پہونچائی کہ عصا کی انی پشت پا سے تلوے تک اُتر آئی۔ کتابون کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امامؑ کے معاملات صلح کے انجام پا جانے اور آپ کے قطعی طور پر خانہ نشین اور عزلت گزین ہو جانے پر بھی آپ کے بقیہ زمانۂ حیات مین معاویہ صاحب ایک دن بھی آپ کے قتل کی فکر سے غافل نہ رہے جب جراح ابن قسفیہ اسودی اور عبداللہ موصلی وغیرہ کے ذریعہ سے حضرت امامؑ کا قتل ظہور مین نہ آسکا تب حضرات اہل سنت کے خلیفۂ پنجم صاحب نے مروان لعین کے ذریعہ سے جو اُن دنون مدینہ کا عامل تھا حضرت امام کو زہر سے شہید کرڈالنے کا سامان کیا۔ مروان نے جعدہ بنت اشعث کو زہر خورانی پر حضرت امام کی اس وعدہ پر آمادہ کیا کہ جب تو امام حسن علیہ السلام کا کام تمام کر چکے گی تو خلیفۂ وقت تیرا نکاح اپنے ولیعہد یزید سے کردین گے۔ وہ ایمان فروش اس کے فریب مین آگئی اور ظاہری ثروت واقتدار کی فریفتہ ہو کر فرزند رسول اللہ کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دو بار حضرت امامؑ کو وہ بے دین زہر دے چکی تھی۔ مگر حیات باقی تھی حضرت امام زندہ رہ گئے۔ جب امیر معاویہ کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی تو اُس دشمن خاندان پیغمبرؐ نے ایک رومی عیسائی طبیب سے ایک آزمودہ زہر ہلاہل دستیاب کر کے مروان کے ذریعہ سے جعدہ کے پاس بھجوایا اور جعدہ سے سابق کے وعدون مین دو تین اور تازہ ہدیون کا اضافہ کردیا جیسا کہ طبری مین لکھتے ہین کہ وہ وعدے دو ہزار دینار دس پارچہ ہائے زرین اور سواد کوفہ کے زینت پر مشتمل تھے۔ جعدہ نے اس زہر ہلاہل سے حضرت امامؑ کا کام تمام کرڈالا۔ امیر معاویہ نے مطلب برآری کے بعد نہ جعدہ کا نکاح یزید کے ساتھ ہونے دیا اور نہ پھر جعدہ کی خبر لی۔ واہ امیر معاویہ صاحب واہ۔ آپ کا کیا کہنا ہے۔ مکر وفریب کا خاتمہ آپ پر نظر آتا ہے۔

اپنے وقت آخر مین حضرت امام نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے کہ بعد آنحضرتؐ کے بارہ خلیفہ ہون گے اور یہ سب تیغ یا زہر سے شہید ہون گے۔ اس تقریر کے بعد قتادہ ابن امیہ کی استدعائے موعظہ پر آپ فرمانے لگے کہ سفر آخرت پر مہیا رہو اور توشۂ سفر اجل کے پہلے تحصیل کرلو اور یہ خوب جان لو کہ تم دُنیا کو طلب کرتے ہو اور موت تمکو طلب کرتی ہے۔ جان لو کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کروگے وہ تمھارا حصہ نہو گا بلکہ اس کا دوسرا خزانہ دار ہوگا جان لو کہ حلال دنیا مین حساب اور حرام دنیا مین عذاب ہے اور مرتکب سیئات دنیا ہونا موجب عقاب ہے۔ پس دنیا کو اپنے نزدیک بمنزلہ مردہ جانور کے سمجھو اور اس کی دولت سے اپنی ضرورت کے مطابق لو۔ اگر ذریعۂ حلال سے لوگے اُس مین زہد ہوگا اور اگر حرام سے لوگے گناہ ہوگا۔ دنیا مین ایسا کام نہ کرو کہ گویا ہمیشہ رہنے والے ہو۔ آخرت کے لیے جو کچھ کرنا ہو وہ ایسا اور اتنا جلد کرڈالو جیسے تم کل مرجاؤ گے۔ اس کے بعد اور بھی موعظت کے

کلام فرماتے گئے یہان تک کہ آپ کے تنفس کا انتظام بگڑ گیا اور صداے مبارک منقطع ہوگئی اور چہرہ کا رنگ بھی متغیر ہوگیا - یہ حالت مشاہدہ فرماکر جناب امام حسینؑ علیہ السلام کے بھائی کے سر مبارک کو اپنی آغوش مین لے لیا اور اپنے برادر بزرگوار کی آنکھون کے درمیان اپنی محبت والفت کے غیر متحمل تقاضا سے بوسہ دیا - جناب امامؑ نے اپنے بھائی کو ایسے جوش محبت مین پاکر آنکھین کھولدین اور وہ تمام راز امامت جو من جانب اللہ آپ کی ذات باصفات کے ساتھ مخصوص اور ودیعت ہوئے تھے جناب امام حسینؑ کے سپرد فرمائے - اسی طرح جناب رسول خدا صلعم نے بھی اپنی رحلت کے وقت جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو اپنی خاص چادر مین لیکر امامت کے تمام راز سپرد فرمائے تھے - ابوالاسود کا بیان ہے کہ ان رازہاے امامت کی تعلیم کے بعد ہی حضرت امامؑ کے جسم مطہر سے آثار مرگ ظاہر ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد روح مقدس عالم قدس کی طرف انتقال فرماگئی سبحان اللہ انبیا اوصیا اور مردان حق یون ہی مرتے ہین - بیچارے معاویہ کی موت کیونکر ایسی ہوسکتی تھی - اُن دشمن خاندان پیمبر کے دماغ مین ایسے ایسے مضامین کہ سفر آخرت پر مہیا رہو اور توشۂ سفر قبل اجل پہونچنے کے تحصیل کرلو اور یہ خوب جان لو کہ تم دُنیا کو طلب کرتے ہو اور موت تمکو طلب کرتی ہے وغیرہ وغیرہ کب جاگزین ہوسکتے تھے جو مردانِ خدا کی موت اُنھین نصیب ہوتی - بیچارے معاویہ تو نصرانی کی صلیب گلے مین لٹکائے ہوئے اس عالم فانی سے جس کو وہ عالم جاودانی سمجھے ہوئے تھے ملک بقا کو روانہ ہوگئے (دیکھو کتاب محاضرات علامہ راغب اصفہانی) ملک کی طرف سدھارے کہان تشریف رکھتے ہون گے راقم کو نہین معلوم - مگر شرح ابن الحدید صفحہ ۴۲۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسب بیان طبری یہ فرمودہ رسول خدا کا ہے کہ معاویہ کی موت شریعت محمدیؐ پر نہوگی اور یہ بھی آن حضرت نے فرمایا ہے کہ معاویہ تابوت آتشین مین کسی درجۂ جہنم کے پکارتا رہیگا کہ اے خدا حلے حلے - بس ملائکہ جواب دینگے کہ تو نے نافرمانی کی اور تو مفسدین سے تھا - لہذا اسی سزا کے قابل تھا - اس بیان طبری کا معین امام نسائیؒ کا قول بھی نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بقول حضرت رسولؐ اگر معاویہ آتشِ دوزخ سے نجات پائے تو بھی اس کے لیے غنیمت ہے - اس کے حق مین فضیلت کیا ہوگی (تاریخ خلکان فی ترجمہ ابی عبدالرحمن النسائی) پس ضرور ہے کہ عاشقان امیر معاویہ یعنی وہ حضرات جو تقاضاے مذہب سے امیر صاحب کو برحق خلیفہ پنجم مانتے ہین - الانسان مع من احبہٗ کے مضمون پر ذرا غور کو راہ دین - معاذاللہ ثم معاذاللہ - ایسے عقیدہ رکھنے والے دنیا مین کثیرالوجود ہین خداے تعالیٰ انھین حق وناحق کی سمجھ کی توفیق مرحمت فرمائے -

تاریخ ابوالفدا مین ہے کہ جب معاویہ کو امام حسنؑ کی وفات کا حال معلوم ہوا تو وہ سجدۂ شکر مین گر پڑے - اور عقدالفرید مین ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ کی خبر وفات سن کر خدا کا سجدۂ شکر ادا کیا اور

مروج الذہب مسعودی مین ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ کی خبر وفات سنکر محل خضرا مین تکبیر کہی تو ان کی آواز تکبیر سنکر اہل خضرا نے تکبیر کہی اور اہل خضرا کی آواز سنکر اہل مسجد نے تکبیر کہی۔ جب ان تکبیرون کی آواز فاختہ بنت قرظہ نے سُنی تو اُنھون نے اپنی کھڑکی سے نکلکر معاویہ سے پوچھا کہ اے امیرالمومنین خدا تمکو مسرور رکھے کیا خوشخبری سُنی گئی جسپر تم نے تکبیر کہی۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ ابن علیؑ کی خبر موت سنکر مین نے تکبیر کہی فاختہ نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر رو کر کہنے لگی کہ آہ سید المسلمین اور ابن بنت خاتم المرسلینؐ رحلت فرمائی جب یہ خبر عبداللہ ابن عباس کو پہونچی تو وہ معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے اُن سے کہا کہ اے ابن عباس حسنؑ نے وفات پائی۔ عبداللہ ابن عباس نے پوچھا کہ کیا تم نے یہی خبر سنکر تکبیر کہی ہے۔ معاویہ بولے کہ ہان عبداللہ بن عباس نے کہا کہ واللہ نہ اُن کی موت تمھاری موت کو روک دیگی نہ اُنکی قبر تمھاری قبر کو۔

یہی مضمون تاریخ خمیس وحیوۃ الحیوان مین بھی درج دیکھا جاتا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ کسی کی موت پر اظہار مسرت کرنا بلاشبہہ سنگدلی ہے۔ حد درجہ کے رذیل نفس پرور حریص اور ناخدا ترس کے سوا ایسا فعل کسی سے ظہور مین نہین آسکتا ہے۔ فرزند رسولؐ کی موت پر تکبیرون کی بوچھار کچھ عجب مضمون ہے۔ ایسا فعل اُسی سے سرزد ہوسکتا ہے جو حد درجہ کا شقی ازلی ہے۔ امیر معاویہ صاحب کے فعل بالا سے کچھ دور نہین ہے کہ آپ حسب فرمودہ حضرتؐ دواخ بوت آتشین مین پڑے ہوئے پکار رہے ہون گے کہ جلے جلے۔ واقعی حضرات اہل سنت کے خلیفۂ پنجم صاحب کچھ عجب بزرگ نظر آتے ہین۔ جس مذہب مین حضرت معاویہ ایک مذہبی نمبری سردار مانے جاتے ہین اس مذہب کا کیا کہنا ہے۔ معاذ اللہ اُمتیان محمدی اعجب العجائب کا حکم رکھتے ہین۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ حدیث ثقلین کے متمردین ہرگز امتیان محمدی سے نہ تھے۔ نام کے مسلمان تھے۔ دنیا کے لیے مسلمان ہوئے تھے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

صاحب روضۃ الاحباب حضرت امام کی شہادت کی توجیہ اس طرح فرماتے ہین کہ جب قضیۂ صلح کو ایک مدت گزر گئی تو معاویہ کو اس بات کا خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولیعہد قرار دین اور مشاہیر زمانہ سے اس کے لیے بیعت لین مگر چونکہ وہ یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ امام حسنؑ کی موجودگی مین یہ معاملہ خاطر خواہ طے نہ ہوگا لہذا وہ اس کوشش مین مصروف ہوئے کہ کسی طرح امام حسنؑ کے وجود ذی جود سے میدان مقصود خالی ہو جائے۔ پس حسب تحریر مروج الذہب مسعودی آپ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ سے حضرت امام کو زہر دلوا دیا۔ یہی مضمون استیعاب ابن عبد البر مین بھی دیکھا جاتا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ یون تو امیر معاویہ اہل بیت نبوی کے حضرات خلفائے ثلثہ کی طرح ایک سخت دشمن تھے مگر امام حسن کو بطریق بالا شہید کر ڈالنے کی وجہ خاصکر یہی ہوئی کہ حضرت امام کے وجود با جود کو معاویہ صاحب یزید کی ولیعہدی مین

پورے طور سد راہ سمجھے تھے۔ پس مروان کے ذریعہ سے جعدہ کو ہاتھ مین لا کر عابر آری کی صورت نکال ہی لی خیر حضرت امام تو زندہ نہین رہے۔ مگر آپ کے ستانے والے مستحق لعن ابدی ہو گئے۔ ؎

نماند ستمگار بد روزگار   بماند بر و لعنتِ پائدار

راقم اب اُن مظالم کا ذکر کرتا ہے جو حضرت امام کی رحلت کے بعد آپ کے جنازے کے ساتھ دشمنانِ خاندان پیمبر کے ہاتھ سے ظہور مین آئے۔ علامۂ ابن اثیر اسد الغابہ مین تحریر فرماتے ہین کہ جب جناب امام حسنؑ کے مرض مین شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے بھائی مجھکو تین بار زہر دیا گیا۔ لیکن اب کی بار ایسا زہر دیا گیا ہے۔ جس نے میرے جگر تک اثر کیا ہے۔ امام حسینؑ نے عرض کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تم کیون پوچھتے ہو۔ کیا تمھارا ارادہ اُن سے لڑنے کا ہے مین اُن کو سپرد بخدا کرتا ہون۔ جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم مجھے روضۂ رسول اللہ مین دفن ہونے کی اجازت دو۔ حضرت عائشہ نے اس کو منظور کرلیا۔ امام حسنؑ اپنے بھائی امام حسینؑ سے کہنے لگے جب ہمارا انتقال ہو جائے تو تم حضرت عائشہ سے روضۂ رسول اللہ دفن کی اجازت طلب کرنا۔ اگر وہ اجازت دین تو مجھکو میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا کے پاس دفن کرنا لیکن میرا خیال ہے کہ بنی اُمیہ کی قوم میرے وہان دفن ہونے سے مانع ہوگی۔ تم اُن سے لڑائی نہ کرنا اور مجھے بقیع ارقد مین لیجا کر مدفون کرنا۔ مگر جب امام حسینؑ حسب الوصیت اپنے مسموم اور مظلوم بھائی کے جنازہ کو اُٹھا کر آنحضرت صلعم کے روضۂ منورہ کی طرف لے چلے تو حضرت عائشہ خچر پر سوار ہو کر ہمراہ بنی اُمیہ کے دفن سے مانع آئین۔ اس ممانعت کے ظاہر ہوتے ہی ہمراہیان جنازہ مین ایک فوری جوش پیدا ہو گیا۔ بنی ہاشم دست بقبضہ ہو گئے۔ قریب تھا کہ بڑی خونریزی واقع ہو۔ اسی اثنا مین محمدؐ ابن حنفیہ اور عبد اللہ ابن عباس سے اور حضرت عائشہ سے نزاع لفظی ہو گئی اور عبد اللہ ابن عباس نے حضرت عائشہ کے حسب حال شعر ذیل منظوم کیا۔

تجملت تبغلت ولو عشت تفیلت   لک التسع من الثمن وبالکل تصرفت

معنی بالا۔ آپ اونٹ پر سوار ہو چکین جنگ جمل مین اور خچر پر بھی سوار ہوئین واقعۂ حاضرہ مین اگر زندہ رہ گئین تو اب کی بار ہاتھی پر سوار ہو جیے گا۔ نو حصون مین آپ کا صرف آٹھوان حصہ ہوتا ہے مگر آپ نے کل پر تصرف فرما لیا ہے۔

خیر جانبین سے بہت بات بڑھ گئی۔ حضرت عائشہ کے ہمراہیون کی طرف سے تیر باری بھی شروع ہو گئی یہان تک نوبت پہونچی کہ امام مسموم کے جنازے مین ساٹھ تیر سے زیادہ پیوست ہو گئے

واضح ہو کہ حضرت ام المومنین کا بنی ہاشم پر یہ دوسرا حملہ تھا مگر پہلے سے اتنا فرق تھا کہ اول حملہ زندون کے مقابلہ مین تھا اور یہ امام مسموم و مرحوم کے ساتھ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ بہرحال امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگوار کی وصیت کے مطابق اور نیز لاش مطہر کی حرمت کے لحاظ سے بنی ہاشم کے بڑھتے ہوئے غیظ و غضب کو تھام لیا اور اپنے قبیلۂ محترمہ کو اپنے مسموم اور مرحوم بھائی کی وصیتون کو یاد دلا کر خونریزی کے ارادون سے باز رکھا۔ حضرت ام المومنین کی ممانعت کے بعد حضرت امام حسین بھائی کے جنازے کو جنت البقیع لیگئے اور وہان کے گورغریبان مین اپنی مادر گرامی کے پہلو مین دفن فرمایا۔ واضح ہو کہ دوستداران آل محمدؐ نے اس فساد کے دن کا نام یوم البغل رکھا اس لیے کہ حضرت ام المومنین خچر پر سوار ہو کر ممانعت دفن کے لیے تشریف لائی تھین جیسا کہ آپ نے حضرت علی سے لڑنے کے لیے قبل مین سانڈنی پر سوار ہو کر بہ ہمراہی طلحہ میدان جنگ مین صف آرائی فرمائی تھی اور اس لیے اس روز جنگ کو یوم الجمل کہتے ہین مرقومۂ بالا مصائب بنی ہاشم و بے حرمتی لاش امام حسن علیہ السلام کی تصدیق مین ذیل کی عبارتین نذر حضرات ناظرین ہوتی ہین۔ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامہ مین لکھتے ہین کہ ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب حالت احتضار امام حسن علیہ السلام پر طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے باپ یعنی جناب رسول خدا صلعم کے پاس مدفون کرنا۔ لیکن بنی امیہ سے مروان بن حکم اور سعید ابن عاص جو اس وقت معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا ممانعت پر کمربستہ ہوئے اور جنگ و مقابلہ پر آمادہ۔ یہ عالم دیکھ کر ابوہریرہ نے کہا کہ کیا موسیٰ کا بیٹا مرتا تو اپنے باپ کے پاس نہ دفن کیا جاتا ابن سعد کہتے ہین کہ انھین لوگون کے ساتھ عائشہ بھی تھین۔ انھون نے کہا کہ رسول کے ساتھ کوئی دفن نہ ہو۔ مگر راقم کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر ہون اور ان کے بعد حضرت عمر۔ تفو بر تو اے چرخ گردان تفو۔ اے دشمنان عقل و دین کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حضرت امام پہلوئے جد مین دفن نہ کیے جانے سے کسی طرح گھاٹے مین رہے۔ حضرت امام کو حضرت رسول سے جدا کر دینے والی کوئی شے نہ دنیا مین ہے اور نہ آخرت مین بظاہر تو حضرت امام کا لاشۂ مطہر حضرت عائشہ اور ملاعین بنی امیہ کے جور و ظلم سے گورستان بقیع مین رکھ دیا گیا مگر مخالفین و معاندین کی ایسی بھونڈی کارروائیون سے حضرت امامؑ حضرت رسول سے جدا کیونکر کیے جا سکے۔ جب تک حضرت رسول اس عالم حیات مین تھے امام حسن اور امام حسین کو گلے لگائے رہتے تھے حتیٰ کہ وقت رحلت تک آن صلعم حسنین علیہما السلام کو سینۂ مبارک سے لگائے رہے۔ آن صلعم کی رحلت کے بعد بھی حضرت امام حضرت رسول صلعم سے جدا نہین کیے جا سکے۔ اس پر درود تاج کے الفاظ حبلالحسنؑ والحسینؑ شاہد ہین آیت تطہیر و آیت مباہلہ مین آپ کی شرکت پیغمبرؐ مبارک

مین آپ داخل ہین۔ چہاردہ معصوم مین آپ شامل ہین۔ کوئی شک نہین کہ اس وقت جہان رسول اللہ ہین وہان روح پاک حضرت امام کی بھی ہے۔ راقم کے خیال مین حضرت عائشہ اور بنی اُمیہ کی ممانعت دفن سے حضرت امام کا کچھ نہین بگڑا اگر بگڑا تو انکا بگڑا جو اس تفرقۂ ظاہری کے باعث ہوئے۔ یا وہ جو اس تفرقہ اندازی کو مخالفت اہل بیت نبوی کی وجہ سے ایک کار ثواب سمجھتے ہین۔ معاندین خاندان نبوت کا عجب مذہب ہے اور عجب عالم ہے جو بات ہے وہ ایسی ہی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی

ابوالفدا لکھتے ہین کہ امام حسن علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھکو میرے نانا رسول خدا صلعم کے پاس مدفون کرنا۔ جب آپ نے وفات پائی تو بنی ہاشم نے روضۂ رسول اللہ مین آپ کے دفن کا ارادہ کیا۔ قریب تھا کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم مین فتنہ پیدا ہو جائے۔ پس عائشہ نے کہا کہ مکان میرا ہے اور مین اذن نہ دونگی کہ وہ دفن کیے جائین پس وہ بقیع مین دفن کیے گئے۔ راقم کہتا ہے کہ ایسے معاندانہ قول سے حضرت امام کا کیا بگڑا۔ البتہ ایسے قول بدزیب سے آپ کی طبیعت کے جوہر کھل گئے۔

طبری کی تحریر یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی قبر پہلوے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین کھدی اور آپ کے لوگ آپ کی لاش کو جنازہ مین رکھکر روضۂ رسول صلعم مین مدفون کرنے کی غرض سے لے چلے کہ عائشہ کو اس کی خبر لگی وہ ایک خچر پر سوار ہو کر آئین اور کسی طرح لاش کو وہان مدفون ہونے نہ دیا۔ مردمان مدینہ مین عام ناراضی پھیل گئی اور سب ملکر کہنے لگے کہ ایک روز اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے کے لیے نکلتی ہو اور دوسرے روز خچر پر چڑھکر جنازہ روکتی ہو اور نہین چاہتی ہو کہ نواسۂ رسول صلعم مدفون کیا جاوے۔ آدمیون کے دو گروہ ہو گئے۔ جو لوگ ہمراہ عائشہ تھے وہ جنازۂ امام حسنؑ علیہ السلام پر تیر چلانے لگے۔ یہان تک کہ آپ کا جنازہ تیرون سے پُر ہو گیا پس امام حسنؑ کو بقیع غرقد مین دفن کیا۔ امام حسنؑ کے ہمراہیان اس روز کو یوم البغل کہنے لگے جیسے حرب بصرہ کو یوم الجمل

روضۃ الصفا مین عبارت ذیل پائی جاتی ہے۔ بعض روایات مین آیا ہے کہ امیر المومنین حسن علیہ السلام کی قبر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے نزدیک کھودی گئی اور جنازہ امام قبر پر لاکر رکھا گیا۔ حضرت عائشہ کو اس واقعہ سے پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ ایک خچر پر سوار ہو کر موقع پر پہونچین اور امتناع دفن مین مشغول ہوئین۔ شیعیان علی علیہ السلام نے شور وغل مچایا اور کہا کہ اے عائشہ ایک روز اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کرتی ہو۔ ایک روز خچر پر سوار ہو کر نواسۂ رسول صلعم کے دفن مین منازعت کرتی ہو۔ اور نہین چاہتی ہو کہ اُسے دفن کرین۔ اُن لوگون نے ہر چند کوشش کی مگر کچھ مفید نہ ہوئی۔ یہان تک کہ تیر بارانی شروع ہوئی چند تیر جنازے پر بھی لگے (اللہ اللہ معاندین اہل بیت نبوی کی شقاوت اور سنگدلی

کی کوئی حد نظر نہین آتی ہے) اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگوار کی وصیت کے مطابق جیسا کہ اوپر تحریر ہو چکا ہے جنازہ اٹھایا اور بقیع مین لے گئے۔ راقم کہتا ہے کہ اگر تھوڑے دن حضرت رسول اور بھی زندہ رہ جاتے تو اپنے دنیا طلب امتیون کے ہاتھ سے آن صلعم کو اپنی زندگی ہی مین طرح طرح کی بے حرمتیون کا۔ سامنا کرنا پڑتا اور بعد رحلت نبی کوئی تعجب نہین کہ بے حرمتی کے واقعات اسی طرح پیش آتے جیسے امام حسن علیہ السلام کو پیش آئے۔ سامان بے حرمتیون کا حیات آن صلعم مین بندھ چکا تھا۔

راہ عقبہ پر حملہ آوری لشکر اسامہ سے تخلف وقت آخر مین قصۂ قرطاس یہ سب ایسے معاملے ہین کہ جو امتیان کی بغاوت کے آثار سے واضح طور پر خبر دیتے ہین۔ بلا شبہ دو تین سال کے اندر آنحضرتؐ سے امتیان دنیا طلب کھلے طور پر بغاوت کرکے اسی طرح بلاد اسلام پر قابض ہوجاتے جس طرح آنحضرتؐ کے بعد ہوگئے اور ہوتے رہے۔

راقم کی دانست مین حضرت ام المومنین کے معاملات ہمیشہ سے حسرت انگیز نظر آتے ہین۔ آپ حضرت رسولؐ خدا کو خوش نہین رکھ سکی تھین۔ اگر خوش رکھے ہوئے ہوتین تو آنحضرت کو خیال آپ کے طلاق دینے کا نہ آیا ہوتا۔ حضرت ام المومنین حفصہ کو آنحضرت طلاق رجعی دے چکے تھے اور آپ کو طلاق دینے کے ارادے سے آنحضرت خالی نہ تھے۔ قرآن پاک مین بھی ایسے مضامین دیکھے جاتے ہین جنسے آپ اور حضرت حفصہ کی طرف سے خدا اور رسول دونون کی نارضامندی ظاہر ہوئی ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ آپ نے ایسا ناہموار مزاج پایا تھا کہ اہل سنت کے سوا دنیا مین کوئی بنی آدم ثبات ہوش وحواس کے ساتھ آپ کو عظمت کی نگاہ سے نہین دیکھ سکتا ہے۔ یون ام المومنین ہونا اور بات ہے۔ حضرات اہل سنت آپ کے گرویدہ صرف اس وجہ سے دکھائی دیتے ہین کہ آپ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی ہین۔ بہرحال مسلمانون کو آپ کی تعظیم وتکریم سے چارہ نہین ہے۔ آپ ام المومنین ہین۔ کاش آپ مین وہ صفات حمیدہ بھی موجود رہتین جو ام المومنین کے لیے درکار تھین۔ حضرت رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد آپ سے ایسے امور ظہور مین آئے کہ ہرگز سراہنے کے قابل دکھائی نہین دیتے ہین۔ آپ کو حسب فرمودۂ حضرت رسولؐ خانہ نشین ہوجانا تھا۔ مگر آپ کو مطلق فرمودۂ جناب رسالت مآبؐ کا خیال نہ رہا۔ بلا ضرورت طلحہ وزبیر کے ساتھ ہوکر خلیفۂ وقت سے جنگ آزمائی کی نظر سے سفر بصرہ اختیار کیا اور میدان جنگ مین اونٹ پر سوار ہوکر شریک جنگ ہوئین اور شکست کھاکر بعد جنگ بھی اپنی غلط خیالی کی پابند رہین۔ اگر علی مرتضیٰ نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ کو ایک پیام دیکر آپ کے پاس نہ بھیجا ہوتا تو مدینہ کو واپس جانا پسند نہ فرماتین۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین کہ حضرت حسن نے جاکر آپ سے کہا کہ امیرالمومنین نے

تھیں یہ پیام دیا ہے کہ اگر تم اسی وقت مدینہ کی جانب روانہ نہ ہوگی تو مین تم کو ایک ایسے امر پر تنبیہ کرون گا
جس کو تم خوب جانتی ہو۔ پیام پاتے ہی آپ بہت مضطرب ہوئین اور حکم دیا کہ ابھی میرا اسباب راحلے پر
بار کر کے سفر مدینہ کا سامان کرو۔ نہایت جاے حیرت ہے کہ رسول اللہ کی بی بی اور رسول اللہ کے حکم سے
سرتابی جائز رکھین۔ عقدالفرید مین ہے کہ جب حضرت عائشہ نے زید بن سوحان کو اس مضمون کا خط لکھا
کہ ہم تمھاری طرف آرہے ہین۔ جب میرا یہ خط تمھارے پاس پہونچے تو لوگون کو علی بن ابیطالب کے ساتھ
شریک ہونے سے روکو اور تا حکم ثانی اپنی جگہ پر موجود رہو۔

اس کے جواب مین زید بن سوحان نے یہ لکھا کہ ایک امر کا تمکو حکم دیا گیا ہے اور ایک امر کا ہم کو
تم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے گھر مین بیٹھی رہو اور ہمکو یہ حکم دیا ہے کہ مخالفین سے اُس وقت تک قتال کرو
کہ فتنہ فرو ہو جائے۔ پس تعجب ہے کہ جس بات کا تمکو حکم دیا گیا ہے اُسے بھی تم نے ترک کیا۔ اور جس بات
کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اُس سے بھی مانع ہوتی ہو۔ اسی علم خدا کی نسبت حضرت علی بھی فرماتے ہین جیسا کہ
ابن عبدالبر کی کتاب استیعاب میں دیکھا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے گھر مین رہین باہر نہ نکلین لوگون
مین ظاہر نہون مگر انھون نے حکم خدا اور رسول کے خلاف باہر نکل کر جماعت اہل شقاق کا ساتھ دیا
اور میرے مقابلہ مین اُن مخالفین سے متفق ہو کر خون عثمان کے عوض لینے کے لیے مجھپر لشکر کشی کی۔
اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عائشہ کی لشکر کشی کے قصد کو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ
عنہا بھی قرین صواب نہین جانتی تھین۔ یہ ایک بی بی نہایت خدا ترس حق گو اور ستین تھین۔
حضرت عائشہ کی فسادانگیزی کو ہرگز پسند نہین کر سکتی تھین۔ چنانچہ محدث جمال الدین کتاب
روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین کہ بحالت قیام مکہ ایک دن حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ سے ملنے کو گئین
جو حج کے لیے مکے آئی تھین اور بعد رسم سلام حضرت عائشہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ اے بنت
ابی اُمیہ تم اول بی بی ہو جنھون نے راہ خدا مین ہجرت کی اور بواسطۂ شرف زوجیت تمھاری شان و
منزلت عظیم ہے اور تم امہات المومنین مین خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہو (راقم کہتا ہے کہ واقعی اپنی
راست روی اور حق پسندی کی وجہ سے حضرت ام سلمہ ایسی ہی بی بی تھین) غالباً تم پر پوشیدہ نہ ہوگا
کہ بلوائیون کی ایک جماعت نے امیرالمومنین عثمان کو اُن کے گھر مین گھس کر قتل کیا۔ اب اُس
خلیفۂ مقتول کے ہوا دارون نے ارادہ کیا ہے کہ قاتلون سے انتقام لین اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ
عبداللہ بن عامر نے بصرے مین ایک لاکھ فوج مسلح فراہم کی ہے اور وہ سب حضرت عثمان
کے واقعہ پر غضبناک اور طالب قصاص ہین۔ مین ڈرتی ہون کہ اس قصّہ کی وجہ سے مسلمانون مین

محاربہ اور مقاتلہ واقع ہوگا کیا اچھا ہو اگر سفر بصرہ مین تم بھی میرے ساتھ موافقت کرو۔ شاید خدا ہم لوگون کے سبب سے اس امر کی اصلاح کردے اور خون عثمان کے قصاص کا عقدۂ تعویق کھولدے (راقم کہتا ہے کہ ام سلمہ بڑا زمتانت اور خوش راے تھین اور بھی حضرت علیؑ سے کسی قسم کی عداوت نہین رکھتی تھین ایسی نامعقول استدعا کی طرف کیا توجہ کرتین) اُم سلمہ نے کہا کہ اے دختر ابوبکر تم خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہو حالانکہ قسم بخدا تم اُنپر سب سے زیادہ غضبناک تھین اور اُن کو نعثل کے نام سے یاد کرکے کہا کرتی تھین کہ خدا لعنت کرے نعثل کو اور قتل کرے نعثل کو۔ یہ عجیب بات ہے کہ کل تو تم اُن کو سب وشتم کے ساتھ یاد کرکے کفر سے منسوب کرتی تھین اور آج اُن کو امیر المومنین اور خلیفۂ مقتول ومظلوم کہتی ہو اور ان کے معاملہ مین اہل تعزیت ومصیبت بنکر اس جماعت کا ساتھ دیتی ہو جس نے علی پر خروج کیا ہے (راقم کہتا ہے لاحول ولاقوۃ) سنو طلب خون عثمان کے متعلق تمہارا خیال بالکل نامناسب ہے کیونکہ وہ بنی عبد مناف تھے اور تم بنی تیم ہو۔ اے عائشہ افسوس ہے کہ تم اُس گروہ سے موافقت کرتی ہو جس نے علی ابن ابیطالب پر لشکر کشی کی ہے (راقم کہتا ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ علیؑ رسول مقبول کے بھائی اور داماد اور فاطمہ زہرا کے شوہر ہین۔ اے عائشہ علیؑ کا مرتبۂ خلافت وریاست وراثت اہل روزگار کے نزدیک مسلم ہے اور اصحاب مہاجر وانصار نے اُن کے مرتبۂ خلافت کو قبول کرکے ان کی بیعت اختیار کی ہے۔ اس کے بعد حضرت اُم سلمہ نے حضرت علیؑ کے بعض خصائص پر فضائل کا ذکر کیا۔

راقم کہتا ہے کہ حضرت ام سلمہ کی تقریر بالا حضرت عائشہ کے دل پر کیا اثر پیدا کرسکتی تھی۔ حضرت عائشہ کا دل تو عداوت حضرت علی وجمیع اہلبیت نبوی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت عثمان کے خون کے قصاص کا تو صرف ایک بہانہ تھا۔ حضرت عائشہ کا تمامتر مرکوز خاطر یہ تھا کہ طلب قصاص کے پردے مین علی مرتضیٰ کو آسیب سخت پہونچاوین۔ یہ توقع صورت امکان رکھتی تھی کہ شاید مقابلۂ اعدا مین آپ شہید ہو جاوین۔ واہ واکیا نیت بخیر تھی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

امور بالا سے حضرت عائشہ کی ایک ایسے شخص سے مخالفت ظاہر ہوتی ہے جو بقید حیات تھے یعنی علی مرتضیٰ ذیل مین ایسے امور حوالۂ قلم ہوتے ہین جنکو تمامتر تعلق ایک ذات مظلوم ومرحوم سے ہے یعنی حسن مجتبیٰ۔ مرے ہوے انسان کے ساتھ دشمنی کے سلسلہ کو زندہ رکھنا کس طرح کی شقاوت ہوسکتی ہے راقم کے خیال سے باہر ہے۔ و، لیکن یہ بھی شقاوت امام مظلوم ومسموم کے مقابلہ مین حضرت عائشہ سے ظہور مین آئی۔ آپ کا زور شور سے منع دفن شرکت بنی اُمیہ کے ساتھ ایک طرفہ مضمون ہے۔ کسی کے

جنازہ پر تیر بارانی ایک اقبح امر ہے چہ جائے کہ نواسۂ رسولؐ خدا کے جنازہ پر ایسے فعل مذموم کا وقوع مین آنا اور وہ بھی آنحضرت کے امتیون کے ہاتھ سے اعجب العجائب ہے - سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسے فعل قبیح کا مرتکب کسی قوم یا ملت کا آدمی ہو سکتا ہے یا نہین - اس کا جواب زورون کے ساتھ نفی کے سوا دوسرا نہین ہو سکتا - ہر قوم اور ملت کے بنی آدم اپنے اپنے مردہ کے جنازے پر کم سے کم دس بیس پھول چڑھا دیتے ہین اور جو عزت متوفی کی احاطۂ امکانی مین ہوتی ہے بجا لاتے ہین مگر حضرت عائشہ نے بہ مشارکت بنی اُمیہ ایسے گُل کھلائے کہ کتب تواریخ مین کسی قوم کے اس کی نظیر نہین دکھی جاتی ہے یہ ایک واقعہ ایسا ہے، جس سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور بنی اُمیہ کے دل کس قدر شقاوت سے مملو تھے - بنی امیہ کو شجرۂ ملعونہ جو خداے پاک نے قرآن مین ارشاد فرمایا ہے نہایت درست و بجا ہے - قول حق ناحق نہین ہو سکتا - تماشا یہ ہے کہ آج تک بیشتر ایسے اشخاص جو اپنے بنی اُمیہ ہونے پر ناز رکھتے ہین شقاوت سے اُن کے دل خالی نہین پائے جاتے - کمتر اُن سے ایسے افراد ہین جو محبت اہل بیت سے بہرہ رکھتے ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی خاندانی عداوت اہل بیت کے ساتھ بقاعدۂ توریث اس وقت تک پشت بعد پشت چلی آئی ہے - خیر - تعجب ہے حضرت عائشہ سے کہ صحبت حضرت رسول سے آپ نے کوئی اثر نہین لیا - آپ اُم المومنین ہو کر نواسۂ حضرت رسول کے جنازہ پر تیر بارانی کا تماشا دکھین - کچھ عجب مضمون ہے - واہ سچ یہ ہے کہ فطرت انسان کی نہین بدلتی - عمدہ صحبت سے انسان مین جلا پیدا ہو جاتی ہے مگر فطرت جیسی ہوتی ہے اپنے حال پر رہتی ہے - حضرت عائشہ ام المومنین ہو گئین اور اس بزرگی کی وجہ سے جمیع مومنین کو آپ کے آگے سر جھکانا عقلاً ایک ضروری امر ہے - مگر دل آپ کو ام سلمہ کے برابر نہین چاہ سکتا - آپ کا مرتبہ جو کچھ بلند ہے محتاج بیان نہین ہے - مگر آپ کا معاملہ مرے ہوے امام حسن کے ساتھ ایسا مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ کے برابر آپ کو دل نہین چاہ سکتا ہے - حقیقت حال یہ ہے کہ حضرات اہل سنت حضرت ابو بکر کی جہت سے حضرت عائشہ کو حسب تحریر پیران پیر سیدۃ نساء عالم مانتے ہین - تعصب مذہبی اور بات ہے - اگر حضرت پیران پیر حق پرستی کی طرف کچھ بھی توجہ فرماتے تو عقل وانصاف کے روسے حضرت عائشہ کے عوض حضرت خدیجہ کو لقب بالا سے یاد فرماتے - کوئی شک نہین کہ ام المومنین ہونا ایک بڑی بات ہے مگر ضرور نہین ہے کہ جو ام المومنین ہو وہ سیدۃ نساء عالم بھی ہو اگر ایسا ہی ہے تو ازواج مطہرات کو لقب بالا سے یاد کرنا چاہیئے - حضرت عائشہ کی تخصیص کیا ہے - حضرات اہل سنت حضرت عائشہ کو صدیقہ کے خطاب سے بھی یاد فرماتے ہین

اگر زوجیت رسول اللہؐ کی بنا پر آپ مستحق اس خطاب کی مانی جاتی ہین تو تمام ازواج حضرت رسولؐ کو خطاب صدیقہ سے یاد کرنا چاہیئے۔ مگر اہل سنت زوجیت رسول اللہؐ کی بنا پر آپ کو صدیقہ نہین مانتے تب دیکھنا چاہیے کہ یہ خطاب آپ کو کہان سے حاصل ہوا۔ حکم خدا و رسول سے تو یقیناً نہین ہوا۔ البتہ بنت نبیؐ حضرت فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کو خطاب صدیقہ کا دربار مصطفوی سے حاصل ہوا تھا۔ حضرات اہل سنت نے اس خطاب کو بھی غصب کر کے حضرت عائشہ کے نام کے ساتھ لگا دیا ہے جیسا کہ اُن حضرات نے خطابات صدیق و فاروق و سیف اللہ کو حضرت علی سے غصب کر کے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت خالد کے نام کے ساتھ اضافہ کر دیا ہے۔ ان خطابات کی پوری بحث راقم نے اپنی کتاب مصباح الظلم مین حوالہ قلم کی ہے جن حضرات کو حقیقت حال کی دریافت منظور ہو۔ اس کتاب کو صفحہ ۴۵ سے صفحہ ۱۶۱ تک ملاحظہ فرمالین۔ خطاب صدیقہ کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے صفحہ ۶۰ سے صفحہ ۱۶۱ تک ملاحظہ کی ضرورت ہے۔ کوئی شک نہین کہ خطاب صدیقہ ایک بہت بڑا دینی خطاب ہے۔ حضرت عائشہ کے معاملات زندگی پر نظر ڈالنے سے صاف عیان ہوتا ہے کہ آپ اس خطاب سے کبھی مشرف نہین ہوئی ہونگی جب حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کو آپ کے طلاق دیدینے کا خیال تھا تو ہرگز اس کی توقع نہین ہوسکتی ہے کہ آپ کو صدیقہ کا خطاب حضرت رسول نے عطا فرمایا ہوگا۔ یہ خطاب بخشی تمامتر حضرات اہلسنت کی معلوم ہوتی ہے اور اس خطاب بخشی سے خدا و رسولؐ کو تعلق نہین معلوم ہوتا ہے۔ صرف یہ ایک سلوک بدجنازۂ امام حسنؑ کے ساتھ ایسا نظر آتا ہے کہ جس سے حضرت ام المومنین کا خطاب صدیقہ کے ساتھ مشرف ہونا تمامتر خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ آخر خدا و رسول حق و ناحق کے موازنہ کے بعد اہل حقوق کو موردِ امتیاز فرمایا کرتے ہون گے۔

واضح ہو کہ دنیا دار المکافات ہے۔ نہایت جائے حسرت ہے کہ حضرت عائشہ نے جو امام حسن علیہ السلام کے لاشۂ مطہر کو حضرت رسولؐ کے قرب میں دفن ہونے نہ دیا تو آپکو بھی بعد رحلت یہ دولت نصیب نہ ہوسکی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا معاملہ حضرت ام المومنین کا معاملہ نظر آتا ہے۔ معارف ابن قتیبہ میں ہے کہ ۵۸ھ ہجری مین حضرت عائشہ کا انتقال ہوا اور جب وقت وفات لوگون نے اُن سے پوچھا کہ ہم تم کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کرین تو ام المومنین نے فرمایا کہ چونکہ رسول اللہؐ کے بعد مجھ سے ایسی باتین حادث ہوئی ہین جو مناسب نہ تھین لہذا مجھے آنحضرت کے قریب دفن نہ کرنا بلکہ میری بہنون کے پاس بقیع مین دفن کرنا۔

عقد الفرید مین بھی یہی مضمون حوالۂ قلم پایا جاتا ہے ؎

گندم از گندم بروید جَو ز جو ‌ ‌ ‌ از مکافاتِ عمل غافل مشو

حق یہ ہے کہ امام المومنین کی غایت ستم پروری نے آپ کو حضرت رسولؐ کا قرب حاصل ہونے نہ دیا۔
خدا دانا بینا اور منتقم حقیقی ہے۔ خدا سے بچکر بندہ کہان جا سکتا ہے۔ خدایا متعصبین کی آنکھون سے
پردۂ غفلت کو اُٹھالے اور انھیں حق بینی کی توفیق مرحمت فرما۔ تو بہترین ہادی و رہنما ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

مصائب امام حسین علیہ السلام

حضرت شہید کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام خامس آل عبا اور اپنے برادر بزرگوار امام حسن علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی طرح داخل پنجتن و چہاردہ معصوم ہین اور خاندان پیمبر صلواۃ اللہ علیہ کے ائمہ اثنا عشر سے
آپ تیسرے امام ہین۔ مجھے افراط غم سے تاب نہین ہے کہ آپ کے مصائب پر عجائب کی تفصیل اس جگہ
حوالۂ قلم کرسکون۔ آپ کے مصائب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے عہد کے پہلے نہ انبیا پر ایسے مصائب گزرے
تھے اور نہ آیندہ کسی برگزیدہ بنی آدم پر گزرین گے۔ آپ کے مصائب کے حالات مختلف کتب تاریخ و
سیر مین تحریر ہو چکے ہین جن حضرات کو تفصیلی حالات دریافت کرنا ہو ابومخنف کی تصنیف منظر مقتل
امام ابو اسحاق اسفرائنی کی کتاب مقتل محدث شیرازی حافظ جمال الدین کی تاریخ روضۃ الاحباب اور تاریخ
حبیب السیر و تاریخ روضۃ الشہدا اور تاریخ کامل و سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و تاریخ
ابن جریر طبری و تاریخ خمیس و کتاب اسد الغابہ و تاریخ ابو الفدا و تاریخ ابن واضح وغیرہ ملاحظہ فرمالین
مین یہان صرف اسی قدر دکھلانا چاہتا ہون کہ واقعۂ کربلا ایک سیدھا نتیجہ حضرت رسول کی حدیث ثقلین
سے انحراف کا ہے جس کے مرتکب زورون کے ساتھ امتیانِ محمدی ہوئے۔ اس واقعہ کے آثارات عہد
حضرت رسول مین نمایان تھے۔ امتیون کی براہ عقبہ حضرت رسول پر حملہ آوری کی جرأت جیش اُسامہ سے
تخلف قریب رحلت آنحضرت رسولؐ کا منع کتابت وصیت جس کا دوسرا نام قصۂ قرطاس ہے۔ یہ ایسے
معاملات ہین جو آیندہ کے مصائب خاندان پیمبر کے پیش خیمے نظر آتے ہین۔ حضرت رسول کے آنکھ
بند کرتے ہی اُمتیون نے ثقیفہ کا فتنہ پیدا کر دیا۔ اور اسی وقت سے اہل بیت نبوی پر ایسے مصائب
نازل کیے جانے لگے جو رفتہ رفتہ واقعۂ کربلا کی شکل پیدا کرسکے۔ ؎

چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ — کہ کشتہ شد حسینؑ اندر ثقیفہ

حضرات ناظرین اس کو ایک شاعرانہ قول تصور نہ فرمائین۔ یہ شعر واقعی مضمون کی پوری حیثیت رکھتا
ہے۔ اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ جب خلافت حضرت ابو بکر پر حضرت عمر کی اعانت سے قرار

پاگئی تو ابوسفیان کو یہ خلافت زنہار پسند نہ آئی۔ کوئی مذہبی خیال سے نہین بلکہ اس وجہ سے کہ اُس قرار یافتہ خلافت سے کوئی حصّہ تمتع کا ابوسفیان صاحب کے لیے ملحوظ نہین رکھا گیا تھا۔ ابوسفیان صاحب اپنے قبیلہ کے ایک پورے نمونہ تھے۔ آپ نے بخط راست علی مرتضیٰ کے پاس آکر یہ کہا کہ آپ اپنا ہاتھ نکالیے مین ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہون اور شیخین کی قائم کردہ خلافت کو دم بھر مین تہ و بالا کر ڈالتا ہون ابھی صحراے مدینہ کو سواران مکہ سے پُر کرکے اس خلافت کو غت ربود کیے دیتا ہون۔ علیٔ مرتضیٰ اگر طالب خلافت تمتع دنیاوی کی بنا پر ہوئے ہوتے تو ابوسفیان صاحب کے ذریعہ سے خلافت شیخین کو دم کے دم مین غائب کر دینا آپ کے لیے کوئی دشوار امر نہ ہوتا۔ اس لیے کہ ابوسفیان صاحب قبیلۂ بنی امیّہ کے سردار وقت ہونے کے بعد باعث حضرت شیخین کی خلافت کی خبر لینے کے لیے کافی تھے۔ مگر علی مرتضےٰ نے آپ کے ذریعہ سے خلافت کے حاصل کرنے کو ایک نہایت مقدوح امر سمجھا۔ یہ اس لیے کہ جناب ولایت مآب پر روشن تھا کہ حضرت رسول صلعم قبیلۂ بنی اُمیہ سے نفرت کُلّی رکھتے تھے اور خداے پاک کے نزدیک یہ قبیلہ شجرۂ ملعونہ کا حکم رکھتا تھا۔ ایسے قبیلۂ ملعونہ سے کسی قسم کی اعانت آن جناب گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ اگر علی مرتضیٰ ابوسفیان صاحب کی التجا کی طرف توجہ فرما جاتے تو آپ کا یہ کام حضرت رسالت مآبؐ کی مرضی کے خلاف پڑتا۔ جناب ولایت مآب قدم بقدم حضرت رسولؐ کی پیروی کرنے والے تھے حصول خلافت کے لیے ابوسفیان صاحب کے شریک حال اپنے کو نہین بنا سکتے تھے۔ کوئی شک نہین کہ اگر حضرت علیؑ ایسی راہ اختیار کر لیتے تو بلاشبہ آپ صریحاً حضرت رسولؐ کے مخالفین سے ہو جاتے۔ ایسا فعل قبیح آپ سے وقوع مین نہین آسکتا تھا۔ اس لیے آپ نے ابوسفیان صاحب سے صاف صاف جواب مین یہ فرمایا کہ اے ابوسفیان تم ایام جاہلیت مین فسادات کے مرتکب ہوا کرتے تھے اب تم مشرف بہ اسلام ہوئے ہو تو وہی فسادات کے افعال کیا چاہتے ہو۔ بہر حال جب ابوسفیان صاحب نے دیکھا کہ علی مرتضیٰ آپ کے دام فریب مین نہ آسکے تو حضرت علی کو چھوڑ کر آپ حضرت شیخین کی خدمت مین جا کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم لوگون نے اپنی عمارت کا سامان کر لیا اور اُس مین میرا کچھ خیال نہین کیا۔ مین تمھاری خلافت کی ابھی خبر لیتا ہون۔ حضرت شیخین نے ابوسفیان کی بلا کو ٹالنے کی غرض سے یہ کہا کہ تم اپنا حصّہ خلافت مین اس طرح لو کہ ہم تھین شام کا ملک سپرد کیے دیتے ہین۔ ابوسفیان صاحب حضرت شیخین کی اس فیاضی سے تمامتر رضامند ہو گئے۔ آپکو کوئی مذہبی امر تو مرکوز خاطر نہ تھا۔ جس چیز کو وہ حضرت علیؑ کے ذریعہ سے نہ پاسکے وہ چیز اُنھین حضرت شیخین کے ذریعہ سے حاصل ہو گئی۔ ابوسفیان صاحب کو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا حضرت علی کی تخصیص کی کیا

حاجت تھی۔ حضرت شیخین سے ملک شام حاصل ہوگیا تو پھر حضرت شیخین کی خلافت درہم وبرہم کردینے کی ضرورت ہی کیا باقی رہی۔ بہرحال جب وقت آپ کے شام کے روانہ کیے جانے کا آیا تو ابوسفیان صاحب نے یہ عذر پیش کیا کہ مین بہ نفس نفیس پیرانہ سالی کی وجہ سے مکہ کو چھوڑکر شام نہین جاسکتا ہون مناسب ہوگا کہ میرا پسر اکبر یزید ابن سفیان میری جگہ حاکم شام بنا کر روانہ کیا جائے اور اسکی تائید مین میرا چھوٹا بیٹا معاویہ بن ابی سفیان خدمت گزار برادر اکبر رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یزید بن ابی سفیان حکومت شام پر بٹھلائے گئے اور معاویہ ابن ابی سفیان اپنے برادر اکبر کی ماتحتی مین کام کرنے لگے۔ یزید بن ابی سفیان اس تقرری کے بعد دو برس عہد خلافت حضرت ابوبکر اور دو برس عہد خلافت حضرت عمر بن زندہ رہکر راہی ملک بقا ہوگئے۔ یہ صاحب ضعیف الخلقت ہونے کی وجہ سے حکومت کی پوری صلاحیت نہین رکھتے تھے۔ اس لیے شام کی حکومت کے تمام کام ان کے برادر اصغر معاویہ ابن ابی سفیان انجام دیا کرتے تھے۔ جب یزید ابن ابی سفیان مرگئے تو حضرت عمر نے اُن کے برادر اصغر معاویہ ابن ابی سفیان کو حاکم شام مقرر کردیا معاویہ صاحب پُرتدبیر اور پُرتزویر آدمی تھے آپ حکومت شام پر تاعہد حضرت عثمان قائم رہے اور جب زمانہ حضرت علی کی خلافت کا آیا تب آپ نے خلیفۂ وقت سے بغاوت کرکے پوری خلافت حاصل کرلی۔ پھر حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ کو مجبور کرکے مصالحہ کے ذریعہ سے خلیفہ کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ اس وقت آپ کو اہل سنت خلیفۂ پنجم مانتے ہین اور ہر فرقہ اہل سنت کا آپ کو تقاضائے مذہب سے خلیفۂ برحق مانتا ہے۔ پورے خلیفہ ہوجانے پر آپ کو اپنے بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ قائم کرنے کا ارادہ ہوا۔ اس ارادہ کے پورے ہونے کے لیے آپ کو حضرت امام حسنؑ کے قتل کی حاجت پڑی آپ سمجھے کہ جب تک امام حسنؑ زندہ رہین گے یزید کی ولیعہدی ظہور مین نہ آسکے گی۔ اس لیے آپ نے امام حسنؑ کو مسموم کرکے امام حسنؑ کی طرف کے خدشہ کو دور کرڈالا۔ امام حسنؑ کے بعد بھی آپ اپنے بیٹے کی خلافت کو قابل اطمینان نہین سمجھتے تھے۔ اب آپ اپنے فرزند یزید کو فرمایا کرتے تھے کہ ابھی امام حسین زندہ ہین تو اپنی خلافت کو مامون نہ سمجھ۔ امام حسین کو اپنے باپ علیؑ کی شجاعت مودعہ ہوئی ہے۔ امام حسین کی طرف سے مطمئن نہین رہنا چاہیئے۔ واضح ہو کہ خامس آل عبا کے قتل کا بھی ارادہ آپکے دل مین مرکوز تھا جیسا کہ حسب تاریخ کامل جب شہادت امام حسنؑ کے بعد آپ حجاز کی طرف روانہ ہوکر مدینے قریب پہونچے تو اتفاقاً آپ امام حسینؑ سے ملاقی ہوئے۔ حضرت امام کو دیکھکر معاویہ صاحب فرمانے لگے کہ خوشی اور بہتری نہ ہو اس شتر قربانی کو جس کا خون پھڑک رہا ہے اور اللہ اس کا خون گرانے والا ہے۔ مگر حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی سعادت یا شامت حضرت خلیفہ صاحب کے لیے نہین مقدر

ہوئی تھی۔ یہ سعادت یا شامت آپ کے فرزند یزید کے لیے اُٹھا رکھی گئی تھی۔ بہرحال جب امیر معاو صاحب
اپنے فرزند کی ولیعہدی کا بندوبست کر چکے تب فرمان خدا آپہونچا اور آپ صلیب نصرانی گلے میں لٹکائے
ہوئے اور امام حسنؑ اور بہت سے مسلمانوں کے خون کا بار اپنی گردن پر لیے ہوئے وہاں تشریف لے گئے
جہاں حسب فرمودۂ حضرت رسولؐ آپ کو جانا تھا اور جہاں آپ کے پیرو ان جا چکے ہین اور جارہے ہین
اور تا قیامت جاتے رہین گے۔ اس مختصر زندگی مین آپ نے اپنی دنیاوی بہبودی کا کیا کیا سامان
نہین کیا مگر آپ کی ساری حرص آپ کی موت کے ساتھ تمام ہوگئی۔ آپ نے اپنے فرزند یزید کے لیے کوئی
دقیقہ اس کی بہبودی کا اُٹھا نہین رکھا مگر اس کی کوتاہی تقدیر نے اُسے چار برس بھی زندہ رہنے نہ دیا۔ یزید کو
حصول خلافت کے بعد ہر طرح سے اطمینان کی صورت حاصل تھی مگر مزید اطمینان کی نظر سے آپ نے
امام حسینؑ سے حصول بیعت کا قصہ پھیلا دیا۔ حضرت امام نے آپ کی بیعت سے انکار فرمایا جس کا نتیجہ واقعۂ
کربلا ظہور مین آیا۔ یزید صاحب باپ کی سی قابلیت سلطنت رانی کی کچھ نہین رکھتے تھے۔ آپ سے ملحدانہ حرکتین
بھی بہت سی سرزد ہوتی گئین۔ آپ نے خانۂ کعبہ مین گھوڑے باندھے۔ مدینہ مین قتل عام کرایا۔ حرم نبوی
کی تین دن تک بیحرمتی کرائی۔ زنا کو مباح کر دیا۔ بھائی بہن مین بیاہ کرائے۔ مرد مرد مین نکاح جائز کر دیا۔
شب و روز شراب خواری مین بسر کرتے رہے۔ اور جو کچھ آل محمدؐ کے ساتھ بُرائی کر سکے کر گزرے۔ ان حرکات کے
بعد بھی آپ اہل سنت کے ایک فرقہ کے خلیفۂ برحق ہین۔ تقاضاے تعلیم سے راقم بھی آپ کو ایک وقت
خلیفۂ برحق مانتا تھا۔ یہ سب اس بنیاد پر کہ شروط خلافت حقہ کے مطابق آپ کی خلافت ظہور مین آئی تھی
راقم کے اُستاد سید محمد گل صاحب جلال آبادی کا یہی مذہب تھا۔ مرحوم اپنے ملکی مذہب کے تقاضاسے
امام حسین علیہ السلام کو باغی خلافت قرار دیتے تھے اور حضرت امام علیہ السلام کی شہادت سے
تمامتر انکار رکھتے تھے۔ اس عقیدت کے علما راقم نے اپنے ملک مین نہین دیکھے ہین اور نہ سنے ہین ظاہر ہے
کہ یہ مذہب جمیع اہل سنت کا نہین ہے۔ لیکن حضرت معاویہ کی خلافت کو خلافت حقہ ماننے سے کسی
اہل سنت کو چارہ نہین ہے۔ لیکن جس مذہب مین امیر معاویہ یا آپ کے صاحبزادے یزید سردار دین مانے
جاتے ہین اُس مذہب کو کوئی صاحب فہم و عقل کیونکر حق مان سکتا ہے۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے
کہ عداوت اہل بیت نبوی کے بغیر ایسا عقیدہ کسی کلمہ گو کے دل مین جگہ نہین کر سکتا ہے۔ بہرحال یزید صاحب
تخت نشینی کے چار برس کے اندر دفعتہً مر کر اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین جا ملے۔ نہایت جائے حسرت
ہے کہ معاویہ صاحب کن کن بدترکیبیوں کے مرتکب ہوتے رہے۔ دنیا نے نہ اُن کا ساتھ دیا اور نہ اُن کے
بیٹے کا۔ بیٹے کو تو کچھ بھی حصول دنیا سے تمتع کی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ اسی طرح یزید صاحب کے بعد ابن

قاتلانِ امام حسین علیہ السلام پر طرح طرح کی آفتین نازل ہوتی گئین - مختار نے ایک کو بھی زندہ رہنے نہ دیا - خونِ امام علیہ السلام کا بدلا اسی دنیا مین اُن بدبختون کو مل گیا - واضح ہو کہ قبیلۂ بنی اُمیہ کی سلطنت یا خلافت ۹۴ برس تک قائم رہ کر بنی عباس کی طرف منتقل ہوگئی - اس قبیلہ کا پہلا خلیفہ سفاح ہوا جو کہ شیعی تھا - اس کے بعد اکثر خلفاے بنی عباس سُنّی مذہب ہوتے گئے اور ان کی خلافت بھی ایک عرصۂ دراز کے بعد تاتاریون کے ہاتھ سے معدوم ہوگئی -

واضح ہو کہ حضرت شیخین نے جو ابوسفیان کو شام کی حکومت سپرد کردی تو اُس سے صرف اپنی قائم کردہ خلافت کا بچا لینا مدنظر نہ تھا بلکہ اس کارروائی کا یہ بھی مطلب تھا کہ بنی ہاشم کی سرکوبی بھی پورے طور پر شکل پذیر ہوجائے - حضرت شیخین قبیلۂ بنی تیم اور بنی عدی کے بزرگوار تھے - اور یہ دونون قبیلے کسیطرح پر ممتاز صورت نہ تھے - حضرت شیخین کو اپنے قبیلون سے کسی طرح کی اعانت کی امید نہین ہوسکتی تھی ممتاز قبیلے یہی قبیلۂ بنی اُمیہ اور قبیلۂ بنی ہاشم تھے - بنی ہاشم کی طرف سے حضرت شیخین شکل اطمینان نہین رکھتے تھے - پس بنی اُمیہ کو اپنی طرف ملا لینے سے یہ بھی منظور نظر تھا کہ آپ صاحبون کی قائم کردہ خلافت صورت استحکام پیدا کرلے - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رفتہ رفتہ بنی ہاشم کمزور ہوتے چلے یہانتک کہ حضرت عمر کی خوش تدبیری سے حضرت شیخین کے بعد ہی خلافت بنی اُمیہ کی طرف منتقل ہوگئی اور پھر قبیلہ بنی ہاشم اپنا پرپرزہ سنبھال نہ سکا - حضرت علیؑ کا مختصر زمانۂ خلافت معاویہ صاحب کی کارستانیوں کی بدولت پیش از وقت اختتام پاگیا - علی مرتضیٰ کی رحلت کے بعد ہی حضرت امام حسنؑ کو خلع خلافت کی نوبت آگئی اور اُسکے بعد معاویہ صاحب کو اپنی ضرورتون کے تقاضا سے حضرت امام علیہ السلام کو مسموم کرڈالنا پڑا - حضرت امام کے خلع خلافت کے بعد معاویہ صاحب پورے طور پر خلیفۂ وقت ہوگئے اور اپنا جانشین یزید کو بنا گئے - یزید نے اپنے وقت مین قریب قریب خاندان پیمبرؐ کا خاتمہ کرڈالا - بعد یزید کے قبیلۂ بنی اُمیہ سے خلفا یکے بعد دیگرے ہوتے گئے اور عرب کی سلطنت یعنی خلافت جیسا کہ اس سے قبل حوالۂ قلم ہوا ہے چورانوے (۹۴) برس تک اُسی قبیلہ مین رہی - پس قابل لحاظ ہے کہ کہ حضرت شیخین کی خوش تدبیری سے آپ صاحبون کی قائم کردہ خلافت بنی اُمیہ کی تعدّی سے صرف محفوظ نہین رہ سکی بلکہ ابوسفیان صاحب کو صاحب ثروت بنا دینے سے بنی ہاشم کا قبیلہ ابدالآباد تک اپنے حقوق سے محروم ہی رہ گیا - اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسول صلعم کو قبیلۂ بنی اُمیہ سے نفرت تامہ لاحق تھی اور یہ ایسا قبیلہ تھا کہ جسے خداے پاک شجرۂ ملعونہ فرماتا ہے یہ قبیلہ قبل سے قبیلۂ بنی ہاشم کا دشمنِ سخت چلا آیا تھا جب حضرت صلعم مبعوث ہوئے تو مکہ مین اس قبیلہ نے

حضرت رسولؐ کی دشمنی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا مجبوراً جب آنحضرت کو دشمنون کی بدسلوکیوں سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا اور مدینہ مین آنحضرت کو کچھ اطمینان کی صورت پیدا ہو سکی تو یہ قبیلہ آنحضرتؐ سے لڑائیان لڑتا رہا۔ بدر و احد و خندق و حنین کی لڑائیان حضرت رسول کو اس قبیلۂ ظالم و ناہنجار سے لڑنا پڑین اور حق یہ ہے کہ اگر علی مرتضیٰ کا وجود با جود نہ ہوتا تو اسلام کا خاتمہ مدینہ مین ہو جاتا۔ بنی امیہ کی ہر لڑائی مین حضرت شیخین اور حضرت شیخین جیسے دیگر مہاجرین حضرت رسول کی کچھ اعانت نہ کر سکے۔ جب ہوا تو یہی ہوا کہ حضرت رسول کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر اپنی جانین لیکر بھاگ نکلے۔ اگر بدر کی لڑائی مین حاضر بھی رہ سکے تو عدم کارگزاری کا جوہر دکھا گئے۔ کوئی شک نہین کہ ذوالفقار علیؑ نے اسلام کو معدومیت سے بچا رکھا۔ کیا جائے تعجب ہے کہ ایسے حامیِ دین خدا اور ماحیِ کفر و ضلالت کو حضرت شیخین اور حضرت شیخین جیسے مسلمانون نے حضرت رسولؐ کا جانشین ہونے نہ دیا اور اُن کے اکابر خود خلیفہ بن بیٹھے اور صرف یہی نہین بلکہ یہ بھی کہ حضرت رسولؐ کے ایک ایسے پُرعداوت قبیلہ کو یعنی قبیلۂ بنی اُمیہ کو ایسی ثروت کی راہ دکھلائی جس کا وہ قبیلۂ بدخواہ خس برابر بھی مستحق نہ تھا۔ یہ وہ قبیلہ ہے جسکو دس برس کی محنت شاقہ سے حضرت رسولؐ نے ایسا ضعیف کر ڈالا تھا کہ اب وہ قبیلہ اسلام کو کسی پہلو سے ضرر رسانی کی قوت نہین رکھتا تھا۔ نہایت جائے حسرت ہے کہ ایسے قبیلہ کو حضرت شیخین نے سرِ نو سے تر و تازہ کر ڈالا۔ یہ بدحال قبیلہ تھوڑے ہی عرصہ مین مالک شام ہو کر تمام بلاد اسلام کا بھی مالک ہو گیا۔ سچ یہ ہے کہ اگر حضرت شیخین کو حدیث ثقلین کی تبعیت خس برابر بھی مدنظر رہتی تو حضرت شیخین سب کچھ کرتے مگر بنی اُمیہ کو ثروت کی راہ پر نہ لے آتے۔ آپ دونون صاحبون کی اس بنی اُمیہ پروری نے قریب قریب خاندان پیمبرؐ کا خاتمہ کر ڈالا اور طرح طرح کے مظالم بنی ہاشم پر کرا گزرے اور آج تک کرا رہے ہین۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ قبیلۂ بنی اُمیہ کو حکومت شام پر مستولی بنانے کے بعد بھی اگر حضرت عمر حضرت عثمان کے خلیفہ بن جانے کا سامان نہ کر جاتے تو بھی خاندان رسالت یعنی قبیلۂ بنی ہاشم اس درجۂ ابتذال کو نہین پہونچ جاتا جو حضرت عثمان کی خلافت یابی کی بدولت پہونچ گیا حقیقت حال یہ ہے کہ شام مین تو بنی اُمیہ حضرت شیخین کی بدولت حاکم وقت ہو ہی رہے تھے۔ ہر طرح کی ثروت اس قبیلۂ ملعونہ کو حاصل ہو ہی چکی تھی۔ حضرت کی خلیفہ یابی سے جو قبیلۂ بنی امیہ کے ایک معروف بزرگ تھے بنی اُمیہ کے تمام مردودانِ درگاہِ خدا و رسولؐ مثل مروان وغیرہ وغیرہ خلیفہ صاحب کے گرد بلا لیے گئے۔ پھر کیا تھا تمام بلاد اسلام مین بنی اُمیہ ہی فعال مایرید نظر آنے لگے۔ قبیلۂ بنی ہاشم کا تو ایک چپراسی بھی نہین دکھائی دیتا تھا۔ بنی امیہ کی ایسی قوت یابی کے بعد علی مرتضےٰؑ حضرت عثمانؓ کے بعد کو مکرر خلیفہ بلاد اسلام

رہ سکتے تھے اور جب حضرت علیؑ خلیفہ نہ رہ سکے تو حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی خلافت کا ذکر ہی خارج از بحث ہے۔ ایسی حالت مین آپ ہر دو امامؑ برحق کا خلیفہ رہنا تو درکنار آپ حضرات کے زندہ رکھے جانے کی بھی کیا توقع ہوسکتی تھی اور وہ توقع بنی امیہ سے جنکی سرشت مین بیدینی نفس پروری ناخداترسی الحاد دنیا طلبی خون ریزی جفاشعاری بدنفسی ستم پروری پُر دغائی بے ایمانی حق کشی اور ہر طرح کی خباثت وغیرہ وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کوئی شک نہین کہ اہل فہم اور صاحب انصاف کے نزدیک دینِ خدا اور آل محمد کی تباہی کے سبب قریب یا سبب بعید یہی حضرت شیخین ہوے ہین۔ اگر حضرت شیخین نہ ہوتے تو نہ دینِ خدا تباہ ہوتا اور نہ آل محمدؐ کی خونریزیان مختلف اوقات مین ظہور پذیر ہوسکتین حق یہ ہے کہ حق پسندون کے نزدیک آل محمد کی خونریزیان تمامتر تباہی دین خدا کا حکم رکھتی ہین۔ بالمختصر راقم کی تحریر بالا پر نظر کرنے سے حضرات ناظرین باانصاف پر روشن ہوجائیگا کہ یہ شعر یعنی ؎ چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ۔ کہ کشتہ شد حسین اندر ثقیفہ۔ کس قدر پرمعنی قول ہے اور کس قدر قرین حق ہے واقعی تعجب ہے۔ ایسے مہاجرین سے جنھون نے حضرت رسول کی کوئی جہادی اعانت نہ کی۔ ہمیشہ اپنی جانون کی حفاظت مدنظر رکھی احکام نبوی کی تعمیل سے بھاگتے رہے۔ رسولؐ اللہ پر حملہ کے فعل قبیح کے مرتکب ہوئے اور حضرت رسول کے بعد ایسے ایسے افعال کے مرتکب ہوئے جن سے خاندان رسولؐ کو طرح طرح کے صدمات سخت پہونچتے گئے۔ اس پر بھی ایسے مسلمان امت محمدی کہلاتے ہین۔ واہ وا برعکس نہند نام زنگی کافور۔

واضح ہو کہ واقعۂ کربلا ایک نہایت سخت واقعہ گزرا ہے۔ اس کے تمام معاملات دوستداران اہل بیت کے لیے ایسے حیرت انگیز اور غم افزا نظر آتے ہین کہ احاطۂ بیان سے باہر ہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ خاندان پیمبر سے زیادہ شقی کوئی قوم نہ سابق مین گزری ہے اور نہ آیندہ ظہور کریگی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ راقم ایسے ملاعین کے ذکر سے اس جگہ اپنے قلم کو روک کر ذیل مین کچھ ایسے اقوال حضرت حُر کے حوالۂ قلم کرتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سعادت دینِ خدا کے ساتھ مین ہے جسکو چاہے اس سے مشرف فرمائے۔ یہ کوئی اختیاری امر نہین ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ درگاہ واہب العطایا مین توفیق خیر کے لیے دعا مانگتا رہے اور اُس کے رحم و کرم کا دل سے امیدوار رہے۔ اُس کے رحم و کرم کے بغیر خیر کی دولت نصیب ہونا احاطۂ خیال سے باہر ہے۔

یون تو جگر بندانِ حضرت امام علیہ السلام نے جیسے حضرت علی اکبرؑ و حضرت عباس علمدار اور حبیب ابن مظاہر تھے جان نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اور یکے بعد دیگرے شربت شہادت

نوش فرماتے گئے ۔ مگر حضرت حُرؔ نے جو لشکر اعدا مین ایک ممتاز پایہ رکھتے تھے ایسی جانبازی کا تماشا دکھلایا کہ اس کی نظیر تاریخ وسیر مین کم نظر آتی ہے ۔ آپ لشکر اعدا مین ایک بڑے بہادر کی حیثیت رکھتے تھے ۔
جب حضرت امام علیہ السلام کوفہ کے قریب آپہونچے تو حضرت حُر حضرت امامؑ کے آگے بڑھنے سے سدراہ ہوے اور حقیقت حال یہ ہے کہ آپ ہی حضرت امامؑ کو دشت کربلا کی طرف لے آئے ۔ مگر جب ہدایت خداوندی شامل حال ہوئی تو آپ لشکر اعدا سے علٰحدہ ہوکر حضرت امامؑ کی خدمت والا درجت مین حاضر ہو گئے ۔ مورخ محدث ابن جریر طبری لکھتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام کے خطبے کا اثر حر ابن ریاحی کے دلِ سعادت منزل پر ایسا ہوا کہ وہ گھوڑا بڑھا کر عمر ابن سعد کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خدا تجھکو صلاحیت عطا فرمائے تو حسین سے ضرور قتال کریگا ۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ ہان خدا کی قسم ایسا قتال کرون گا کہ بہت سے تن بے سر اور بے دست و پا ہون گے ۔ حر نے کہا کہ جو باتین حسینؑ نے اپنی تقریر مین تمھارے سامنے پیش کین ، ان مین سے ایک بھی قابل قبول نہین ہو سکتی ۔ ابن سعد بولا کہ اگر حکومت میرے ہاتھ مین ہوتی تو مین ضرور اُن باتون پر نظر کرتا لیکن ابن زیاد کے حکم کو کیا کرون ۔ پھر صاحب تاریخ کامل لکھتے ہین کہ ابن سعد کا جواب سنکر حُرؔ آہستہ آہستہ امام حسینؑ کی جانب بڑھے مگر اُس وقت حضرت حُر کا بدن کانپ رہا تھا ۔ آپ کے بدن مین رعشہ دیکھکر ابن سعد کے لشکر کا ایک شخص مہاجرین سے آپ سے بولا کہ اے حُر واللہ تیری موجودہ حالت مجھے شک مین ڈالتی ہے کیونکہ جو کیفیت تیری اسوقت دیکھ رہا ہون وہ مین نے کسی معرکہ مین نہین دیکھی تجھکو تو مین اہل کوفہ مین سب سے زیادہ بہادر جانتا تھا پھر تیرا یہ کیا حال ہے ۔ حضرت حُرؔ نے کہا کہ واللہ مین اِسوقت اپنے کو اس امر مین مختار پاتا ہون کہ چاہون جنت کو اختیار کرون چاہون دوزخ کو لیکن مین جنت ہی کو اختیار کرون گا چاہے میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا جائے ۔ یہ کہکر حُرؔ نے گھوڑے کو چابک لگایا اور حضرت امام علیہ السلام کی خدمت بابرکت مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اے ابن رسول اللہ مین وہی شخص ہون جس نے آپ کو راہ سے واپس جانے نہ دیا اور مجبور کر کے اپنے ساتھ یہان لایا ۔ خدا کی قسم مین نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ کسی طرح آپ کی نصیحت سے متاثر نہ ہون گے اور آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرینگے اب مین تائب ہو کر آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہون کہ مرتے دم تک آپ کا ساتھ دون اور آپ کے قدمون پر اپنی جان نثار کرون ۔ کیا میری توبہ قبول ہو جائیگی ۔ حضرت امام نے فرمایا کہ بیشک خدا تیری توبہ قبول کرے گا اور تیری مغفرت فرمائے گا ۔ اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ جب حُر امامؑ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو گھوڑے سے اُتر پڑے اور حضرت امامؑ کی رکاب کو بوسہ دیکر عرض کرنے لگے کہ اے فرزند رسول اللہ مجھے گمان نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہو جائین گے بلکہ مین سمجھتا تھا کہ بالآخر آپ سے مصالحت کر لین گے

لیکن اب انکا ظلم اور تمرد دیکھکر مین آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہون ۔کیا خدا میری توبہ قبول فرمائیگا
حضرت امامؑ نے ہاتھ بڑھاکر حرؑ کے چہرے پر پھیرا اور فرمایا کہ اے حرؑ بندۂ ناچیز خدا کا کیسا ہی گناہ کرے
لیکن جب توبہ اور استغفار کرتا ہے تو خدائے کریم اُسکے گناہون کو معاف فرماتا ہے ۔چنانچہ اُس نے قرآن مجید
مین ارشاد کیا ہے کہ خدا ایسا کریم ہے کہ اپنے بندون کی توبہ قبول کرتا ہے ۔ اے حرؑ اس سے پہلے جو فروگذاشت
تجھسے ہوئی مین نے اُس کو معاف کیا اب تو مردانہ وار جنگ کے لیے آمادہ ہوا ور اس دن کو روز بازار سعادت
اور اس میدان کو جلوہ گاہ شہادت یقین کر ۔تاریخ ابن جریر مین مندرج ہو کہ یہ بھی حضرت امامؑ نے حرؑ سے
فرمایا کہ اے حرؑ تیری مان نے تیرا نام بہت ٹھیک رکھا ہے ۔ انشاء اللہ تعالی تو دنیا مین بھی حرؑ ہے اور
آخرت مین بھی آزاد رہے گا ۔مورخ اثیر جزری تاریخ کامل مین لکھتے ہین کہ پھر حرؑ نے دشمنان حضرت امامؑ کے
ساتھ شدید جنگ کی اور یزید بن سفیان کو قتل کیا ۔اس کے بعد حسب مضمون تاریخ کامل جب لشکر اعدا نے
سواران لشکر حضرت امامؑ پر سخت تیر بارانی کی جس کی وجہ سے حسینؑ کے کل سوار پیدل ہوگئے ۔ اس موقع
پر بھی حضرت حرؑ نے دشمنون سے دل توڑ کر جنگ کی ۔اُس کتاب تاریخ مین یہ بھی مذکور ہے کہ حبیب ابن مظاہر
کے شہید ہوجانے سے حضرت امام بہت سست اور افسردہ ہوگئے پھر حسب تحریر مورخ ابن اثیر حضرت حرؑ
اور زہیر بن القین نے دشمنون سے خوب ہی قتال کیا ۔ روضۃ الاحباب مین ہے کہ عمر بن سعد نے حضرت
حرؑ کو میدان جنگ مین دیکھکر صفوان بن حنظلہ سے کہا کہ تو جاکر حرؑ کو نصیحت کر اور میرے پاس واپس لا
اور اگر نہ آوے تو تلوار سے اُسکا سر کاٹ لے ۔ صفوان نے حضرت حرؑ کے پاس آکر کہا کہ اے حرؑ تو نے
مرد عاقل ہو کر خلیفۂ یزید سے کیون روگردانی کی ۔حضرت حرؑ نے جواب دیا کہ اے صفوان مجھے تعجب ہے
کہ تو خود خلاف عقل یہ بات کہتا ہے ۔کیا تو نہین جانتا کہ یزید ناپاک اور فاسق ہے اور امام حسینؑ پاک و
پاکیزہ نژاد ہین رسول اللہ نے ان کو اپنا ریحان فرمایا ہے ۔صفوان بولا کہ اے حرؑ مین یہ سب جانتا ہون ۔
مگر جاہ و دولت یزید ہی کے ساتھ ہے اور مین مرد سپاہی ہون مجھکو جاہ و منصب ہی چاہیئے ۔حضرت حرؑ
نے کہا کہ اے صفوان تو حق کو جان بوجھکر چھپاتا ہے ۔صفوان نے عقب مین آکر حضرت حرؑ کو نیزہ مارا ۔
حضرت حرؑ نے اُس کے وار کو روک کر ایسا نیزہ لگایا کہ اس کی انی صفوان کی پیٹھ سے نکل گئی ۔ بعدہ
حضرت حرؑ نے لشکر دشمن سے یہانتک قتال کیا کہ نیزہ ٹوٹ گیا اور جب نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار میان سے
نکال کر ایسی شمشیر رانی کی کہ کسی کو سر سے سینہ تک کاٹا اور کسی کو کمر کے پاس سے دو ٹکڑے کیا ۔یہ دیکھکر
شمر نے لشکر کو آواز دی کہ سب ملکر حرؑ کو گھیر لو ۔چنانچہ عمر بن سعد کے لشکر نے حضرت حرؑ پر چارون طرف سے
تیر و شمشیر کا مینھ برسانا شروع کیا ۔ ناگاہ قصور بن کنانہ نے ایسا نیزہ حضرت حرؑ کے سینہ پر مارا کہ آپ

مہلک زخم کھا کر گھوڑے سے گر پڑے اور پکارے کہ یابن رسول اللہ اس جان نثار کی خبر لیجیے۔ امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر میدان جنگ مین جا کر حضرت کو اُٹھا لائے اور آپ کا سر زانوے مبارک پر رکھکر آستین سے اُن کے چہرے کی گرد صاف کرنے لگے۔ حضرت حُر مین تھوڑی جان باقی تھی آپ نے اپنا سر حضرت امام کے زانو پر دیکھکر تبسم کیا اور کہا یا ابن رسولؐ اللہ آپ مجھ سے راضی ہین؟

حضرت امام نے فرمایا کہ مین بھی راضی ہون اور میرا خدا بھی۔ حضرت نے یہ بشارت سنکر خلد برین کی راہ لی۔ راقم کہتا ہے کہ تقدیر ہو تو ایسی ہو۔ کہان یزید کا ساتھی کہان مرتے دم حضرت امامؑ کے زانوے مبارک پر سر رکھے ہوئے خلد برین کو سدھارے۔ خدا کے معاملات سمجھ مین نہین آتے۔ سچ یہ ہے کہ خدا کی باتین خدا ہی جانے۔ کیا تماشا ہے کہ یزید اور یزید کے تمام لشکری مستوجب سزاے نار ہون مگر ایک ان مین سے سزاوار جنت قرار پائے۔ اب ذیل مین راقم حکیم جرمن میسو ماربین کی تحریر کو اپنی کتاب مصباح الظلم سے نقل کرکے حوالہ قلم کرتا ہے۔ یہ تحریر واقعۂ کربلا کے متعلق ایسی لاجواب ہے کہ راقم کے خیال مین اپنی نظیر نہین رکھتی ہے۔ واقعۂ کربلا کی ایسی توجیہ راقم کی نظر سے نہین گزری ہے۔ حضرات ناظرین اسکی خوبیون سے لطف اُٹھائین۔

حکیم موصوف کی تحریر ذیل سے ظاہر ہوگا کہ جناب امام حسینؑ نے ہرگز ملک گیری یا مال اندوزی کی ہوس مین واقعۂ کربلا کے مصائب اپنے اوپر گوارا نہین کیے بلکہ اپنے نانا کے دین کو بربادی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ سخت سے سخت کارروائی اختیار فرمائی ہے تباہی مین سفینہ آچکا تھا جد کی اُمت کا۔ یہ کشتی بحر خون مین ڈوب کر شہ نے نکالی ہے۔ ذیل مین اس حکیم روشن خیال کی کتاب سیاست اسلامیہ کی ساتوین فصل سے کچھ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے "یزید کے ولی عہد قرار دیے جانے کے بعد امام حسینؑ نے ایک جانب تو یہ دیکھا کہ بنی امیہؔ کی حرکتین جنھین عام سلطنت حاصل ہو چکی تھی اور ریاست روحانی پر بھی وہ مسلط ہو چکے تھے عنقریب مسلمانون کے عقیدہ کو اُن کے جد کے دین سے متزلزل کردین گی اور دوسری جانب انھین اس بات کا یقین ہوگیا کہ چاہے وہ یزید کی اطاعت اختیار کرلین یا نہ کرین بنی اُمیہ اپنی دیرینہ عداوت اور انجام اندیشی کے خیال سے بنی ہاشم کے نابود کردینے مین کسی قسم کی فروگذاشت نہ کرین گے اور اگر تھوڑے دنون بھی یہ حالت باقی رہی تو دنیا مین بنی ہاشم کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ پس یہی وجہ تھی کہ آپ نے بنی اُمیہ کے برخلاف اسلام مین ایک انقلاب قائم کرنے کا مصمم قصد فرما لیا تھا۔ چنانچہ جس وقت سے یزید معاویہ کا جانشین ہوا اسی وقت سے آپ نے اس کی اطاعت سے انکار کو اپنے واسطے واجب سمجھ لیا اور آپ اپنی اس مخالفت کو

کسی سے پوشیدہ نہین کرتے تھے - اس بنا پر یزید بھی آپ سے بیعت لینے اور آپ کو اپنا مطیع بنانے کے واسطے مصر اور کوشان تھا - یہ وجہ تھی کہ آپ نے دیدہ دانستہ اُس اعلیٰ خیال کے واسطے جو آپ کے دماغ مین موجود تھا آپ نے اپنے لیے موت کو گوارا کرلیا اور اسلامی دُنیا مین ایک اعلیٰ انقلاب قائم کرنے کی جہت سے آپ نے شہید ہونے پر پیش قدمی کی -

جو شخص اُس زمانہ کے حالات اور بنی اُمیہ کی طرز معاشرت اور تمام اسلامی گروہون پر ان کے غالب آجانے اور مسلمانون کی سُست اعتقادی سے اچھی واقفیت رکھتا ہے وہ بلا تامل اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے کہ حسینؑ نے اپنی جان دیکر اپنے نانا کے دین اور اسلام کے قاعدون کو زندہ کر دیا - اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا اور برقی احساس آپ کے شہید ہونے سے مسلمانون مین پیدا نہوتا تو ہرگز اسلام اپنی موجودہ حالت پر باقی نہین رہتا اور چونکہ ابھی اس کا ابتدائی کارخانہ تھا اس لیے یہ بات ممکن تھی کہ اس کے رسوم اور قوانین بالکل نابود ہوجاتے - چونکہ امام حسین کا اپنے والد کے انتقال کے بعد سے اُس عالی مطلب کے پورا کرنے کا پکا ارادہ تھا اس لیے آپ نے یزید کے جانشین معاویہ ہونے کے تھوڑے ہی دنون بعد مدینہ سے اس بنا پر سفر اختیار کیا تاکہ مسلمانون کے بڑے بڑے مقامات مین جیسے مکہ و عراق وغیرہ مین پہونچکر اپنے اعلیٰ خیال کو منتشر فرمائین - یہ آپ کی سیاست کا مقدمہ تھا کہ جہان جہان آپ قدم رکھتے تھے وہان کے مسلمانون کے دلون مین بنی اُمیہ کی جانب سے نفرت پیدا ہوتی جاتی تھی - چونکہ یزید بھی ان باریکیون سے بے خبر نہ تھا اس لیے وہ جانتا تھا کہ اگر کسی چھوٹے مقام مین بھی آپ کا خیال کارگر ہوگیا اور آپ نے علم مخالفت بلند کر دیا تو بہ لحاظ اُس نفرت کے جو مسلمانون کے دلون مین بنی اُمیہ کی طرز معاشرت و حکومت نے پیدا کردی ہے اور بلحاظ اُس قلبی توجہ کے جو مسلمانون کو حسینؑ کے ساتھ اُس وقت مین موجود ہے نہایت سرعت کے ساتھ آپ کا وہ خیال تمام اسلامی ممالک مین جاری و ساری ہوجائیگا اور سلطنت بنی اُمیہ کا دائمی قلع و قمع ہوجائیگا - یہ سبب تھا کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام باتون سے پہلے حسینؑ کے قتل کرنے کا پکا ارادہ کرلیا - بنی اُمیہ کی سیاسی غلطیون مین سب سے بڑی غلطی یہی تھی اور یہی ایک سیاسی خطا تھی جس کے سبب سے اپنے نام و نشان کو بنی اُمیہ نے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردیا - بہت بڑی دلیل اس بات پر کہ حسینؑ قتل گاہ تک گئے اور ہرگز اُنکا قصد سلطنت اور ریاست حاصل کرنے کا نہ تھا یہ ہے کہ حسین اپنے اُس علم سیاست و تجربہ سے جو اُنھین اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی وقار کے زمانہ سے بنی اُمیہ کے ساتھ جنگ جدل کرنے کے متعلق حاصل تھا خوب جانتے تھے کہ بحالت نہ مہیا ہونے اپنے اسباب کے اور بہ سبب

اس اقتدار و عظمت یزید کے اس کے ساتھ تو مقابلہ کسی طرح ممکن نہین ہے دوسرے یہ کہ حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے مقتول ہونے کے بعد اپنے مقتول ہونے کی ہمیشہ پیشین گوئی کیا کرتے تھے۔ اور جس وقت سے کہ مدینہ سے آپ نے حرکت کی صاف صاف اور بہ آواز بلند کہتے تھے کہ مین مقتول ہونے کے لیے جارہا ہون اور اپنے ہمراہیون سے بھی محض اتمام حجت کے لیے یہی بیان کرتے تھے تاکہ جو کوئی جاہ و مال کے حرص و طمع مین ہمراہی چاہتا ہو جدا ہو جائے اور یہی بات اُن کے ورد زبان تھی کہ قتل گاہ کا راستہ میرے سامنے ہے اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ حسینؑ کا اگر یہ ارادہ نہوتا تو غور و فکر و علم و ارادہ کے ساتھ مقتول ہو جانے پر آمادہ نہ ہوتے اور اس طرح اپنا قتل گوارا نہ کرتے اور لشکر کے جمع کرنے مین بقدر امکان کوشش عمل مین لاتے نہ یہ کہ جو ہمراہ تھے اُنھین بھی متفرق اور پراگندہ کر دیتے۔ چونکہ کوئی قصد سواے مقتول ہو جانے کے جو اُن خیالات عالی اور اُس مقدس ریولیوشن (Revolution) کا مقدمہ تھا مد نظر اُن کے نہ تھا۔ اس لیے انھون نے یہی سمجھکر کہ بہت بڑا ذریعہ اُس کا بیکسی اور مظلومیت ہی ہے اسی کو اختیار کیا تاکہ اُن کی مصیبت دلون مین زیادہ موثر ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ مین حسینؑ کو مسلمانون مین حاصل تھا اگر اُسکے ساتھ اپنی قوت بڑہانا چاہتے تو ایک بڑا لشکر فراہم کر سکتے تھے مگر اس صورت مین اگر مقتول بھی ہوتے تو یہی کہا جاتا کہ سلطنت اور بادشاہی کی خواہش مین مقتول ہوئے اور وہ مظلومیت جس کا نتیجہ عظیم الشان ریولیوشن یعنی انقلاب تھا حاصل نہ ہوتا۔ پس سواے ان لوگون کے جن کی جدائی امکان سے باہر تھی کسی کو اپنے ساتھ نہیں رکھا مثل فرزند برادر بھتیجے اور بنی اعمام اور چند مخصوص احباب باوفا کے۔ تا اینکہ اُن سے بھی فرمایا کہ تم بھی ہمین چھوڑ کر جدا ہو جاؤ۔ مگر اُنھون نے منظور نہین کیا۔ اور وہ بھی ایسے حضرات ہین کہ مسلمانون کے نزدیک تقدس اور جلالت قدر کے اوصاف رکھتے ہین اور اُن کا حسینؑ کے ساتھ قتل ہو جانا اس واقعہ کی زیادہ عظمت و تاثیر کا سبب ہوا۔ حسینؑ نے اپنے علم و سیاست کی قوت کے ساتھ بنی اُمیہ کے ظلم و ستم کے افشا مین اور اُن خیالات کے اظہار مین جو بنی ہاشم اور اولاد محمدؐ کی عداوت مین اُن لوگون کے دلون مین تھے کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ان مین ایک بات یہ ہے کہ چونکہ بنی اُمیہ کی عداوت کو آپ اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ جان چکے تھے کہ میرے قتل کے بعد بنی ہاشم کی عورتین اور بچے جو کہ آل محمدؐ تھے اسیر و مقید ہو جائینگے تو یہ واقعہ مسلمانون مین علی الخصوص عرب مین اس درجہ پر پُر تاثیر ہو جائیگا کہ جس کا تصور بھی نہین ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بنی اُمیہ کے ظالمانہ حرکات اور ان کے بیرحمانہ سلوک جو انھون نے اپنے نبی کے مخدرات اور اطفال کے ساتھ برتے مسلمانون کے دلون مین ایسی تاثیر کر گئے جو کسی طرح حسینؑ اور اُن کے

ہمراہیون کے قتل سے کم نہ تھے اور جس نے خاندان محمد کے ساتھ بنی اُمیہ کی دشمنی کو اور اسلام کے ساتھ اُنکے عقائد کو اور مسلمانون کے ساتھ اُن کے برتاؤ کو اچھی طرح واضح کردیا۔ یہی سبب تھا کہ حسینؑ اپنے اُن دوستون سے جو انھین اس سفر سے ممانعت کرتے تھے صاف طور پر کہدیتے تھے کہ مین تو مقتول ہونے کے لیے جارہا ہون۔ چونکہ ان لوگون کے خیالات محدود تھے اور حسینؑ کے مقاصد عالیہ پر انھین اطلاع نہ تھی اس سفر سے ممانعت مین اصرار کرتے تھے جسکا آخری جواب حسینؑ کی طرف سے یہ تھا کہ خدا کی مشیت یہی ہے۔ میرے نانا نے مجھے یہی حکم دیا ہے اور جب وہ یہ اصرار کرتے تھے کہ جب آپ مقتول ہوجانے کی غرض سے جاتے ہین تو عورتون اور بچون کو ہمراہ نہ لیجائیے تو جواب مین فرماتے تھے کہ خدا کی مشیت یہی ہے۔ کہ میرے عیال اسیر و مقید ہون اور حسینؑ کے کلمات اس وقت چونکہ روحانی ریاست کی حیثیت سے تھے لاجواب تھے یعنی کسی کو مجال دم زدن نہ ہوتی تھی اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حسینؑ سوائے ان عالی خیالات کے جو اُن کے دماغ مین تھے۔ کوئی دوسری غرض خیال میں لاتے ہی نہ تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مصائب انھون نے سلطنت و بادشاہی کے لیے برداشت نہین کیے اور نہ بغیر سمجھے ہوئے اس مہلکۂ عظیم مین اُنھون نے قدم رکھا جیسا کہ ہمارے بعض مورخین نے خیال کرلیا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے اُن مخصوص احباب سے جن کا دماغ روشن اور عقل سلیم تھی اس واقعہ کے سالہا سال پیشتر اپنی مصیبتون پر تسلّی دینے کی غرض سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے قتل ہوجانے کے بعد اور اُن جانکاہ مصائب گزر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کرے گا جو حق کو باطل سے جدا کردے گی اور ہماری قبرون کی زیارت کیا کرے گی اور ہماری مصیبتون پر رویا کرے گی اور دشمنانِ آل محمدؐ کو اچھی طرح ہلاک کرے گی۔ یہ لوگ خدا کے دین اور میرے نانا کی شریعت کی ترویج کرین گے اور مین اور میرے جد بزرگوار انھین دوست رکھین گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہون گے"۔ اے حضرات ناظرین کیا جائے تعجب ہے کہ ایک نامسلمان قوم کا عالم واقعۂ کربلا کی حقیقت بوضع بالا یون بیان کرے کہ جس سے جناب سید الشہدا علیہ السلام کی انتہا درجہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور ہزارون ہندوستان اور افغانستان کے ملا اور غیر ملا دعویٰ اسلام رکھکر جناب امام حسین علیہ السلام کیطرف ایسے نامحمود صفات منسوب کرین جو رذیلون کے سوا شریفون مین کبھی وجود نہین رکھ سکتے۔ راقم سے مولوی فلان اور مولوی فلان نے چند بار یہ کہا ہے کہ حضرت امامؑ نے بیکار اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالا۔ آپ ہرگز شہید نہیں ہوئے خلیفۂ وقت سے بغاوت کی بنا پر قتل کیے گئے۔ اگر یزید سے جو خلیفۂ وقت تھا بیعت کرلیتے تو مستوجب قتل نہوتے مگر انھون نے سلطنت کا خواب دیکھنا شروع کردیا بس جو ایسے کام کا نتیجہ ہونا چاہیے تھا ہوا۔ راقم کہتا ہے کہ زمانہ معاویہ اور یزید کا گزر نہین گیا ہے اب بھی وقت

لاکھون معاویہ اور یزید صفحۂ ہستی پر موجود ہیں اور تا قیامت موجود رہین گے راقم نے جگہ جگہ سیکڑون معاویہ اور یزید جبہ و دستار مین دیکھے ہین - ایسے دشمنان خاندان پیمبرؐ سے اب بھی زمانہ مملو ہے منتقم حقیقی ایسے نامسلمانون سے عداوت اہل بیت نبوی کا آخر بدلا لیگا تب یہ مولویانہ وردیان جبہ و دستار کی غضب الٰہی کی آگ سے جل جلا کر خاک سیاہ ہو جائینگی - آخر مین عرض راقم یہ ہے کہ اہل انصاف ملاحظہ فرمائین کہ حضرت امام حسینؑ نے جان دیدی گھر بھر کا شہید کیا جانا گوارا فرمالیا - مگر یزید کی بیعت پر راضی نہ ہونا تھا نہ ہو سکے - اس کے برخلاف معاملہ حضرت عبداللہ بن عمر کا نظر آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری مین نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی تو عبداللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور متوسلین کو جمع کر کے یہ اسپیچ دی کہ ایہا الناس مین نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہر غدر کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا اور جب کہ ہم یزید کی بیعت کر چکے ہین تو میری راے مین اس سے زیادہ اور کیا غداری ہو سکتی ہے کہ بیعت کرنے کے بعد یزید سے لڑائی ٹھانین - پس تم مین سے جو شخص میری راے کے خلاف یزید کی بیعت سے علیحدہ ہوگا مین اُس سے جدائی اختیار کرونگا ظاہر ہے کہ معاملۂ یزید مین حضرت امام حسین علیہ السلام کا رنگ حضرت عبداللہ سے تمامتر برعکس نظر آتا ہے - اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ خوب جانتے تھے کہ یزید ایسے باپ کا بیٹا ہے جس کو آپ کے باپ یعنی حضرت عمر نے ثروت یاب بنایا تھا - یعنی آپ کے باپ کی دستگیری سے امیر معاویہ حاکم شام مقرر ہوئے تھے اور پھر اپنے وقت پر تمام بلاد اسلام کے خلیفہ بھی ہوگئے کوئی شک نہین کہ آپ کے باپ ہی کی دستگیری سے قبیلۂ بنی اُمیہ سر نو سے زندہ ہوا تھا - ورنہ حضرت رسول تو دس برس کی محنت مین اُسے اسقدر کمزور کر گئے تھے کہ اس قبیلہ مین مطلق قدرت شیطنت کی باقی نہین رہی تھی - حضرت رسول کی کارروائیون سے وہ قبیلہ ایسا نہین رہا تھا کہ وہ سلطنت کا خواب بھی دیکھ سکتا - مگر حضرت شیخین خاصکر کہ حضرت عمر کی سرپرستی سے وہ دن معاویہ صاحب کو نصیب ہوگیا کہ آخرکار انھین خلافت تک نصیب ہوگئی اور اُن سے اپنے وقت پر وہ خلافت منتقل ہو کر یزید کو پہونچ گئی اور یزید کے بعد بر سوم وہ خلافت قبیلۂ بنی اُمیہ سے ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کو منتقل ہوتی رہی - پس یہ امر خلاف توقع نہین تھا جو حضرت عبداللہ نے اپنی اسپیچ بالا مین یزید کی موافقت مین زوردار مضامین ارشاد فرمائے حضرت کے لخت جگر ہو کر کیا حضرت عبداللہ اتنی بھی وفاداری یزید کے ساتھ ملحوظ نہ رکھتے - ممکن نہین تھا کہ اپنے پدری تعلقات کو فراموش کر جاتے - انھین پدری تعلقات کی بنا پر تو حضرت عبداللہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی - باپ کے معاملات کا خیال بیٹے کو ایک ضروری امر ہے - آپ طریقۂ پدری سے

انحراف نہین کرسکتے تھے - یہ امر بالکل معیوب دکھائی دیتا کہ حضرت عمر تو معاویہ صاحب اور بنی امیہ کے سرپرست بنین اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ یزید سے بیعت کے بعد روگردانی اختیار کرین۔ حضرت عبداللہ ایسا مقدوح کام نہین اختیار کرسکتے تھے - اپنے پدر نامدار کی تبعیت مین اگر یزید کے ساتھ آپ نے وفاداری کا پہلو اختیار فرمایا تو خلاف خاندان کچھ نہ کیا - الولد سر لابیہ ایک نہایت مستقیم قول ہے - یہی قول حضرت امام حسینؑ پر بھی صادق آتا ہے کہ جنھون نے اپنے کو بیعت یزید سے کنارہ رکھا۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرلیتے تو آپ مخالف علی اور حضرت رسولؐ کے ہوجاتے - راقم کی دانست مین حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ دونون نے اصول وفاداری کو خوب برتا - پختہ کاری ایک بڑی دولت ہے پختہ کاری پر مدار آخرت ہے - ایسی پختہ کاری کی بدولت امام حسینؑ بعد رحلت وہان ہون گے جہان مرضی خداوندی نے آپ کے لیے سامان قیام فرمایا ہوگا اور اسی طرح حضرت عبداللہ بھی اسی پختہ کاری کی بدولت وہان ہون گے جہان آپ کے لیے بھی مرضی خداوندی نے سامان قیام فرمایا ہوگا۔ کوئی شک نہین کہ اس پختہ کاری نے اپنے اپنے رنگ کے گل کھلائے ہون گے -

مصائب حضرت امام زین العابدین سید الساجدین علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام خاندان پیغمبر کے بارہ ائمہ سے چوتھے امام ہین اور داخل چہاردہ معصوم ہین - آپ کی سرگزشت الم افزا یہ ہے کہ باپ کے مصائب کی انتہا اور بیٹے کی مصیبتون کی ابتدا گویا ساتھ ہی ساتھ ہوئی - ابو اسحاق اسفرائنی نے اپنے "مقتل" مین لکھا ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا بیان فرماتی ہین کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے کہ ناگاہ بہت سے لوگ خیمون کے اندر چلے آئے از انجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا اُس نے کل اسباب خیمہ کا لے لیا اور پھر اُس نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہین اس نے اُس چمڑے کو اُن کے نیچے سے کھینچ لیا اور آپ کو زمین پر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد قوم اشقیا بنی زادیون کو لوٹ کر جناب امام بیمار کی طرف متوجہ ہوئی اور آپ کے قتل کا قصد کیا - جناب اُم کلثوم یہ حال دیکھکر اپنے کو آپ پر گراکر چلائین کہ اگر اس بیمار کا قتل ضروری ہے تو اول تم لوگ ہم سب کو قتل کر ڈالو - پس ان مین سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ بیمار ہے اس کا قتل جائز نہین - اس کے بعد حضرت امام کو طوق و زنجیر مین مقید کرکے ایک اونٹ پر بٹھلا دیا چونکہ آپ بیمار تھے اس لیے آپ کے دونون پائون اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیے گئے تھے - پہلے اسیرون کا جائزہ عمر سعد کے پاس ہوا پھر وہان سے چلکر ابن زیاد کے جائزہ کے لیے کوفہ مین داخل ہوا

کوفہ سے اسیرون کا قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ آفت رسیدہ دربار یزید مین پہونچے تو اُس نے امام حسینؑ کے سر کو ایک طشت مین رکھوا کر اپنے سامنے منگایا اور حسب روایت کامل لوگون کو جمع کر کے اُن کے سامنے امام حسین کے دانتون پر چھڑی لگانے لگا یہ دیکھکر ابو ہریرہ اسلمی نے کہا اے یزید اس چھڑی کو اُن دانتون سے ہٹالے۔ مین نے بارہا رسول اللہؐ کو انھین چوستے ہوئے دیکھا ہے سُن اے یزید جب تو بروز قیامت میدان حشر مین آئیگا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور حسینؑ کے شفیع اُن کے جد محمد مصطفےٰؐ ہونگے اور وسیلۃ النجاۃ مین ہے کہ یزید نے امام حسینؑ کے سر کو چھڑی سے چھیڑ کر چند شعر پڑھے جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ کاش آج میرے وہ بزرگوار جو جنگ بدر وغیرہ مین مارے گئے موجود ہوتے تو خوش ہو کر مجھے داد دیتے کہ مین نے اُن کا کیسا انتقام لیا اور سادات بنی ہاشم کو قتل کیا۔ بیشک مین عقبہ کی نسل مین شمار نہ ہوتا اگر آل محمدؐ سے بدلا نہ لیتا۔ درحقیقت بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھکوسلے نکالے تھے ورنہ اُن کے پاس نہ کوئی فرشتہ آیا نہ وحی نازل ہوئی۔ راقم کہتا ہے کہ بنی اُمیہ حضرت رسولؐ کے خوف سے مسلمان ہوئے تھے درحقیقت یہ سب نامسلمان تھے۔ کوئی شک نہین کہ معاویہ یزید و مروان وغیرہ وغیرہ سب کے سب ایک رنگ مین رنگے ہوئے تھے یون جمیع اہل سنت معاویہ کو اور ایک فرقہ ان کا یزید کو خلیفہ پنجم و خلیفہ ششم مانا ہے روضۃ الاحباب مین ہے کہ جب حضرت زینب نے امام حسینؑ کے سر کو دیکھا تو واجداہ وامحمداہ کی فریاد بلند کر کے کہا کہ اے یزید تو نے اپنی عورتون کو پردے مین بٹھایا اور دختران محمد مصطفےٰؐ کو دربار مین بلایا۔ یزید نے کانپ کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگون نے بتلایا کہ امام حسینؑ کی بہن زینب ہے۔ اتنے مین حضرت ام کلثوم نے اُٹھ کر کہا کہ اے یزید اجازت دے تو اپنے بھائی حسینؑ کا سر ہاتھ مین لیکر اُس کی آخری زیارت کرلون۔ یزید نے اجازت دی۔ ام کلثوم نے بڑھکر امام حسینؑ کا سر اُٹھا لیا اور منھ پر منھ ملکر بیہوش ہوگئین۔ یزید نے پوچھا کہ کیا یہ عورت بھی امام حسینؑ کی بہن ہے۔ لوگون نے کہا ہان۔ پھر یزید نے زین العابدین کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ حاضرین نے کہا کہ علیؑ بن حسین۔ یزید بولا کہ مین نے تو سنا تھا کہ علیؑ بن حسینؑ قتل کیے گئے۔ لوگون نے کہا کہ حسینؑ کے تین بیٹے تھے جن مین سے علیؑ اکبر اور علیؑ اصغر قتل ہوئے اور یہ علیؑ بن حسینؑ بیمار تھے اس وجہ سے ان کو قید کر کے لائے ہین۔

روضۃ الاحباب مین منقول ہے کہ امام زین العابدین نے یزید سے کہا کہ اے یزید میرے باپ اور اعزّہ کے سر مجھے دیدے تاکہ اُن کے بدن سے ملحق کر کے انھین دفن کردون اور مجھکو مع زنان اہل بیت مدینے جانے کی اجازت دے کہ وہان جا کر اپنے جد امجد کے روضے کی مجاورت اور اپنے پروردگار کی عبادت مین مشغول ہون۔ نیز کل بروز جمعہ مجھے اسقدر موقع دے کہ منبر پر جا کر خدا و رسولؐ کی مدح و نعت ادا کرون

یزید نے ان باتون کو منظور کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو امام زین العابدین نے منبر پر جا کر ایسا فصیح و بلیغ خطبۂ حمد و نعت پڑھا کہ لوگ متحیر ہو گئے۔ اور ایسے مؤثر طریقے سے مقاصد وعظ و پند بیان فرمائے کہ سنگدلون کے دل بھی موم کی طرح پگھلنے لگے۔ بعد اس کے ارشاد کیا کہ اے اہل شام تم مین سے جو مجھے نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ مین فرزند رسول مختار ہون۔ مین فرزند سردار اخیار ہون۔ مین فرزند شہسوار میدان ہل اتیٰ ہون۔ مین فرزند فاطمہ زہرا ہون۔ مین سبط رسول حسنؑ مجتبےٰ کا بھتیجا ہون۔ مین نور دیدۂ مصطفےٰؐ سرور سینۂ مرتضیٰؑ مبتلائے کرب و بلا حسینؑ شہید کربلا کا بیٹا ہون۔ اتنا سننا تھا کہ اہل مجلس چیخ مار کر رونے لگے۔ یزید نے خائف ہو کر مؤذن کو اذان کہنے کا اشارہ کیا۔ مؤذن نے اُٹھکر کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر امام زین العابدین نے فرمایا کہ بالحق کوئی شے اُس کی شان سے بزرگتر نہین ہے۔ مؤذن نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ امام زین العابدین نے فرمایا کہ سچ ہے۔ میرا گوشت اور پوست اس کا شاہد ہے۔ پھر جب مؤذن نے کہا اشھد ان محمد الرسول اللہ تو امام زین العابدینؑ نے عمامہ سر سے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اے مؤذن تجھے انھین محمدؐ کی قسم ذرا ٹھہر جا۔ یہ کہکر یزید سے خطاب کیا کہ اے معاویہ کے بیٹے سچ بتا کہ یہ محمد رسول اللہ میرے جد ہین یا تیرے۔ اگر تو اپنا جد بتائے تو صریح جھوٹ ہے اور اگر میرا جد کہے تو پھر تو نے میرے پدر بزرگوار کو جو بہترین آل رسولؐ تھے کیون شہید کرایا۔ کیون انکی مخدرات عصمت و طہارت کو گنہگار قیدیونکی طرح شہر بشہر پھرایا۔ کیون مجھے بے پدر کیا اور کیون میرے جد کے دین مین رخنہ ڈالا۔ یہ کہکر امام زین العابدین نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمکو خدا کی قسم سچ بتاؤ کہ میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کا جد خدا کا نبی اور حبیب ہو۔ امام زین العابدین کی تقریر سنکر اہل شام اسقدر روئے کہ اُن مین اکثر بیہوش ہو گئے یزید ڈرا اور اُس نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیکر سب کو نماز مین مشغول کر دیا۔ تاریخ کامل اور روضۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل بیت رسالت صلوٰۃ اللہ علیہم باجازت یزید دمشق سے مدینہ پہونچے تو اہل مدینہ مین کہرام مچ گیا اور اولاد مہاجرین و انصار سے سب چھوٹے بڑے روتے ہوئے اُنکے استقبال کو باہر نکلے صاحب تاریخ کامل لکھتے ہین کہ اس وقت دختر عقیل بن ابی طالب چند غمناک اشعار پڑھتی ہوئی آئین جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ اے اُمت آخرہ کے لوگو رسولؐ مقبول کو کیا جواب دو گے جب وہ پوچھین گے کہ تم نے میرے بعد میری عترت و اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جن مین سے بعض قیدی ہوئے اور بعض قتل ہو کر اپنے خون مین آلودہ پڑے ہین۔ میری ہدایت اور نصیحت کا یہ بدلا تھا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا۔ پھر روضۃ الاحباب مین ہے کہ ناگہان حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا نالان و گریان کربلا کی خاک خون شدہ کا شیشہ ہاتھ مین لیے مع دختر بیمار امام حسین کے اپنے حجرے سے باہر تشریف لائین

جب قافلۂ اہلبیت نے حضرت ام سلمہؓ کو اس حالت سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کا سوز و گداز دونا ہوگیا۔
اور مقتل ابی مخنف مین ہے کہ ام کلثومؑ با چشم گریان و دل بریان مسجد نبوی کی طرف بڑھکر کہنے لگین کہ
السلام علیک یا جدا مجد مین آپ کے پاس حسین کی خبر شہادت لائی ہون۔ ان کے جگر خراش بین پر توجہ
اور بکا کا شور اور زیادہ ہوگیا۔ پھر امام زین العابدینؑ نے قبر رسولؐ کی طرف بڑھکر چند شعر پڑھے جن کا
ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے جد اے خیر المرسلین مین آپ کے پاس فریاد لایا ہون اس حالت سے کہ غم زدہ
بیمار اور اسیر ہون۔ نہ میرا کوئی حامی ہے نہ مددگار۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی و احیاء العلوم غزالی و جواہر العقدین سمہودی و حلیۃ الاولیائے ابونعیم و
ریاض مستطاب یحیٰی عامری و روضۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کثیر الطاعت تھے اور اپنا وقت
عبادت مین بسر کیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا لقب زین العابدین و سید الساجدین قرار پایا ہے۔ آپ
علم دین مین بھی اپنا جواب نہین رکھتے تھے۔ اس کمال عبادت و علم کے ساتھ آپ اپنے بزرگون کیطرح
صاحب خیر بہت تھے۔ آپ رات کے وقت اپنی پشت پر روٹیان لاد کر اہل حاجت کو اُن کے مکانون
مین پوشیدہ طور پر دے آتے تھے۔ محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ مدینے مین ایسے بہت لوگ تھے جو یہ نہین
جانتے تھے کہ وہ کیونکر اور کہان سے بسر کرتے ہین۔

جب امام زین العابدینؑ نے وفات پائی تو اُن لوگون کا وہ سامان معیشت بند ہوگیا جو رات کو
اُن کے گھرون مین پہونچ جایا کرتا تھا۔ واللہ تمام خاندان محمدؐ ایسا ہی تھا کہ ہر ایک ان مین سے اس بات کو
ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ بلا شبہہ و شک نبی برحق تھے۔ اگر حضرت محمدؐ صاحب سچے نبی نہ ہوتے تو
آنحضرت کے اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام اس قدر صفات حمیدہ سے متصف نہ ہوتے۔ جھوٹے
نبی کے اہل بیت ضرور تھا کہ معاویہ یزید وغیرہ اور ان کے معاونان کی طرح ہوتے اور قبیلۂ بنی اُمیہ
کی طرح سفاک بیرحم نشہ خوار زانی پرفریب بدکردار عیش باز جاہ طلب انصاف کش دین فروش
دغا باز حاسد دنیا پرست غدار وغیرہ وغیرہ ہوتے۔ ہر فرد اہل بیت نبوی صلعم کے حالات پڑھکر حضرت
رسولؐ مقبول پر بے اختیار درود پڑھنے کی رغبت ہوتی ہے برعکس اس کے معاملہ بنی اُمیہ و معاونان
بنی اُمیہ کا نظر آتا ہے کہ طبیعت کو اُن کے نامون سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور جس قابل وہ اشرار تھے
اُن کے اذکار پر ویسے ہی حسب حال الفاظ دل کی زبان پر بے بلائے آجاتے ہین۔ پوشیدہ نہین ہے کہ
مدینہ مین حضرت امام زین العابدین گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھے طاعت خداوندی مین زندگی بسر
فرماتے تھے۔ اس پر بھی اشقیا آپ کو آرام سے رہنے نہین دیتے تھے۔

تاریخ ابوالفدا مین درج ہے کہ اہل مدینہ بغاوت کے بعد حکم یزید سے خوب ستائے گئے - ان کی ایک بڑی جماعت جو مشتمل اشراف وانصار پر تھی قتل کی گئی - مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو شکست دیکر اور تین دن تک قتل عام جاری رکھکر لوگون کے اسباب لوٹ لیے اور عورتون کے ساتھ حرامکاری کو حلال کردیا۔ پھر جذب القلوب مین دیکھا جاتا ہے کہ ہزارون شرفا اور عوام اور حفاظ قرآن اور مردان بنی قریش تہ تیغ بے دریغ کردیے گئے - علانیہ طور سے فسق وزنا مباح کردیا گیا - چنانچہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتون نے حرام کے بچے جنے - علاوہ برین مسجد نبوی کے اندر گھوڑے بندھوائے گئے جنھون نے وہان بول وبراز کیا اور جو اہل مدینہ قتل سے بچ گئے اُن سے یزید کی غلامی کی بیعت اس شرط سے لی گئی کہ یزید چاہے اُن کو بیچ ڈالے چاہے آزاد کردے - چاہے اُن سے خدا کی اطاعت کرائے - چاہے اُنکو خدا کی نافرمانی کا حکم دے - مروج الذہب مسعودی مین ہے کہ بالآخر لوگون نے یزید کی غلامی کا اقرار کرکے بیعت کرلی اور جس نے انکار کیا وہ قتل ہوا سوا امام زین العابدین علیہ السلام کے چنانچہ جب وہ مسلم بن عقبہ کے پاس لائے تو باوجودیکہ مسلم مذکور اُن کو اور اُن کے بزرگون کو بُرا کہہ رہا تھا مگر سامنا ہوتے ہی کانپنے لگا اور سروقد تعظیم دیکر امام زین العابدین کو اپنے برابر بٹھالیا - بعد ازان جب امام وقت وہان سے واپس گئے تو لوگون نے مسلم بن عقبہ سے پوچھا کہ جس وقت تک وہ صاحبزادے نہ آئے تھے اُسوقت تک تو اُن کو اور اُن کے بزرگون کو بُرا کہہ رہا تھا پھر کیا سبب ہوا کہ انکے آنے پر تونے اُن کی بڑی قدر ومنزلت کی - مسلم نے کہا کہ مین نے قصداً اُن کی تعظیم وتکریم نہین کی - بلکہ اُن کو دیکھتے ہی میرے قلب پر ایسا رعب چھا گیا کہ مین مجبور ہو گیا - دوسرا واقعہ حضرت امام علیہ السلام کے ستائے جانے کا یہ ہے کہ جب یزید مرا تو اُس کے بیٹے معاویہ بن یزید خلیفہ مقرر ہوئے - یہ صاحب چونکہ بڑے دوستدار آلِ محمدؐ تھے ولائے اہل بیت نبوی کے جرم مین مار ڈالے گئے - تب آپ کی جگہ پر بنی اُمیہ نے متفق ہوکر مروان کو خلیفہ تسلیم کرلیا - مروان کی رحلت پر اُس کا بیٹا عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا اس خلیفہ کے حکم سے عامل مدینہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کو طوق وزنجیر پہنا کر قید کیا تاکہ آپ کو نگہبانون کی حراست مین خلیفہ کے پاس روانہ کرے - زہری روایت کرتے ہین کہ مین نے داروغہ محبس کے پاس جاکر حضرت امام سے ملنے کی اجازت چاہی اور بعد حصول اجازت قیدخانے کے اندر جاکر اُن سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ کاش آپ کی جگہ مین قید ہوتا حضرت امامؑ نے فرمایا اے زہری یہ نہ سمجھو کہ اس قید سے مجھے کچھ زحمت ہے اگر مین چاہون تو ابھی رہائی ہوسکتی ہے - اس کہنے کے ساتھ ہی مین نے دیکھا کہ اُنکے جسم سے بند قید علیحدہ ہوگئے - پھر انھون نے فرمایا کہ اے زہری مین دو منزل ہے

زیادہ لوگون کے ساتھ نہ جاؤن گا - تھوڑی دیر کے بعد مین اُن کو وداع کرکے چلا آیا - چوتھے دن مین نے دیکھا کہ جو لوگ حضرت امامؑ کو اپنی حراست مین لے گئے تھے مدینہ واپس آکر انکو تلاش کر رہے ہین - لوگون نے کیفیت دریافت کی تو اُنھون نے کہا ہم لوگ ایک منزل مین مقیم تھے اور رات بھر علی بن حسینؑ کی محافظت کرتے رہے مگر جب صبح ہوئی تو ہم نے اُنھین نہ پایا البتہ بند و قید محمل مین موجود تھے - زہری کہتے ہین کہ چند روز کے بعد اتفاقاً مین عبدالملک بن مروان کے یہان حاضر ہوا تو اُس نے مجھ سے حضرت امام کا حال دریافت کیا - جو حالات معلوم تھے مین نے بیان کیے عبدالملک نے کہا کہ جس دن میرے گماشتون کی حراست سے حضرت امام کا غائب ہونا بیان کیا جاتا ہے اُس دن آپ میرے پاس آکر کہنے لگے تو کیون میرے پیچھے پڑا ہے - مین نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ تم میرے پاس رہو حضرت امامؑ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہوسکتا - یہ کہکر اُسی وقت باہر چلے گئے اور واللہ مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے - اور مین حضرت سے کچھ نہ کہہ سکا - واضح ہو کہ جن حضرات نے علم روحانیات کی تحصیل کی طرف توجہ نہین کی ہے - اُن کو یہ معاملہ حیرت انگیز اور غیر ممکن الوقوع معلوم ہوگا - کوئی شک نہین کہ پابند مادّیات کی سمجھ سے یہ معاملہ تمامتر باہر ہے - اس کے سمجھنے کے لیے علم روحانیات سے کچھ بھی بہرہ رکھنا ایک ضروری امر ہے - واقعۂ ذیل ایک توجہ طلب قصۂ عہد حضرت امام علیہ السلام کا ہے جس سے آلِ محمدؐ صلعم کے ساتھ بنی اُمیّہ کی مخالفت کا اندازہ ناواقفان حقیقت پر ہویدا ہوتا ہے -

حلیۃ الاولیاء ابونعیم اور وفیات الاعیان ابن خلکان اور صواعق محرقہ مین ابن حجر مکی سے منقول ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے زمانۂ سلطنت مین حج کے لیے آیا اور ہنگام طواف اُس نے استلام حجر اسود کا قصد کیا - تو بوجہ اژدہام خواص و عوام باوجود کوشش حجر اسود تک نہ پہونچ سکا - مجبوراً ایک طرف منبر پر بیٹھ کر مجمع کی سیر دیکھنے لگا اور منبر کے گرد سرداران شام نے حلقہ کرلیا تاکہ ہشام کی سطوت شاہزادگی سب پر عیان ہو - اتنے مین امام زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ طواف کے لیے تشریف لائے اور جب انھون نے حجر اسود کی جانب رخ کیا تو لوگ فوراً ادھر اُدھر ہٹ گئے اور امام زین العابدین نے بلاتکلف حجر اسود تک پہونچکر شرط استلام ادا کی اعیان شام مین ایک شخص نے متعجب ہوکر ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس کی ہیبت سے لوگ ہٹ گئے - ہشام نے اس خوف سے کہ کہین ایسا نہ ہو کہ اہل شام کا میلان علیؑ بن حسینؑ کی امامت و خلافت کی جانب ہو جائے بولا کہ مین اس شخص کو نہین پہچانتا اتفاقاً اس مجمع مین فرزدق شاعر حاضر تھا - ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھکر فرزدق سے نہ رہا گیا - اس نے

شامیون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کو مین جانتا ہون مجھ سے سنو کہ یہ کون شخص ہے یہ کہکر اُسی
جگہ مدح امام وقت واہل بیت نبوی مین ایک قصیدہ فوری طور پر اپنی غایت طباعی کے زور سے
اُس عاشق خدا و رسولؐ و آل رسولؐ نے پڑھنا شروع کردیا۔ اس قصیدہ کا شعر اول حوالۂ قلم ہوتا ہے۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته والبیت یعرفه والحل والحرم

(معنی) یہ وہ شخص ہے جسکو خانۂ کعبہ اور حل و حرم سب پہچانتے ہین اور جس کے قدم رکھنے کی جگہ کو زمین بطحا
بھی محسوس کرلیتی ہے۔ صواعق محرقہ وغیرہ مین ہے کہ جب ہشام نے یہ اشعار سُنے تو جیتے جی فی النار ہو گیا
اور اسی خلش پر اس دشمن آل محمدؐ نے فرزدق کو بمقام عسفان قید کردیا۔ کیون نہو جس قدر بنی اُمیہ کو اہل بیت
نبویؐ سے عداوت لاحق تھی اُسی قدر وہ قبلۂ ناپاک دوستداران اہل بیت نبویؐ سے بھی برسرکینہ رہتا
تھا۔ راقم کہتا ہے واہ رے اجماع ثقیفہ تونے کیا کیا گُل کھلائے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ وقت وفات
آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ سن رحلت ۹۴ یا ۹۵ ہجری تھا۔ صواعق محرقہ مین ہے کہ آپ کو ولید بن عبدالملک
نے زہر دلاکر شہید کرڈالا۔ امام ابن صباغ مالکی کی فصول المہمۃ مین سبب رحلت زہر ہی دیکھا جاتا ہے
علامۂ سبط ابن جوزی بھی اپنی تذکرۃ خواص الامت مین ایسا ہی لکھتے ہین۔
زہر خورانی کا مضمون روضۃ الصفا نیز حیٰوۃ المجالس شواہد النبوۃ۔ ینابیع المودۃ فی القربی وغیرہ مین
دیکھا جاتا ہے اور فریقین کے اور علما اور محدثین کی جماعت کثیرہ نے بھی اس واقعہ کو اسی صورت مین لکھا ہے
آپ اپنے چچا امام حسن علیہ السلام کے پاس جنّت البقیع مین مدفون ہوئے۔

واضح ہو کہ قید شام سے رہائی پاکر حضرت امامؑ نے چوبیس برس کامل محض خانہ نشینی اور
عزلت گزینی مین کاٹے۔ آپ کا مشغلہ عبادت الٰہی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ عبادت کے سوا اکثر آپ اشکفشانی
بھی فرمایا کرتے تھے۔ امام اسحاق اسفرائنی اپنی کتاب مقتل مین لکھتے ہین کہ جب کھانا اور پانی آپ کے
سامنے لایا جاتا تھا تب آپ روتے تھے۔ ایک خادم نے ایک بار یہ حالت دیکھکر عرض کیا کہ میری جان
آپ پر فدا ہو اے ابن رسول اللہ مجھے خوف ہے کہ کہین آپ اپنے کو ہلاک نہ کرڈالین۔ حضرت امام نے
اس کے جواب مین فرمایا کہ مین کسی شخص سے اپنے درد و الم کی شکایت نہین کرتا مگر اپنے پروردگار سے
اور مین خدا کی طرف سے اُن تمام چیزون کو جانتا ہون جو تمکو معلوم نہین۔ مین قتل سادات کا جس وقت
خیال کرتا ہون گریہ مجھے گلوگیر ہو جاتا ہے۔ پانی دیکھکر نہ ڈرون۔ یہ وہی پانی ہے جس کے پینے سے میرے
باپ کو منع کیا گیا اور جسے وحشی اور سب چرند و پرند پیتے تھے۔ مگر صرف میرے باپ پیاسے شہید کیے گئے
واضح ہو کہ راقم امام زین العابدین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کرکے اکثر رویا کرتا تھا اور اب تک

رویا کرتا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ روتا ہوا قبر مین جائیگا جب راقم چار بار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تین بار مولاے کائنات اور دو بار حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور ایک بار حضرت امام حسن مجتبیٰ اور دو بار حضرت امام حسین شہید کربلا اور ایک بار حضرت امام محمد باقر اور حضرت جعفر صادق علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارتون سے عالم رویا مین مشرف ہو چکا تو اس کا صدمہ راقم کو برابر لاحق رہا کہ واحسرتا زیارت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی کبھی نصیب نہ ہوئی۔ تمناے زیارت تو بہت کچھ تھی مگر اپنے اختیار کی بات ہی کیا تھی بہرحال ولاے حضرت امام علیہ السلام نے آخرکار اس شرف اندوزی سے راقم کو محروم نہین رکھا۔ ایک شب زیارت حضرت علیہ التحیۃ والثنا کی اس طور پر حاصل ہوئی کہ راقم نے آپ کو ایک جگہ تشریف رکھے ہوئے دیکھا۔ مین جب قرب حضرت مین آگیا تو ملہم غیبی نے خبر دی کہ حضرت ہی امام زین العابدین سید الساجدین ہین۔ حضرت ایک ایسی غم کی تصویر نظر پڑے کہ آپ کی غمزدگی کا بیان راقم یا کسی سے بھی احاطۂ تحریر مین نہین آسکتا ہے۔ راقم کے خواب کے وقت عمر حضرت کی پچاس برس کی معلوم ہوئی۔ رنگ آپ کا صاف دکھائی دیا ریش مبارک اعتدال کا انداز رکھتی تھی۔ موے شریف سر مبارک اور ریش مقدس کے سفید و سیاہ سے مرکب معلوم ہوئے۔ چہرے کی غمزدگی سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ واقعۂ کربلا کے بعد لب حق گو پر خندہ تو درکنار تبسم کی جھلک بھی نہین آئی ہو گی۔ یہ عالم خواب کا کچھ دیر تک راقم پر گزرا کیا اور یہ رویت حضرت امام عالی مقام کی ایسی صفائی رکھتی تھی کہ اسوقت تک ریش شریف کے بال بال راقم کے پیش نظر ہو رہے ہین۔

کوئی شک نہین کہ راقم کو ولاے رسالت مآب اور خاندان رسالتمآب کا اجر اسی عالم مین نصیب ہوگیا ہے اور ایسی سیری طبیعت کو حاصل ہوگئی ہے کہ عالم آخرت کے اجر کی خس بھر بھی تمنا باقی نہین رہی ہے ان رویاے صادقہ سے راقم کو بہت دینی فوائد مترتب ہوتے گئے ہین۔ حضرت مولاے کائنات صلوٰۃ اللہ علیہ کی تعلیم سے راقم پر معاملات قبر کے انکشاف کی شکل پیدا ہوئی ہے اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے دین اسلام کے امور حق و ناحق پر اطمینان کے ساتھ آگہی حاصل ہوئی ہے

مصائب جناب امام محمد باقر علیہ السلام

یہ امام عالی مقام خاندان پیمبر کے ائمہ اثنا عشر سے پانچوین امام ہین اور اپنے آباے کرام کی طرح داخل چہاردہ معصوم ہین۔ فریقین کے محدثین و مورخین کا یہ مسلمہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے وقت آپ کا سن شریف پانچ برس کا تھا اور آپ اپنے پدر نامدار امام زین العابدین اور جد بزرگوار امام حسین علیہما السلام کے

ہمراہ تھے۔ اس بنا پر کربلا کے تمام مصائب صعب اپنے عہد طفولیت مین آپ نے ضرور اُٹھائے اور طفلان اہلبیت کے ساتھ اسیر ہو کر زندان کوفہ کی آفتون کو بھی بلا شبہ آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ پس کوئی شک نہین کہ پانچ ہی برس کے سن سے آپ کے مصائب کا آغاز ہو گیا تھا۔ لیکن کتب اہل سنت مین آپ کے مصائب کا ذکر اس سے زیادہ نہین دیکھا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ کی طرح سے مسموم ہو کر رحلت فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنّت کے علما و محدثین خلیفۂ وقت کے خوف سے آپ کے مصائب کو حوالۂ قلم نہین کر سکے ہین۔ لیکن جب آپ کی رحلت زہر کے ذریعہ سے ظہور مین آئی تو کیا کیا ستم خلیفۂ وقت کی طرف سے آپ پر نہ ڈھائے گئے ہون گے۔ شیعی علما تو آپ کے مصائب بہت کچھ حوالۂ قلم کر گئے ہین مگر چونکہ قم کو علمائے شیعی کی تحریرات سے اس رسالہ مین کوئی امر داخل کرنا منظور نہین رہا ہے اس لیے صاحب صواعق محرقہ کی تحریر پر اپنی تحریر کا اس جگہ خاتمہ کرتا ہے۔ ابن حجر لکھتے ہین توفی مسموماً کابیہ ودفن فے بیت الحسن علیہ السلام (یعنی) اپنے والد کی طرح سے زہر سے شہید کیے گئے اور قبۂ امام حسن علیہ السلام مین (بمقام جنت البقیع) مدفون ہوئے۔

واضح ہو کہ روضۃ الاحباب مین ہے کہ امام محمدؐ باقر علیہ السلام کی ولادت باسعادت بمقام مدینہ ماہ صفر ۵۷ھ ہجری مین بروز جمعہ ہوئی تھی۔ آپ کا نام محمدؐ اور لقب باقر ہے۔ تاریخ الخمیس مین مذکور ہے کہ تبحر و توسع علمی کی وجہ سے آپ باقر کے لقب سے ملقب ہوئے۔ تہذیب نووی مین یہی دیکھا جاتا ہے کہ آپ کا لقب باقر اس وجہ سے ہوا کہ آپ کے تبحر نے علم کو شگافتہ کر کے اس کی جڑ اور باریکیون کو سمجھ لیا تھا۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین درج ہے کہ امام محمد باقر سردار بنی ہاشم تھے اور تبحر علمی کے باعث باقر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یعنی آپ نے علم کو شق کر کے اس کی اصل اور باریکی کو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ اسی طرح وفیات الاعیان ابن خلکان مین مرقوم ہے کہ امام محمد باقر اعلم زمان اور سردار کبیر الشان تھے اور توسع فی العلم ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب باقر ہوا۔ چنانچہ آپ کی مدح مین کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ "اے پرہیزگارون کے لیے علم کو شگافتہ کرنے والے اور ان بہترین اشخاص سے جو پہاڑون پر لبیک کہتے ہین"۔

روضۃ الاحباب مین امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک روز جابر بن عبد اللہ انصاری کا میرے پاس سے گذر ہوا۔ جب کہ وہ نابینا ہو گئے تھے۔ مین نے ان کو سلام کیا۔ اُنھون نے میرا نام پوچھا مین نے کہا محمد بن علی بن الحسین۔ جابر نے مجھے اپنے نزدیک لا کر میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤن کو بھی بوسہ دین۔ مین اُن سے علٰحدہ ہو گیا۔ اُنھون نے کہا کہ جناب رسالت مآبؐ نے تمکو سلام کہا ہے مین نے کہا کہ علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پھر جابر سے مین نے اس کی تصریح دریافت کی اُنھون نے

کہا کہ مین ایک دن رسول مقبولؐ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابر ممکن ہے کہ تم ایسے وقت تک رہو کہ میرے ایک فرزند کو دیکھو جس کا نام محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ ہوگا اور خدا اُس کو نور حکمت عطا فرمائے گا۔ اگر تم اُس سے ملو تو میرا سلام کہنا۔ یہ سلام رسانی کا مضمون تاریخ ابن جریر مین بھی اس طور سے دیکھا جاتا ہے کہ حضرت امام محمدؑ باقر فرماتے ہین کہ ایک دن جابر بن عبداللہ انصاری نے میرے پاس آکر کہا کہ اپنا سینہ کھولیے۔ مین نے کھول دیا۔ اُنھون نے میرے سینہ پر بوسہ دیکر کہا کہ رسول اللہ نے تمکو سلام کہا ہے پھر صواعق محرقہ مین جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ مین ایک دن جناب رسالتآب کی خدمت مین حاضر ہوا حسینؑ بن علی رسولؐ اللہ کی گود مین بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے جابر حسینؑ کا ایک فرزند ہوگا علی اور جب بروز قیامت منادی بیان کرے گا کہ اُٹھو اے سید العابدین تو وہ اُٹھیگا اور اُسکا ایک فرزند ہوگا محمدؐ۔ اے جابر اگر تم اُس سے ملنا تو میرا سلام کہنا۔ مختصر یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کچھ ایسے ہی اعلیٰ درجہ کے فرزند تھے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے اپنے سلام کو آپ تک پہونچا دینے کی ہدایت فرمائی تھی وا اے ہزار وا اے بر بنی اُمیہ و جمیع معاونان بنی اُمیہ کہ ایسے امام وقت کو اُن خباثت مآب نے زہر دیکر شہید کر ڈالا

واضح ہو کہ جس کی نظر مین انصاف ہے اُسے اس سے چارہ نہین ہے کہ خاندان حضرت رسولؐ کو محبت اور تعجب کی آنکھ سے دیکھے۔ ایک ایک بزرگوار اس خاندان کے جن سے مراد راقم وہ چاردہ معصوم ہین جن مین پنجتن پاک اور آئمۂ اثنا عشر داخل ہین ایسے متصف بہ صفات حمیدہ دکھائی دیتے ہین کہ ہر ایک کا وجود اسلام کے برحق ہونے کو بڑی کشادہ پیشانی کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔ یہ چہاردہ معصوم تقاضاے فطرت سے عابد زاہد صابر شاکر رحیم حلیم کریم صادق قانع سخی شجاع سیر چشم طالب آخرت تارک دنیا کم آزار راحت رسان غربا پرور نرم دل وفا پیشہ منکسر مزاج علم دوست طالب خیر مستقل مزاج دستگیر یکسان فیاض زبان حق جو صاف دل صاف طبیعت نیک طینت عدل پرور خدا پرست خداترس متقی پرہیزگار عالی نظر دین پرور اخلاق مند راست باز راست گفتار اور حق پسند گزرے ہین۔ واہب العطایا نے ہر ایک کو علم دین سے بہرۂ وافر بھی بخشا تھا اور اس علم کے ساتھ حسن عمل کی توفیق بھی ایسی بخشی تھی کہ سواے انبیاے کرام کے کسی دوسرے مین نہین پائی جاسکتی ہے۔ ان صفات لاتعد ولاتحصیٰ کے موجود رہنے پر بھی امتیانِ گمراہ نے از سرور کائنات صلعم تا امام عسکری علیہ السلام ایک تن پاک کی خس برابر بھی توقیر مدنظر نہ رکھی۔ عہد رسالت مآب مین امتیانِ گمراہ احکام نبوی سے سرتابی کرتے ہی رہے اور آن صلعم کے بعد انھین یاد بھی نہین رہا کہ

حدیث ثقلین آپ کا قول مبارک تھا یا نہین۔ اس فراموشی کے باعث حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے ساتھ حضرت رسول اللہ کی رحلت فرماتے ہی طرح طرح کے ظالمانہ برتاؤ شروع ہو گئے تا وقت شہادت علی مرتضیٰ کو نامطبوع امور سے سامنا ہی رہا۔ پھر از امام حسن مجتبیٰ تا امام حسن عسکری علیہم الصلوٰۃ والسلام امتیانِ گمراہ خاندان پیمبر کے ساتھ ان ایذا رسان کارروائیون کے مرتکب ہوئے کہ آدمی کسی ذی جان کے ساتھ جائز نہین رکھ سکتا ہے۔ حضرت پیغمبرؐ و خاندان پیغمبر کے ساتھ ایسے مقدوح سلوک انسانی سمجھ سے باہر ہین۔

راقم کا یہ قول کہ امتیان گمراہ حد سے زیادہ قابل نفرت تھے یا اس وقت بھی ہین واقعات کے اعتبار سے ہرگز غلط نظر نہین آتا ہے۔ یہ بنی اُمیہ جو خلفاے وقت ہوتے گئے امتیان محمدی نے تو تھے مگر اُن کے اعلیٰ درجہ کے بہائم ہے سمجھے جانے مین کیا گفتگو ہو سکتی ہے۔ از امیر معاویہ تا معاویہ ابن حمار بہ استثناے خلیفہ عبدالعزیز ان مین کیا کوئی بھی ایسا ہے کہ جس کی طرف انسان کی نسبت کی جا سکتی ہے۔ خونریزی سفاکی بیباکی۔ بیرحمی نشہ خواری زناکاری عیاری کیادی زشت خوئی خودغرضی حرص پروری جفاکاری و دیگر افعال قبیحہ بنی اُمیہ کا شیوۂ عام دیکھا جاتا ہے۔ ان مین ایک خلیفہ نے اپنی ایک جاریہ کے ساتھ اس کے مرنے پر ایک ہفتہ تک وطی کو جائز رکھا اور اگر متوفیہ کی سڑن کی بنا پر اس خلیفہ کے ساتھی متوفیہ کی لاش کو دفن نہ کر ڈالتے تو وہ خلیفہ بہائم خصلت نہین معلوم کب تک ایسے فعل قبیح کو جاری رکھتا۔ اسی طرح ایک اور خلیفہ نے ایک اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ فعل بد کا مرتکب ہونا چاہا تھا۔ مگر اُس کے مظلوم بھائی نے کسی طرح اپنے کو اپنے بھائی کے ظالمانہ قصد سے مامون رکھا۔ پھر خلفاے بنی اُمیہ سے ایک نالائق نے اپنی بیٹی کی بکارت زائل کی ہے اور اپنے اس فعل پر اس بے حیا نے اپنی دانست مین ایک دادطلب شعر کہا ہے۔ اسی خلیفہ نے قرآن کو تیرباران بھی کیا تھا علیہم ما علیہم۔ بنی اُمیہ جس طرح کا ناہنجار قبیلہ تھا اس کے اطوار پر نگاہ ڈالنے سے نہایت حسرت ہوتی ہے کہ کیون حضرت شیخین نے ایسے فرقۂ ملعونہ کو سرچڑھا کر سر نو سے زندہ کر ڈالا حضرت رسول نے تو اس قبیلۂ ناپاک کو دس برس کی جانفشانیون سے اسقدر بیکار کر ڈالا تھا کہ اب اُسے اسلام کے مقابلہ مین کچھ شطنت کی طاقت باقی نہین رہی تھی۔ مگر اپنی قائم کردہ خلافت کو برقرار رکھنے کے لیے حضرت شیخین کو وہ راہ اختیار کرنی پڑی جس سے بنی امیہ نے بہت زور آور ہو کر خاندان پیمبر کا قریب قریب خاتمہ کر ڈالا اور دُنیا کو فسق و فجور اور الحاد سے بھر دیا حضرت شیخین کو ابوسفیان کے حاکم شام بنا دینے سے البتہ کوئی چارہ نہین رہا تھا۔ مگر ابوسفیان کی سرپرستی سے حضرت شیخین کا یہ بھی مطلب نکلنے والا تھا کہ اس مقدوح کارروائی سے بنی ہاشم کی سرکوبی ہو جائے گی

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ راقم اس کتاب کے سابق حصون مین دکھلاتا چلا آیا ہے کوئی شک نہین کہ حضرت
شیخین نے بہت کچھ سمجھ بوجھکر ابوسفیان کو ملک شام حوالہ کیا تھا - بیک کرشمہ دو کار کا مضمون حضرت شیخین
کی کارروائی بالا سے ثابت ہوتا ہے - سردست تو قائم کردہ خلافت کے استحفاظ کی صورت کارروائی بالا سے
ہوگئی اور آئندہ بنی ہاشم کے تہ و بالا کر ڈالنے کا بھی سامان پیدا ہوگیا حضرت شیخین بنی اُمیہ کی افتاد
طبیعت سے پوری واقفیت رکھتے تھے - آپ دونون صاحبون کو بنی امیہ سے اس کی پوری توقع تھی
کہ بنی اُمیہ اہل قوت اور اہل ثروت ہوکر بنی ہاشم کا کام تمام کر ڈالین گے اور حق بھی یہی ہے کہ تمام قبائل
عرب مین بنی ہاشم کی سرکوبی کسی اور قبیلہ کے ذریعہ سے صورت امکان نہین رکھتی تھی - آپ دونون بزرگوار
قبیلۂ بنی اُمیہ کے معاملات سے قیام مکہ مین پوری واقفیت رکھتے تھے اور مدینہ آکر اُس قبیلہ سے آپ کی واقفیت
مین اور زیادہ ترقی کی صورت پیدا ہوگئی تھی حضرت رسول اور بنی اُمیہ کے معاملات کو حضرت شیخین اپنی آنکھون سے
دیکھ چکے تھے - جنگ بدر مین ہر دو بزرگوار شریک تھے گو خلیفۂ اول صاحب سے کوئی جنگی کارروائی رسول اللہ
اعانت مین ظہور پذیر نہو سکی - پھر اُسی طرح خلیفۂ ثانی صاحب نے سارے تماشے جنگ بدر کے دیکھے گو آپنے
اپنے مامون کے رشتہ مند ہونے کی بنا پر کوئی جہادی کارروائی نہین اختیار کی اس کے بعد جب اُحد کا معرکہ
پیش آیا تو دونون بزرگوار بنی اُمیہ اور دیگر کفار قریش سے لڑنے کو اُحد تک گئے مگر تاب جنگ نہ لاکر فرار
ہوگئے - اس کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا - اس جنگ کے وقت بھی حضرت شیخین مدینہ مین موجود تھے
مگر یہ نہین معلوم ہوسکا کہ خلیفۂ اول صاحب نے کون ایسی محفوظ جگہ اختیار کر لی تھی کہ آپ سے کسی وضع
کی جہادی کارروائی ظہور مین نہین آسکی - اس غزوہ مین خلیفۂ ثانی صاحب شریک تو ضرور ہوئے مگر آپ
حکم حضرت رسول کے برخلاف عمر ابن عبدود سے مقابلہ کرنے مین برسر انکار رہے - اس لڑائی مین بھی بنی اُمیہ
و دیگر کفار قریش وغیرہ شکست نصیب پھر مکہ کو واپس چلے گئے - آخر مین حضرت رسولؐ کو حنین مین اہل قریش
سے مقابلہ کا اتفاق ہوا - حضرت شیخین حسب دستور سابق فرار ہوگئے - مختصر یہ ہے کہ تمام غزوات بالا کی
فتحین جو بروز ازل حیدر کرار غیر فرار کے نام مین لکھی گئی تھین ظہور مین آئین بہرحال خلاصہ راقم کی تحریر بالا
کا یہ ہے کہ قبیلۂ بنی اُمیہ سے حضرت شیخین ہر طرح کی پوری واقفیت رکھتے تھے - ہر دو بزرگوار حضرت رسولؐ
کی نفرت بنی اُمیہ سے بھی پوری اطلاع رکھتے تھے اور یہ بھی آپ دونون صاحبون کے احاطۂ علم مین ضرور
تھا کہ قرآن مین خدا سے پاک قبیلۂ بنی اُمیہ کو شجرۂ ملعونہ قرار دے چکا ہے - اس کے علاوہ آپ دونون
بزرگوار کو اس کی بھی کامل طور پر اطلاع تھی کہ بنی اُمیہ خاندانی عداوت قبیلۂ بنی ہاشم کے ساتھ رکھتے چلے
آئے ہین اور یہ کہ تمام قبائل عرب مین بنی ہاشم کا مدمقابل بنی اُمیہ کے سوا دوسرا کوئی قبیلہ نہ تھا - اس طرح

کی اطلاع یا بیون کے ساتھ حضرت شیخین کا ابوسفیان کو حاکم شام بنانا اپنی قائم کردہ خلافت کو بربادی سے بچا لینے کی نظر سے خالی اس مقصد سے بھی نہ تھا کہ بنی اُمیہ بنی ہاشم کی خبر ابد الآباد تک لیتے رہین چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود حضرت شیخین بنی ہاشم کو صدمے پہونچاتے رہے جیسا کہ طلب بیعت و احراق خانۂ فاطمہؑ و رکض بطن فاطمہؑ و غصب فدک وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اپنے بعد حضرت عمر نے اپنا جانشین بھی جو تجویز کیا وہ ایک بنی اُمیہ ہی کو تجویز کیا جس سے امارت بنی ہاشم سے بہت دور پڑ گئی اور آیندہ ثروت بنی اُمیہ کی جڑ نہایت مستحکم ہوگئی۔ اس تقویت بنی اُمیہ سے امیر معاویہ کو غاصب خلافت ہونے مین کچھ دیر نہ لگی اور امیر معاویہ سے ایسا سلسلہ خلفاے بنی اُمیہ کا جاری ہوا جو ۹۰ سال تک جاری رہا۔ اتنے عرصہ مین بنی ہاشم اور ائمہ بنی ہاشم پر کیا کیا نہین گزر گئی۔ اسکا حساب منتقم حقیقی کو معلوم ہے اور وہ روز جزا منکشف ہو جائے گا۔ اسقدر بنی ہاشم اور ائمہ بنی ہاشم کی خونریزیان حشر مین ضرور رنگ لائین گی اور اُن کے سبب قریب اور سبب بعید کی قلعی اُس دن کھل جائیگی۔ نہایت جائے حسرت ہے کہ اپنی قائم کردہ خلافت کے استحفاظ کے لیے حضرت شیخین نے ایک ایسے قبیلہ کو سرنو سے پُرزور کر دیا جو حضرت رسولؐ کا کچلا ہوا تھا اور جناب الٰہی کا لعنت کردہ۔ اگر شیخین اپنی خلافت کو بچا لینے کی نظر سے ملک شام دیکر ابوسفیان سے آشتی پیدا نہ کر لیتے اور اپنے عہد مین حضرت عمر امیر معاویہ کو حکومت شام پر قائم نہ کر دیتے اور اپنے بعد حضرت عثمان کے خلیفہ ہو جانے کا سامان نہ کر جاتے تو حضرت رسولؐ کی قوم اور حضرت رسولؐ کے جانشینان اُن جفاؤن سے محفوظ رہ جاتے جو اُن پر خلفاے بنی اُمیہ کے ہاتھون سے پہونچتی رہین۔ کوئی اہل انصاف سے جب ہر عہد کے بنی ہاشم کی مظلومیت پر نظر کرتا ہے تو اسکو اسکے سوا چارہ نہین رہتا ہے کہ کم سے کم دل مین حضرت شیخین کو یاد کر کے یہ نہ کہے کہ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔

واضح ہو کہ امام محمد باقر علیہ السلام وہ امام ہین کہ جیسا کہ بالا مین مذکور ہوا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کو حضرت رسولؐ نے حضرت امام کو اپنا سلام کہنے کے لیے ہدایت کی تھی۔ معاذ اللہ ایسے امام عالیمقام کی نسبت علماے اہل سنت سے صاحب دراسات اللبیب لکھتے ہین کہ حضرت امام کاذب اور مفتری تھے اسی طرح اور علماے اہل سنت بقیۂ حضرت ائمہ اثنا عشر کی نسبت اسی طرح کے بے ادبانہ الفاظ استعمال کرتے گئے ہین۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حضرات اہلسنت کے علما سے نہ حضرت رسول اور نہ ائمۂ خاندان رسولؐ محفوظ رہے ہین۔ اس پر بھی ایسے علما صرف مسلمان ہی نہین بلکہ ائمہ اور مجتہدین مانے جاتے ہین ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت کی بنا تنقیص و توہین و تحقیر حضرت رسولؐ و خاندان رسولؐ پر واقع ہوئی ہے۔ ظاہرا تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ حضرات اہل سنت کے لیے جو کچھ ہین حضرات ثلثہ ہین اور کچھ نہین۔

مصائب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرات امام داخل چہاردہ معصوم ہین اور ائمہ اثنا عشر سے چھٹے امام ہین۔ صواعق محرقہ مین ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے چھ فرزند چھوڑے جن مین افضل و اکمل حضرت جعفر صادق تھے اور آپ کو آپ کے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا خلیفہ اور وصی کیا و فیات الاعیان مین ابن خلکان لکھتے ہین کہ امام جعفر صادق سادات اہل بیت سے تھے۔ صدق مقال کی وجہ سے آپ کا لقب صادق ہوا اور اُن کا فضل محتاج بیان نہین ہے۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم مین عمرو بن المقداد سے مروی ہے کہ جب مین حضرت جعفر صادق کو دیکھتا تھا تو میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ شخص اولاد نبیؐ سے ہے۔ کاش ویسی ہی آنکھین ابن تیمیہ بخاری علامۂ شبلی وغیرہ کو نصیب ہوئی ہوتین۔ راقم کہتا ہے کہ شان خاندان پیمبرؐ کا یہی تقاضا تھا کہ جو کسی کوئی دیکھتا تھا بشرطیکہ اُس کی آنکھین نور معرفت سے بہرہ رکھتی تھین ضرور تھا کہ اُس برگزیدہ مین حضرت رسولؐ کے آثار بزرگی درک کرے۔ اگر خلفاے بنی امیہ مسلمان ہوتے تو انھین بھی عمرو بن المقداد کی طرح اس قبیلۂ گمراہ کے ہر خلیفہ کو ائمہ خاندان پیمبر حضرت رسولؐ کی شان کے نظر آتے۔

واضح ہو کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین امام ابو حنیفہ صاحب کا یہ قول دیکھا جاتا ہے کہ مین نے حضرت جعفر صادق سے بڑھکر علم دین کا عالم نہین دیکھا۔ راقم کہتا ہے کہ اگر خاندان پیمبرؐ کے ائمہ ایسے صاحب علم نہوتے تو پھر کون ہوتا۔ مگر تعجب ہے کہ اس اعتراف کے ساتھ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد مین رہکر امام ابو حنیفہ صاحب کو کیونکر یہ جرأت پیدا ہو سکی کہ آپ نے فقہ کی دوکان کھول ہی ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ حصول دنیا کی نظر سے آپ نے ایسی دوکانداری قائم کی تھی۔ چنانچہ خود فرماتے ہین کہ مین نے پہلے نحوی ہونا چاہا تھا۔ پھر شاعر بننے کا قصد کیا۔ پھر حافظ قرآن ہونا چاہا۔ مگر ایسے کامون مین خوشحالی کی صورت جو نظر نہ آئی تو پیشۂ فقہ کو اختیار کر لیا اور یہ اس بنا پر کہ اس پیشہ کے ذریعہ سے قرب شاہی و حصول مدارج کا حاصل ہو جانا بعید از توقع نہ تھا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ جب خلیفہ منصور عباسی تک آپ کی رسائی ہو گئی تو اُس خلیفۂ مقہور نے یہ حکم دیدیا کہ جو کوئی کسی مسئلۂ فقہ کی تحقیق امام ابو حنیفہ سے کرے اُسکو ایک اشرفی انعام دی جائے اور جو کوئی حضرت امام صادق علیہ السلام کی طرف رجوع لائے اُس سے ایک اشرفی جرمانہ کے طور پر وصول کی جائے۔ پھر کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ صاحب کی دوکانداری ایسی چل نکلی کہ شاید و باید۔ ظاہر ہے کہ سلطنت جس مجتہد کا ساتھ دے اُسکو کیونکر فروغ نہ ہو۔ حق یہ ہے کہ اگر منصور مقہور تک امام ابو حنیفہ صاحب کی رسائی نہین ہوئی ہوتی تو امام صاحب کے مذہب کا دنیا مین

وجود نہین ہوا ہوتا۔ پس عہد خلافت بنی عباس مین یہ مذہب جڑ پکڑ چکا تو آیندہ کی سلطنتون مین اس کا رواج پاجانا ایک طبعی امر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کثرت کے ساتھ اس مذہب کے پیرو بر اعظم ایشیا مین دیکھے جاتے ہین خاصکر ہندوستان مین جو اب مرکز امام صاحب کے مذہب کا نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا علم حدیث بہت مختصر تھا اس لیے اہل حدیث مذہب حنفی سے اسقدر گریزان نظر آتے ہین کچھ شک نہین کہ امام صاحب اجتہادِ مسائل مین بہت کچھ قیاس کو دخل دیتے گئے ہین چنانچہ حیوٰة الحیوان دمیری مین ابن شبرمہ سے منقول ہے کہ ایک دن ہم اور ابو حنیفہ صاحب حضرت امام جعفر صادق کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ مین نے ابو حنیفہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ فقیہ عراق ہین۔ حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ شاید نعمان بن ثابت یہی ہین جو امور دین مین قیاس کو دخل دیتے ہین۔ ابو حنیفہ صاحب نے کہا کہ مین ہی نعمان بن ثابت ہون۔ حضرت امام صادق نے اسپر فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور دین کے معاملات مین اپنی راے اور قیاس کو دخل نہ دو۔ کیونکہ اولاً جس نے ایسا کیا وہ ابلیس ہے چنانچہ اُس نے حکم الٰہی کے مقابلہ مین یہ کہا کہ مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ قیاس مین خطا کرکے گمراہ ہوا۔ اسی طرح تاریخ ابن خلکان مین مذکور ہے کہ امام صادقؑ نے ابو حنیفہ سے سوال کیا کہ تم اُس مجرم کے باب مین کیا فتوے دیتے ہو جس نے ہرن کے وہ دانت توڑ ڈالے ہون جنکو رباعی کہتے ہین۔ ابو حنیفہ صاحب نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ مجھے معلوم نہین کہ اس باب مین حکم شرع کیا ہے۔ امام صادقؑ نے فرمایا کہ تم قیاس تو خوب دوڑاتے ہو مگر اتنا نہین جانتے کہ ہرن کے وہ دانت ہوتے ہی نہین ہین جنکو رباعی کہتے ہین۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب کے اور بھی قصے قیاس رانی کے ہین مگر اُن کو یہان درج کرنے کی ضرورت نہین ہے خیر یہ ایک نہایت متعجب انگیز امر ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی موجودگی مین امام ابو حنیفہ صاحب کی دوکانداری کو اسقدر فروغ ہو سکا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اس فروغ کی بڑی وجہ سلطنت کی سرپرستی ہوئی تھی۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ خاندان پیمبر سے مسلمانون کو بےتعلقی ایک عرصۂ دراز یعنی خلافت شیخین ہی کے عہد سے ہو چکی تھی۔ عموماً دین آل محمدؐ کی طرف انھین کچھ بھی رجحان باقی نہین رہا تھا۔ اگر یہ حال نہ ہوا ہوتا تو کبھی یہ نہین ہو سکتا تھا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے رہتے ہوئے اپنے کو مسلمان کہنے والے کبھی امام ابو حنیفہ صاحب کی طرف رخ کرتے۔ بڑے غضب کی بات مسلمانون کے لیے یہ ہوئی کہ امام وقت کی پیروی سے اُس وقت کے مسلمان محروم رہ گئے اور اس وقت تک ایسا رنگ بندھا ہوا ہے کہ خاندان پیمبر کے امامون کی پیروی سے کروڑون مسلمان محروم چلے آئے ہین اور تا قیامت

محروم رہ جائین گے۔

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ منصور مقہور سادات بنی حسنؑ کو تباہ کرکے امام جعفر صادق علیہ السلام کی جان لینے کی فکرین کرنے لگا۔ بار بار آپ کی طرف اشارہ کرکے حضرت امام کی نسبت کہا کرتا تھا کہ یہ میرے گلے کی اٹکی ہوئی ہڈی ہے۔ منصور دنیاوی حکومت کے علاوہ دینی امارت کا بھی بے حد متمنی تھا مگر جسکا حصول آپ کی موجودگی مین دشواری سے خالی نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دستگیری ابوحنیفہ صاحب کی اسی بنا پر واقع ہوئی تھی۔ امام ابوحنیفہ کی دستگیری سے اُسے حضرت امام صادق علیہ السلام کی زک دہی مدنظر تھی۔ ظاہر ہے کہ اس سے حضرت امام علیہ السلام کا کچھ نہین بگڑا۔ وہ خود گھاٹے مین رہا اور جن لوگون نے حضرت امام علیہ السلام سے علیحدہ دینی راہ اختیار کی بلاشبہہ گھاٹے مین رہے۔ بہرحال حضرت امام علیہ السلام کی جان لینے کے لیے وہ مقہور پانچ مرتبہ سے کم نہین آپ کو پاس طلب کرتا گیا مگر آپ کے قتل پر قادر نہو سکا۔ حضرت امامؑ کے گھر مین آگ تک بھی لگا دی گئی۔ پس جب اس نے دیکھا کہ تیغ و خنجر سے آپ کا قتل انجام پانے والا نہین نظر آتا ہے تو پرانی ترکیب زہر خورانی کی عمل مین لایا۔ اپنی حکومت کے دسوین سال ۱۴۸ھ ہجری مین اُس دشمن خدا نے محمد ابن سلیمان والی مدینہ کے پاس زہر آلود انگور بھجوائے جس کے کھانے سے امام عالیمقام علیہ السلام اپنے نانا جناب محمد مصطفےٰ سرور انبیا مالک ہر دو سرا اور دادا جناب علی مرتضیٰ شیر خدا صاحب ہل اتیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کی خدمت والا برکت مین شربتِ شہادت پیے ہوئے حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نماند ستمگار بد روزگار   بماند بر و لعنتِ پائدار

مصائب حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام داخل چہاردہ معصوم اور خاندان پیمبر کے ائمہ اثنا عشر سے ساتوین امام ہین۔ تاریخ خمیس مین ہے کہ ۱۲۸ھ ہجری مین آپ موضع ابوا مین پیدا ہوئے۔ اس کتاب کے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ صاحبزادے تھے۔ ان مین سے حسب تحریر روضۃ الاحباب آپ بروے قدر و منزلت بزرگترین اہل عالم تھے اور اپنے پدر بزرگوار کی نص کے مطابق اُن کے بعد ولی امر امامت ہوئے۔ اسی طرح صواعق مین ہے کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ علماً و معرفۃً و کمالاً و فضلاً اپنے والد ماجد کے وارث ہوئے اور ان کا لقب کاظم اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے انتہا بردبار اور حلیم المزاج تھے۔ اہل عراق مین انکا لقب "باب قضاء الحوائج عنداللہ" مشہور تھا۔

یعنی خدا کے نزدیک حاجت روائی کے دروازہ وہ اپنے زمانہ مین سب سے بڑھکر عابد اور عالم اور سچے تھے تاریخ ابن خلکان مین بھی ہے کہ امام موسی کاظم بہ لحاظ عبادت واجتہاد عبد صالح کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ راقم کہتا ہے کہ یہ حضرات ائمہ خاندان پیمبر کے سب کے سب ایسے صفات سے متصف نظر آتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے انبیاء محترم کے سوا اور کسی طبقہ کے بنی آدم مین اُن صفات کا جلوہ دکھائی نہین دیتا ہے۔ واقعی یہ حضرات ائمہ ہر چند کوئی نبی نہین ہین مگر ضرور عنداللہ اُن حضرات کا کچھ ایسا ہی رفیع درجہ ہے کہ فہم انسانی اُسکے درک سے قاصر ہے۔ ایک فرقہ مسلمانون کا ایسا بھی ہے کہ حضرات چہاردہ معصوم کو چودہ خدا مانتا ہے۔ کچھ شک نہین کہ یہ گمراہی کی بات ہے۔ مگر رفعت شان اُن معصومین کی ایسی ہی نظر آتی ہے کہ انسان بدحواس ہو کر ایسی گمراہی اختیار کرے۔ حق یہ ہے کہ حضرت رسول اور ائمہ خاندان حضرت رسول خدا نہین ہین۔ مگر خدا سے جدا بھی نہین ہین۔ اللہ اکبر۔ لاریب خاندان نبوی کے ایک ایک امام باللہ العظیم خدادان خدانما اور خدا شان ہین۔ یہ تو تحیر خیز عالم خاندان پیمبر کے خیل ائمہ کا ہے۔ لیکن اُن کے ساتھ امتیان محمدی کے جو جو سلوک ہوتے رہے ہین وہ ایسے نظر آتے ہین کہ واللہ باللہ کسی کافر بد شقاوت سے بھی ظہور مین نہین آسکتے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ اُن تمام بدسلوکیون کی بنا یہی نظر آتی ہے کہ امتیان محمدی حدیث ثقلین کے مضمون کو پورے طور پر بھول گئے یا ابنائے جنس کے اثر سے بھولائے گئے۔ اس فراموشی کا پہلا نتیجہ حضرت شیخین کی قائم کردہ خلافت ہے اور اس کے بعد کے نتائج خلافت بنی اُمیہ اور خلافت بنی عباس وما یتعلق بھما ہین

سے — خشت اول چون نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

ہزار افسوس کہ طالبان دنیا نے مشرف بہ اسلام ہو کر بھی خاندان پیمبر کی خس برابر قدرشناسی نہ کی۔ لیکن جب مسلمانان نامسلمان طالب دُنیا ہی تھے تو خاندان پیمبر کے قدرشناس کیونکر ہوسکتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید کے سلوک خسروانی براب دوستداران اہلبیت نبوی اپنی توجہ مبذول فرماوین۔ صواعق محرقہ مین ہے کہ جب وہ خلیفہ عباسی حج کو آیا تو مسلمانان نامسلمان نے حضرت امام کے بارے مین چغلی کی کہ آپ کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے۔ اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت امام علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا کہ تم ہی ہو جن سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہین حضرت امام نے فرمایا کہ ہم دلون کے امام ہین اور تم جسمون کے۔ یعنی حقیقتاً امام ہم ہین گو بظاہر تم سمجھے جاتے ہو۔ نیز کتاب بالا مین ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہ کی ذرّیت ہین حالانکہ تم علیؑ کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے

منتسب ہوتا ہے نانا سے نہین۔ حضرت امامؑ نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید مین ارشاد کرتا ہے ومن ذریتہ داود وسلیمان وایوب...... وذکریا ویحیٰی وعیسٰی اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے پس جس طرح وہ اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیا مین ملحق ہوئے اُسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ کی نسبت سے جناب رسولؐ خدا کی ذریت ٹھہرے۔ پھر فرمایا کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلہ کے وقت پیغمبرؐ خدا نے سوا علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے کسی کو نہین بلایا اور بفحواے ابناءنا حسنؑ اور حسین ہی رسول اللہ کے بیٹے قرار پائے۔ واے ہزار واے ہارون رشید تجھپر کہ تیرا دل ولائے آلِ محمدؐ سے تمامتر خالی تھا۔ تجھے خوب معلوم تھا کہ مخالف اہلبیت قطعی جہنمی ہوتا ہے۔ اس پر بھی امامؑ وقت کے ساتھ تو نے وہ سلوک کیے جو تیرے پہلے کے دشمنانِ اہلبیت سے ظہور مین آتے گئے تھے ہارون رشید کی بدکرداری کا ایک اور واقعہ یہ ہے (دیکھو وفیات الاعیان) کہ جب وہ حج کرنے کے بعد مدینۂ منورہ آیا اور زیارت کے لیے روضۂ مقدسہ پر جناب رسالتمآب کے حاضر ہوا تو اُس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی اُسوقت وہان موجود تھے۔ ہارون نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مبارک کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ اے ابن عم تب حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام ہو آپ پر اے پدر بزرگوار۔ یہ سنکر ہارون کا رنگ فق ہوگیا اور اُس نے حضرت امام کو اپنے ہمراہ بغداد لیجاکر قید کرڈالا۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے حسب تاریخ ابوالفدا ۱۸۳ھ ہجری مین بمقام بغداد قید خانۂ ہارون رشید مین وفات پائی اور تاریخ خمیس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یحیٰی بن خالد برمکی نے حکم ہارون عاقبت برباد سے آپ کو رطب مین زہر دیا اور اخبار الخلفا ابن الساعی مین ہے کہ بربنائے اخبار صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام بحالت مظلومی مسموم ہوکر شہید ہوئے اور بغداد کے اُس مقبرے مین دفن کیے گئے جو مقابر قریش کے نام سے مشہور ہے لعنت خدا بر جمیع ظالمان آل محمدؐ تا ابدالآباد۔ حضرت امام علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپکی لاش کے ساتھ جو بے ادبیان روا رکھی گیین وہ یہ تھین کہ جب ملازمین خلیفہ کے انتظام سے لاش اُٹھائی گئی تو حسب بیان مسیب دربار ہارون کے نقیب وچوبدار (لعنت اُنپر اور اُن کے آقاے نامسلمان پر) یہ ندا کرتے چلے جاتے تھے کہ جسکو خبیث ابن خبیث کو دیکھنا منظور ہو وہ اس میت کو دیکھ لے۔ اس اثنا مین سلیمان ابن ہادی جو ہارون لعین کا بھائی ہوتا تھا لاش مقدس کو دیکھکر پوچھنے لگا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ لاش پاک حضرت امام علیہ السلام کی ہے اور آپ نے قیدخانہ مین انتقال فرمایا ہے اور حکم شاہی یہ ہے کہ لاش مطہر کو بغداد کے پل پر رکھدو اور کوئی شخص نماز جنازہ کا شریک نہ ہو تو وہ خلوص پرور (رحمت خدا کی اُسپر)

نہایت متاذی ہوکر سر و پا برہنہ دوڑا اور نقیبون اور چوکیدارون کو بہت ڈانٹا اور حکم دیا کہ لایعنی کلمات بالائے
عوض یہ کہین کہ جس شخص کو طیب ابن طیب کو دیکھنا ہو اس لاش پاک کی زیارت کرے۔ اس کے بعد سلیمان نے
آپ کے جنازے کا خود انتظام کیا۔ جملہ اکابر و عمائد بغداد اور تمام شہر کے خواص و عوام جمع ہوئے اور سلیمان کے
ساتھ شریک شیون و ماتم ہوے پھر ایک دوسرا کفن قیمتی جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا آپ کی لاش مطہر کو سلیمان نے
نذر کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے جنازے کو کاندھا دیکر مقابر قریش یعنی کاظمین مقدس مین مدفون کر دیا۔
معاذ اللہ کس قسم کے مسلمان ہارون رشید اور اُس کے ہمجنس تھے جو امام وقت اور ایسے امام عالیمقام کی
لاش کے ساتھ اس طرح کا سلوک بد روا رکھ سکے۔ اے سنی سید بھائیو ایسے مسلمانون کی اسوقت بھی کمی
نہین ہے۔ آپ حضرات نے جس دین کو اختیار کیا ہے اُس دین مین ایسے مخالفان اہلبیت کی بالقوے
کمی نہین ہے بالفعل ہو نہو۔

واضح ہو کہ علماے اہل سنت کو اس سے اعتراف ہے کہ ہارون رشید نے امام کاظم علیہ السلام کو
زہر دلوا کر شہید کر ڈالا چنانچہ صواعق محرقہ مین ابن حجر لکھتے ہین کہ ہارون رشید نے سندی کو حضرت امام علیہ السلام
کے قتل کا حکم دیا اور سندی مین اور بروایتے رطب تازہ مین آپ کو زہر دیدیا۔ پھر ابن حجر ایک دوسرے
مقام پر لکھتے ہین کہ ہارون آپ کو مدینہ سے بغداد لے گیا اور وہان آپ کو قید مین رکھا یہان تک کہ زہر سے
آپ کا کام تمام کر ڈالا۔ ملا عبدالرحمن جامی بھی شواہد النبوت مین لکھتے ہین کہ یحیی ابن خالد برمکی نے ہارون
کے حکم سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو زہر دیا۔ اسی طرح تاریخ روضۃ الصفا مین یہ عبارت مرقوم
ہے کہ یحیی ابن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے اغوا سے حضرت امام علیہ السلام کو قید خانہ مین زہر دے کر
قتل کر ڈالا۔ لعنت اللہ علی الظالمین یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قید خانہ مین حضرت امام علیہ السلام رکھے
گئے تھے وہ ایک طرح کا پنجرا تھا اور ایسا تنگ تھا کہ حضرت امام اس مین کھڑے ہو کر نماز نہین ادا کر سکتے تھے
مگر واہ رے صبر اور عادت عبادت گزاری حضرت امام کی کہ اُس پنجرے مین ایک عرصہ تک آپ
بلا شکوہ و شکایت زندگی بسر کرتے رہے اور کوئی دم یاد خدا سے غافل نہین رہے۔ کتابون کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کی اُمت نے اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ ایسے ایسے ستم روا نہین رکھے ہین جیسے
کہ امتیان محمدی سے ظہور مین آتے گئے ہین اور آج تک بھی اُن کا ظہور بند نہین ہوا ہے۔ اہل انصاف
کے نزدیک یہ سب تماشے اجماع سقیفہ بنی ساعدہ کے ہین۔ حق یہ ہے کہ صرف واقعہ کربلا ہی نہین نتیجہ طبعی
اُس اجماع حق کشی کا ہے بلکہ جتنے مظالم زمانہ گزشتہ مین ہوئے ہین یا آج بھی ہو رہے ہین یا تا قیامت ہوتے
رہین گے یہ سب کے سب تماشے اُسی اجماع کے مقصود ہین زمانہ حال مین یہ سلطنت انگلشیہ ہی کی خیر و برکت ہے

کہ اب تک ہندوستان مین آل محمدؐ کا وجود باقی ہے۔ میری اس تحریر کا یہ مطلب نہین ہے کہ سلطنت انگلشیہ سادات پرور ہے۔ مراد میری اس تحریر سے یہ ہے کہ اس سلطنت کے اصول حکمرانی اس نہج پر واقع ہوئے ہین کہ جن سے ضعیف وناتوان کو سرکش اور زور آور فرقہ سے کسی درجہ تک امن کی صورت حاصل رہتی ہے۔ اگر مصالح خداوندی سے ہندوستان مین انگریزی سلطنت قائم نہ ہوئی ہوتی تو دوستداران اہلبیت نبویؐ جن کی تعداد ہندوستان مین بہت نہین ہے اور اسی طرح کے اور کم تعداد فرقے تمامتر معدوم ہوجاتے

مصائب حضرت امام علی رضا علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام خاندان پیمبرؐ ائمہ اثنا عشر سے آٹھوین امام ہین۔ آپ کا لقب امام ضامن ثامن ہے۔ آپ اپنے آباے کرام کی طرح ذی علم تھے۔ علامہ سید شریف جرجانی شرح مواقف مین لکھتے ہین کہ جفر اور جامعہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی دو کتابین ہین جس مین بطریق علم الحروف اُن تمام حوادث کا ذکر ہے جو انقراض عالم تک واقع ہون گے اور جو ائمہ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے تھے وہ جفر اور جامعہ کو جانتے تھے اور اُن دونون کے موافق حکم دیتے تھے حضرت امام رضا علیہ السلام بھی اپنے آبائے کرام کے جفر اور جامعہ پر حاوی تھے۔ چنانچہ شرح مواقف مین درج ہے کہ جو کتبہ قبول ولیعہدی کا امام علی رضاؑ نے مامون کو لکھا اس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ مامون نے ہمارے اُن حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو اُسکے آبا واجداد نے نہین پہچانا تھا۔ لہذا مین نے اُس کی درخواست ولیعہدی کو قبول کیا اگرچہ جفر وجامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہین پہونچے گا۔ صواعق محرقہ مین درج ہے کہ حضرت امام ہفتم یعنی امام موسی کاظم کی اولاد مین حضرت امام رضا علیہ السلام قدر ومنزلت کے اعتبار سے اجل وافضل تھے اور صاحب اکسیر بھی لکھتے ہین کہ افضل اولاد امام موسی کاظم علیہ السلام بلکہ اشرف مخلوق زمانہ علیؑ ابن موسی الرضا تھے۔ وسیلۃ النجات مین ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو علم ماکان ومایکون آبا واجداد سے وراثتاً پہونچا تھا۔ پھر روضۃ الاحباب مین مروی ہے کہ امام علی رضا ہر زبان اور لغت مین فصیح اور داناترین مردم تھے اور جو شخص جس زبان مین باتین کرتا تھا آپ اُسے اُسی زبان مین جواب دیتے تھے آپ کے وفور علم کا پتا اس سے بھی لگتا ہے کہ علامہ قونوی نے شرح حاوی صغیر مین اور مُلا محمد مبین لکھنوی نے وسیلۃ النجات مین جامع الاصول ابن اثیر جزری سے نقل فرمایا ہے کہ صدی دوم کے آغاز پر مذہب امامیہ کے مجدد حضرت علی بن موسی الرضا تھے علاوہ وفور علم کے امام رضا علیہ السلام اپنے آباے کرام کی طرح بہت کچھ توفیق عبادت رکھتے تھے۔

اور تمام اُن صفات سے متصف تھے جو حصّہ ائمہ خاندان پیمبر کا ہے۔

واضح ہو کہ ہارون الرشید نے دو بیٹے چھوڑے ایک امین اور دوسرا مامون۔ امین اپنے باپ کا جانشین ہوا (تاریخ ابوالفدا) تاریخ الخمیس مین مندرج ہے کہ جب امین نے ارادہ کیا کہ مامون کو ولیعہدی سے علٰحدہ کر دے اور جب اس ارادے کی خبر مامون کو معلوم ہوئی تو مامون نے امین سے مقابلہ کا سامان کیا۔ لڑائی مین مغلوب ہو کر جب مارڈالا گیا تو حسب تحریر ابوالفدا مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ ہو گیا۔ بادشاہ ہو کر حسب تاریخ الخلفاے سیوطی مامون نے یہ منادی کرائی کہ جو شخص امیر معاویہ کا ذکر اچھائی کے ساتھ کرے گا اُس سے مین (مامون) بری الذمہ ہون۔ نیز یہ بھی اعلان کیا کہ رسول اللہ کے بعد علی بن ابی طالب (صلوٰۃ اللہ علیہ) افضل خلق اللہ ہین۔ فتوح البلدان بلاذری مین یہ بھی ہے کہ مامون نے حکم دیا کہ فدک کی جائداد اولاد فاطمہ کو واپس کیجائے۔ چنانچہ مبارک طبری کو لکھ بھیجا کہ فدک کی جائداد معہ اُسکے حدود و حقوق کے ورثائے فاطمہ بنت رسول اللہ کو واپس دی جائے۔ صاحب وسیلۃ النجات لکھتے ہین کہ پہلے مامون نے ارادہ کیا تھا کہ خود امر خلافت سے معزول ہو کر منصب خلافت حضرت علی رضا علیہ السلام کو سپرد کرے اور جب اُس نے اس بات کا اظہار حضرت امام سے کیا تو آپ نے مامون سے فرمایا کہ اگر تیری خلافت منجانب اللہ ہے تو یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ تو اُسے دوسرے کو بخشے اور اگر خلافت تیرا حق نہین ہے تو تیری تفویض سے کیا ہوتا ہے (راقم کہتا ہے کہ اللہ رے حضرت امام کی حق جوئی اور حق گوئی۔ کہان خلافت سے استغنا اور کہان سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت جوئی اور امیر معاویہ اور یزید کی خلافت یابی کے لیے خونریزی) مامون نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ میری درخواست قبول کر حضرت امام نے فرمایا کہ مین اپنی مرضی سے ہرگز قبول نہ کرون گا (راقم کہتا ہے کہ واہ رے حضرت امام کی سیر چشمی اور دینی حوصلہ مندی۔ حق یہ ہے کہ آل نبیؐ اور اولاد علیؑ اور امام خاندان پیمبر ہوئے بغیر اس طرح کی دنیا سے لاپروائی کسی نفس مین پیدا نہین ہو سکتی ہے) چنانچہ دو مہینے تک یہی مباحثہ بیش رہا کہ مامون اصرار کرتا تھا اور حضرت امام علیہ السلام انکار فرماتے تھے۔ مامون نے کہا اچھا اگر تم خلافت کو قبول نہین کرتے ہو تو ولیعہد ہونا منظور کرو۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میرے پدر نے خبر دی ہے کہ مین مسموم ہو کر تجھ سے پہلے اس جہان فانی کو چھوڑون گا پھر کیونکر ولیعہد ہونا منظور کرون۔ بالآخر بعد گفتگوے بسیار حضرت امام نے فرمایا کہ خیر تیرے اصرار پر مین اس شرط سے ولیعہدی کو قبول کرتا ہون کہ نہ کسی کو مقرر کرون نہ کسی کو معزول کرون اور بساط حکومت پر دور ہی سے نظر کرون اس کے قریب نہ جاؤن (راقم کہتا ہے کہ ایسی شرطون کے لگا دینے سے حضرت امام نے حق یہ ہے کہ خلافت و خلافت

ولیعہدی سے بھی اپنے کو دور رکھا۔ سبحان اللہ حضرت امام کیا تارک دنیا تھے کہ حصول دنیا کی ہوا بھی اپنے کو لگنے نہ دی۔ اے سنّی سید بھائیو ناحق کے طالبان خلافت پر نظر ڈالیے۔ ایسے حضرات حصول خلافت کے لیے کیا کیا نہین کر گزرے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مامون ان شرائط پر راضی ہوا اور حضرت امامؑ نے آسمان کی طرف منھ کر کے فرمایا کہ خدا تو جانتا ہے کہ مین اس امر کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہون اور بضرورت اسکو منظور کرتا ہون۔ بارالٰہا مجھ سے اس باب مین کوئی مواخذہ نفرما جس طرح تو نے اپنے دو بندگان پیغمبر یوسف اور دانیال سے مواخذہ نہین کیا جبکہ اُنھون نے اپنے زمانہ کے بادشاہون کی جانب سے ولیعہد ہونا قبول کیا تھا۔ پروردگار میرے کوئی عہد نہین ہے مگر تیرا عہد اور کوئی ولایت نہین مگر تیری جانب سے (راقم کہتا ہے کہ حضرات اہل انصاف حضرت امام علیہ السلام کے معاملات خلافت و ولیعہدی کو امیر معاویہ اور یزید کی خلافت و ولیعہدی سے مقابلہ کرین اور دیکھین کہ خدا پرستی اور دنیا پرستی کا کیا فرق ہوتا ہے۔ تارک دنیا اور طالب دُنیا کی مثال معاملات بالا سے بہتر کہین دکھائی نہین دیتی ہے) یہ کہکر حضرت امام علیہ السلام نے بادل ناخواستہ ولیعہد ہونا قبول کیا اور جب عید کا دن آیا تو مامون نے حضرت امام کو کہلا بھیجا کہ نماز کے لیے سوار ہون اور عید گاہ جاکر نماز اور خطبہ پڑھین۔ حضرت امام نے فرمایا کہ مین نے یہ شرط کر لی ہے کہ بساط حکومت کے نزدیک نہ جاؤن گا۔ لہذا مجھے نماز خطبہ سے معاف رکھ۔ مامون نے بہت اصرار اور الحاح کیا۔ اسپر حضرت امام نے فرمایا اگر تو معاف کر دے تو بہتر ہے ورنہ مین نماز عید کے لیے اُسی طرح جاؤن گا جس طرح میرے جد امجد جناب رسولؐ خدا تشریف لیجاتے تھے۔ مامون نے کہا تمھین اختیار ہے جس طرح چاہو جاؤ۔ بعد ازان خدام و سپاہ کو مامون نے حکم دیا کہ حضرت امام کے دروازے پر حاضر ہون چنانچہ بعد طلوع آفتاب حضرت امام نے کپڑے پہنے۔ دستار سفید سر پر باندھی عطر لگایا اور عصا ہاتھ مین لیکر عید گاہ کے لیے تیار ہوئے۔ اس کے بعد حضرت امام باہر نکلے۔ پھر دو تین قدم چلکر کھڑے ہو گئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر اُن کے ساتھ خادمون اور لشکریون نے بھی تکبیر کہی راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت امامؑ تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگون کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار زمین و آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے۔ بس یہ حالت ہوئی کہ تمام اہل شہر گریہ و زاری کرنے لگے جب اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہیل نے مامون سے کہا کہ اگر حضرت امام اسی حال سے عید گاہ تک جائینگے تو معلوم نہین کیا فتنہ اور ہنگامہ برپا ہوگا اور ہم نہین جانتے کہ ہم لوگ کیونکر سلامت رہین گے۔ وزیر کی اس تقریر پر متنبہ ہو کر مامون نے اپنے خواص مین سے ایک شخص کو حضرت امام کی خدمت مین بھیجکر کہلا بھیجا کہ مین تمھین عید گاہ جانے کی تکلیف دیکر متاسف ہون اور اب تمکو مشقت مین ڈالنا نہین چاہتا

ہون - مناسب ہے کہ اپنے قیام گاہ کو واپس آؤ اور عیدگاہ جانے کی زحمت نہ اٹھاؤ - ذیل مین راقم امام برحق اور مصنوعی کا فرق دکھلاتا ہے جس سے امام برحق اور امام مصنوعی کے انداز بین طور پر ظاہر ہوتے ہین واضح ہو کہ امام برحق خدائے تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا امام ہوتا ہے اور امام مصنوعی خود ساختہ ہوتا ہے یا دشاہ وقت کا فروغ دادہ - امام برحق احکام خداوندی کی طرف دعوت کرنے والا ہوتا ہے اور امام مصنوعی کو حصول دنیا کی فکر کے سوا کوئی دوسری فکر نہین ہوتی ہے - امام برحق کی مثال ائمہ خاندان پیمبرؐ ہین - از علی مرتضیٰ تا امام آخر الزمان علیہم الصلوٰۃ والسلام اور امام مصنوعی کی مثال امام ابو حنیفہ صاحب اور آپ کے شاگرد قاضی امام ابو یوسف صاحب وغیرہ - خود امام ابو حنیفہ صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے فقہ کی دوکان حصول منفعت دنیاوی کے لیے کھولی تھی - آپ فرماتے ہین کہ پہلے ہم نے نحوی حافظ قرآن یا شاعر بننا چاہا تھا - مگر ایسے پیشون مین ہم نے صورت بہت منفعت کی نہین دیکھی تب فقہ کی دوکان اس بنا پر کھولی کہ فقیہ سے غرض سلاطین و امرا و اہل دول کو ہوا کرتی ہے - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیشۂ فقہ کو اختیار کرنے کے بعد آپ کی رسائی منصور عباسی تک ہوگئی اور چونکہ آپ بہت زکی الطبع تھے منصور پر سکہ فوراً جما ڈالا - کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے منصور نے پوچھا کہ تم نے علم اندوزی کس سے کی - آپ نے جواب مین عرض کیا کہ ابن عباس سے - ابن عباس کا نام سنتے ہی منصور مقہور باغ باغ ہوگیا - اس وقت سے منصور اس فکر مین ہوگیا کہ آپ کے اجتہادات کشادہ پیشانی کے ساتھ ملک مین رواج پاوین - چنانچہ اُس دشمنِ آل محمدؐ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی کسی مسئلہ کی تحقیق حضرت صادق علیہ السلام سے کرے اُس سے ایک اشرفی جرمانہ کے طور پر وصول کی جائے اور جو امام ابو حنیفہ صاحب کی طرف رجوع کرے اُس کو ایک اشرفی انعام کے طور پر دی جائے - ایسی ترکیبون سے آپ کی دوکانداری فقہ کی بہت جلد رونق پکڑ گئی - حتیٰ کہ آپ امام وقت ہوگئے - کوئی شک نہین کہ خلیفۂ وقت نے آپ کو خوب بڑھایا - یہ اسی قسم کا بڑھانا تھا جیسا کہ اس زمانے مین غیر متدین اجلاس مین کبھی کبھی کوئی کونسلی یا وکیل نا ممدوح طریقہ سے فروغ یاب ہو جاتا ہے - ظاہر ہے کہ جس نے امام ابو حنیفہ صاحب کے معاملات پر نظر ڈالی ہوگی وہ اس سے انکار نہین کر سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب منصور عباسی کے امام بنائے ہوئے تھے خدائے پاک نے آپ کو امام کو نہین بنایا تھا - آپ نے حصول دنیا کے لیے فقہ کی دوکان کھولی تھی اور مساعدتِ وقت سے آپ امام اعظم قرار پاگئے - ایسا حال آپ کے شاگرد قاضی امام ابو یوسف صاحب کا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی منفعت اندوزی کی نظر سے فقہ کا پیشہ اختیار کیا تھا - آپ اپنے پیشہ کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ اگر آپ کا وجود باجود نہوتا تو امام ابو حنیفہ صاحب

کی دوکانداری منصور عباسی کی اعانت کے ساتھ بھی وہ فروغ نہین پاسکتی جو آپ کی بدولت اُسے نصیب ہو سکی - قاضی صاحب کی منفعت اندوزی کی ایک مثال ذیل مین درج کیجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاے بنی عباس کے زمانہ مین فقہ کا پیشہ ویسا ہی نفع انگیز تھا جیسا کہ اسوقت مین بیرسٹری اور وکالت کا پیشہ دیکھا جاتا ہے - مگر ظاہر ہے کہ اُس وقت کے پیشۂ فقہ کو یا اِسوقت کی بیرسٹری یا وکالت کو کسیطرح کی خدائی نسبت حاصل نہین ہے - نہ اُس وقت کا کوئی مصنوعی امام اور نہ اِس وقت کا کوئی بیرسٹر یا وکیل خداے تعالیٰ کا امام مقرر کردہ مانا جا سکتا ہے -

تاریخ الخلفا سیوطی مین ابن مبارک سے منقول ہے کہ جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اپنے باپ کی ایک لونڈی پر فریفتہ ہوگیا اور اُس سے مقاربت کی خواہش ظاہر کی - لونڈی نے کہا کہ مین تمھارے لیے حلال نہین ہو سکتی - کیونکہ تمھارے باپ کے پاس رہ چکی ہون - مگر ہارون رشید کا عشق ایسا شدید تھا کہ اُس نے اُسی وقت قاضی ابو یوسف کو بلا کر کہا کہ اُس لونڈی کے حلال ہونے کی کوئی تدبیر بتاؤ - قاضی صاحب نے کہا کہ کیا یہ لونڈی جو کچھ کہے اس کو سچ باور کر لینا چاہیے ؟ ہرگز نہین - آپ اس کی بات کو نہ مانیے کیونکہ وہ جھوٹ سے محفوظ نہین ہے - ابن مبارک کہتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ کس پر تعجب کرون - آیا اُس بادشاہ پر جس نے اپنے باپ کی حرمت کا لحاظ نہ کیا یا لونڈی پر جس نے بادشاہ کی خواہش سے انکار کیا یا قاضی صاحب فقیہ زمانہ پر جنھون نے ہارون رشید کو اجازت دیدی کہ اپنے باپ کی ہتک حرمت کر کے اپنی خواہش کو پورا کرے - راقم کہتا ہے کہ مجھے نہ بادشاہ اور نہ لونڈی پر تعجب گزرتا ہے - مجھے تعجب آتا ہے قاضی صاحب پر جنھون نے اس طرح کی شرعی قرمساقی کو روا رکھا - اسی طرح عبداللہ ابن یوسف سے مروی ہے کہ ہارون نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ مین نے ایک لونڈی خریدی ہے اور چاہتا ہون کہ بلا انتظار مدت استبرا اسی وقت اُس سے مباشرت کرون - آیا اس کے حلال ہونیکا کوئی حیلہ تمھارے پاس ہے - قاضی صاحب نے کہا کہ ہان - آپ وہ لونڈی اپنے کسی لڑکے کو ہبہ کر دیجیے بعدہ خود اُس سے نکاح کر لیجیے - راقم کہتا ہے کہ واقعی اس طرح کے فقہا فقہ کا پیشہ کرتے تھے اور اُسیطرح کماتے تھے - جیسے اس زمانہ مین بیرسٹر وکیل وغیرہ کافی طور پر کما لیتے ہین - ایسے امامون کو خاندان پیمبر کے امامون سے کیا نسبت ہو سکتی ہے - ایک امام علی الرضا علیہ السلام کو دیکھیے کہ مامون خلافت سپرد کرتا ہے اور آپ خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرماتے ہین - حضرت امام کے برعکس پیشہ ور امامون کا طور نظر آتا ہے جو شرعی حیلون سے شکم پروری کیا کرتے تھے - واے اُن پر جو خدائی امامون کو چھوڑ کر شکم پرور امامون کی بیعت کرتے تھے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ -

ایک نقل قاضی ابو یوسف صاحب کی زر اندوزی کی یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ حسب روایت اسحاق بن راہویہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف صاحب کو رات کے وقت بلاکر فتوی لیا اور حکم دیا کہ قاضی صاحب کو ایک لاکھ درہم بطور انعام دیے جائیں قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ رقم مجھے اسی وقت ملجانی چاہیئے۔ ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر مین ہے اور مکانات شہر کے دروازے بند ہو چکے ہین۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب مین بلایا گیا تھا تب بھی دروازے بند تھے۔ پس جس طرح پہلے کھولے گئے تھے اُسی طرح پھر کھولے جاسکتے ہین۔ راقم کہتا ہے کہ اللہ ری زر پرستی اور زر اندوزی۔ یہ قاضی صاحب وہ ہین کہ امام ابو حنیفہ صاحب کے شاگردون مین حسب تحریر علامۂ ابن خلکان آپ کا مثل دوسرا نہ تھا اگر آپ نہوتے تو ابو حنیفہ صاحب کا کہین ذکر بھی نہ ہوتا۔ امام ابو حنیفہ صاحب اور آپ کی ترکیبون کے امامون کے حالات پڑھکر ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ خاندان نبوت کی امامت اور شے تھی اور آپ حضرات کی امامت کچھ اور شے۔ سچ ہے کہ فرہی اور ہے اور آماس اور ہے۔ قاضی امام ابو یوسف کے حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پیشہ فقہ کو امام ابو حنیفہ صاحب کی طرح زر اندوزی کی نظر سے اختیار کیے ہوے تھے۔ بادشاہ وقت سے بھی رشوت لیکر بادشاہ وقت کی ضرورتون کے مطابق فتاوی صادر فرماتے تھے۔ تب آپ ضرور حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا کرتے تھے۔ تف ہے ایسی اوقات پر ایسی بدتر ترکیبون سے اگر حصول زر کی صورت آپ پیدا فرمایا کرتے تھے تو ہزار بار لاحول ثم ہزار بار لاحول۔

واضح ہو کہ حضرت امام ہشتم علی الرضا علیہ السلام کی رحلت بھی زہر خورانی کے سبب سے واقع ہوئی جیسا کہ خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال و مختصر تاریخ الخلفا و معجم البلدان یاقوت حموی اور کتاب انساب سمعانی کی تحریرات سے عیان ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فعل قبیح کا مرتکب مامون اپنی قوم یعنی عباسیون کے اغوا سے ہوا۔ تاریخ ابن الوردی سے ظاہر ہوتا ہے ۲۰۱ھ ہجری مین مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور یہ امر عباسیون پر نہایت شاق گزرا تھا۔ تعجب نہین کہ عباسیون نے مامون کو حضرت امام کی شہادت پر آمادہ کر دیا جس سے حضرت امامؑ کی شہادت ظہور مین آگئی۔ ہرثمہ ابن اعین کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون نے حضرت امام علیہ السلام کو زہر دلوایا۔ یہ شخص مقرب ترین دربار مامون سے تھا۔ اس کا بیان کوئی شک نہین کہ قابل لحاظ نظر آتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ حقیقت حال کے دریافت کا اُسے پورا موقع حاصل تھا۔ اس لیے راقم ہرثمہ کے بیان کو غلط نہین سمجھتا ہے۔ حضرت امام علیہ السلام وقت زہر خورانی طوس مین تشریف رکھتے تھے اور مامون بھی انتظام ملکی کی ضرورتون سے طوس مین قیام پذیر تھا۔ بعد رحلت حضرت امام

ارض طوس مین مدفون ہوئے طوس ملک خراسان مین واقع ہے ۔ اس وقت تک دوستداران آل محمدؐ حضرت امام کی قبر کی زیارت کے لیے خراسان جاتے ہین اور حضرت امام کی زیارت خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھتے ہین ۔ راقم جب بعد نماز حضرت امام کی زیارت پڑھتا ہے تو افراط غم سے حواس مین نہین رہتا ہے حضرت امام کی زیارت اسقدر بکا انگیز ہے کہ خیال سے باہر ہے ۔ اس زیارت کی ابتدا السلام علیک یا غریب الغربا کچھ ایسی مُبکی ہے کہ راقم اُسے زبان قلم پر لاتے ہی بیچین ہو رہا ہے غیر دوستداران آل محمدؐ پر تو ظاہر ہے کہ یہ الفاظ بالا کوئی اثر پیدا نہین کر سکتے ۔ راقم کو ایسے مسلمانون سے نہ اس دنیا مین تعلق روحی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ آیندہ کی دنیا مین انشاء اللہ تعالیٰ کوئی سروکار رہیگا ۔ نہایت جائے حسرت ہے کہ اس وقت بھی مسلمانون کا وہی رنگ باقی رہ گیا ہے جو حضرات ائمہ علیہم السلام کے وقت مین تھا ۔ اِسوقت کے مسلمانان نامسلمان مخالفان اہلبیت نبوی کی کارگزاریون پر کیا کیا ناز کرتے ہین جسکے ہاتھ مین دیکھیے ایک نسخہ "المامون" کا دست آویز نجات کی طرح دکھائی دیتا ہے ۔ افسوس ہے مولوی شبلی صاحب وغیرہ پر کہ اُنکو خاندان پیمبر کا کوئی شخص ایسا نہین ملا کہ جسکو وہ حضرات اسلام کا ہیرو (HERO) قرار دے سکتے ۔ اسلام کی حیثیت تمامتر مذہبی ہے ۔ اسلام کے ہیرو بہادران خاندان پیمبر کے سوا کوئی دوسرے نہین ہو سکتے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ مین مامون کو کیا حق ہیرو کہے جانے کا ہے ۔ امام رضا علیہ السلام وہ ہیرو ہین کہ مامون کی خلافت پر لات مارتے رہے اور جس پر ابھی حصول دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوئے علاوہ اس طرح کی بے نیازی کے آپ کے صفات حمیدہ ایسے ہین کہ سوائے انبیائے کرام کے دو کرور ہارون یا مامون مین پائے نہین جا سکتے مگر حق یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب کو ایسی کتابون کے لکھنے سے چارہ بھی نہ تھا ۔ اگر مولوی صاحب مرحوم المامون کی جگہ الرضا لکھتے تو ایک مسلمان وقت الرضا کی ایک کاپی بھی خرید نہ کرتا خریداری تو در کنار مولوی صاحب مرحوم بے وقری کے ساتھ اس دنیائے ناپائدار سے عالم جاودانی کی طرف سدھارتے ۔ یہ تو حالت مسلمانانِ وقت کی ہو رہی ہے اور یہی حالت مسلمانون کی عہد حضرت رسول صلعم سے چلی آئی ہے اور تا قیامت چلی جائیگی ۔

مصائب جناب محمدؐ تقی علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام خاندان پیمبر کے ائمہ اثنا عشر سے نوین امام ہین ۔ وفیات الاعیان ابن خلکان مین ہے کہ ۱۹۵ہجری مین آپ پیدا ہوئے اور آپ کی ولادت باسعادت بمقام مدینہ جمعہ کے دن ظہور آئی ۔ روضتہ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علی الرضا علیہ السلام کے

پانچ صاحبزادے تھے۔ ان میں حسب تحریر صواعق محرقہ سب میں اجل اور افضل حضرت امام تھے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت امام کے مشہور القاب تقیؑ اور جواد ہیں۔ وسیلۃ النجاۃ میں ہے کہ جب معتصم خلیفہ ہوا اور اُس نے امام محمد تقی علیہ السلام کے فضائل کا آوازہ سُنا تو براہ بغض وعناد آپ کو مدینۂ منورہ سے بغداد طلب کیا۔ حضرت امام جب مدینہ سے چلنے لگے تو آپ نے اپنے فرزند حضرت علی النقی علیہ السلام کو اپنا وصی اور خلیفہ قرار دیکر کتب علوم الٰہی و آثار جناب رسالت پناہی انھیں سپرد کر دیے۔ بعد ازاں مدینہ سے روانہ ہوا نویں محرم ۲۲۰؁ہجری کو بغداد پہونچے اور معتصم نے اسی سال حضرت امام کو شہید کرڈالا۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے پچیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بمقام مقابر قریش اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ امام علیہ السلام زہر سے شہید کیے گئے مگر علامہ نواب سید صدیق حسن خان صاحب کتاب فرع نامی میں صاف صاف طور پر لکھتے ہیں کہ امام محمد تقیؑ کو معتصم عباسی نے زہر دیکر شہید کیا اور وہ اپنے جد امام موسیٰ کاظم کے روضہ میں مدفون ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہل سنت نے بالتفصیل حضرت امام علیہ السلام کی زہر خورانی کے احوال کو حوالۂ قلم نہیں کیا ہے۔ مگر ملا محمد باقر مجلسی کتاب عیون المعجزات کے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مدینۂ منورہ سے بغداد تشریف لائے تو خلیفۂ معتصم نے ام الفضل کو حضرت امام کا مخالف صعب پاکر اُس کو آپ کے قتل پر راضی کیا۔ یہ ام الفضل خلیفۂ مامون کی بیٹی تھی اور حضرت امام علیہ السلام کی زوجہ۔ اس بدبخت عورت نے پُرانے طور پر حضرت امام کو زہر کھلادیا جسکی وجہ سے آپ نے وفات پائی۔ معاذ اللہ امتیان محمدی کا عجب رنگ دیکھا جاتا ہے اور تماشا یہ ہے کہ وہ رنگ ابھی تک زائل نہیں ہوا ہے۔ سلطنت انگلشیہ اس رنگ کو کھُلنے نہیں دیتی۔ اگر خدانخواستہ سلطنت انگلشیہ کا اثر مٹ جائے تو اُس رنگ میں جوگونہ شوخی آجائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ثقلین کے مضمون سے امتیان ماضی وحال کو کبھی خبر ہی نہیں ہوسکی۔ نعوذ باللہ امتیان محمدی کی کیا مسلمانی ہے۔ ایسی مسلمانی کو سو سلام۔ مسلمانوں کی تنقیص و تحقیر و تذلیل حضرت رسولؐ و آل رسولؐ کا کچھ ایسا عالم ہے کہ عقل کے احاطۂ درک سے تمامتر باہر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت امام تقی علیہ السلام علمائے اہلسنت کے نزدیک ایسے بے اعتبار سمجھے گئے ہیں کہ راویان صحاح سے آپ کا نام ہی ساقط کر دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ عداوت اہل بیت نبویؐ اور کیا ہوسکتی ہے۔

مصائب جناب علیؑ نقی علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام خاندان پیمبرؐ کے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام سے دسویں امام ہیں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے چار فرزند چھوڑے۔ ان میں صاحب تحریر صواعق محرقہ اجل و افضل

حضرت علی نقیؑ تھے جو بڑے علم و فضل اپنے والد عالیمقام کے وارث ہوئے۔ اور صواعق محرقہ مین یہ بھی ہے کہ متوکل عباسی نے امام کو مدینے سے سرمن راے جبراً طلب کرلیا۔ وفیات الاعیان ابن خلکان مین ہے کہ بعضے لوگون نے متوکل سے چغلی کی کہ حضرت علی نقیؑ کے گھر مین ہتھیار اور کتابین وغیرہ جمع ہین جو اُن کو اُن کے احباب پہونچایا کرتے ہین اور متوکل کو یہ بھی وہم دلایا گیا کہ حضرت علی نقیؑ اپنے لیے امر خلافت کے طالب ہین متوکل نے چند سپاہی مقرر کیے کہ رات کو اُنھین گرفتار کرکے لے آئین۔ سپاہیون نے شب کو اچانک حضرت امام کے گھر مین پہونچکر دیکھا کہ وہ بالون کا کرتا پہنے اور صوف کی چادر اوڑھے تنہا اپنے حجرے مین ریگ اور سنگریزون کے فرش پر روبقبلہ بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہین (راقم کہتا ہے کہ واللہ ان حضرات ائمۂ اثناعشر علیہم السلام سے ہر فرد ایسے ہین کہ جن کے وجود باجود سے رسالت حضرت خاتم الانبیا صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی پورے طور پر برحق ثابت ہوتی ہے۔ ہر شجر را از ثمر باید شناخت۔ یہ انگریزی کہاوت ایوری ٹری از نون بائی اٹس فروٹ (EVERY TREE IS KNOWN BY ITS FRUIT) ایک نہایت منقح قول ہے اگر حضرت رسالتمآبؐ سچے نبی نہ ہوتے تو آنحضرت صلعم کے بارہ جانشین یکے بعد دیگرے اس طرح کے ذی خلق ذی مروت صابر شاکر جواد عابد زاہد و جمیع صفات حسنہ سے اس طرح پہ ہرگز ہرگز متصف نہوتے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ بلاشبہہ یہ جمیع حضرات خاصانِ خدا سے تھے اور گو انبیا کا لقب نہین رکھتے ہین تب بھی صفات حسنہ مین حضرات انبیا سے کسی طرح پر کم نہین نظر آتے ہین۔ کیون ان حضرات علیہم السلام کے مدارج اعلیٰ اور ارفع نظر نہ آوین جب حضرت رسول صلعم کا یہ فرمودہ ہے کہ علماءِ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل۔ مگر آپ حضرات ائمہ علیہم السلام تو عینیت حضرت رسولؐ کی بنا پر علماء اُمتی کے مضمون سے بیش از قیاس بلند تر پایہ رکھتے ہین جب حضرت رسولؐ نے مولاے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کے حق مین لحمک لحمی و دمک دمی و نفسک نفسی و روحک روحی فرمایا ہے تو بقیہ لخت جگران پیمبر کے لیے دوسرا کوئی قول کیونکر ہوسکتا ہے۔ واقعی یہ حضرات ائمہ علیہم السلام حجت دینِ خدا ہین اور نبوت حضرت رسولؐ کے برحق ثابت کرنے والے ہین اللھم صل علی محمد و آل محمد کثیراً کثیراً الیٰ یوم القیام۔ بہرحال سپاہیون نے حضرت امام کو اُسی حالت مین لیجاکر متوکل کے روبرو پیش کردیا۔ متوکل اسوقت ہاتھ مین جام شراب لیے ہوئے مینوشی کر رہا تھا۔ حضرت امام کو دیکھکر اُس نے تعظیم دی۔ اور آپ کو اپنے پہلو مین بٹھایا۔ سپاہیون نے بیان کیا کہ آپ کے گھر مین کوئی شے از قسم اسلحہ و کتب وغیرہ نہین ملی اور نہ ایسی کوئی بات پائی گئی جس سے آپ پر شک یا الزام لاحق ہو یہ سنکر متوکل نے وہ جام شراب جو اسکے ہاتھ مین تھا حضرت امام کی جانب بڑھایا۔ (راقم کہتا ہے کہ وائے تجھپر اے متوکل کہ تو نے امام وقت کو نہین پہچانا اور تو نے امام وقت کو اپنا سا شراب خوار

قیاس کیا - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) حضرت امام نے فرمایا کہ میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہین ہوا مجھے اس سے معاف رکھو۔ متوکل نے کہا کہ اچھا اگر شراب نہ پیو تو کچھ اشعار پڑھو۔ حضرت امام نے فرمایا کہ مجھے شعر گوئی مین چندان مداخلت نہین ہے - متوکل نے نہ مانا اور کہا کہ ضرور کچھ سناؤ۔ حضرت امامؑ نے مجبور ہو کر چند اشعار پڑھے جنکا حاصل مقصود یہ ہے کہ جن لوگون نے اپنی حفاظت کی غرض سے پہاڑون کی چوٹیون پر سکونت اختیار کی اُنکو بھی موت نے نہ چھوڑا اور عزت کی بلندی سے خاک مذلت پر گرا کر کشان کشان قبرون مین پہونچا دیا۔ اب اگر اُنکو آواز دی جاتی ہے کہ اے قبر والو تمھارے تخت و تاج ولباس نفیس کہان گئے تو اُن کی قبر زبانِ حال سے جواب دیتی ہے کہ دُنیا مین وہ مدت تک کھاتے پیتے رہے آخر کار خود لقمۂ دہان اجل ہو گئے اور اُن پر کیڑے رینگتے ہین۔ جب حضرت امام نے یہ اشعار پڑھے تو متوکل اور حاضرین پر کمال درجہ رقت طاری ہوئی اور متوکل اسقدر رویا کہ اُسکی داڑھی آنسوون سے تر ہو گئی۔ بعدہٗ اُس نے حکم دیا کہ شراب اُٹھا لیجائے اور حضرت امام کو آپ کے گھر واپس کیا بخدا تمام ائمہ علیہم السلام کے ایک ایک فعل اور قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات خاصان خدا سے تھے اور سچے جانشین حضرت خیر الوریٰ صلعم کے۔ افسوس ہزار افسوس کہ امتیانِ گمراہ نے اپنے پیمبر عالی مرتبت کے اہلبیتؑ کرام کی قدر نہ جانی اور اُن حضرات علیہم الصلوٰۃ والسلام کو طمع دُنیاوی کی وجہ سے ہر طرح کی ایذائین پہونچاتے رہے - الغیاث الغیاث -

متوکل کی سلطنت کی ایک مثال تاریخ کامل مین یہ دیکھی جاتی ہے کہ اُس نے ۲۳۶ھ ہجری مین یہ حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کا مزار اور اسکے گرد کے مکانات وغیرہ منہدم کر کے وہان زراعت کیجائے اور لوگون کو اس مقام مین جانے کی ممانعت کر کے یہ منادی کرائی کہ جو شخص وہان دکھائی دیگا وہ قید کیا جائیگا - چنانچہ اس منادی سے لوگ اسقدر خائف ہوئے کہ اُنھون نے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت ترک کر دی - ظاہر ہے کہ ایسے ظالمانہ حکم سے حضرت مظلوم کربلا کا کیا بگڑا - مشہد حسینؑ کی زیارت آج تک ہوتی ہے اور دوستدار ان خاندانِ پیمبر تا قیامت کرتے رہین گے - متوکل ایسا بے نشان ہو گیا کہ کوئی جانتا بھی نہین ہے کہ اُس ظلم پرور کا مدفن کہان ہے - اس کے برعکس حضرت شہید کربلا کا روضۂ اقدس کس قدر پُر رونق ہے اور تا قیامت پُر رونق رہے گا اور کرورون درکرورون زائرین وہان تا قیامت حصول سعادت کی نظرت حاضر ہوا کرین گے ؎

منزل سلمیٰ کہ باشد از من او را صد سلام | پر صدائے ساربانان بینی و بانگ جرس

واقعی اُمتیان محمدیؐ کی بے راہہ روی کی حد نظر نہین آتی ہے - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ

خواص الامۃ سبط جوزی سے ظاہر ہوتا ہے کہ معتز باللہ کے زمانہ خلافت مین حضرت امام
زہر سے شہید کیے گئے ۔ جلاء العیون جو کتاب شیعی مذہب کی ہے اُس مین بھی حضرت امام کی شہادت کا
ذریعہ زہر ہی دیکھا جاتا ہے اور زہر خورانی کی نسبت خلیفۂ وقت کی طرف درج تحریر پائی جاتی ہے ۔ ظاہر ہے
کہ اماماں خاندان پیمبرؐ کی شہادتون کا باعث خلیفۂ وقت کے سوا دوسرا کوئی نہ ہوسکتا تھا ۔ واضح ہو کہ
حضرت امام نقیؑ اور بھی آپ کے صاحبزادے امام حسن عسکری علیہم السلام کی نسبت سنیون کے امام ابن تیمیہ
لکھتے ہین کہ ان دونون صاحبون پر واجب تھا کہ فلان فلان سے اگر کسی ایک کو اپنا اُستاد بناتے تو اُن کو
قواعد اسلام معلوم ہوجاتے ۔ اللہ ری سنیون کی تحقیر و تذلیل خاندان پیمبرؐ ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت رسول
تو اُن ائمۂ اثنا عشر کو اپنا ممدوح قرار دین اور فرقۂ اہل سنت اُنکی تحقیر و تذلیل کو اپنا دین سمجھین ۔ اگر درحقیقت
حضرات اہل سنت دین حضرت رسول پر ہوتے تو یہ شیوہ نہین اختیار کرتے ۔

مصائب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام علیہ السلام خاندان پیمبرؐ کے ائمۂ اثنا عشر علیہم السلام سے گیارھوین امام ہین ۔ آپ
آپ مدینہ طیبہ مین پیدا ہوئے اور آپ کا سن ولادت باسعادت حسب تاریخ خمیس ۲۳۱ھ ہجری ہے ۔
روضۃ الاحباب مین ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے پانچ فرزند چھوڑے اور حسب تحریر صواعق محرقہ
ان سب مین اجل اور افضل حضرت امام تھے ۔ اُسی کتاب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی وفات اٹھائیس
سال کی عمر مین بمقام سامرہ واقع ہوئی اور آپ اپنے والد امام نقی علیہ السلام کے روضہ مین مدفون ہوئے
سبب رحلت زہر خورانی کہا جاتا ہے اور کوئی شک نہین کہ آپ بھی اپنے آبائے کرام کی طرح زہر سے
شہید کیے گئے ۔ زہر خورانی کی نسبت معتمد باللہ کی طرف کی جاتی ہے اور بجا کی جاتی ہے ۔ اور کسی کو اس خلیفہ کے سوا
کیا غرض لاحق تھی کہ آپ کی شہادت کا خواہان ہوتا ۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے سوا اپنے اکلوتے
بیٹے حضرت ابو القاسم محمد الحجہ کے اور کوئی اولاد نہین چھوڑی ۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات
کے وقت عمر حضرت امام دوازدہم یعنی حضرت امام مہدی امام آخر الزمان کی پانچ سال کی تھی ۔ لیکن واہب العطایا
نے آپ کو اتنی ہی عمر مین علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا ۔ مذکور ہے کہ حضرت مخلوق کی نظر سے مخفی
اور مستور ہو گئے ہین ۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر مین لکھتے ہین کہ حضرت امام آخر الزمان
موجود ہین اور موجود رہین گے تا اینکہ قریب قیامت حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ مجتمع ہون گے اور حضرت
کی عمر ہمارے زمانہ ۹۵۸ھ ہجری تک ۷۰۶ سال کی ہوئی ہے اور وفیات الاعیان ابن خلکان مین ہے کہ انھین کو

شیعہ مہدی موعود گمان کرتے ہین اور صواعق محرقہ مین بھی ہے کہ شیعون کا قول ہے کہ وہی حضرت امام مہدی علیہ السلام مہدی موعود ہین۔

راقم صواعق محرقہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بچپن کا ایک واقعہ ذیل مین اس غرض سے حوالۂ قلم کرتا ہے کہ سچے امام کو خداے پاک سے بچپن مین بھی تعلق خاص پیدا رہتا ہے۔ مصنوعی امام پیٹ کا بندہ ہوتا ہے اور سچا امام خاص بندہ خدا کا۔ سچا امام معصوم پیدا ہوتا ہے معصومیت کے ساتھ جیتا ہے اور معصومیت کے ساتھ مرتا ہے۔

ابن حجر لکھتے ہین کہ ایک روز بچپن مین حضرت امام علیہ السلام چند لڑکون کے قریب کھڑے ہوے رو رہے تھے اتفاقاً اُدھر سے بہلول کا گزر ہوا۔ اُس نے حضرت امام کو روتا دیکھکر کہا کہ تم افسوس نہ کرو مین تمھارے کھیلنے کے لیے بھی کوئی شے خرید کرکے لاتا ہون۔ حضرت امامؑ نے فرمایا کہ اے کم عقل ہم کھیلنے کے لیے نہین پیدا ہوئے ہین بہلول نے پوچھا پھر کس لیے پیدا کیے گئے ہین۔ حضرت امام نے فرمایا علم و عبادت کے لیے۔ بہلول نے کہا یہ تمکو کہان سے معلوم ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ قول خداے عز و جل سے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنی کتاب مین ارشاد فرمایا ہے وہ کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمکو عبث کھیل کود کے لیے پیدا کیا ہے اور تمھاری بازگشت ہماری طرف نہ ہوگی"۔ حق یہ ہے کہ سواے امام برحق کے ایسا عبرت انگیز خیال بچپن مین کسی دوسرے دماغ مین جگہ نہین کرسکتا ہے۔ یہ تو قصہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بچپن کا ہے۔ اب ذیل مین وہ معاملہ حوالۂ قلم ہوتا ہے جو حضرت امامؑ کی امامت حقہ کا تمامتر مثبت نظر آتا ہے۔

صاحب صواعق محرقہ علامہ ابن حجر لکھتے ہین کہ جب بمقام سامرہ شدید قحط پڑا تو خلیفہ معتمد باللہ نے لوگون کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکلکر نماز استسقا پڑھین۔ چنانچہ سب نے ایسا کیا مگر پانی نہ برسا۔ چوتھے روز بغداد کے نصاریٰ کی جماعت صحرا مین آئی اور اُن مین سے ایک راہب نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا اسکا ہاتھ بلند ہونا تھا کہ بادل چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوگیا۔ اسی طرح راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اور اُس دن بھی باران رحمت کا نزول ہوا۔ یہ حالت دیکھکر سب کو نہایت تعجب گزرا حتیٰ کہ اکثر اشخاص کے دلون مین شک پیدا ہوگیا بلکہ بعض اُن مین سے اُسی وقت مرتد ہوگئے۔ یہ واقعہ خلیفہ پر بہت ہی شاق گزرا اور اُس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو طلب کرکے کہا کہ اے ابو محمدؑ اپنے جد کے کلمہ گویون کی خبر لو اور اُن کو اس حادثۂ عظیمہ سے بچاؤ۔ حضرت امام علیہ السلام نے حال دریافت کرکے فرمایا کہ اچھا راہبون کو حکم دیا جائے کہ پھر وہ میدان مین جاکر دعاے باران کرین۔ انشاء اللہ تعالیٰ مین لوگون کے شکوک زائل کرونگا۔ پس جب تیسرے دن وہ لوگ طلب باران کے لیے مجتمع ہوئے تو اُس راہب نے معمول کے مطابق

آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا۔ ناگہان آسمان پر ابر نمودار ہوا اور مینھ برسنے لگا۔ یہ دیکھکر حضرت امام نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز اس راہب کے ہاتھ میں ہوے لو۔ اس شخص نے راہب کے ہاتھ مین ایک ہڈی دبی ہوئی پائی۔ تب اُس شخص نے راہب سے اُس ہڈی کو لیکر حضرت امام کے سامنے پیش کیا۔ حضرت امام نے اُسے لیکر راہب سے فرمایا کہ اب تو ہاتھ اُٹھا کر بارش کی دعا کر۔ اُس نے ہاتھ اُٹھایا تو بجاے بارش ہونے کے مطلع صاف ہوگیا اور دھوپ نکل آئی۔ لوگ کمال متعجب ہوئے اور خلیفہ نے حضرت سے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ کیا چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کسی نبی کی ہڈی ہے جسکی وجہ سے راہب اپنے مدعا مین کامیاب ہوتا رہا۔ کیونکہ نبی کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیر آسمان کھولی جائیگی تو باران رحمت ضرور نازل ہوگا۔ یہ سنکر لوگون نے اُس ہڈی کا امتحان کیا تو اسکی وہی تاثیر دیکھی جو حضرت امامؑ نے بیان کی تھی۔ پس لوگون کے دلون مین جو شکوک پیدا ہو گئے تھے مطلقاً زائل ہو گئے اور حضرت امامؑ اُس ہڈی کو لیکر اپنی قیامگاہ پر واپس آئے۔ اخبار الدول فرمانی مین یہ بھی ہے کہ پھر آپ نے اُس مقدس ہڈی کو ملفوف کر کے دفن کر دیا۔ راقم کہتا ہے کہ انبیا و اوصیا اور اولیا کے معلومات عوام بنی آدم سے جدا ہوتے ہین۔ یہ خاصان خدا تلمیذ الرحمٰن ہونے کے باعث اسرار خداوندی سے کسی درجہ تک اطلاع رکھتے ہین۔ ظاہرا واقعہ بالا حیرت خیز معلوم ہوتا ہے مگر خاصۃ الاشیا کا منکر جاہل کے سوا عالم نہین ہوسکتا ہے۔ اہل واقفیت عود صلیب کے اس خاصہ سے کہ اس کی تعلیق سے مصروع کو بیّن فائدہ ہوتا ہے یا تانبے کی تعلیق سے انسان ہیضہ سے مامون رہتا ہے برسر انکار نہین ہوسکتے۔ اگر عود صلیب یا تانبے کا ایسا اثر ہوتا ہے تو خلاف عقل نہین ہے کہ نبی کی ہڈی نزول باران کی صورت پیدا کر سکے۔

گزارش راقم

ارباب صدق وصفا کی خدمت مین عرض ہے کہ اس کتاب مین مسلمانون کے کچھ قابل لحاظ حالات ومعاملات عہد حضرت رسالت مآب صلعم سے لیکر زمانۂ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک بہ سبیل اختصار درج کیے گئے ہین۔ راقم امید کرتا ہے کہ جن حضرات ناظرین کی آنکھون پر چشمہ تعصب کا نہین چڑھا ہوا ہوگا اُن بزرگوار کو اس سے چارہ نہوگا کہ تقاضاے حق بینی سے اس کتاب کی راست نگاری پر اپنی نظر توجہ مبذول فرمائین گے۔ یہ کتاب ایسے حضرات کے لیے لکھی گئی ہے کہ جنکو خداے پاک نے تعصب کی بلا سے پاک رکھا ہے اور جنکو اس وجہ سے حق و باطل کی تمیز عطا فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جن حضرات کو فطرت یا تقدیر نے بے تعصبی کی دولت سے محروم رکھا ہے انھین اس کتاب کے ملاحظہ کی کوئی حاجت متصور نہین ہے۔ پس ایسے حضرات اپنے کو بے ضرورت کی زحمت سے باز رکھین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

عرض راقم بخدمت حضرات سنّی سادات بہار

آپ حضرات جو قومیت کے رو سے سادات کرام کے لقب سے شرف امتیاز رکھتے ہین آل نبیؐ اور اولاد علی ہین۔ حضرت صلعم نے کوئی بیٹا نہین چھوڑا۔ آپ کی نسل دُنیا مین بیٹی کے ذریعہ سے پھیلی۔ وہ برگزیدہ بیٹی حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا وابیہا زوجۂ علی مرتضیٰ تھین۔ شوہر پاک آپ کے نائب خیر الوریٰ صلعم تھے۔ حضرت علیؑ سے گیارہ امام علیہم السلام پیدا ہوتے گئے۔ چونکہ علی مرتضیٰ خود امام تھے اس لیے آپ کی ذات پاک ملاکر عدد حضرات ائمہ علیہم السلام کا بارہ دیکھا جاتا ہے اور یہ حضرات ائمہ علیہم السلام خاندان پیمبر کے ائمہ اثناعشر کہلاتے ہین۔ ان ائمہ علیہم السّلام کا مذہب عوام اہل اسلام کے مذاہب سے جدا واقع ہوا تھا۔ بعد حضرت رسولؐ کے ضرورت مذہبی سے پہلے پہل حضرت علیؑ نے اجتہادات مذہبی شروع کیے اور اپنے اپنے وقت مین ہر امام نے حسب ضرورت اجتہادات کا سلسلہ قائم رکھا۔ انہی حضرات ائمہ علیہم السلام کے مذہب کو مذہب امامیہ کہتے تھے اور اس مذہب کی پابندی اکثر بنی ہاشم کو ایک عرصۂ دراز تک رہی۔ اسی طرح غیر امامیہ مسلمانون مین مجتہد ہوتے گئے جن کی پیروی آج تک حضرات غیر امامیہ مین مروج ہے۔ غیر امامیہ کے مذہب کے رواج پانے کی تاریخ یہ ہے کہ جب حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ اجتہادات کیا کرتے ہین اور بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم آپکے اجتہادات کی پیروی کرتے ہین تو حضرت خلیفہ نے زید ابن ثابت و ابی بن کعب وغیرہ کو اجتہاد مسائل کے لیے مقرر فرمایا۔ یہ مقرر کردہ حضرات اجتہادات مسائل کرنے لگے اور غیر بنی ہاشم نے انکی پیروی اختیار کرنا شروع کردی۔ رفتہ رفتہ دو مذہب قائم ہوگئے ایک مذہب علی جو اس وقت مذہب امامیہ کہلاتا ہے اور دوسرا زید ابن ثابت کا جو مذہب اہلسنت کے نام سے اب معروف ہے کوئی شک نہین کہ عہد ائمہ اثناعشر تک اکثر سادات و دوستداران سادات مذہب ائمہ اثناعشر پر قائم رہے۔ مگر جب زید ابن ثابت کے مذہب کی سلطنتین دنیا مین قائم ہوتی گئین تو بمضمون الناس علیٰ دین ملوکہم اکثر سادات بھی مذہب آبائی یعنی مذہب امامیہ سے کنارہ کش ہوا مذہب زید ابن ثابت کی پیروی کرنے لگے یعنی سُنی ہوگئے آپ سادات بھی ایسے ہی بزرگوار کی یادگار ہین۔ جو ہندوستان مین پہونچکر سُنی سلاطین دہلی کی مذہبی تاثیر سے مذہب آبائی کے تارک ہوگئے۔ یا تقیہ کی راہ اختیار کرکے اپنے کو سنی دکھلانے لگے دو چار پشتون مین تقیہ کا پردہ ہوا ہوگیا اور درحقیقت آپ حضرات سادات ایسے سُنی بن بیٹھے کہ آپ کو کوئی نسبی یا دینی تعلق گویا خاندان پیمبر کے امامون کے ساتھ کبھی تھا ہی نہین۔ آپ حضرات حضرت علیؑ اپنے دادا کو خلیفۂ چہارم اور من جمیع الوجوہ خلفائے ثلثہ سے

مفضول ماننے لگے اور اس طرح کی بے تعلقی کی وجہ سے حضرات ائمہ علیہم السلام کے نام تک بھول گئے۔ شاید
آپ حضرات سنی سادات مین اسوقت ایک لاکھ مین ایک ہی کوئی صاحب ہونگے جو مسلسل طور پر حضرات
ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے نامون سے باخبر ہون گے۔ معاذ اللہ حضرات سادات اور اپنے اجداد کرام سے
ایسی بیخبری فی الحقیقت یہ رونے کا مقام ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی لاعلمی کے ساتھ آپ حضرات کو
اپنے اجداد کرام کے مذہب سے کیا باخبری ہوسکتی ہے۔ مذہب اہلسنت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حضرات
ائمہ علیہم السلام کے حالات و معاملات کی طرف توجہ نہین کیجائے۔ اسی لیے عوام اہل سنت کی اطلاع
حضرات خلفاے ثلٰثہ و حضرات خالد و حضرت معاویہ وغیرہم مین محدود نظر آتی ہے۔ کوئی شک نہین کہ
اسوقت کے سادات صوبۂ بہار کے سادات بنی اُمیہ کا حکم رکھتے ہین اور کمال لاعلمی سے یہ سمجھتے ہین کہ جو
اسوقت اُنکا انقلابی مذہب ہے وہی مذہب اُن کے خاندان کا ابتدا ہی سے تھا۔ اس وقت کے اکثر سادات
بہار مختلف فرقے کے سُنی دکھائی دیتے ہین۔ زیادہ حنفی ہین خال خال شافعی بھی ہین۔ کچھ مذہب وہابی
رکھتے ہین۔ کچھ اپنے کو صوفی قرار دیتے ہین بہت کم تفضیلیے نظر آتے ہین۔ کچھ اپنے کو اہل القرآن کہتے ہین۔
اور اسی طرح کچھ تو ایجاد مذاہب کے بھی قایل دکھائی دیتے ہین۔ ظاہر ہے کہ ان سب مذاہب کے سادات
اپنے اجداد کرام یعنی ائمہ خاندان پیمبر کے مذہب سے تمامتر کنارہ کش نظر آتے ہین۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ اُن سادات کو جس طرح کے اہل مذہب سے سابقہ پڑا ہے اُسی کا مذہب اُن حضرات نے اختیار کر لیا
ہے۔ خود حضرات سادات صوبۂ بہار مین علمی اطلاع رکھتے ہوئے بہت کم نظر آتے ہین۔ زیادہ حصہ اُنکا
مذہبی اعتبار سے اجہل الناس کا حکم رکھتا ہے۔ بعض حضرات سادات نے جو کچھ مذہبی کتابین پڑھی بھی ہین
تو اُن کی تعلیم مولویان دیوبند و دہلی وغیرہ وغیرہ کی نگرانی مین وقوع پذیر ہوئی ہے۔ ایسے معلم معاملات
خاندانِ پیمبر سے اپنے تقاضاے تعلیم کی بنا پر تمامتر وقوف نہین رکھتے ہین۔ پس ایسے معلمون سے
خاندان پیمبر کے فضایل و محامد سے اطلاعیابی کی صورت معلوم۔ البتہ ایسے معلمین سے حضرات خلفاے ثلٰثہ
و حضرت خالد و حضرت امیر معاویہ کے کمالات کی حقیقت جسقدر کوئی چاہے دریافت کرے۔ پس اس طرح
کی تعلیم یابی کے بعد کوئی صوبۂ بہار یا کسی ملک کا سُنی سید خاندان پیمبر کے آئمہ علیہم السلام کی خوبیون سے
کیونکر وقوف پا سکتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس طرح سُنی سید عمر و امیر معاویہ و دیگر مخالفان خاندان پیمبر کی تا دم
مرگ شیفتہ بنا رہے اور اس کو دیکھکر دیگر سادات سُنی بھی جو غیر محصل ہین تا دم مرگ وہی رنگ اختیار کیے
رہین۔ راقم کی سرگزشت بھی تو ایسی ہی ہے۔ تقاضاے تعلیم سے راقم تمام مخالفان خاندان پیمبر کا دوستدار
بنا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ بہ تبعیت و تعلیم استاذی جناب مولوی سید محمد گل صاحب مرحوم یزید کو بھی بہ تقاضاے

شروط خلافت خلیفہ برحق مانتا تھا۔ مگر راقم کے نصیب مین مخالفان خاندان پیمبر سے علیحدگی مقدر تھی استادی جناب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی ممانعت سخت کے بعد بھی ہر ملت و ہر مذہب کی کتب بینی سے راقم باز نہ آیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ راقم کے خیالات مین حد درجہ کے مذہبی انقلابات پیدا ہوتے گئے اور یہ انھین انقلابات کا نتیجہ ہے کہ میار الحق و مصباح الظلم اور اس مناظر المصائب کی تصنیف ظہور پکڑتی گئی الحمد للہ علی ذالک ثم الحمد للہ و ثم الحمد للہ اے خداے پاک اور اے ہادی حقیقی یہ تیرا فضل ہی فضل تھا کہ تو نے راقم کو تحقیق حق کی توفیق دی۔ اگر تیرا فضل شامل حال نہوتا تو یہ راقم بھی روز جزا معاویہ و یزید کے ساتھ محشور کیا جاتا۔ اب بمصداق اسکی پوری سعی کہ بقول الانسان مع من احبہ راقم بعد فنا اپنے آباے کرام کے سایہ افضال مین جگہ پائیگا۔ بالمختصر خدمت حضرات سادات بھا مین راقم کی یہ عرض ہے کہ جس مذہب کے پابند آپ حضرات اس وقت ہو رہے ہین آپ اُس مذہب کی حقیقت پر نظر غور ڈالین۔ جو آپ حضرات مین کتب بینی پر قادر ہون کتب بینی کی زحمت گوارا فرماوین۔ کتب بینی سے دریافت حق کی صورت ہو جائیگی۔ دریافت حق کے بعد آپ حضرات ناخواندہ سادات کو بھی تفہیم حق کے ذریعہ سے راہ حق پر لا سکینگے۔ اس وقت کی جو حالت آپ حضرات کی ہو رہی ہے وہ معاذ اللہ ہے۔ آپ حضرات آل نبی اور اولاد علی ہین مگر تماشا ہے کہ آپ حضرات مخالفان خاندان پیمبر کا دم بھر رہے ہین۔ تنزلاً اگر آپ حضرات سے کسی صاحب کو خود تحقیق حق کا موقع حاصل نہو تو بلا تعصب راقم کی مصباح الظلم اور اس مناظر المصائب کے مطالعہ ہی پر اکتفا فرماوین لیکن مطالعہ کے لیے بلا تعصبی شرط ہے۔ بہت سے ایسے حضرات ہین کہ بے تعصبی کے ساتھ کتب بینی کے مطالعہ کی صلاحیت نہین رکھتے ہین۔ پس ایسے حضرات متعصب آپ کے لیے یکسان ہے کہ کتب بینی کی زحمت گوارا فرماوین یا نفرماوین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ فقط

آخر عرض راقم

الحمد للہ کہ کتاب مناظر المصائب اختتام کو پہونچ گئی۔ اب راقم اس کے ضمائم کی طرف حضرات ناظرین کی توجہ کا طالب ہوتا ہے۔ اس حصہ مناظر المصائب کا نام راقم نے خطبات اثریہ رکھا ہے۔ اُن ضمائم کے ملاحظہ سے بھی اہل انصاف پر روشن ہو جائیگا کہ امتیان محمدی کے برتاو حضرت رسول و آل حضرت رسول کے ساتھ کس کس نہج پر ظہور پذیر ہوتے گئے ہین۔ حضرت رسول اور آل حضرت رسول پر اُمتیون کے ہاتھ سے کیسی کیسی جفائین ظہور مین آتی گئی ہین۔ جانی مالی اور ملکی آزار کیا کیا نہین حضرت رسول و آل حضرت رسول کو اُمتیون کی ستم شعاری سے پہونچتے گئے ہین۔ خداے پاک تک اُن متنیون کے ہاتھ سے محفوظ نہین رہا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ خدا اے تعالے و حضرت رسول و آل رسول کی تنقیص شان کے لیے کھلے طور پر عمل مین لائی گئی ہے اور دین خدا کے برباد کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا رکھا گیا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ راقم امید کرتا ہے کہ حضرات ناظرین خطبات اثریہ بھی اپنی توجہ مبذول فرما کر بتقاضاے حق بینی سے راقم کی اس تحریری عزاداری کے شریک ہون گے فقط

امداد امام اثر عفی عنہ

فہرست خطبات اثریہ مشتمل بر سی و شش ضمایم

خطباتِ اثریہ

(ضمیمہ نمبر ۱)

نبیؐ سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

راقم کی ایک روز کی سرگزشت یہ ہے کہ وہ بہ سواری ریل کہیں جاتا تھا اس کی گاڑی میں کوئی ہمسفر نہ تھا وحشت تنہائی کے دفع کرنے کی صورت یہی تھی کہ وہ ہکسلی کی کتاب فلسفہ پڑھتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جب گاڑی ایک ایسے اسٹیشن پر پہونچی جہان اُردو کے اخبار دستیاب ہوسکتے تھے تو اس نے چند اخبار خرید کئے اور انھیں پڑھنا شروع کیا۔ ان اخبارات میں "سیاست" بھی تھا۔ اس میں چند شعر ماہِ صیام کی نسبت تھے۔ اشعار غزل کی صورت رکھتے تھے۔ اسکی ردیف "آیا" اور قافیہ "صیام کلام" وغیرہ تھا۔ اس کا آخر شعر یہ تھا۔

نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

راقم کو لفظ سپر سے پہلے یہ خیال گزرا کہ اس کا اشارہ حیدر کرار غیر فرار کی طرف ہے مگر دوسرے مصرع سے یقین ہوگیا کہ اس کا مشار الیہ کوئی دوسری ذات ہے اس لئے کہ علی مرتضٰی کا کوئی حصّہ زندگی کفر کی شمشیر کا حکم نہین رکھہ سکتا ہے۔ علی مرتضٰے از وقتِ ولادت تا دم نجاست شرک سے ہمیشہ پاک رہے۔ خانہ کعبہ مین پیدا ہوکر جو آنکھ کھولی تو حضرت رسُول خدا صلعم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا آنحضرت کے لعاب دہن کو چوسا پھر سایۂ رسالت مآب صلعم مین پرورش پاتے رہے اور اس طرح پر سابق الاسلام ہوے جیسا کہ خود فرماتے ہین سبقت کم الی اسلام طرًا غلامًا ما بلغت اوان حلم۔ جب اس شعر کا مطلب سمجھ مین نہین آیا تو کسی اسٹیشن مین ایک صاحب بزرگ صورت کو دیکھکر ان سے اس شعر کی حقیقت دریافت کی۔

اُن صاحب نے فرمایا کہ اس شعر کے مضمون کا اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیطرف ہے۔ چونکہ تاریخی واقعات سے شعر بالا کو کوئی علاقہ معلوم نہ ہوا اس لئے جواب سے سخت حیرت دامنگیر ہوئی۔ اب حضرات ناظرین ملاحظہ فرمادین کہ حضرت عمر اپنے کس حصّۂ زندگی مین اسلام کے سپر بنے۔ عہد رسول اللہ مین تو حضرت عمرؓ کبھی اسلام کی سپر نہ بنے اگر بنے تو علی مرتضٰے بنے۔ واقعات تاریخی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر علی مرتضٰی کی ذات پاک موجود نہ رہتی تو اسلام عہد رسُول اللہ مین قائم نہین ہوسکتا۔ ضرور تھا کہ اسے مختلف طبقہ کے کفار نیست نابود کر ڈالتے۔ حضرت عمر کیطرف سپر اسلام بننے کی نسبت تمامتر ایک بے معنے مضمون کی حیثیت رکھتی ہے۔

افسوس ہے کہ اس غلط خیالی مین ایک بڑا حصۂ اہل اسلام کا مبتلا رہا ہے اس وقت بھی مبتلا ہے اور تا قیامت بہ اسباب ظاہر مبتلا رہیگا۔ یہ کیسی غلط خیالی ہے، نعوذ باللہ کچھ بھی تو انسان عقل سے کام لے۔ عقل کس دن کیلئے دی گئی ہے۔ خیر۔ یہ امر کہ حضرت عمرؓ عہد رسول اللہؐ مین کبھی سپر اسلام نہ بنے راقم کی تحریر ذیل سے ہویدا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ مشرک پیدا ہوئے اور ایک عرصۂ دراز تک صرف مشرک نہ رہے بلکہ انہماک شرک کی وجہ سے بہت دنون تک حضرت رسول خدا صلعم کے ایک بڑے بھاری دشمن بھی بنے رہے۔ آپ نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرت نے ایک نئے دین کی نبیاد ڈالی ہے تو آپ کو سخت غیظ و غضب لاحق ہوا۔ آپ تلوار لیکر حضرت رسول صلعم کے قتل کو چلے۔ راستہ مین کسی نے جب یہ کہا کہ قتل محمدؐ صلعم کو تو چلے ہو مگر بنی ہاشم خونِ محمدؐ کا عوض تم سے ضرور لین گے۔ اِس عاقلانہ گفتگو کا اثر آپ پر یہ ہوا کہ آپ کا غیظ و غضب غائب ہوگیا اور قتل محمدؐ کے خیال سے آپ باز آ گئے۔

آپ خس برابر دلیر آدمی نہ تھے پیغمبر صاحب کے قتل کا اِرادہ محض غیظ و غضب کے تقاضے سے آپ کو ہوا تھا۔ مآل کار جو آپ کو سوجھا دیا گیا تو آپ کا غیظ و غضب رخصت ہوگیا۔ پھر کیسی تیغ کشی اور کیسا قتل محمدؐ اس کے بعد آپ مشرف بہ اسلام ہوے۔ مشرف بہ اسلام ہونے پر آپ کا فرض منصبی تھا کہ آپ علی مرتضیٰ کیطرح سپر اسلام بنتے۔ کچھ نہین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس غرض سے مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہو کر ضرور تھا کہ آپ کچھ بھی خدمت اسلام کی عمل مین لاتے تاریخ وسیر سے تو کچھ آپ عہد رسول اللہؐ مین اسلامی کارگذاری ظاہر نہین ہوتی ہے بلکہ معاملات اس کے برعکس ظاہر ہوتے ہین چلم تاریخ کہتا ہے کہ جب حضرت رسول کفار مکہ کے مظالم کی وجہ سے مدینہ کو ہجرت فرما گئے تو اور مہاجرین کیطرح حضرت عمرؓ نے بھی ہجرت کی زحمت گوارا فرمائی۔ کوئی شک نہین کہ آپ نے برملا طور پر ہجرت گوارا فرمائی یعنی پوشیدہ طور پر مکہ سے مدینہ نہین چلے آئے۔ اس دلیرانہ کارروائی کا سبب آپ کی ذاتی دلیری نہین تھا۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے ماموں ابوجہل نے جو ایک قوی رؤسائے مکہ سے تھے یہ لوگون پر ظاہر کر دیا تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت عمرؓ کو کسی طرح کا گزند پہونچاے گا تو اس کی پوری خبر لیجائیگی۔

حضرت عمرؓ مدینہ مین قرار لیکر عافیت کے ساتھ مدینہ مین رہنے لگے۔ مگر تھوڑے ہی دن کے بعد غزوۂ بدر پیش آگیا۔ حضرت رسول صلعم کو کفار قریش سے سامنا کرنا پڑا۔ میدانِ جنگ مین حضرت عمرؓ کو بھی جانا پڑا آپ اس بنیاد پر کہ ابوجہل بھی لڑنے کو آئے ہین شرکت جنگ سے باز رہے۔ اِس لڑائی مین علی مرتضیٰ کی تلوار نے کفار مکہ کو زیر وزبر کر ڈالا۔ اگر حضرت رسولؐ کو اس لڑائی مین شکست ہو جاتی تو آنحضرت صلعم کا دین بھی صفحۂ عالم سے غائب ہو جاتا۔ اِس لڑائی کو بیٹل آف دی برج (Battle of The bridge)

سے یہ مناسبت ہے کہ اگر اس لڑائی مین امت حضرت مسیح علیہ السلام کو شکست ہو جاتی تو دین مسیحی کا وجود
دنیا مین باقی نہین رہتا۔ یہ لڑائی حضرت مسیح کے اکیسو برس بعد درمیان قسطنطین اور کفار رومی کے واقع ہوئی
تھی اور اس لڑائی کو پُل والی لڑائی اس لئے کہتے ہین کہ یہ واقعہ مسیحین کو ایک معروف پُل کے نزدیک پیش
آیا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ اس قابل لحاظ لڑائی مین حضرت عمر خس برابر بھی شریک نہو سکے بلکہ سپر اسلام بننے کے
عوض ابو جہل کے سپر بنے رہے۔ اس معرکہ کے بعد حضرت رسول صلعم کو معرکہ احد پیش آیا اس بار کفار قریش
بڑی تیاریون کے ساتھ آنحضرت صلعم سے مقابلہ کے لیئے آئے۔ اس غزوہ مین بھی حضرت عمر اور مہاجرین
کی طرح نہ لڑے نہ بھڑے میدان سے صاف بھاگ نکلے۔ خود آپ کا بیان ہے کہ بھاگ کر مین پہاڑ کے
چٹانون پر بز کوہی کی طرح کودتا تھا اس لڑائی مین حضرت رسول سخت زخمی ہوئے اور اگر حضرت علی
کا وجود باجود نہوتا تو پھر اسلام کا پتا نہین ملتا۔ اس جنگ کے معاملات راقم اس کتاب مین درج کر چکا
ہے۔ حق یہ ہے کہ اس جنگ مین حضرت عمر سے خس برابر بھی کوئی کارروائی جو مفید اسلام ہوتی ظہور مین
نہین آسکی۔ کیا فرار کا دوسرا نام سپر اسلام ہے خود اہل انصاف اس کا فیصلہ کرلین جنگ احد کے بعد
غزوۂ خندق رونما ہوا۔ اس بار کفار قریش اور بھی بڑے سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ حملہ آورون
مین ایک یہودی عمرو بن عبدود بھی تھا جو تمام ملک عرب مین قوی ترین اور بہادر ترین مبرد آزما مانا جاتا تھا۔
اس حملہ آور سے مقابلہ کرنے پر کوئی شخص مہاجرین اور انصار سے راضی نہوا۔ ہر چند حضرت رسول صلعم نے
حضرت عمر کو بھی مقابلہ کا حکم صادر فرمایا مگر آپ ایسے مشہور مرد میدان سے مقابلہ کرنا دوراندیشی کے خلاف سمجھ کر
اور تعمیل حکم نبوی سے باز رہے۔ آخر یہ لعین بھی طعمۂ ذوالفقار حیدری ہو گیا اور کفار مکہ اس قتل کے ہونے کے
بعد میدان چھوڑ کر مکہ کو واپس چلے گئے۔ حق یہ ہے کہ اگر شیر خدا اس جنگ کے شریک نہ رہتے تو اسلام
رخصت ہو چکا تھا۔ حضرات ناظرین انصاف فرماوین کہ کیا حکم نبوی سے سرتابی کو سپر اسلام ہونا کہتے ہین۔
اس کے بعد جنگ خیبر مین حضرت علی مرتضےٰ ہی کی تلوار نے مرحب و حارث کی خبر لی اور اسی تلوار نے
قلعۂ خیبر کو یہودیون سے پاک کر ڈالا۔ خوب معلوم ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے ساتھ خیمۂ رسول اللہ
تک برابر مرحب و حارث کے مقابلہ سے بھاگ آتے تھے اور کفار خیبر اہل اسلام کو سخت وسست سنایا
کرتے تھے۔ اب خدارا اے اہل انصاف فرمائیے تو کہ کیا فرار کو سپر اسلام کہتے ہین۔ ان معروف غزوات
کے علاوہ کہین اور غزوات اور سرایا مین بھی حضرت عمر کی کسی اسلامی کارگزاری کا پتا نہین ملتا ہے حضرت
عمر کیا حضرت ابوبکر و دیگر مہاجرین کا بھی یہی حال تھا کہ فرار اور عدم کارگذاری کے سوا کوئی مفید اسلام
امر ان سے ظہور مین نہین آیا تھا۔ اگر کوئی غزواتی امر قابل تحسین ان سے ظہور مین آیا ہے تو مخالفان علی

اِس کا پتہ دین - آخر مشہور غزوہ حضرت رسول صلعم کا غزوۂ حنین تھا - اس غزوہ مین بھی حضرت عمر ایسے بھاگ نکلے کہ پھر میدانِ جنگ مین تشریف نہ لائے - ہرچند رسول صلعم پکارتے ہی رہے کہ اے فرارین نہ بھاگو - مگر بزدلے کب خدا و رسول کی سنتے ہین - جان ہے تو جہان ہے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - اس لڑائی مین بھی ذوالفقار علی کی بدولت حضرت رسول خدا کو فتح نصیب ہوئی - کیا سپر اسلام ایسی ذات کو کہہ سکتے ہین کہ نہ خدا کی سنے اور نہ رسول کی اپنی جان کی خیریت کے لئے حضرت رسول کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر نو چکر ہو جائے - خدا ہی رحم کرے ایسے مسلمانون پر جنھون نے غلط خیالیون کو اپنے مذہب کی جان قرار دے رکھا ہے اور اپنی غلط خیالیون پر جان دینے کی کئے ہروم وہر لحظہ آمادہ رہتے ہین شعر بالا کی غلط خیالی کے علاوہ ایک اور غلط خیالی کی مثال راقم پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک سنی صاحب کو مرثیہ نگاری کا شوق ہوا - آپ نے ایک مرثیہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا نظم فرمایا - ایک ٹیپ کے آخر مصرعہ مین آپ فرماتے ہین " لڑتے تھے اور لب پہ دمِ چار یار تھا " قرینۂ قیاس نہین ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے پدر عالی مقام کے ساتھ فرارین غزوات حضرت رسول صلعم سے بھی استمداد ہمت کی ہو - دستور یہی ہے کہ جنگ آور کارزار مین کسی معروف بہادر آدمی کا دم بھرتا ہے - ایسے وقت مین کسی بزدل ترسندہ جان اور فرار کا نام نہین لیتا - مسلمان یا علی کہتا ہے اور ہندو جے مہابیر عقل سے بہت بعید ہے کہ جنگ کے وقت حضرت امام علیہ السلام اپنے پدر والاگہر شیر خدا کے ساتھ حضرات خلفائے ثلٰثہ کو بھی افزایش ہمت کی نظر سے یاد فرماتے ہون - مجھے یاد ہے کہ سامعین اہلسنت مین ٹیپ کے مصرعہ بالا نے ایک عجب جوش کا عالم پیدا کر دیا تھا تحسین کی صدا ہر طرف سے بلند تھی اور ہر سنی صاحب کے ورد زبان وہ مصرعہ ہو رہا تھا - اس مجمع شور افزا مین حضرت امام علیہ السلام کا ذکر تو گاؤخورد کر دیا گیا تھا جو کچھ تھا حضرات خلفائے ثلٰثہ کا ذکر مذکور رہو رہا تھا عجب مجلس عزا تھی من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سرائید کا عالم نظر آتا تھا - خیر غزواتی معاملات تو حضرت عمر کے ایسے تھے جو بالا مین عرض ہوئے - اب کچھ اور حضرت کے معاملات بر اہل انصاف نظر ڈالین جس سے آپ کا سپر اسلام ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین -

واضح ہو کہ حضرت عمر کے معاملات اسلامی سے بہت قابل لحاظ معاملہ وہ ہے جو صلح حدیبیہ سے تعلق رکھتا ہے - صلح حدیبیہ کا ذکر راقم اس کتاب مین کر چکا ہے لیکن بسبیل اختصار اس کا اعادہ سلسلۂ بیان کی ضرورت سے یہان پر بھی کرتا ہے - اس صلح کی حقیقت یہ ہے کہ بحکم خدا حضرت رسول صلعم کفار قریش سے صلح کرنے پر آمادہ ہوئے مگر حضرت عمر کو آنحضرت صلعم کی آمادگی پسند نہ آئی اس پر بھی آنحضرت صلعم نے معاملہ صلح کو طے کر ڈالا - آنحضرت کی اس کارروائی سے حضرت عمر کے دل مین آنحضرت صلعم کی نبوت کیطرف سے خطر عظیم پیدا ہوا

جیساکہ علامہ عینی و صاحب تاریخ الخمیس و صاحب تفسیر درِ منثور سیوطی و صاحب مدارج النبوۃ کی تحریرات سے عیاں ہے تا ہم صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ بروز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک ہوں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک ہم حق پر ہیں اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر کیوں اس وقت ہم دین میں نقص اور خفت گوارا کریں۔

آنحضرت نے فرمایا کہ سنو میں خدا کا رسول ہوں اُس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتا اور وہ میرا مددگار ہے۔

راقم کہتا ہے کہ قصہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا ایمان کامل نہ تھا اگر ہوتا تو شک فی النبوت اور اس طرح کے خطرۂ عظیم کا پیدا ہونا چہ معنی دارد۔ حضرت عمر کی یہ عجب بات نظر آتی ہے کہ جب لڑائی آپڑے تو لڑائی سے فرار کر جائیں اور جب بحکم خدا صلح کی تقریب پیش آئے تو صلح سے اظہار بیزاری کریں۔ تماشا یہ ہے کہ صلح ہو جانے پر بھی حضرت عمر اس فکر میں لگے رہے کہ کسی طرح حضرت رسول صلعم کی قائم کردہ صلح ٹوٹ جائے۔ خدا و رسول کے حکم سے یہ سرتابی کیسی۔ یہ کیسی مسلمانی تھی جو خدا و رسول کے حکم سے سراسر مخالفانہ رنگ رکھتی تھی۔

اِس سرتابی کی حقیقت یہ ہے کہ حسب تاریخ کامل ابن اثیر ہنوز صلحنامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ ابوجندل بن سہیل پابزنجیر پیغمبر صاحب کیطرف سے گذرا اور اس وقت اصحاب رسول کے دلوں میں صلح کے ہو جانے سے ایسی سخت بدگمانی پیدا ہو گئی تھی قریب تھا کہ وہ گمراہ ہو جاویں۔ پس ابوجندل کو گرفتار دیکھکر اس کے باپ سہیل نے جناب رسالت آب سے کہا کہ ابوجندل کے آنے سے پہلے ہی میرے اور آپ کے درمیان میں کل معاملہ طے پا چکا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سچ ہے اور قصد کیا کہ ابوجندل کو سہیل کے حوالے کر دیں۔ ابوجندل نے غل مچایا کہ اے گروہ اسلام کیا میں مشرکین کیطرف اس لئے واپس کیا جا رہا ہوں کہ وہ مجھے بیدین کر ڈالیں۔ یہ سنکر مسلمانوں کے دلوں میں جو فساد جوش زن ہو رہا تھا اسمیں اور بھی طغیانی ہو گئی۔ جناب رسالت آب نے ابوجندل سے ارشاد کیا کہ صبر کر اور بیقرار نہو اللہ تعالیٰ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے کشایش اور خلاصی کی راہ نکالنے والا ہے۔ چونکہ مجھسے اور قوم مخالف سے اِس بات میں معاہدہ ہو گیا ہے لہذا میں اس کے خلاف نہیں کرنا چاہتا۔ حسب تحریر صاحب روضۃ الاحباب جب حضرت عمر نے یہ حال مشاہدہ کیا تو اپنی جگہ سے جست کر کے ابوجندل کے پاس پہونچے اور اسکو صبر کی تلقین فرما کر اشارۃً سہیل کے قتل پر ترغیب دینے لگے تاکہ اگر ابوجندل سہیل کو قتل کر ڈالے تو معاملۂ صلح درہم اور برہم ہو جائے مگر ابوجندل نے اس فعل کو گوارا نہ کیا۔ راقم اہل انصاف سے پوچھتا ہے کہ حضرت عمر کی یہ کیسی مسلمانی تھی۔ خدا و رسول چاہیں کہ صلح قائم رہے اور حضرت عمر ہیں کہ اِس فکر میں لگے رہیں کہ معاملۂ صلح غت ربود ہو جاوے۔ اِس قصۂ صلح سے حضرت عمر کا سپر اسلام ہونا ثابت ہوتا ہے یا برعکس آن؟

ظاہر ہے کہ مخالف خدا و رسول سپر اسلام نہین ہو سکتا۔ مصلحت خداوندی کے خلاف کاربند ہونا مسلمانی نہین کہا جا سکتا ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ واقعی حضرت عمرؓ کم عجب مسلمان تھے کہ غزوات رسول اللہ سے تو فرار کیا کرین اور جب کبھی معاملۂ صلح پیش آئے تو اُس سے بڑے طور پر روگردانی اختیار کرین۔ اِسی معاملۂ صلح کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ کی کارروائی قابل ذکر ہے۔ مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ قریش نے پیغمبر صاحب کا ارادۂ جنگ معلوم کر کے سہیل بن عمرو کو آنحضرت کے پاس صلح کی درخواست لیکر بھیجا جسکو آپ نے منظور فرمایا اور حسب تاریخ کامل جب رسول مقبول نے سہیل کی درخواست منظور کرلی تو حضرت علی کو بلاکر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل بولا کہ ہم یہ نہین جانتے لکھو بسمک اللھم چنانچہ یہی لکھا گیا۔ پھر جناب رسالت مآب نے حضرت علی سے کہا کہ لکھو یہ وہ صلحنامہ ہے جس کی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمکو رسول جانتے تو قتال پر کیون آمادہ ہوتے۔ لہذا بجاے رسول اللہ کے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو۔ پیغمبر صاحب نے حضرت علی سے فرمایا کہ اچھا لفظ رسول اللہ کو نکال ڈالو۔ انھون نے کہا کہ میری مجال نہین جو لفظ رسول اللہ کو محو کر سکون۔ یہ سنکر آنحضرت نے کاغذ لے لیا اور لفظ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھکر حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی ایک وقت تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا۔ آن صلعم کا یہ فرمودہ روضۃ الاحباب۔ معارج النبوۃ و تاریخ الخمیس اور روضۃ الصفا مین بھی دیکھا جاتا ہے نبی کا فرمودہ غلط نہین ہو سکتا تھا چنانچہ وہ دن حضرت علی کو پیش آگیا جیسا کہ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے۔ کیا جاے حیرت ہے کہ دشمنان علی جیسے مولوی محمد قاسم وغیرہ حضرت پر نافرمانی کا یہ الزام لگاتے ہین کہ جب حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو صلح نامہ سے لفظ محمد رسول اللہ نکال ڈالنے کے لئے حکم دیا تو حضرت علی حکم نبوی کو نہین بجا لائے۔ اِس سمجھ پر خدا کی رحمت۔ مخالفت علی نے مخالفان علی کو اندھا کر رکھا ہے۔ علی کی خوبیان تعصب کے اندھون کو کیونکر نظر آسکتی ہین یہ فعل حضرت علی کا قابل تحسین تھا یا قابل اعتراض ایسی سمجھ پر خدا کی مار۔ اور حقہ کا پانی۔

ختم اللہ علی قلوبھم الی آخرہٖ۔ دوسرا امر جو حضرت عمر کے سپر اسلام ہونے کا مبطل ہے وہ براہ عقبہ حضرت رسول صلعم پر حملہ آوری کا واقعہ ہے۔ راقم اس واقعہ کو بھی اِس کتاب مین درج کر چکا ہے۔ یہان پر بھی ضرورتاً مختصر طور پر اس کا اعادہ کرتا ہے۔ اِس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ جب معاملہ خم غدیر کے بعد حضرت رسول خدا صلعم مدینہ کی طرف سفر معاودت اختیار کر کے بوقت شب مقام عقبہ کو پہونچے تو کچھ عاقبت برباد مسلمان سدراہ ہو کر آن صلعم پر حملہ آوری کیلئے آمادہ ہوگئے۔ اس واقعہ سے علماء اہلسنت کو اعتراف ہے مگر اہلسنت کی کتابون مین حملہ آورون کے نام نہین دیکھے جاتے ہین مگر اُن کے عنوان تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلحتاً ان کے نام نہین بتلائے گئے ہین مگر شیعی کتابون مین حملہ آورون کے نام واضح طور پر درج دیکھے جاتے ہین۔

حملہ آورون مین نام حضرت عمر کا بھی دیکھا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ راقم نے اس کا التزام کرلیا ہو کہ جو کچھ اس
کتاب مین لکھا جائے اہلسنت ہی کی کتابون سے لکھا جائے راقم شیعی مصنفین کی تحریر کے مطابق حضرت
عمر یا دیگر مہاجرین سے کسی اور پر دو ٹوک الزام حملہ آوری کا نہین عائد کرسکتا ہے۔ ایسی صورت مین ضرور
ہے کہ راقم قرینہ و قیاس کو دخل دے۔ واضح ہو کہ عقبہ کا واقعہ ایک صحیح امر ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حملہ آوری
کا فعل راہ زنون یا غیر مسلمانون کا نہ تھا۔ یہ فعل تمامتر رسول اللہ کے ہمراہیون کا تھا۔ تب دیکھنا چاہئے کہ
ہمراہیون کا کیا مدعا حملہ آوری سے تھا۔ عقل اور دل کو لگتی ہوئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ معاملہ خم غدیر سے
دنیا طلب مسلمانون پر یہ امر ثابت ہوگیا تھا کہ حضرت رسول صلعم علی مرتضےٰ کو اپنا جانشین یا خلیفہ بنا چکے
جسکی وجہ سے اب ایسے افراد کو جو خلافت کی خواہش رکھتے تھے یا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھتے تھے
جانشینی یا خلافت حضرت رسول کی توقع ہو نہین سکتی تھی۔ پس ایسے رنجیدہ دل اشخاص نے یا خود حملہ آوری
پر کمر باندھی یا دوسرون سے حملہ آوری کا سامان کرایا۔ اگر خود حملہ آور ہوئے تو شیعی مصنفین کا قول راست
معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حملہ آور گروہ مین حضرات خلفائے ثلثہ و دیگر اکابر مہاجرین داخل تھے۔ کچھ تعجب نہین کہ ایسے مہاجر حملہ آور رہے
ہون۔ اسلئے کہ جب حضرت حذیفہ نے حملہ آورون کے جانوران سواری پر نیزہ سے ٹہکاری شروع کردی تو سارے حملہ آور رفوچکر ہوگئے۔
اس طرح کے فرار کی عادت تو خواص و عوام مہاجرین کی تھی ہی پھر بھاگ نکلنے مین دیر لگتی۔ پس شیعی مصنفین کی تحریر قرین قیاس معلوم
ہوتی ہے لیکن اگر بنفس نفیس اکابر مہاجرین حملہ آوری کے مرتکب نہین ہوئے تو ضرور ہے کہ عوام مہاجرین سے اکابر مہاجرین
نے یہ فعل کرایا۔ یہ ظاہر ہے کہ عوام مہاجرین کو رسول اللہ کی خلافت یا جانشینی کی کسی صورت سے امید
نہین ہو سکتی تھی۔ پس اگر عوام مہاجرین حملہ آوری کے فعل کے مرتکب ہوئے تو اکابر مہاجرین کی ترغیب
سے ہوئے۔ اس صورت مین بھی اہلسنت کے سپر اسلام حضرت عمر یا آپ کے گروہ کے ہمخیال کو الزام حملہ آوری
سے چھٹکارا نہین ہوتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ یہ حملہ آوری کا واقعہ ایک نہایت مذموم رنگ رکھتا ہے۔
لاریب علت غائیہ اس حملہ آوری کی یہی تھی کہ حضرت رسول مقبول کو شہید کر ڈالین تاکہ حضرت رسول مقبول
کی کارروائی خم غدیر کی فوراً گاؤ خورد ہو جائے۔ اگر آپ کی شہادت ظہور مین آجاتی تو طالبان خلافت فوراً
اس کارروائی پر قادر ہو جاتے جس پر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت رسول صلعم کے آنکھ بند کرتے ہی قادر
ہو گئے۔ یعنی جو واقعہ آنحضرت صلعم کے رحلت فرماتے ہی ثقیفہ مین ظہور پذیر ہوا راہ مدینہ ہی مین ظہور پذیر
ہو جاتا۔ راہ مدینہ ہی مین حضرت عمر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا ڈالتے اور تب بہ حیثیت خلیفہ حضرت ابوبکر کا داخلہ
مدینہ مین ہوتا۔ تمام مہاجرین کے معاملات پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مہاجرین چہ خاص و
چہ عوام حضرت رسول صلعم کی ہجرت کے شریک غرض دنیاوی سے ہوئے تھے اس کا بڑا ثبوت یہ ہے

کہ یہ حضرات غزوات سے جی چراتے تھے۔ اگر مجبوری سے شریک غزوہ ہوئے بھی تھے تو اپنی جان بچانے کی نظر سے حضرت رسول صلعم کو نرغۂ اعدا مین چھوڑکر نکل بھاگتے تھے۔ یہ دوراندیش سمجھتے تھے کہ جب جان ہی چلی جائیگی۔ تو حصول دنیا کی شکل کیونکر ہوسکے گی۔ یہ دوراندیشانہ خیال اُنکا غلط نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر غزوۂ احد یا اور کسی غزوہ وہ حضرات ہلاک ہوجاتے تو نہ حضرت ابوبکر کو حضرت عمر خلیفہ بناسکتے اور نہ حضرت عمر کو حضرت ابوبکر بفحواے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان استخلاف کے روسے دنیا مین خلیفہ چھوڑ سکتے اور نہ حضرت عمر اپنی رحلت کے وقت حضرت عثمان کی خلافت کا سامان کرجاسکتے۔ یہ سب خلافتین جو حضرات غیر بنی ہاشم کو نصیب ہوتی گئین۔ نتائج خوشگوار اُن اکابر مہاجرین کی اُن دوراندیشانہ کارروائیون کے نظر آتے ہین جو اُن سے غزوات رسول اللہ صلعم مین بار بار ظہور مین آتی گئین۔ حق یہ ہے کہ بار بار کے فرار کی بدولت اُن اکابر مہاجرین کو وہ پہلے دن نصیب ہوتے گئے جن کے دیکھنے کے وہ حضرات خس برابر بھی مستحق نہ تھے۔ اب راقم تخلف جیش اُسامہ کے واقعہ کو جس سے حضرات اہل سنت کی سپر اسلام کو بھاری تعلق نظر آتا ہے حوالۂ قلم کرتا ہے۔

راقم اس واقعہ کو بھی درج تصنیف ہذا کرچکا ہے۔ ضرورۃً اب اس کا اعادہ بیان کرتا ہے۔ یہ واقعہ اس طور پر ظہور مین آیا کہ حضرت رسول مقبول نے حسب تحریر مورخ ابن الوردی بحالت بیماری اُسامہ بن زید کی افسری مین ایک لشکر تیار کیا اور اُس کی روانگی کے لیے تاکید فرمائی۔ محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین حوالہ قلم فرماتے ہین کہ پھر دوسرے دن باوجود شدت مرض آن حضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ بناکر اسامہ کو دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ جاؤ اور خدا کی راہ مین کفار سے جہاد کرو۔ اُسامہ نے باہر نکل کر وہ نشان بریدہ کو دیا اور مدینہ سے روانہ ہوکر مقام حرب مین قیام کیا تا ایک فوج وسپاہ وہان مجتمع ہوئی۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ سوا حضرت علیؑ کے اور کل اعیان مہاجرین وانصار یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہم اُس لشکر مین اُسامہ کے ساتھ جائین۔ بعض اصحاب کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ ایک غلام کو آن حضرتؐ نے اکابر مہاجرین وانصار پر امیر مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ انھون نے اس باب مین سر مجلس چہ میگوئیان کین (راقم کہتا ہے کہ چہ میگوئیان والے عجب اصحاب تھے جنھون نے رسول اللہ کے حکم کے خلاف مین اظہار نارضامندی کیا۔ لاحول ثم لاحول۔ ایسی صحابیت پر تف ہے۔ دنیا طلب صحاب کو اصحاب رسول اللہ ہی کہنا گناہ عظیم معلوم ہوتا ہے) خیر جب یہ خبر رسول اللہ کے گوش مبارک تک پہونچی تو آنحضرت رنجیدہ خاطر ہوئے اور باوجود تپ و درد سر بہ حالت غضب محلسرا سے باہر آکر منبر پر تشریف لیگئے اور آپ نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتین ہین جو تم لوگ اُسامہ کے میر لشکر ہونے پر کررہے ہو جیسا کہ غزوۂ موتہ مین بھی تم نے پدر اُسامہ کے سردار فوج ہونے پر کی تھین۔ خدا کی قسم اسامہ سزاوار امارت ہے

اور اُس کا باپ بھی امیر فوج ہونے کے قابل تھا (راقم کہتا ہے کہ ایسی صحابیت پر تُف بالائے تف ہے جو فرمانبرداری حضرت رسول سے معرا تھی - اس طرح کے نافرمان صحابی بالیقین دین کے لیے مسلمان نہین ہوئے تھے - اصل غرض اُن کی حصول مال وجاہ تھی - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) پھر صاحب کتاب ملل ونحل شہرستانی لکھتے ہین کہ آن حضرت صلعم نے صحابہ سے ارشاد کیا کہ لشکر اُسامہ کی جلد تیاری کرو اور جو شخص جیش اسامہ سے تخلف کرے گا وہ خدا کے نزدیک ملعون ہوگا -

راقم کہتا ہے کہ بہت سے اکابر صحابی نے ملعون خدا ہونا قبول کرلیا - مگر گھر سے باہر نہ گئے - سبحان اللہ ایسے حضرات صحابی کا کیا ایمان تھا کہ تاکیدی حکم رسول اللہ کی تعمیل کو فرض نہ سمجھا اور اپنی فکرون مین لگے رہے لاحول ثم لاحول - ایسے صحابیون کی شقاوت بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت رسول صلعم شدت مرض کی تکلیف سے مبتلائے آلام ہو رہے تھے - اس پر بھی صحابیون کی بے عنوانیون کی خبر سنکر دولت سرا سے باہر آئے اور منبر پر تشریف لیجاکر لشکر اُسامہ کے متعلق بہ شکل خطبہ تاکیدی بصورت حکم صادر فرمایا - مگر طالبان دنیا اپنے حال پر رہے - لاحول ثم لاحول - ایسے صحابیون کو سات سلام اور حقہ کا پانی - حضرت رسول صلعم کی اس تکلیف فرمائی کے بعد حسب تحریر مدارج النبوۃ اُسامہ نے حسب حکم نبوی لشکرگاہ مین جاکر کوچ کا حکم دیا اور جب وہ خود سوار ہونے لگے تو اُن کی ماں نے خبر دی کہ رسول اللہ حالت نزع مین ہین - یہ سنکر اُسامہ اور دیگر اشراف صحابہ واپس آئے اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر ہنوز مدینہ مین موجود ہی تھے -

راقم کہتا ہے کہ حضرت شیخین ایسے کم عقل نہین تھے کہ ایسے وقت مین آپ دونون بزرگوار مدینہ سے باہر چلے جاتے - حالات موجودہ کو پیش نظر رکھکر حضرت رسول مقبول کے حکم کی تعمیل کی بیوقوفی کے مرتکب نہین ہوسکتے تھے - اگر حضرت شیخین اُسامہ کے لشکر کے ساتھ مدینہ کو چھوڑتے تو خلافت آپ دونون صاحبون سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتی - آپ دونون بزرگوار دیکھ رہے تھے کہ حضرت رسول کی رحلت کا وقت قریب آپہونچا ہے اسوقت لڑائی بھڑائی کے لیے مدینہ سے چلے جانا ہمیشہ کے لیے خلافت سے دست بردار ہونا ہے - واقعی اگر دونون صاحب حکم نبوی کی تعمیل پر مائل ہوجاتے تو آپ صاحبون کی غیبت مین حضرت رسول صلعم کی رحلت کے بعد حضرت علی آسانی کے ساتھ مسند آرائے خلافت ہوجاتے - ایک تو تقاضاے دور اندیشی کی بنا پر حضرت شیخین منزلون لڑائی بھڑائی سے دور رہنا چاہتے تھے پھر یہ کہ ایسے وقت مین مدینہ سے باہر چلے جانے کے نتیجہ سے بھی بے خبر نہ تھے - اس لیے نہایت فرزانگی سے مدینہ مین ڈٹے رہے اور استقلال کی بدولت اپنی مرادون مین کامیاب ہوگئے - حق یہ ہے کہ حضرت شیخین غزوات رسول اللہ مین غایت دانشمندی سے اس طور پر کاربند ہوتے رہے کہ نہ کسی کے بدن پر خط لگایا اور نہ اپنے بدن پر خط لگنے دیا

اب اُن سالہاے سال کی خوش تدبیریون کے مآل سے اپنے کو کیونکر محروم رکھنا پسند کرسکتے تھے پس ضرورہوا کہ جیش اُسامہ کی شرکت کا مطلق خیال نہ کرین - معاملات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخین اور آپ صاحبون کے ہم خیال مہاجرین نے دینی مقاصد کی بنا پر ہجرت کی زحمت گوارا نہین فرمائی تھی - اُن تارکانِ وطن نے یہ سمجھ لیا تھا کہ محمد صاحب ایک ہونہار آدمی ہین اور مکہ مین دنیاوی پہلو سے کوئی بہتری کی صورت نظر نہین آتی ہے - ایسی صورت مین مدینہ چلا جانا بیجا نہوگا -

ظاہر ہے کہ ایسے مہاجرین کسی طرح سے دینی خیال کی بنا پر ترک وطن کیے ہوتے تو انھین غزوات رسولؐ مین ترسندہ جانی لاحق نہ ہوتی - حضرات خلفاے ثلثہ کی تمام غزواتی کارروائیان کہے دیتی ہین کہ آپ حضرات حضرت رسولؐ مقبول کی ریاست دینی کو ریاست دینی نہین سمجھتے تھے اگر ریاست دینی سمجھتے تو غزوات سے جان نہین چُراتے غزوات سے فرار نہین اختیار کرتے اور حضرت رسولؐ کے وقت آخر مین جیش اُسامہ کی شرکت سے گریز نہ کرتے - دل سے مسلمان ہونے پر کوئی مسلمان ایسے غیر مطبوع امور کا مرتکب نہین ہوسکتا ہے - اب اہل انصاف دیکھین کہ حضرت عمر یا آپ کے انداز کے دیگر حضرات سپر اسلام کہے جانیکا خس برابر بھی استحقاق رکھتے ہین یا نہین - یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت رسولؐ بھی مہاجرین کی حقیقتون سے ناواقف نہین تھے ہر مہاجر کے انداز و روش سے خبر رکھتے تھے - تقاضاے نبوت کے علاوہ آپ مردم شناسی کی بڑی صلاحیت رکھتے تھے - آن حضرت صلعم کی مردم شناسی آنحضرتؐ کے وقت آخر تک اپنے حال قائم دیکھی جاتی ہے - چنانچہ حافظ ابن جریر طبری تاریخ الرسل والملوک مین لکھتے ہین کہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی بیماری یعنی مرض الموت کی حالت مین ارشاد کیا کہ علیؑ کو میرے پاس بلاؤ - حضرت عائشہ نے کہا کاش آپ ابوبکر کو بلاتے اور حضرت حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے - اتنے مین یہ حضرات وہان مجتمع ہوگئے - آن حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ اگر تمھاری ضرورت ہوگی تو مین خود تمکو بلالون گا - یہ سنکر وہ حضرات چلے گئے - دانا را حرفے بس ست -

آخر مین راقم قصۂ قرطاس درج ذیل کرتا ہے جس سے حضرات اہل سنت کے سپر اسلام یعنی حضرت عمر کی بے عنوانیون کا اندازہ کسی درجہ تک کیا جاسکتا ہے - یہ قصہ اس طور پر کتب اہل سنت مین دیکھا جاتا ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا صلعم کا وقت احتضار ہوا تو دولت کدۂ نبوت مین حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے - حضرت رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ مین تمھارے لیے کچھ لکھ دون جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو - حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہین قرآن ہمارے لیے کافی ہے - اس بات پر حضار جلسہ مین اختلاف واقع ہوا - بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسولؐ اللہ کے

حکم کی تعمیل کرنا ضرور ہے تاکہ آنحضرتؐ جو کچھ چاہیں تمھارے لیے تحریر فرمائیں اور بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ پس حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگون کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادہ کتابت مین حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آن حضرت صلعم کچھ نہ لکھ سکے۔ مضمون بالا صحیح مسلم مین بروایت ابن عباس درج ہے اور صحیح بخاری مین بھی بروایت سعید بن جبیر مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایسا فرمایا مگر اتنی افزایش کے ساتھ کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہذیان پر مبنی تھا اور یہ کہ نبی کریمؐ کے حضور مین تنازع مناسب نہ تھا۔ یہ مضمون کتابت اور ہذیان گوئی کا مسند احمد مین بھی بروایت سعید ابن جبیر لکھا جاتا ہے اور یہ روایت سعید ابن جبیر صحیح مسلم مین بھی درج ہے۔ صحیح مسلم و صحیح بخاری و مسند احمد کے علاوہ شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض مین لکھتے ہین کہ حدیث بالا کے بعض طرق مین ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبر صاحب ہذیان بکتے ہین۔ کتاب ملل و نحل مین بھی علامہ شہرستانی لکھتے ہین کہ بخاری نے کتاب صحیح مین اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یون روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ کے مرض مین زیادتی ہوئی تو آن حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے سامان کتابت دو تاکہ مین تمھارے لیے کچھ لکھ دون جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہو۔ یہ سُنکر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبرؐ صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہین (راقم کہتا ہے کہ ایسا کہنے کا مطلب ہذیان گوئی کے سوا دوسرا نہین ہو سکتا یعنی غلبۂ مرض مین آن حضرت صلعم اول فول بکتے ہین) ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے۔ چنانچہ جب اس بات پر شور و غل ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ تم لوگون کو لازم نہین کہ میرے حضور مین تنازع و اختلاف کرو اسی پر عبداللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کے درمیان حائل ہو کر آن حضرت کو کتابت سراپا ہدایت سے باز رکھا۔ واضح ہو کہ اسی فساد کا نام قصہ قرطاس ہے جسکا ذکر شاعرانہ پیرایہ مین اُستاد ناسخ مرحوم نے اپنے شعر ذیل مین فرمایا ہے ؎

خط وہ لکھتے ہین مگر لکھنے نہین دیتے قیب ۔۔۔ ماجرا یہ بھی کم از قصۂ قرطاس نہین

کتابت بالا کے قصہ کو طبرانی نے بھی بروایت حضرت عمر یون لکھا ہے کہ جناب رسول خدا نے بحالت مرض ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ (سامان کتابت) میرے پاس لے آؤ تاکہ مین ایک ایسا کتبہ لکھ دون جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو۔ مخدرات عصمت نے پردے کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ کا ارشاد نہین سنتے ہو۔ حضرت عمر نے اُن بیبیون کو جواب دیا کہ تمھاری مثال صواحبات یوسف کی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیماری مین روتی ہو اور بوقت صحت اُن کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔

(راقم کہتا ہے کہ ماشاءاللہ کیا جواب صادر ہوا سوال از آسمان وجواب از ریسمان) یہ سنکر آن حضرتؐ نے فرمایا کہ ان عورتون سے متعرض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہین (راقم کہتا ہے کہ یہ فرمودہ حضرت رسول صلعم کا لغو نہ تھا۔ اس لیے کہ اُن بیبیون سے کوئی بھی نرغۂ اعدا مین رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر کبھی فرار نہین ہوئی یقین پس حسب فرمودۂ رسولؐ وہ بیبیان حضرت عمر سے پھر بھی غنیمت اور بہتر تھین)

واضح ہو کہ قصۂ قرطاس کے صحیح ہونے مین کسی کو جائے گفتگو نہین ہوسکتی۔ اب حضرات ناظرین اس قصہ کے اجزا پر نظر انصاف ڈالین کہ اس کے اجزا سے کیا کیا باتین ثابت ہوتی ہین۔ اس قصہ کے متعلق ایک نہایت ممتاز بزرگ حضرت عمر نظر آتے ہین۔ حال یہ ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے وقت آخر مین کچھ ایسے امر کو حوالۂ قلم کرنا چاہتے تھے کہ جو اُمت کے لیے ایسا ضروری تھا کہ جس سے اُمت گمراہی سے بچ سکتی تھی۔ مگر حضرت عمر نے حضرت رسول صلعم کے حکم کو ہذیان یا نتیجۂ مرض قرار دیکر آن صلعم کو کتابت سے باز رکھا اور آن حضرت صلعم کو اس ضروری امر کی کتابت پر قادر نہونے دیا۔ کیا جائے تعجب ہے کہ حضرت رسولؐ اسوقت پورے حواس مین تھے اگر پورے حواس مین نہین ہوتے تو مخالفان کے شور وغل پر اُن مخالفین کو اپنے سامنے سے چلے جانے کے لیے کیون حکم دیتے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ نبی کے حضور مین شور وغل سزاوار نہین ہے اس امر پر پورے طور پر دال ہے کہ حضرت رسولؐ پورے طور پر حواس مین تھے اور مرض کے باعث ہذیان یا کوئی لغو امر زبان پر نہین لا رہے تھے۔ حضرت عمر کی یہ جرأت کہ آن حضرت صلعم کی طرف ہذیان یا لغوگوئی کی نسبت کرکے آن حضرت کو کتابت ضروری سے باز رکھا صاف کہے دیتی ہے کہ حضرت عمر دل سے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ اگر حضرت رسولؐ کو حضرت عمر نبی برحق سمجھتے تو ایسی حرکت حضرت عمر سے زنہار ظہور مین نہین آتی۔ کم سے کم حدیبیہ کا شک فی النبوت تو حضرت عمر کے دل سے نہین گیا تھا علاوہ اس کے حضرت عمر کے معاملات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر آن صلعم کی نبوت کو نبوت نہین سمجھتے تھے آن حضرت صلعم کی نبوت کو حصول ریاست دنیوی کا ذریعہ جانتے تھے۔ اگر آن حضرت کی نبوت کو نبوت سمجھتے تو جو امور حضرت عمر سے سرزد ہوا کیے اور جن کے بیانات پر یہ تصنیف راقم کی مشتمل ہے۔ ہرگز ہرگز سرزد نہین ہوسکتے تھے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص دل سے اقرار نبوت کرے اور نبی کے حکم کی تعمیل سے حضرت عمر کی طرح رو گردانی کرے۔ حضرت عمر کے معاملات سے تو ہویدا ہے کہ حضرت عمر اپنے ہمخیال افراد کیطرح احکام نبوی سے سرتابی کرتے رہے غزوات رسول اللہ مین حضرت رسول حضرت عمر اینڈ کو چیخ چیخ کر پکارتے ہی رہے کہ نہ بھاگو مگر جماعت فرارین نے کبھی حضرت رسول کی ایک بھی نہین سُنی صلح حدیبیہ مین حضرت عمر حضرت رسولؐ کے مخالف بنے رہے۔ جیش اُسامہ کے ساتھ حضرت رسولؐ مقبول نے جانے کی تاکید اکید کی حتی کہ حکم نبوی سے مخالفت کرنے والے کو ملعون خدا بھی فرمایا۔ مگر حضرت عمر اینڈ کو گھر سے باہر نہ نکلے۔

اہل انصاف دیکھین کہ ایسی نافرمانیون کے بعد کوئی دعویدار اسلام مسلمان کہے جانے کا مستحق ہوسکتا ہے یا نہین اگر حضرت عمر دل سے اقرار نبوت رکھتے تو حضرت رسولؐ کے سامان کتابت طلب کرتے ہی دوڑکر حکم نبوی بجا لاتے امت وہی اُمت ہے کہ جو اپنے نبی کا حکم بجا لائے۔ ایسا شخص کبھی مسلمان نہین ہوسکتا جو نبی کے حکم سے علی الرغم کسی حالت مین سرتابی کرے اور اپنی سرتابی کو قرین صواب سمجھے۔ حضرت رسولؐ نے جس وقت سامان کتابت کی فراہمی کا حکم دیا تھا اسوقت بھی آن حضرت رسول تھے۔ علالت کی وجہ سے عہدۂ رسالت سے معزول نہین کیے گئے تھے۔ پھر حکم رسولؐ سے سرتابی چہ معنی دارد۔ یہ بھی نہین تھا کہ علالت کی وجہ سے کوئی نامربوط کلام آن حضرت صلعم زبان پر لائے تھے۔ عند اللہ جو آپ کا عہدہ تھا اس کی بجا آوری فرما رہے تھے یعنی کچھ نہایت ضروری امر حوالۂ قلم کرکے امت کو گمراہی سے بچالینا چاہتے تھے۔ ہزار افسوس کہ حضرت عمر اینڈ کو نے ایسے ضروری اور ہدایت آگین امر کو حوالۂ قلم ہونے نہ دیا اور ہزارون اُمت محمدی کو اپنی طرح مبتلائے گمراہی ہونے دیا۔ یہ امر کہ حضرت رسولؐ حکم قرطاس وقلم صادر فرمانے کے وقت تمامتر ہوش وحواس مین تھے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعد واقعۂ قرطاس کے حسب تحریر صاحب روضۃ الاحباب حضرت فاطمہؑ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے فرزندون کو لاؤ۔ حضرت سیدہؑ حسنین علیہم السلام کو لائین۔ دونون صاحبزادے سلام کرکے اپنے جد کے پہلو مین بیٹھ گئے اور آن حضرت کو تکلیف مرض کی حالت مین دیکھکر ایسا روئے کہ دیکھنے والے رونے لگے۔ حسنؑ نے اپنا مُنھ رسول اللہ کے منھ پر اور حسینؑ نے اپنا سر آنحضرت کے سینے پر رکھدیا۔ آن صلعم نے آنکھین کھول دین اور شاہزادون کو بنظر شفقت والفت پیار کرکے دونون شاہزادون کی تعظیم ومحبت کے باب مین سب کو وصیت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ میرے برادر عزیز علیؑ کو لاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالتمآب کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آن حضرت نے اپنا سر مبارک بستر سے اُٹھاکر اُن کے بازو پر رکھدیا اور فرمایا کہ اے علیؑ فلان یہودی سے مین نے تجہیز جیش اُسامہ کے لیے اس قدر قرض لیا ہے خبردار اس کو ادا کردینا اور اے علی تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور میرے بعد تم کو بہت سخت صدمات پہونچین گے تم ان کو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا کو اختیار کیا تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔ اے پیروان حضرت عمر اینڈ کو اب آپ خدا کو حاضر وناظر جان کر بتائین کہ کیا ایسا بیمار جو اپنی بیٹی سے یہ کہے کہ میرے نواسون کو بلاؤ۔ اور جب نواسے آوین تب اپنی اُمت کو اُن کی تعظیم اور محبت کے بارے مین وصیت کرے پھر اپنے بھائی حضرت علیؑ کو بلاکر ادائے قرض کی ہدایت کرے پھر اُسے سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہونے کی خوش خبری سناوے اور اسکے بعد صبر کی تعلیم فرمائے اور دُنیا کو چھوڑکر دین کے اختیار کرنے کی ہدایت کرے کبھی بدحواس قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا ایسے بیمار کی نسبت کبھی ہذیان کی نسبت حقاً کی جا سکتی ہے یا اس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ

غلبۂ مرض کی وجہ سے قول لایعنی زبان پر لا رہا ہے ۔حق یہ ہے کہ حضرت عمر کا ایسا کہہ جانا مطلب خاص سے تھا ۔آپ نہین چاہتے تھے کہ حضرت رسولؐ نے جو زبانی طریقہ پر غم غدیر مین حضرت علیؑ کو اپنا جانشین قرار دیا تھا اس کا اعادہ اب تحریری طریقہ پر بھی فرما دین ۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو تحریرًا بھی اپنا جانشین قرار دینے کو تھے مگر حضرت عمر کی مخالفت کے باعث تحریری طور پر حضرت علی کو اپنا جانشین نہین بنا سکے ۔حضرات اہل سنت کہتے ہین کہ حضرت ابوبکر کو حضرت رسول صلعم تحریری طریقہ پر اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے ۔اگر یہ سچ ہے تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر جو ظلم کیا سو کیا ۔امتیان محمدی پر اور بھی زیادہ ظلم کیا ۔ اس لیے کہ اگر حضرت رسول حضرت ابوبکر کو تحریری طریقہ پر اپنا خلیفہ بنا جاتے تو خلافت کا جھگڑا ہی پاک ہو جاتا خلافت کے متعلق مسلمانون کی مخالفت باخود ہا کبھی ظہور مین نہ آسکتی ۔اس مخالفت نے اسوقت تک مسلمانونکو ہزار ہزار طرح کے صدمے پہونچائے ہین اور تا قیامت پہونچاتے رہین گے ۔ بہر حال حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ حضرت رسول صلعم سامان کتابت کا فراہم کرنا غلبۂ مرض کی حالت مین فرما رہے ہین سراپا دروغ در دروغ اور مبنی بر مطلب خاص تھا ۔کوئی شک نہین کہ بہ ثبات ہوش و حواس حضرت رسول صلعم نے سامان کتابت کے پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا ۔مگر اس فرمانے سے حضرت عمر کے دل مین یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہین خم غدیر کے زبانی معاملۂ استخلاف علیؑ کو اپنے وقت آخر مین آپ تحریری نہ کر ڈالین اس لیے حضرت عمر نے حضرت کے حکم کی نسبت بدحواسی کی ایک نفرت آگین پخ لگا دی ۔واہ واسبحان اللہ کیا حضرت عمر کی حق گوئی اور صدق مقالی تھی نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ۔اب پیروان حضرت عمر ایمانًا بتلا وین کہ کوئی شخص ایسی ناحق گوئی اور غیر صدق مقالی سے متصف سپر اسلام کہے جانے کا استحقاق رکھ سکتا ہے یا نہین ۔ ہزار حیف کہ حضرت عمر ایسے شخص نے حضرت رسولؐ کی تحریری ہدایت کو وقوع مین آنے نہین دیا ۔لاریب آن حضرت صلعم ضرور کوئی امر حوالۂ قلم فرمانے کو تھے اور وہ کوئی ایسا امر تھا کہ جس کی تبعیت سے امت محمدی گمراہی سے بچ جانے والی ہوتی ۔مگر آفرین کیجیے حضرت عمر کو کہ اپنے خدشات کی بنا پر امت محمدی کو آیندہ کی گمراہی سے محفوظ رہنے نہ دیا ۔ایسی کارروائیون کے بعد بھی شاعر صاحب نے اپنے شعر مرقومہ بالا مین حضرت عمر کو سپر اسلام باندھ ہی دیا ۔آپ فرماتے ہین کہ ؎

نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی   جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

یہ شعر تمامتر ویسا ہی ہے کہ جیسا ایک سنی صاحب مرثیہ گو کی ٹیپ کا یہ مصرع ہے ع

"لڑتے تھے (امام حسینؑ) اور لب پہ دم چار یار تھا"

واقعات کے ملانے سے تو تمامتر ہویدا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول صلعم سے نہ ملتے ہی اور نہ آن حضرت صلعم کے کسی عہد مین سپر اسلام بنے آن حضرت کی رحلت کے بعد اگر کسی وقت مین سپر اسلام بنے ہو تو بنے ہون ۔

حق یہ ہے کہ اہل انصاف جو اس کتاب یا اس کے اس ضمیمہ پر نظر ڈالین گے ہرگز حضرت عمر کو سپر اسلام نہین کہہ سکین گے۔ یون اہل تعصب حضرت عمر کو جیسا چاہین ویسا قرار دین۔ راقم کو اہل تعصب سے نہ کوئی بحث ہے اور نہ کوئی امید خیر۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ حق گوئی و حق پرستی سعید ازلی کا شیوہ ہے اور امر ہدایت تمامتر خدا کے ہاتھ ہے۔ حضرت حذیفہ کو خداے پاک نے نگہبان حضرت رسول مقبول کا بنایا۔ اہل عقبہ سزاوار نار ہو گئے۔ علی مرتضیٰ کو اپنا شیر بنایا۔ فرارین غزوات رسول مبتلاے روباہ بازی رہے۔ حُر کو لشکر کفار سے علحدہ کر کے مددگار و جان نثار حسینؑ کر دیا۔ اہل شام مستوجب لعنتِ ابدی ہو گئے۔ مولوی شیخ احمدؒ دیوی کو ابوذر بنا دیا مگر اہل دیوبند امیر معاویہ کے نام لیوا بنے رہے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کے حسب حال شعر ذیل نظر آتا ہے ؎

گہ آری خلیلے ز بتخانہ — کنی آشنائی بہ بیگانہ

معاملات خداوندی کچھ سمجھ مین نہین آتے بقول ذوق علیہ الرحمۃ ؎

سمجھ ہی مین نہین آتی ہے کوئی بات ذوق اُسکی — کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

خداوندا بیحد شکر تیرا کہ راقم کی زندگی ولاے اہلبیت علیہم السلام مین بسر ہو رہی ہے۔ اس کی پوری امید ہوتی ہے کہ اس کی بقیہ زندگی بھی اسی ولا کے ساتھ بسر ہو جائے گی۔ اور انشاء اللہ تعالے بمفواے الانسان مع من احبہ ابد الآباد تک سایۂ خاندان مصطفوی مین اُسے روحی آسایش نصیب رہیگی۔

من و دست و دامانِ آل رسول

ضمیمہ نمبر ۲

حضرت علیؑ کی بے وقری از دست معاندین

ایک سُنی صاحب فرماتے ہین کہ علی مین کیا ہے جو دوست داران علیؑ علی پر اسقدر فریفتہ نظر آتے ہیں ۔ علی داماد رسولؐ اور چچیرے بھائی حضرت صلعم کے تھے اِس کے سوا علیؑ میں کیا صفت ایسی ہے جو حضرت شیخین پر اُن کو ترجیح کی صورت حاصل ہو سکتی ہے "۔

جواب راقم یہ ہے کہ ایسا قول اُسی کا ہو سکتا ہے جس کو تعصب اور عداوت علیؑ نے اندھا بنا رکھا ہے ۔ مولوی معنوی نے خوب فرمایا ہے کہ ؎

تو بہ تاریکی علی را دیدہٗ زان سبب بروے دگر بگزیدہٗ

راقم کہتا ہے کہ تمام اہل اسلام مین علیؑ کی وہ ذات ہے جس کی نظیر ابتداے ظہور اسلام سے اسوقت تک کہیں نہیں دیکھی جاتی ۔ فضائل و محامد علیؑ کے راقم کسی درجہ تک کتاب مصباح الظلم اور اس کتاب مناظر المصائب میں بھی حوالۂ قلم کر چکا ہے مگر اب ضرورت وقتی سے بقدر ضرورت بہ سبیل اختصار یہان اس اعادہ پر اپنے کو مجبور پاکر اہل انصاف سے طالب داد ہوتا ہے ۔

(۱) پہلے راقم حضرت علیؑ کے مضمون دامادی اور اخوت رسولؐ پر نظر تنقید ڈالتا ہے ۔ واضح ہو کہ اگر اہلسنت کی آنکھ مین یہ صفتین دامادی اور اخوت کی محقر معلوم ہون تو ہون ۔ گر بجاے خود یہ دونون صفتین اس درجہ کی ہین کہ ذات علیؑ کے لیے خداے پاک نے اُٹھا رکھی تھین ۔ شوہر فاطمہ علیہا السلام اور برادر رسولؐ ہونا دشمنان خاندانِ مصطفویؐ کی آنکھون مین جو ایک امر قلیل یا معمولی معلوم ہوتا ہے ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایسے بد ترکیب مسلمانون کی نظرون مین خدا اور رسولؐ دونون ہی کی وقعت خس برابر نہین ہے اور فرمودۂ خدا و رسولؐ کوئی وزن ہی ایسے دشمنانِ اہل بیتؑ کے نزدیک نہین رکھتا ہے ۔ ایسی حقارت کے الفاظ کے ساتھ حضرت علی کو یاد کرنا اس امر پر دال ہے کہ ایسے قائل کے نزدیک قول خدا و رسولؐ کوئی شے نہین ہے ۔ مخالفان علی یاد رکھین کہ حضرت فاطمہؑ یکے از پنجتن پاک ہین ۔ حضرت فاطمہؑ آیۂ تطہیر اور آیۂ مباہلہ مین شامل ہین ۔ یہ پنجتن حضرت رسولؐ و حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ و حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ ہین اِن کے سوا اور کوئی شخص داخل پنجتنؑ نہین ۔ گو کچھ متعصب اور ناحق شناس مسلمانون نے حضرت عائشہ اور بعض دیگر افراد کو داخل اہل بیت ہونے مین ناکامیابی کے ساتھ کوشش کی ہے ۔ بس جاننا چاہیے

کہ حضرت فاطمہؑ ایسی بیٹی رسول اللہؐ کی ہین کہ داخل پنجتن ہین۔ ضرور تھا کہ ایسی بیٹی کا بیاہ بھی ایسے ہی شخص سے ہو جو داخل پنجتن ہو۔ حضرت علیؑ سے جو حضرت فاطمہؑ کا بیاہ حضرت رسول عمل مین لائے تو یہ بیاہ نہایت برابری کا دیکھا جاتا ہے۔ اگر حضرت رسولؐ حسب درخواست حضرت عمر حضرت سیدہ کا بیاہ حضرت عمر کے ساتھ کر دیتے تو یہ برابر کا بیاہ نہ ہوتا۔ حضرت علیؑ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ ایسی پاک ذات بیٹی کا بیاہ حضرت رسولؐ نہین کر دے سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر کی درخواست پر حضرت رسولؐ نے مطلق توجہ نہین فرمائی اور حضرت عمر سے فرمادیا کہ ابھی فاطمہ کم عمر ہے چونکہ حضرت عمر جانتے تھے کہ حضرت فاطمہ مطہر و پاک پیدا ہوئی ہین۔ آپ کو چارہ اس سے نہ تھا کہ حضرت علیؑ کے سوا کسی اور شخص کی زوجیت مین آپ کو دین۔ حضرت علیؑ وہ مطہر اور پاک تھے کہ داخل آیت تطہیر ہونے کے علاوہ آپ اپنے کسی حصۂ عمر مین مبتلائے شرک نہین ہوئے تھے اور نہ آپ نے کبھی شراب ہی پی تھی۔ حضرت عمر کا مذہب ایک عرصۂ دراز تک مشرکان قریش کا مذہب رہا تھا اور حسب رواج قریش شراب پیتے رہے تھے اور جب تک شراب اسلام مین حرام نہین کر دی گئی تھی آپ شراب پیتے رہے اور بعد حرمت شراب کے بھی آپ نے حضرت ابوبکر کی طرح شراب پی۔ پنجتن پاک علیہم السلام سے کسی وقت مین ایک نفس نے کبھی شراب نہین پی اور کسی بُت کی پرستش نہین کی۔ حضرت فاطمہؑ کا بیاہ حضرت عمر کے ساتھ ایک بے جوڑ بیاہ ہوتا۔ پس بیاہ حضرت سیدہ کا حضرت علیؑ کے ساتھ برابر کی حیثیت کے ساتھ ہوا اور یہ بیاہ مرضی خدا اور رسول کے ساتھ ظہور میں لایا گیا جیسا کہ کتابون سے ظاہر ہوتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ حضرت عمر کو اپنی ناکامیابی کی وجہ سے بُرا گزند گزرا اور اسی کامیابی کی بنا پر حضرت عمر کو تمام عمر حضرت فاطمہؑ اور بھی حضرت علی سے عناد لاحق رہا۔ جیسا کہ کتب تاریخ سے ہویدا ہے۔ خود قول حضرت عمر کا کہ "فاطمہ از زنے بیش نیست" آپ کے عناد قلبی سے پورے طور پر خبر دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ عناد قلبی کے بغیر کوئی قائل ایسا قول لایعنی زبان پر نہین لاسکتا ہے۔ ایسی ذات کو جو فرزند رسولؐ ہو اور بھی داخل پنجتن ہو اس بے ادبانہ انداز سے یاد کرنا کہہ دیتا ہے کہ حضرت عمر کو حضرت فاطمہؑ کے ساتھ کس طرح کا عناد لاحق تھا جو اس طرح کا قول دور از ادب زبان پر لاسکے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یون تو حضرت عمر فطرت سے سخت گو اور بد زبان تھے مگر قول بالا مین آپ کی ناکامیابی کا پورا اثر دیکھا جاتا ہے سخت گو اور بد زبان عادل نہین ہو سکتا۔ یہ حق حضرت فاطمہؑ کا کہ آپ کی شان مین کوئی مسلمان کوئی بے ادبی کا کلمہ زبان پر نہ لاوے جمیع مسلمان پر ہے۔ حضرت عمر کا حضرت سیدہ کو اس حقارت کے ساتھ یاد کرنا حضرت سیدہؑ کی بڑی حق تلفی ہے

خبر دیتا ہے - اگر حضرت عمر عدل پرور ہوتے تو حضرت سیدہ کے اس حق سے روگردانی نہ کرتے - خیر مخالفان علیؑ و فاطمہؑ سمجھین کہ حضرت رسول کی دامادی کوئی لاشئے امر نہین ہے - اور اس رشتہ برتر کو حضرت عمر کی آنکھ سے نہ دیکھکر اس کہنے کے مرتکب نہ ہون کہ "علی مین حضرت رسول کی دامادی کی صفت کے سوا اور کیا صفت حاصل تھی" معاذاللہ معاذاللہ - ۵

از خدا خواہیم توفیقِ ادب   بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اب دوسرا امر جو اخوت سے تعلق رکھتا ہے - اس کی نسبت راقم یہ عرض کرتا ہے کہ یہ صفت حضرت علیؑ کی کچھ کم قابل لحاظ نہین ہے - تحریر ذیل پر حضرات ناظرین نظر توجہ ڈالین -

حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم کے حقیقی چچا زاد بھائی اور محسن زادے تھے - آپ مان اور باپ دونون طرف سے بنی ہاشم تھے - کس واسطے کہ مان آپ کی فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم تھین اور آپ کے والد بزرگوار حضرت ابوطالب حضرت رسول صلعم کی طرح اولاد ہاشم سے تھے - آپ حضرت رسولؐ صلعم کے محسن زادے کہے جانے کا استحقاق اس طور سے رکھتے ہین کہ آنحضرت یتیم تھے حضرت ابوطالب نے آن حضرتؐ کو پالا اور بے پدری کے غم کو آپ کے قلب مبارک مین نہ آنے دیا - جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے جان و مال سے آن حضرت کے معین و مددگار رہے اور کفار مکہ کے وار روکتے رہے اور اپنے عرصۂ حیات تک جناب پیمبر خدا صلعم پر کسی طرح کا آسیب آنے نہ دیا - حق شناس کے نزدیک حضرت علی کی محسن زادگی کوئی امر خفیف متصور نہین ہو سکتی - خلفائے ثلٰثہ مین یہ صفت محسن زادگی کی تمامتر معدوم نظر آتی ہے - اگر کسی مخالف علی سے ہو سکے تو اس صفت کی نسبت کا ثبوت حضرات ثلٰثہ کے لگاؤ سے پیش کرے - یہ کہ حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کے چچا زاد بھائی تھے اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا - البتہ حضرت عمر ہی کا یہ جگرا تھا کہ طیش کی حالت مین بول گئے کہ علیؑ رسول اللہ کے بھائی نہین تھے - یہ کون سا عدل ہے کہ کسی کا بھائی اُس کا بھائی نہ مانا جائے - واقعی حضرت عمر کی یہ کیسی عدل پروری تھی کہ حضرت علیؑ کے برادر رسولؐ ہونے سے زور و شور کے ساتھ منکر ہو گئے - واہ ری آپ کی عدل پروری اور واہ ری آپ کی خوبی مزاج - حضرت عمر کے پیرو صاحب جو میری اس تحریر کے مخاطب ہین ہرچند حضرت عمر کی طرح منکر اخوت رسول نہین ہوئے ہین تاہم اس صفت اخوت رسول کو جیسا کہ بالا مین حوالۂ قلم ہو چکا ہے نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا ہے - اُن سے راقم کی یہ عرض ہے کہ اخوت بالا کے مضمون پر نظر حق ڈالین تب اُنھین معلوم ہو جائے گا کہ مضمون بالا کیا بلند پائگی رکھتا ہے - یون تو یہ رشتۂ اخوت کسی حال مین قدر و منزلت سے خالی نہین ہو سکتا - مگر جب حضرت رسول صلعم نے

بہ شان علی مرتضیٰؑ یہ فرمایا کہ انت اخی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ یعنی اے علیؑ تم میرے بھائی دنیا اور دین مین ہو تو اس اخوت کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا۔ اخوت آخرت کی معمولی بات نہین ہے۔ یہ وہ اخوت ہے کہ جسکی بنا پر حضرت رسول صلعم کا تعلق حضرت علی کے ساتھ دوامی حیثیت کا دکھائی دیتا ہے۔ دنیا چند روزہ ہے۔ تعلق دوامی ہی اصل شے ہے۔ حضرت رسولؐ کے اس تعلق دوامی سے حضرت علیؑ کا پایہ عجب طرح کی شکل امتیاز رکھتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ خداے پاک کے نزدیک حضرت علیؑ ہی ایسا درجۂ امتیاز رکھتے ہین کہ جس کی نظیر تمام اُمت محمدیہ مین نہین دیکھی جاتی ہے دنیا کی اخوات ایک عارضی اخوات ہے جو تھوڑے عرصہ مین طے ہو جاتی ہے۔ دنیا کیا اور اس کی اخوت کیا۔ یہ اخوت آخرت ہی ہے جس کو دوامی بقا کی صورت حاصل ہے۔ اسی لیے حضرت رسول صلعم نے حضرت علی کو مخاطب کرکے آپ کے ساتھ اپنے تعلق دوامی کا اظہار کر دیا معترض صاحب دکھائین تو کہ حضرت رسولؐ صلعم نے کبھی بھی ایسا اظہار تعلق اُن کے کسی پیشوا کے ساتھ فرمایا ہے۔ پس قائل قول بالا کا حضرت علیؑ کو الفاظ حقارت انگیز کے ساتھ یاد کرنا حق کشی پر مبنی ہونے کی وجہ سے مقدوح در مقدوح ہونے کے سوا اور کیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ راقم کو جب سے حضرت رسول صلعم کے قول بالا پر نظر غور ڈالنے کا اتفاق ہوا ہے تب سے اخوت دنیا کو وہ ایک ذلیل شے سمجھے ہوئے ہے۔ اُس کا وزن اُس کے پاس اسی قدر ہے جتنا ہر دنیوی شے کا وزن طالب آخرت کو ہونا چاہیے۔ بالمختصر حضرت رسول کی اخوت حضرت علی کے ساتھ ہر گز ایک محقر شے نہین سمجھی جا سکتی ہے اور ہر گز اس کے قابل نہین ہے کہ حقارت انگیز لفظون سے یاد کی جائے۔ جس شخص نے تحقیر کے ساتھ اس کو یاد کیا ہے حق یہ ہے کہ اُس نے حضرت صلعم کی تحقیر روا رکھی ہے اور حضرت صلعم پر دعوئے اسلام کے ساتھ سخت ظلم کیا ہے۔ یہ وہ درجۂ اخوت ہے کہ امتیان محمدیؐ سے کسی کو نصیب نہ ہوا اور حضرت علیؑ کے ساتھ مختص کیا گیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ مدینہ مین حضرت رسول نے اپنے امتیون کے ساتھ دوٗ دوٗ آدمیون کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا اور حضرت علیؑ کو کسی کا بھائی قرار نہین دیا۔ جب حضرت علیؑ نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے بھائی دنیا اور دین مین ہو۔ اے مخالفان علیؑ بتلائیے کہ جب ایسا شرف کسی کو امتیان محمدیؐ سے نصیب نہ ہوا تو یہ ایسا شرف ہے جو مخالفت علیؑ کی بنا پر کوئی مسلمان یہ کہہ نہین سکتا ہے کہ برادر رسولؐ ہونے کے سوا علیؑ مین اور کیا صفت موجود تھی۔ اب ذیل مین راقم اور بھی ایسی صفتین حضرت علیؑ کی حوالہ قلم کرتا ہے جو دامادی اور اخوت کی صفتون کے علاوہ ایسی صفتین ہین جن سے پیشوایان اہل خلاف وجمیع امتیان محمدیؐ کو کوئی علاقہ نہین نظر آتا ہے۔ یہ صفتین بسبیل اختصار نمبروار حوالہ قلم ہوتی ہین۔

(۱) حسب ونسب مین جناب مرتضیٰ رسولِ خدا کے ہمسر تھے۔ حضرت شیخین کو یہ شرف حاصل نہ تھا حضرت شیخین دو گمنام قبیلہ کے بزرگوار تھے۔ آپ کے قبیلون کو قبیلۂ بنی ہاشم سے برابری کا دعویٰ نہین ہوسکتا۔ حضرت خلیفۂ ثالث حیثیت قبیلہ کے اعتبار سے حضرت رسول صلعم کے مدمقابل تھے۔ مگر پوشیدہ نہین ہے کہ اپنی بدکردارین کے باعث قبیلۂ بنی اُمیہ مردودِ خدا و رسولؐ دکھائی دیتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس قبیلۂ کو شجرۂ ملعونہ کے خطاب سے یاد فرماتا ہے اور حضرت رسول صلعم کو اس قبیلہ سے بے حد نفرت لاحق تھی

(۲) حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم کے جان وتن تھے جیسا کہ لحمک لحمی و دمک دمی ونفسک ونفسی وروحک وروحی سے عیان ہوتا ہے۔ مخالفان علیؑ اگر ہوسکے تو کسی امت محمدی کی شان مین ایسی حدیث دکھلاوین۔ اس حدیث کی بنا پر حضرات ثلٰثہ علی مرتضیٰ سے کسی نہج پر صاحب عقل وانصاف کے نزدیک افضل مانے جاسکتے ہین۔ گر لحمک لحمی یہ حدیث نبوی ہے۔ بے صل علیؑ نام علی بے ادبی ہے حضرات ثلٰثہ کا موازنہ حضرت علیؑ کے ساتھ شکل امکان ہی نہین رکھتا۔ شقی ازلی کے سوا کوئی بھی اتباع محمدی سے کسی کو علی سے افضل اور برتر نہین مان سکتا ہے۔ اس حدیث کے بعد نعوذ باللہ کون علیؑ کا ہمسر مانا جاسکتا ہے۔ جو ناعاقبت بین علیؑ کو کسی طرح پر مفضول سمجھتے ہین وہ دراصل عبدالرحمٰن بن ملجم کے گروہ کے اشخاص ہین۔

(۳) جب فرمودہ حضرت رسول صلعم کا یہ ہے کہ انا و علی من نورٍ واحد یعنی ہم اور علی نور واحد سے ہین تو حضرات ثلٰثہ یا کسی کو حضرت علیؑ کے ساتھ کیونکر دعویٰ ہمسری کا ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث مقبولہ بڑے بڑے علما کی ہے بیچارے شاہ عبدالعزیز بہ تبعیت ملائے نصراللہ کابلی اُسے نہ مانین تو نہ مانین۔ جن ناظرین کو رفع شک کرنا ہو کتاب اتحاف الاسلام کے صفحہ ۵ کو ملاحظہ فرمالین

(۴) آپ داخل آل عبا ہین۔ یعنی داخل آیۂ تطہیر ہین یہ شرف حضرات ثلٰثہ کو کب حاصل ہوا اس آیت کی بنا پر آپ یکے از پنجتن پاک مانے جاتے ہین۔

(۵) آپ یکے از اہل بیت نبوی ہین جیسا کہ آیۂ تطہیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ شرف بھی حضرات ثلٰثہ کو کبھی نصیب نہ ہوا۔

(۶) آپ یکے از چہاردہ معصوم ہین وجود چہاردہ معصوم کا ابن عباس سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ یہ شرف حضرات ثلٰثہ کو کب حاصل ہوا۔

(۷) آپ اول خیل ائمہ ہین۔ حسب فرمودۂ رسولؐ آپ یہ حیثیت رکھتے ہین۔

(۸) آپ آیت مباہلہ کے روسے بھی داخل اہل بیت نبوی ہین۔ سعد ابن ابی وقاص سے مسلم

روایت کرتے ہین کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تب جناب رسول اللہ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا اللھم ھؤلاء اھل بیتی۔ حضرات ثلٰثہ کو اگر یہ شرف حاصل ہوا ہے تو مخالفان علیؑ اس کا ثبوت دین۔

(۹) آپ حضرت رسول صلعم کے نزدیک محبوب ترین شخص تھے جیسا کہ حدیث طیر سے ظاہر ہوتا ہے اس حدیث کو ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ اگر اس طیر بریان سے حضرات ثلٰثہ کو ایک ہڈی بھی ملی ہو تو مخالفان علیؑ اس کا پتہ دین۔

(۱۰) آپ حضرت رسول صلعم کے لیے حضرت ہارون کی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ حدیث انت منی بمنزلة ھارون من موسٰے سے ظاہر ہوتا ہے (دیکھو بخاری اور مسلم) مخالفان علی کسی اور امتی کے لیے ایسی حدیث بتلا تو دین۔

(۱۱) آپ کو رسول اللہ کے ساتھ عینیت کا درجہ حاصل تھا جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان علیًا منی وانا منه وھو ولی کل مومن (دیکھو ترمذی) عینیت کا ثبوت حدیث نور و حدیث لحمک ولحمی وغیرہ سے بھی ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثون سے حضرت عمر خبر نہین رکھتے تھے ورنہ مواقع بسیار مین آپ حضرت علی کے ساتھ درشتی کے ساتھ پیش نہ آتے مثلاً حضرت عمر کا حضرت علی سے فرمانا کہ مین تیری گردن مارون گا اور تو رسولؐ کا بھائی نہین ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہ قرینۂ غالب حضرت عمر مبتلاے لاعلمی تھے۔ اس لیے کہ مدینہ کی ایک بڑھیا بھی جانتی تھی کہ حضرت عمر کو علم قرآن کچھ نہین حاصل تھا۔ اور یہی حال آپ کی حدیث دانی کا نظر آتا ہے۔ اس پر بھی اہل سنت آپ کو حضرت ابوبکر کی طرح خلیفۂ مجتہد مانتے ہین جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے عیان ہوتا ہے۔ بہرحال راقم خواستگار ہوتا ہے کہ مخالفان علیؑ کوئی حدیث ان علیًا منی کے درجہ کی حضرات ثلٰثہ کی شان مین دکھلا دین۔

(۱۲) آپ جمیع مومنین کے مولیٰ اسی طرح ہین جیسا کہ حضرت رسولؐ جمیع مومنین کے مولیٰ ہین حضرات ناظرین مولیٰ کے مفہوم کی دریافت کی نظر سے راقم کی کتاب مصباح الظلم کے صفحہ ۷۰ و ۷۱ کو ضرور ملاحظہ فرماوین۔ بہرحال مخالفان علی کوئی ایسی حدیث حضرات ثلٰثہ کی شان مین دکھلاوین جو حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے برابر دکھائی دیتی ہو۔

(۱۳) آپ رسول اللہ کی جانب سے اداے حق کرنے کے واسطے تمامتر سزاوار تھے۔ اس قول کی مثبت یہ حدیث یعنی علی منی وانا من علی و لا یودی عنی الا انا و علی۔ راوی اس

حدیث کے حبس بن حنادہ ہین - معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ علی مجھ سے ہے اور مین علی سے ہون اور نہین کوئی حق ادا کرے گا میری طرف سے مگر مین یا علیؑ - اس حدیث کا قصہ نقض عہد مشرکین سے تعلق رکھتا ہے - حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت رسول نے پہلے حضرت ابوبکر کو احکام خداوندی لیکر اہل مکہ کیطرف بھیجا تھا - مگر کچھ منزل حضرت ابوبکر مکہ کی طرف جا چکے تھے کہ وحی نازل ہوئی جس کا منشا یہ تھا کہ رسول اللہ خود مکہ کو تشریف لیجائین یا اپنے برابر کے عزیز سے احکام خداوندی کو اہل مکہ تک پہونچاوین - اس وحی کے آنے پر حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو مکہ کی طرف روانہ کیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ راہ مین حضرت ابوبکر سے احکام خداوندی کو لیکر اہل مکہ کو سنا دینا - چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابوبکر مدینہ کو واپس چلے آئے -
حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام خداوندی کی تعمیل کی صلاحیت یا حضرت رسولؐ رکھتے تھے، یا حضرت علیؑ - جب حضرت ابوبکر مین یہ صلاحیت موجود نہ تھی تو حضرت عمر اور حضرت عثمان مین کیا ہوگی تب حضرت علیؑ کے رہتے ہوئے یہ حضرات ثلثہ حضرت رسول صلعم کے بعد کیونکر آن صلعم کے خلیفہ برحق مانے جا سکتے ہین - حضرت رسولؐ صلعم کی سلطنت سلطنت دینی تھی آن صلعم کے جانشین کو آن صلعم کی صلاحیت کا آدمی ہونا چاہیئے تھا نہ کہ ایسا کہ جس مین اس صلاحیت کا فقدان بالکل ظاہر طور پر پایا جائے قصۂ بالا سے باخبر ہونے کے بعد عقل و حواس کا آدمی حضرات ثلثہ کو برحق جانشین حضرت رسول صلعم کا نہین مان سکتا ہے - یون تعصب و عداوت علیؑ کا گرفتار جیسا چاہے سمجھے -
(۱۴) آپ کی پیدائش خانہ کعبہ مین ہوئی شہادت مسجد مین - کعبہ مین حیات اور مسجد مین ممات جو کچھ پایا خدا کے گھر سے پایا (دیکھو خمیس دیار بکری و مطالب السؤل و خواص الامۃ) حضرت علی کے اس خاص شرف کو ڈباد دینے کے لیے تیسری صدی مین ایک روایت حکیم بن حزام کے لیے وضع کی گئی ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ شخص بھی خانۂ کعبہ مین پیدا ہوا تھا - یہ روایت کوئی شک نہین کہ سُنّیت کی جلوہ گری رکھتی ہے - راقم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہے تو اس سے حضرات ثلثہ کا کیا شرف ثابت ہوتا ہے اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ حضرات ثلثہ بھی حضرت علیؑ کی طرح خانۂ کعبہ مین پیدا ہوئے تھے -
(۱۵) آپ سب سے اول اسلام قبول کرنے والے ہین جیسا کہ خود فرماتے ہین - سبقتکم الی الاسلام طراً غلاماً ما بلغت اوان حلم - لفظ طراً قابل لحاظ ہے - یہ تو عالم اسباب کی بات ہے ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب آپ لحمک لحمی و دمک دمی و نفسک نفسی و روحک روحی اور انا و علی من نورٍ واحد اور ان علیا منی و انا منہ وھو ولی کل مومن کے مصداق ہین تو کسی وقت مین بھی آپ کی طرف شرک و کفر کی نسبت نہین کیجا سکتی ہے - اس کے برخلاف معاملہ حضرات ثلثہ کا

نظر آتا ہے کہ آپ حضرات صرف مشرک پیدا نہین ہوئے بلکہ ایک عرصۂ دراز تک مشرک و کافر رہے۔
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

(۱۶) آپ بڑے صاحب علم و حکمت تھے جیسا کہ فرمودۂ حضرت رسول ہے کہ انا دار الحکمت و علی بابھا۔ ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث انا مدینۃ العلم کی لفظون کے ساتھ بھی مشہور ہے آپ کے اقوال خطبات اشعار اجتہادات وغیرہ وغیرہ آپ کی بڑی حکیمانہ اور عالمانہ حیثیت سے خبر دیتے ہین۔ حق یہ ہے کہ آپ کے علم و حکمت کے مقابلہ مین حضرات ثلثہ کوئی موقر حیثیت نہین رکھتے ہین

(۱۷) آپ سے بڑھکر امتیان محمدی مین کوئی شخص علم قرآن نہین رکھتا۔ آپ کا علم قرآن ویسا تھا جیسا کہ امام کو ہونا چاہیے۔ حضرات ثلثہ کا علم قرآن تمامتر ناقص تھا خاص کر کے علم قرآن حضرت عمر کا۔

(۱۸) آپ کو اور قرآن مجید کو حضرت رسول صلعم نے ساتھ ساتھ یاد فرمایا ہے جیسا کہ فرمودہ آن حضرت صلعم کا ہے یعنی القران مع علی و علی مع القران۔ اس پر بھی حضرت ابوبکر کی یہ کارروائی دیکھی جاتی ہے کہ جب آپ نے قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو آپ نے حضرت علی کی طرف رُخ بھی نہیں کیا زید بن ثابت وغیرہ کو اس کام کے انجام کے لیے مقرر کر دیا اور اس جماعت مقرر شدہ نے قرآن جمع کیا جائے تعجب ہے کہ قرآن جمع کرنے کا اہم معاملہ اختیار کیا جائے اور خلیفۂ وقت ایسی ذات کی طرف جس کا علم قرآن کامل ہو اور جس کی معیت قرآن کے ساتھ حسب فرمودۂ رسولؐ ایک امر مقبول ہو توجہ تک نہ کرین اگر حضرت ابوبکر کو حضرت علیؑ کے ساتھ ذاتی عناد تھا بھی تو اس عناد کو اپنی جگہ پر رہنے دیتے مگر ایسے مذہبی کام مین حضرت علیؑ سے بے رخی چہ معنی دارد۔ عہد خلیفۂ اول کے بعد جب زمانہ خلیفۂ ثالث صاحب یعنی حضرت عثمان کا آیا تو آپ نے قرآن کی تصحیح و ترتیب کی طرف توجہ فرمائی۔ اس کام کے انجام کی نظر سے آپ نے سیکڑون نسخے قرآن موجود کے جلوا ڈالے۔ لیکن ماحصل تمام کارروائیون کا اسی قدر ہوا کہ مکی آیتین مدنی آیتون مین اور مدنی آیتین مکی آیتون مین داخل کردی گئین جس کی بدولت احکام و مضامین کا سمجھنا دقت سے خالی نہین نظر آتا ہے۔ راقم کا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر راڈول (RODWELL) کا قرآن اس وقت مین موجود نہ ہوتا تو راقم کو صحیفۂ عثمان کے سمجھنے مین آسانی نصیب نہ ہوتی۔ یہ تو حال قرآن کی ترتیب کا ہے اب اس کی تصحیح کی طرف حضرات ناظرین توجہ فرمائین ظاہر اس کی ضروری تصحیح اسی پر مشتمل معلوم ہوئی ہے کہ قرآن خداوندی سے نام علی اور ذکر آل محمد کا بڑی مستعدی اور دلیری کے ساتھ خارج کر دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی عناد ذاتی کی بنا پر حضرت عثمان نے بھی حضرت ابوبکر کی طرح ایسے معاملۂ اہم مین حضرت علیؑ کی شرکت گوارا نہ رکھی۔ واہ وا

کیا کہنا ہے۔ جس کی شان مین القرآن مع علی و علی مع القرآن ہو وہ ذات معاملات قرآنی مین پوچھی تک نہ جائے۔ واہ رے امتیان محمدی کا اسلام اور واہ رے خلافت ہائے خودساز کے اہتمام۔
حضرت علیؑ کو تصحیح و ترتیب قرآن مین شریک نہین کرنے کی یہ بھی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی موجودگی مین آپ کے نام اور ذکر آل محمد خارج از قرآن کرنے مین رفقاے حضرت عثمان کو دقت لاحق ہوتی۔ پس آپ کی غیرموجودگی مین کارروائی بالا آسانی کے ساتھ انجام پا سکی۔ امور بالا سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانانِ وقت نے اسلام کو حصول دنیا کا ایک قوی ذریعہ سمجھ لیا تھا کوئی شک نہین کہ اسی لیے مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے۔ کیسی ہجرت اور کیسی حضرت رسولؐ کی تبعیت و اطاعت۔ وہ تنگ چشم جو حضرت رسول کی سلطنت دینی کو دنیاوی سلطنت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اگر سلطنت دینی سمجھتے تو حضرت علیؑ پر معاملات قرآن کو چھوڑ دیتے۔ اس لیے کہ بعد حضرت رسول صلعم حضرت علیؑ سے بڑھ کوئی عالم قرآن نہ تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت رسولؐ حضرت علی کی شان مین القرآن مع علی و علی مع القرآن نہ فرمائے ہوتے۔ پس حضرت ابوبکر کی ناتوجہی یا حضرت عثمان کی پیروی حضرت ابوبکر کی کہے دیتی ہے کہ حضرت علی سے دونون صاحبون کی عدم توجہی تمامتر اغراض دنیوی پر مبنی تھی۔ دونوں صاحبون کے دل سے یہ بات لگی ہوئی تھی کہ امور خلافت سے جہان تک ممکن ہو آل محمد دور رکھے جاوین جس کی وجہ سے اُن کی خلافت خودساز کو شکل استحکام حاصل ہے۔ یہی حال حضرت عمر کا بھی تھا۔ کما لایخفی۔ حضرت عمر کا منشا ابوسفیان و معاویہ کو سرنو سے قوی در قوی بناڈالنا بھی اُسی پالیسی کا تھا جو خلاف مقاصد حضرت رسولؐ صلعم کے تھی۔ اگر خلافت ثلثہ دینی بنا پر قائم ہوئی ہوتی تو آل محمدؐ سے اسقدر بےتعلقی حضرات ثلثہ کو لاحق نہین ہوسکتی تھی۔ کوئی شک نہین کہ حضرات خلفا کی خلافتین دینی ریاستین نہ تھین۔ یہ ریاستین دنیاوی اسباب سے حاصل کی گئی تھین اور روحانیات سے کوئی علاقہ نہین رکھتی تھین۔ روحانی امور آل محمدؐ پر ختم تھے۔ اور جب آل محمدؐ کو کسی طرح کا لگاؤ حضرات خلفا کی خلافتون سے پیدا نہ تھا تو اُن خلافتون مین روحانی انداز کیونکر دیکھے جاسکتے ہین۔

(۱۹) آپ قرآن ناطق ہین جیسا کہ خود فرمودہ آپ کا ہے۔ آپ کو غیر صادق القول وہی سمجھے گا جو امیر معاویہ وغیرہ کی طرح گمراہ ازلی ہوگا۔ راقم مخالفان علی سے پوچھتا ہے کہ خلفاے ثلثہ قرآن ناطق تھے یا نہین یا قرآن کے ساتھ کسی قسم کی نسبت رکھتے تھے یا نہین۔ جواب اس کا سوا نہین کے ہان نہین ہوسکتا۔

(۲۰) آپ عترت جناب رسول خدا صلعم ہونے کے باعث عظمت مین کتاب اللہ یعنی قرآن کے برابر ہین۔ یہ فرمودہ حضرت رسول صلعم کا یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا

کتاب اللہ و عترتی و اھل بیتی کافی طور پر اس کا مثبت ہے کہ علی مرتضیٰ عترت و اہلبیت مصطفویٰ مین داخل ہین - یہ شرف حضرات ثلثہ کو نصیب ہے یا نہین - نہین نہین کے سوا اور جواب کیا ہو سکتا ہے

(۲۱) آپ حیرت انگیز قوت قضا رکھتے تھے جیسا کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اقضٰکم علی اور واقعی آپ کے فیصلے ایسے ہوتے ستھے کہ دُنیا اُسے تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھی - آپ کے بعد لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ قضیۃ ولا ابا حسن لھا - یعنی مقدمہ تو ہے مگر حضرت علی نہین جو فیصلہ کرین - مخالفان علیؑ بتلاوین کہ حضرت رسول صلعم نے خلفائے ثلثہ سے کسی کو بھی اقضیٰ فرمایا ہے یا نہین - تین نہین اور سو بار نہین -

(۲۲) آپ نہایت حلیم کریم رحیم نفس کش حیادار باذل سخی جواد شجاع سیر چشم قانع پاک باز منکسر حق گو خدا ترس مردم شناس علم دان علم پرور علم دوست صابر شاکر جفاکش صاحب ریاضت خوش جمال خوش خصال خوش خیال صادق المقال با استقلال فہیم ذکی متین اور آخر بین ستھے - مخالف علیؑ بتلاوین کہ اتنے اوصاف کے جامع حضرات ثلثہ تھے یا نہین - راقم کہتا ہے کہ کھلے کھلے طور پر رحیمی کی صفت سے حضرت عمر کو فطرت نے محروم رکھا تھا - اہل عرب آپ کو سنگدل جانتے تھے چنانچہ جب حضرت ابوبکر نے اپنے آخر وقت مین حضرت عمر کو اپنا جانشین بنایا تو اُس پر بعض لوگ کہہ پڑے کہ تم نے ایک درشت خو سنگدل کو ہم پر حاکم کیا ہے - حضرت عمر کی بے رحمی کی بہت مثالین ہین - جن سے اہل واقفیت انکار نہین کر سکتے (دیکھو کتاب ملل و نحل) اسی طرح حضرت عثمان کو حیاداری سے کوئی علاقہ نہ تھا - عوام مین آپ کا صاحب حیا ہونا آپ کی ایک خاص صفت مانی جاتی ہے - راقم پوچھتا ہے کہ کبھی کسی حیادار سے ایسے افعال زشت سرزد ہو سکتے ہین جن کا ذکر راقم نے اہلسنت کی مستند کتابون سے مصباح الظلم مین کیا ہے - بیچارے ابوذر اور شرفاے کوفہ کے معاملات ایسے ہین کہ جن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو حیاداری کی ہوا بھی نہ لگی تھی - آپ کے تمام معاملات حیا چہ کتی است کہ پیش مردان بباید کے مصداق نظر آتے ہین - اب رہی صفت شجاعت کی اس سے حضرات ثلثہ تمامتر بے بہرہ تھے - شجاعت کی نسبت بھی کسی حال مین آپ حضرات کے ساتھ نہین لگائی جا سکتی ہے - آپ حضرات کو شجاع کہنے سے زیادہ کوئی جھوٹ دوسرا نہین ہو سکتا -

(۲۳) کوئی شک نہین کہ صفات حمیدہ مین علی مرتضیٰ اپنا جواب نہین رکھتے تھے - علماے اسلام اس مادے مین بہت کچھ لکھ چکے ہین - مگر مسٹر کارلائل نے بھی آپ کے اوصاف گرامی یون حوالہ قلم کیے ہین کہ یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا جسے ہر شخص ضرور ہی پسند کرے گا (راقم کہتا ہے مخالفین اہل بیت کے

سواجن کا عدد دیوبند و دیگر مقامات ہند مین روز بروز رو بہ ترقی ہے) اس کم عمری مین وعدۂ نصرت نبیؐ کے علاوہ اس کی اور باتون سے جو اس سے ہمیشہ ظہور مین آتی رہین یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا خلیق فاضل اور حد درجہ کا باوفا اور بہادر شخص تھا جس کی آگ کے مانند تیز اور تند جرأت کے کے سامنے کوئی ٹھہر نہین سکتا تھا۔ اس شخص کی طبیعت مین کچھ عجب انداز کی جوانمردی تھی۔ ہائی کورٹ بمبئی کے ایک فاضل جج نے ایک مذہبی فیصلہ مین یہ رائے ظاہر کی ہے کہ علی کو سب لوگ دوست رکھتے تھے اور وہ اس قابل بھی تھے (راقم کہتا ہے کہ حضرات ثلٰثہ و تابعین حضرات ثلٰثہ کے سواجن مین امیر معاویہ مع اپنے اجزا و خاندان داخل ہین اور اسوقت علماے دیوبند وغیرہ کا وہی رنگ ہے اور رہیگا)
اُس زمانہ مین جب کہ شجاعان عرب شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب اسداللہ الغالب آپ کا لقب تھا اور لوگ آپ کو اشجع عرب کہا کرتے تھے ۔ شجاعت ۔ ہمت ۔ حکمت ۔ عدالت سخاوت اور زہد و تقوی کی صفتین آپ پر ختم تھین اور جن کی مثال صفحات تاریخ عالم مین بہت کم نظر آتی ہے (راقم کہتا ہے کہ کاش مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی کو علیؑ مرتضیٰؑ کے اوصاف گرامی کے درک کی قوت حاصل رہتی تو اسقدر حق کشی کے مضامین حوالۂ قلم نہ کرجاتے)

(۲۴) آپ کی محبت مومنین پر فرض ہے آپ کا مخالف مومن نہین ہوسکتا جیسا کہ فرمودۂ حضرت رسول صلعم کا ہے۔

(۲۵) آپ کی شان مین آیات قرآنی بہت ہین ان مین سے بعض یہ ہین۔

(ا) انما ولیکم اللہ ورسولہ (ب) یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
(ج) والذین اٰمنوا باللہ اولئک ھم الصدیقون (د) ویتلوہ (ر) ولکل قوم ھاد
(س) یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (ش) الیوم اکملت لکم دینکم
(ص) یوفون بالنذر (ط) اٰیت تطہیر (ع) اٰیت مباہلہ۔

اہل انصاف دیکھین کہ ایسی آیتین اور کسی امتیان محمدی کے لیے قرآن مجید مین پائی جاتی ہین یا نہیں۔

(۲۶) آپ حدود اللہ مین نفسانیت کو دخل نہین دیتے تھے۔ بلکہ جہان نفسانیت کا خوف دیکھتے تھے وہان ایسی کارروائی فرماجاتے تھے کہ جس مین نفس کی شرکت کی صورت باقی نہین رہتی تھی جیسا کہ اس قصہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی نسبت مولوی معنوی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

اُو خیو انداخت بر روے علیؑ افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

آپ کے حدود اللہ کے معاملات کو اہل انصاف خالد بن ولید کی کارروائیون سے موازنہ فرمادین تو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کی راہ مین قدم مارنا اور ہے اور نفسانیت کی کارروائی اور ہے۔

خالد صاحب اہل سنت کے بڑے رضی اللہ عنہ ہین جہان ذکر علیؑ مرتضیٰ کا آجاتا ہے وہان خالد صاحب کا ذکر اہل سنت ضرور کر بیٹھتے ہین۔ خالد صاحب عہد حضرت ابوبکر مین جب قبیلۂ یربوع کی طرف بھیجے گئے تو اس کے سردار مالک بن نویرہ کو اُس کی حسین جورو پر قابض ہو جانے کی غرض سے مار ڈالا۔ پھر فوراً ہی اس مقتول کی جورو کے ساتھ زنا کے مرتکب ہو گئے۔ واہ ری مسلمانی مسلمانی ہو تو ایسی ہو۔ اس سے زیادہ قبیح نفسانیت کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی اہل سنت خالد صاحب کو بڑی عظمت کے ساتھ علی مرتضیٰ کا مدمقابل سمجھتے ہین ؎

چہ نسبت است بہ رندی صلاح و تقویٰ را سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

اے خدا دنیا سے کیا انصاف اٹھ گیا ہے جو باتین حضرات اہل سنت کی دیکھی جاتی ہین حیرت انگیز انداز کی دیکھی جاتی ہین۔ اے اونٹ تیری کون کل سیدھی۔

(۲۷) آپ کو درجۂ شہادت بھی حاصل ہوا۔ آپ کی رحیمی اور کریمی اپنے قاتل کے ساتھ ایک قابل لحاظ امر ہے۔ تمام اُمتیانِ محمدیؐ مین اس کی نظیر نہین دیکھی جاتی ہے۔

(۲۸) آپ کسب حلال کی نظر سے مزدوری کیا کرتے تھے۔ مثلاً اجرت پر کنوئین سے پانی نکالتے تھے

(۲۹) آپ کی غذا محض سادی تھی۔ بیشتر جَو کی روٹی کھاتے تھے اور وہ اِسی قدر کہ تن مین جان باقی رہے لباس کا بھی یہی طور تھا کہ تکلف سے تمامتر بری تھا۔ اس طرح کا طریقۂ گزران امتیان محمدی سے کسی کا نظر نہین آتا ہے۔

(۳۰) آپ دوسرون کی ضرورتون کو اپنی ضرورتون پر مقدم جانتے تھے اور کبھی ردسوال نہین فرماتے تھے۔ نماز مین سائل کو انگشتری دے ڈالی اور نذر کے تین روزے کے معاملہ سے اہل واقفیت پوری خبر رکھتے ہین۔ اللہ اکبر یہ سخاوت یہ جود یہ بذل یہ کرم کہین دنیا مین نہین دیکھا جاتا ہے تائید غیبی کے بغیر ایسے کام انسان سے انجام نہین پا سکتے۔ انھین روزہ ہاے نذر کی نسبت خداے تعالیٰ قرآن مجید مین آیت یوفون بالنذر سے ارشاد فرماتا ہے۔

(۳۰) آپ صاحب عرفان کامل تھے اور خدا کا یقین ایسا رکھتے تھے کہ اُس سے زیادہ یقین کا امکان دشوار ہے جیسا کہ خود فرماتے ہین کہ اگر اُلٹ جاتا پردہ تو میرا یقین نہین بڑھتا۔ آپ کی خداشناسی کا کیا درجہ تھا کوئی نہین بتا سکتا۔ آپ کا عرفان انبیاے کرام کا عرفان تھا۔ یہ عرفان

امتیان محمدیؐ سے نہ کسی کو حاصل ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ آپ کے عرفان سے برابری کرنے والے صرف آپ کے جانشینان برحق تھے۔ اور حق یہ ہے کہ عرفان کامل کا معاملہ خاندان پیغمبرؐ کے ساتھ مختص رہا۔

(۳۲) آپ دنیا کو محض بے حقیقت جانتے تھے۔ یہ بات آپ کے ہر قول وفعل سے ظاہر ہوتی تھی اسباب دنیا سے آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نانِ جوین کھاتے تھے اور موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر زمین پر لیٹے ہوئے یاد الٰہی مین مشغول رہتے تھے۔ اسی لیے حضرت رسولؐ صلعم آپ کو ابوتراب فرماتے تھے۔ ایسا تارک دنیا امتیان محمدیؐ سے نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اِس صفت مین آپ کی برابری کرنے والے اگر ہین تو آل محمدؐ ہین اور کوئی نہین ہے۔

(۳۳) آپ اپنے حق کے رو سے ویسے ہی سید ہین جیسے جناب رسول خدا اور حضرت سیدہؑ وحضرت امام حسنؑ وامام حسین علیہم الصلوۃ والسلام نعمت سیادت سے از جانب خداے تعالیٰ بہرہ ور ہین۔ اسی لیے آپ کی وہ اولاد بھی جو غیر بنی فاطمہ ہین سادات علوی کہے جاتے ہین واضح ہو کہ خلعت سیادت دربار خداوندی سے پنجتن پاک علیہم السلام کو مرحمت ہوا ہے۔ اگر غلامان امیر معاویہ حضرات پنجتن کو سید نہ مانین نہ مانین۔ اس سے سیادت پنجتن مین کوئی بٹا نہین لگتا۔

(۳۴) آپ کے قاتل اور مقتول دونون دوزخی ہین جن بدبختون نے حضرت علیؑ پر قتل عثمان کا الزام لگایا ہے اُن کو مولانا شمس الدین فاخوری کے اس قول پر کہ وائے بر عثمانے کہ علیؑ قاتل او باشد۔ نظر ڈالنے کی حاجت ہے۔

(۳۵) آپ کے ساتھ جناب رسولؐ خدا کو بڑا تعلق دلی تھا حضرت عطیہ جو صحابیہ تھین روایت فرماتی تھین کہ روانہ کیا جناب رسولؐ خدا نے ایک فوج کو جس مین علیؑ بھی تھے۔ پس ہم نے جناب رسول اللہ کو دونون ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگتے سنا کہ اللہ میرے مت مار مجھکو جب تک کہ تو علیؑ کو مجھے پھر دکھلا نہ دے واقعی جگر جگر ہوتا ہے اور دگر دگر۔ وہ بھی کیسا جگر بند لاجواب مطیع فرمانبردار خدمت گزار اور بکار آمد۔

(۳۶) آپ نے جس طرح بیٹی رسول اللہ سے اُسی طرح ذوالفقار خدا سے پائی۔ یا یہ کہیئے کہ دونون خدا سے پائی۔

(۳۷) آپ حضرت رسول صلعم کی شب ہجرت جان پر کھیل کر بستر رسول اللہ صلعم پر سو رہے۔ اس بہادری کی نظیر دنیا مین نہین دیکھی جاتی ہے۔ تب ہی تو حضرت جبرئیل جو بحکم خدا آپ کی حفاظت کے لیے تعینات ہوئے تھے۔ آپ سے کہتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابوطالب کون آپ کے برابر ہو سکتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کی نسبت فرشتگان آسمان سے مباہات کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ کی شان مین خداے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لوگون مین سے کوئی ایسا بھی ہے کہ جو خدا کی

رضاجوئی مین اپنی جان بیچتا ہے اور خدا اپنے بندون کے ساتھ بیحد مہربان ہے (دیکھو غنیس تفسیر کبیر و تفسیر ثعلبی وغیرہ وغیرہ) تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت اس واقعہ پر نظر انصاف نہین ڈالتے۔ ہمیشہ معیت غار کا راگ گائے جاتے ہین۔ واقعۂ غار پر نظر ڈالنے سے تو صاف حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر کہ ؎ ترا اژدہا گر بود یار غار ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار۔ قرین حال معلوم ہوتا ہے۔

(۳۸) آپنے صغر سنی مین جناب رسول خدا صلعم کے پاس پرورش پائی حتی کہ لعاب دہن حضرت رسول صلعم کا وقت پیدایش چوسا اور غسل پیدایش آن حضرت صلعم کے ہاتھ سے پایا۔ سب سے پہلے جناب رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ظاہر ہے کہ یہ شرف حضرات اہل سنت کے خلفا یعنی حضرت ابو بکر وحضرت عمر وحضرت عثمان وحضرت معاویہ کو نصیب نہ ہوا۔

(۳۹) آپ بت شکنی کی غرض سے حضرت رسالت مآب صلعم کے دوش مبارک پر سوار ہوئے۔ یہ شرف حضرات خلفاے ثلثہ وحضرت معاویہ کو نصیب نہین ہوا۔

(۴۰) آپ علم مین حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ درجۂ خلت حضرت ابراہیم کا رکھتے تھے ہیبت آپ کی موسیٰ کی ہیبت کی سی تھی اور عبادت آپ کی عیسیٰ کی عبادت کے مانند۔ ع

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔ کیا امتیان محمدیؐ مین کوئی آپ کا نظیر سمجھا جا سکتا ہے؟ نہین ہرگز نہین

(۴۱) آپ جناب رسول اللہ صلعم کے غسل وکفن کے متکفل ہوئے اور خود آپ کو غسل وکفن ملائکہ نے دیا ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلعم کو آپ بے غسل وکفن چھوڑ کر حصول خلافت کی نظر سے سقیفہ کی طرف دوڑ جاتے تو ملائکہ آپ کو غسل وکفن نہین دیتے۔

(۴۱) آپ حسب حکم رسول اللہ صلعم بحالت جنابت بھی مسجد نبوی مین جانے کے ماذون تھے۔ یہ اجازت سوائے اہلبیت علیہم السلام کے کسی کو نہ ہوئی اور کیون نہ ہوتی جب آپ اور جمیع اہل بیت مورد آیت تطہیر ہونے کے باعث ہر حال مین مطہر تھے عقل کہتی ہے کہ مطہر نبیؐ کے جانشین کو بھی مطہر ہونا چاہیے۔ غیر مطہر حضرت رسول صلعم کا برحق جانشین ہو نہین سکتا۔ اگر موافقت زمانہ سے جانشین بن بھی جائے تو برحق جانشین مانا نہین جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی سلطنت دینی سلطنت تھی آپ کے جانشین کے لیے مطہر جانشین کی حاجت تھی۔ دینی سلطنت کا تقاضا یہ نہین ہو سکتا کہ جو چاہے حضرت رسول صلعم کا جانشین بن بیٹھے۔ افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت نے خلافت حقہ کیلیے ایسے شروط ایجاد کیے ہین جس کی بنا پر یزید بھی حضرت رسول صلعم کا خلیفہ برحق قرار پاتا ہے۔ اسی لیے ایک فرقہ اہل سنت کا یزید کو خلیفۂ برحق مانتا ہے۔ اہل سنت کے شروط خلافت کے روسے خلیفہ کا

نیک و بد ہونا کوئی شے نہیں ہے - شروط خلافت سے ایک شرط کے بھی حاصل رہنے سے خلافت حقہ قرار پا جاتی ہے - ظاہر ہے کہ جب عصمت خلافت حقہ کے لیے کوئی ضروری شرط نہیں ہے تو حضرات ثلثہ کے ساتھ معاویہ یزید مروان وغیرہ وغیرہ سب کے سب جو خلیفۂ برحق مانے جاتے ہین بجا مانے جاتے ہین - اس اصول سے معاویہ جیسا آدمی بھی جس کی سرشت مین خونریزی حرص مکر و فریب دغا حق ستانی مردم آزاری وغیرہ وغیرہ کے صفات ذمیمہ داخل تھے حضرت رسولؐ کا جانشین برحق کیونکر نہین مانا جا سکتا ہے - معاویہ پرستی کا تماشا جس کو دیکھنا ہو دیوبند مین دو چار روز رہکر دیکھ لے- ایسے محترم اور مطہر نبی کے جانشین برحق معاویہ قرار دیے جاتے ہین - واقعی مذہب اہل سنت عجب مذہب ہے - معاذاللہ ثم معاذاللہ - مطہر کا جانشین اِس پلہ کا نامطہر کچھ ایسا امر ہے کہ سمجھ سے باہر ہے - خداے تعالیٰ اپنے ہر بندے کو نیک و بد کے پرکھنے کی توفیق عطا فرمائے - اسی پر آخرت کے نیک و بد کا مدار ہے - تماشا ہے کہ ولید بھی حضرت رسولؐ کا خلیفہ مانا جاتا ہے - یہ شخص مردود خدا و رسول تھا مگر جانشین حضرت رسول قرار پا گیا - لاحول ثم لاحول -

(۴۳) آپ کا اور آپ کے جگر گوشگان یعنی ائمۂ معصومین علیہم السلام کا ذکر توراۃ و انجیل مین دیکھا جاتا ہے - کما لا یخفٰی علی اہل العلم -

(۴۴) آپ مفتی ہر چہار دفتر تھے جیسا کہ راقم اس امر کی تحقیق کتاب مصباح الظلم مین حوالۂ قلم کر چکا ہے

(۴۵) آپ نے کبھی کسی کا حق غصب نہین کیا - یہی طور جمیع ائمۂ معصومین علیہم السلام کا دیکھا جاتا ہے

(۴۶) آپ نے ناجائز رنگ پر ایک قطرہ خون بھی کبھی نہین بہایا - سیکڑون دشمنان اسلام کو تہ تیغ کر ڈالا مگر کبھی اپنے نفس کے لیے کسی کی جان نہین لی - حضرات ناظرین خالد صاحب کے معاملات پر نظر ڈالین - جن کی خونریزیان قابل لحاظ ہین - اس پر بھی حضرات اہل سنت خالد صاحب کو علی مرتضےٰ کا شجاعت مین مدمقابل جانتے ہین بلکہ بعض اُن سے خالد صاحب کو شجاعت مین ترجیح دیتے ہین واضح ہو کہ سباعیت یعنی درندگی اور شے ہے اور شجاعت اور شے - خالد صاحب کے حالات راقم اس کتاب مین حوالۂ قلم کر چکا ہے اور ضرورۃً کچھ اس کا اعادہ یہان پر بھی کرتا ہے -

آپ کی سباعیت کی ایک مثال یہ ہے کہ حسب تحریر مورخ ابو الفدا جب حضرت رسولؐ نے بعد فتح مکہ بعض صحابیون کو مع مختصر لشکر کے حوالی مکہ مین اس غرض سے بھیجا کہ لوگون کو اسلام کی طرف بلائین لیکن کسی سے قتال نہ کرین تو ازان جملہ خالد کو بھی روانہ کیا - جب خالد چشمۂ بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے لوگ مسلح ہو کر باہر آئے - خالد نے اُن سے کہا کہ ہتھیار ڈال دو - جب اُنھون نے

ہتھیار رکھدیے تو خالد نے اُن کے ہاتھ بندھوا کر سب کو تہ تیغ کر ڈالا - جب اس کی خبر حضرت رسول صلعم کو ہوئی تو آنحضرت صلعم نے اپنے دونون ہاتھ آسمان کی جانب بلند فرما کر کہا کہ خداوندا جو حرکت ناشائستہ خالد سے ہوئی ہے مین اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہون - حضرت خالد کی اس ظالمانہ اور وحشیانہ کارروائی کا ذکر مدارج النبوۃ مین بالتصریح دیکھا جاتا ہے - اُس کتاب مین دیکھا جاتا ہے کہ خالد نے اپنے ہمراہیون کو حکم دیا کہ ان مظلومون کے ہاتھ شانون پر باندھ دو بعد ازان ہر ایک اسیر کو اپنے رفقا کی سپردگی مین دیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جس کی سپردگی مین ہے وہ اُس کو قتل کرے چنانچہ وہ اسیران بے گناہ اُسی وقت قتل کیے گئے اور ایک روایت مین ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ کے لوگون نے ہتھیار ڈالدیے تو خالد نے تلوار لیکر تقریبًا سو آدمی اس قبیلے کے قتل کر ڈالے - بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جب جناب رسالت مآبؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آنحضرت صلعم نے غضبناک ہو کر تین بار فرمایا کہ خداوندا خالد نے جو کچھ کیا مین اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہون - پھر حسب تحریر ابو الفدا پیغمبر صلعم نے حضرت علیؑ کو کچھ مال و زر دیکر قبیلۂ بنی خزیمہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ ان مقتولون کا خونبہا اور تلف شدہ مال کا عوض ادا کرین چنانچہ حضرت علی نے حکم نبویؐ کی تعمیل فرمائی - معاذ اللہ خالد صاحب کا قصۂ بالا کس درجہ کی سباعیت سے خبر دیتا ہے - افسوس ہے کہ اہل سنت سباعیت اور شجاعت مین کوئی فرق نہین سمجھتے ہین اور خالد صاحب کو علی مرتضیٰ کا ہم پلہ شجاعت مین قرار دیتے ہین بلکہ کمال تعصب سے حضرات سنت خالد صاحب کو علی مرتضیٰ سے اشجع سمجھتے ہین - دوسری مثال خالد صاحب کی وہ ہے جو اسی ضمیمہ مین مالک بن نویرہ کے واقعۂ عجیبہ کے لگاؤ سے حوالۂ قلم ہو چکی ہے یہ مثالین درندگیون کی ایسی ہین کہ اگر تا قیامت حضرات اہل سنت خالد صاحب کا نام رضی اللہ عنہ کے ساتھ لیا کرین گے تو خدائے عادل کبھی خالد صاحب سے راضی نہین ہو سکتا - حضرت رسول صلعم کی بیزاری سخت کے مقابلہ مین حضرات اہل سنت کی دعائے رضا حسّ بھر کام نہین کر سکتی ہے تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت خالد صاحب کو خطاب سیف اللہ سے یاد کرتے ہین - یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ کوئی ظالم خون ریز بے رحم حق ستان زناکار سیف اللہ کیونکر مانا جا سکتا ہے - درحقیقت یہ خطاب اسد الغالب ابن ابی طالب حضرت علی مرتضیٰ کا ہے - اس خطاب کو بھی خطابات صدیق و فاروق کی طرح حضرات اہل سنت نے غصب کر لیا ہے - صدیقہ کے خطاب کی بھی یہی حالت ہوئی ہے - یہ خطاب گرامی حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا ہے - اس خطاب کو بھی حضرات اہل سنت نے حضرت ممدوحہ سے غصب کر کے حضرت عائشہ کے نام کے ساتھ لگا دیا ہے - جن حضرات کو خطابات کی

تحقیق منظور ہو راقم کی کتاب مصباح الظلم کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۷) آپ اپنی صلاحیت نیک اور رغایت کریم النفسی سے بھی اسلام کی خدمت کیا کرتے تھے صرف یہی نہ تھا کہ اشاعت دین مین ذوالفقار حیدری ہی سے کام لیتے تھے بلکہ آپ کی تیغ حلم و کرم بھی آپ کی ذوالفقار سے کچھ کم خدمت اسلام کی نہین کرتی تھی۔اس کی مثال یہ ہے کہ حسب مضمون تاریخ طبری جب خالد صاحب یمن کو اس غرض سے روانہ کیے گئے تھے کہ اہل یمن کو مسلمان ہونکی ترغیب دین۔لیکن جب وہ اس امر مین ناکام ہوئے اور ان کی کوشش سے کسی نے اسلام قبول نہ کیا تو حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ کو اس اختیار کے ساتھ یمن کو بھیجا کہ خالد اور ان کے ساتھیون مین سے جس کو چاہین معزول کرین۔چنانچہ علی مرتضیٰ نے جا کر اہل یمن کو رسولؐ مقبول کا مکتوب سنایا جس کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہی دن مین تمام قبیلۂ ہمدان مشرف بہ اسلام ہوگیا۔حضرت علیؑ نے رسولؐ مقبول کو اس کار نمایان کی اطلاع دی۔حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ سلام ہو قبیلۂ ہمدان پر۔اس کے بعد اہل یمن یکے بعد دیگرے داخل دین اسلام ہوے۔حضرت علیؑ نے پیغمبر صاحب کو پھر یہ حال لکھ بھیجا۔آن حضرت صلعم نے فرط مسرت سے بارگاہ ایزدی مین سجدۂ شکر ادا فرمایا۔اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ مین صرف جہاد ہی کی نہین بلکہ ہر طرح کی صلاحیت حاصل تھی۔کسی ملک کے ملکی مذہب کو اس آسانی کے ساتھ تبدیل کر دینا آسان کام نہ تھا۔اگر خالد صاحب یمن سے ایک فرد کو بھی مسلمان نہین بنا سکے تو کوئی جائے تعجب نہین ہے۔دو سو برس سے پادریان انگریزی شرفاے ہندوستان کے عیسائی بنانے کی فکر مین لگے ہوئے ہین۔مگر ہنوز روز اول کا نقشہ ہے۔چمار دوسادہ ڈوم اور کچھ جنگلی اور کوہی اقوام کے سوا بہت کم شرفا نے مذہب عیسائی کو اب تک اختیار کیا ہے۔علی مرتضیٰ کے اثر سے اس قدر جلد اہل یمن کا مشرف بہ اسلام ہو جانا آپ کی بڑی صلاحیت نیک اور استعداد پسندیدہ سے خبر دیتا ہے۔

اسی طرح جب حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ کو بنی نجران سے رقوم جزیہ وصدقات وصول کرنے کے واسطے بھیجا تو حسب تحریر مورخ ابن الوردی آپ اس کام کو بھی انجام کر کے حجۃ الوداع مین حضرت رسول صلعم سے ملاقی ہوئے۔اُن حضرات مخالف کا جو یہ خیال ہے کہ حضرت علیؑ عدم صلاحیت واستعداد ناکافی کے باعث خلافت حضرت رسول کے سزاوار نہ تھے ایک محض پوچ اور لچر خیال ہے کیا حضرت علیؑ حضرت عثمان سے بھی زیادہ ناقابل خلافت تھے۔حضرت عثمان مین تو دینی اور دنیوی صلاحیتون سے ایک صلاحیت بھی حاصل نہ تھی۔زمانہ حضرت عثمان کی خلافت کا ایک عجب زمانہ

بنی اُمیہ کے فسادات کا گزرا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت علیؑ ایسے زمانہ مین خلیفہ قائم ہوئے کہ جب بنی اُمیہ اپنے پر پُرزے سنبھال چکے تھے۔ آپ کی چار سال کی خلافت کا عرصہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کے فسادات مین بسر ہو گیا۔ خانہ جنگیون سے حضرت علیؑ کو فرصت ہی کیا ملی جو اسلام کی بہبودی مین صرف کیجا سکتی۔ اگر اسلام کے نصیب اچھے ہوتے تو رحلت حضرت رسولؐ کے بعد ہی حضرت شیخین علیؑ مرتضیٰ کو جانشین حضرت رسول مان کر بہ حیثیت وزرا اسلام کی نفع رسانی مین غرق ہو جاتے اس کے عوض حضرت شیخین نے وہ فساد کی راہین پیدا کین جن سے آج تک اسلام مبتلائے آفات ہو رہا ہے۔ اور تا قیامت مبتلائے آفات رہے گا۔ حق یہ ہے کہ اسلام مین سول وار کا تخم بویا ہوا حضرت شیخین کا ہے۔ بعد حضرت رسولؐ صلعم کے جتنی خونریزیان آج تک ظہور مین آتی گیئن ہین وہ صاف صاف دونون صاحبون کے غیر مدبرانہ کارروائیون کے نتائج نظر آتے ہین۔ کچھ شک نہین کہ حضرت رسول صلعم نے اسلامی دنیا کو امن امان کے سامان کی راہ بتا کر رحلت فرمائی تھی مگر حضرت شیخین نے فوراً ثقیفہ کا ہنگامہ برپا کر دیا جو غیر متعصب اہل تحقیق کی نظر مین سول وار کے تخم کا حکم رکھتا ہے۔ بلا شبہہ مسلمانون کی پہلی پولیٹیکل غلطی یہی ہوئی کہ اُنھون نے بنی ہاشم سے حکومت کو منتزع کر ڈالا۔ پہلے حضرت شیخین نے اُسے اپنی اپنی طرف منتقل کیا اور بعد ازان اُسے بنی اُمیہ کی طرف منتقل کر ڈالا۔ یہ بنی اُمیہ حکومت اسلام کے حاصل کرنے کا کوئی حق نہین رکھتے تھے۔ اُن سے بڑھکر اسلام کا دشمن کوئی دوسرا قبیلہ نہ تھا۔ یہ قبیلہ تمام تر مردود خدا و رسولؐ تھا۔ کما لا یخفی علی اھل التحقیق۔ حضرت شیخین اگر سچے پولیٹیکل دماغ رکھنے والے اور سچے دوستدار اسلام کے ہوتے تو زنہار بنی ہاشم سے حکومت کو منتزع کرنے کے کاربند نہ ہوتے۔ سود اسلام کے لیے وہی پولیٹیکل راہ اختیار کرتے جو منظور نظر حضرت رسول صلعم کی تھی۔

(۴۸) بروز اُحد آپ کی نسبت غیب سے یہ صدا پیدا ہوئی کہ لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف الا ذوالفقار ظاہر ہے کہ حضرات ثلثہ کی نسبت یہ آواز غیبی نہین پیدا ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ آپ حضرات سے کسی غزوات رسول اللہ مین کوئی بہادرانہ کارروائی ظہور مین نہ آسکی۔ غزوات و سرایا مین آپ حضرات یا معطل بیٹھے رہے یا حضرت رسول اللہ کو زغۂ اعدا مین چھوڑ کر فرار ہوتے رہے۔

(۴۹) جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کتاب مدارج النبوۃ مین تحریر فرماتے ہین کہ ناد علیاً مظہر العجائب کا نزول معرکۂ احد مین ہوا ہے حضرت محدث کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چارون مصرعے وحی کا انداز رکھتے ہین یعنی کلام بشر نہین ہین ایسے کلام خدا ہین جو حضرت علیؑ کے لیے نازل ہوئے۔ علامۂ میبذی بھی اپنی فواتح میبذی مین ان چارون مصراعون کی نسبت

ایسا ہی لکھتے ہین - اگر حضرات خلفائے ثلثہ کے لیے بھی ایسے چار مصرعے نازل ہوئے ہون تو مخالفانِ علیؑ
اس کا نشان دین - ظاہر ہے کہ فرازین احد کے لیے ایسے چار مصرعے نازل نہین ہوسکتے تھے - خدا
عادل ہے کسی حال مین نااتفاقی جائز نہین رکھ سکتا -

(۵۰) آپ بہت حاضر طبیعت اور بڑے حاضر جواب تھے - مگر اپنے اقوال مین غیر راست گفتاری
اور ناحق گوئی کو کبھی داخل ہونے نہین دیتے تھے - امیر معاویہ کی طرح کلام مین مکر و فریب کو دخل
پانے نہین دیتے تھے - راستی کے ساتھ حاضر جوابی ایک بڑی نعمتِ خدا ہے - یہ نعمت اُسی کو حاصل
رہتی ہے جو پاک خیال حق پسند اور حق شناس ہوتا ہے - حق یہ ہے کہ علی مرتضیٰ سے زیادہ بعد آن صلعم
کے پاک خیال حق پسند اور حق شناس اُمتِ محمدیؐ مین کوئی نہین گزرا ہے - اگر آپ کے مماثل افراد نظر
آتے ہین تو وہی خاندان پیغمبرؐ کے ائمہ علیہم السلام نظر آتے ہین -

(۵۱) آپ کے لیے آفتاب نے دوبار رجعت کی جیساکہ حضرت یوشع کی دعا پر آفتاب ٹھہر گیا (دیکھو
حوالات مندرج کتاب مصباح الظلم صفحہ ۱۰۱) کسی اُمت محمدیؐ کے لیے ایسا واقعہ ظہور مین نہین آیا ہے

(۵۲) آپ کو اسد اللہ اور ید اللہ کا خطاب ملا - اس وجہ خطاب کو معاملات شبِ معراج سے تعلق ہے

(۵۳) آپ کا خطاب صدیق اور فاروق بھی ہے حضرت شیخین کے نام کے ساتھ یہ خطابات اہلسنت
کے ضم کردہ ہین (دیکھو حوالات مندرج کتاب مصباح الظلم)

(۵۴) آپ کو بحکم خدا آن حضرتؐ نے خرقۂ معراج عنایت فرمایا - یہ شرف امتیان محمدی سے کسی کو نہین
بخشا گیا -

(۵۵) شب معراج مین آنحضرت صلعم نے عرش پر لکھا دیکھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
وایدناہ بعلی یعنی خدا کے سوا کوئی خدا نہین محمدؐ خدا کے رسولؐ ہین اور محمدؐ کے مددگار ہین -

(۵۶) آپ یعنی علی مرتضیٰ قائل قول سلونی تھے (دیکھو شواہد ملا جامی) ملا موصوف لکھتے ہین کہ آپنے
اپنے ایک خطبہ مین فرمایا ہے کہ جس کو جو چاہے مجھ سے پوچھے سوائے عرش کی بات کے - میرے سینہ
مین علم کثیر ہے بہ سبب جناب رسول اللہ کے لعاب دہن کے جو مجھے وقتاً فوقتاً چسایا گیا ظاہر ہے کہ
کوئی شخص دیگر ایسے قول کا قائل کیونکر ہوسکتا ہے -

(۵۷) آپ نے فرمایا کہ مین بندۂ خدا برادر رسولؐ اور وارث رسولؐ خدا ہون اور یہ بھی فرمایا کہ مین ناکح سیدۃ النسا
بنت رسولؐ اللہ ہون اور سید الاوصیا اور خاتم الاوصیا ہون اور مین وہ ہون کہ میرے سوا جو ان فضائل
کا دعویٰ کرے اس کو خدائے تعالیٰ مبتلائے بلا کریگا (دیکھو شواہد النبوۃ)

(۵۸) آپ نے دیر کے نزدیک چشمہ نکالا جس کو دیکھکر راہب دیر مسلمان ہوگیا (دیکھو شواہد ملا جامی)

(۵۹) آپ کا وصی ہونا امام شافعی صاحب کے قول سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اپنی رباعی مین فرماتے ہین - وصیِّ مصطفےٰ حقّا - وصی مصطفےٰ امتیان محمدیؐ مین علی مرتضیٰ کے سوا کوئی نہین -

(۶۰) آپ راہ ہدایت بتانے والے اور گمراہی سے بچانے والے ہین (دیکھو مستدرک حاکم) رسول اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص چاہے میرا سا جینا اور میرا مرنا اور رہنا اُس بہشت مین جس کا وعدہ مجھ سے میرے رب نے کیا ہے تو چاہیے اُس کو کہ تولا کرے علی ابن ابیطالب سے کہ وہ تم کو کبھی نہ نکالے گا ہدایت سے اور ہرگز داخل گمراہی ہونے نہ دے گا ایسی کوئی حدیث شان مین خلفائے ثلثہ خالد صاحب اور امیر معاویہ وغیرہ کی اگر ہو تو حضرات اہل سنت اس کا حوالہ دین - تولا کی جو ہدایت نبویؐ ہے اس کا یہ حال ہوا کہ یہ بزرگوار علیؑ مرتضیٰ سے تولا کے عوض ہمیشہ ہر طرح کے معاندانہ برتاؤ کے کاربند رہے - پس عدم تولا کی وجہ سے حضرات بالا کو حضرت رسولؐ کا سا نہ جینا نصیب ہوا اور نہ مرنا - معاذاللہ ثم معاذاللہ - اور اس عدم تولا کی وجہ سے حضرات بالا ہدایت مرتضوی سے محروم رہ کر داخل گمراہی رہ گئے - استغفراللہ ثم استغفراللہ -

(۶۱) حاکم مستدرک مین عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہین کہ حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ طوبیٰ لمن احبك وصدقنی فیك و ویلٌ لمن ابغضك وكذب بنی فیك - حضرات اہل سنت فرمائین کہ حضرات خلفائے ثلثہ و امیر معاویہ وغیرہ علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ کیا کیا دوستی کے برتاؤ عمل مین لاتے گئے - حضرات بالا اپنی تمام کارروائیون سے طوبیٰ لمن کے مصداق نظر آتے ہین یا ویلٌ لمن کے -

(۶۲) عبداللہ ابن عباس اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہین کہ علی مرتضیٰ کی نسبت رسول اللہ کو وحی ہوئی کہ آپ سید المومنین امام المتقین اور قاعد الغر المحجلین ہین اگر حضرات ثلثہ و خالد صاحب و امیر معاویہ صاحب یا امتیان محمدیؐ سے کسی کی شان مین ایسی وحی ہوئی ہے تو اس سے حضرات اہل سنت خبر دین -

(۶۲) آپ کا منھ دیکھنا عبادت ہے مستدرک حاکم مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ - النظر الی وجہ علی عبادۃ - اللہ اکبر عبادت کا مضمون کچھ ایسا بلند ہے کہ خیال سے باہر ہے - شمس العلما مولوی محمد سعید صاحب حنفی عظیم آبادی غفراللہ ذنوبہٗ فرماتے ہین ؎

ذاتِ پاکش مظہر ذاتِ جناب کبریاست　　　بین جمال اللہ در آئینۂ روئے علیؑ

حضرات اہل سنت دکھلائین کہ ایسی حدیث امتیانِ محمدیؐ سے کسی اور کی شان میں بھی ہے۔

(۶۴) حضرت رسول صلعم یہ بھی فرماتے ہین کہ زینوا مجالسکم بذکر علی۔ رسول اللہ صلعم تو ذکر علیؑ کی ہدایت فرماتے ہین اس حکم نبوی کے برخلاف حضرت امام ابو حنیفہ صاحب ذکر علیؑ کی ممانعت کرتے ہین اس لیے کہ اس ذکر سے مسلمانون مین برہمی پیدا ہوتی ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ بہر حال امتیان محمدیؐ سے کسی اور شخص کے ذکر کے لیے حضرت رسول صلعم نے تاکید فرمائی ہو تو حضرات اہل سنت اس کا نشان دین

(۶۵) آپ بروز قیامت حامل لواء الحمد ہون گے اور تمام انبیا اس کے نیچے ہو کر چلین گے اس لوا کی چمک تاج کے طور پر آپ کے سر مبارک پر ہوگی (کتاب معارج النبوۃ) مخالفانِ علیؑ امتیانِ محمدیؐ سے کسی کو علی مرتضیٰ کے برابر کا ایسا صاحبِ شرف بتلادین۔

(۶۶) بہ روایت ام سلمہؓ علیؑ مرتضیٰ کو گالی دینا رسول اللہ صلعم کو گالی دینا ہے (دیکھو کتاب مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علیؑ) اس حدیث کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت صلعم جانتے تھے کہ امتیانِ محمدیؐ سے ایسے بدبخت بھی ہون گے جو علیؑ کو گالی دین گے۔ بانی سبّ علی امیر معاویہ ہوئے اور یہ سب کا سلسلہ عہد خلیفہ عبد العزیز مین جاکر ختم ہوا۔ معاویہ پرستون کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ معاویہ صاحب نے سبّ رسولؐ کیا۔ واقعی اہل سنت کا عجب مذہب ہے جس مین امیر معاویہ جیسے بد ترکیب صاحب بزرگانِ دین سے شمار کیے جاتے ہین۔ معاویہ صاحب کے خلیفہ پنجم ہونے سے کسی اہل سنت کو انکار نہین ہو سکتا واواہ۔ امیر معاویہ عجیب خلیفہ ہین جو حضرت رسولؐ کو گالی دیتے تھے اور تا عہد عبد العزیز گالی دلواتے رہے۔ اے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر پورے معاویہ پرستون کو دیکھنا ہو تو آدمی دیوبند چلا جائے یہ قصبہ بھی امیر معاویہ کے عہد کا دمشق دکھائی دیتا ہے۔

(۶۷) جب آپ ہوازن اور بنی ثقیف کے بتون کو توڑ کر جناب پیغمبر خدا کی خدمت مین تشریف لائے تو حضرت رسولؐ نے اپنی مسرت ظاہر کی اور تخلیہ مین علیؑ مرتضیٰ سے بڑی دیر تک راز کی باتین ہوتی رہین۔ صحبت تخلیہ نے اس قدر طول کھینچا کہ حضرت عمر نے استعجابا جناب رسالت مآبؐ سے اس کے بعد پوچھا کہ آج تو آپ نے اپنے ابن عم سے بہت دیر تک تخلیہ مین باتین فرمائین۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ مجھے خود باتین کرنا نہ تھین مگر ہان کچھ راز خدا تھے جو بحکم خدا علیؑ مرتضیٰ سے بیان کیے گئے (دیکھو معارج النبوۃ و نیز صحیح ترمذی) حضرت عمر کا استعجاب بے وجہ نہ تھا۔ آپ شب و روز کے ساتھ رہنے پر بھی حضرت علیؑ کی بلند پایگی سے واقف نہ تھے اور خلافت کے فسادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آخر وقت تک بھی آپ واقف نہ ہو سکے۔ بہر حال اس صحبت تخلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ اخذ

ورسول کے رازون کے امانت دار تھے اور آپ کے سوا کسی صحابی کو اس امانت داری کا شرف حاصل نہ تھا۔ ایسے شرف کے حاصل رہنے پر بھی حضرات اہل سنت حضرات ثلثہ کے مقابلہ مین آپ کو مفضول سمجھتے ہین۔ واہ یہ کیسا مذہب ہے کہ جس کو حق شناسی سے کوئی علاقہ ہی نہین معلوم ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ رازدار خدا و رسولؐ کو جانشین حضرت رسول نہین قرار دیا جائے اور جو افراد ایسے شرف سے خالی ہون اُس کے مقابلہ مین رسول اللہ کے جانشین برحق قرار پاوین۔ اے اونٹ تیری کون کل سیدھی۔

(۶۸) آپ ہمیشہ مراحم نبوی کے مورد رہے۔ مگر مواقع ذیل مین حضرت رسول صلعم نے خاص طور پر آپ کو سرمایۂ امتیاز بخشا اور ایسے الفاظ استعمال فرمائے کہ جن سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری جمیع مومنین پر فرض نظر آتی ہے۔ یہ مواقع لکھے دیتے ہین کہ ان مواقع مین جناب رسولؐ خدا صلعم نے حضرت علی کو اپنا جانشین قرار دیا تھا یا یہ کہ آنحضرت صلعم کی یہ نیت یا خواہش تھی کہ جناب علیؑ مرتضےٰ آپ کے جانشین ہون۔ انصاف یہی کہتا ہے یون مخالفان علی جیسا چاہین کہین۔

موقعہ اول۔ کتاب ازالۃ الخفا و کتاب نسائی یعنی الخصائص سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ صلعم نے دعوت اقربا کر کے فرمایا کہ ورثت ابن عمی دون عمی۔ یعنی مین نے اپنا وارث بنایا اپنے بچازاد بھائی کو برخلاف اپنے چچا کے۔ اس قصہ کو مورخ ابوالفدا المختصر فی احوال البشر مین لکھتے ہین کہ اس دعوت مین آن حضرتؐ نے اپنے اہالیان خاندان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو میرا بھائی میرا وصی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا۔ تب کسی نے کوئی جواب نہ دیا الا علی مرتضیٰ جنھون نے بڑی خوشی کے ساتھ عرض کیا کہ مین آپ کا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہونگا۔ اس پر آن حضرت نے علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا۔ یہ قصہ ابتدائے ظہور اسلام کا ہے اور کچھ شک نہین کہ ابتدائے اسلام ہی مین حضرت رسولؐ صلعم نے کارروائی بالا سے اپنا جانشین تجویز کر لیا تھا۔ قصہ بالا کا مطلب صاف صاف ہے۔ مگر مخالفان علیؑ کو اختیار ہے کہ جس رنگ سے چاہین اُسے رنگین۔

موقع دوم۔ علی مرتضیٰؑ کو آنحضرت صلعم نے روز ہجرت اہل مکہ کی ادائے امانت کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا اور خاص اپنے بستر پر سلوایا اور اپنا کپڑا اُڑھایا۔ یہ سب کام بہت ہی دشوار صورت تھے۔ ایسی قائم مقامی اُسی سے انجام پا سکتی تھی جو حضرت رسول صلعم کا اقبالی بھائی وزیر وصی اور خلیفہ تھا۔ اس قصہ سے صاف طور پر نمایان ہے کہ حضرت رسول صلعم علیؑ مرتضیٰ کو اپنا نائب جانتے اور مانتے تھے۔ خدائے تعالیٰ قرآن شریف مین بھی حضرت علی کی اِس کارروائی کا مداح نظر آتا ہے کقولہ تعالیٰ ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ؕ واللہ رؤف بالعباد۔

یعنی کون ہے بیچنے والا اپنی جان کا خوشنودی خدا کے واسطے اور خدا اپنے بندون پر بڑا مہربان ہے۔ کوئی شک نہین کہ قصۂ بالا حضرت علیؑ کی نیابت کا ہر پہلو سے مثبت نظر آتا ہے۔

موقع سوم۔ جس سال بیعت الرضوان ظہور مین آئی تو مردمان گروہ قریش غلامون کو واپس لینے کی نظر سے حضرت رسول صلعم کے پاس آئے۔ حضرت رسول صلعم نے اُن سے فرمایا کہ اے گروہ قریش خدا کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگون پر ایک مرد مبعوث کرے گا جس کے ایمان قلبی کا اللہ تعالیٰ امتحان کر چکا ہے۔ البتہ وہ شخص تم کو دین پر چلائیگا۔ اور بعض کو تم مین مارے گا۔ جب اصحاب آن صلعم نے اس شخص کی نسبت آن حضرت صلعم سے دریافت کیا تو آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ شخص وہ ہے جو اسوقت میرا جوتا مرمت کر رہا ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ نعل شریف حضرت رسول صلعم کی مرمت کر رہے تھے دین پر چلانے اور مارنے کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص متصرف امور دنیا و دین ہوگا جو شان رسول اللہ کے خلیفۂ برحق کی متصور ہے۔ حضرت رسول صلعم کے قول بالا سے صاف عیان ہوتا ہے کہ حضرت رسول صلعم حضرت علیؑ کو اپنے جانشین کی نگاہ سے دیکھتے تھے تب تو بوضع بالا ارشاد فرمائے یون مخالفان علی جیسا چاہین ویسا کہین۔

موقع چہارم۔ یہ موقع حضرت رسول صلعم کی خلافت بخشی کا تمام تر فیصلہ کن نظر آتا ہے۔ یہ موقع سورۂ برات کی تبلیغ سے علاقہ رکھتا ہے اور معاملۂ تبلیغ کی سرگزشت یہ ہے۔

واضح ہو کہ جب سورۂ برات نازل ہوئی اور حضرت رسول خدا نے حضرت ابوبکر کو واسطے تعلیم مناسک حج کے مکہ کو روانہ کیا تو سورۂ برات کے اوائل کی چالیس آیتین آپ کو دے کر حکم دیا کہ مشرکین کو سنا دو۔ ان آیات مین ایسے احکام تھے کہ کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرے وغیرہ وغیرہ مگر حضرت ابوبکر کی روانگی کے بعد جبرئیل امین نازل ہوئے اور حکم خدا لائے کہ اے محمدؐ تبلیغ رسالت تمھارا کام ہے خود جاؤ یا ایسے شخص کو بھیجو کہ جو تم سے ہو۔ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد جناب حضرت رسول صلعم نے عقب حضرت ابوبکر کے حضرت علی مرتضیٰؑ کو روانہ فرمایا ابوبکر سے ملاقی ہونے پر حضرت علی مرتضیٰ نے سورہ برات کی وہ آیتین حضرت ابوبکر سے واپس لین اور خود حج مین پڑھکر سنائین جب حضرت ابوبکر مدینہ کو واپس آئے تو آپ نے حضرت رسول خدا سے عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا کہ سورۂ برات واپس لے لی گئی۔ آن صلعم نے فرمایا کہ کوئی قصور کی بات نہ تھی لیکن جبرئیلؑ مجھپر اس حکم کے ساتھ نازل ہوئے کہ اے محمدؐ نہین کوئی ادا حق کرے گا تجھ سے الا تو یا کوئی مرد جو تجھ سے ہو اور حال یہ ہے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور وہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا

وارث ہے اور میرا خلیفہ ہے میرے گھر مین اور میری اُمت مین اور میرے بعد میرے دین کو چلائے گا اور کوئی شخص اداے حق مجھ سے نہین کرے گا مگر علی (دیکھو کتاب اعلام الوری حبیب السیر اور ازالۃ الخفا) امور بالا سے جو نتائج صاف صاف طور پر ہویدا ہوتے ہین یہ ہین -

الف - امر وحی اس قدر بھاری ہے کہ اُس کی تبلیغ کے لیے خداے تعالیٰ نے حضرت رسول کی ذات پاک کو مختص فرمایا یا آن حضرتؐ کی جگہ ایسی ذات کو جو امر تبلیغ مین حضرت رسول صلعم کی نیابت کا سزاوار تھا - جب خود حضرت رسول صلعم تقاضائے وقت سے مکہ نہ جاسکے تو تبلیغ کے لیے حضرت علی کو اس کام پر مامور فرمایا - اس کارروائی سے حکم خدا کی تعمیل ہوگئی - اس لیے کہ حکم خداوندی یہ تھا کہ تم خود جاؤ یا ایسے شخص کو بھیجو کہ جو تم سے ہو - علی مرتضیٰ کا انتخاب کہے دیتا ہے کہ آپ کی ذات مقدس بھی ایسی ہی باوزن تھی کہ جو وحی خداوندی کے ہم پلّہ تھی - اسی بنا پر حضرت رسول صلعم نے قرآن اور اپنی عترت کو ثقلین یعنی دوامر بزرگ فرمایا ہے اور انھین ایک دوسرے کا ہم پلہ قرار دیا ہے - خداے پاک نے بھی اپنے حکم بالا سے پورے طور پر ظاہر کردیا کہ امر وحی اس قدر بھاری شے ہے کہ اس کی تبلیغ کے لیے اُس کے برابر کا صاحب وزن شخص ہونا چاہیے - حضرت علیؑ کے بھیجے جانے سے صاف طور پر ہویدا ہوگیا کہ حضرت رسول صلعم کے بعد حضرت علیؑ کی ذات کے سوا اور کوئی ذات اُمت محمدیؐ مین ایسی نہ تھی جو امر تبلیغ مین آنحضرت صلعم کی نیابت کرسکتی - اس سے علی مرتضیٰ کی اُس بزرگی اور عظمت کو سمجھنا چاہیے جو خداے تعالیٰ اور حضرت رسول محترم کے نزدیک تھی - اس معاملہ سے نیابت حضرت علیؑ کی بدرجۂ اتم ثابت ہوتی ہے خاصکر حضرت ابوبکر کے مقابلہ مین جو تبلیغ وحی کے سزاوار درگاہ ایزدی مین نہین سمجھے گئے - حضرت ابوبکر کی یہ ناسزاواری کہے دیتی ہے کہ کسی حال مین حضرت ابوبکر علی مرتضیٰ سے افضل نہین قرار دیے جاسکتے ہین خاصکر معاملات قرآنی مین کہ جن سے حضرت ابوبکر کو کسی قسم کا تعلق نہین معلوم ہوتا ہے اگر معاملات قرآنی مین خردل برابر بھی حضرت ابوبکر کو امتیازکی صورت حاصل رہتی تو حضرات اہل سنت زمین اور آسمان کو ایک کرڈالتے خیریت یہ گزری کہ حضرت ابوبکر کو خداے تعالیٰ نے نہ تبلیغ وحی کے قابل سمجھا اور نہ حضرت رسول صلعم نے حدیث انی تارک اور حدیث القرآن مع علی و علی مع قرآن مین جگہ دی -

ب - حکم خداوندی تبلیغ کے متعلق یہ تھا کہ اے محمدؐ تبلیغ رسالت تمھارا کام ہے یا تم خود جاؤ یا ایسے شخص کو بھیجو جو تم سے ہو - پس جب علی مرتضیٰ مکہ مین بھیجے گئے تو معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر کا شمار "جو تم سے ہو" مین نہین کیا جاسکتا ہے - حضرت ابوبکر کی حقیقت عوام مسلمین کی حیثیت سے

زیادہ نہین ثابت ہوتی۔ پس حیثیت عوام رکھکر حضرت ابوبکر علیؑ مرتضیٰ سے افضل کیونکر قرار دیے جاسکتے ہین اور آپ کا درجہ حضرت رسول صلعم کے بعد بزرگتر کیونکر مانا جاسکتا ہے یہ عجب خیال ہے کہ حضرات اہلسنت حضرت ابوبکر کو حضرت علی سے بزرگ تر سمجھتے ہین اور اسی خیال کی پابندی سے حضرت علیؑ کو مفضول جانتے ہین۔ تعصب کا دنیا مین جواب نہین ہے۔

(ج) جب حضرت ابوبکر مدینہ کو واپس آگئے تو آپ نے حضرت رسول صلعم سے وجہ پوچھی کہ سورۂ برات آپ سے کیون واپس لے لی گئی۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ کوئی قصور کی بات نہ تھی لیکن جبرئیل مجھپر حکم خدا یہ لائے کہ "اے محمدؐ نہین کوئی ادا حق کرے گا بجز تجھ سے الا تو یا کوئی مرد جو تجھ سے ہو" اس حکم سے یہ قید پیدا ہوگئی کہ ادائے حق یعنی تبلیغ وحی یا حضرت رسول عمل مین لاوین یا حضرت علیؑ جنکو حضرت رسولؐ نے تبلیغ کے لیے عقب حضرت ابوبکر کے روانہ کیا۔ اس کے بعد حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ کو تبلیغ وحی پر مامور کرکے وجہ یون بیان فرمائی کہ علیؑ مجھ سے ہے" یعنی علی منی وانا منہ" ظاہر ہے کہ اس حیثیت کا درجہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ پس صفت عینیت کے رکھنے والے کے برابر نہ حضرت ابوبکر اور نہ امتیان محمدی سے کوئی صاحب ہوسکتے ہین۔ تب حضرت علیؑ کو مفضول سمجھنا چہ معنی دارد۔ اس کے بعد حضرت رسول صلعم نے فرمایا کہ وہ یعنی علی میرا بھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صفت اخوت مین حضرت ابوبکر یا کوئی صاحب علی مرتضیٰ کے شریک نہین ہوسکتے۔ تعجب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صاف صاف طور پر کہہ ڈالا کہ حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم کے بھائی نہین ہین۔ اس سے زیادہ رسول اللہ کی تکذیب اور کیا ہوسکتی ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ کوئی مکذب رسول اللہ صلعم کا مسلمان کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہے یا نہین خلیفہ رسول خدا کا کہا جانا تو درکنار پھر حضرت رسول نے فرمایا میرا وصی ہے۔ یہ درجہ وصی کا کسی کو حاصل نہ ہوا سوا حضرت علیؑ کے۔ نہایت جائے تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت علی مرتضیٰ کے اس درجۂ بلند کو قابل لحاظ نہین جانتے۔ آپ حضرات بھولے سے بھی علی مرتضیٰ کے وصی رسول اللہ ہونے کا ذکر زبان پر نہین لاتے ہین۔ البتہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور رباعی مین حضرت علیؑ کو "وصی مصطفےٰ حقا" کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اس خطاب سے رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر کو مشرف فرمائے ہوتے تو حضرات اہل سنت خدا جانے کیا صور اسرافیل پھونکے ہوتے۔ جاننا چاہیے کہ وصی کا خطاب ایسا بزرگ ہے کہ اس کے سامنے حضرت ابوبکر کی افضلیت کا مضمون تمام تر ہوا ہوجاتا ہے۔ حضرت رسول صلعم نے حضرت علی کے سوا امتیان محمدیؐ سے کسی کو اس خطاب سے بزرگی نہین بخشی ہے۔ اگر یہ درجہ کسی کو حضرت رسول نے بخشا ہے تو

مخالفانِ علیؑ اِس کا نشان دین۔ اس کے بعد حضرت رسول صلعم علیؑ مرتضیٰ کو اپنا وارث ارشاد فرماتے ہین۔ تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس قول رسولؐ کی تکذیب نحن معشر الانبیاء حدیث موضوع سے کی۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ مکذبِ رسولؐ مسلمان کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہے یا نہین خلیفۂ رسولؐ ہونا تو درکنار۔ آخر مین حضرت صلعم علیؑ مرتضیٰ کو فرماتے ہین کہ وہ "میرا خلیفہ ہے" "میرے گھر مین اور میری اُمت مین"۔ اس قول نبوی کے بعد حضرت ابوبکر یا کوئی دوسرا شخص حضرت علیؑ کے سوا حضرت رسولؐ صلعم کا خلیفۂ برحق کیونکر مانا جا سکتا ہے۔ اگر حضرت رسول صلعم صرف خلیفہ حضرت علیؑ کو فرما جاتے تو مخالفانِ علیؑ کو گفتگو کی گنجایش ممکن تھی۔ مگر جب آن صلعم نے "میرے گھر مین" کے ساتھ قید "میری اُمت مین" کی بھی لگا دی تو ایسی صورت مین نہ حضرت ابوبکر اور نہ کوئی شخص اُمتیان محمدی سے حضرت رسول صلعم کا خلیفۂ برحق کسی حال مین مانا جا سکتا ہے۔ پس ثبات حواس کے ساتھ کوئی شخص حضرت ابوبکر کو خلیفۂ رسولؐ اللہ نہین مان سکتا ہے۔ اس مین شک نہین کہ رحلت آن صلعم کے بعد ہی حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ مگر خلیفۂ رسول اللہ نہین ہوئے۔ آپ کا سچا لقب خلیفۂ بنی ثقیفہ ہو سکتا ہے یا اگر آپ کو خلیفۂ عمری کہین تو بھی خلاف واقعہ آپ کا یہ لقب نہین ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے خلیفہ بنائے ہوئے تھے اور حقیقت حال بھی یہ ہے کہ اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو حضرت ابوبکر کو کسی طرح کی خلافت نصیب نہین ہو سکتی تھی۔ اہل انصاف ملاحظہ فرمائین کہ حضرت رسول کا بحق علی مرتضیٰ یہ فرمانا کہ علی مجھ سے ہے اور وہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا وارث ہے اور میرا خلیفہ ہے میرے گھر مین اور میری اُمت مین" ایسا صاف صاف طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ علی مرتضیٰ کو حضرت رسول صلعم اپنا ایسا خلیفہ قرار دے چکے تھے کہ جس کو آن حضرت صلعم متصرف بہ اُمور دنیا و دین کا سزاوار جانتے تھے۔ ایسی صورت مین حضرت ابوبکر کو خلیفۂ حضرت رسول صلعم ماننا تمامتر بعید از عقل و ہوش نظر آتا ہے۔ بلکہ سخت گمراہی ہے۔ تعجب ہے حضرت ابوبکر سے کہ آپ حضرت رسول صلعم کے ارشاد کے خلاف خلیفہ بن بیٹھے۔ یہ کس طرح کی حضرت رسول صلعم کی فرمانبرداری تھی لیکن آپ کی ذات پاک سے ایسے امر کا ظہور مین آنا کچھ بھی تعجب انگیز امر نہین ہے۔ اس لیے کہ حضرت رسول صلعم کی فرمانبرداری کی طرف آپ کو بہت توجہ نہین رہتی تھی۔ اگر کچھ بھی توجہ رہتی تو حضرت رسول صلعم کے چیخ چیخ کے پکارنے پر بھی آپ میدان احد سے حضرت عمر و حضرت عثمان وغیرہ کی طرح فرار نہین کر جاتے۔ فرار تو فرار بہ آواز بلند یہ نہ کہہ جاتے کہ حضرت محمد مارے گئے تم لوگ اے مسلمانو مذہب آبائی یعنی کفر کی طرف عود کر جاؤ۔ پھر مدینہ جا کر ابو سفیان سے عفو تقصیر کے طالب نہ ہوتے۔

اسی طرح اگر آپ کو حضرت رسول کی فرمانبرداری کا خیال رہتا تو جنگ خندق مین حضرت رسول صلعم کے ارشاد کے بغیر عمر ابن عبدود سے مقابلہ کے لیے مستعد ہو جاتے ۔ اُس لعین سے مقابلہ تو در کنار اب تک یہ نہین معلوم ہو سکا ہے کہ بروز غزوۂ خندق آپ کہان تھے ۔ جنگ خیبر مین بھی آپ جب حارث و مرحب کے مقابلہ کو تشریف لے گئے تو خیمۂ رسول اللہ تک وہ دونون یہودیان خیبر آپ کو اور آپ کے شریک حال حضرت عمر کو پہونچا پہونچا گئے ۔ اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو اسلام کا کام تمام ہو چکا تھا ۔ حارث و مرحب سے لڑکے مرجانا کسی مسلمان کو کیا دشوار ہو سکتا تھا ۔ ایمان کی سلامتی کے سامنے جان کی سلامتی کی قدر کون مسلمان کر سکتا ہے ۔ مگر چونکہ حضرت ابوبکر کا ایمان ناقص در ناقص تھا حضرت رسول صلعم کو زغنۂ اعدا مین چھوڑ چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی غرض سے نکل بھاگا کیے ۔ ماشاء اللہ ۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۔ پھر غزوۂ حنین مین بھی یہی حال ہوا کہ آپ حضرت عمر اور حضرت عثمان کی طرح میدان جنگ سے ایسے فرار ہوئے کہ پھر جنگ گاہ کا منھ نہ دیکھا حضرت رسول چیخ چیخ کر پکارتے ہی رہ گئے کہ نہ بھاگو نہ بھاگو ۔ مگر بھاگنے والے نہ خدا کی سنتے تھے اور نہ رسولؐ کی ۔ جب حضرت رسولؐ اللہ نے یا اھل السمرہ کہکر پکارنا شروع کیا تو بھاگے ہوئے سَو آدمی واپس آگئے مگر حضرت ابوبکر اور آپ کے شریک فرار یعنی حضرت عمر و حضرت عثمان ایسے گئے کہ پھر میدان حنین مین لوٹ کر نہ آئے ۔ ایک مثال اور حضرت ابوبکر کی نافرمانی کی یہ ہے کہ جب جیش اُسامہ کی روانگی کا حضرت رسول صلعم نے حکم صادر فرمایا تو یہ بھی تاکید فرمائی کہ حضرات ثلثہ بھی ہمراہ لشکر اسامہ کے ضرور جائین ۔ اُسامہ لشکر لیکر مدینہ سے باہر بھی گئے ۔ مگر حضرات ثلثہ اور آپ کے رنگ کے مسلمان گھر مین ڈٹے رہے ۔ گھر سے ایک قدم بھی باہر نہ رکھا ۔ یہ بزرگوار بہت صاحبِ ہوش تھے ۔ اگر لشکر اسامہ کی شرکت اختیار کر لیتے تو امر خلافت اور رنگ پر پڑ جاتا ۔ دور اندیشی سے ملعون خدا ہونا گوارا کر لیا مگر موقع خلافت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا ۔ پس جب حضرت ابوبکر کی فرمانبرداری کا یہ طور تھا تو حضرت رسول صلعم سے ارشادات بحق علیؑ پاکر بھی اگر آپ حضرت رسول صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی خلافت یابی کے سامان مین لگ گئے تو یہ امر کسی طرح پر حیرت خیز متصور نہین ہے ۔ اگر حضرت ابوبکر کو حضرت رسول صلعم کے ارشاد کا کچھ بھی پاس ہوتا تو ایسی صورت مین کہ آن حضرت صلعم علی مرتضیٰ کو خلیفہ اپنے گھر اور اپنی اُمت کا فرما چکے تھے تو آپ برضا و رغبت علیؑ مرتضیٰ کے خلیفہ ہونے مین کوشان ہوتے اور ہرگز ہرگز ثقیفہ بنی ساعدہ کو نہ دوڑ جاتے ۔ آپ کی اس انصافانہ کارروائی کا یہ نتیجہ ہوتا کہ حضرت رسول صلعم کی تعمیل ارشاد

کی وجہ سے اسلام مین کوئی پھوٹ واقع نہ ہوتی اور اسلام آیندہ کی خونریزیون سے محفوظ رہ جاتا ۔ دینی اور ملکی اختلافات کو ظہور نہ ہوتا ۔ کم سے کم دینی اختلافات جن سے آج بھی اسلام بدحال اور کمزور ہو رہا ہے شکل پذیر نہ ہوتے ۔ کوئی شک نہین کہ مسلمانون کی پہلی اور بڑی غلطی یہ نظر آتی ہے کہ معاملۂ خلافت مرضی حضرت رسول صلعم کے مطابق طے نہین کیا گیا ۔ ارشادات بالا کے ساتھ حضرت رسولؐ نے بحق علیؑ مرتضیٰ یہ بھی فرمایا تھا کہ علیؑ بعد میرے دین کو چلائیگا ۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت شیخین نے ہنگامۂ ثقیفہ برپا کرکے حضرت علیؑ کو خلیفہ ہونے نہ دیا تو حضرت رسول صلعم کے دین کو چلانے کا موقع بھی حضرت علیؑ کو نہ مل سکا ۔ آپ کا دین جو حسب فرمودۂ رسول صلعم آن صلعم کا دین تھا ، آپ کے محروم خلافت رہ جانے سے قبیلۂ بنی ہاشم اور آپ کے چند دوستداران تک محدود رہگیا ۔ خلیفہ ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے قرآن کو جمع کروانا شروع کیا ۔ زید ابن ثابت وغیرہ کو قرآن کے جمع کرنے پر مقرر کردیا ۔ قول نبوی یعنی "القرآن مع علی و علی مع القرآن" کا بھی مطلق پاس نہین کیا ۔ تمام تر علی مرتضیٰ سے بے تعلقی رکھی ۔ بے مشورۂ علی مرتضیٰ قرآن کو جمع کرڈالا ۔ حضرت ابوبکر کو مخاطب کرکے جو حضرت رسولؐ صلعم نے فرمایا کہ "علیؑ بعد میرے دین کو چلائیگا" اس کا خیال افسوس ہزار افسوس تمام تر حضرت ابوبکر کے دماغ مبارک سے جاتا رہا اور کیون نہ جاتا رہتا ۔ جب خود حضرت ابوبکر سے حضرت رسول نے ارشاد فرمایا تھا کہ "تم لوگون مین شرک اثر کرگیا ہے" ۔ تفسیر درمنثور مین درج ہے کہ بخاری نے ادب مفرد مین معقل بن یسار سے روایت کی ہے کہ مین ابوبکر صدیق کے ساتھ حضرت رسول صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا تو آن صلعم نے فرمایا ابوبکر تم مین شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے ۔ پس ابوبکر نے کہا کہ آخر شرک یہی تو ہے کہ آدمی خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود قرار دے ۔ پھر ہم کب ایسا کرتے ہین جو ہم مین شرک موجود ہوگا ۔ تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے ضرور تم لوگون مین شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ خفی موجود ہے ۔ راقم کہتا ہے کہ ایک تو حضرت رسولؐ کا ایسا فرمانا اور وہ بھی قسم کھا کر ۔ تب کیا ایسے لوگ خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے قابل سمجھے جاسکتے ہین ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ ہرگز نہین اور ہزار بار نہین ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی روایت دیکھی جاتی ہے ۔ اس کے بعد کی پھر کوئی حدیث ایسی نہین دیکھی جاتی ہے جو حضرت ابوبکر کے شرک خفی کے دفع ہونے کے مضمون پر شامل ہو ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک خفی آپ کا آپ کے دم آخر تک اپنے حال پر رہا تب اس شرک خفی کے ساتھ آپ خلیفۂ رسول اللہ کیونکر مانے جاسکتے ہین

راقم دریافت کرنا چاہتا ہے کہ خلافت رسول اللہ کے لیے شرک کی شرط بھی ایک ضروری شرط متصور ہے
بہر حال ظاہر ہے خلافت یابی کے بعد اس کی حاجت ہی حضرت ابو بکر کو کیا باقی رہی تھی کہ قول
نبوی کو پیش نظر رکھتے - اسی طرح حضرت عمر اپنے عہد خلافت مین انھین زید ابن ثابت وغیرہ کے ذریعہ
سے اجتہادات مسائل کرانے لگے اور اُس دین کے بانی ہوگئے جو اب مذہب اہل سنت والجماعت کہلاتا
ہے اور جو اس نام سے عہد خلیفۂ معاویہ کے بعد شہرت یاب ہوا - مختصر یہ ہے کہ حضرت شیخین اس
ارشاد نبوی کو کہ "علی میرے بعد دین کو چلائے گا" تمامتر فراموش کر بیٹھے اور اپنی اپنی راے پر امور دین
کو چلانے لگے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - نہایت جاے حسرت ہے کہ حضرت علی کے رہتے ہوئے زید
ابن ثابت وغیرہ کا دین مسلمانون مین بڑی کثرت کے ساتھ رواج پا گیا - حضرت رسول صلعم نے
تو حضرت ابو بکر سے فرمایا تھا کہ "علی میرا دین چلائیگا" پھر زید ابن ثابت وغیرہ کون تھے جو حسب حکم
حضرت شیخین جامع قرآن اور بانی مذہب بن بیٹھے - کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین کی بدولت جو مذہبی
کارروائیان عمل میں لائی گئین وہ حضرت رسول صلعم کی مرضی کے خلاف عمل مین لائی گئین - ایسی کارروائیون
کو انصاف پسند قوین حق نہین مان سکتا ہے - پس ظاہر ہے کہ زید ابن ثابت وغیرہ کا مذہب حضرت رسول
صلعم کا مذہب کہے جانے کا مستحق نہین نظر آتا ہے - حسب رمودہ حضرت رسول صلعم مذہب حق وہی مذہب ہے
کہ جس کے پابند علی مرتضیٰ تھے اور جس کو آپ اپنی مجتہدانہ کارروائیون سے زینت بخشتے رہے - اگر ارشاد
نبوی درست ماننے کے قابل ہے تو ہر مذہب جو مذہب علیؑ کے خلاف وجود رکھتا ہے لغو اور باطل متصور ہے
آخر مین حضرت رسول نے یہ بھی فرمایا کہ "اور کوئی شخص اداے حق مجھ سے نہین کرے گا مگر علیؑ" - ظاہر ہے کہ
جب حضرت رسولؐ صلعم نے یہ فرمایا کہ "علی مجھ سے ہے اور وہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا
وارث ہے اور میرا خلیفہ ہے میرے گھر مین اور میری اُمت مین اور میرے بعد میرے دین کو چلائیگا
تب دوسرا کون ایسا ہو سکتا ہے جو اداے حق حضرت رسول صلعم کی طرف سے حضرت علیؑ کے سوا
کر سکتا - قول خدا بھی یہی رنگ رکھتا ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل یہ حکم خدا لیکر نازل ہوئے کہ "اے محمدؐ
نہین کوئی اداے حق کرے گا تجھ سے الا تو یا کوئی مرد جو تجھ سے ہو" وہ مرد سواے علیؑ مرتضیٰ کے
دوسرا نظر نہین آتا ہے - حضرت ابو بکر اگر "مجھ سے ہو" مین داخل رہتے تو آپ سے سورۂ برات کے
واپس لیے جانے کا حکم کیون درگاہ ایزدی سے نازل ہوتا -

د - حضرت ابو بکر سے سورۂ برات کے واپس لیے جانے کے بعد حضرت ابو بکر سے حضرت
رسول صلعم کا یہ ارشاد فرمانا کہ علی مجھ سے ہے وہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا وارث ہے

اور میرا خلیفہ ہے میرے گھر مین اور میری اُمت مین اور میرے دین کو میرے بعد چلائیگا ایک ایسا فیصلہ کن ارشاد ہے کہ جس سے حضرت ابوبکر کی خلافت تمام تر ہوا ہو جاتی ہے۔ غیر متعصب اور حق پسند کو اس اقرار سے چارہ نہین رہتا ہے کہ حضرت رسول صلعم نے علی مرتضیٰ کو اپنا ایسا خلیفہ بنایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد جس کو متصرف بہ امور دنیا و دین ہوتا اُس کی شان سے تھا۔ تماشا یہ ہے کہ اس ارشاد کے مخاطب خود حضرت ابوبکر تھے۔ مگر حضرت ابوبکر ارشادات بالا کو خس برابر بھی خیال مین نہین لائے اور آنحضرت صلعم کے بعد ہی خلیفۂ ثقیفہ قرار پاکر متصرف بہ امور دنیا و دین بیٹھے۔ پھر بہ شرکت حضرت عمر بمقابلۂ اہل بیت نبوی اُن ظالمانہ کارروائیون کے عامل ہوئے کہ کوئی منکر دین محمدی بھی انھین جائز نہین سمجھ سکتا ہے۔
واضح ہو کہ حضرت رسول صلعم کا حضرت ابوبکر کے ساتھ بطریق بالا فیصلہ کن الفاظ مین گفتگو فرمانا خالی از وجہ نہین معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم اپنے علم نبوت کی بنا پر ضرور جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر علی مرتضیٰ کی خلافت کے سد راہ ہون گے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسول صلعم حضرت ابوبکر کی طرف سے مطمئن نہ تھے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جذب القلوب سے ہویدا ہوتا ہے۔ محدث ممدوح لکھتے ہین کہ حدیث مین وارد ہے کہ حضرت رسولؐ نے شہدائے احد کے قبور پر جاکر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میرے وہ اصحاب ہین جن کے کمالِ ایمان کی بروز قیامت گواہی دونگا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر بولے کہ یارسول اللہ کیا ہم آپ کے اصحاب نہین ہین۔ رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ " ہان تم میرے اصحاب ہو، لیکن مین نہین جانتا کہ میرے بعد کیا کروگے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول ص جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر علی مرتضیٰ کی خلافت کے سد راہ ہون گے۔ تب تو ایسا کلمہ کہ "مین نہین جانتا کہ میرے بعد کیا کروگے" ارشاد فرمایا قول نبی جھوٹ نہین ہوسکتا جیسا حضرت رسول صلعم نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور مین آیا یہان پر ایک امر قابل عرض معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب بعض قبور شہدائے احد پر حضرت رسول نے بطریق بالا ارشاد فرمایا تو حضرت ابوبکر کی دل شکنی کا خیال کرکے یہ البتہ نہین فرمایا کہ آپ ایسے ہی صحابی ہین کہ اسی میدانِ احد سے مجھے نرغۂ اعدا مین زخمی چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے مگر جواب مین کمال بلاغت کے ساتھ یہ فرما گئے کہ "مین نہین جانتا کہ میرے بعد کیا کروگے"۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کو کچھ بھی خودداری کا خیال رہتا تو میدان اُحد مین حضرت رسول صلعم سے ایسا سوال نہین کر بیٹھتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وقت سوال اپنے فرار کا مضمون آپ کو یاد نہ آیا ورنہ حیا آپ کو ایسے سوال کی اجازت نہ دیتی بہرحال جو جواب آپ کو حضرت رسول سے ملا وہ ایسا ہی نظر آتا ہے کہ جس سے حضرت رسول صلعم کی بداطمینانی حضرت ابوبکر کی طرف سے بدرجۂ اتم ہویدا ہوتی ہے۔ خیر، حضرت رسول صلعم کے ارشادات بالا

ایسے الفاظ پر مشتمل دکھائی دیتے ہین کہ جن سے علیؑ مرتضیٰ کا خلیفۂ رسول صلعم قرار پانا صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ لطف بران یہ ہے کہ ان ارشادات کے مخاطب خود حضرت ابوبکر دکھائی دیتے ہین پھر ایسے مخاطب کہ حضرت رسول صلعم کے روبرو حاضر تھے۔ یہ بھی نہ تھا کہ پیام کے طور پر وہ ارشادات حضرت ابوبکر کو کہلائے گئے تھے۔ اس پر بھی تعجب ہے حضرت ابوبکر سے کہ جب وقت حضرت رسول صلعم کے خلیفہ قائم ہونے کا آیا تو حضرت علیؑ سے کنے کٹا کر اس طرح پر خلافت یابی کے سامان مین مشغول ہو گئے کہ گویا حضرت رسولؐ صلعم نے آپ سے کبھی علیؑ مرتضیٰ کے بارے مین خلیفتی فی اھلی و اُمتی فرمایا ہی نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کے بارے مین جو کچھ حضرت رسول صلعم ارشاد فرما گئے اُس سے زیادہ واضح طور پر اور کیا فرماتے مگر افسوس ہزار افسوس آن حضرت صلعم کے بعد ہی امتیان محمدی نے خس برابر بھی ارشادات نبوی کا پاس نہین کیا اور ایسی خودغرضانہ کارروائیان اختیار کین جو سچے مسلمان سے کبھی ظہور مین نہین آسکتین۔ اہل انصاف کی نظر مین حضرت رسول صلعم کے ارشادات بالا کوئی مبہم یا مشکوک یا کنایہ آمیز یا اشارہ خیز نقشہ نہین پیش کرتے ہین۔

جس کے دل مین انصاف ہے یہی کہے گا کہ صاف صاف طور پر حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ کو زورون کے ساتھ اپنا خلیفہ بنایا۔ اس فیصلہ سے وہی انکار کرسکتا ہے جس کے دل مین حضرت علیؑ کی عداوت بھری ہوئی ہے۔ تعجب ہے حضرات اہل سنت سے کہ حضرت رسول صلعم کے ارشادات بالا کو امر خلافت کے بارے مین فیصلہ کن نہین سمجھتے۔ ارشادات بالا ایسے فیصلہ کن نظر آتے ہین کہ آیندہ خم غدیر مین حضرت رسول کو استخلاف بحق علیؑ کی حاجت نہین رہی تھی۔ مگر حضرت رسول اپنے صحابیون کی حقیقت حال سے تمام تر اطلاع رکھتے تھے۔ اس لیے تجدید استخلاف کی کارروائیان آن حضرت صلعم نے ایک بڑے وسیع پیمانہ پر اختیار کین۔ تماشا ہے کہ حضرات اہل سنت حضرت رسولؐ صلعم کے دو ٹک ارشادات بالا کو خریطۂ نسیان مین ڈالے بیٹھے ہین اور نامربوط اور بے سروپا معاملات سے حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ کے ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ اپنی کوشش کا اٹھا نہین رکھتے ہین۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرات اہل سنت لکھتے ہین کہ ایک عورت حضرت رسول صلعم کے حضور مین حاضر ہو کر کسی امر کی خواستگار ہوئی حضرت رسول صلعم نے فرمایا کہ اُس کے کام کو ابوبکر انجام کردین گے۔ اس ارشاد نبوی کا یہ مطلب لگایا گیا کہ جب حضرت رسول رحلت فرمائین گے اور حضرت ابوبکر آن حضرت صلعم کی جگہ مسند آرائے خلافت ہون گے تو حضرت ابوبکر اسی عورت کا کام کردین گے۔ سچ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ حضرات اہل سنت فرماتے ہین کہ حضرت رسول صلعم کا

جواب بالا اس بات کا اشارہ ہے کہ بعد آن صلعم کے حضرت ابوبکر آنحضرت کے خلیفہ ہون گے یہ مضمون بالا
ایک ایسی حدیث اہل سنت کا ہے جو تمامتر موضوع نظر آتی ہے اور اگر موضوع نہین بھی سہی تو اس سے
حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ کیونکر ثابت ہو سکتی ہے حضرات اہل سنت کچھ نہین بتلاتے کہ وہ عورت
کون تھی اور کس کام کے انجام کی خواستگار ہوئی تھی - یہ مضمون تو "کسی ملک مین تھا کوئی بادشاہ" کا رنگ رکھتا ہے
بالفرض اگر کوئی عورت کسی غرض سے حضرت رسول صلعم کی خدمت مین آئی بھی اور آنحضرت صلعم نے اسکی
غرض کے انجام کا حوالہ حضرت ابوبکر پر فرمادیا تو کوئی غیر متوقع بات ظہور مین نہ آئی وہ بات حضرت ابوبکر سے
انجام پانے والی ہوگی اس لیے آن حضرت صلعم نے اس کا حوالہ حضرت ابوبکر پر فرما دیا - ایسا تو دنیا مین
ہر روز ہوا ہی کرتا ہے کہ سردارون کے پاس اہل حاجت آتے ہین اور سرداران وقت اپنے ماتحتون پر
اُن کی حاجتون کا حوالہ کر دیا کرتے ہین - روز راقم کے پاس طرح طرح کے اہل حاجت آتے ہین راقم اُن کی
حاجتون کا حوالہ اپنے منیجرون اور خوانسامان خدمتگارون پر کر دیا کرتا ہے - اس سے یہ نہین ہو سکتا کہ
راقم کے بعد راقم کے متوسلان راقم کے اہل بیت کے رہتے ہوئے راقم کے جانشین ہو جاوین - ہان
اگر کوئی بات راقم کے بعد راقم کے متوسلون کے کرنے کی ہوگی تو راقم کے متوسل اُسے انجام کر سکین گے
مگر حضرات اہل سنت کی حدیث بالا سے ظاہر نہین ہوتا ہے کہ عورت بالا کی غرض ایسی تھی کہ اس کا انجام
آن حضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکر سے تعلق رکھتا تھا - حضرت رسول صلعم کی رحلت کا مضمون قصۂ بالا
مین تمامتر حضرات اہل سنت کی طباعی سے خبر دیتا ہے - کوئی شک نہین کہ ایسے بے سر و پا قصہ سے حضرت
ابوبکر کی خلافت کو ثابت کرنا اہل سنت کے سوا کسی دوسرے کا کام نہین ہو سکتا - کیا جائے حیرت ہے
کہ حضرات اہل سنت حضرت رسول صلعم کے ارشاد "خلیفتی فی اھلی و فی اُمّتی" کو تو بالاے طاق رکھ دیتے
ہین اور ایسے ایسے مہمل قصون پر جان دیے دیتے ہین -

واضح ہو کہ تاریخ ابن الوردی مین مرقوم ہے کہ سنہ ۹ ہجری مین حضرت رسول صلعم نے حضرت
ابوبکر کو مکۂ معظمہ کی جانب روانہ کیا تاکہ مسلمانون کے ساتھ حج مین شریک ہون - اہل سنت کہتے ہین کہ آپ
امیر الحاج بنا کر وہان بھیجے گئے تھے - جب تبلیغ سورۂ برات کی خدمت بھی آپ کو سپرد کی گئی تھی تو
کوئی شک نہین کہ آپ امیر الحاج بھی بنائے گئے ہون گے - لیکن جب سورۂ برات آپ سے واپس
لے لی گئی اور آپ قبل از حج راستہ ہی سے مدینہ کو واپس کر لیے گئے تو ضرور ہے کہ آپ امیر الحاج
کی خدمت انجام نہین کر سکے - لیکن حضرات اہل سنت کہتے ہین کہ سورۂ برات کے واپس لے لیے
جانے پر بھی آپ مکہ پہونچے اور خدمت امیر الحاج کو بڑے زورون کے ساتھ انجام فرمایا - ظاہرا یہ

بیان حضرات اہل سنت کے جوش عقیدت پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نسائی نے انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت ابوبکر کو مع سورۂ برات مکہ کی جانب بھیجا بعد ازاں اُن کو طلب کر کے فرمایا کہ "سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو میرے اہل سے ہو اور کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہین کر سکتا" پھر حضرت علیؑ کو بلا کر اُنھین تبلیغ سورۂ برات کی خدمت عطا فرمائی۔ نیز محدث موصوف نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرت ابوبکر کو مع سورۂ برات اہل مکہ کی جانب بھیجا اس کے بعد ہی اُن کے عقب مین مجھکو روانہ کیا اور فرمایا کہ تم ابوبکر سے مل کر کتاب موصوف لیکر اہل مکہ کی طرف جاؤ چنانچہ مین نے اثنا رراہ مین ابوبکر سے ملکر کتاب موصوف لے لی۔ پس ابوبکر نے واپس آکر پیغمبر صاحب سے بادل شکستہ و محزون عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میری نسبت کوئی حکم نازل ہوا جو آپ نے کار تبلیغ سے مجھے معزول فرمایا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے یہ حکم الٰہی ہوا ہے کہ یا مین خود اس کی تبلیغ کرون یا وہ شخص جو میرے اہلبیت سے ہو اور ایک دوسری حدیث مین جس کو نسائی اور ترمذی نے جبس بن جنادہ سے روایت کی ہے اس کے یہ الفاظ ہین کہ "جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میری جانب سے سوا میرے اور علی کے کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہین کر سکتا"

امر واقعی یہی ہے کہ حضرت ابوبکر کتاب سورۂ برات کو حضرت علی کے سپرد کر کے مدینہ کو واپس چلے آئے اور مکہ نہ جا سکے۔ اور بالفرض اگر مکہ گئے بھی اور امیر الحاج بنے رہے تو کسی امیر الحاج کا درجہ اس شخص کے برابر نہین ہو سکتا جس کی نسبت حضرت رسول نے فرمایا ہو کہ وہ "خلیفتی فی اھلی وفی امتی" ہے۔ امیر الحاج ہونا اور ہے اور خلیفتی فی اہلی وفی امتی کا مورد ہونا اور ہے۔ مجرد امیر الحاج ہونے سے کوئی شخص خلیفہ رسول اللہ نہین ہو جا سکتا ہے۔ امیر الحاج ہر سال ایک شخص بن سکتا تھا مگر ہر سال کوئی شخص خلیفتی فی اھلی وفی امتی کا مورد نہین بنایا جا سکتا تھا۔ یہ درجہ حضرت علی کے لیے خدا و رسول نے مختص کر دیا تھا جس کی بنا پر کسی دوسرے کو اس کا حق حاصل نہ تھا کہ اپنے کو آن حضرت صلعم کا خلیفہ بنا سکے۔

حضرت ابوبکر نے جو اپنے کو خلیفہ بنا ڈالا رضاے خدا و رسول کے خلاف یہ کام کیا۔ خلیفہ خود ساز نہین ہو سکتا۔ خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے لیے مرضی خدا و رسول درکار ہے۔ خلیفۂ رسول اللہ ہونے کے واسطے "خلیفتی فی اھلی وفی اُمتی" کا مصداق ہونا ضرور تھا۔

واضح ہو کہ ایک دن ایک انگریزی دان صاحب نے راقم سے یہ کہا کہ پیمبر صاحب نے حضرت ابوبکر امیر الحاج بنا کر مکہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر جو ضرورت معلوم ہوئی تو آپ کی روانگی کے بعد

علی صاحب حضرت ابوبکر کے اسسٹنٹ بناکر مکہ کو روانہ کیے گئے - راقم نے کہا کہ آپ کے عجب چیف صاحب
ہین جو عند اللہ تبلیغ وحی کی صلاحیت نہ رکھتے تھے - یہ عجب معاملہ ہے کہ اسسٹنٹ کو تو تبلیغ وحی کی
صلاحیت عند اللہ تھی اور چیف کو نہ تھی ایسے چیف سے تو اُس کا اسسٹنٹ لاکھون درجہ زیادہ قابل قدر
معلوم ہوتا ہے - بس ایسے چیف کو اُس کے اسسٹنٹ کو چھوڑ کر اپنا لیڈر بنانا حماقت ہی حماقت ہے
اس پر وہ انگریزی دان صاحب گڈ مارننگ کہکر کسی طرف روانہ ہو گئے - ذکر بالا سے راقم کی مراد انگریزی
دانون کی توہین نہین ہے انگریزی کتب و سیر کے پڑھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعصب مآبی مین بین طور
پر کمی ہو جاتی ہے اس لیے کہ یوروپین مصنفین کو اہل اسلام کے اندرونی معاملات مین تعصب کی راہ اختیار
کرنے کی ضرورت لاحق نہین ہوتی ہے - مگر جن صاحب سے بطریق بالا راقم کو مکالمہ کی نوبت آئی تھی -
ان کے متعصبانہ خیالات مین شاید بہ تقاضاے طبیعت کسی طرح کا انقلاب نہین پیدا ہوا تھا -
انصاف پسندی خدا کی دین ہے - تعلیم سے طینت نہین بدلتی - بالمختصر تمام معاملات تبلیغ سورۂ برات
پر بغیر متعصبانہ نظر ڈالنے سے پورے طور پر ہویدا ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کیا تھے اور حضرت ابوبکر کیا تھے
اہل تعصب جیسا چاہین ویسا سمجھین - مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ارشاد نبوی کے مطابق حضرت علیؑ
حضرت رسول کے خلیفہ فی اہلہ و فی امتہ پورے طور پر ثابت ہوتے ہین - یہ استخلاف ایسے صاف
لفظون مین آن حضرت صلعم کی جانب سے شکل پذیر ہوا ہے کہ جس کے بعد کوئی اور شخص اُمت محمدی
سے حضرت رسول صلعم کا خلیفہ نہین بن جا سکتا ہے - کوئی شک نہین کہ اس استخلاف کے بعد حضرت
رسول صلعم کو خم غدیر کے استخلاف کی خس برابر ضرورت نہین رہی تھی - مگر چونکہ حضرت رسول صلعم
اپنی امت کے پورے نبض شناس تھے خم غدیر مین تجدید استخلاف کو ضروری سمجھکر وہ کارروائی عمل
مین لائے جنکا ذکر آئندہ آنے کو ہے مگر افسوس ہے کہ باغی اور متمرد امت نے اس استخلاف جدید پر
بھی کچھ توجہ نہ کی اور آن صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی امر خلافت کو اپنے رنگ پر طے کر ڈالا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
موقع نیچم - آپ یعنی علی مرتضیٰ بقول حضرت رسول صلعم سردار عرب تھے (دیکھو مستدرک اور
ازالۃ الخفا) حدیث نبوی جس کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہین یہ ہے کہ جناب رسول خدا نے
فرمایا کہ سردار عرب کو میرے پاس بلاؤ تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ سردار عرب نہین ہین تو آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ مین سردار اولاد آدم ہون اور علی سردار عرب ہین - اس سردار عرب فرما جانے پر بھی اُمت نے
آپ کی سرداری کو قائم ہونے نہ دیا - ثقیفہ بنی ساعدہ کا ہنگامہ برپا کر کے آپ کو اس عالم ظاہر مین خلیفہ
ہونے نہ دیا - مگر سب سے زیادہ تعجب حضرت ام المومنین پر آتا ہے کہ ایسی حدیث کی راویہ ہو کر علی مرتضیٰ کے

عین عہد خلافت مین امت محمدیؐ سے ایک جماعت کثیر کو باغی خلافت بنا کر علی مرتضیٰ سے وہ لڑائی لڑین کہ جس کا نام جنگ جمل ہے اور جس مین مسلمانون کے خون افراط کے ساتھ بہائے گئے۔ سردار عرب کے ساتھ حضرت رسول صلعم کے آنکھ بند کرتے ہی اُمت محمدیؐ کی طرح طرح کی بے اعتنائیان کچھ عجب مضمون ہین مگر حضرات اہل سنت از وقت حضرت ابوبکر تا عہد امیر معاویہ ان سب فسادات کے سکار لینے مین خس برابر کمی کرنے والے نظر نہین آتے ہین۔ واہ وا۔ کیا کہنا ہے۔ امت ہو تو اُمت محمدیؐ کی سی ہو کہ جس نے اپنے نبی محترم کے اہل بیت کے ساتھ کوئی دقیقہ فتنہ و فساد کا اُٹھا نہین رکھا۔ خیر۔ راقم کا سوال یہ ہے کہ حضرات اہل سنت کہین سے نشان دین کہ حضرت رسول صلعم نے حضرت ابوبکر کو بھی کبھی سردار عرب فرمایا ہے یا نہین۔ جواب اس کا سوائے نہین کے ہان نہین ہو سکتا۔ بس ایسی صورت مین حضرت علیؑ کے رہتے ہوئے حضرت ابوبکر خلیفۂ رسول اللہ کیونکر مانے جا سکتے ہین سردار عرب ہو دوسرا اور خلیفۂ رسولؐ اللہ ہو دوسرا ایسا ہو نہین سکتا۔ ضرور ہے کہ جو حسب ارمودۂ حضرت رسولؐ عرب ہو وہی حضرت رسول صلعم کا خلیفہ بھی ہو۔ بالفرض اگر حضرت رسول صلعم صاف صاف طور پر یہ فرما جاتے کہ علیؑ سردار عرب ہین مگر ابوبکر میرے خلیفہ ہون گے تو کسی مسلمان کو حضرت ابوبکر کے خلیفۂ رسول اللہ ہونے مین جائے گفتگو نہین ہو سکتی تھی۔ مگر جب حضرت رسولؐ صلعم نے حضرت علی کو سردار عرب فرما کر حضرت ابوبکر کے اپنے خلیفہ ہونے کا کوئی ذکر نہین فرمایا تو بے شان بے گمان طور پر حضرت ابوبکر حضرت علی کو ترک کر حضرت رسولؐ کی مسند خلافت پر نہین بیٹھ جا سکتے ہین۔ حضرت رسول صلعم کا حضرت علی کو سردار عرب فرمانا تمامتر اہل انصاف کی نگاہ مین حکم استخلاف کا رکھتا ہے۔ یون مخالفان علیؑ جیسا چاہین ویسا کہین۔ مگر عقل اور انصاف کا فتویٰ اس کے سوا دوسرا نہین ہو سکتا کہ جو سردار عرب قرار پا چکا تھا وہی حضرت رسولؐ صلعم کا خلیفہ برحق مانا جائے۔

موقع ششم۔ جب جناب رسول خدا نے آپ کو یعنی حضرت علیؑ کو سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین فرمایا تو آپ کے سوا کوئی دوسرا رسول اللہ کا خلیفۂ برحق نہین مانا جا سکتا ہے۔ اگر ایسے القاب آن حضرت صلعم نے کسی اور کے حق مین فرمائے ہون تو حضرات اہل سنت اس کا نشان دین۔ تعجب ہے کہ آن حضرت صلعم کی رحلت کے بعد اکثر اُمت محمدی نے آپ کو سید المومنین نہین مانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمت محمد کا زیادہ حصہ منافقون پر مشتمل تھا۔ اگر اُمت محمدی آپ کو سید المومنین سمجھتی تو حضرت عمر بحکم حضرت ابوبکر حضرت فاطمہ علیہا السلام کا گھر جلانے کو نہ جاتے اور تعدی کے ساتھ آپ یعنی حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے پاس نہ لیجاتے اور وہان پہونچکر آپ کی گردن مارنے کی بات نہ کرتے اور آپ کے

برادر رسولؐ ہونے سے انکار نہ کہتے - ظاہر ہے کہ کوئی مومن سید المومنین کے ساتھ ایسا وحشیانہ طریقہ رفتار وگفتار نہین اختیار کر سکتا ہے - معاذاللہ - مسلمانان وقت کی یہ کیسی مسلمانی تھی کہ ارشاد حضرت رسول صلعم کے برخلاف عامل ہونے کے لیے تکے رہتے تھے -

موقع ہفتم - بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کتاب ازالۃ الخفا مین بہ شان علیؑ مرتضیٰ یہ حدیث کہ انت ولی کل مومن بعدی ومومنۃ مندرج دیکھی جاتی ہے - ولی کے معنی حضرات اہل سنت دوست وناصر ومحبوب وغیرہ بتلاتے ہین - مگر یہ معنی ہو نہین سکتے اس لیے کہ بعدی کا ٹکڑا ایسے معنی کا متحمل نہین ہو سکتا - رسول اللہ صلعم کے ارشادات بے معنی کبھی نہین ہوتے تھے ایسے معنی قائم کرنے سے حدیث بالا کا کیا مطلب ہو سکتا ہے - حضرت رسول صلعم ایسا بے معنی قول کیون فرمانے لگے کہ اے علیؑ تم میرے بعد تمام مومن ومومنہ کے دوست یا ناصر یا محبوب ہو - یہ حضرات اہلسنت کی ہٹ دھرمی نظر آتی ہے - ورنہ صاف صاف معنی ولی کے سردار اور امام کے سوا دوسرے نہین ہو سکتے ہین اور معنی حدیث بالا کے یہ ہوتے ہین کہ اے علی تم میرے بعد تمام مومن اور مومنہ کے سردار اور امام ہو - چونکہ اس قول نبوی سے حضرت علیؑ حضرت ابوبکر ایسے بڑوں کے بھی سردار اور امام قرار پاتے ہین گھبراہٹ کی حالت مین حضرات اہل سنت کو لفظ ولی کے معنی بطریق بالا درج تحریر کرنے کی مجبوری لاحق ہو گئی مگر اس گھبراہٹ مین "بعدی" کے لفظ کا خیال حضرات بالا کے ذہن شریف میں جگہ نہ کر سکا - یہی حال حضرات اہل سنت کا ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ بہ ضرورت خاص قرآن اور حدیث کے معنی بتلانے مین کوئی فراز ونشیب کا خیال آپ حضرات کو نہین رہتا ہے جیسا کہ راقم اپنی کتاب مصباح الظلم مین اس کی چند نظیرین حوالہ قلم کر چکا ہے - یہ سب کجراہیان صرف اس غرض سے اختیار کیجاتی ہین کہ حضرات خلفاے ثلثہ کی خلافتون پر کسی طرح کا داغ نہ لگ سکے - مگر ان سب کارروائیون کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خلافتین اور زیادہ داغدار دکھلائی دیتی ہین - اب سوال راقم یہ ہے کہ حضرات اہلسنت بتلائین کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے امتیان محمدی سے کسی کے حق مین انت ولی کل مومن ومومنۃ بعدی فرمایا ہے یا نہین - جواب نہین کے سوا ہان نہین ہو سکتا -

موقع ہشتم - حسب تحریر صاحب جذب القلوب وحدیث مندرج بخاری ایک بڑے مجمع مین حضرت رسول صلعم نے نزول وحی کے مطابق یہ فرمایا کہ کسی کا دروازہ مسجد نبوی مین علیؑ مرتضیٰ کے دروازے کے سوا کھلا نہ رہے - اس کی تعمیل سے بہت سے منافقین کے دل مین بہت حسد پیدا ہوا - اسی طرح جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی یہ مسجد میرے اور تیرے سوا کسی شخص جنب پر حلال نہین ہے - یہ دونون فضیلتین ایسی ہین کہ

سواے علی مرتضیٰ کے کسی غیر اہلبیت کے لیے نصیب نہین ہوئین - دوسری فضیلت کہ حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم کی طرح جنب ہونے کی حالت مین بھی داخل مسجد نبوی ہو سکتے تھے اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت علیؑ بھی آنحضرت صلعم کی طرح خلقت کی رُو سے معصوم پیدا ہوئے تھے - یہ ایک بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت علیؑ بھی حضرت رسولؐ صلعم کی طرح معصوم پیدا ہوئے تھے - ایسی صورت مین حضرت رسول صلعم کا خلیفۂ برحق حضرت کے سوا کوئی دوسرا نہین ہوسکتا تھا - یعنی ضرور تھا کہ معصوم کا خلیفہ معصوم ہو یہ فضیلت بین طور پر حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل کی مثبت نظر آتی ہے -

موقع نہم - جناب پیمبر خدا صلعم نے حضرت علیؑ علیہ السلام کو اپنا نائب اور قائم مقام اس طرح پر مقرر فرمایا کہ آپ کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار باندھی پھر آپ کو اپنے شتر پر سوار کر کے کفار کی جانب روانہ فرمایا اور وقت روانگی یہ ارشاد زبان مبارک پر لائے کہ اگر ایک شخص بھی علیؑ کے ہاتھ پر ایمان لائے گا تو وہ دُنیا و مافیہا سے افضل ہوگا اس کے ساتھ آنحضرت نے یہ دعا بھی بحق علی مرتضیٰ فرمائی اَللّٰھُمَّ ثبت لسانہ واھد قلبہ (دیکھو مدارج النبوۃ جناب شیخ عبدالحق صاحب کی) حضرات اہل انصاف فرمائیے کہ دستاربندی کا مضمون جانشینی کی نشانی ہے یا نہین - آج تک دنیا مین رسم جانشینی کی دستاربندی کے ساتھ انجام پایا کرتی ہے - حق یہ ہے کہ حضرت علیؑ اس امتیاز بخشی کے قابل بھی تھے - حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان کے سرون پر دستار باندھکر حضرت رسولؐ صلعم کو کیا خیر کی امید ہو سکتی تھی جب یہ حضرات ثلثہ ہر غزوۂ رسول مین راہ فرار اختیار کیا کرتے تھے - در قرا گند مرد باید بود - اے حضرات اہل سُنت اگر بالاطرح کی دستاربندی کی رسم غیر اہلبیت کے ساتھ حضرت رسول صلعم کی جانب سے عمل مین آئی ہو تو اس کا نشان دیجیے -

موقع دہم - جب ملک یمن مین غنائم کی نسبت خالد بن ولید نے لوگون کو ترغیب دیکر حضرت علیؑ کی شکایت کی نظر سے جناب رسول خدا کے پاس بھیجا تو آن حضرت صلعم کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہین کہ اس وقت آن حضرت نے فرمایا کہ علیؑ کی شان مین گمان بد نہ کرو اس لیے کہ وہ مجھ سے ہے - اور مین اُس سے ہون اور وہ ولی تمھارا ہے - جس شخص کے ہم مولیٰ ہین اُس کا علی مولیٰ ہے - ولی اور مولیٰ سے صاف صاف مراد حاکم ہے - یعنی اس کے حکم سے کسی مسلمان کو سرتابی نہین چاہیے - کس واسطے کہ جیسے ہم تم لوگون کے حاکم ہین ویسے ہی وہ بھی تم لوگون کے حاکم ہین تم لوگون کو اُس کے حکم مین شکایت کی مجال نہین ہے - سیدھے معنی تو ولی و مولے کے یہی ہین مگر مخالفین علیؑ نے ان دونون لفظون کے کیا کیا اول فول معنی بتاتے ہین جن سے اُن کے دلی عناد کا اظہار بدرجۂ اتم ہوتا ہے

مخالفین علیؑ ولی و مولیٰ کے معنی ناصر یا دوست یا محبوب وغیرہ بتاتے ہین جو حضرت رسول صلعم کے محل کلام سے کوئی علاقہ رکھتا ہوا نظر نہین آتا ہے ۔ حضرات اہل سنت نے جب "غضبت" کو بہ معنی "مذمت" قرار دیا تو محبت خلفائے ثلثہ مین اُن حضرات سے جو کچھ عمل مین آئے تھوڑا ہے ۔

بہرحال سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا ہوتا کہ آیا رسول صلعم نے حضرت علیؑ کے سوا حضرت ابوبکر اور کسی اُمتی صاحب کی شان مین لفظ ولی و مولیٰ بطریق بالا استعمال فرمایا ہے یا نہین ۔ جواب نہین کے سوا ہان ہو نہین سکتا ۔

موقع یازدہم ۔ روانگی تبوک کے وقت حضرت علیؑ کو یہ فرمایا کہ اے علی کیا تم اس امر پر راضی نہین ہوتے کہ تم میرے لیے منزلت مین ویسے ہو کہ جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے ۔ کوئی شک نہین کہ اس حدیث منزلت سے حضرت علیؑ کا بہت بڑا درجہ ثابت ہوتا ہے مگر غایت عناد سے دشمنان علیؑ کہتے ہین کہ یہ استخلاف علیؑ کوئی بھاری امر نہ تھا ۔ حضرت رسول نے علیؑ مرتضیٰ کو بچون اور عورتون پر خلیفہ بنایا تھا ۔ شہر مدینہ پر خلیفہ نہین بنایا تھا ۔ وہ ناحق اندیش یہ نہین دیکھتے کہ جب حضرت رسول صلعم نے حضرت علی کو ہارون کے ساتھ تشبیہ دی تو بچون اور عورتون کی کیا تخصیص باقی رہی اور اگر بالفرض آپ اہل و عیال ہی پر خلیفہ بنائے گئے تو عوام اہل مدینہ کیا شے تھے جن پر آپ کے خلیفہ مانے جانے مین کوئی عذر کیا جا سکتا ہے ۔ واہ وا یہ اسلام کے بدنام کرنے والے اہل بیت و عترت رسول اللہ کی کیا خوب قدر کرتے ہین جو ایسی حقارت کے ساتھ اہل بیت نبوی اور عترت مصطفوی کو یاد کرتے ہین ۔ سود اللہ وجوہہم فی الدارین ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۔

واضح ہو کہ حسب تحریر سید علی ہمدانی صرف موقع بالا ہی مین حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ سے انت منی بمنزلة هارون من موسی نہین فرمایا تھا بلکہ دس مقامون مین بحق علی مرتضیٰ حدیث بالا کو ارشاد فرمایا ہے (دیکھو کتاب مودة القربیٰ) اس سے حضرت علیؑ کا خلیفہ ہونا صرف روانگی تبوک کے وقت اہل و عیال حضرت رسول صلعم پر نہین بلکہ عام طور پر خلیفہ حضرت رسول صلعم ہونا ثابت ہوتا ہے بس یہ حدیث آپ کی خلافت حقہ کی ایک بڑی دلیل متصور رہے اس حدیث کو تمامی علمائے اہل سنت نے باستثنائے آمدی قبول کیا (دیکھو اتحاف اہل اسلام) شاہ عبدالعزیز صاحب بھی اپنے تحفہ مین حدیث بالا کے قبول کرنے والے نظر آتے ہین مگر داد سنیت دینے مین قاصر بھی نہین دکھائی دیتے ہین ۔

آپ تحریر فرماتے ہین کہ اصل این حدیث ہم دلیل اہل سنت است در اثبات فضیلت جناب امیر و صحت امامت شان در وقت خود ۔ آنرا کہ ازین حدیث مستفاد می شود استحقاق آن جناب بروے امامت ۔

پھر شاہ صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہین کہ مخالف اس حدیث کے نواصب ہین۔ شاہ صاحب نے
"دروقت خود" کی جو قید لگا دی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کی خلافت اور امامت حضرات ثلثہ
کی خلافت اور امامت کے بعد اپنے وقت خلافت مین مانی جائے۔ سبحان اللہ "دروقت خود" کی کیا خوب
قید لگا دی ہے۔ گویا اتنا جناب رسول خدا صلعم کو فرمانا رہ گیا تھا کہ اُسے شاہ صاحب نے پورا کر دیا۔
ظاہر ہے کہ شاہ صاحب نے صرف مذہب اہل سنت کے حق قرار دینے کے لیے اپنی طرف سے ایسی قید
لگا دی ہے۔ ورنہ صاف صاف طور پر حضرت رسول صلعم کا یہ منشا تھا کہ علیؑ کسی قسم کی قید کے بغیر
آن حضرت صلعم کے بعد خلیفہ اور امام مانے جاوین۔ ہرگز ہرگز حضرت رسول صلعم کا یہ مطلب نہ تھا
کہ خلفائے ثلثہ کے بعد علیؑ کو درجۂ خلافت و امامت نصیب ہو اُن حضرت خلفا کے پہلے نہین
یہ کس قدر خود غرضانہ خیال ہے جو شاہ صاحب کی تحریر سے عیان ہوتا ہے۔ واقعی مولوی نصر اللہ کابلی
کی پیروی نے شاہ صاحب کو کس قدر جادۂ انصاف سے دور پھینکا ہے کہ تحفہ کا تحفہ از خود رفتگی کا
رنگ رکھتا ہے۔ حق یہ ہے کہ راقم ایسے تحفہ کو پڑھکر سنی سے شیعہ ہو گیا۔ یہ کتاب عوام کے لیے جو کچھ عظمت
کی صورت رکھتی ہو مگر جسے واہب العطایا نے کچھ بھی فہم کی دولت بخشی ہے تو ضرور ہے کہ وہ اس کتاب
کو بغور پڑھکر اس کی عظمت کا معترف نہین ہو سکتا بلکہ اگر کوئی فہمیدہ سنی ہے تو اس کے پڑھنے سے ضرور
شیعہ ہو جائے گا۔ اسی "دروقت خود" کے اضافہ سے بین طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بیجا
مضامین کے درج کتاب کرنے سے اجتناب نہین کرتے ہین۔ اس کے کیا معنی ہین کہ شاہ صاحب حضرت
رسول صلعم کے قول مین اپنے قول کو ملا دینے سے باز نہ آئے۔ اتنا بھی خیال نہین کیا کہ حضرت علی کی
منصوصی خلافت و امامت حضرت ثلثہ کی غیر منصوصی خلافتون کے بعد چہ معنی دارد۔ یہ کس قدر عقل و
فطرت اللہ سے بعید ہے کہ پہلے تین غیر منصوص خلافتین ظہور مین آلین تب منصوص خلافت و امامت ظہور مین
آئے۔ سبحان اللہ کیا فہم ہے۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ کوئی شک نہین کہ حدیث منزلت سے
جو مقبولۂ اہل سنت ہے جیسا کہ بالا مین حوالہ قلم ہو چکا ہے حضرت علی کی خلافت نصی ثابت ہوتی ہے
برخلاف خلافت ہائے حضرات ثلثہ کے کسی طرح پر نصی نہین ثابت کیجا سکتی ہے۔ احادیث صحیحین سے
کوئی حدیث ایسی نہین دیکھی جاتی ہے کہ جس سے خلافت حضرات ثلثہ کی نصی ثابت کیجا سکے۔ اکثر
علمائے محدثین بھی جیسے علامۂ نووی ابن حجر صاحب فتح الباری امام مقریزی مؤلف نہایت العقول
وغیرہ وغیرہ بھی خلافت حضرات ثلثہ کے نصی ہونے کے قائل نہین نظر آتے ہین۔ پس جب کہ حدیث
منزلت کا نصی ہونا بحق علی مرتضیٰ ثابت ہے تو بمقابلہ ایسے حضرات کے جن کی خلافت کسی طرح پر

نصی نہین ثابت ہوتی ہے علیؑ مرتضیٰ افضل اور خلیفۂ بلافصل کیونکر نہین مانے جائینگے۔

موقع دوازدہم۔ یون تو مواقع بسیار مین حضرت رسول صلعم حضرت علیؑ کو اپنے قول و فعل سے اپنا جانشین یا خلیفہ ظاہر فرماتے آئے تھے مگر مواقع بالا سے موقع چہارم و موقع دہم اور موقع یازدہم ایسے نظر آتے ہین کہ ان مواقع کے بعد اس موقع دوازدہم مین حضرت علیؑ کے استخلاف کی ضرورت حضرت رسول صلعم کو خس برابر باقی نہین رہتی تھی۔ مگر چونکہ آن صلعم اپنی اُمت کے بڑے نبض شناس تھے خوب جانتے تھے کہ حضرات شیخین وغیرہ کیسے بزرگ ہین اور آپ دونون صاحبون کے جانب دارون کا کیا رنگ ہے جیسا کہ حضرت صلعم کے اُس قول سے جس کے مخاطب حضرت ابوبکر ہو چکے اور وہ یہ تھا کہ "مین نہین جانتا کہ میرے بعد تم کیا کروگے" صاف ہویدا ہے کہ حضرت رسول صلعم کو مطلق اطمینان اپنے امتیان و اکابر اُمتیان کی طرف سے حاصل نہ تھا۔ ایسی صورت مین حضرت رسول نے بحکم خدا یہ آخر مرحلۂ استخلاف کی طرف توجہ فرمائی تاکہ کسی کو بھی موقع اس امر کے کہنے کا نہ رہ جائے کہ استخلاف کی کارروائی اعلان عام کے ساتھ عمل مین نہین لائی گئی۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس اعلان عام سے بھی حسب مراد نتیجہ ظہور مین نہین آسکا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت کے اُمتیون سے زیادہ افراد قول خداوندی فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا کے مصداق تھے۔ ایسے افراد نہ خدا کی سنتے تھے اور نہ رسول کی۔ جیسا جی مین آتا تھا کر بیٹھتے تھے۔ غزوات و سرایا مین ہمیشہ عدول حکمی کرتے رہے صلح حدیبیہ مین حکم خدا و رسول کے خلاف ایک صاحب اکابر امت سے اڑ بیٹھے۔ ایسے افراد کے معاملات پر نظر غور ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسے افراد نے مجرد حصول دُنیا کے لیے مکہ سے مدینہ آنے کی زحمت گوارا کی تھی۔ کیسی ہجرت اور کیسی حضرت رسول صلعم کے ساتھ کسی قسم کی مذہبی عقیدت۔ مکہ مین ایسے افراد حضرت رسول صلعم کو کافی طور پر دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ آن حضرت ایک ہونہار شخص ہین ایسے ہونہار شخص کا ساتھ دینا خالی از نفع نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہت سے دُنیا طلب مہاجرین اپنی اپنی مرادون کو پہونچتے گئے۔ بہت کچھ مال غنیمت انھین ہاتھ لگے۔ بڑے بڑے عہدون پر سرفراز ہوتے گئے۔ حتی کہ ان مین سے پے در پے تین حضرات منتہائے حکومت کو پہونچکر خلفا بھی کہلانے لگے۔ اتمام حجت کے لیے یہ آخر مرحلہ استخلاف کا بے محل یا غیر ضروری نہ تھا۔ اب حضرات ناظرین اس آخر استخلاف کے معاملات کے ہر جزو پر نظر انصاف ڈالین اور تجویز فرماوین کہ اس استخلاف سے حضرت رسول صلعم حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ یعنی متصرف بہ امور دنیا و دین بنا گئے تھے یا نہین۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ۱۰ سنہ ہجری مین حضرت رسول صلعم ایک مجمع کثیر کے ساتھ بہ نظر ادائے حج

مکہ معظمہ کو تشریف فرما ہوئے (دیکھو معارج النبوۃ و تاریخ طبری) حضرت علی علیہ السلام یمن مین تھے آپ
آپ بھی یمن سے مکہ مین بحضور آن حضرت صلعم پہونچے - حضرت رسول صلعم نے مناسک حج ادا فرمائے اور
ایک خطبہ بھی نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ پڑھا (دیکھو توضیح الدلائل سید شہاب الدین احمد کی اور
نیز معرکۃ الآرا شاہ سلامت اللہ صاحب کی) اس خطبہ مین یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اب وفات میری بہت نزدیک ہے
اور قریب ہے کہ فرستادہ عزوجل آئے اور مین لبیک کہون - پس مین اپنے بعد تم لوگون مین دو گران قدر
چیزین چھوڑتا ہون کہ وہ ایک دوسرے سے بڑی ہین اور وہ آپس سے جدا نہ ہون گی تا وقتیکہ حوض کوثر پر
میرے پاس نہ پہونچین - اگر تم لوگ اُن کی پیروی کروگے اور اُن کے ساتھ متمسک رہوگے تو ہرگز ہرگز
گمراہی مین نہ پڑوگے اور وہ دونون گران قدر چیزین قرآن مجید اور میرے اہل بیت ہین - یہ حدیث صحیح و
متواتر ہے (دیکھو ترمذی و تحفہ اثنا عشریہ و ازالۃ الخفا) اس حدیث کی صحت مین کسی کو گفتگو کی جگہ نہین ہے
حج سے فراغت پاکر آن حضرت صلعم نے مدینہ کو معاودت فرمائی - راہ مین جب آن حضرت صلعم مقام خم غدیر
پر پہونچے کہ ذی الحجہ کی اٹھارھوین تاریخ تھی اور ظہر کا وقت تھا جبرئیل امین یہ خطاب رب العزت سے
لائے کہ اے رسول پہونچادے اس پیغام کو جو نازل کیا گیا ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے
پس اگر تو یہ نہین کرتا تو ہماری رسالت کی تبلیغ بھی نہین کرتا اور اللہ تعالیٰ تجھکو شر و فساد سے محفوظ رکھے گا
اس وحی کے نازل ہوتے ہی آن حضرت صلعم وہان ٹھہر گئے اور لوگون کو از سر نو مجتمع فرمایا - اس ٹھہراو
کی جگہ کا نام خم غدیر ہے اور اس مقام سے راہین مختلف سمت مین نکل گئی ہین - حج سے واپس ہوکر
جب ہمراہیان حضرت رسول صلعم یہان پہونچے تو بہت سے لوگ مختلف راہون سے اپنے اپنے گھر کی طرف
روانہ ہوگئے - پس جناب حضرت رسول خدا نے ان لوگون کے بلانے کے واسطے آدمی بھیجے - جب
گئے ہوئے لوگ واپس آچکے اور نیز جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی آنحضرت صلعم سے آملے تب
آن حضرت صلعم نے نماز پڑھی اور کجاوون کا منبر بنایا اور اس پر چڑھکر ستر ہزار آدمی کی طرف مخاطب ہوکر
یون فرمایا کہ تم نہین جانتے کہ مین مومنون سے ذات مومنان کے اعتبار سے بہتر ہون - سامعین نے
جواب مین عرض کیا - بلیٰ یعنی ہان - صاف مطلب اس سوال کا یہ تھا کہ کیا مین مومنین سے بہتر
اور برتر نہین ہون - کسی کو اس مین جائے گفتگو کیا ہوسکتی تھی سب نے یک زبان ہوکر یہ عرض کی کہ ہان
آپ ایسے ہی ہین - اس سوال کے بعد آن حضرت صلعم نے یہ فرمایا کہ مین تم لوگون مین دو امر عظیم چھوڑے
جاتا ہون ایک ان مین سے دوسرے سے بزرگ تر ہے اور وہ قرآن و اہلبیت ہین - ان سے خبردار
رہنا اور دیکھنا کہ ان کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو اور ان کے حقوق کس طرح پر ادا کرتے ہو اور یہ

دونون امر میرے بعد ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہون گے یہان تک کہ وہ مجھ تک حوض کوثر پر پہونچین اس کے بعد آن حضرت نے فرمایا کہ میرا مولیٰ خدا ہے اور مین تمام مومنین کا مولیٰ ہون - پھر اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے خدا میرے جس کا مین مولیٰ ہون اُس کا علیؑ مولیٰ ہے - اے اللہ میرے تو دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن ہو علی کا اور تو مددگار ہو اس کا جو مددگار ہو علیؑ کا اور تو چھوڑ دے اس کو جو چھوڑ دے علی کو اور پھیر دے حق کو ساتھ علی کے جس طرف وہ پھرے اس کے بعد حضرت رسول صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کو ایک خیمہ مین بیٹھنے کے واسطے حکم دیا تا مومنین آپ کو مولائے مومنین ہونکی مبارکباد دین - چنانچہ ازواج مطہرات نے آپ کے خیمہ مین جاکر آپ کو مبارکباد دین دین - (دیکھو ترمذی خواص الامۃ سبط ابن جوزی و سیرت محمد ابن اسحاق و معارج النبوۃ روضۃ الصفا و حبیب السیر) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی بڑے جوشیلے الفاظ سے حضرت علیؑ کے مولائے مومنین و مومنات ہونے سے اعتراف کیا - بلکہ حضرت عمر نے تقاضائے مصلحت سے الفاظ مبارکباد مین بخ بخ کو بھی افزود کردیا - مگر نہایت جائے افسوس ہے کہ حضرت شیخین کو ہنگامہ تہنیت کے وقت (یعنی مبارکبادیان مطلق یاد نہین رہین - بھولے ہوگیا ہون گے - لیکن حق یہ ہے کہ وہ پولیٹکل مبارکبادیان تھین - ان سے کوئی شے مراد نہ تھی - اگر کچھ ہوتی تو تھوڑے ہی دن کے بعد مولائیت حضرت علیؑ کو بالائے طاق رکھکر حضرت ابوبکر حضرت عمر کی مدد سے مولائے مسلمین نہ بن بیٹھتے - علاوہ مبارکبادہائے بالا کے شعرا نے بھی تہنیت کے قصیدے لکھے - چنانچہ ان مین سے مشہور قصیدہ حسان بن ثابت کا ہو جسمین اس واقعہ کا پورا ذکر ہے - حسان کہتے ہین کہ "جناب رسول خدا نے علی مرتضیٰ کو کھڑا کیا اور کہا کہ بتحقیق مین نے تم کو اپنے بعد امام اور ہدایت کرنے والا پسند کیا (راقم کہتا ہے کہ حسان نے صاحب تحفہ کی طرح "در وقت خود" کی قید نہین لگادی) پس جس کا مین مولیٰ ہون علیؑ بھی اُسکا حکمران ہے - پس سب لوگ ان کے سچے مددگار مثل غلامون کے رہو" یہ کہکر جناب رسول خدا نے دعا کی اور فرمایا خدایا جو علی کا دوست ہے اُس کو تو بھی دوست رکھ اور جس نے علیؑ سے عداوت کی اُس کا تو بھی دشمن رہنا - بیچارے حسان کو کیا معلوم تھا کہ معاندین علیؑ مولیٰ کے معنی مین کیا کیا خراش تراش پیدا کرین گے اور حضرت شیخین تھوڑے ہی دن کے بعد حضرت رسول کی ساری کارروائی استخلاف کو آن کی آن مین غت ربود کردین گے بیچارے حسان کیا جانتے تھے کہ حضرت رسول کی رحلت کے بعد ہی حضرت شیخین حضرت علی کو مجرمون کی طرح اپنے پاس کھچوا منگائین گے اور حضرت عمر حضرت علیؑ سے بخشونت تمام کہین گے کہ تم حضرت رسول صلعم کے بھائی نہین ہو - ہم تمھاری گردن مارین گے وغیرہ وغیرہ - بیچارے حسان کیا خبر رکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر

کے خلیفہ قرار پانے کے بعد حضرت شیخین کے ہاتھون سے حضرت سیدہ صلواۃ اللہ علیہا پر ایسا جسمانی اور روحانی تکلیفین ڈالی جائینگی اور معاملۂ فدک مین کیا کیا ایذائین اُٹھائینگی ۔ واقعی استخلاف حضرت علی پر حضرت شیخین کی مبارکبادی اور حضرت رسول صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی دونون بزرگوار کی حضرت علی سے روگردانی کچھ عجیب منظر پیش کرتی ہے ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وقت مبارکبادی زبان و دل حضرت شیخین کے ایک نہین ہو رہے تھے ۔ واہ ری پولیٹکل زبان اور واہ رے پولیٹکل دل ۔ دونون ایک سے ایک بڑھے چڑھے دکھائی دیتے ہین ۔ کبھی طالب خدا اور صاحب ایمان کے ایسے زبان و دل نہین ہوسکتے ہین ۔ کوئی شک نہین کہ یہ منظر دنیاداری کا خاتمہ نظر آتا ہے ۔ حق یہ ہے کہ کیون ایسے زبان و دل حضرت شیخین کے نہ ہوتے جب ان دونون بزرگوار نے مجرد دنیا طلبی کی نظر سے مکہ سے مدینہ چلے آنے کی زحمت گوارا کی تھی ۔ مدینہ مین رہ کر حضرت شیخین بہبودی کی صورتین پیدا کرتے رہے مگر کمال ہوشیاری سے کبھی اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ پڑنے دیا غزوات رسول اللہ سے فرار پر فرار ہی اختیار کرتے گئے ۔ آخر رحلت حضرت رسول صلعم سے دونون بزرگوار کو دنیا کی منتہاے کامیابی کا موقع ہاتھ آگیا پھر کیسی خم غدیر کی مبارکبادی اور کیسا مولائیت علیؑ مرتضیٰ کا اقرار ۔ حضرت رسول دفن ہونے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پردے مین خلیفۃ المسلمین بن بیٹھے ۔ طالبان دنیا نے بھی ان بزرگوار کا ساتھ دیدیا اور بہ اسباب ظاہر حضرت علیؑ خلیفۂ رسول اللہ قرار نہ پاسکے ۔ واضح ہو کہ حسان کے اشعار سے بھی صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنی تمام امت پر حکمران بنایا تھا اور اپنا ولی عہد قرار دیا تھا ۔ مگر معاندین علیؑ کہتے ہین کہ حضرت رسول صلعم نے لفظ مولیٰ کو بمعنی ناصر و دوستدار و محبوب استعمال فرمایا تھا ۔ آخر حیا بھی کوئی چیز ہے ۔ حیا جزو ایمان ہے ۔ جسے حیا نہین ہوتی اُسے ایمان نہین ۔ ارباب انصاف ملاحظہ فرمائین کہ اگر حضرت رسول صلعم کو اسی قدر بیان کرنا منظور ہوتا کہ علیؑ ناصر یا دوستدار یا محبوب مومنین کے ہین جیسا کہ شیخ ابن حجر و دیگر معاندین علیؑ کا قول ہے اور اُن کے متصرف بامور دنیا و دین نہین ہین تو اس کی کیا ضرورت تھی کہ خداے تعالیٰ بذریعۂ وحی کے جناب رسول صلعم سے مؤکدانہ طور پر خطاب فرماتا کہ اے رسول پہونچادے اس پیام کو جو نازل کیا گیا تیری طرف تیری رب کی جانب سے پس اگر تو یہ نہین کرتا تو تو میری رسالت کی تبلیغ ہی نہین کرتا اور اللہ تعالیٰ تجھکو آدمیون کے شر و فساد سے محفوظ رکھے گا ۔ یہان پر یہ جزو آیت "واللہ یعصمک من الناس" ہی قابل لحاظ ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم اہل شر و منافقین وغیرہ سے مطمئن نہ تھے اور ان کی طرف سے فساد کا احتمال غالب تھا ۔ اس لیے ۔ اللہ تعالیٰ آن حضرت سے وعدۂ حفاظت فرماتا ہے چنانچہ حافظ حقیقی نے عقبہ پر

حضرت رسول صلعم کو شرِ منافقین سے بچا رکھا۔ عقبہ کے حالات راقم اس کتاب مین حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ اس کا مختصر معاملہ یہ ہے کہ بعد واقعۂ خم غدیر کے جب آن حضرت صلعم مدینہ کو واپس جا رہے تھے تو بوقت شب براہ عقبہ امتیان محمدیؐ نے خود آن صلعم پر حملہ آوری کی یا عوام اُمتیانِ محمدیؐ سے کرائی مگر حضرت حذیفہ نے اُن بدبخت حملہ آورون کو اپنی چابک بازی سے بھگا دیا۔ لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ پھر آیت بالا کے نازل ہوتے ہی آن حضرت صلعم کیون اس طرح پر ہمراہیان حج کو جمع فرماتے اور پالانِ شتر سے منبر بنا کر اُس پر جلوہ افروز ہوتے اور ان سے یہ سوال فرماتے کہ آیا ہم تم لوگون سے تمھارے نفسون کے اعتبار سے بہتر ہین پھر اُن سے جواب مین قول بلیٰ پاکر کتاب اللہ اور اپنی عترت سے متمسک ہونے کی تاکید فرماتے۔ پھر خدا کو اپنا مولیٰ اور اپنے کو تمام مومنین کا مولیٰ بتا کر دست علیؑ کو پکڑ کے تاکید فرماتے کہ اے خدا میرے جس کا مولیٰ مین ہون پس اُس کا مولیٰ علی ہے۔ اے اللہ میرے تو دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور تو دشمن ہو اُس کا جو دشمن ہو علیؑ کا اور تو مددگار اس کا ہو جو مددگار رہو علیؑ کا اور تو چھوڑ دے اُس کو جو چھوڑ دے علیؑ کو اور تو پھیر حق کو ساتھ علیؑ کے جس طرف وہ پھرے۔ اگر اتنے اہتمامات سے خدا و رسول صلعم کی مراد اسی قدر تھی کہ علیؑ بھی ناصر یا دوستدار یا محبوب مومنین کے کہے جائین تو دنیا مین کسی نبی یا کسی بادشاہ یا کسی حاکم یا کسی مدبر نے ایسی فضول کارروائی نہین اختیار کی ہے۔ مگر حضرات اہل سنت اپنے حضرات ثلثہ کی محبت مین ایسے از خود رفتہ نظر آتے ہین کہ مطلق حق و ناحق کی پروا نہین کرتے۔ قابل لحاظ یہ بھی امر ہے کہ جب کلمات بالا آن حضرت صلعم علی مرتضیٰ کے حق مین فرما چکے تب آپ نے تہنیت کی ہدایت فرمائی جس کے مطابق حضرات امہات المومنین اور ماشاء اللہ خود حضرت شیخین نے بھی بنفس نفیس اداے مبارک باد مین کچھ کمی نہین کی اور بقول امام حنبل علیہ الرحمۃ جو اہل سنت کے ائمہ اربعہ سے ہین خود جناب رسالت مآبؐ نے بعد نزول اس آیت کے کہ "آج کے دن کامل کر دیا مین نے دین کو تمھارے اور تمام کردی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا مین تمھارے دین اسلام سے" اداے سپاس الٰہی کے طور پر یہ فرمایا کہ

الحمد للہ علی اکمال الدین و اتمام نعمتہ و رضائہ برسالتی و ولایت علی من بعدی۔

اے اہل انصاف بتائیے کہ حسب ارشاد نبوی اب علی مرتضیٰ کی ولیعہدی اور جانشینی مین کون سی ٹھیک لگی رہ جاتی ہے۔ کیا اب بھی حضرات اہل سنت کہے جائین گے کہ خداے پاک اور حضرت رسول صلعم کی ساری کارروائیان اور امتیان محمدی کی مبارک بادیان اور خود آن صلعم کی سپاس گزاری صرف اتنی بات کے لئے ظہور مین آئی تھین کہ حضرت علیؑ صرف یا دوستدار یا محبوب مومنین کے مانے جاوین۔ یہ سب کچھ سہی مگر مرغی کی وہی ایک ٹانگ پر حضرات اہل سنت کے مذہب کا مدار ہے۔

کوئی شک نہین کہ تمام امور دُنیا و دین مین حق پسندی سے کسی کو چارہ نہین ہے - انصاف سے درگزرنا سخت بے ایمانی ہے - اناپ شناپ طور پر خدا اور رسول خدا صلعم کے اقوال کی تاویلات وہی کرے گا جو حیا کی صفت سے محروم پیدا ہوا ہے اور فقدان حیا کی وجہ سے خارج از ایمان ہے -

واضح ہو کہ مواقع بالا سے حضرت علی کی خلافت بلافصل نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ ثابت ہوتی ہے - مگر موقع دہم یعنی قصۂ غنائم ملک یمن اور موقع یازدہم یعنی قصۂ تبوک بھی بہت قابل لحاظ ہین - موقع دوازدہم انھین دونون موقع استخلاف کے اعلان کا منظر پیش کرتا ہے - اس موقع آخر سے پورے طور پر علی مرتضیٰ کی ولی عہدی پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے - یون دشمنانِ علیؑ اور ارباب تعصب معاملۂ خم غدیر کو جس نگاہ سے چاہین دیکھین - مگر اہل انصاف کی آنکھ مین یہ معاملہ ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ جس سے حضرت علی کی خلافت بلافصل مین کوئی عذر کا پہلو باقی نہین رہتا ہے - کوئی شک نہین ہے کہ حضرت رسول خدا کی پالیسی حسب مرضی خدائے عزوجل یہی تھی کہ آن صلعم کے بعد علی مرتضیٰ جانشین آن صلعم ہو کر پورے طور پر متصرف بہ امور دنیا و دین ہون اور جمیع امتیان محمدی ایک دل ہو کر اطاعت علی مرتضیٰ مین سرگرم رہین اور اہل بیت علیہم السلام کی وہی توقیر بنی رہے جس کے وہ مستحق تھے اور اور جس توقیر کے ساتھ وہ حضرات علیہم السلام عہد رسول اللہ مین زندگی بسر کرتے تھے - مگر ایسے بدبخت اُمتیان نے جو سلطنت رسول اللہ کو دینی سلطنت نہین سمجھتے تھے اور جنھون نے دل سے دین آن حضرت کو قبول نہین کیا تھا اور اسی وجہ سے دنیاوی خواہشون مین مبتلا تھے خدا اور رسول کے فرمودہ کی طرف خس برابر بھی توجہ نہین کی اور حکم خدا و رسول سے ایسی انحراف ورزی اختیار کی کہ جسکی مثال تاریخ و سیر مین کہین نظر نہین آتی ہے - یہ مردمان دنیا طلب ہر چند عہد رسول اللہ مین کچھ ایسے فسادات برپا نہ کرسکے کہ جس سے اُن کی چھپی بغاوت شہرت پذیر ہوتی مگر حضرت رسول صلعم ایسے افراد کی حقیقت حال سے بے خبر نہ تھے - اسی لیے بار بار حضرت علیؑ کے استخلاف کا اعادہ فرمایا کرتے تھے - یہان تک کہ موضع خم غدیر مین اپنی رحلت سے چند ماہ پیشتر استخلاف علی مرتضیٰ ایسے اہتمامات کے ساتھ اعلان فرمایا جس سے مختلف فرقہ ہائے اہل سنت کے سیر و حدیث کی کتابین مزین دیکھی جاتی ہین - بہرحال اتنے بڑے اعلان پر بھی اکابر امتیان محمدی حضرت رسول صلعم کے ساتھ ہی اپنے اصلی رنگ مین نمودار ہو گئے - ان کی کارروائیان ایسی محسن کشی نافرمانی عدول حکمی حق کشی ایذا رسانی ستم پروری سنگ دلی بے رحمی کینہ کشی احسان فراموشی بداندیشی اور حق ستانی سے خبر دیتی ہین کہ جو آپ اپنی نظیر دکھائی دیتی ہین - کوئی شک نہین کہ ان کی ایسی کارروائیون نے صرف نہ اُس وقت کے اہل بیت اور بھی دین

رسالت پناہ صلعم کو ضرر عظیم پہونچایا بلکہ اُن مذموم کارروائیون کی تاثیر تا عہد حضرت امام عسکری علیہ السلام
نتائج بد پیدا کرتی رہی بلکہ اسوقت بھی وہ تاثیر پورے طور پر قائم ہے۔ اور تا قیامت قائم رہے گی۔
کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ مین دو صفتین ایسی تھین کہ نہ حضرت ابوبکر اور نہ
امتیان محمدیؐ سے کسی مین آپ کی برابری پائی جاتی تھین۔ یہ صفتین شجاعت اور عبادت کی تھین۔
شجاعت کی نسبت تو اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر حضرت ولایت مآب کی ذات نہ ہوتی تو روے زمین پر اسلام قائم
نہ ہوسکتا اسلیے حضرت ابوبکر کا آپ کی ذات سے موازنہ کرنا شجاعت کا خون کرنا ہے۔ علم سیر و تاریخ سے ہویدا
ہوتا ہے کہ جن جن غزوات رسول اللہ مین حضرت ابوبکر نے راہ فرار اختیار کی اُن غزوات مین صرف
حیدر کرار ثابت قدم نہین رہے بلکہ اُن غزوات کی فتحین بھی آپ کے ہاتھ رہین۔ حضرات اہل سنّت
خالد صاحب کو جو شجاعت مین حضرت علیؑ کا جواب پیش کرتے ہین وہ حضرات شجاعت اور سباعیت
کی تمیز نہین رکھتے ہین۔ شجاع کو حلیم رحیم کریم بے نفس اور حق پرست ہونا ضرور ہے۔ خالد صاحب
صفات حلم و رحم و کرم و بے نفسی و حق پرستی سے تمامتر معرا تھے ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا　　　　ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

دوسری صفت علی مرتضیٰ کی جو عبادت کی ہے وہ ایسی ہی ہے کہ بقول پاک حضرت رسول صلعم تمام
نیکوکاران ماضی و مستقبل و حال کی عبادت آپ کی عبادت کو پہونچ نہین سکتی ہے۔ ایسی صورت مین حضرت
ابوبکر یا کسی نیکوکار عالم کا موازنہ آپ کی نیکوکاریون کے ساتھ ایک فضول امر ہے۔

راقم علی مرتضیٰ کی اور صفتون کو بھی حوالہ قلم کرتا مگر طولانی کلام کے خوف سے صرف ان دو صفتون
کی تحریر پر قناعت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف یہ دو صفتین آپ کی افضلیت کے ثابت کردینے کے لیے
کیا کم ہین۔ یہ ہو نہین سکتا کہ کوئی شخص حضرت علی سے ان دو صفتون مین کم ہوا اور پھر حضرت علیؑ پر افضل
قرار دیا جائے۔ ایسا شخص حضرت علیؑ کے رہتے ہوے حضرت رسول صلعم کا خلیفہ برحق نہین مانا جا سکتا
ہے۔ یون متعصب اور حق کش ہونا اور بات ہے۔

بالا مین راقم نے کچھ صفات حضرت علیؑ کی صفات غیر متناہیہ سے حوالہ قلم کردیے ہین۔ اس سے مراد راقم یہ نہین ہے
کہ صرف اسی قدر صفات حضرت ولایت مآبؑ کے ہین۔ صفات آپ کے لاتعد و لاتحصیٰ ہین۔ راقم کی
کیا مجال کہ آپ کے جمیع صفات کو تحریر کرسکے ؎

جبار در مناقب اُو گفت ہل اتیٰ　　　　کس را چہ زور و زہرہ کہ وصف علیؑ کند

بہرحال جتنے اوصاف گرامی آپ کے راقم نے داخل تحریر بالا کیے ہین وہ ایسے ہین کہ حضرت ابوبکر

یا کسی اُمتی کو عہد حضرت رسول صلعم کے نصیب نہ تھے۔ اگر صفات بالا سے ایک صفت کے ساتھ بھی امتیان محمدیؐ سے کوئی شخص متصف پایا جاتا ہے تو حضرت ولایت مآب کے توہین کرنے والے صاحب اُس صفت کا نام بتلاوین۔ اب یہ فرمانا معترض صاحب کا کہ حضرت علی مین دامادی اور اخوت حضرت رسول صلعم کے سوا کوئی اور صفت موجود نہین تھی درست ہے یا نادرست اس کا فیصلہ اہل انصاف کے ہاتھ ہے۔ معاذاللہ نا واقفیت جہالت اور تعصبات کی وجہ سے عوام مسلمانان مین ایسی غلط خیالیان پھیل گئی ہین کہ ان کی اصلاح کوئی آسان امر نہین ہے۔ ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک فضل خداوندی شامل حال نہین ہوتا ہے غلط خیالون کی غلط خیالیان اپنے حال پر قائم رہین گی۔

مَعَاذَ اللّٰہِ ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰہِ



ضمیمہ نمبر ۳

لیکن توچیزے دیگری

ایک سنی صاحب صفات علی مرتضیٰ کے منکر تو نہین ہین مگر حضرت عمر کو افضل مانکر فرماتے ہین کہ ہان حضرت علی مین خوبیان ہین مگر حضرت عمر اس کے مصداق ہین کہ "لیکن توچیزے دیگری" یہ قول قائل صاحب کا تقاضاے مذہب اہل سنت کے خلاف نہین ہے۔ مذہب اہل سنت یہی ہے کہ حضرت عمر افضل ہین اور حضرت علیؑ مفضول۔ راقم ضمیمہ نمبر ۲ مین واضح طور پر دکھلا چکا ہے کہ صفات حمیدہ مین حضرت ابو بکر کا موازنہ حضرت علیؑ کے ساتھ ایک فضول امر ہے۔ پس جب حضرت ابو بکر حضرت علیؑ کے ہم پلہ صفات حمیدہ مین نہین دکھائی دیتے ہین تو حضرت عمر کو دعوی برابری یا دعوی برتری کیا ہو سکتا ہے۔ راقم یہان خود صفات حضرت عمر پر نظر ڈال کر ناظرین با انصاف کی توجہ کا طالب ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ قائل قول بالا نے حضرت عمر کی کسی ایسی صفت کا ذکر نہین کیا کہ جسکی بنا پر "لیکن توچیزے دیگری" کا مضمون اسباب ترجیح دکھلا سکتا ہے۔ اگر وجہ ترجیح سے راقم کو خبر ہو سکتی تو منصفانہ تنقید مین کوشان ہوتا۔ بحالت موجودہ راقم کو اس سے چارہ نہین ہے کہ چند صفات انسانی کا ذکر کر کے حضرت عمر کے لگاؤ سے اُن پر نظر تحقیق ڈالے اور جہان تک ممکن ہو پوری منصفی کے ساتھ ان کا موازنہ حضرت علیؑ کے صفات کے ساتھ عمل مین لاوے۔

الف۔ حضرت عمر حضرت علی کے برابر نسب مین نہین ہین۔ کتاب مثالب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے دادا نفیل ایک کنیز حبشیہ کے بطن سے جسکا نام صہاک تھا پیدا ہوئے۔ یہ صہاک حضرت ہاشم بن عبد مناف کی لونڈی تھی جو نفلہ بن ہاشم اور بعدہ عبد العزیٰ بن ریاح کے تصرف مین یکے بعد دیگرے در آئی۔ یہان تک کہ مضامین کتاب مثالب مین پائے جاتے ہین۔ اس کتاب سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ نفلہ بن ہاشم عبد العزیٰ کے فرزند نفیل جد حضرت عمر کے تھے۔ بہرحال اپنے وقت مین نفیل نے قبیلۂ فہم کی کسی عورت سے رواج ملکی کے مطابق مواصلت پیدا کی جس سے خطاب حضرت عمر کے والد تولد ہوئے (دیکھو معارف ابن قتیبہ) یہ عورت بھی قبیلۂ فہم کی لونڈی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ام الولد کے قاعدہ سے رواج جاہلیت کے مطابق آخر مین عمر بن نفیل کے تصرف مین آئی

واللہ اعلم بالصواب ۔ واضح ہو کہ کتاب مثالب تصنیف ابوالمنذر ہشام بن سائب الکلبی کی ہے۔ یہ بزرگ اکابر و اعاظم علماے اہل سنت سے ہین اور اس درجہ کے ہین کہ ترمذی اور ابن ماجہ اُن کو اپنا شیخ مانتے ہین اور بغوی جیسے محقق اور مفسر نے بھی اپنی تفسیر معالم التنزیل کو اُن کی روایتون سے بھر دیا ہے امام ابن تیمیہ اس عالم مستند کو علم نسب کا امام سمجھتے ہین ۔ علامہ سبط بن جوزی اور ابن خلکان بھی انساب کے متعلق ان سے بہت کچھ لیتے گئے ہین اس سے سمجھنا چاہیے کہ کتاب مثالب کے مصنف کا کیا پایہ ہے بس ابوالمنذر ہشام کی تحقیق کی کس عظمت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے محتاج بیان نہین ہے۔

اب کوئی حاجت نہین کہ راقم حضرت علی اور حضرت عمر کے نسبی معاملات پر اظہار راے کرے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین حضرت عمر کا ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے ساتھ ازدواج کا قصد کرنا خالی از کراہت متصور نہ تھا ۔ مگر ہزار ہزار شکر کی جا ہے کہ حضرت عمر کے ازدواج کا قصہ دوسری ام کلثوم سے تعلق رکھتا ہے اُم کلثوم بنت فاطمہؑ کے ساتھ اُس کو کوئی تعلق نہین ہے ۔ بہرحال جن صاحبون کو حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت عمر کی برابری نسب پر اصرار ہے ان کی خدمت مین راقم کو اس امر کے عرض کر دینے سے چارہ نہین ہے کہ حضرت محمد صلعم کی طرح حضرت علیؑ کے باپ اور دادا سے کوئی بھی ولد الجاریہ نہ تھے۔

خداے تقدس و تعالیٰ نے نبوت و امامت کے بخشنے مین شرافت و نجابت و بزرگی خاندان کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے ۔ راقم کا خیال واثق یہ ہے کہ اگر حضرت محمد صلعم یا حضرت علی علیہ السلام اعلیٰ درجہ کی نسبی بزرگی نہین رکھتے تو خداے تعالیٰ نہ حضرت محمد صلعم کو اس بیش از خیال درجہ کی نبوت اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اس بلند پایہ کی ولایت و امامت بخشتا ۔ صلوٰۃ اللہ بر محمدؐ و صلوٰۃ اللہ بر علیؑ ۔

اب قائل قول بالا صاحب فرماوین کہ " لیکن تو چیزے دیگری " کی چسپانی امر نسب کے اعتبار سے حضرت عمر کے ساتھ ہوتی ہے یا نہین ۔

ب ۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر اطاعت رسول اور خدمت اسلام مین کیسے تھے ۔ اطاعت کا تو یہ رنگ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول کی اطاعت دل سے گوارا نہین کرتے تھے ۔ لیکن جو دل مین بات رہتی ہے کبھی نہ کبھی ظاہر ہی ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ قصہ صلح حدیبیہ مین حضرت عمر کا اصل رنگ کھل گیا ۔ حضرت رسول صلعم بحکم خدا کفار مکہ سے صلح کرنے کے لیے مستعد تھے ۔ مگر حضرت عمر اڑ بیٹھے کہ صلح نہین ہونا چاہیے ۔ ہرچند حضرت رسول صلعم نے فرمایا کہ ہم صلح ہو کہ جنگ کفار سے بحکم خدا کرتے ہین مگر حضرت عمر اڑے کے اڑے رہ گئے ۔ حکم خدا و رسول سے اڑنا تو ایک طرف آپ نے صاف طور پر اپنے قول سے شک فی النبوۃ کا اظہار کر دیا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شک آپ کے دل مین ابتدا سے

چلا آتا تھا اس وقت آپ سے روکا نہین جا سکا آپ نے اظہار شک کر دیا۔ کل اناءٍ یترشح بما فیہ
اس اظہار شک کے بعد بھی آپ اس کے درپے رہے کہ جو صلح آن حضرت صلعم نے اہل مکہ سے کر لی تھی
وہ شکست ہو جائے۔ یہ کون سی دینداری حضرت عمر کی تھی اور کیسی اطاعت حضرت رسول کی۔
معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ دوسرا قصہ آپ کی عدول حکمی کا یہ ہے کہ حضرت رسول صلعم نے ایک لشکر کفار کی
طرف اُسامہ کی ماتحتی مین روانہ فرمانا چاہا تھا اور جمیع مسلمین کو بہ استثنائے حضرت علیؑ اس لشکر کی شرکت
کا حکم صادر فرمایا تھا اور یہ حکم حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و سعد ابی وقاص کے لیے بالتخصیص
صدور پایا تھا۔ مگر یہ سب بزرگوار گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے ایک صاحب بھی لشکر اسامہ کے
شریک تاکید اکید کے ساتھ بھی نہ ہوئے۔ اس سے زیادہ نافرمانی خدا و رسول کی اور کیا ہو سکتی ہے
پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت شیخین نے غرض خاص سے حضرت رسول صلعم کے حکم سے سرتابی کی تھی اور
وہ یہ ہے کہ حضرت رسول صلعم منتہائے مرض الموت کو پہونچ چکے تھے۔ اگر وہ دونون بزرگوار لشکر اسامہ
کے شریک ہو کر مدینہ سے منزلون دور ہو جاتے تو دونون حضرت خلافت یابی کی فراہمی سامان سے
تا مقر مجبور ہو جاتے اور خلافت کا انتظام اور طور پر انجام پا جاتا بہ قرینۂ غالب امر خلافت اس طرح پر
طے پا جاتا جیسا کہ منظور حضرت رسول مقبول تھا۔ یعنی حضرت علی خلیفہ ہو جاتے اور طالبان خلافت
محروم رہ جاتے جس سے ہر دو بزرگوار کی دیرینہ آرزو خاک مین ملجاتی۔ بالمختصر ان دونون قصون سے
بین طور پر ہویدا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول صلعم کی فرمانبرداری سے منزلون دور تھے حضرت عمر
کے بار بار کے فرار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو آن حضرت صلعم کے ساتھ قلبی ہمدردی کچھ بھی نہین
تھی اگر کچھ بھی حضرت رسول صلعم کی محبت حضرت عمر یا آپ کے ساتھیون مین مرکوز ہوتی تو بار بار حضرت
رسول صلعم کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر ایسی بد ترکیبی کے ساتھ یہ بزرگوار راہ فرار اختیار نہین کیا کرتے۔
غزوات حضرت رسول صلعم سے اس طرح کا شرم آگین بار بار کا فرار پکار پکار کہتا ہے کہ ایسے فرار ین کبھی دل
سے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ سچا مسلمان ہرگز ایسا نہین کر سکتا تھا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے
آقائے دین و دنیا یعنی حضرت رسول صلعم کو خوفناک حالتون مین چھوڑ کر بار بار بھاگ جا سکتا۔ یہ
بھاگنے والے ایسے ہی لوگ تھے جو دنیا طلبی کی نظر سے حضرت رسول صلعم کے ارد گرد رہا کرتے تھے
اور جب یہ دشوار وقت آپڑتا تھا فقرو ہو جاتے تھے۔ ان مین ایک حضرت عمر بھی تھے جن کے فرار کے
مضامین سے کتابین سیر و حدیث کی مزین نظر آتی ہین۔ اب "لیکن تو چیزے دیگری" فرمانے والے صاحب
حضرت عمر کی خدمت اسلام کے مضامین مندرجۂ ذیل پر نظر توجہ ڈالین۔

حضرت عمر کی اطاعت حضرت رسول صلعم کے احوال تو ویسے ہین جو بالا مین ذکر ہو چکے۔ اب آپ کی خدمت اسلام کے کچھ حالات عرض ہوتے ہین۔ واضح ہو کہ اطاعت حضرت رسول صلعم کے مضمون سے خدمت اسلام کا مضمون جدا نہین ہو سکتا اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ عہد آنحضرت صلعم مین اسلام کی کوئی نمایان خدمت حضرت عمر یا آپ کے انداز کے کسی صحابی سے ظہور مین نہ آسکی۔ کتب سیر و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت رسول صلعم نے مکہ سے مدینہ مین آکر قرار کیا تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کفار مکہ سے چشمۂ بدر پر آن حضرت کو مقابلہ کی نوبت آئی۔ اس جنگ مین حضرت عمر اس بنا پر کہ آپ کے مامون ابو جہل حضرت رسول صلعم سے لڑنے کو آئے تھے کفار قریش کا سامنا ہی نہین کیا۔ اگر اس جنگ مین حضرت رسول صلعم کو شکست ہو جاتی تو اسلام کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس جنگ مین حضرت علی کی تلوار نے کفار قریش کو ایسی شکست دی کہ دشمنان خدا جو زندہ رہ گئے تھے جنگ گاہ سے بھاگ کر مکہ کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد احد کی لڑائی واقع ہوئی حضرت رسول صلعم اس جنگ مین سخت زخمی ہوئے اور حضرت عمر حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان کی طرح آنحضرتؐ صلعم کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر فرار کر گئے۔ اگر حضرت علی نہ ہوتے تو اسلام کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس کے بعد جنگ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اس جنگ مین اسلام کے لڑنے کے واسطے ایک ایسا عظیم پیکر کافر جس کا نام عمرو بن عبدود تھا آیا تھا کہ جس کے مقابلہ سے ہر مسلم نے انکار کر دیا۔ حضرت رسول صلعم نے خاصکر حضرات ثلثہ کو اُس کے مقابلہ کے لیے حکم دیا تھا مگر کس کو جان بھاری پڑی تھی کہ اُس کے مقابل ہوتا۔ جب لشکر اسلام سے کوئی اس کا سامنا نہین کر سکا تب آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو اس کے مقابلہ کی اجازت دی۔ شیر خدا نے اُسے طعمۂ ذوالفقار کر ڈالا۔ اور لشکر کفار شکست کھا کر بھاگ نکلا جب اطمینان کی شکل پیدا ہو گئی تو حضرت عمر میدان جنگ مین تشریف لائے۔ ایک کافر جو حضرت علیؑ کو دیکھکر بھاگا جاتا تھا اُس کی جانب حضرت عمر نے رُخ فرمایا۔ آپ کی حالتِ تعاقب مین جب اس نے دیکھا کہ حضرت علیؑ تعاقب کنان نہین ہین اور حضرت عمر دوڑے آتے ہین تو وہ پلٹ پڑا اور حضرت عمر کو ایک نیزہ لگا کر چلدیا۔ واضح ہو کہ تمام غزوات رسول اللہ مین حضرت عمر کا یہی ایک ضحک انگیز واقعہ نظر آتا ہے جس مین آپ نے کسی کافر سے مقابلہ کا قصد دکھلایا ہے مگر سر مونڈ ہتے ہی اولے پڑے۔

اس واقعہ کے علاوہ کسی غزوۂ رسول اللہ مین نہ آپ نے اور نہ حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان نے کسی کو خط لگایا اور نہ اپنے بدن پر خط لگنے دیا۔ اس جنگ خندق کے بعد آن حضرت صلعم کو جنگ خیبر کا اتفاق ہوا۔ حضرت عمر حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان کی طرح دو دن تک یہودیان خیبر کے مقابلہ مین

شکست کھا کھا کر بھاگ گئے۔ یہان تک کہ فاتح خیبر یعنی حضرت علیؑ مرتضیٰ نے اُن دشمنانِ اسلام کا پورے طور پر قلع قمع کر ڈالا۔ اس کے بعد جنگ حنین پیش آئی۔ اس جنگ مین بھی حضرت عمر حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کی طرح فرار کر گئے اور ایسا بھاگے کہ آن حضرت صلعم چیخ چیخ کر فرار سے منع ہی کرتے رہ گئے مگر اصحاب ثلثہ سے ایک صاحب نے بھی آنحضرت صلعم کی ایک نہ سنی۔

واضح ہو کہ یہ تو معروف غزوات حضرت رسول صلعم کے تھے اور غزوات و سرایا مین بھی حضرت عمر یا حضرت ابوبکر و حضرت عثمان سے کوئی خدمت اسلام کی ظہور مین نہین آسکی۔ مگر حضرت علیؑ خدمت اسلام انجام دیتے رہے جیسا کہ راقم اس کتاب مین حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ ان غزوات و سرایا مین نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت رسولؐ صلعم کی فرمایش کے بغیر بھی اپنی خواہش سے خدمت اسلام کرتے تھے۔ عہد رسول اللہ مین حضرت عمر کی کوئی ممتاز خدمت اسلام کی ظاہر نہین ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسی خدمت سے قائل "لیکن تو چیزے دیگری" کے خبر رکھتے ہون تو راقم کو مطلع فرماوین۔

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ دین محمدیؐ تمامتر قائم کردہ حضرت علیؑ اور کچھ سچے پیروان حضرت صلعم کا ہے۔ ظاہراً تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت علیؑ کی ذات پاک کا وجود نہ ہوتا تو حضرت رب العزت خود ملائکہ یا اور کسی دیگر مخلوق مکرم کے ذریعہ سے اقامت دین محمدیؐ کی فرماتا۔ واقعی یہ تلوار علی ہی تھی جس نے عرب مین دین اسلام کو قائم کر دیا۔ اس اقامت دین محمدیؐ مین خس برابر بھی شرکت حضرات خلفائے ثلثہ کی نہین دیکھی جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوار نے بیکار ہجرت کی زحمت گوارا فرمائی تھی۔ آپ حضرات کے وجود سے عہد رسول اللہ مین اسلام کو کیا فائدہ حاصل ہوا ہے اسکا پتہ کتب تاریخ و سیر سے کچھ بھی نہین ملتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوار بالا اپنے منافع ذاتی کے لیے مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے اور اس تکلیف فرمائی سے غرض آپ حضرات کی ذاتی نفع اندوزی تھی۔ اگر ذاتی نفع اندوزی کا خیال دل مین نہ ہوتا تو اس قدر اپنی جانون کی حفاظت کا خیال آپ حضرات کو مدنظر نہین رہا کرتا۔ یہ ذاتی نفع اندوزی ہی کا خیال تھا کہ حضرت ابوبکر نے میدانِ اُحد سے فرار ہو کر یہ صدائے دلخراش بلند کی کہ محمدؐ مارے گئے اب تم لوگ یعنی اے مسلمانون اپنے اپنے مذہب آبائی کی طرف رجوع کر جاؤ یعنی جیسے کافر تھے ویسے ہی کافر ہو جاؤ اور اس کے بعد مدینہ پہونچکر آپ ابوسفیان صاحب سے عفو تقصیر کا سامان فرمانے لگے۔ حق یہ ہے کہ اگر ذاتی منافع کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوتا تو نہ آپ میدانِ اُحد سے فرار گوارا فرماتے اور نہ صدا لیئے بالا بلند کرتے اور نہ ابوسفیان صاحب سے عفو تقصیر کے خواہان ہو کر اپنی جان کی سلامتی کا سامان فرماتے۔ لاریب اگر آپ کو

کچھ بھی بہبودی اسلام کا خیال ہوتا تو آپ حضرت امیر حمزہ علیہ السلام کی طرح دشمنان اسلام کے مقابلہ مین اپنی جان نذر اسلام کر دیتے ۔ بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا ۔ بالمختصر حضرت رسول صلعم کا دینِ اسلام تمامتر حضرت علیؑ اور آپ کے سچے پیروان کا قائم کردہ نظر آتا ہے ۔ حضرت رسول صلعم کی سلطنت دینی ملک عرب مین کبھی قائم ہی نہین ہوتی اگر حیدر کرار غیر فرار مظہر العجائب والغرائب کو خدائے جل شانہ نصرت حضرت رسول صلعم کے لیے مخلوق نہ کیئے ہوتا ۔ بس اسی ذات کو جانشین آن حضرت صلعم بھی ہونا ضرور تھا ۔ کسی حال مین اس ذات کے سوا دوسرا کوئی شخص آنحضرت صلعم کی جانشینی کا مستحق مانا نہین جا سکتا ہے ۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کی مدد سے جانشین حضرت رسول صلعم کے بن بیٹھے ۔ اس طرح کی پکی پکائی ہانڈی کا مل جانا بھی ایک طرفہ مضمون ہے محنت دیگرے کردہ وعشرت دیگرے برد ۔ حضرت ابوبکر کی خلافت تو در پردہ حضرت عمر کی خلافت تھی پس اہل انصاف کے نزدیک کوئی شک نہین کہ حضرت عمر یا حضرت شیخین کی کارروائیون سے بڑی حق تلفی حضرت علیؑ کی ظہور مین آئی ۔ علاوہ اس کے کہ حضرت رسول صلعم بار بار کے استخلاف سے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین قرار دیے گئے تھے اور بھی یہ کہ حضرت رسول صلعم کی سلطنت دینی بلاگفتگو قائم کردہ حضرت علی کی تھی اور اقامت سلطنت سے حضرت شیخین وحضرت عثمان کوئی علاقہ نہین رکھتے تھے ۔ جیسا کہ آپ حضرات کے بار بار کے فرار سے ثابت ہوتا ہے تو لازم تھا کہ حضرت شیخین حضرت علیؑ کو اپنے عوض حضرت رسول کا جانشین قائم کر دیتے ۔ ایسا کام تمامتر قرین مصلحت ہوتا ۔ لاریب اہل اسلام کی پہلی بڑی پولیٹکل غلطی یہی دکھائی دیتی ہے کہ حضرت علی حضرت رسول صلعم کی خلافت بلافصل سے بہ اسباب ظاہر محروم رکھے گئے ۔ حضرات ناظرین راقم کی ذلیل ذلیل پر نظر ڈالین ۔ واضح ہو کہ حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم کے بعد ایک ایسے قبیلہ کے سردار تھے جس قبیلہ سے بڑھکر مسلمانان عرب مین کوئی دوسرا قبیلہ نہ تھا وہ قبیلہ قبیلۂ بنی ہاشم تھا جس کے سرداریکے بعد دیگرے حضرت رسول صلعم اور علی مرتضیٰ علیہ السلام طبعی طور پر ہوتے گئے ۔ اس قبیلہ کا جواب اگر کوئی قبیلہ تھا تو بنی اُمیہ تھا ۔ مگر یہ قبیلہ عداوت دین اسلام اور بھی اپنی بداعمالیون کے باعث خدا کی جانب سے ملعون قرار دیا جا چکا تھا ۔ پس لازم تھا کہ اسلامی سلطنت عرب کو فائدہ پہونچانیکی غرض سے حضرت شیخین حضرت علیؑ کی جانشینی سے قبیلۂ بنی ہاشم کی دنیوی سرداری کے قائم رکھنے مین کوشان ہوتے ۔ حضرت شیخین کا اپنی اپنی طرف قبیلۂ بنی ہاشم کی سرداری کو منتقل کر لینا بلاشبہ ایک بڑی پولیٹکل غلطی تھی اور یہ ایسی غلطی دونون صاحبون سے ظہور مین آئی ہے کہ جس کا نتیجہ بد

اسوقت تک اہل اسلام بھگت رہے ہین - آپ دونون بزرگوار بنی تیم اور بنی عدی کے آدمی تھے
یہ دونون غیر معروف قبیلے تھے اس پر سے طرہ یہ تھا کہ بنی تیم اور بنی عدی آپ دونون صاحبون سے
کسی طرح کا تعلق نہین رکھتے تھے اور نہ ان دونون صاحبون کو اپنے اپنے قبیلے مین کسی طرح کی
وقعت حاصل تھی - حضرت عمر اگر واقعی ایسا پولیٹیکل دماغ رکھے ہوتے کہ جس مین اسلامی سلطنت
عرب کو فائدہ رسانی کا خیال خلوص کے ساتھ مرکوز رہتا تو قبیلہ بنی ہاشم سے حکومت کو بنی تیم کی طرف
منتقل ہونے نہ دیتے اور پھر بھی بنی تیم سے بنی عدی کی طرف منتقل کر کے بنی امیہ کے گلے نہین منڈھ
دیتے - حضرت عمر پولیٹیکل دماغ رکھتے تھے مگر حضرت رسول کا سا نہ عاقبت اندیش اور نہ خلوص پرور
آن حضرت صلعم کا منشا رہ یہ تھا کہ آن حضرت صلعم کے بعد حضرت علیؑ آنحضرت صلعم کے جانشین قرار
پاتے - یون تو حضرت علی اپنے کمالات صوری و معنوی کے رو سے اس جانشینی کے مستحق ہی تھے
مگر حضرت رسول صلعم کے انتخاب حضرت علیؑ کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بنی ہاشم مین حکومت رہ جانے کے
باعث سلطنت اسلامی عرب کی پھوٹ سے محفوظ رہکر روز بروز روبہ ترقی رہے گی - حضرت عمر نے
حضرت رسول صلعم کی اس پالیسی سے تمامتہ برعکس راہ اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر کے
خلیفہ ہوتے ہی بنی امیہ کے سردار قبیلہ ابوسفیان صاحب نے حضرت شیخین سے عرب کی اسلامی
سلطنت مین ایک اچھا حصہ حاصل کر لیا - اس حصول ثروت سے بنی اُمیہ پر و بال سبھالنے اور
تھوڑے عرصہ مین حضرت رسول صلعم کے خلاف مقصد اسلامی سلطنت عرب کے مالک بن بیٹھے
اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ دس برس کی محنت مین حضرت رسول صلعم نے اس قبیلہ ناپاک
کو زیر و زبر کر کے اس قابل نہین رکھا تھا کہ اسلام کے خلاف وہ کسی طرح کی شیطنت کا کاربند ہوسکے
مگر حضرت شیخین نے اپنی غلط کارروائی بالا سے اس مین ایک نئی روح پھونک دی جس کے باعث
وہ مردہ قبیلہ سر نو زندہ ہو کر قریب قریب خاندان پیمبرؐ کا استیصال کر سکا - حضرت رسولؐ کو اس قبیلہ
سے کراہت سخت لاحق تھی - خدائے پاک بھی اُسے ملعون فرما چکا تھا - یہ قبیلہ اسلام اور بانی اسلام
کا دشمن صعب تھا - اس قبیلہ کو حضرت رسول صلعم کی اسلامی سلطنت مین خس برابر بھی دخل پانے کا
استحقاق نہ تھا - افسوس صد افسوس کہ حضرت شیخین کی پولیٹیکل غلطی نے اس قبیلہ کو فرمانروائے سلطنت
عرب بنا ڈالا کہ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی زمانہ مین سلطنت عرب کو سول وار سے فراغت حاصل نہ رہی
قبیلہ بنی ہاشم سے ہر چند حکومت جا چکی تھی - مگر اس قبیلہ کو بنی اُمیہ نیست و نابود نہ کر سکے - ہر زمانہ
مین علوئین بنی اُمیہ اور بھی بنی عباس سے لڑتے جھگڑتے ہی رہے - خونریزیون کی حد نہین رہی

علوئین اپنے حقوق کے طالب رہے اور بہت سے مسلمان جو خاندان پیمبر سے الفت رکھتے تھے علوئین کا
ساتھ دیتے رہے - ان خانہ جنگیون کے باعث عرب کی اسلامی سلطنت نقصان اُٹھاتی رہی جیسا کہ سول وار
سے قومی نقصان لاحق ہوا کرتا ہے - یہان تک کہ اندرونی کمزوریون کے بڑھنے سے آخر وہ سلطنت
تاتاریون کے ہاتھ سے معدوم ہوگئی - ظاہر ہے کہ اگر حسب منشائے حضرت رسول صلعم امر خلافت
طے پا جاتا تو عرب کی اسلامی سلطنت طرح طرح کے آفات سے محفوظ رہ جاتی اور تب عرب کی
تاریخ ایک دوسرا ہی منظر دکھلاتی - مگر اہل اسلام کی پہلی پولیٹکل غلطی نے طرح طرح کے نتائج بد پیدا
کیے جن سے اہل علم اطلاع کافی رکھتے ہین ؎

خشت اول چون نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

کوئی شک نہین کہ حضرت رسول صلعم ایک بڑا ہی عاقبت اندیش دماغ رکھتے تھے اور حق یہی ہے
کہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے فرمانروا جج مجسٹریٹ اور جنرل ہونے کے علاوہ ایک بڑے وسیع خیال
خیر اندیش اور با استقلال مدبر کے صفات سے بھی متصف تھے - حضرت عمر نے ایسا خلوص پرور اور عاقبت
اندیش نہین پایا تھا - آپ کے پولیٹکل خیالات ایسے نہج کے نظر آتے ہین جیسا کہ اس زمانہ کے طالبان
مناصب چیرمین و وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ و مینونسپلٹی و مدارج ممبران کونسل وغیرہ کے اکثر ہوا کرتے
ہین - اس طرح کے طالبان جاہ اکثر سچے پولیٹکل صفات سے محروم دکھائی دیتے ہین - حضرت عمر کا نہج
عہد حضرت رسالت مآب مین فرمانا اور تھوڑے دن کے بعد ثقیفۂ بنی ساعدہ کا ہنگامہ پیدا کرڈالنا وہی
منظر دکھلاتا ہے جسے اس زمانہ مین اقسام بالا کے طالبان جاہ کی کاروائیان ہندوستان کے ضلع
ضلع مین پیش نظر کیا کرتی ہین - سچا پولیٹکل دماغ خلوص پروری اور خیر اندیشی سے خالی نہین ہو سکتا
ایسا دماغ حضرت رسول صلعم کا تھا حضرت عمر کا نہین تھا - اسی طرح آپس کے مزاج کا فرق درمیان
حضرت عمر اور حضرت علیؑ کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت رسول صلعم حضرت عمر کو بروز خم غدیر یہ
فرما کر کہ جس کے مولیٰ ہم ہین اس کے مولیٰ حضرت عمر ہین اپنا خلیفہ بنا ڈالتے اور اس استخلاف کے
بعد حضرت علیؑ حضرت عمر کو نہج نہج لکھکر مبارک باد استخلاف دیے ہوتے تو تا عمر حضرت علیؑ حضرت عمر کے
برخلاف ثقیفۂ بنی ساعدہ کے طور کا کوئی ہنگامہ برپا نہین کرتے - یہ صرف اس سبب سے نہین
کہ حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کے بڑے فرمانبردار تھے اس لیے حضرت رسول صلعم کی فرمانبرداری کی وجہ
سے ایسا نہین کر سکتے تھے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا مزاج خود خلوص پروری راستبازی
بے نفسی شرافت مآبی حق پرستی صلح کل خیر اندیشی وغیرہ کی صفتون سے طبعی طور پر بغایت درجہ متصف تھا

حضرت علی ایسا کرنہین سکتے تھے کہ آج کسی کی کامیابی پر مبارکباد دین اور کل اُس کا گلا کاٹنے کے لیے
مستعد ہو جاوین - اس طرح کی غداری ستمگاری خودغرضی نفس پروری حق کشی بیوفائی وغیرہ
کے صفات ذمیمہ سے آپ کی خلقت تمامتر پاک تھی - یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر حضرت عمر کی
شان مین حضرت رسول صلعم لفظ مولیٰ کو استعمال فرمائے ہوتے تو حضرات اہل سنت اس لفظ کے
معنے ناصر و دوست و محبوب وغیرہ بتلانے کی زحمت اپنے اوپر گوارا نہ فرماتے - تب اس کے معنی
آقا اور متصرف بہ امور دنیا و دین آنکھ بند کر کے مان لیے جاتے - دنیا مین ہٹ دھرمی کا جواب
نہین ہے - مگر حقیقت حال یہ ہے کہ جادۂ انصاف سے گزر جانے والے اپنی راہ مین کانٹے بونے والے
ہوتے ہین - خدائے تعالیٰ اپنے بندون کو حق کشی سے بچائے -

ج - بقرینۂ غالب قائل " لیکن تو چیزے دیگری " کو حضرت عمر کے ایک بڑے فاتح اور جنرل
ہونے پر بھی ایک بڑا ناز ہے - اس کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر نے عہد رسول صلعم مین تو
خس برابر بھی فاتح اور جنرل کی قابلیت نہین دکھلائی - ہمیشہ غزوات رسول اللہ مین یا معطل بیٹھے رہے
یا میدان جنگ سے حضرت رسول صلعم کو چھوڑ چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی نظر سے فرار پر فرار گوارا فرماتے رہے
مگر جب آپ کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے عہد مین لشکر آرائی کا اچھا سامان فرمایا - حق یہ ہے کہ آپ یا آپ کے
انداز کے صحابی نے جن مین حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان بھی داخل ہین تا عہد حضرت رسول خس برابر بھی
اسلام کی مدد نہین کی - مگر حضرت رسول صلعم کی رحلت کے ساتھ جب پکّی پکائی ہانڈی آپ کے یا
آپ کے ہم مذاق حضرات کو نصیب ہو گئی تو آپ صاحبون نے ملک گیری کی طرف اپنی توجہ مبذول
فرمائی - قائل " لیکن تو چیزے دیگری " فرماتے ہین کہ حضرت عمر نے آن کی آن مین پانچ ہزار شہر فتح
کر ڈالے - اس مین شک نہین کہ حضرت عمر کے عہد مین بہت فتحین اہل اسلام کو نصیب ہوئین اور
عرب کی اسلامی سلطنت کا احاطہ ممیز طور پر افزایش پذیر ہو گیا - لیکن اس طرح کی فتحون مین حضرت
عمر کی ذاتی جانبازی کو چندان دخل نہ تھا - کاش آپ کچھ فتوحات کی کوشش عہد حضرت رسول صلعم
مین فرمائے ہوتے - اس مین شک نہین کہ آپ ملکی انتظامات کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے مگر عربون کے
فتوحات کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل عرب کو فتوحات کی طرف ایک میلان تقاضائے اسلام
سے ہو گیا تھا اس لئے اہل عرب گاتھس اور وینڈلس (GOTHS, VANDALS) کی طرح
تنزل پذیر سلطنت ہائے کسریٰ و رومائے مشرقی کے اعضائے سلطنت پر مور و ملخ کی طرح ٹوٹ
پڑے اور ان کے حصہ ہائے ممالک کو آسانی کے ساتھ اپنے قبضہ مین در لائے - بوسیدہ سلطنتونکی

یہ حالت ہو رہی تھی کہ عروج کے بعد ان کو زوال لاحق ہو رہا تھا! اقوام ایرانی و رومی وغیرہ عیش پسندی
اور کاہلی کی وجہ سے جن کا ظہور عروج کے بعد مرور ایام سے ہر قوم میں طبعی طور پر ہمیشہ ہوا ہی کرتا ہے
اس قابل نہین رہے تھے کہ اہل عرب کے جوش اور جفاکشی کے دھارے کو روک سکتے۔ ناچار انھین
اہل عرب کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا۔ کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت عمرؓ سے بہت کم قابلیت کا اور کوئی خلیفہ
بھی ہوتا تو اس کے عہد میں بھی اہل عرب کے ہاتھ سے ایسے ہی فتوحات کو ظہور ہوتا۔ مرد خلیفہ
کے عوض اگر حضرت عمرؓ کی جگہ پر کوئی عورت "منیزہ منم دخت افراسیاب" کی نزاکت کی بھی
اہل عرب کی سردار ہوتی تو ایسی ہی فتحیں رونما ہوتین اگر اس طرح کے فتوحات کی بنا پر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر
حق ترجیح رکھتے ہیں تو حضرت عمرؓ کو حضرت رسول صلعم پر بھی ترجیح حاصل ہونا چاہیے اس لیے کہ اتنے ملک حضرت
رسول صلعم کے وقت میں فتح نہیں ہو سکے تھے۔ قائل "ولیکن تو چیزی دیگری" کا یہ خیال عجب
حیرت انگیز انداز رکھتا ہے۔ بہرحال اس مین شک نہین کہ ممتاز حیثیت کے ساتھ اہل عرب کو
عہد حضرت عمرؓ مین فتوحات نمایان ہوئے۔ لیکن حضرت علیؓ کو اس طرح کے فتوحات کیون نہین
حاصل ہوئے۔ اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس زمانہ کی معروف دنیا کے
امصار جو ملک عرب کے جوار مین واقع تھے عہد حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ مین فتح ہو چکے تھے۔
اُن سے زیادہ سلطنت عرب کو حصول فتح کا موقع نہ تھا۔ دوم یہ کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ ہوتے ہی انواع
و اقسام کے ترددات سے سامنے کا اتفاق ہو گیا۔ اول یہ کہ سول وار کی ابتدا حضرت عائشہ نے کردی
اور اس کا تکملہ عہد امیر معاویہ کے ہاتھ سے ظہور میں آیا۔ سول وار کا تخم حضرت شیخین یا یہ کہیے کہ
حضرت عمرؓ بو چکے تھے۔ اب عہد علیؓ مرتضےٰ مین اس تخم سے ایک ایسا عظیم پیکر درخت پیدا ہو گیا کہ تا
بقائے سلطنت عرب قائم رہ گیا۔ حضرت عائشہ کو زمانۂ حضرت رسولؐ سے حضرت علیؓ کے ساتھ عداوت
قلبی چلی آتی تھی پس جب حضرت علیؓ مرتضیٰ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت ام المؤمنین کو
اپنی عداوت کُہن کے نکالنے کا یہ موقع مل گیا کہ آپ خون حضرت عثمانؓ کے معاوضہ کی طالب حضرت
علیؓ سے ہو گئین۔ آپ نے جنگ آزمائی کی فراہمی کا کوئی سامان اُٹھا نہین رکھا۔ مخالفانِ علیؓ
کو لیکر خود میدان جنگ مین تشریف لائین اور حضرت علیؓ سے وہ لڑائی لڑین جس کا نام جنگ جمل
ہے۔ اس لڑائی مین حضرت ممدوحہ کو پوری شکست ہو گئی۔ لیکن از ابتدائے زمانۂ بغاوت تا
اختتام جنگ علی مرتضیٰؓ کو ترددات سے دم بھر کی فرصت حاصل نہین رہی۔

ظاہر ہے کہ سول وار کی حالت مین ملک گیری کا موقع کسی فرمانروا نہین ملتا ہے۔ اگر

حضرت عائشہ کے فسادات کے زمانہ میں حضرت علیؑ ملک گیری کی طرف اپنی توجہ مبذول فرماتے
تو کوئی جائے تعجب نہیں ہے - پھر حضرت ام المومنین کے فسادات سے فرصت پاتے ہی حضرت
علیؑ کو امیر معاویہ کے فسادات کی طرف رخ کرنا پڑا - پھر کیسی ملک گیری اور کیسی فوج کشی - ان
پے درپے دو سو لوار کے عرصہ میں حضرت علیؑ کا مختصر عہد خلافت تمام ہو گیا - اہل اطلاع سے
پوشیدہ نہیں ہے کہ اس طرح کے فسادات کا تخم حضرت شیخین بلکہ یہ کہیے کہ حضرت عمر کا بویا ہوا تھا -
اگر حضرت عمر حضرت رسول صلعم کی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہوتے تو اس طرح کے فسادات سے
عرب کی اسلامی سلطنت محفوظ رہ جاتی - اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست - آپ نے قبیلۂ رسول اللہ
کی توقیر اور عظمت کو حتی الامکان کم کر دینے کی وجہ سے امتیان محمدی کو ایسی گمراہی کا راستہ
دکھلا دیا جس پر امتیان محمدی ایک عرصۂ دراز تک چلتے رہے اور آج تک چل رہے ہیں اور
تا قیامت چلتے رہیں گے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - لیکن "تو چیزے دیگری" واقعی عجب تو چیزے
دیگری" تھے کہ جن کی بدولت اسلام میں ایسی پھوٹ پڑ گئی کہ تا قیامت ان میں باخود ہا کے میل کی صورت
نظر نہیں آتی ہے - اہل انصاف کی نگاہ میں جس قدر خاندان پیمبرؐ و ہوا خواہان پیمبرؐ کے خون بہائے
گئے ہیں اس کے جواب دہ حضرت عمر نظر آتے ہیں - حضرت ابوبکر تو ایک کل کے پتلے تھے جو حضرت عمر
کے اٹھائے اٹھتے تھے اور حضرت عمر کے بٹھائے بیٹھتے تھے جیسا کہ مورخ ابن واضح لکھتے ہیں کہ
حضرت عمر ہر کام میں حضرت ابوبکر پر غالب تھے - بالمختصر آپ کے فتوحات ممالک کے انداز ویسے
ہی تھے جیسا کہ بالا میں حوالۂ قلم کیا گیا ہے - اب آپ کے ایک عمدہ جنرل ہونے کے مضمون پر
حضرات ناظرین اپنی توجہ مبذول فرماویں - اس میں شک نہیں کہ آپ انتظام عساکر کی اچھی قابلیت
رکھتے تھے - لشکریان اسلام کو بلاد مختلفہ کی طرف روانہ کرنا اور انھیں صلاح معقول سے مستعد لشکر
کشی کرنا خوب جانتے تھے - مگر اس کی صلاحیت مطلق نہیں رکھتے تھے کہ جنگ گاہ میں جا کر خود
لشکر کا کمان کریں - راقم کے خیال میں جنرل تو نہیں مگر وار ڈیپارٹمنٹ یعنی صیغۂ جنگ کی افسری
کی قابلیت اچھی رکھتے تھے - چونکہ مزاج نبرد آزما واقع نہیں ہوا تھا - مدینہ سے باہر اپنے لشکر
کے ساتھ کبھی نہیں گئے - صرف ایک بار فلسطین کی طرف تشریف لے گئے تھے وہ بھی کب جب
اس کی فتح قریب رونما ہونے کو تھی - اتنی جنگی کارروائیوں کی طرف توجہ فرمائی ہر خلیفہ کا فرض
منصبی تھا - معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہلسنت حضرت عمر کی جنگی کارروائیوں کی بنا پر حضرت عمر
کے ساتھ ایک شفقت خاص رکھتے ہیں - مگر راقم پوچھتا ہے کہ کیا حضرت رسول صلعم کے غزوات

حضرت عمر کے قابل توجہ نہ تھے - عہد حضرت رسولؐ کے وہ غزوات غزوات تھے جنکی کامیابیون سے
حضرت رسول کی دینی سلطنت قائم ہو سکی - اگر حضرت رسول کے غزوات شکل ناکامیابی
پیدا کیے ہوتے تو حضرت عمر کی ملک گیریاں پردۂ عدم مین پوشیدہ رہ جاتین - اب سوال یہ
ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کے غزوات کی پیاپے کامیابیون کی نسبت انصاف کے ساتھ کس کی
جانب کیجا سکتی ہے - اس کا جواب اس کے سوا دوسرا نہین ہو سکتا ہے کہ اس کی نسبت حضرت
علیؑ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نہین کیجا سکتی ہے - تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت فتح بدر
و فتح احد و فتح خندق و فتح خیبر و فتح حنین کو بھولے سے بھی یاد نہین کرتے ہین اور حضرت رسول
صلعم کے بعد معاملات ملک گیری پر جان دیے دیتے ہین - ایک حضرت سُنی صاحب نے مجھ سے
یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمر کی خلافت حقہ کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ ایک بڑے جنرل تھے -
مین نے جواب مین عرض کیا کہ مجرد یہ صفت کسی کو خلافت حضرت رسولؐ کا مستحق نہین بنا دے سکتی
ہے - جنرل تو دنیا مین بہت ایسے گزرے ہین کہ جو صفت جنرلی مین حضرت عمر سے زیادہ مرخ نظر آتے
ہین - تو کیا وہ سب افراد حضرت رسول کی خلافت کے قابل سمجھے جا سکتے ہین - کیا ٹمٹیس سیپو ہینل
چنگیز خان تیمور نادر شاہ احمد ابدالی ولیم فاتح سوئیڈن کا چارلس دوازدہم نیپولین ڈیوک آف
ویلنگٹن وغیرہ حضرت عمر سے جنرلی مین کم قابلیت رکھتے تھے - اگر یہ افراد نامی عہد حضرت رسول صلعم
مین ہوتے تو کیا اپنی قابلیت جنرلی کی بنا پر حضرت رسول صلعم کی خلافت کے سزاوار مانے
جا سکتے - حضرت رسول صلعم کی اسلامی سلطنت ایک دینی پیرایہ رکھتی تھی - تقاضاے دینی
سے جس شخص کو آپ نے اپنا خلیفہ انتخاب فرمایا تھا اس کے برخلاف کوئی شخص کیسا ہی جنرل ہو
یا آسمان سے تارا توڑ کرے آنے والا ہو آن حضرت صلعم کا خلیفۂ برحق نہیں مانا جا سکتا ہے -

ح - اب لازم ہے کہ راقم حضرت عمر کے اوصاف پر تنقید کی نظر ڈالے اور انصاف و دیانت کے
ساتھ اُن حقیقتون کے مضامین کو قائل "لیکن تو چیزے دیگری" کی خدمت مین پیش کرے - انسان کے صفات
حمیدہ سے ایک صفت شجاعت کی ہے - اس سے فطرت نے حضرت عمر کو تمام تر محروم رکھا تھا جیسا کہ معاملات
بدر و احد و خندق و خیبر و حنین سے ظاہر ہوتا ہے - اگر حضرت عمر جس بلا پر بھی صفت بالا سے متصف ہوتے
تو ان غزوات مین کچھ تو اظہار شجاعت کیے ہوتے - اسکے کیا معنی ہین کہ بدر مین معطل بیٹھے رہے اور بقیہ غزوات
و سرایا مین بھی کوئی شجاعت کی کارروائی عمل مین نہین لا سکے - اور یہی طور حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان
کا بھی رہا - دوسری صفت انسانی رحیمی اور کریمی کی ہے - ان صفتون سے بھی حضرت عمر محروم دکھائی دیتے ہین

حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے ساتھ جو جو سلوک آپ سے ظہور میں آئے اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہین
لکہ مین اپنی بہین اور بہنوئی کو جو ناحق زخمی کرڈالا اس کی حقیقت سے اہل اطلاع بے خبر نہین ہین - بدر کے
اسیران جنگ سے جس طرح پر آپ پیش آنا چاہتے تھے اگر حضرت رسول صلعم مانع نہ ہوتے تو آپ کی
ناعاقبت اندیشانہ کارروائیون سے تاقیامت اسلام پر بیکار کا الزام لگا رہ جاتا - نہایت حسرت خیز
امر یہ ہے کہ میدان جنگ مین تو ایک کافر کو بھی نہ مار سکے - مگر اسیران جنگ کے قتل کر ڈالنے پر آپ نے
بڑی مستعدیان دکھلائین - افسوس ہے کہ وہ چوڑی اور لانبی تلوار آپ کی جو مدینہ کے اندر میان سے
باہر ہی رہتی تھی میدان جنگ مین دشمنان اسلام کے مقابلہ مین میان کے اندر پڑی رہا کی -
واضح ہو کہ شجاعت اور رحیمی اور کریمی کی صفتین چولی دامن کا رنگ رکھتی ہین - جو شجاعت سے محروم
پیدا ہوتا ہے وہ رحیمی اور کریمی کی صفتون سے بھی محروم دیکھا جاتا ہے - کوئی شک نہین کہ عدم شجاعت
کی وجہ سے حضرت عمر مین اس طرح کی سنگدلی لاحق تھی - آپ کی سنگدلی کے ثبوت مین راقم کتاب
ملل و نحل پر حوالہ کرتا ہے -

علامہ شہرستانی لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کیوقت حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا جسپر بعض لوگ کہہ اٹھے کہ تم نے
ایک درشت خو سنگدل کو ہم پر حاکم کیا ہے خلوص پروری بھی ایک بڑی صفت ہے اس صفت کا نقصان بھی حضرت عمر میں پایا جاتا ہے
اگر یہ صفت آپ میں ہوتی تو موقع خم غدیر میں بخ بخ فرما کر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے قول کو بالاے طاق نہیں رکھ دیتے اسی طرح آپ
عبادت و زہد تقواے میں حضرت علی پر کسی طرح کی ترجیح نہیں رکھتے تھے حضرت علی کی
عبادت کی نسبت جس مین زہد و تقویٰ صریحی طور پر داخل ہین حضرت رسول صلعم فرماتے ہین کہ وہ اگر
تمام دُنیا کے نیک کارون کے اعمال نیک کا موازنہ آپ کے اعمال نیک کے ساتھ کیا جائے تو آپ کے
اعمال نیک کا پلہ گران ثابت ہوگا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کے علم قرآن کے ساتھ حضرت عمر کے
علم قرآن کو کوئی مناسبت نہین تھی - تب تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کی شان مین یہ فرمایا کہ
القرآن مع علی و علی مع القرآن - علاوہ اس کے حضرت علیؑ کے علم کے ساتھ حضرت عمر کے علم کا موازنہ
ایک فضول امر دکھائی دیتا ہے - اس پر شاہد یہ قول نبوی ہے کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا - علاوہ
امور بالا کے حضرت عمر مین حضرت علی کے برابر کوئی وہ اوصاف نہین دکھائی دیتے ہین جنکو راقم نے اس کتاب کے
ضمیمہ نمبر ۲ مین بہ سبیل اختصار حوالۂ قلم کیا ہے - بس اب عرض راقم یہ ہے کہ قائل " لیکن تو چیزے دیگری "
ارشاد فرمائین کہ وہ صفات حمیدہ حضرت عمر کے کون کون ہین جنکی بنا پر حضرت علیؑ پر حضرت عمر کو ترجیح دیجا سکتی ہے
البتہ اُنکے معلوم ہوجانے پر راقم ان کی نسبت اپنے خیالات حوالۂ قلم کر سکتا ہے -

ضمیمہ نمبر (۴)

سب قاتلان خاندان پیغمبرؐ سنّی مذہب تھے

پچیس برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ ایک پیشوری مولوی صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ "تو فضائل علیؑ ہمیشہ بیان کیا کرتا ہے۔ تو ایک سخت رافضی ہے مین بے تجھے چھُری ماروں گا۔" مین نے موصوف کے پیامبر سے یہ جواب کہلا بھیجا کہ بیان حق مین اگر میری جان بھی جائیگی تو مین اس کو اپنی بڑی سعادت سمجھون گا۔ لیکن چھُری مارنے کی دھمکی سے کرار غیر فرار صاحب ذوالفقار کا پوتا ہو کر مین پیشوری چھُری سے کیا ڈر سکتا ہون۔ اس کے بعد پھر کیسی دھمکی اور کیسی چھُری۔ یہ انگریزی سلطنت کا زمانہ ہے عرصہ ہوگیا کہ ہوا پر تلوار مارنے والے ہوا ہو گئے۔ لیکن اگر دو برس کے لیے بھی یہ سلطنت معطل ہو جائے تو پھر ہزارون ہزار چھُری بند ظہور کر جائین۔ کوئی شک نہین ہے کہ امن و امان دینے والی سلطنت ایک بڑی رحمتِ الٰہی ہے جب تک کوئی سلطنت امنِ خلائق قائم رکھ سکتی ہے تب تک ارحم الراحمین اس سلطنت کا زوال گوارا نہین فرما سکتا ہے۔

خیر۔ مولوی صاحب موصوف ایک سُنّی المذہب بزرگ تھے۔ ان کا خیال بجز آل رسولؐ کے مار ڈالنے کا خلاف توقع نہ تھا۔ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون کون خاندانِ پیغمبرؐ کی گرامی جانین مولوی صاحب موصوف کے ہم مذہبون کے ہاتھ سے تلف ہو گئی ہیں۔ کاش راقم کو بھی ایسی سعادت عقبیٰ نصیب ہوئی ہوتی۔

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
حضرت فاطمہؑ بنت حضرت رسول صلعم	حضرت سیدہؑ کی رحلت طبعی طور پر ہرگز ظہور مین نہ آئی۔ علامۂ شہرستانی اپنی ملل و نحل مین لکھتے ہین کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے بطن مبارک پر بروز بیعت ایسی ضرب لگائی کہ جس کی وجہ سے لڑکا مردہ ساقط ہوا۔ اس ہونے والے لڑکے کا نام محسن حضرت رسول صلعم کا رکھا ہوا تھا۔ کتاب مذکور میں یہ عبارت دیکھی جاتی ہے اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بطنَ فاطمۃَ یومَ البیعۃِ حتّیٰ سقطَ المحسنُ من بطنِھا

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
حضرت فاطمہ (بہ سلسلہ صفحہ باقی)	یہ واقعہ ابن عبد اللہ کی کتاب العقد اور ذہبی کی میزان الاعتدال مین بھی دیکھا جاتا ہے - عبارت عربی کی یہ ہے - ان عمر رکض بطن فاطمۃ حتیٰ سقط المحسن من بطنھا - کتب بالا کے علاوہ کتاب معارج النبوۃ مین بھی حضرت سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کا سبب وفات یہی حادثہ پایا جاتا ہے - کوئی شک نہین کہ اسقاط کے باعث ہزارون عورتین ہلاک ہوتی گئی ہین - بعض تو فوراً ضائع ہوئی ہین اور بعض دیر کرکے - حضرت سیدہؑ کا یہ حال ہوا کہ ضربت بالا سے جو حمل ساقط ہوا تو آپ کی صحت خراب ہوگئی جس سے آپ بیمار رہنے لگین اور آخرکار چند مہینے کے بعد رحلت فرما گئین - حضرت عمر کس قسم کے بزرگ تھے - اول یہ کہ عورت پر ہاتھ چھوڑنا کسی شریف سے عمل مین نہین آسکتا - کاش وہ ہاتھ غزوات بدر و احد و خندق و خیبر وحنین وغیرہ مین دشمنان اسلام پر چھوڑا گیا ہوتا - دوم یہ کہ ضرب لگانا اس کے بطن پر سوم یہ کہ ایک باردار عورت کے بطن پر ضرب لگانا - چہارم یہ کہ اس زور سے ضرب لگانا کہ اُس کا حمل ساقط ہوجائے - لاریب شایستہ ترکیب کا آدمی ایسے فعل قبیح کا مرتکب نہین ہوسکتا - کسی ملت اور مذہب مین ایسی بے رحمی کا فعل جائز نہین سمجھا جاسکتا ہے - یہ کیسی شقاوت تھی کہ حضرت عمر کو اتنا بھی نہین خیال آیا کہ حضرت فاطمہؑ حضرت رسول صلعم کی بیٹی ہین - اگر حضرت عمر کے دل مین کچھ بھی محبت آنحضرت صلعم کی ہوتی تو ایسی بیرحمی کے مرتکب نہ ہوتے - اس سے سمجھنا چاہیے کہ حضرت عمر کا اسلام کس طرح کا اسلام تھا - اللہ تیری پناہ - پناہ پناہ اور کرور بار پناہ بخدا - اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر کس مذہب کے بزرگ تھے - کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مذہب اہلسنت کے بانی ہین - اس کی روداد یہ ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اجتہاد مسائل کی ضرورت دیکھی - پس آپ نے زید ابن ثابت وغیرہ کو اجتہاد مسائل کے لیے مقرر فرمایا - اجتہادات زید ابن ثابت کے مذہب زید بن ثابت کہلانے لگے - مذہب زید ابن ثابت کا نام بعد عہد امیر معاویہ کے مذہب اہلسنت والجماعت قرار پایا - اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب امیر معاویہ نے اس سن کا نام جس مین آپ نے امام حسنؑ سے خلع خلافت کرایا تھا عام الجماعت اور جس سن مین

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
حضرت فاطمہ (بسلسلہ صفحہ باقی)	آپ نے حضرت علی پر تبرا جاری کیا تھا اس کا نام عام السنت رکھا تو دوسری صدی ہجری مین مخالفان عترت نبوی اپنے کو اہل السنت والجماعت کہنے لگے اور یہ اس غرض سے کہ امیر معاویہ کی صلح جو امام حسنؑ کے ساتھ عمل مین آئی تھی اور حضرت علیؑ پر تبرا کی رسم جو بعد ازان قائم ہوئی تھی اس لقبِ اہل السنت والجماعت کے ذریعہ سے فراموش نہ ہو جائے ۔سبحان اللہ کیا مبارک اور پاک نام اس مذہب جلیل کو نصیب ہوا ہے (دیکھو ابو الفدا کتاب العقد تاریخ الخلفا منہاج التحقیق اور انوار الہدایہ) المختصر یہ نام السنت والجماعت امیر معاویہ کے دو سال کے نامون سے مرکب ہے مگر ہزارون ہزار بیچارے ایسے اہل سنت والجماعت اس وقت مین موجود ہین جو اپنے مذہب پاک کی وجہ تسمیہ سے بالکل بے خبر ہین ۔ خیر۔کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب زید ابن ثابت کے بانی حضرت عمر ہوے ہین ۔چنانچہ مذہب زید ابن ثابت کو مذہب فاروقی بھی کہتے ہین جس طرح مذہب امامیہ کو اہل سنت مذہب علی بھی کہتے ہین ایسے کہنے کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد حضرت علی نے اجتہاد مسائل کرنا شروع کیا اور بنی ہاشم حضرت علی کے مسائل کی پیروی کرنے لگے تو حضرت عمر نے حضرت علی سے علٰحدہ زید ابن ثابت سے اجتہاد مسائل کرانا شروع کیا ۔تھوڑے ہی دنون مین مسلمانون مین دو مذہب قائم ہو گئے ایک مذہب علی اور دوسرا مذہب زید ابن ثابت جس کے بانی حضرت عمر ہوئے ۔واضح ہو کہ گو حضرت سیدہؑ نے بطن شریف پر ضرب کھاتے ہی تو نہین رحلت کی ۔مگر کچھ شک نہین کہ اس ضرب کے صدمہ سے بیمار رہ کر چند مہینے کے اندر جان بحق تسلیم ہو گئین ۔اس ضرب نے نہ صرف حضرت سیدہ کی جان لی بیچارہ جنین محسنؑ بھی شہید ہو گیا ۔راقم پوچھتا ہے کہ اس دوہرے خون کا الزام کس کی گردن پر عائد ہوتا ہے ۔جواب اس کے سوا دوسرا ہو نہین سکتا۔ کہ بانی مذہب زید ابن ثابت کی گردن پر۔ ماشاء اللہ۔ اُس مذہب کا کیا کہنا ہے کہ جس کے بانی قاتلِ حضرت سیدہؑ و محسن ہون اور جس کے نام کو سراسر دشمنان اہل بیت نبوی سے تعلق ہو۔یاد رہے کہ یہ پہلا خون خاندان محمد صلعم کا ہے

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
	جس کی ابتدا حضرت سیدہؑ صلواۃ اللہ علیہا سے ہوئی۔ راقم واقعۂ بالا پر نظر غور ڈالنے کے بعد حضرت ممدوحہ کی رحلت کو امر شہادت سمجھتا ہے اور کوئی شک نہین کہ جس کے دل مین خس برابر بھی انصاف ہوگا بانی مذہب زید ابن ثابت کو حضرت سیدہ کا قاتل بلا گفتگو مانے گا۔ کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک اور باردار عورت کے پیٹ پر اسی طرح کی ضرب لگائی تھی وہ بیچاری اس صدمہ سے جلد مرگئی اور اس کا حمل بھی جلد ضائع ہوگیا۔ حضرت عمر کی سنگدلی اور شقاوت خیال سے باہر معلوم ہوتی ہے۔ کیا خاصان خدا ایسے ہی ہوتے ہین۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔
حضرت علی مرتضیٰؑ	آپ کا قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم ہے۔ اس کا مذہب وہی تھا۔ جو زید ابن ثابت کا تھا اور کیون نہ ہوتا جب سرکاری مذہب یعنی اسٹیٹ ریلجن (State religion) مذہب زید ابن ثابت کا ہو رہا تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ عمران بن خطان جو عبدالرحمٰن کا مداح اور مرثیہ نگار ہے تابعین سے ہے اور بخاری اور ابو داؤد نے اس سے حدیثین روایت کی ہین اور محدث عثمان البنی نے اُسے اہل سنت و جماعت مین شمار کیا ہے۔ ہم مذہبی بغیر عمران بن خطان اپنے مرثیہ مین اس مضمون کے شعر موزون نہین کرتا کہ کیا اچھی ضرب تھی اس ولی یعنی ابن ملجم کی جس نے خوشنودی خدا کے ارادے سے وہ ضرب لگائی مین جس وقت ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو گمان کرتا ہون کہ اس کا میزان عمل خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے پورا ہے" قاضی حسین بن محمد نے تعلیقات مین عمران کو صحابی بھی لکھا ہے (دیکھو کتاب الاصابہ ابن حجر عسقلانی کی) اور ابن حزم طاہری نے مبالغہ کے ساتھ کہا ہے کہ ائمۂ مجتہدین مین اس کے متعلق کچھ اختلاف نہین ہے کہ ابن ملجم نے علی ابن ابی طالب کو تاویل و اجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ ابن ملجم سمجھتا تھا کہ اس باب مین اس کی رائے خطا پر نہین ہے بلکہ صواب پر ہے۔ یہ تو حالت سنی مسلمانون کی تھی کہ اُن کے ائمہ مجتہدین و راوی و صحابی و تابعین تک قاتل حضرت علی کے طرفدار نظر آتے ہین۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
	کہ مذہب فاروقی کے پابند خاندان پیمبرؐ سے تمام تر بے تعلقی رکھتے ہین - واہ وا - پیروان حضرت عمر حدیث ثقلین کے کیا خوب یاد رکھنے والے نظر آتے ہین حق یہ ہے کہ خود حضرت عمر نے حدیث ثقلین کی کیا پیروی کی جو حضرت کے پیروان کرتے یا آج تک کرتے ہین معاذاللہ ثم معاذاللہ - راقم کہتا ہے کہ یہ تو عالم مجتہدین وعلماے اہل سنت کا ہے کہ قتل علیؑ کو ایک معمولی امر سمجھکر بلا اختلاف راے فرماتے ہین کہ ابن ملجم نے علیؑ ابن ابی طالب کو تاویل واجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس باب مین اس کی راے خطا پر نہین ہے صواب پر ہے - ابن ملجم کے بے گناہ قرار دینے کے اہتمامات پر اہل انصاف نظر ڈالین - ان ناعاقبت اندیشون کی سمجھ کو تو دیکھیے - یہ مخالفان خاندان پیمبرؐ یہ نہین خیال کرتے کہ علیؑ کون ہین - علیؑ گوشت پیمبرؐ ہین خون پیمبرؐ ہین نفس پیمبرؐ ہین روح پیمبرؐ ہین - علی پیمبرؐ سے ہین اور پیمبرؐ علیؑ سے - علیؑ ویسے ہین کہ محامد خاص جن کے ضمیمہ نمبر ۲ مین راقم نے حوالہ قلم کیے ہین - کمال شامت سے دشمنانِ علی یہ نہین سمجھتے ہین کہ درحقیقت قتل علیؑ قتل محمدؐ ہے - کوئی شک نہین اگر عقبہ پر قتل رسول صلعم ظہور مین آجاتا تو عاشقان خلفاے ثلثہ قاتلان حضرت محمدؐ کے لیے بھی ویسے ہی مضامین گڑھتے جیسا کہ ابن ملجم لعین کے لیے گڑھتے ہین - بے تکلف علما ومجتہدین اہل سُنت کہہ جاتے کہ قاتلان محمدؐ صاحب کو تاویل واجتہاد کی بنا پر قتل کیا کیونکہ قاتلان محمد سمجھتے تھے کہ اس باب مین ان کی راے خطا پر نہین ہے صواب پر ہے - ایسے واقعۂ قیامت خیز کے بعد بہت سے قاضی حسین بن محمدؐ کی ترکیب کے اہل سنت پیدا ہو جاتے جو فرما اُٹھتے کہ قاتلان محمدؐ پر لعنت نہ کرو اس لیے کہ قاتلان محمدؐ صحابی تھے جیسا کہ قاضی بالا نے فرما دیا کہ ابوالطیب طبری نے خطا کی جو عمران بن خطان کی نسبت لعنت کی - حقیقت اس واقعہ کی راقم اس کتاب مین حوالہ قلم کر چکا ہے اور یہان بھی اس کا اعادہ مناسب سمجھتا ہے - واقعہ یہ ہے کہ جب عمران بن خطان نے ابن ملجم کا مدحیہ مرثیہ موزون کیا تو اُس کے جواب مین قاضی ابوالطیب طبری نے اس مضمون کے شعر تصنیف کیے کہ مین عمران بن خطان کے اشعار سے بیزاری ظاہر کرتا ہون جو اُس نے ابن ملجم ملعون خدا کی مدح مین بطور بہتان کے کہے - مین جب ابن ملجم کو یاد کرتا ہون تو اُسپر کرور بار

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
	لعنت کرتا ہون اور عمران بن خطان پر بھی لعنت کرتا ہون جس نے ابن ملجم کی تعریف مین ان اشعار کو موزون کیا ہے - اس پر قاضی حسینؒ بن محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی ابوالطیب نے خطا کی جو عمران بن خطان کی نسبت لعنت کے الفاظ استعمال کیے کیونکہ عمران بن خطان صحابی ہے اور اس پر لعنت جائز نہین ہے - ماشاء اللہ حضرات اہل سنت کے کیا کیا صحابی اور راوی ہین - مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم -
امام حسن علیہ السلام	آپ کے قاتل معاویہ رضی اللہ عنہ ہین - آپ نے زہر کھلوا کر حضرت امام کو شہید کرڈالا (دیکھو کتابین تاریخ کی) مذہب معاویہ صاحب کا مذہب زید ابن ثابت کا تھا آپ حضرت عمرؓ کے خاص پیروان مین سے تھے آپ ہی کے بعد مذہب زید ابن ثابت کا نام اہل السنت والجماعت قرار پایا -
امام حسین علیہ السلام	آپ کا قاتل یزید تھا جس کے حکم سے کربلا مین آپ شہید کیے گئے - مذہب اس کا مذہب اہل السنت والجماعت کا تھا اور اس کے جتنے کارکنان تھے جیسے عمر ابن سعد شمر ذی الجوشن خولی وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب اُسی مذہب کے تھے جس مذہب کا پابند خود یزید تھا -
امام زین العابدین علیہ السلام	صواعق محرقہ مین ہے کہ آپ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دلا کر شہید کرڈالا فصول المہمہ اور خواص الامۃ مین بھی یہی مضمون دیکھا جاتا ہے اسی طرح پر زہر خورانی کا مضمون روضۃ الصفا حقہ المجالس شواہد النبوۃ ینابیع المودت فی القربی وغیرہ مین بھی دیکھا جاتا ہے - ولید بن عبدالملک مذہب اہل السنت والجماعت رکھتا تھا - بنی اُمیہ ہو کر وہ بدنصیب سُنی نہ ہوتا تو کیا ہوتا -
امام محمد باقر علیہ السلام	ابن حجر لکھتے ہین کہ اپنے والد کی طرح زہر سے شہید کیے گئے اور قبہ امام حسن علیہ السلام مین مدفون ہوئے - آپ کا قتل خلیفہ وقت کی ہدایت سے ظہور مین آیا تھا خلیفہ وقت کا اپنے حصول اطمینان کی نظر سے آپ کو قتل کرڈالنا کوئی خلاف امر نہ تھا - خلفاے بنی اُمیہ اور خلفاے بنی عباس خاندان پیمبرؐ کے ساتھ اُس طور پر کاربند ہوا کیے ہین - جیسا کہ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے - مذہب خلیفہ وقت کا وہی زید ابن ثابت کا مذہب تھا جس کے پابند خلیفہ عبدالعزیز کے سوا سب خلفاے بنی اُمیہ رہے ہے -

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
	کوئی شک نہین کہ قاتل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا بھی اپنے خاندانی تقاضاے مذہب اہل سنت وجماعت رکھتا تھا۔
امام محمد جعفر صادق علیہ السلام	اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ خلیفہ منصور مقہور نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی جان لینے کے لیے پانچ مرتبہ سے کم نہین آپ کو اپنے پاس طلب کیا مگر آپ کے قتل پر قادر نہ ہوسکا۔ آپ کے گھر مین آگ تک لگادی گئی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ تیغ وخنجر سے آپ کا قتل انجام پانے والا نہین نظر آتا ہے تو پانی تدبیر بہ خوروانی کی عمل مین لایا۔ اپنی حکومت کے دسوین سال سنہ ۱۴۸ ہجری مین اس دشمن خدا ورسول نے محمد ابن سلیمان والی مدینہ کے پاس زہر آلود انگور بھجوائے جس کے کھانے سے حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ اس مین کوئی جائے گفتگو نہین ہوسکتی کہ منصور مقہور سنی المذہب اور امام ابوحنیفہ صاحب کا بڑا بھاری مربی تھا۔ اگر منصور نہ ہوتا تو امام صاحب کا مذہب خریطۂ نسیان مین تاقیامت پڑا رہ جاتا۔
امام موسی کاظم علیہ السلام	حسب تاریخ ابوالفدا سنہ ۱۸۳ہجری مین بہ مقام بغداد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے قیدخانۂ ہارون رشید مین وفات پائی اور تاریخ خمیس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یحیی بن خالد برمکی نے حکم ہارون رشید سے آپ کو رطب مین زہر دیا اور اخبار الخلفا ابن الساعی مین ہے کہ بربناے اخبار صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام بہ حالت مظلومی مسموم ہوکر شہید ہوئے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ ہارون رشید اہل السنت والجماعت سے تھا یعنی مذہب زید ابن ثابت رکھتا تھا۔ اگر مذہب علیؑ رکھتا تو خاندان پیغمبرؐ سے اس کو اس قدر عداوت لاحق نہین رہتی۔
امام علی رضا علیہ السلام	پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی رحلت بھی زہر دیے جانے کے سبب سے واقع ہوئی۔ جیسا کہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال و مختصر اخبار الخلفا و معجم البلدان یاقوت حموی اور کتاب انساب سمعانی کی تحریرات سے عیان ہوتا ہے تاریخ ابن الوردی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۲۰۱ھ مین مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور یہ امر عباسیون پر نہایت شاق گزرا تھا تعجب نہین کہ عباسیون نے مامون کو حضرت امام کی شہادت پر آمادہ کردیا جس سے حضرت

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
	امام کی شہادت ظہور مین آگئی - ہرثمہ ابن اعین کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون نے حضرت امام کو زہر دلوایا - یہ شخص مقرب ترین دربار مامون سے تھا - اس کا بیان کوئی شک نہین کہ قابل لحاظ نظر آتا ہے - حقیقت حال کی دریافت کا اُسے پورا موقع حاصل تھا - اس لیے راقم ہرثمہ کے بیان کو غلط نہین سمجھتا ہے مگر تعجب اس امر سے پیدا ہوتا ہے کہ مامون ایک ایسا شخص تھا جو ہمیشہ مباحثہ مین علماے اہل سنت کا ناطقہ بند کیے رہتا تھا - علاوہ اس کے حضرت امام علیہ السلام کا بڑا ماننے والا تھا - ممکن ہے کہ وزرا و امراے مامون نے مامون کے نام سے حضرت امام کی زہر خورانی کا سامان کیا ہو - حضرت امام وقت زہر خورانی طوس مین تشریف رکھتے تھے اور مامون بھی انتظام ملکی کی ضرورت سے طوس مین قیام پذیر تھا - خیر - اس مین شک نہین کہ زہر کھلانے والے عباسی ضرور تھے اور عباسی بیشتر سُنی مذہب رکھتے تھے - بس لاریب حضرت امام کی شہادت مردان سُنی مذہب کے ہاتھ سے ظہور مین آئی -
امام محمد تقی علیہ السلام	کتاب وسیلۃ النجاۃ مین ہے کہ جب معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے امام علیہ السلام کے فضائل کا آوازہ سُنا تو براہ بغض وعناد آپ کو مدینۂ منورہ سے بغداد طلب کر کے شہید کر ڈالا - علامۂ ابن حجر لکھتے ہین کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام زہر سے شہید کیے گئے - مگر علامہ نواب سید صدیق حسن خان صاحب کتاب فروع نامی مین لکھتے ہین کہ حضرت امام کو معتصم عباسی نے زہر دیکر شہید کر ڈالا اور وہ اپنے جد امام موسی کاظم علیہ السلام کے روضہ مین مدفون ہوئے - خیر - حضرت امام جس نہج سے شہید ہوے ہون مگر آپ کا قاتل بلاگفتگو معتصم عباسی ہے - یہ خلیفہ ایک نہایت متعصب سُنی المذہب تھا -
امام علی نقی علیہ السلام	خواص الامت سبط جوزی سے ظاہر ہوتا ہے کہ معتز باللہ کے زمانۂ خلافت مین حضرت امام علیہ السلام زہر سے شہید کیے گئے - ظاہر ہے کہ امامان خاندان پیمبرؐ کی شہادتون کا باعث خلیفۂ وقت کے سوا دوسرا کون ہوسکتا تھا معتز باللہ مذہب سُنی رکھتا تھا -

نام مقتول	نام قاتل مع کیفیت
امام عسکری علیہ السلام	کتاب صواعق محرقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کا سبب زہر خورانی کہا جاتا ہے اور زہر خورانی کی نسبت خلیفہ معتمد باللہ کی طرف کی جاتی ہے - یہ خلیفہ بھی سُنی المذہب تھا

واضح ہو کہ نقشۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل تشیع کے چہاردہ معصوم سے صرف دو معصوم ہین جو قتل کیے جانے سے محفوظ رہے - ان دو مین ایک حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین - اور دوسرے امام آخرالزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام - چونکہ مشیت ایزدی یہ نہ تھی کہ حضرت رسالت پناہ صلعم اپنے اہل بیت علیہم السلام کی طرح شربت شہادت نوش فرماوین - اس لیے آن صلعم کے تشنگان خون اپنے ارادون مین ناکامیاب رہ گئے راہ عقبہ مین جیساکہ راقم اس کتاب مین بہ تصریح تمام حوالۂ قلم کرچکا ہے ملاعین حملہ آور کو ناکامی لاحق ہوئی - سامان تو دشمنان خدا نے اچھا باندھا تھا مگر حضرت حذیفہ اور مالک اشتر کی وفاداری نے ان عاقبت بربادون کو منتشر کرڈالا - اگر یہ دو بزرگوار جان نثار حضرت رسول صلعم کی خدمت مین حاضر نہ رہتے تو مسلمانان دنیا طلب کے ہاتھون سے آن حضرت صلعم کی شہادت ظہور مین آجاتی - جس طرح پر اس جناب کے اہلبیت علیہم السلام کی شہادتین وقوع مین آئی گئین - عقبہ کی حملہ آوری کا سبب بھی وہی تھا جن اسباب کی بنا پر خاندان پیمبر علیہ السلام کی شہادتین رونما ہوتی گئی ہین - اہل بیت نبوی علیہم السلام کی شہادتون کا سبب عام مسلمانون کی دُنیا طلبی دیکھا جاتا ہے جیساکہ راقم اپنی اس تصنیف مین حوالۂ قلم کرچکا ہے - اُسی دُنیا طلبی نے مسلمانانِ وقت کو حضرت رسول صلعم کی حملہ آوری پر بھی آمادہ کردیا تھا - حقیقت حال یہ ہے کہ جب مقام خم غدیر مین صاف طور پر حضرت رسول صلعم نے حضرت علیؑ کو بڑے اہتمام کے ساتھ اپنا خلیفہ قرار دیدیا تو اس وقت منافقین امتیان محمدی نے بہ ظاہر استخلاف علی پر کچھ اظہار رنج نہین کیا بلکہ خلاف توقع حضرت علیؑ کو اُس استخلاف کی مبارکبادیان دین - مگر جب خم غدیر سے حضرت رسول صلعم مدینہ کو روانہ ہوئے تو دنیا طلب مہاجرین براہ عقبہ حملہ آوری کے قصد سے آن حضرت صلعم کے سامنے آپہونچے یہ طائفۂ حملہ آور اکابر مہاجرین پر مشتمل تھا یا ایسے مہاجرین پر جو اُن اکابر مہاجرین کے بندے اور آمین گو تھے - بغرض اس حملہ آوری کی یہ تھی کہ حضرت رسول صلعم کو شہید کرکے خم غدیر کے حکم خدا و رسول کو غتر بود کرڈالئے اور حضرت علیؑ کو خلیفۂ حضرت رسول صلعم نہ ہونے دیجیئے - اگر وہ

دشمنان خدا حملہ آوری مین کامیاب ہوجاتے تو جو امر خلافت کچھ دنون کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ مین انجام پاسکا وہ راہ عقبہ ہی مین طے پاجاتا - بہرحال حضرت رسول صلعم اپنی اُمت جفاکار کی بدنیتیا سے حسب مشیت ایزدی مامون رہ گئے - مگر اہل بیت نبوی کے ساتھ جن جن طرح آنحضرت صلعم کے اشقیاے اُمت پیش آتے گئے اہل واقفیت پر روشن ہین - کوئی شک نہین کہ اگر امام آخرالزمان علیہ السلام بھی سن رشد کو پہونچ جاتے اور اپنے آباے کرام کی طرح اس دُنیا مین نشو و نما پاتے تو اشقیاے امت محمدیؐ آپ کے ساتھ بھی بطریق قدیم بڑی بڑی جفاکاریوں کے ساتھ پیش آتے اور آپ بھی شہداے اہلبیت مین داخل کردیے جاتے - معاذاللہ ثم معاذاللہ - ایسی امت جفاکار غدار ستم شعار محسن کش نافرمان کسی نبی سابق کی نہین دیکھی جاتی ہے - حضرت رسول صلعم کی اُمت کے اشقیا جو اس دنیا مین موردِ عذاب بہت نہین ہوئے تو اس کا سبب بھی معلوم ہوتا کہ آن حضرت صلعم کی ذات پاک مجسم رحمۃ للعالمین تھی - ورنہ اشقیائے امت محمدیؐ کا معذب و معتوب ہونا امم سابقہ کے طور پر بعید از توقع نہین تھا -

آخر مین گزارش راقم یہ ہے کہ اُس نے نقشۂ بالا کو کتب اہل سنت کے اسناد کی بنا پر قائم کیا ہے - اُس سے حضرات ناظرین پر واضح ہوگا کہ قاتلان اہل بیت مصطفوی بلا استثنا اہل سنت سے تھے - اہل سنت سے مراد راقم وہ مسلمانان ہین جنھون نے حضرت علیؑ کو بہ اسباب ظاہر حضرت رسول صلعم کا خلیفۂ بلافصل ہونے نہ دیا جو اپنے عقیدہ کی پابندی سے حضرت علیؑ کو حضرت رسول صلعم کا خلیفۂ بلافصل نہین مانتے ہین - کوئی شک نہین کہ اہل سنت مین بہت فرقے ہین مگر بلا استثنا سب ہی فرقے حضرت علیؑ کے خلیفۂ بلافصل ہونے سے شدت کے ساتھ انکار رکھتے ہین - یہ بھی عجیب بات ہے کہ قاتلان اہلبیت علیہم السلام سے کوئی بھی فرقۂ یہودی نصاریٰ مجوسی وغیرہ وغیرہ سے نہین ہے سب کے سب مسلمانان اہل السنت سے ہین - اس سے بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اہل السنت کو تقاضاے مذہبی سے اہل بیت مصطفوی کے ساتھ محبت قلبی ہو نہین سکتی - مشاہدہ بھی ایسا ہی کہتا ہے - ایسے مسلمانون کے لیے جو کچھ ہین حضرات خلفائے ثلثہ ہین اور قابل توجہ وہی مسلمانان ہین جو کھُلے کھُلے طور پر مخالفان اہل بیت علیہم السلام نظر آتے ہین - جو حضرات راقم کی اس کتاب مناظر المصائب کو شروع سے آخر تک نظر انصاف کے ساتھ ملاحظہ فرمائینگے ان پر ثابت ہو جائیگا کہ مذہب اہل سنت کو کسی طرح کی ہمدردی کا دعویٰ حضرات اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ نہین ہوسکتا - اگر اہل سنت کے دل مین کچھ بھی اہلبیت نبوی کے ساتھ ہمدردی ہوتی تو قاتل

علی علیہ السلام کی طرف سے اُس کی خوش نیتی کا معذرت نامہ یا وکالت نامہ ہاتھ مین نہ لیتے یا مقام عقبہ کے حملہ آوران حضرت رسول صلعم کے نامون کو مخفی رکھنے کی طرف مائل نہ ہوتے ۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مصنفین اہل سنت کو ان اشقیا کے نامون کی خبر نہین ہوسکی ۔صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نامون کے اخفا کی ضرورت پڑی ۔مصنفین اہل تشیع ہر حملہ آور کا نام وضاحت کے ساتھ حوالۂ قلم کر گئے ہین ۔ کیا اہل سنت کے علما کو ایک حملہ آور کے نام کا پتہ بھی نہین لگ سکا جو اسطرح کی خاموشی اختیار کی ۔ اس سکوت کی علت غائیہ یہی تھی کہ اظہار نام سے جو نتائج بد مترتب ہوسکتے تھے اُن سے مذہب اہل سنت مامون رہ جائے ۔حضرات ناظرین سے استدعاے راقم یہ ہے کہ جہان اس نے معاملۂ عقبہ پر اس کتاب مین نظر ڈالی ہے اس پر اپنی نظر غور اور نظر انصاف مبذول فرماوین ۔ بے تعصبانہ نظر سے حقیقت حال اس معاملۂ عجیب کی روشن ہوجائیگی ۔ بالمختصر یہ عجب مضمون نظر آتا ہے کہ جتنے قاتل خاندان پیغمبر کے ہین سب کے سب مذہب اہل سنت رکھتے تھے یا یہ کہیے کہ مذہب علیؑ سے تمام تر بے تعلق تھے کوئی شک نہین کہ جیسا مذہب ہوتا ہے ویسے ہی اس کے پابند ہوتے ہین ۔

ہر شجر را از ثمر باید شناخت ۔ جیسا درخت ویسا پھل

ضمیمہ نمبر ۵

حضرت عمر کی عدل پروری

حضرات اہل سنت کو حضرت عمر کی عدل پروری پر بڑا ہی ناز ہے۔ اس صفت عدل مین آپ کو آپ کے ماننے والے بے نظیر جانتے ہین۔ راقم اس کی تنقید آپ کے معاملات زندگانی سے ذیل مین کرتا ہے۔ امید ہوتی ہے کہ اہل انصاف بے تعصبانہ تحریر ذیل پر نظر توجہ ڈالین گے۔

الف ۔ مکہ مین مشرف بہ اسلام ہونے کے قبل جب حضرت عمر نے اپنی بہن کو قرآن پڑھتے سُنا تو آپ کو ایسا غیظ پیدا ہوا کہ آپ نے اپنی بہن اور اُن کے شوہر کو تلوار سے زخمی کر ڈالا۔ ایسی کارروائی سے عدل تو نہین مگر کمال بے رحمی سنگدلی مغلوب الغضبی اور انہماک کفر کی صفتین ظاہر ہوتی ہین اگر آپ کی ساخت مین عدل داخل ہوا ہوتا اور آپ مین کچھ بھی بردباری اور تحقیق کی صلاحیت حاصل رہتی تو بے بوجھے سمجھے اُن بے گناہون پر تلوار کا ہاتھ نہین چھوڑ بیٹھتے۔ یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ آپ کیسے شجاع عرب تھے جو عورتون پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتے تھے۔ یہ کیا عدل ہے کہ آپ نے بیچاری کمزور اور بے گناہ بہن کو اس طرح پر زخمی کر ڈالا۔ حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ حمل محسن ساقط ہوگیا۔ آپ کا یہ کس طرح کا مزاج تھا سمجھ مین نہین آتا۔ مردمان بیرحم و سنگدل عدل پرور ہو نہین سکتے۔ بے رحمی اور سنگدلی بزدلی سے دست و گریبان ہوا کرتی ہے اسی لیے عہد حضرت رسول صلعم مین حضرت عمر سے کوئی کام شجاعت کا ظہور مین نہ آسکا۔ ان دونون صفت ہائے ذمیمہ کو عدل پروری سے کوئی علاقہ نہین ہو سکتا۔ اس لیے کہ عدل پروری رحمی اور کریمی سے خالی نہین ہوسکتی۔

بالمختصر معاملۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدل پروری کا مادہ آپ مین نہ ایام جاہلیت مین تھا اور نہ پذیرائی اسلام کے بعد۔

ب ۔ جب ہنگامۂ بدر پیش آیا تو اس جنگ مین حضرت عمر معطل بیٹھے رہ گئے عذر یہ پیش کیا کہ ابوجہل ماموں لڑنے کو آئے ہین مین اُن سے کیونکر لڑ سکون گا۔ اگر حضرت عمر مین عدل ہوتا تو دین خدا کے مقابلہ مین ماموں صاحب کا مطلق خیال نہین فرماتے۔ جنگ بدر ایسی پہلی لڑائی کفار کے مقابلہ مین تھی کہ

کہ اگر حضرت رسول صلعم کو شکست ہو جاتی تو دین اسلام صفحۂ دنیا سے رخصت ہو جاتا اسلام کے ایسے نازک وقت مین ایک اکفر مامون کا خیال عجب مضمون ہے اسی سے حضرت عمر کے اسلام کا خوب پتا چلتا ہے۔ اگر آپ دل سے مسلمان ہوئے ہوتے تو ایسا لنگڑا عذر پیش نہین کیے ہوتے۔ کوئی سچا مسلمان عادل محمد صلعم پر ایک اکفر مامون کو ترجیح دینا قبول نہین کر سکتا تھا۔ حق یہ ہے کہ حضرت عمر بزدلی اور عدم عدل پروری اور ضعف ایمانی کی بنا پر شریک جنگ نہ ہو سکے۔ ایک لعین مامون کا خیال عدم شرکت جنگ کے لیے بہانہ ہی بہانہ تھا۔

ج۔ جنگ بدر کے بعد معرکۂ احد پیش آیا۔ اس جنگ مین حضرت عمر دیگر فرارین کے ساتھ فرار ہو گئے ہر چند حضرت رسول ثابت قدمی کے لیے زوروں کے ساتھ پکارتے ہی رہے مگر بھاگنے والے کب خدا و رسولؐ کی سنتے تھے بھاگ ہی نکلے۔ راقم پوچھتا ہے کہ اسی کو عدل کہتے ہین کہ کفار کے مقابلہ مین کوئی اپنی ناپاک جان کو حضرت رسول صلعم کی جان پاک سے عزیز سمجھکر راہ فرار اختیار کرے عدل کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت عمر حضرت رسول صلعم کے لیے اپنی جان نذر اسلام کرنے کو مستعد ہو جاتے۔

د۔ جنگ خندق مین حضرت عمر نے دیگر بزدلے مہاجرین کے ساتھ عمر عبدود کے مقابلہ سے انکار کر دیا۔ کیا یہ انکار قرین عدل سمجھا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ لاحول ثم لاحول۔

ر۔ جنگ خیبر مین بھی حضرت عمر دیگر بزدلے مہاجرین کے ساتھ شکست کھا کھا کر دو دن متواتر خیمۂ رسول اللہ تک بھاگ بھاگ آئے۔ اگر حضرت علیؑ کی طرح ثابت قدمی اختیار کرتے تو مرحب اور حارث کی حقیقت ہی کیا تھی۔ ان یہودیون کو مغلوب کرنے کے لیے صرف ایمانی قوت درکار تھی۔ چونکہ یہ قوت حضرت علیؑ مین بدرجۂ اتم حاصل تھی۔ اس لیے آپ فاتح خیبر ہو سکے۔ بہر حال عدل اسکا متقاضی تھا کہ حضرت عمر ثابت قدمی کو راہ دیتے اور اپنی جان کو دین خدا کے مقابلہ مین ایک خس کے برابر بھی قابل قدر نہین خیال کرتے ہر بار جنگ سے فرار چہ معنی دارد۔ حضرت علی جو غزوات خدا مین ہمیشہ کامیاب رہے اس کا خاص سبب یہ تھا کہ آپ اپنی جان پاک کو حکم خدا و رسول کے مقابلہ مین محض بے حقیقت سمجھتے تھے۔ صلوٰۃ اللہ بر محمد و صلوٰۃ اللہ بر علی۔

س۔ جنگ حنین مین بھی حضرت عمر عدل کی پابندی نہین کر سکے۔ حضرت رسول صلعم آپ اور آپ کی طرح کے مہاجرین وغیرہ کو چیخ چیخ کر پکارتے ہی رہ گئے کہ نہ بھاگو نہ بھاگو۔ مگر حضرت عمر اینڈ کو ایسے فرار ہو گئے کہ پھر میدان جنگ کا منھ نہین دیکھ سکے۔ اگر حضرت عمر مین عدل پروری ہوتی تو اول راہ فرار نہین اختیار فرماتے دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کے منع فرار پر کم سے کم لوٹ آکر پھر شریک

جنگ ہو جاتے - اسی طرح حضرت رسول صلعم کے غیر معروف غزوات و سرایا مین بھی حضرت عمر کا پابند عدل پروری ہونا کتاب اہل سنت سے ثابت نہین ہوتا ہے -

ص - معاملۂ صلح حدیبیہ بہت قابل لحاظ ہے - اس معاملہ مین حضرت رسول صلعم بحکم خداے پاک کفار سے صلح کرنے کے لیے جب مستعد ہوئے تو حضرت عمر اڑ گئے اور شک فی النبوت کا اظہار فرمایا حضرت رسول ؐ نے فرمایا کہ ہم جنگ و صلح بحکم خدا کرتے ہین تو بھی حضرت عمر کو فرمودۂ آنحضرت صلعم سے تشفی نہین ہوئی -

صلح کے ہو جانے پر بھی اس فکر مین لگے رہے کہ معاملۂ صلح ٹوٹ جائے - مقتضاے انصاف یہی تھا کہ حضرت عمر ویسا کرتے جس نہج پر حکم خدا و رسول واقع ہوا تھا - حق یہ ہے کہ اگر عدل پروری آپ مین ہوتی تو حکم خدا و رسول پر اپنی راے کو مقدم نہین جانتے - چونکہ آپ برابر حکم خدا و رسول کے خلاف کاربند ہے اہل انصاف کی نظر مین یہ ہٹ دھرمی آپ کی قرین عدل پروری نہین مانی جا سکتی ہے - ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان علی الرغم حکم خدا و رسول سے انحراف ورزی نہین کر سکتا - اس طرح پر جو انحراف ورزی کر گیا نہ وہ مسلمان سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اُس کی عدل کی نسبت کہا جا سکتی ہے -

ط - اسی طرح جیش اُسامہ کا معاملہ نظر آتا ہے - اگر حضرت عمر مین عدل ہوتا تو آپ بڑی رضا و رغبت سے جیش اُسامہ کی شرکت گوارا کر لیتے - آپ حضرت ابوبکر کی طرح گھر مین بیٹھے رہ گئے اور اُسامہ لشکر لیکر مدینہ سے باہر چلے گئے - حکم حضرت رسول صلعم کا مخالف ہرگز صاحب عدل نہین ہو سکتا پس تقاضاے عدل یہ تھا کہ حضرت عمر حکم آنحضرت صلعم سے انحراف ورزی نہ کرتے - آنحضرت صلعم جیش اُسامہ کی نسبت بہت کچھ ارشاد فرماتے ہی رہے حتیٰ کہ مخالف حکم نبویؐ کو آنحضرتؐ نے ملعون خدا بھی فرمایا - اسپر بھی حضرت عمر حضرت ابوبکر کی طرح حکم نبوی سے برسر انحراف ہی رہے - حکم خدا و رسول سے اس طرح کی انحراف ورزی کبھی کسی صاحب عدل سے ظہور مین نہین آ سکتی تھی -

ع - قصۂ قرطاس ایک بڑی مثال حضرت عمر کی نافرمانی کی ہے حضرت رسول صلعم بہ ثبات ہوش و حواس ایک امر اہم کی تحریر کے لیے حاضرین سے کاغذ و قلم مانگین اور حضرت عمر شدت مرض کی بڑ جوہی آپ کی طرف منسوب کر کے آنحضرت صلعم کو کتابت سے باز رکھین - واہ یہ کچھ عجب حیرت انگیز معاملہ ہے کیا کوئی صاحب عدل ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہو سکتا ہے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - اپنا رسول اور وہ بھی آخر وقت مین کچھ ضروری امر دین کو حوالۂ قلم کرنا چاہے اور حضرت عمر مین کہ زوروں کے ساتھ اسکی [illegible] کے مانع ہون - یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ کسی سچے مسلمان سے ظہور مین نہین آ سکتا ہے حضرت

رسول کو پورا حق بحیثیت رسول اپنے وقت آخر مین کسی امر دین کے حوالۂ قلم کرنے کا حاصل تھا لاریب اس حق کے غصب کرنے والے کو نہ مسلمان کہہ سکتے ہین اور نہ عدل پرور - اس قصۂ قرطاس کے ساتھ حضرت عمر کا ازواج مطہرات کے ساتھ غایت خشونت کے ساتھ گفتگو کرنا بھی عدل پروری سے نہایت بعید نظر آتا ہے -

وہ اہانت زا اور بے اعتدالانہ گفتگو حضرت عمر کی ایسی ہی تھی کہ جس پر حضرت رسول صلعم نے کمال آزردگی کے ساتھ سے حضرت عمر سے فرمایا کہ وہ عورتین تو بھی تم سے اچھی ہین - معاملات بالا پر نظر انصاف ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اسلام کو اسلام کے لیے نہین بلکہ کسی غرض خاص سے اختیار کیا تھا -

ف معاملات بالا حضرت رسول صلعم کے عہد سے تعلق رکھتے ہین - اب راقم حضرت عمر کے اُن معاملات پر نظر انصاف ڈالتا ہے جنکا وقوع آن صلعم کی رحلت کے بعد ظہور مین آتا گیا

پوشیدہ نہین ہے کہ ابھی حضرت رسول کی تکفین وتدفین سے بھی اہلبیت نبوی کو فرصت نہین ہوئی تھی کہ حضرت شیخین ثقیفہ بنی ساعدہ کی طرف امر خلافت کو طے کرنے کے لیے دوڑ گئے - خود یہ فعل آپ دونون صاحبون کا تمامتر بد نما معلوم ہوتا ہے - مقتضاے انصاف یہی تھا کہ حضرت شیخین و دیگر مہاجرین وانصار حضرت رسول صلعم کے دفن ہونے کا انتظار کرکے امر خلافت کے طے کرنے کی طرف توجہ فرماتے - مسلمانان غیر اہلبیت نبوی کی یہ حرکت کہے دیتی ہے کہ ان مین اسلام کی اخلاق آموزی نے کسی طرح کی تاثیر معقول پیدا نہین کی تھی - پس حضرت عمر بھی دیگر مسلمان غیر اہلبیت کی طرح اخلاق محمدی سے معرا تھے - بہر حال ثقیفہ کے ہنگامۂ بے ہنگام کو حضرت شیخین نے یہ کہکر کہ خلیفہ حضرت رسول کا اہل قریش سے ہونا چاہیے فرو کرڈالا اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا ڈالا مقتضاے انصاف یہی تھا کہ ہنگامۂ بالا کے فرو کرنے کے بعد حضرت شیخین حضرت علی کے حضور مین حاضر ہوتے اور جو داد آپ دونون صاحبون نے اہل ثقیفہ سے پائی تھی اُسی داد کو حضرت علی کے مقابلہ مین پیش نظر رکھتے جیسا کہ خود حضرت علی نے حضرت شیخین سے فرمایا تھا کہ جو داد آپ صاحبان نے اہل ثقیفہ سے پائی ہے وہی داد اب مجھے دیجیے - اس لیے کہ مین اہل قریش سے ہون - برادر رسولؐ و داماد رسولؐ ہون وغیرہ وغیرہ - کوئی شک نہین کہ اگر حضرت شیخین مین خس برابر بھی عدل کا مادہ ہوتا تو حضرت علی کو خلافت حاصل کردہ سپرد کر دینے مین دیر نہ کرتے - حضرت شیخین چونکہ حضرت علی کی دلیل کے رد کرنے پر قادر نہ تھے چپ رہ گئے - مگر خلافت کی جان نہ چھوڑی نہین معلوم

کہ اُس وقت حضرت عمر کی عدل پروری کہان جاکر سو رہی تھی کہ اس طرح کے بیدار کرنے پر بھی بیدار نہو سکی خلافت بابی کے بعد حضرت شیخین کو خاصکر کے حضرت عمر کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت علیؑ سے بھی بیعت خلافت لیجائے۔ اس بیعت کے حاصل کرنے کے لیے خلافت کی طرف سے حضرت عمر نے حضرت علی کے گھر جاکر بہت کچھ شور و فساد برپا کیا۔ اسی فساد سے احراق خانۂ فاطمہؑ اور ضرب علی بطن الفاطمہ اور اسقاط محسنؑ کو تعلق ہے۔ یہ سب معاملات زشت ایسے ہین کہ جن سے حضرت عمر کی عدل پروری کی قلعی پورے طور پر کھلتی ہے۔ ان تشددات پر بھی حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر کی بیعت نہین کی اور اس انکار سے راہ حق پر پورے طور پر قائم رہے۔ حضرت عمر کی ظالمانہ حرکت یہ بھی ہوئی کہ جب حضرت علیؑ حضرت ابو بکر کے پاس لائے گئے تو حضرت عمر نے نہایت جابرانہ طور پر حضرت علی سے بیعت طلبی شروع کی حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تم برادر رسول نہین ہو۔ ہم تمھاری گردن مارین گے وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ایسا برتاؤ کسی عدل پرور کا نہین ہو سکتا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

معاملات بالا سے ہویدا ہے کہ جتنی حرکتین بطریق بالا حضرت عمر سے ظہور مین آتی گئین وہ سب عدل پروری سے بہ مراحل دور نظر آتی ہین۔ کوئی عدل پرور اپنی محسن زادی یعنی دختر حضرت رسولؐ کے گھر مین آگ لگا دینے پر آمادہ نہین ہو سکتا تھا یا اُس کے بطن مبارک پر ایسی ضرب نہین لگا سکتا تھا کہ جس سے اس کا حمل ساقط اور اُس کا جنین ہلاک ہو جائے اور خود وہ مظلومہ اُس صدمہ سے چند مہینے کے اندر رحلت فرما جائے اور اُس کے شوہر عالی تبار کو یہ کہا جائے کہ تم برادر رسول نہین ہو ہم تمھاری گردن مارین گے وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ ایسے ظالمانہ افعال کو عدل پروری سے کوئی نسبت نہین ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی عدل پروری کوئی ایسی بات ہے کہ عالم عنقا سے تعلق رکھتی ہے لاریب حضرت عمر جیسے بیرحم اور سنگدل بزرگ کیطرف عدل کی نسبت فہم انسانی سے باہر نظر آتی ہے۔ بیرحمی اور سنگدلی عدل پروری کے ساتھ تال میل نہین رکھ سکتی ہے۔

ق۔ فتنۂ بالا کے ساتھ معاملۂ فدک نے ظہور کیا۔ اس معاملہ مین حضرت عمر نے پوری عداوت حضرت فاطمہؑ کے ساتھ خرچ کی۔ اس معاملہ کی کیفیت راقم بالتصریح کتاب مصباح الظلم مین حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ اس کے جزئیات کے اعادہ کی ضرورت یہان نہین ہے۔ یہان راقم کو صرف حضرت عمر کے غیر منصفانہ برتاؤ کو دکھلانا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر روز فدک کا فیصلہ حوالۂ قلم کر چکے تو حضرت عمر کو کونسا حق اُس کے چاک کر ڈالنے کا تھا۔ آپ کا کیا عہدہ سرکار خلافت مین تھا۔

نہیں معلوم شاید آپ محکمۂ خلافت کے محکمۂ اپیل تھے۔ اگر ایسے فعل تھے تو بھی اس بے عنوانی کے ساتھ فیصلۂ ماتحت کو چاک کرڈالنے کے کیا معنی۔ کوئی شک نہیں کہ اس فعل نامطبوع سے آپ کے مزاج کی ترکیب پورے طور پر ہویدا ہوجاتی ہے۔ اگر آپ میں جس برابر بھی عدل پروری ہوتی توآپ کچھ توصبروتامل کے ساتھ فیصلۂ ماتحت کے ساتھ کارروائی مناسب اختیار کرتے۔ اگر ایسا وحشیانہ فعل کسی غیر مسلم سے ظہور میں آتا تو بھی حیرت خیزی سے خالی نہوتا۔ چہ جائے کہ اُس کے فاعل ایسے حضرت ہوئے جن کی تبعیت آدھی سے زیادہ اسلامی دنیا کرتی ہے۔ بشکل دیگر اگر حضرت عمر محکمۂ خلافت کے محکمۂ اپیل نہ تھے توآپ کا فیصلۂ خلیفہ کوچاک کرڈالنا قبیح درقبیح شکل رکھتا ہے دونوں شکلوں میں حضرت عمر کے فعل بالا کو عدل پروری سے کوئی علاقہ نہیں دکھائی دیتا ہے واضح ہو کہ فدک کے تمام معاملے پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں شروع سے آخر تک حضرت عمر کے اُس ذاتی عناد کو جو آپ کو حضرت سیدہ کے ساتھ تھا دخل رہا ہے۔ واقعی آپکی درشت خوئی درشت مزاجی اور درشت گوئی کا پوراجلوہ یہ معاملہ فدک پیش نظر کردیتا ہے۔ اسی معاملہ کے دوران میں حضرت عمر بولے کہ "کہ فاطمہ از زنے بیش نیست"۔ راقم کہتا ہے کہ خاک ایسے مسلمان کے دہن میں جو خاتون جنت حضرت فاطمہؑ کو عام زنان دنیا کے برابر بتلاوے۔ کوئی عدل پرور فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کو عام زنان دنیا کے برابر نہیں کہہ سکتا ہے۔ اگر کوئی دعوے دار اسلام ہوکر ایسا کہے تو وہ دائرۂ اسلام سے بالیقین خارج ہے۔ علیہ ما علیہ

ک۔ حضرت عمر نے شراب نوش کو چالیس درہ کے عوض اسی درّے لگا دیے حالانکہ حضرت رسول صلعم ایسے مجرم کو چالیس دُرّے کی سزا دیا کرتے تھے۔ یہ افزایش چالیس دُرّے کی عدل عمری کے سوا اور کیا کہی جاسکتی ہے۔

ل۔ حضرت عمر نے حبلے یعنی زن باردار کو سزائے زنا میں رجم کا حکم دیدیا۔ اگر حضرت علی نہوتے تو بیگناہ جنین کی ہلاکت ظہور میں آجاتی۔ یہ کیسی عدل پروری تھی عاشقان حضرت عمر سے پوچھنا چاہیے۔ جس حاکم کو معاملات عالم کے فراز و نشیب کی تمیز نہ ہو وہ حاکم کیا اور اُس کا حکم کیا۔ ایسے حاکم سے عدل پروری کی کیا اُمید کیجا سکتی ہے۔

م۔ قابل لحاظ حق تلفی کی کارروائی حضرت عمر کی وہ ہے جس کی بدولت حضرت عثمان آپکے جانشین بن سکے۔ حضرت عثمان اپنی عدم قابلیت کی وجہ سے عہدۂ خلافت کے ہرگز سزاوار نہ تھے مگر حضرت عمر نے آپ کو خلیفہ بنا ہی چھوڑا۔ حضرت علی کے رہتے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا

ایک طرفہ امر ہے۔ حضرت عثمان کے حالات راقم کتاب مصباح الظلم مین حوالۂ قلم کرچکا ہے۔ ایسی کارروائی کے بعد کیا کوئی عقل کا اندھا حضرت عمر کی طرف عدل پروری کی نسبت کرسکتا ہے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ بنی ہاشم کو مغلوب رکھنے کے لیے ایک سردار بنی اُمیہ کو خلیفہ بناڈالنے سے آپ کو کوئی چارہ نہ تھا۔ پس اس خوف سے کہ کہین خلافت بنی ہاشم کی طرف عود نہ کرجائے۔ آپ حضرت عثمان کے خلافت یابی کا سامان کرکے راہی ملک عدم ہوگئے۔ یہ کس طرح کی عدل پروری تھی کہ حضرت علیؑ کرو درجہ زیادہ حضرت عثمان سے خلافت رانی کی صلاحیت رکھتے تھے محروم خلافت کردیے گئے۔ اگر حضرت عمر مین خس برابر بھی عدل پروری ہوتی تو ابتدا ہی مین حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف بنی اُمیہ کے مردہ قبیلہ کو ملک شام دیکر زندہ نہ کرڈالتے۔ بنی امیہ وہ قبیلہ تھا جو مردود خدا و رسول تھا۔ اس کا سرپرست بن جانا چہ معنی دارد۔ رضاے خدا و رسولؐ کا مخالف خدا و رسول کا دوستدار کیونکر سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر نے جان بوجھکر رضاے خدا و رسولؐ سے مخالفت کی اس پر طرہ یہ ہو کہ اپنا جانشین بھی ایک بنی اُمیہ کو بنا گئے۔ حضرت عثمان کا خلیفہ ہونا کیا تھا کہ اسلامی دنیا مین جو کچھ ہو گئے بنی اُمیہ ہو گئے۔ بنی ہاشم یعنی قبیلۂ رسولؐ خدا صلعم روز بروز ضعیف و کمزور ہوتا چلا اور آنحضرت صلعم کا قبیلۂ مخالف یعنی بنی اُمیہ غیر متوقع طور پر روز بروز قوی و زبردست۔ راقم پوچھتا ہے کہ ایسی زشت کارروائیون کے بعد بھی حضرت عمر کیطرف عدل پروری کی نسبت درست مانی جاسکتی ہے یا نہین۔ واضح ہو کہ تمام معاملات حضرت عمر پر نظر غور ڈالنے سے اسکا پتا نہین لگتا ہے کہ حضرات اہل سنت کس بنا پر صفت عدل کو بالتخصیص آپ کی طرف منسوب فرماتے ہین۔ آپ کے حالات سے تو کوئی وجہ اس تخصیص کی معلوم نہین ہوتی ہے اب ایک امر اور ہے جس پر حضرات اہل سنت حضرت عمر کی عدل پروری کے اعتبار سے بہت کچھ فخر و مباہات کرتے ہین وہ امر اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ وہ امر قصۂ ابو شحمہ کا ہے جو آپ کے فرزند تھے اور جن کے متعلق ضمیمۂ ذیل مین راقم اپنی تحقیق کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔



ضمیمہ نمبر ۶

معاملۂ ابو شحمہ پسر حضرت عمر

حضرات اہل سنت کو ابو شحمہ کے قصۂ حد زنا پر بڑا ہی ناز ہے۔ وہ قصہ یون بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عورت گود مین لڑکا لیکر آئی۔ اور اُس نے حضرت عمر کو اس امر سے آگاہ کیا کہ ابو شحمہ نے نشہ کی حالت مین اس کے ساتھ ارتکاب زنا کیا تھا جس سے وہ لڑکا پیدا ہوا حضرت عمر سلسلۂ وعظ کو بند کر کے منبر سے اُترے اور اپنے گھر جا کر ابو شحمہ پر حد زنا جاری کر دی یعنی سو دُرّے ابو شحمہ پر لگوا دیے جس سے ابو شحمہ کی موت آگئی۔

یہ قصہ حضرت عمر کی عدل پروری اور شریعت مآبی کی ایک بھاری مثال دکھایا جاتا ہے جیسا کہ اس قصہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب ازالۃ الخفا مین درج فرمایا ہے اور حضرات اہل سنت عموماً اس قصہ کو بڑا سرمایۂ ناز قرار دیتے ہین۔ اس قصہ سے حضرت عمر کی درشت خوئی شقاوت سنگدلی بے سیاق ترکیب کی کارروائی وغیرہ وغیرہ جو کچھ ظاہر ہوتی ہے محتاج بیان نہین ہے مگر برائے خود عند النقل قصۂ بالا ایک فسانہ کا اندازہ رکھتا ہے۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہوا خواہان حضرت عمر نے اس قصہ کو حضرت خلیفہ کی عدل پروری اور شریعت مآبی کے ثابت کرنے کی نظر سے گڑھا ہے جیسا کہ صاحب سیرۃ الفاروق کی تحریر ذیل سے بھی عیان ہوتا ہے۔ حضرت مصنف اُس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ - طبع ثانی مین فرماتے ہین کہ "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو جس کا نام عبد الرحمن تھا شراب پینے اور زنا کرنے پر مارنے کا واقعہ اسقدر اختلاف کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ابن عباس سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اگر صحیح ہو تو حضرت عمر کو اس واقعہ کی اطلاع پہونچنا اور اپنے بیٹے سے عجب طریقے سے اقرار کروانا اور پھر دُرّے لگوانا اور غلام کا یہ سنکر رونا مگر حضرت عمر کا دُرّے لگانے کے واسطے اُسے مجبور کرنا لڑکے کا چیخنا اور بیتابی سے گر جانا لوگون کا اور خود حضرت عمر کا رونا لڑکے کا پانی مانگنا اور حضرت عمر کا نہین دینا اور آخر آخری دُرّے پر اُس کے دم کا نکل جانا ایک دردناک افسانہ کا مضمون ہے۔ مگر مختلف روایات کی اصلیت اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے ایک بیٹے عبد الرحمن المعروف ابو شحمہ نے مصر مین عمر ابن عاص کی حکومت مین اس قسم کا کوئی قصور کیا تھا وہان اُسکو حد لگائی گئی ہو یا نہ لگائی گئی ہو۔ مگر حضرت عمر نے اُس کو مارا اور اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہوگیا

ضمیمہ نمبر ۷

حضرت علی اور حضرت رسول کی دینی سلطنت

ایک سُنی صاحب فرماتے ہین کہ حضرت علیؑ خلافت کی صلاحیت نہین رکھتے تھے۔ انھین خلافت کا چانس (chance) یعنی موقع بھی ملا تو اس کے انجام سے قاصر رہ گئے۔ خلیفہ ہوتے ہی اُنھون نے معاویہ کی معزولی کا حکم صادر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود خلافت سے معزول کر دئے گئے انھین لازم تھا کہ معاویہ سے چھیڑ نہ نکالتے بلکہ معاویہ کو اپنا بنائے رکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیدینون نے حضرت رسول صلعم کی دینی سلطنت کو نپولین کی دنیوی سلطنت جان لیا ہے اس لیے اس طرح بیدینی کے کلام زبان پر لایا کرتے ہین۔ کوئی تعجب نہین جو اس طرح کے افراد بالا طرح طرح کے کلام لا یعنی زبان پر لاتے ہین واضح ہو کہ حضرت رسالت مآب کی دینی سلطنت کو حضرت عمر دینی سلطنت نہین سمجھتے تھے۔ اگر ایسا سمجھتے تو اپنی قائم کردہ خلافت کو محفوظ رکھنے کے لیے ابو سفیان کو حکومت شام کے سپرد کر دینے کے مرتکب نہ ہوتے۔ حضرت عمر کا غزوات خدا سے بار بار کا فرار خدا و رسول کے حکم صلح سے کھُلی کھُلی سرتابی۔ جیش اُسامہ کی شرکت سے روگردانی حضرت رسول صلعم کی وصیت آخرہ کا منع کتابت علی الرغم تعمیل حدیث ثقلین سے کنارہ کشی احراق خانۂ فاطمہؑ کلام اہانت آگین بحق حضرت فاطمہؑ جابرانہ سلوک بمقابلۂ حضرت علیؑ یہ سب امور ایسے ہین کہ جن سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر نہ حضرت رسول صلعم کو خدا کا رسولؐ سمجھتے تھے اور نہ آنحضرتؐ کی دینی سلطنت کو دینی سلطنت جانتے تھے۔ خود یہ فعل آپ کا کہ ابو سفیان کو آپ نے ملک شام دیکر مردہ قبیلۂ بنی اُمیہ کو زندہ کر ڈالا کہے دیتا ہے کہ آپ نہ حضرت صلعم کی رسالت کے دل سے قائل تھے اور نہ آن صلعم کی دینی سلطنت کو دینی سلطنت جانتے تھے۔ اگر آپ کے دل مین خس برابر بھی اقرار رسالت جگہ کیے ہوتا تو آپ ایک ایسے قبیلۂ ملعون خدا و رسول کے سردار کے ساتھ اس لطف و کرم کے ساتھ پیش نہین آتے۔ کوئی شک نہین کہ اگر آپ کی قائم کردہ خلافت من جانب اللہ ہوتی تو آپ ضرور بنی اُمیہ کی

ملعونیت و مردودیت کو پیش نظر رکھکر طریق بالا کی پولیٹکل کارروائی نہین اختیار کرتے۔ دیکھیے حضرت علیؑ کو
کہ جب ابوسفیان آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ بولے کہ اے علیؑ آپ اپنا ہاتھ نکالیے تاکہ مین آپ کی بیعت
کرون اور سواران مکہ سے ابھی صحراے مدینہ کو بھر کر حضرت شیخین کی قائم کردہ سلطنت کو درہم برہم کر ڈالون
تو حضرت علیؑ نے کچھ بھی ابوسفیان کا ساتھ نہین دیا۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ہو کر حضرت علیؑ قبیلۂ بنی اُمیہ
سے کسی طرح کا تعلق رکھنا گوارا نہین کر سکتے تھے۔ اگر آپ بیدین ہوتے تو پولیٹکل چال اختیار کر کے
ملعونان و مردودان خدا و رسولؐ کا ساتھ دے کر خلیفہ بن بیٹھتے جس سے حضرت شیخین کی قائم کردہ
خلافت گاؤخورد ہو جاتی ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

حضرت علی کی کارروائی بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت رسول صلعم
کو رسولؐ خدا سمجھتے تھے اور آنحضرت کی دینی سلطنت کو دینی سلطنت مانتے تھے۔ اس لیے ابوسفیان
سے کنارہ کش رہے اور خلافت یابی کی تمنا کے گرد نہ گئے۔ ظاہر ہے کہ آپ کو اس طرح کی تمنا کیونکر ہو سکتی
تھی جب آپ حضرت رسول صلعم کے خلیفۂ بلافصل من جانب اللہ تھے۔ خدا کی بخشی ہوئی چیز رکھ کر
ایسی چیز کے خواہان ابوسفیان کے ذریعہ سے آپ کیونکر ہو سکتے تھے بہ اسباب ظاہر اگر آپ خلیفۂ بلافصل
نہ ہوئے۔ آپ کی خلافت بلافصل کو دس ہزار غاصبان خلافتِ چھین نہین لے سکتے
تھے۔ حضرت رسول صلعم کی دینی سلطنت کی طرح آپ کو دینی خلافت بھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نام
کے امتیان محمدی مین حضرت عمر کی طرح کے ہزارون ہزار افراد ایسے تھے کہ آن صلعم کی دینی سلطنت کو
دینی سلطنت نہین سمجھتے تھے۔ آپ کی دینی سلطنت کو نپولین کی دنیوی سلطنت جانتے تھے پس کیا عجب ہے کہ اس وقت
کے پیروان حضرت عمر بھی آن صلعم کی دینی سلطنت کو دنیوی سلطنت سمجھکر حضرت علی کی شان مین کلمات لایعنی زبان پر
لاتے ہین۔ یہ حضرت علیؑ کی مجرد دینداری کا تقاضا تھا کہ حضرت علی نے خلیفہ ہوتے ہی امیر معاویہ کی معزولی کا حکم صادر فرمایا
حضرت علی جانتے تھے کہ امیر معاویہ ایک بیدین شخص ہے ایک منٹ بھی اسکا کسی ملک اسلام کا حاکم رہنا مصالح دینی کے خلاف ہے
امیر معاویہ کیسے آدمی تھے اس کی حقیقت راقم کتاب ہذا مین حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ کوئی سچا خلیفہ حضرت
رسول صلعم کا امیر معاویہ کو کسی بلاد اسلام پر حاکم رہنے نہین دے سکتا تھا۔ یہ علیؑ مرتضیٰ کے ایمان
کی مجرد سچائی تھی جو آپ نے حکم بالا صادر فرمایا۔ آپ ایک دم کے لیے بھی ایسے مخالف خدا و رسولؐ
کو حاکم شام رہنے نہین دے سکتے تھے۔ ہان چونکہ حضرت عمر ایک پولیٹکل آدمی تھے اور دینی معاملات
پر آپ کو توجہ کرنے کی حاجت نہین تھی اولاً ابوسفیان کو حکومت شام کے سپرد کر دینے کی آمادگی کھلائی
اور جب وہ صاحب عذر پیری کی وجہ سے شام جانا قبول نہین کر سکے تو اُن کے بیٹے یزید ابن ابوسفیان

کو حاکم شام کردیا۔ اور جب وہ حاکم شام مرگئے تو اُنکی جگہ اُن کے بھائی امیر معاویہ کو حاکم شام مقرر کردیا۔
حق یہ ہے کہ دنیوی سلطنت کا بادشاہ یا خلیفہ بھی وہی کرتا جو حضرت عمر کرسکے۔ البتہ اس حیثیت سے
حضرت عمر پر کوئی الزام عاید نہین کیا جاسکتا ہے۔ مگر حضرت علیؑ کے لیے دینی پہلو سے نہایت نازیبا
تھا کہ آپ امیر معاویہ کی حکومت شام مین برقرار رکھتے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو مرضی حضرت رسول صلعم
کے خلاف آپ تمامتر کاربند ہوتے۔ اس لیے کہ حضرت رسول کو قبیلۂ بنی اُمیہ سے نفرت تامہ لاحق تھی
اور خداے تعالیٰ بھی اس قبیلہ کو قبیلۂ ملعونہ قرار دے چکا تھا۔ یہ مجرد اطاعت رسول کا باعث تھا
کہ حضرت علی ابوسفیان کی ترغیب دہی کی طرف خس برابر بھی مائل نہ ہوے۔ پھر اپنے عہد خلافت
مین امیر معاویہ کی معزولی کے ذریعہ سے بے تعلقی پیدا کرنا چاہی۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے
کہ حضرت رسول دس برس کی جانفشانی کے بعد قبیلۂ بنی اُمیہ کو سر کرسکے تھے۔ اتنے عرصہ کے بعد
اُس قبیلہ مین کسی طرح پر شیطنت کی طاقت باقی نہین رہی تھی۔ مگر حضرت عمر نے حضرت رسول کی
رحلت کے بعد ہی اس قبیلہ مین جان تازہ پھونک ڈالی۔ اگر حضرت عمر کو کچھ بھی پاس حضرت رسول
صلعم کا ہوتا تو ابوسفیان صاحب سے شیر و شکر نہ بن جاتے اور مسلمانون کے درمیان وہ تخم
سول وار [illegible] کا بونہ جاتے جس کی وجہ سے تاریخ اسلام عجائب طرح کی خون ریزیون
سے ہیبت ناک مناظر پیش کررہی ہے اور جس کا اثر آج تک مسلمانون مین باقی ہے اور تاقیامت
باقی رہیگا۔ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔ کوئی شک نہین کہ اگر حضرت عمر کچھ بھی تبعیت رسول اللہ
صلعم کی مدنظر رکھتے تو ہزارون بلائین جو اہل اسلام کو نصیب ہوتی گئین ہرگز نصیب نہ ہوتین
خاصکر خاندان پیمبر اُن بلاؤن سے محفوظ رہ جاتا۔ حضرت رسولؐ کی دینی پالیسی کا یہ منشا رتھا کہ بعد
آن صلعم کے حضرت علیؑ آن صلعم کے جانشین ہون جیسا کہ بار بار کے استخلاف سے ہویدا ہوتا ہے
اور یہ کہ جمیع مسلمین حضرت علیؑ کا ساتھ دین جیسا کہ حدیث ثقلین سے ثابت ہوتا ہے۔ پس اگر اُمت
محمدیؐ اپنے رسول مقبول کی اس دانشمندانہ خواہش کی تبعیت کرتی تو عرب کی اسلامی سلطنت آیندہ
کے فسادات سے مامون رہ جاتی۔ علیؑ شجاعت علم و حلم بلند خیالی معدلت زہد و تقویٰ فہم و فراست
کے اعتبار سے امتیان محمدیؐ مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے۔ آپ کی جانشینی سلطنت اسلامی کو
فائدہ کے سوا ضرر نہین پہونچا سکتی تھی۔ اگر حضرت عمر اعلیٰ درجہ کا پولیٹکل دماغ رکھتے تو حضرت
علیؑ کو جانشین حضرت رسول بناکر حکومت کو بنی ہاشم سے نکلنے نہ دیتے۔ بنی ہاشم ہر اعتبار سے
عرب کا ایک ممتاز ترین قبیلہ تھا اور زمانۂ دراز سے اس کی ہر طرح کی ممتازیت چلی آئی تھی۔ ایسے قبیلہ

سے حکومت کو نکال کر تیم و بنی عدی اور بنی اُمیہ کی طرف اس کا منتقل کر ڈالنا ایک بڑی پولیٹیکل غلطی سے
خبر دیتا ہے اسی غلطی کا یہ صریحی نتیجہ ہے کہ اس وقت عرب کی اسلامی تاریخ کسقدر داغدار نظر آتی ہے
اگر حضرت عمر کو سچا پولیٹیکل دماغ حاصل رہتا تو جس طرح پر آپ عمل فرما ہوئے ہرگز نہ ہوتے۔ ثقیفۂ بنی ساعدہ
کی ایسی ناعاقبت اندیشانہ کارروائی آپ سے ظہور مین آئی تھی کہ اگر حضرت علیؑ اپنی خلقی دانشمندی
حلم اور تبعیت ارشاد حضرت رسول سے کام نہ لیتے تو حضرت صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی عرب کی
تازہ اسلامی سلطنت مین خونریزی سخت صورت سے پیدا ہو جاتی۔ اگر آپ خونریزی پر آمادہ ہو جاتے
تو قبیلۂ بنی ہاشم جس کے بعد آپ حضرت رسول صلعم کے طبعی طور پر سردار ہو گئے تھے سرفروشی پر مستعد
ہو جاتا۔ پھر حضرت عمر کی قائم کردہ خلافت رہتی یا نہ رہتی کوئی کہہ نہین سکتا۔ مگر کچھ شک نہین کہ بنی ہاشم
کا بہادر قبیلہ اپنے اور اپنے دشمنون کے خون بہا ڈالنے مین خس برابر بھی کمی نہ کرتا۔ ایسا امر صرف
اس سبب سے ظہور مین نہین آسکا کہ حضرت علیؑ نے کمال حوصلہ مندی سے خلافت یابی کے لیے
میان سے تلوار نہین کھینچی جس کے باعث بنی ہاشم کا قبیلہ بھی چپ رہ گیا۔ حضرت علی نے بمقابلہ
حضرت شیخین کے طلب حق کی کارروائی صرف زبان سے کر دی مگر اس کے لیے فوج آرائی
نہین کی اس سے زیادہ آپ کے کسی سخت تر کارروائی کے نہ اختیار کرنے کی وجہ یہ معلوم
ہوتی ہے کہ حضرت رسولؐ صلعم نے آپ سے فرما دیا تھا کہ ابھی اسلام ابتدائی حالت مین ہے تم
تلوار نہ کھینچنا اور راہ صبر اختیار کرنا۔ حضرت علیؑ جیسے فرمانبردار حضرت رسول کے تھے، ظاہر ہے کہ مرضی
حضرت رسول صلعم کے خلاف کاربند نہین ہو سکتے تھے۔ اسی تبعیت رسول کا تقاضا تھا کہ آپ ابوسفیان
صاحب کے قصد مددگاری کیطرف توجہ نہیں فرمائی اگر مجرد خلافت آپ کو منظور ہوتی تو ابوسفیان کے سواران کی
حضرت عمر کی قائم کردہ خلافت کو غتربود کر دینے کیواسطے ضرورت سے زیادہ تھے۔ اور اگر ابوسفیان کیطرف نصرت یابی
کی غلطی مین آپ پڑ جاتے تو قبیلۂ بنی اُمیہ آپ کے ذریعہ سے وہی ثروت حاصل کر لیتا جو
حضرت عمر کے ذریعہ سے وہ حاصل کر سکا اور اگر حسنین علیہما السلام کی شہادت زہر و خنجر سے
واقع ہو جاتی تو دونون حضرت کے قتل کا سبب قریب یا سبب بعید حضرت علیؑ کے سوا
کوئی دوسرا نہین سمجھا جا سکتا۔ کوئی شک نہین کہ حضرت علی بڑی آل اندیشی کی بنا پر ابوسفیان
صاحب سے جو کنارہ کش ہوئے تو اس کنارہ کشی سے تمامتر مرضی خدا و رسول کی تبعیت کرنے
والے بنے رہے۔ لاریب حضرت علی کی کنارہ کشی دینی اور پولیٹیکل دونون پہلو سے قرین
صواب نظر آتی ہے۔ اگر اس طرح کا سچا دینی اور پولیٹیکل دماغ حضرت علی کو نہین نصیب

ہوا ہوتا۔ تو آپ ابوسفیان کے ساتھ شیر وشکر بن جاتے جیسا کہ حضرت عمر اپنی ضرورت خلافت اور عناد خاندان پیمبرؐ کی وجہ سے ہو گئے۔

بالمختصر جو حضرات حضرت علیؑ پر اعتراضات لایعنی وارد کیا کرتے ہین وہ ایسے ہی ہین کہ حضرت رسول خدا صلعم کی دینی سلطنت کو نیپولین کی دُنیوی سلطنت سمجھے ہوئے ہین۔ اس طبقہ کے حضرات اکثر وہی ہین جو ناقص طرح کی یورپین تعلیم پائے ہوئے ہین اور جن کے دماغ اسی طرح کی ادھوری تعلیم کے باعث نامطبوع و نادرست پولیٹکل خیالات کے معدن ہو رہے ہین۔



ضمیمہ نمبر ۸

سیّد سُنی نہ باشد

یہ ایک پُرانا قول ہے کہ سید سُنی و دیک چوبی نہ باشد۔ اس کی تنقید کی نظر سے راقم اپنے خیالات ذیل مین حوالۂ قلم کرتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ سیّد کا سُنی ہونا ایک حیرت خیز امر ہے مگر ہندوستان مین خاصکر صوبۂ بہار مین سادات بکثرت سُنی دیکھے جاتے ہین۔ اسکا سبب خاص یہ ہے کہ اسلامی شاہانِ دہلی مذہب اہلسنت والجماعت رکھتے تھے۔ کچھ ان مین سے سخت سُنی گزرے ہین اور کچھ نرم مگر سنیت سے کوئی خاندان شاہی خالی نہین گزرا ہے بمصداق الناس علےٰ دین ملوکھم سادات کو بھی بحالت بالا مذہب سُنی اختیار کرنا پڑا اور جو سادات دل سے سُنی نہ بنے بہ سبیل تقیہ سُنی بنے رہے۔ حق یہ ہے کہ اگر آخر کے زمانۂ مغلیہ مین کچھ صوبہ داران شاہی مذہب شیعہ نہ رکھتے تو ہندوستان مین کمتر کسی شیعہ پر نظر پڑتی۔ بہرحال اسوقت جو سادات موجود ہین وہ ہرگز دین آبائی پر نہین ہین۔ بنی ہاشم کا مذہب حضرت رسول کے بعد ایک عرصۂ دراز تک مذہب علیؑ رہا ہے۔ کم سے کم دو صدیون تک باستثنائے چند افراد بنی ہاشم سُنی نہین نظر آتے ہین مگر اس کے بعد سلطنتون کے تقاضا سے بہت بنی ہاشم مذہب زید ابن ثابت یعنی مذہب اہلسنت اختیار کرتے گئے۔ عہد خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عباس مین اگر کوئی شخص بنی ہاشم سے سنی ہو جاتا تھا تو اُسے بنی ہاشم بُری نظر سے دیکھتے تھے جیسا کہ اشعار ذیل ظاہر ہوتا ہے

اذا العلوی تابع ناصبیًا بمذھبه فما ھو من ابیه
وان الکلب خیرٌ منه طبعًا فان الکلب طبع ابیه فیه

ترجمہ جب علوی نے مذہب مین تبعیت ناصبی کی کی تو وہ اپنے باپ کا نہ رہا پس کُتّا اُس سے بہتر ہے، ازروے طبیعت کے اسلیے کہ کُتّا اپنے مان باپ کی طبیعت کا انداز اُٹھاتا ہے یعنی جو علوی ناصبی کا مذہب اختیار کرتا ہو تو اُس سے کُتّا بہتر ہے اس لیے کہ کتا اپنے باپ کا طور قائم رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ علوی سے یہان مراد سید ہے۔ جاننا چاہیے کہ سادات بنی فاطمہ بھی علوئین کہے جاتے ہین کتب تاریخ مین علوئین کا لفظ جہان مستعمل دیکھا جاتا ہے اُس سے مراد مورخین سادات بنی فاطمہ ہے گو سادات علویہ بھی وہ سادات ہین جو خاص نسل حضرت علیؑ غیر از بطن حضرت سیدہ علیہا الصلوٰۃ والسلام سے ہین جیسے حضرت عباس علمبردار علیہ السلام۔ اسیطرح ناصبی مین تمام ایسے فرقون کو علوئین داخل سمجھتے تھے جو مذہب علیؑ کے پیرو نہ تھے یعنی تمام پیروان مذہب زید ابن ثابت جو حضرت علیؑ کے اشد المخالفین سے تھے۔ کوئی شک نہین کہ ہر دو شعر بالا سے بنی ہاشم کی سخت بیزاری ایسے افراد بنی ہاشم سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو مذہب آبائی یعنی مذہب علیؑ کو چھوڑ کر مذہب زید ابن ثابت اختیار کرتے گئے تھے۔ کسی سید کا مذہب علوئین یعنی مذہب سادات کو چھوڑ کر عام اس سے کہ وہ سادات بنی فاطمہ یا سادات علوی سے ہون مذہب غیر سادات کا اختیار کرنا حیرت سے خالی نہین نظر آتا ہے۔ اس چھوڑ پکڑ کی وجہ اسکے سوا دوسری نہین ہو سکتی کہ یا اُس سید کو کوئی دنیاوی تعلق دامنگیر ہو جاتا ہے

یا اُسے جہالت سے ایسی راہ اختیار کرنا پڑتی ہے۔ ہزاروں ہزار سید دُنیا میں سُنی سلطنتوں کے اثر سے سُنی بن بیٹھے ہیں اور پھر ان کی اولاد و احفاد میں سُنی مذہب نسلاً بعد نسلٍ چلا جاتا ہے۔ اسیطرح جب کسی سید کو فرط جہالت کی وجہ سے سُنی ملاؤں نے سُنی بنا ڈالا ہے تو اُس کی نسل کا مذہب بھی سُنّی قرار پا گیا ہے سُنّی سادات بہار کا یہی حال دیکھا جاتا ہے جیسا کہ راقم نے مصباح الظلم میں سادات بہار کے سُنی ہو جانے کی وجہیں حوالہ قلم کی ہیں۔ ظاہر اکسی بنی فاطمہؑ کا سُنی ہو جانا وحشت خیز معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؑ کو حضرت خلفائے ثلثہ سے مفضول جاننا جیسا کہ مذہب اہلسنت کا ہے۔ یا حضرت علی سے پوری کنارہ کشی جیسا کہ مذہب خوارج و نواصب کا ہے یا امیر معاویہ کو جو ایک دشمن سخت حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تھے خلیفۂ برحق ماننا یا حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے منکر ہونا یہ سب کچھ ایسی باتیں ہیں کہ بنی ہاشم کو انکا گوارا کرنا فطرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ وہ مذہب جسکو حضرت پیران پیر اپنی تصنیف جلیل یعنی غنیۃ الطالبین میں مذہب اہلسنت والجماعت قرار دیتے ہیں اُس میں حضرت علیؑ کی صرف مفضولیت دیکھی جاتی ہے حضرت علیؑ سے کنارہ کشی کی تعلیم نہیں پائی جاتی ہے۔ امیر معاویہ کی خلافت و امامت حقہ داخل عقیدہ نظر آتی ہے۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے انکار نہیں نمایاں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت پیران پیر نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ خرج الحسین فقتل عن سیف جدہٖ ممکن ہے کہ کسی قلمی نسخہ میں وہ جملہ پایا گیا ہے جیسا کہ بعض اہل علم سے راقم کو ایسا معلوم ہوا ہے مگر غنیۃ الطالبین کے چھپے ہوئے نسخے میں دیکھا نہیں جاتا ہے راقم کو ابھی تک اس کی تحقیق نہیں ہوئی ہے کہ جملۂ بالا در حقیقت حضرت پیران پیر کا تحریری ارشاد ہے یا نہیں۔ اب عصر کی کچھ چھپی ہوئی علم کلام کی کتابوں کا یہ نقشہ دیکھا جاتا ہے کہ قلمی کتابوں سے بہت مضامین جو اہل سنت کے مذہب کے لیے ضرر رسان پہلو رکھتے ہیں نکال ڈالے گئے ہیں ممکن ہے کہ غنیۃ الطالبین کے ساتھ بھی یہی ترکیب برتی گئی ہو۔ بہر حال خرج الحسین فقتل عن سیف جدہٖ کے مضمون سے ابوبکر ابن ابونی کا قول خالی نہیں نظر آتا ہے جیسا کہ علامہ نواب سید صدیق حسن خانصاحب بھوپالی اپنی کتاب حج الکرامہ میں لکھتے ہیں کہ ابن ابونی گفت کہ نکشت یزید حسینؑ را مگر بسیف جد وی یعنی بہنگامی کہ یزید گردیدہ بود پس حسینؑ بروے باغی شد زیرا کہ کسان بسیار اقدام بر بیعت وی نمودند و استخلاف پدر او برای وے اختیار کردند با وجود استخلاف ایشان بغاوت کہ حسین کرد شرط بغاوت باشد و شک نیست کہ پدرش معاویہ خلیفۂ حق بود و اجماع مردم بروی بعد نزول امام حسنؑ واقع شد۔ کوئی شک نہیں کہ تقاضائے مذہب اہل سنت کی رو سے ابوبکر ابن ابونی کا قول نادرست نہیں ہے۔ یہ ضروری بات ہے کہ اصول عقائد کے رو سے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے مگر جو حضرات اہلسنت سے اس کے برخلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہیں وہ یقیناً بے اصول سُنی ہیں۔ راقم کہتا ہے اصول سنت کے مطابق یزید حضرت رسول صلعم کا خلیفۂ برحق تھا یعنی حضرت رسول صلعم کی جگہ پر تھا۔ پس حسینؑ کی بغاوت یزید سے حضرت رسول صلعم سے بغاوت متصور تھی اس لیے جب یزید نے حسینؑ کو قتل کر ڈالا تو حسینؑ اپنے جد رسول اللہ کی تلوار سے قتل ہوئے۔ اس عقیدہ کے علما کابل و بخارا وغیرہ کیطرف بستے ہیں راقم کے اُستاد مولوی سید محمد گل صاحب مرحوم کابلی بھی بہ تقاضائے مذہب اہل سنت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے قائل نہیں تھے شہادت حسینؑ کو قتل حسینؑ جانتے تھے۔ اس عقیدہ کے دو جید عالم اور بھی

اسی برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ صوبۂ بہار مین بقید حیات تھے۔ ایک صدر الصدور مولوی رکن الدین
خانصاحب اور دوسرے صدر الصدور مولوی نعمت علی خانصاحب یہ دونون بزرگوار اپنے زمانہ کے
مشاہیر وقت سے تھے۔ ان مین سے آخر بزرگ جناب والد مرحوم شمس العلما سید وحید الدین خان بہادر
کے اُستاد تھے اور اول بزرگ جناب غفران مآب کے ہمعصر۔ اس وقت بھی پٹنہ اور سواد پٹنہ مین
اس شامی انداز کے افراد اگر بہت نہین تو کم بھی نہین ہین۔ راقم بھی ایک وقت مین اپنے تقاضائے
تعلیم سے اسی رنگ مین ڈوبا ہوا تھا۔ مگر فضل خدا نے اس کے چہرہ و دل سے اس سیاہی کو دور کر ڈالا۔
اب وہ غلامان حضرت حُر علیہ السلام سے ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ غلامان حضرت حر کے ساتھ وہ
محشور ہوگا۔ بہرحال یہ امر کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے عقائد بالا کو اختیار کرے بہت ہی نامطبوع
معلوم ہوتا ہے کچھ تعجب نہین کہ عہد سابق کے بنی ہاشم نے اپنے ایسے افراد سے جو تقاضائے سلطنت
بنی اُمیہ اور بنی عباس سے اپنے خاندانی مذہب سے کنارہ کش ہوگئے تھے بیزار ہو کر اُن کے
لیے دونون عربی شعر بالا کہے ہون یا کسی غیر بنی ہاشم نے جو محبان اہل بیت سے تھا انھین موزون کیا ہو
ہر حال مین وہ دونون شعر سچائی سے خالی نہین معلوم ہوتے ہین اور سید سنی نہ باشد کے مضمون
کے ساتھ تمام تر مطابقت رکھتے ہین۔ راقم کہتا ہے کہ حق و ناحق کی تحقیق کر کے ہر شخص مختار ہے
کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے۔ مگر حضرت علی کو مفضول سمجھنا یا حضرت علیؑ سے کنارہ کش
ہو جانا۔ یا امیر معاویہ یا یزید کی خلافت و امامت کو خلافت و امامت حقہ جاننا۔ یا حضرت امام
علیہ السلام کی شہادت سے انکار کر بیٹھنا۔ یہ سب ایسے امور ہین کہ کوئی سید تعلق دنیاوی یا تعلیم
عقائد مخالفانہ کے بغیر ان کی طرف میلان نہین کر سکتا ہے۔ پس اپنی جگہ پر یہ قول کہ سید سنی نہ باشد
و دیگ چوبی نہ باشد صداقت سے خالی نہین نظر آتا ہے۔ بفحوائے عقل ایسا سید جو مذہب علیؑ
سے کنارہ کش ہو رہا ہے نسباً وہ سید تو ضرور ہے مگر اس طرح کی کنارہ کشی سے خاندانِ نبوتش گم شد
کا مصداق بھی ہو رہا ہے۔ راقم نے دو تین سید ایسے بھی دیکھے ہین جو نسباً سید عالی نسب تھے
مگر کم عمری مین پادریون کو جو ہاتھ لگ گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے لگے۔ ایسے
سیدون کی نسبت خاندانِ نبوتش گم شد کا کہنا اگر بجا ہوگا تو ایسے سیدون کی نسبت بھی جو مذہب
علی سے کنارہ کش نظر آتے ہین سعدی علیہ الرحمۃ کے مصرعۂ بالا کو زبان پر لانا خلاف انصاف
نہ ہوگا۔ سیدون مین جو مذہب علیؑ سے روگردان ہوگئے ہین اور جنھون نے غیر مذہب علی کو
عام اس سے کہ وہ مذہب اہل سنت یا نواصب کا ہو اختیار کیا ہے ایک سید صاحب نظر آتے ہین

جن کا نام میر جوہر علیؒ ہے۔ وہ صاحب کتاب اسرار الہدیٰ کے مصنف بھی ہین۔ اس کتاب مین میر صاحب نے حضرت علیؑ کو سخت وسست کہنے کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے۔ اسرار الہدیٰ کا جواب موسوم بہ نجم الہدیٰ مولوی سید نجم الدین حسینؒ صاحب جائسی نے لکھدیا ہے۔ اور خوب لکھدیا ہے۔ خیر۔ یہان پر اسرار الہدیٰ کے جواب سے کوئی بحث نہین ہے۔ یہان میر صاحب موصوف کے شیعہ سے سُنی ہوجانے کا مضمون پیش نظر ہے ممکن ہے کہ میر صاحب تملق دنیوی کی بنا پر شیعہ سے سُنی ہو گئے ہون۔ مگر زیادہ اس کا قرینہ معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب مین ایسا انقلاب تقاضائے تعلیم سے پیدا ہوا ہے۔ ہر ملک اور ہر دیار مین امر تعلیم ایک نہایت قابل توجہ شے ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ قابل قدر حق و باطل کی تمیز ہے۔ تمام جہان کے کتب خانے اُلٹ ڈالنا عدم تمیز حق و باطل کے ساتھ برائے خود ایک بڑی مصیبت ہے۔ اگر میر صاحب مین حق و باطل کی تمیز کی صلاحیت مودعہ رہتی تو آپ اس بے باکی کے ساتھ حضرت علی کو اپنی تصنیف مین سخت وسست نہ کہہ جاتے یہ تصنیف آپ کی حضرت علی اور خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت سے مملو معلوم ہوتی ہے۔ عداوت انسان کو اندھا کردیتی ہے۔ اس کوری کے ساتھ میر صاحب حضرت علیؑ اور خاندان حضرت پیمبرؐ کی خوبیون کو کیونکر دیکھ سکتے تھے۔ تمیز حق و باطل ایک بڑی نعمت ہے۔

انسان کسی طرح کی تعلیم پائے لیکن اگر اس کو حق و باطل کی تمیز مودعہ ہوئی ہے تو اپنے معلومات سے ضرور حق کو اختیار کریگا اور باطل کو ترک کردیگا۔ راقم کی ایک اعلیٰ پایہ کی فرنگن دوست ہین جو یورپ اور ہندوستان کے تمام امتحانات کو پاس کیے ہوئے ہین۔ بلاشبہ وہ صاحبہ ایک علامۂ وقت کا حکم رکھتی ہین اور اسوقت سررشتۂ تعلیم کے ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز بھی ہین جب مجھے معلوم ہوا کہ ممدوحہ مشرف باسلام ہوگئی ہین تو مین ممدوحہ سے ملنے کے لیے گیا ملاقات کا کارڈ بھیجنے پر ممدوحہ نے مجھے بلا لیا۔ اس وقت ممدوحہ علم جر ثقیل کے کسی سوال کا جواب حل کر رہی تھین۔ مجھ سے ممدوحہ نے فرمایا کہ آیا مجھے اس علم کے ساتھ کسی طرح کی مناسبت حاصل ہے یا نہین۔ مین نے اُس سوال کا جواب آسانی کے ساتھ حل کردیا۔ اس پر ممدوحہ نہایت خوش ہوئین اور دیگر علوم کا ذکر فرمانے لگین۔ اُسی ایک نشست مین علم مثلث۔ علم ہیئت۔ علم الاصوات۔ علم الحرکات۔ علم الماء علم الہوا۔ علم موالید ثلثہ۔ علم آثار کہن۔ علم تاریخ اور شاعری پر گفتگو ہوتی رہی۔ ملاقات تین گھنٹے سے کہین زیادہ طول کھینچ گئی۔ آخر مین اس وعدے پر ممدوحہ سے رخصت ہوا کہ پھر حاضر خدمت ہون گا۔ دوسری صحبت مین مین مذہبی گفتگو کرتا رہا۔ ممدوحہ نے اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کی وجہین

بیان کین جس سے مجھے معلوم ہوسکا کہ ممدوحہ غیر معمولی طور پر صلاحیت حق و باطل کی تمیز رکھتی ہین۔ ممدوحہ تمام ادیان دنیا سے خبر رکھتی ہین اس تمیز کے ساتھ ممدوحہ کا دین اسلام کو اختیار کر لینا کسی طرح پر دشوار صورت نہ تھا اس ملاقات مین ممدوحہ پر یہ بھی روشن ہوگیا کہ مین چند زبانون مین توارات و انجیل کو پڑھ چکا ہون۔ اور مذہب عیسائی کے مختلف شیوع سے واقفیت رکھتا ہون۔ وقت رخصت ہونے کے ممدوحہ نے ہنسکر فرمایا کہ نواب صاحب اپنے نام سے خطاب نواب کو دور کیجیے اس لیے کہ ہندوستان مین یہ خطاب اکثر جہلا کے نام کے ساتھ ضم دیکھا جاتا ہے۔ پھر اور صحبتون مین مجھ پر یہ بھی روشن ہوگیا کہ ممدوحہ شیعہ اثنا عشری بھی ہین۔ جب مین نے اس فرقہ مین داخل ہونیکی وجہ پوچھی تو نہایت اطلاع کے ساتھ ممدوحہ نے میری تشفی کردی۔ ظاہر ہے کہ اگر ممدوحہ کو حق و باطل کی تمیز واہب العطایا نے بخشی ہوتی تو اس کشادہ پیشانی کے ساتھ ممدوحہ مذہب اہل بیت کو نہین اختیار کیے ہوتین۔ ممدوحہ وفور اطلاع کی بنا پر مشرف بہ اسلام ہوئی ہین اور اپنے وفور اطلاع کی بنا پر مذہب شیعہ اثنا عشری کو اختیار کیا ہے لیکن ممدوحہ کو یہ شرف ہرگز حاصل نہین ہوا ہوتا اگر خداے تعالی نے ممدوحہ کو حق و باطل کی تمیز نہ بخشی ہوتی مجرد وفور علم سے ممدوحہ کا مشرف بہ اسلام ہونا قرین قیاس نہین معلوم ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ میر جوہر علی صاحب مصنف اسرار الہدے مین یہ صلاحیت تمیز حق و باطل کی بہت کم دیکھی جاتی ہے۔ اس لیے جو کچھ موصوف لکھ گئے ہین قابل درگذر ہے۔ دوسری مثال صلاحیت حق و باطل کی میرے شہر پٹنہ کے نواب سید یوسف علی خان صاحب مرحوم تھے۔ ممدوح بڑے صاحب جوہر تھے۔ ابتدا مین مذہب اہل سنت کے پابند تھے۔ مگر جب ممدوح نے علماے اہل سنت کی بہت سی کتابین دیکھ ڈالین تو خود بخود اپنے مذہب سابق کو ترک کرکے شیعہ اثنا عشری ہوگئے۔

راقم کے والد مرحوم نے جب نواب صاحب سے تبدیل مذہب کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ مجھے تحفہ اثنا عشریہ نے شیعہ بنا ڈالا۔ مین شاہ عبد العزیز صاحب کا دل سے سپاس گزار ہون مجھے نہ جناب والد مرحوم کے سوال اور نہ نواب صاحب کے جواب سے کسی طرح کی خبر تھی۔ جب جناب والد مرحوم کو میرے شیعہ ہوجانے کی خبر ملی تو حضرت غفران مآب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ میرے شیعہ ہوجانے کا کیا سبب ہوا تو مین نے عرض کیا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے تحفہ نے مجھے شیعہ بنا ڈالا۔ اس پر ممدوح نے قصہ نواب سید یوسف علی خان صاحب مرحوم کے شیعہ ہوجانے کا بیان فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی شک نہین کہ تحفہ اثنا عشریہ ایسی ہی کتاب ہے کہ جو سنی حواس کے ساتھ پڑھے گا شیعہ ہوجائیگا۔ جناب والد مرحوم نے شیعی مذہب کی کتابین جناب مولانا مولوی

سید دلدار علیؒ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ سے پڑھی تھین اور اہل سنت کی کتابین جناب شاہ سلامت صاحب کانپوری علیہ الرحمہ سے۔ اس دفور اطلاع کے ساتھ جناب والد مرحوم کا یہ فرمانا کہ جو سُنّی تحفہ اثناعشریہ کو حواس کے ساتھ پڑھے گا شیعہ ہو جائیگا حضرت ممدوح کی بڑی فراست اور وفور علم سے خبر دیتا ہے۔ اگر حضرت کا قول بالاحق آگین نہ ہوتا تو نواب یوسف علی خان صاحب مرحوم اور راقم کتاب بالا کو پڑھکر سُنّی کے سُنّی رہ جاتے۔ حالانکہ اس کتاب کے پڑھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ دو سُنّی شیعہ ہو گئے۔ بہرحال میر جوہر علی صاحب کے انداز طبیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرات اہل سنت کی جگہ میر صاحب کسی پادری کو ہاتھ لگ جاتے تو تمیز حق و باطل کی صلاحیت نہین رکھنے سے کچھ لوکا اور پطرس کی انجیلین پڑھکر اپنی چوک کی سڑک پر یون وعظ فرمانا شروع کر دیتے کہ ایشو مسیح (عیسیٰ مسیح) کھوڈا (خدا) کا بیٹا آشمان (آسمان) کا رہنے والا۔ ہم گوناہ (گناہ) کے کرنے والے وہ گوناہ (گناہ) کا بکسنے والا (کا بخشنے والا) وغیرہ وغیرہ۔ کوئی شک نہین کہ قوم بنی ہاشم کا کوئی آدمی جسے کافی طور پر مذہب علی اور مذہب زید ابن ثابت یعنی مذہب امامیہ اور مذہب اہل سنت سے باخبری ہوگی اور حق و باطل کی تمیز بھی اسے مودع ہوئی ہوگی مذہب علی کو چھوڑکر مذہب زید ابن ثابت کو نہین اختیار کرے گا۔ سید کو جب تک شیعہ سے سُنی ہو جانے کے اسباب فراہم نہ ہو جائین تب تک کوئی سید مذہب اہل سنت والجماعت کو اختیار نہین کر سکتا ہے۔ سید شیعی کے سُنی ہونے کے اسباب یہی ہین جیسے کہ تعلق دنیوی افراط جہالت امور مذہب علیؑ سے لاعلمی و محبت نسا وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ کون آل محمد و اولاد علی سے ایسا شخص ہو سکتا ہے جو حضرت علی کو مفضول مانے یا معاویہ اور یزید کی خلافت و امامت کو برحق سمجھے یا حضرت امام حسین علیہ السلام کو باغی سرکار یزید مانکر آپ کی شہادت کا منکر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ لاریب بنی ہاشم کی فطرت اس کی مقتضی نہین ہو سکتی کہ امور بالا کو اختیار کر سکے۔ سید کی شان سے نہین ہے کہ مذہب علیؑ کے سوا وہ کوئی غیر مذہب علیؑ کو اختیار کر سکے۔ یہ ایک نہایت منقح قول ہے کہ سید سُنی نہ باشد۔ سید کا سنی ہونا خاندان نبوت کی گم شد کا مصداق ہوتا ہے۔ راقم مصباح الظلم اور نیز اس کتاب مناظر المصائب مین واضح طور پر دکھلا چکا ہے کہ ہر طرح کے غیر مذہب علیؑ کی بنا عام اس سے کہ وہ مذہب اہل سنت یا مذہب نواصب و خوارج کا ہو مخالفت و عداوت علیؑ و مخالفت و عداوت خاندان پیغمبر پر واقع ہوئی ہے۔ کیا کوئی ایسا باخبر سید ہو سکتا ہے جو دیدہ دانستہ غیر مذہب علیؑ کو حق جانکر اختیار کر سکتا ہے۔ جتنے اسوقت سادات دنیا مین دیکھے جاتے ہین یا وہ لاعلم ہین یا تعلق دنیاوی مین

مبتلا ہو رہے ہین یا چند پشت اُن کی سُنی ہوتی آئی ہے یا سُنی ملکون مین رہنے سے ملکی مذہب کے پابند ہو رہے ہین - یا نسوانی تعلقات سے سُنی مذہب اختیار کیے ہوئے ہین - ایسے اسباب سے بری رہکر کوئی سید سُنی مذہب کا پابند نہین ہو سکتا ہے

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حقیقت مذہب اہل سنت کی یہ ہے کہ حضرت علی خلیفۂ چہارم مانے جاتے ہین اور حضرت شیخین اور بھی حضرت عثمان سے مفضول سمجھے جاتے ہین - حضرت علیؑ کے بعد اہل سنت امیر معاویہ کو خلیفۂ پنجم اور امام برحق قرار دیتے ہین - یہان تک تو ہر اہل سنت کا یہ ایسا عقیدہ ہے کہ اس مین کسی اہل سنت کو اختلاف نہین ہو سکتا ہے. بعد امیر معاویہ کے اہل سنت مین دو فرقے نظر آتے ہین - ایک وہ جو امیر معاویہ کے بعد یزید کی خلافت اور امامت حقہ کا قائل ہے اور دوسرا وہ جو یزید کو آپ کے فسق و فجور کی وجہ سے آپ کو خلیفہ اور امام نہین مانتا ہے - پہلا فرقہ حدیث خلافت دوازدہ گانہ کے تقاضا کو پورا کرنے کے لیے حضرت ابوبکر سے سلسل طور پر بشمول یزید استنے اور خلفاے بنی اُمیہ سے اپنے خلفا کو انتخاب کر لیتا ہے کہ اس کے خلفا کی تعداد بھی حدیث خلافت دوازدہ گانہ کے مطابق گیارہ ہو جاتی ہے حدیث خلافت دوازدہ گانہ ایسی حدیث ہے جو قبول کردہ شیعہ اور سُنی دونون کی ہے - اس حدیث کے صحیح ہونے مین فریقین کو اختلاف نہین ہے مگر فریقین اپنے اپنے خلفا اپنے اپنے طور پر شمار کر لیتے ہین - شیعہ بعد حضرت رسول صلعم کے حضرت علیؑ سے لیکر حضرت امام آخرالزمان تک اپنے اپنے حضرات ائمہ اثناعشر کو برحق جانشین آنحضرت صلعم کے اور امام جانتے ہین - اہل سنت بھی حضرت امام آخرالزمان کو خلیفۂ حضرت رسول صلعم اور امام آخر جانتے ہین اور اس اقرار سے اُنکے خلفا کا عدد بھی بارہ پورا ہو جاتا ہے - یہ بھی عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ خلیفہ اور امام منجانب اللہ مقرر نہین ہوتا ہے - اس کے برخلاف عقیدہ شیعہ کا ہے - اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق تقرری خلیفہ اور امام برحق کی یا اجماع یا استخلاف یا شورہ یا غضب و قہر کی بنا پر عمل مین آتی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر اجماع و حضرت عمر استخلاف و حضرت عثمان شورہ و امیر معاویہ غضب و قہر کی بنا پر خلیفہ برحق اور امام قرار پائے البتہ حضرت امام آخرالزمان کی خلافت اور امامت مین اہل سنت کا اصول خلافت و امامت ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے ظاہراً اہل سنت امام آخرالزمان کی خلافت و امامت کو من جانب اللہ مانتے نظر آئے ہین - یہ کچھ عجیب بات ہے کہ ایک حضرت امام آخرالزمان کی خلافت و امامت تو خلافت و امامت من جانب اللہ مانی جاتی ہے اور قبل کے جتنے خلفا اور ائمہ اہل سنت کے ہین خلیفہ اور ائمہ منجانب الناس مانے جاتے ہین اس اقرار کے بعد بھی حضرت شیخین

حضرت امامؑ آخر الزمان سے افضل سمجھے جاتے ہین - اہل سنت کی یہ بھول بھلیان فہم انسانی سے باہر معلوم ہوتی ہے - حضرات اہل سنت کی شرط خلافت حقہ بھی کچھ عجب رنگ رکھتی ہے - حضرت ابوبکر سے لیکر امیر معاویہ تک خلافت کا کوئی خاص قاعدہ نظر نہین آتا ہے - حضرت ابوبکر اجماع کے ذریعہ سے خلیفۂ برحق قرار پائے - لازم تھا کہ یہی قاعدہ اجماع کا تقرری خلیفہ آیندہ پر بھی برتا جاتا ہندوستان کے انگریزی دان اہل سنت ایلکشن ایلکشن کی صدا بلند کیے رہتے ہین - لیکن خود حضرت ابوبکر نے مرتے وقت اس قاعدہ کو توڑکر حضرت عمر کو استخلاف کے روسے اپنا خلیفہ بناڈالا - اول تو حضرت ابوبکر کا اجماع ہی ناقص شکل تھا دوم یہ کہ حضرت ابوبکر کے فعل بالا سے اس ناقص اجماع کا مضمون بھی گاؤخورد ہوگیا - پھر جب حضرت عمر رحلت فرمانے لگے تو حضرت عثمان کے خلیفہ بنانے کے لیے شورہ کی صورت پیدا کردی - پھر جب امیر معاویہ نے خلافت حضرت امام حسنؑ سے چھین لی تو آپ کو خلافت حقہ غصب و قہر کے ذریعہ سے حاصل ہوگئی اور یہ شرط غصب و قہر کی امیر معاویہ کی خلافت حقہ کے لیے ایک جید شرط مانی جاتی ہے -

ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحب کو جس طور پر خلافت حاصل ہوگئی اس طور کا نام شرط خلافت حقہ رکھا گیا ہے - تماشا ہے کہ یزید مین دو شرطون کا اجتماع بین طور پر نظر آتا ہے - امیر معاویہ یزید صاحب کے حق مین استخلاف کی کارروائی عمل مین لائے اور اہل سنت کے نزدیک دو غیر بنی ہاشم کے مجتمع ہوجانے سے اجماع ہوجاتا ہی یزید صاحب کے لیے تو شام کا شام ہی اجماع کا حکم رکھتا تھا - پس یزید مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونون کی شرط ہائے خلافت کا اجتماع دکھائی دیتا ہے - تعجب ہے اُن اہل سنت سے جو امیر معاویہ تک کو تو خلیفۂ برحق مانتے ہین مگر یزید کی خلافت و امامت حقہ سے انکار رکھکر اور افراد کو اپنے خلفا اور ائمہ قرار دیتے ہین - یزید کو مجرد فاسق وفاجر ہونیکی بنیاد پر زمرۂ خلفا سے خارج کرڈالنا مذہب اہل سنت کے اصول خلافت سے بعید نظر آتا ہے خلیفہ کا گورا اور کالا کیا - کوئی بھی کسی شرط خلافت کے حاصل رہنے کے ساتھ زمرۂ خلفاے برحق سے خارج نہین کیا جاسکتا ہے - لازم ہے کہ منکران یزید یزید کی حق تلفی سے توبہ کرکے آپ کو اپنے زمرۂ خلفاے برحق مین شامل کرلین - یہ بھی ایک حیرت انگیز امر ہے کہ سنی منکران یزید امیر معاویہ کے بڑے متمسک ہین کیا امیر معاویہ کوئی بے گناہ شخص تھے - علاوہ خون امام حسنؑ کے آپ نے اور بھی بہت خون کیے ہین جیسا کہ راقم اس کتاب مناظر المصائب مین دکھلاچکا ہے - علاوہ اس کے آپ کی غداری مکاری حیلہ بازی بیرحمی وغیرہ وغیرہ کی ایسی صفتین اہل سنت کی کتابون مین دیکھی جاتی ہین کہ کوئی عقل والا

انھین حضرت رسول صلعم کا خلیفہ برحق اور نہ امام وقت مان سکتا ہے۔ امیر معاویہ کو خلیفہ و امام برحق ماننا اور یزید کو ایسا نہ ماننا کچھ عجب مضمون ہے۔ حق یہ ہے کہ جیسے امیر معاویہ ویسے یزید صاحب۔ پدر نام دار و پسر نامجو۔ ایک صاحب کو حضرت رسول اللہ صلعم کا خلیفہ برحق اور امام ماننا اور دوسرے صاحب کو بلا وجہ ایسا نہ ماننا تامتر خلاف عقل ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے جو یزید کے دست پاک پر بیعت کر لی تو آپ کو حضرت رسول کا خلیفہ برحق اور امام وقت سمجھ لیا ہوگا۔ علاوہ حضرت عبد اللہ کے بہت سے ممتاز امتیان محمدیؐ نے یزید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ پس ضرور ہے کہ حضرات اہل سنت سے جو حضرات یزید صاحب کی خلافت حقہ اور امامت سے انکار رکھتے ہین اپنے عقیدہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہون تاکہ اُن حضرات کی سنیت مین کسی طرح کا نقص نہ دکھائی دے۔ واضح ہو کہ حضرات اہل سنت کے عقائد بالا کچھ ایسے ہی ہین کہ انھین کوئی مسلمان واقفیت حقیقت کے ساتھ تعصب سے بری ہو کر اور حق و باطل کی تمیز رکھکر ہرگز ہرگز قبول نہین کر سکتا ہے۔ جب عام مسلمانون سے کوئی شخص صاحب فہم عقائد بالا کی پابندی عمل مین نہین لا سکتا ہے تو ایسا کوئی سید جسکو اپنے خاندان کے ائمہ معصومین کے حالات و معاملات سے باخبری حاصل ہے اور بھی تعلق دنیوی سے محفوظ ہے کیونکر اہل سنت کے عقائد بالا کو قرین حق سمجھکر اختیار کر سکتا ہے۔ پس سید سنی نہ باشد کا مضمون تامتر قرین صحت نظر آتا ہے۔ حضرات اہل سنت مین مختلف درجہ کے عقائد رکھنے والے نظر آتے ہین۔ حضرات خلفائے ثلثہ کی حقیت خلافت کے قائل تو سب ہی اہلسنت ہوتے ہین۔ اس اقرار سے تو کسی سنی کو چارہ نہین ہو سکتا ہے۔ مگر ایک طبقہ ہے۔ جو حضرت علیؑ کو اُن حضرات خلفا پر تفضیل دیتا ہے اور اس لیے تفضیلیہ کہلاتا ہے۔ یہ طبقہ شیعون کی طرح پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اور امیر معاویہ کی خلافت حقہ اور امامت کا منکر بھی ہے مگر تماشا یہ ہے کہ یہ طبقہ حضرات پیران پیر کا متمسک ہو کر بھی امر تفضیل مین آپ کے ارشادات سے تامتر انحراف ورزی کرتا ہے۔ اس طبقہ کے معاملات و عبادات اکثر حنفی یا شافعی مذہب کے مطابق پائے جاتے ہین اور معاملات و عبادات ائمہ خاندان پیغمبر صلعم سے تامتر سروکاری رکھتے ہین۔ اس مذہب کے بے تکے پن کی بحث راقم نے اپنی تصنیف مصباح الظلم مین حوالہ قلم کر دی ہے۔ دوسرا طبقہ اہل سنت کا وہ ہے کہ حضرت شیخین کی تفضیل کا قائل ہے بلکہ حضرت علیؑ کو حضرات خلفائے ثلثہ سے بہمہ وجوہ مفضول جانتا ہے۔ یہ فرقہ شروط خلافت کی پابندی سے امیر معاویہ کی خلافت حقہ اور امامت کا بھی قائل ہے اور امیر بالا کو برحق خلیفہ پنجم مانتا ہے۔ اس اقرار سے تو کسی اہل سنت کو

چارہ نہین ہے مگر امیر معاویہ کے بعد یزید کو بھی ایک فرقہ اہل سنت کا خلیفۂ برحق اور امام مانتا ہے اس طبقہ کے افراد یعنی یزید کو خلیفہ برحق اور امام ماننے والے ہندوستان یا صوبۂ بہار مین کم ہین۔ لیکن امیر معاویہ کو خلیفۂ برحق اور امام ماننے والے تو سب ہی اہل سنت ہین حتی کہ وہ سادات بھی جنھون نے مذہب اہل سنت کو اختیار کر لیا ہے یا چند پشت سے سنی چلے آئے ہین ایسے حضرات امیر معاویہ کی خلافت اور امامت کا اقرار دل سے اسی طرح کرتے ہین جیسا کہ اہل سنت کے مذہب کا تقاضا ہے۔ مین ذیل مین ایک سرگذشت حوالۂ قلم کرتا ہون جو بحث ہذا سے تمامتر تعلق رکھتی ہے۔

پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا ہوگا کہ راقم پٹنہ کالج مین تحصیل علوم انگریزی کرتا تھا۔ اس کے محلۂ سبزی باغ مین راقم کا ایک خاندانی گھر تھا کہ اس کے نصف مین راقم رہتا تھا اور اس کے دوسرے نصف مین راقم کے بڑے چچا نواب میر نجم الدین صاحب مرحوم۔ حضرت ممدوح مذہب متصوفین رکھتے تھے اور اسی مذہبی لگاؤ سے بہت سے حضرات متصوفین ہر طبقہ کے جناب عمویصاحب کے دائرۂ دولت پر مجتمع ہوا کرتے تھے۔ حضرت عم غفران مآب مذہب تفضیلیہ رکھتے تھے اور بہ غایت ولاے اہل بیت علیہم السلام کی وجہ سے امیر معاویہ صاحب کی کسی قسم کی بزرگی کے معترف نہ تھے۔ کچھ عرصہ تک تو یہ ہسم صحبتی حضرات متصوفین کی بامرادطور پر چلی۔ لیکن ایک دن چچا صاحب نے اپنے کسی ہم صحبت سے یہ فرمایا کہ میری صحبت مین ذکر امیر معاویہ صاحب کا نفرمائیے۔ اس ارشاد کے مخاطب الیہ تو خاموش ہو بیٹھے مگر ایک متصوف صاحب جو حضرت عم مرحوم کے ہمسایہ اور بھی باقاعدہ سنی تھے چلا اُٹھے کہ ذکر امیر معاویہ صاحب کی ممانعت چہ معنی دارد۔ یہ بزرگ سادات سے تھے مگر تقاضاے مذہب سے ولاے امیر معاویہ مین سرشاری کا درجہ رکھتے تھے۔ ذکر امیر معاویہ کی ممانعت کو سنکر بدحواس ہو گئے۔ حالت غیظ مین اُس مجلس متصوفین سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ جب امیر معاویہ کا ذکر ہی نہین تو پھر سنیت کیا باقی رہتی ہے۔ اس کے بعد میر صاحب نے حضرت عم سے قطع تعلق کر ڈالا اور اس معاملہ کی خبر جناب شاہ علی حبیب صاحب کو جو اُس وقت کے سجادہ نشین پھلواری کے تھے دی۔ جناب شاہ صاحب نے حضرت عم کو اس بارے مین بہت فہمایش کی اور لکھ بھیجا کہ مذہب اہل سنت مین حضرت معاویہ برحق خلیفۂ پنجم ہین اور اُن خلیفہ صاحب سے خوش عقیدگی تمامتر تقاضاے مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ جناب شاہ علی حبیب صاحب مذہب اہل سنت کے ایک عالم جید تھے اور تقاضاے مذہب اہل سنت سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ مگر آپ کے ارشاد تحریری کو حضرت عم نے قبول نہ فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر جناب شاہ صاحب

اور حضرت عم مین تحریری مناظرہ شروع ہوگیا حضرت عم نے دو چار رسالے میر معاویہ کے خلاف مین لکھے اور جناب شاہ صاحب نے وہ کتاب جلیل تصنیف فرمائی جسکا نام نامی اسوۂ حسنہ ہے۔ خلاصہ اس اختلاف باخود ہا کا اسی قدر تھا کہ حضرت عم فرماتے تھے کہ "امیر معاویہ نہ خلیفۂ رسول اللہ اور نہ کسیطرح پر قابل عظمت تھے"۔ اس کے برخلاف جناب شاہ صاحب یہ فرماتے تھے کہ "امیر معاویہ برحق خلیفہ پنجم تھے اور ہر اہل سنت کو آپ کے دینی مرتبہ کا معترف ہونا چاہیے۔ اہل سنت ہوکر کوئی شخص حضرت معاویہ کی خلافت حقہ اور امامت کا منکر نہین ہو سکتا ہے"۔ یہ جھگڑا جب طول کھینچ گیا تو جناب شاہ صاحب کے مریدون اور عقیدت مندون نے جناب شاہ صاحب کی طرح مناقب و محامد امیر معاویہ کا کوئی پہلو اُٹھا نہین رکھا اور اُسی درجہ توہین و تذلیل حضرت علیؑ مین کوشان ہوتے رہے۔ اسی زمانہ مین جناب قاضی مولوی سید نور الحسین صاحب خان بہادر مرحوم صدر الصدور نے یہ اشعار ذیل حوالۂ قلم فرمائے تھے۔

الٰہی این چہ غوغا صبح و شام است ۔۔۔ سوادِ پٹنہ شاید ارضِ شام است

کسی را در بیانِ فضلِ شیخین ۔۔۔ بہ توہین علیؑ صد اہتمام است

معاذ اللہ ازین بے راہ رفتن ۔۔۔ علے مرتضیٰ آخر امام است

ظاہر ہے کہ سواد پٹنہ سے مراد صدر الصدور صاحب کی قصبۂ پھلواری ہے جو سواد پٹنہ کا حکم رکھتا ہے۔ بہرحال راقم کی اطلاع کے مطابق جناب شاہ صاحب نے اسوۂ حسنہ مین کوئی ایسی بات نہین تحریر فرمائی ہے جو مذہب اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نظر آتی ہے۔ اہل سنت کو امیر معاویہ کے خلیفہ اور امام ماننے جاننے سے چارہ نہین ہے پس حضرت عم کو سُنی مذہب ہوکر جناب شاہ صاحب سے بطرز بالا اختلاف کرنا قرین صواب نہ تھا۔ اگرچہ جناب مغفور نے امیر معاویہ سے انحراف ورزی اختیار کی تھی تو سُنی اپنے کو لکھکر جناب شاہ صاحب سے مقابلہ کرنا نہ تھا۔ کوئی شک نہین کہ اس ہنگامہ مین جناب شاہ صاحب بر سر حق تھے۔ کوئی شک نہین کہ جناب شاہ صاحب نے اپنی تصنیف مین سُنیت کی بڑی داد دی ہے۔ ابتدا ہی سے حضرت والا نے اس داد گستری کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ عام مصنفین کے برخلاف علی آلہ واصحابہ کی جگہ حضرت رسول صلعم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے مین علی اصحابہ وآلہ زیب رقم فرمایا ہے۔ یعنی آلہ پر اصحابہ کو مقدم کردیا ہے۔ بہرحال یہ کتاب از ابتدا تا انتہا بڑی اطلاع علمی کے ساتھ تصنیف ہوئی اور مذہب اہل سُنت کی پوری جگہ جلوہ گری کا منظر دکھلاتی ہے۔ جناب حضرت شاہ علی حبیب صاحب قدس سرہٗ کے قبل کے حضرات سجادہ نشینان پھلواری مذہب اہل سنت مین

تفضیل علیؑ کا داغ لگائے ہوئے تھے۔ چنانچہ تفضیلیہ ہونے کی نسبت اُن بزرگوارون کی طرف کی جاتی تھی۔ مگر جناب شاہ صاحب ممدوح نے اپنی تصنیف جلیل سے اس داغ کو پورے طور پر مٹا ڈالا ہے اور اب اکثر بزرگان پھلواری ماشاءاللہ پورے طور پر تقاضاے مذہب اہل سنت کے پابند نظر آتے ہین یعنی جیسا کہ اہل سنت کو ہونا چاہیے ویسے ہی ہین۔ راقم کے خیال مین مسلمان یا سُنی یا شیعہ ہو سکتا ہے۔ دونون کے مذہب اپنے اپنے اصول رکھتے ہین۔ مگر مذہب تفضیلیہ کسی اصول کا پابند نہین نظر آتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ جناب شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب اسوۂ حسنہ مذہب اہل سنت کا وہ رنگ دکھلاتی ہے جو مذہب اہل سنت کا حقیقی رنگ ہے۔ بالمختصر وہ تصنیف جلیل حضرات اہل سنت کے لیے ایک بھاری کارنامہ کا حکم رکھتی ہے اور ایسی ہی ہے کہ کسی اہل سنت کو اُس سے روگردانی کی وجہ نہین ہو سکتی ہے۔ راقم اس کتاب لاجواب کی تصنیف کے وقت مذہب اہلسنت رکھتا تھا مگر تقاضاے طبیعت سے تحقیق حق کی طرف اُسے میلان عظیم بھی تھا۔ مذہب کا فیصلہ درمیان مذہب عیسائی اور مذہب اسلام کے کر چکا تھا۔ اور اب فرقہ ہاے اسلام کے مذہبون کی حقیقتون کی دریافت مین مشغول تھا۔ جب ہنگامۂ بالا سبزی باغ اور پھلواری شریف مین درمیان حضرت عم غفران مآب اور جناب حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے برپا ہوا تو فریقین کی نزاع پر نظر غور ڈالنے سے راقم پر ثابت ہو گیا کہ حضرت عم عصر نے بیجا ایک غلط پہلو اختیار فرمائے ہوے تھے اور کوئی شک نہین کہ حضرت شاہ صاحب تقاضاے مذہب اہل سنت کی بنا پر برسرحق تھے مذہب اہل سنت رکھکر امیر معاویہ کی خلافت و امامت سے گریز ایک بے معنی امر ہے۔ راقم چونکہ ہنگامۂ بالا مین کوئی فریق کی حیثیت نہین رکھتا تھا اس لیے آسانی کے ساتھ امر بالا کا فیصلہ اپنے لیے بطریق بالا کر سکا۔ لیکن جناب شاہ صاحب قدس سرہ کی تصنیف جلیل کے مضامین پر نظر غور ڈالنے سے راقم اسکا بھی فیصلہ کر سکا کہ مذہب اہل سنت کی بنا تمامتر مخالفت و عناد و عداوت اہل بیت علیہم السلام پر واقع ہوئی ہے۔ کوئی شک نہین کہ اس تصنیف گرامی کے ہدایات کی پابندی کسی ایسے سید سے نہین ہو سکتی ہے جسکو واہب العطایا نے علم و فہم و عدل و تمیز نیک و بد و قوت موازنہ کی دولت بخشی ہے۔ صفات بالا کے موہوب ہونے پر کوئی غیر سید بھی اُن ہدایات کا پابند نہین ہو سکتا ہے وہ ہدایات ایسے ہی ہین کہ مجرد حضرات اہل سنت کے لیے زیب رقم ہوی ہین اسی لیے عام طالبانِ تحقیق سے بے سروکاری کے حکم رکھتی ہین۔

ضمیمہ نمبر ۹

سرسید احمد خان اور خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علیؓ

کتاب "خطوط سرسید" کے صفحہ ۱۸۳ مین سرسید علیہ الرحمۃ کی تحریر ذیل دیکھی جاتی ہے "خلافت کی نسبت بہ حیثیت انتظام ملکی کیا لکھا جاوے اور کون لکھ سکتا ہے۔ مین تو اُن صفات کو جو ذات نبوی مین جمع تھین دو حصون مین تقسیم کرتا ہون ایک سلطنت اور ایک قدوسیت اول کی خلافت حضرت عمر کو ملی۔ دوسری کی خلافت حضرت علیؓ اور ائمہ اہل بیت کو مگر یہ کہہ دینا تو آسان ہے مگر کس کو جرأت ہے کہ اس کو لکھے۔ حضرت عثمان نے سب چیزون کو خراب کر دیا۔ حضرت ابوبکر تو صرف براے نام بزرگ آدمی تھے۔ پس میری راے مین اُن بزرگون کی نسبت کچھ لکھنا اور مورخانہ تحریرات کا زیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہے جو ہوا سو ہوا جو گزرا سو گزرا"

سرسید فرماتے ہین کہ "خلافت کی نسبت بہ حیثیت انتظام ملکی کیا لکھا جائے اور کون لکھ سکتا ہے" راقم کو قول بالا بہت وزن دار نہین دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے کہ جس نے کتب سیر و تاریخ و صحف تورات و انا جیل و کتب احادیث و تفاسیر و کتب علم تمدن کے ذرائع سے حضرت رسول کے معاملات تمدنی و ملکی بنی امیہ و معاملات بنی تیم و معاملات بنی عدی و نیز معاملات دیگر قبائل عرب پر اپنی توجہ مبذول رکھی ہے اور عہد حضرت رسول کی ہم عصر سلطنت ہاے دنیا اور اقوام مختلفہ کے معاملات سے اطلاع پانے کی شکل پیدا کی ہے تو ویسا شخص خلافت کی نسبت بحیثیت انتظام ملکی بہت کچھ حوالۂ قلم کر سکتا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ خود سرسید ایسے شخص تھے کہ جو ہر طرح کی تحریر پر پوری قدرت رکھتے تھے مگر کوئی شک نہین کہ ایسی تحریر حضرت ممدوح کے اغراض و مقاصد کے خلاف مین نتیجہ پیدا کرنیوالی ہوتی۔ اسی لیے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر کی نسبت دبی زبان کے ساتھ کچھ اظہار خیال کر کے فرماتے ہین " پس میری راے مین اُن بزرگون کی نسبت کچھ لکھنا اور مورخانہ تحریرات کا زیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہے جو ہوا سو ہوا جو گزرا سو گزرا" ظاہر ہے کہ یہ ایسی

تحریر ہے کہ حضرات خلفاے ثلثہ کی نسبت طرح طرح کے خدشے پیدا کرتی - ایسی تحریر سے شخص ناواقف کے دل مین حقیقت حال سے واقف ہوجانے کی ایک بڑی ہلچل پیدا ہوسکتی ہے - اس کے سوا سرسید کی ہدایت بالا ایک ایسی ہدایت ہے کہ جسکی تعمیل فن تاریخ نگاری کی مسدود و معدوم کرنے والی نظر آتی ہے - اسی طرح سرسید کے آخر کے یہ دو جملے کہ " جو ہوا سو ہوا اور جو گزرا سو گزرا " کچھ ایسے ہی ہین کہ جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ دال مین کالا کالا ہے - ظاہرا سرسید کی ممانعت بالا کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امور بالا کی نسبت سرسید کو اخفاے حق یا حق سے چشم پوشی کی ضرورت لاحق تھی - صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر جناب ممدوح اپنی حق آگین تحریرات سے کچھ بھی اظہار حق پر مائل ہوجاتے تو علیگڈھ کالج ہرگز ہرگز وجود پذیر نہو سکتا - اس لیے کہ وہ کالج زیادہ ایسے ہی حضرات کے روپیہ سے وجود مین آیا ہے کہ جن کے عقائد مذہبی اس وضع کے تھے یا ہین اگر سرسید کچھ بھی حق نگاری کا جلوہ دکھلا دیتے تو سرسید کے سارے منصوبے پست ہوجاتے اور خس برابر بھی کسی طرح کی کامیابی سرسید کو نصیب نہ ہوسکتی -

واضح ہو کہ بہت ہی مختصر طور پر جو کچھ سرسید خلفاے اربعہ کی نسبت بالا مین رقم فرماگئے ہین وہ ایسی تحریر ہے کہ تقاضاے مذہب اہل سنت سے منزلون دور ہے - مذہب اہل سنت یہ ہے کہ حضرت عثمان حضرت علیؑ سے اور حضرت شیخین حضرت عثمان اور حضرت علیؑ دونون سے من جمیع الوجوہ افضل ہین جیسا کہ تفضیل شیخین کے مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے - سرسید کی یہ تحریر کہ حضرت عثمان نے سب جزون کو خراب کر ڈالا بین طور پر عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ہے - اس پر بھی شک نہین کہ سرسید کا قول بالا واقعات کے ساتھ پوری مطابقت رکھتا ہے - تب قول سرسید پر یہ سوال طبعی طور پر وارد ہوتا ہے کہ ایسے شخص جیسے حضرت عثمان تھے خلیفۂ برحق مانے جانے کا استحقاق رکھتے ہین یا نہین کیا خلیفۂ برحق کا یہی کام ہے کہ اسلام کے سب جزون کو خراب کر ڈالے اور پھر خلیفہ کا خلیفہ بنا بیٹھا رہے - حضرت عثمان کے معاملات پر نظر ڈالنے سے تعجب بالا سے یہ تعجب ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے جو بقول سرسید حضرت رسولؐ کی سلطنت رانی کے وارث تھے حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر کیے جانے مین اسقدر عرق ریزی کیون کی - حضرت عمر نے حضرت عثمان کو اپنا جانشین بنانے مین کوئی دقیقہ چال کا اٹھا نہین رکھا - کوئی شک نہین کہ اگر حضرت عمر حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر کیے جانے کا سامان نہین کر جاتے تو عبد الرحمن بن عوف حضرت عثمان کے خلیفہ قرار پانے پر قادر نہ ہوسکتے حضرت عمر جانتے تھے کہ حضرت عثمان کس طرح کے آدمی تھے - اس پر بھی ایسے ناقابل شخص کو خلیفہ بنوانا کچھ عجب مضمون ہے کوئی شک نہین کہ اگر حضرت عمر حضرت رسول سا پاک وصاف

دماغ رکھتے تو حضرت عثمان کو خلافت سے منزلوں دور رکھتے۔ حضرت رسول واقعی نہایت اعلیٰ درجہ کا
پولیٹکل دماغ رکھتے تھے اور ہمیشہ آں صلعم کی رائے بر سر صواب ہوا کرتی تھی۔ آپ سچے اندازے
ایک بڑے پولیٹیشن تھے۔ آپ کی سلطنت رانی کی نگاہ نہایت وسیع اور حق بین واقع ہوئی تھی حضرت
عمر کے دماغ کو حضرت رسول کے دماغ سے کسی طرح نسبت حاصل نہ تھی۔ حضرت رسولؐ اور حضرت
عمر کے دماغ کا فرق صلح حدیبیہ کے معاملات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر حضرت عمر کو حضرت رسول سا دماغ
مودع ہوا ہوتا تو حضرت عثمان کے خلیفہ قرار پانے مین حضرت خلیفۂ ثانی ایک جو برابر کوشش نہین
کرتے۔ ایک نا قابل شخص کے خلیفہ بنانے مین اس قدر کا اہتمام چہ معنی دارد۔ امر واقعی یہی ہے کہ
حضرت عمر نے حضرت عثمان کے خلیفہ بنائے جانے مین خلافت یا سلطنت عرب کے کسی طرح کے
نفع کو مد نظر نہین رکھا۔ آپ کی ساری غرض یہ تھی کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم خلافت سے دور رہ کر
ہمیشہ کے لیے مبتلائے ذلت رہین۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر وسیع نظر کے سلطنت ران ہوتے تو
حضرت علی اور بنی ہاشم کی تخریب کی غرض سے ایسے پوچ کام کی طرف مائل نہ ہوتے۔ راقم نے
حضرت عثمان کی طرح طرح کی عجائب الحرکاتیان اس کتاب مناظر المصائب مین درج کی ہین۔ البتہ سر
سید کا یہ تحریر فرمانا کہ حضرت عثمان نے سب جزون کو خراب کر دیا تمامتر صحیح اور بجا ہے۔ لیکن حضرت
عثمان کی عجائب الحرکاتیون سے بھی اعجب العجائب امر یہ ہے کہ حضرت عمر نے بمقابلہ حضرت علیؑ
یا کسی دوسرے قابل خلافت شخص کے حضرت عثمان کی خلافت یابی کیلئے کوئی دقیقہ کوشش کا
اُٹھا نہین رکھا۔ حضرت عمر کی نسبت جو سر سید رقم فرماتے ہین کہ آپ نے حضرت رسولؐ کی قابلیت
سلطنت رانی کی پائی تھی غلط محض ہے۔ حضرت عمر صرف چالی کے آدمی تھے۔ اگر آپ مین سلطنت
رانی کی قابلیت تھی تو وہ حضرت رسول کے درجہ اور ترکیب کی نہ تھی۔ حضرت رسول پولیٹیشن کی
حیثیت مین بھی بہت عالی دماغ اور وسیع النظر تھے۔ فرق حضرت رسول اور حضرت عمر کی
پالیٹکس کا معاملات بنی اُمیہ پر نظر ڈالنے سے آسانی کے ساتھ درک ہوتا ہے۔ حضرت رسول نے
اس قبیلۂ ملعونہ کو خوب سمجھ لیا تھا۔ یہ حضرت رسولؐ کی نہایت باصواب پالیسی تھی کہ بنی اُمیہ
سرکوبیدہ رہین۔ چنانچہ دس برس کی محنت مین آنحضرتؐ نے اس کمبخت قبیلہ کو ایسا کر دیا تھا کہ اُن مین
سلطنت کی کوئی طاقت باقی نہین رہی تھی مقیام مدینہ کے زمانہ مین حضرت رسولؐ نے جنگ بدر و
جنگ احد و جنگ خندق اور حنین مین ایسی ایسی شکستین ذوالفقار حیدری کے وسیلہ سے مفسدان
بنی اُمیہ اور بھی دیگر قبائل عرب کو دین کہ بنی اُمیہ کوئی شے نہیں رہے ہے حق یہ ہے کہ

دنیا شیاطین سے پاک ہوگئی تھی - مگر حضرت رسول کی رحلت کے بعد ہی حضرت عمر نے قبیلۂ بنی اُمیہ کے مردہ جسم مین ایسی تازہ روح پھونک دی کہ عرصۂ قلیل مین بنی اُمیہ مالک خلافت ہوگئے - کوئی شک نہین کہ اسلام مین یہ دوسری پولیٹکل غلطی حضرت عمر سے سرزد ہوئی آپ کی پالیسی حضرت رسولؐ کی پالیسی سے تمامتر بضد واقع ہوئی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت عرب آل ابوسفیان سے کبھی خالی نہ رہ سکی -

راقم نے معاملات بالا کو کسی قدر تصریح کے ساتھ اس کتاب مناظر المصائب مین درج کیا ہے طالبان اطلاع ملاحظہ فرمالین - سرسید کا یہ تحریر فرمانا بھی کہ "حضرت ابوبکر تو صرف برائے نام بزرگ آدمی تھے" - تمامتر راستی سے مملو ہے - راقم کو اب تک پتہ نہین لگا ہے کہ آپ کس مرض کی دوا تھے -



ضمیمہ نمبر ۱

جسٹس سید محمود صاحب مرحوم اور مذہب امامیہ

جسٹس محمود بڑے صاحبزادے نواب جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ خاندانی مذہب دونوں بزرگوں کا بہ تبعیت سلاطین دہلی سُنی تھا۔ سر سید صاحب غیر مقلدین سے تھے جیسا کہ ممدوح کی تحریر سے ہویدا ہوتا ہے۔ مگر جسٹس صاحب کا مذہب بعد تحقیقات بلیغ کے امامیہ ہوگیا تھا جیسا کہ ممدوح کے صاحبزادے نواب راس مسعود صاحب مسعود جنگ کی زبانی راقم کو دریافت میں آیا ہے۔ نواب صاحب موصوف نے چار سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ مقام حیدرآباد دکن مین باطمینان تمام مجھ سے فرمایا تھا کہ " والد مرحوم نے مذہب امامیہ کے مذہب حق ہونے کے ثبوت مین ایک کتاب ہزار ورق فولسکیپ کاغذ کی زبان انگریزی مین تحریر فرمائی تھی مگر وہ کتاب چھاپے جانے کے پہلے ہی جلا ڈالی گئی۔ سرگزشت اس کے ضائع ہوجانے کی یہ ہے کہ والد مرحوم اپنے آخر زمانۂ حیات مین دلی سے باہر ایک ایسے مقام مین جا کر رہے تھے جو مسکن جناب مرحوم کے عزیزون کا ہے۔ جناب مرحوم کی صحت خراب ہو چکی تھی پس تھوڑے ہی دنون مین جناب مرحوم اُسی مقام مین ودیعت حیات فرما گئے۔ آخر شغل جناب مرحوم کا اسی انگریزی کتاب کی تصنیف کا تھا۔ ہزار ورق تصنیف فرما چکے تھے کہ آپ کی رحلت کا وقت آگیا۔ عزیزان جناب مرحوم ویسے ہی سخت سنّی تھے جیسا کہ دلی کے سُنی ہوا کرتے ہیں۔ آپ کے عزیزون نے جناب مرحوم کے رحلت فرماتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ آپ کی اُس انگریزی تصنیف کو آگ مین ڈالدیا"۔ نواب مسعود جنگ صاحب بڑے افسوس کے ساتھ مجھ سے فرماتے تھے کہ "نہین معلوم کیسے کیسے نکات والد مرحوم اُن ہزار ورق مین حوالۂ قلم کر چکے تھے اور بڑی جائے حسرت یہ ہے کہ اسلامی پبلک کو اُن سے استفادہ کی شکل پیدا نہو سکی"۔ راقم کہتا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون واقعی حضرات اہل سنت کے تعصب کی حد نہین نظر آتی ہے۔ یہ فعل احراق جو عزیزان جسٹس صاحب سے ظہور مین آیا کسقدر وحشیانہ انداز رکھتا ہے اور کس قدر آپ کی تنگ چشمی اور حق کشی کی خبر دیتا ہے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ جسٹس صاحب اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی طرح ایک بڑے صاحب دماغ بزرگ تھے نہین معلوم کیا کیا مضامین عالی مذہب امامیہ

کے برحق ہونے کے اثبات مین حوالۂ قلم فرمائے ہون گے۔ واہ ری ناقدر شناسون کی سنیت۔ اس واقعہ پر نظر ڈالنے سے مصر کے کتب خانہ کا احراق قرین عقل معلوم ہوتا ہے۔ یہ سنیت بلاشبہ تمامتر سنت عمری کا جلوہ دکھلاتی ہے۔ اگر خانۂ فاطمہؑ بھی اس وقت مین موجود ہوتا تو عزیزان جسٹس صاحب مرحوم ایک اور سنت عمری کو بھی ادا کر ڈالتے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ جسٹس صاحب کی تصنیف کے جلانے والے سندی سادات کرام سے تھے۔ اس فعل سے زیادہ اقبح فعل بنی اُمیہ سے بھی کوئی نہین کرسکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سُنی سادات کم سے کم افراد بنی اُمیہ کا حکم رکھتے ہین۔ افسوس ہے کہ ایسے سادات اپنے دینی نیک و بد سے بے خبر ہو رہے ہین۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنا رحم مبذول فرمائے۔



ضمیمہ نمبر ۱۱

مذہب اسلام کی تقلید سے چارہ نہیں ہے

اہل اسلام کے مذہب کا مدار تقلید پر نظر آتا ہے۔ چنانچہ مذہب علیؑ یعنی مذہب امامیہ اور مذہب زید ابن ثابت یعنی مذہب اہل السنت والجماعت دونون مین تقلید کی پابندی پورے طور پر دیکھی جاتی ہے۔ البتہ اہل حدیث یعنی حضرات وہابی تقلید سے انکار رکھتے ہین اور اس لیے غیر مقلد کہلاتے ہین۔ ہر دو مذہب بالا کو تقلید سے تعلق بانی دین اسلام یعنی آن صلعم کے وقت ہی سے نظر آتا ہے۔ لیکن تقلید سے بے تعلقی کا غلغلہ صرف چار سو برس سے کچھ زیادہ ہوا ہوگا کہ ظہور مین آیا ہے۔ اس کے پہلے کسی فرقۂ اسلام کو تقلید سے بے سروکاری نہین رہی ہے یعنی ہر فرقۂ اسلام پابند تقلید رہا ہے۔

مذہب امامیہ کی تقلید کی پابندی کی یہ صورت رہی ہے کہ عہد حضرت رسالت مآب مین خاندان پیمبرؐ حضرت رسول کی تقلید ہر طرح کے مذہبی امور مین کیا کرتے تھے۔ آنحضرت کی رحلت کے بعد بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم حضرت علی کی تقلید کرنے لگے حضرت علیؑ کی تقلید اس بنا پر ایسے لوگون نے اختیار کی کہ ایسے لوگون نے حسب ارشاد نبوی حضرت علیؑ کو متصرف بہ امور دنیا و دین مان لیا تھا۔ پھر حضرت علیؑ کے بعد حدیث خلافت و امامت دوازدہ گانہ کی بنا پر حضرت امام حسن علیہ السلام کی تقلید بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم یعنی حضرات امامیہ کرنے لگے اور یہ سلسلہ اُن کی تقلید کا تا امام حسن عسکری علیہ السلام جاری رہا۔ اُن ائمۂ اطہار علیہم السلام کے بعد اُن کا یعنی حضرات امامیہ کا سلسلۂ تقلید آج تک قابل تقلید علما یعنی حضرات مجتہدین کے ساتھ جاری ہے اور اسی طرح آئندہ بھی جاری رہے گا۔

واضح ہو کہ عہد جناب رسالتؐ مآب مین سنی یا شیعہ کے لقب سے مسلمان نہین یاد کیے جاتے تھے۔ عام اس سے کہ کوئی مسلمان دوستدار بنی ہاشم یا مخالف بنی ہاشم تھا وہ تقلید حضرت رسول صلعم سے انکار نہین رکھتا تھا گو اس سے تقلید نبوی انجام نہ پا سکتی ہو۔

آن صلعم کے بعد بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم نے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے حضرت علیؑ کی
تقلید اختیار کی اور مخالفان بنی ہاشم نے وہ راہ تقلید اختیار کی جو قائم کردہ حضرت عمر کی ہوئی
یعنی امور مذہبی مین ایسے حضرات نے زید ابن ثابت کی تقلید اختیار کی۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ
نہین ہے کہ اسوقت تک حضرات اہل سنت حضرت شیخین کو امور اصولی کے مجتہد مانتے ہین اور
اور امور فروعی کے مجتہد ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام حنبل کو جانتے
ہین۔ مختصر یہ کہ مخالفان مذہب علیؑ بھی تقلید سے انکار نہین رکھتے ہین اور جس طرح پر حضرات
امامیہ پابند تقلید ہین اُس سے کم نہین حضرات اہل سنت بھی تقلید کی پابندی کرتے ہین۔

اب جو اتنی صدیون کے بعد فرقۂ وہابیہ نے ظہور پکڑا اس فرقہ نے مضمون تقلید کو
اپنے گمان مین بالکل رخصت کر دیا ہے۔ یہ فرقہ نہ اہل تشیع اور نہ اہل سنت کے امامون کو قابل
تقلید سمجھتا ہے۔ اس فرقہ نے اپنے مذہبی امور کا مدار احادیث پر رکھا ہے۔ اس لیے اس فرقہ
کو اہل حدیث کہتے ہین۔ ظاہر ہے کہ جب اس فرقہ کو اجتہادات ائمہ اہل تشیع و ائمہ اہل سنت سے بے سروکاری
ہو گئی تو اس سے چارہ نہین نظر آتا ہے کہ اس فرقہ کا ہر فرد بشر صاحب اجتہاد ہو جائے۔ اگر بالفرض ہر
وہابی شخص کو یہ قابلیت ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر شخص کا ایک خاص مذہب ہو جائے گا
یہ تو ظاہر ہے کہ ہر جاہل وہابی عقلاً صاحب اجتہاد نہین ہو سکتا۔ تب وہ اس ضرورت سے خالی نہین
ہو سکتا کہ اپنے امور مذہبی کو کسی ذی علم وہابی صاحب کی طرف رجوع لائے پس وہ ذی علم شخص جو
راہ بتلاوے اسکو اختیار کرے۔ ایسی صورت میں اُس جاہل وہابی کو تقلید کے پہلو کے اختیار کرنے
سے چارہ نہین ہو سکتا۔ پس جب تقلید ہی کا مضمون عود کر آتا ہے تو امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام
یا امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا قصور کیا کہ اُن بزرگوار کی تقلید سے حضرات اہل حدیث
اسقدر بیزار دکھلائی دیتے ہین۔ کوئی شک نہین کہ اگر تقلید کا مضمون ہوا کر دیا جائے تو اہل علم
وہابیون مین ہزارون شخصی مذہب پیدا ہو جائین گے اور اُن کے طبقۂ جہال مین وہی تقلید کا مضمون
نمودار ہو جائے گا۔ جو اسلام کے معروف مذہبون مین دیکھا جاتا ہے۔ سرسید احمد خان صاحب
علیہ الرحمۃ جو لاریب مسلمانون کے سچے بہی خواہ تھے مذہب کے رو سے غیر مقلد تھے جیسا کہ ممدوح کی
تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ایسی قابلیت بھی رکھتے تھے کہ ممدوح کو کسی ذی علم الحدیث
کی طرف رجوع لانے کی حاجت نہ تھی۔ چونکہ تقلید کی پابندی آپ کو تقاضائے مذہب سے کچھ نہ تھی
آپ نے مروڑی مرغی کو حلال کر دیا۔ یہ ایسا اجتہاد ہوا کہ اور حضرات اہلحدیث اس کی پابندی کرتے

نہین نظر آتے ہین۔ اسی طرح قید تقلید سے رہا ہو کر ہر ذی قابلیت غیر مقلد ایسے ایسے اجتہاد کر سکتا ہے کہ اُن کو دیگر اہل حدیث ناجائز سمجھکر اختیار نہین کر سکتے ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر سرسید علیہ الرحمۃ تقلید سے اسقدر اجتناب نہین رکھتے تو مرُوڑی مرغی کی حلت کے قائل نہو سکتے۔ کوئی شک نہین کہ یہ آپ کا اجتہاد شخصی مذہب کا حکم رکھتا ہے۔ مگر مصلحت ملکی و قومی کی بناپر اس کی حاجت ہے کہ اس طرح کے شخصی مذاہب رواج نہ پاجائین۔ شخصی مذاہب کے ظہور سے مصالح ملکی و قومی مین بڑے بڑے خلل واقع ہوسکتے ہین۔ سرسید تو اپنے اجتہاد کے زور پر مروڑی مرغی کھانے لگے۔ مگر اب ضرور ہوا کہ اہل حدیث اور دیگر طبقہ کے اہل اسلام بھی ممدوح کے ساتھ کھانا پینا اور ہر طرح کی معاشرت ترک کردین۔ اگر اسی طرح کے اجتہادات کا ہجوم ہوجائے تو طرح طرح کی مذہبی اور اخلاقی درہمی و برہمی کا وقوع مین آجانا خلاف توقع نہین نظر آتا ہے۔ اتحاد خالص کے لیے مذہب مین ہم خیالی کی بڑی حاجت ہے اس کے فقدان سے قوم قوم کا حکم نہین رکھ سکتی ہے اس طرح کے شخصی اجتہادات سے طرح طرح کے نتائج بد پیدا ہوسکتے ہین جو محتاج بیان نہین ہین۔ مرزا رفیع سودا نے اس طرح کے نتشانگیز اجتہادات کی نسبت کیا خوب ضحک انگیز مضامین مخمس ذیل مین حوالۂ قلم کیے ہین۔ ؎

بگڑا ہے آج مجتہدون بیچ کیا ئیل　　ملا لطیف بولے کہ کھانا رواہے چیل

کہتا ہے چاندخان کیا کن نے حرام فیل　　حلت پہ مینڈکی کی میان جی کو سو دلیل

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

راقم کی دانست مین تقلید سے مذہب اسلام کو چارے گریز نہین ہے۔ وہ حضرات جو تقلید کے منکر دکھائی دیتے ہین اُن کو بھی راقم تقلید سے تمامتر آزاد نہین پاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یا امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہین تو وہابی ملایان وقت کی تقلید سے وہابی صاحبان علم خالی نہین دکھلائی دیتے ہین۔

ضمیمہ نمبر ۱۲

مذہب امامیہ ہر زمانہ مین ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

واضح ہو کہ امور اصولی مذہب امامیہ مین پانچ ہین اور فروعی چھ ہین - امور اصولی ایسے ہین کہ مجتہد کو اُن مین دست اندازی کا کوئی حق حاصل نہین ہے اور وہ توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد ہین - اسی طرح امور فروعی چھ ہین یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ خمس اور جہاد - انہین حضرات مجتہد تقاضائے ضرورت سے دست اندازی کا حق رکھتے ہین - اس طرح کا اختیار رکھنے سے حضرات بالا اسلام کی روز افزون ترقی کا سامان آسانی کے ساتھ پیش نظر رکھ سکتے ہین - اُن حضرات کو امور دینی کی ترقی مین کسی طرح کا روک لاحق نہین ہو سکتا - پس اس طرح کی افتاد مذہبی کی بدولت اسلام کسی زمانہ مین کسی قوم دنیا سے عام اس سے کہ کوئی قوم کسی قسم کا مذہب رکھتی ہو دینی یا دنیوی ترقیون کے اعتبار سے پیچھے نہین پڑ سکتا ہے - البتہ یہ ضرور ہے کہ مجتہد وقت کو دنیا کے اقوام کی پولیٹیکل سوشل مارل اور مذہبی حالتون سے پورے طور پر واقفیت حاصل ہو - اس کی لاعلمی کی حالت مین کوئی حضرت مجتہد اسلام کو بامراد طور پر نفع نہین پہونچا سکین گے اور تب اسلام اقوام دنیا کی ہر قسم کی ترقی کا مقابلہ کر سکے گا - دنیا ہر آن انقلاب پذیر ہے - ممکن ہے کہ جو حکم حضرت مجتہد کا کل نفاذ پایا ہو آج کے لیے وہ مناسب حال باقی نہ رہے - پس اجتہاد جدید کی ضرورت مین جائے کلام نہین ہو سکتی - لاریب مجتہد وقت کے ایسے با اختیار رہنے پر اسلام پر مانع ترقی ہونے کا الزام عاید نہین کیا جا سکتا ہے - اکثر اہل یورپ کا یہی خیال ہے کہ جب تک اسلام کو وجود ہے اہل اسلام ترقی کرنے والے اقوام دنیا کی برابری نہیں کر سکتے اُن کے متعصب افراد تو یہان تک کہتے ہین کہ بنی آدم کی بھلائی کے لیے اسلام کو دنیا سے مندرس ہو جانا چاہیے - لیکن اگر مذہب شیعی کا اصول قاعدہ کے ساتھ برتا جائے تو بلا گفتگو اسلام مانع ترقی ہونے کے عوض ہر طرح کی ترقی کا باعث ثابت ہو سکتا ہے - مین ذیل مین ایک اپنی سرگزشت عرض کرتا ہون جس سے ہویدا ہو گا کہ مجتہدانِ وقت مذہب شیعہ کے وہ کر سکتے ہین کہ اسلام کے کسی فرقہ کے کسی ہادی سے وہ کام انجام نہین پا سکتا ہے -

چند برسون کا عرصہ ہوتا ہے کہ نواب محسن الملک بہادر سر سید مہدی علی خان صاحب بہادر

کے ۔سی آئی ۔ای مرحوم و مغفور بانکی پور تشریف لائے ۔مین حاضر خدمت رہا ۔رونق افروز ہونے کے بعد ہی جناب ممدوح نے مجھ سے فرمایا کہ "میرا عرصۂ قیام یہان بہت ہی مختصر ہوگا آپ میرے ہی کمرے مین استراحت فرمائیے تاکہ مکالمہ کی حسرت باقی نہ رہ جائے" مین نے ایسا ہی کیا۔دوپہر کا وقت تھا اور زمانہ گرمی کا۔برقی پنکھے چل رہے تھے سامان آسایش ہر طرح کے موجود تھے۔مگر باخودہا کی گفتگو مین نہ نواب صاحب سوئے اور نہ راقم محسن الملک بہادر شیعہ سے سُنی ہوگئے تھے اور مین سُنی سے شیعہ ۔مہذبانہ طور پر کچھ مذہبی گفتگو بھی ہوتی گئی۔مین نے اثناے گفتگو مین یہ عرض کیا کہ مذہب امامیہ مین بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مذہب کسی طرح پر زمانہ کی ترقیون کا مانع نہین ہو سکتا ہے۔جناب مرحوم نے اس سے اعتراف فرمایا اور میرے قول کی تائید مین تقریر ذیل زبان پر لائے۔

"آپ جانتے ہین کہ چند سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ انگریزون نے ایران مین شاہنشاہ مرزا ناصرالدین سے تنباکو کی کاشت کی غرض سے ایک کافی مقدار مین زمین حاصل کی تھی ۔اسکا خراج وہ کاشتکاران فرنگ حسب معاہدہ ادا کیا کرتے تھے اور ایران کے مزدورون پر بےجا طریقہ پر حکومت کرنے لگے جیسا کہ ہندوستان مین افیون کے کاشتکارون پر کیا کرتے تھے تو ایرانی مزدورون نے انگریزون کی اس طرح کی بیجا حکومت کو گوارا نہین کر کے اپنے شاہنشاہ وقت کو حقیقت حال سے خبر دی ۔بادشاہ وقت نے اس پر ارشاد فرمایا کہ ایسے معاملہ مین سلطنت ایران دست اندازی کا حق نہین رکھتی ہے ۔سلطنت کی طرف سے ایسا جواب پا کر اُن ایرانی مزدورون کے کچھ افراد عراق کو چلے گئے اور اپنی مصیبتون کی سرگزشت جناب سرکار میرزا نوراللہ مرقدہ کے حضور مین جو مجتہد وقت تھے عرض کی۔حضرت شریعت مآب نے کچھ مناسب حکم اس بارے مین صادر فرمادیا اور وہ مزدوران ستم دیدہ ایران کو واپس چلے آئے ۔اس کے چند دن ہی کے بعد یہ امر ظہور مین آیا کہ شاہنشاہ ایران نے شکار سے واپس آکر خواہش تمام کے ساتھ شاہی حقہ بردار کو حکم دیا کہ "قلیان بیار" حقہ بردار نے فوراً عرض کیا کہ حقہ نوشی حرام ہے ۔شاہ کجکلاہ نے فرمایا کہ کس نے حرام کیا ہے ۔حقہ بردار مؤدبانہ یہ عرض زبان پر لایا کہ سرکار میرزا نے حرام فرمایا ہے ۔حضرت شاہنشاہ خاموش رہ گئے ۔اس کے ساتھ ہی شاہنشاہ کو اطلاع ہوگئی کہ حکم حضرت مجتہد کا ایران مین اس طرح پر وصول ہوا ہے کہ حقہ نوشی اور تنباکو کی کاشت دونون حرام کردی گئی ہین ۔پس کوئی اہل ایران سے نہ حقہ نوشی کرسکتا ہے اور نہ تنباکو کی کاشت کرسکتا ہے ۔حکم بالا کے نفاذ پاتے ہی ایران مین تنباکو کی کاشت کے لیے مزدورون کا دستیاب ہونا سخت دشوار ہوگیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکاران فرنگ تنباکو کے ایران سے ہمیشہ کے لیے چلے آئے ۔اُن کے

چلے جانے کے بعد سرکار میرزا نوراللہ مرقدہ نے ایران مین حکم ثانی یہ بھیجا کہ حقہ نوشی حلال اور تنباکو کی کاشت بھی" پھر جس طرح ایران مین حقہ نوشی ہوتی تھی ہونے لگی اور جس طرح تنباکو کی کاشت ایرانی کرتے تھے کرنے لگے" اس کے بعد نواب صاحب غفران مآب نے فرمایا کہ مذہب امامیہ مین تقاضاے وقت کے مطابق کاربند ہونے کی گنجایش بہت ہے - یہ مذہب زمانہ کی رفتار سے پیچھے نہین رہ سکتا ہے بشرطیکہ مجتہدان وقت تقاضاے وقت کو ملحوظ رکھ کر صدور احکام فرمایا کرین" راقم کہتا ہے کہ اہل یورپ وغیرہ کا یہ الزام کہ "اسلام آب بستہ کا حکم رکھتا ہے اس لیے وہ کسی طرح کی ترقی اس دنیا مین نہین کرسکتا ہے" راستی سے خالی نہین ہے - حق یہ ہے کہ بہ استثناے مذہب تشیع اسلام کے تمام فرقون کا وہی حال دیکھا جاتا ہے جیسا کہ اقوام یورپ وغیرہ عموماً اسلام کی نسبت اپنا خیال رکھتے ہین - کوئی شک نہین کہ مذہب شیعہ کے حضرات مجتہدین اگر دنیا کے معاملات اور رفتار زمانہ کو ملحوظ رکھکر اپنے احکام صادر فرماوین تو اہل تشیع زمانہ کے سربرآوردہ اقوام سے دنیوی ترقی مین زینہار پیچھے نہین پڑ سکتے ہین جو مواقع مناسب حصول ترقی کے فرقۂ امامیہ کو تمدنی اور سیاسی اعتبارات سے حاصل ہین کسی اور فرقۂ اسلام کو حاصل نہین ہین - سب سے کم موقع ترقی کا فرقۂ وہابیہ کو ہے جیسا کہ صوبۂ بہار مین دیکھا جاتا ہے - اہل تو تعصب مین بدعت کا مضمون کچھ ایسا ہی ہے کہ یہ فرقہ بہت گنجایش ترقی کی نہین رکھتا ہے -



ضمیمہ نمبر ۱۳

حضرت عمر اور قصۂ قرطاس

قصۂ قرطاس کا معاملہ تمامتر حضرت عمر سے تعلق رکھتا ہے۔ راقم اس کی نسبت جو امور ضروری تھے اُنھیں اس کتاب میں کافی طور پر حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ یہاں راقم حضرت عمر کی وجہ ممانعت تحریر کو ذیل میں حوالۂ قلم کرتا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اپنے خلفائے ثلٰثہ کے عشق میں ایسے بیخود ہو رہے ہیں کہ نہ اُنھیں آسمان نظر آتا ہے اور نہ انھیں زمین سوجھائی دیتی ہے۔ حضرات خلفائے بالا کے عشق مین اگر اُن سے خدا کی توہین ہو جائے۔ حضرت رسول کی تذلیل ہو جائے تو ہو جائے۔ قرآن مین نقص پیدا ہو جائے تو ہو جائے۔ قول نبی میں عیب لگ جائے تو لگ جائے۔ بالمختصر جو ہو جائے ہو جائے مگر خلفائے بالا کی جے بنی رہے۔ واضح ہو کہ اس قصۂ قرطاس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "حضرت عمر کی دانشمندی پر صد آفرین اور ہزار تحسین ہے کہ دوات اور کاغذ لانے نہین دیا۔ اگر کہین رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کی جاتی تو آنحضرتؐ اُس حالت میں کوئی جدید بات لکھوا دیتے جس سے آیت الٰہی کی صریح تکذیب ہو جاتی" مطلب اس کا یہ ہوا کہ حضرت رسول مبتلائے ہذیان ہو رہے ہین اور اول فول بک رہے ہین۔ ایسی ہذیانی حالت میں ضرور کچھ واہی تباہی بات لکھ ڈالنے کو تھے۔ اول تو حضرت رسول تمامتر ہوش مین تھے اور ہذیان کی کوئی بات نہین بول رہے تھے جیسا کہ راقم اس کتاب مین حوالۂ قلم کر چکا ہے دوم یہ کہ شاہ صاحب موصوف خود اپنے تحفہ مین لکھتے ہین کہ "انبیا علیہم السلام حالت غشی اور بیہوشی مین بھی ہذیان وغیرہ سے پاک ہین۔ خدائے تعالیٰ نے انبیا کو اُن کی مرتبت و کرامت کی وجہ سے حالت بیہوشی میں بھی اُن اُمور سے جو خلاف مرضی خدا ہون معصوم کیا ہے اور اُس حالت میں اُن سے مطابق مرضی خدا کے امور سرزد ہوتے ہین اور اُن بزرگوارون کے دل خواب میں بھی روشن و منور ہوتے ہین" راقم شاہ صاحب کی روح پاک سے پوچھتا ہے کہ جب آپ کی تحریر کے مطابق حضرات انبیا کی مرتبت اور کرامت کی وجہ سے حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ان حضرات سے کوئی کام مرضی خدا کے خلاف ظہور مین نہیں آسکتا ہے تو محمدؐ صاحب نے کیا قصور کیا تھا کہ اُن سے

کوئی ایسی جدید بات تحریر مین در آتی جس سے آیت الٰہی کی صریح تکذیب ہو جاتی۔ کیون جناب شاہ صاحب محمدؐ صاحب نبی نہ تھے۔ محمد صاحب معصوم نہ تھے۔ پھر آپ حضرت عمر کی ہزار تحسین و آفرین کے ساتھ یہ جملہ کیا بول اُٹھے کہ اُن سے کوئی جدید بات تحریر مین در آتی جس سے آیت الٰہی کی تکذیب ہو جاتی۔ آپ کی تحریر سے تو بین طور پر عیان ہوتا ہے کہ آپ محمد صاحب کو نہ نبی سمجھتے ہین اور نہ معصوم۔ آپ راقم کو تو حضرت عمر ہی کی طرح کے مسلمان نظر آتے ہین کیا جناب شاہ صاحب اسی کو آداب رسالت کہتے ہین۔ لاحول ثم لاحول۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ اعوذ باللہ من ذالک۔ جناب شاہ صاحب۔ حضرت عمر کے دوات و قلم کی ممانعت کا اصل سبب وہی تھا کہ جسے حضرت عمر خوب سمجھے ہوئے تھے۔ یعنی یہ کہ حضرت رسول حضرت علیؑ کو تحریراً بھی اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے جیسا کہ خم غدیر مین چند مہینے پہلے تقریراً اپنا جانشین بنا چکے تھے۔ پس حضرت عمر نے حضرت علی کی دشمنی کے باعث قلم و دوات حضرت رسولؐ کے آگے پیش ہونے نہ دیا۔ یہ امر کہ حضرت رسولؐ کیا لکھنے کو تھے کسی پر ظاہر نہین ہو سکتا تھا۔ اگر خود حضرت عمر نے اس راز کو افشا نہین کر دیا ہوتا۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہین کہ خود حضرت عمر کا قول ہے کہ "رسول اللہ علی کی محبت مین اکثر حق کو چھوڑ باطل کی طرف میل فرماجاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم و دوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علی کے نام خلافت لکھدین (دیکھو کتاب تشیید المطاعن) کیون اے حضرت عمر۔ آپ کا منھ ہے کہ آپ حضرت رسولؐ کی شان مین یہ فرمائین کہ حضرت رسول علی کی محبت مین اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرماجاتے تھے۔ شاباش حضرت عمر صاحب شاباش۔ حضرت رسولؐ اور اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرماجائین۔ آسمان کیون نہین ٹوٹ پڑتا ہے۔ یہ عجب قول آپ کا ہے آپ ہی فرمائیے کہ مسلمان کے مُنھ سے کبھی ایسی خبیثانہ بات نکل سکتی ہے۔ لاحول ثم لاحول۔ نعوذ ثم نعوذ۔ واقعی آپ کی عجب مسلمانی تھی۔ تب تو آپ کے پیرو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب بھی حق کُش اور دروغ پرور نظر آتے ہیں۔ آپ کے ایسے اقوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عندیہ مین حضرت رسول ایک ناحق پرست ناحق گو اور ناحق شناس آدمی تھے۔ نبی کبھی ناحق پرست۔ ناحق گو اور ناحق شناس ہو نہین سکتا ہے۔ آپ کے اس قول سے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کو سرور انبیا تو درکنار ایک چھوٹے درجہ کا بھی نبی نہین مانتے تھے پس کوئی تعجب نہین کہ آپ کے پیرو ہو کر شاہ عبدالعزیز صاحب بھی حضرت رسولؐ کے ادب سے معرا نظر آتے ہیں۔ اب رہی حضرت علیؑ

کی محبت۔ حضرت رسولؐ کو علی سے محبت نہ ہوتی تو اے جناب عمر آپ سے ہوتی۔ آپ وہی بزرگ ہین کہ جنگ بدر مین شریک غزوہ ہونے سے انکار کر گئے۔ حضرت رسولؐ کو غزوۂ احد مین چھوڑ کر بھاگ نکلے کہ لاحول ولا قوۃ۔ جنگ خندق مین عمر ابن عبدود سے مقابلہ کرنے مین حضرت رسول کے حکم سے دو ٹوک انحراف کر بیٹھے۔ جنگ خیبر مین یہودیان خیبر کے مقابلہ مین دو دن تک جنگ گاہ سے بھاگ آئے۔ جنگ حنین مین حد درجہ کی بزدلی دکھلائی اور جنگ سے ایسے فرار ہوگئے کہ پھر میدان جنگ کا رخ نہ کیا۔ صلح حدیبیہ مین حضرت رسولؐ کے برابر مخالف بنے رہے معاملۂ عقبہ مین ملاعین حملہ آور کے کسی نہ کسی طرح شریک حال ہوئے۔ لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کے عوض گھر مین گھُسے بیٹھے رہے۔ قصۂ قرطاس مین کچھ عجب رنگ کا پہلو اختیار کیا۔ بس آپ مین کون سی صفت محبوبیت کی تھی جس کی بنا پر حضرت رسولؐ آپ کی محبت کا دم بھرتے۔ یہ تمام امور بالا اس بات کے مثبت ہین کہ آپ ہرگز دل سے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ بالمختصر آپ کی حقیقت کو پہچانکر حضرت رسولؐ آپ کے فدائی کیونکر ہو سکتے تھے۔

کچھ حضرات سنی مذہب نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت رسولؐ نے دوات و قلم حضرت ابوبکر کو تحریری طور پر اپنا جانشین بنانے کی غرض سے طلب کی تھی۔ اگر حضرات موصوفین کا یہ قول صحیح ہے تو حضرت عمر نے اُمت محمدیؐ پر یہ بڑا ظلم کیا جو حضرت رسولؐ کو تحریر سے باز رکھا۔ اگر واقعی حضرت رسولؐ حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنانے کو تھے اور اگر اپنے ارادے مین کامیاب ہوجاتے تو حضرت رسولؐ کے بعد اسلامی دنیا مین خلافت کا کوئی جھگڑا ظہور نہین کر سکتا اگر حضرات اہل سنت کا قول بالا سچ ہے تو کوئی شخص کسی نبی کی اُمت مین حضرت عمر سے زیادہ فساد انگیز تصور نہین کیا جا سکتا ہے۔ واقعی مذہب اہل سنت کچھ ایسا حیرت خیز مذہب ہے کہ جس کی نسبت یہ کہنا کہ اے اونٹ تیری کون کل سیدھی ہے۔ تمام تر قرین راستی دکھائی دیتا ہے

ضمیمہ نمبر ۱۴

حضرات اہلسنت اور صحابیت

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرات اہل سنت صحابیت کا اتنا بڑا درجہ سمجھتے ہیں
کہ اسکے آگے اہل بیت نبویؐ کی کوئی حقیقت اُن کی نگاہ مین دکھائی نہین دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ تمام عالم کی افضلیت اُن حضرات کے نزدیک داخل صحابیت ہے۔ وہ حضرات حضرات ثلثہ
کو تو تمام اہل اسلام سے ایسا افضل مانتے ہین کہ عقل اسکے درک سے تمامتر قاصر نظر آتی ہے۔ کوئی
شک نہین کہ صحابیت ایک بڑی شے ہے مگر وہ اتنی بڑی شے نہین ہے کہ آل محمدؐ کے مقابلہ میں وہ
ایک بزرگتر شے سمجھی جائے۔ حضرت رسول صلعم نے صرف قرآن اور اہل بیت علیہم السلام
کو ثقلین فرمایا ہے۔ ان کے سوا کوئی تیسری شے داخل ثقلین نہین سمجھی جاسکتی ہے۔ حق یہ ہے
کہ آل آل ہین اور اصحاب اصحاب ہین۔ بالفرض اگر آل محمدؐ حضرت رسولؐ کی نالائق آل ہوتے
تو خیر اصحاب کے ساتھ افضلیت کا عقیدہ کچھ معنی رکھ سکتا تھا۔ مگر جب علی مرتضیٰ سے لیکر
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک وہ ایسے حضرات دیکھے جاتے ہیں کہ اسلامی دنیا مین
علم و فضل و زہد و تقویٰ و عبادت و جمیع صفات حمیدہ کے اعتبار سے اپنا نظیر نہین رکھتے ہین
تو ایسے بزرگوارون پر مجرد صحابیت کیا ترجیح کی صورت پیدا کر سکتی ہے۔ اس مین جائے گفتگو
نہین ہوسکتی کہ صحابیت ایک بڑی شے ہے۔ مگر اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ
اصحاب رسولؐ اللہ دو نہج کے تھے۔ ایک اصحاب با ایمان اور دوسرے اصحاب منافق۔ اصحاب
با ایمان ایسے تھے کہ حکم خدا و رسولؐ کی بجا آوری مین حتی الامکان بس بائی نہیں کرتے تھے
حضرت رسول کے ساتھ دلی محبت رکھتے تھے۔ حضرت رسول کے دلی بہی خواہ تھے۔ خدا اور
حضرت رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لائے تھے۔ دنیا کے لیے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ جو کام کرتے تھے حسبۃً للہ
کرتے تھے۔ جیسا حکم خدا و رسول کا ہوتا تھا اُسکو دل سے بجا لاتے تھے۔ حصول دنیا کی طرف
رُخ نہین کرتے تھے۔ حکم خدا و رسول مین دست اندازی نہین کرتے تھے حضرت رسولؐ سے
مقابلہ پر مستعد ہوجاتے تھے۔ حضرت رسول سے راہ خلاف اختیار کرنیکو کفر جانتے تھے جہاد سے جی نہین چراتے

تھے۔ حضرت رسولؐ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑکر بھاگ نہین جاتے تھے۔ پیمبرؐ سے نفرت وعداوت نہین رکھتے تھے۔ خاندان پیمبرؐ کی دشمنی کو حرام سمجھتے تھے۔ خاندان پیمبرؐ کو کسی طرح ایذا نہین پہونچاتے تھے آلِ محمدؐ کے حقوق کو نہ ضبط کرتے تھے اور نہ چکھ جاتے تھے طمع مال و زر سے کوسون دور تھے۔ شرک سے تمامتر بری تھے عام اس سے کہ وہ شرک خفی ہو یا جلی۔ ناحق کی خونریزی روا نہین رکھتے تھے۔ مکر وفریب سے پناہ مانگتے تھے۔ مردودان درگاہ خدا ورسول کی سرپرستی نہین کرتے تھے۔ شرفا کا ذلیل وخوار کیا جانا گوارا نہین کرتے تھے۔ کسی طرح کی بے رحمی کے مرتکب نہین ہوتے تھے۔ بندگان خدا کو آزار نہین پہونچاتے تھے۔ نشہ خوارون کی پشت پناہی نہین کرتے تھے۔ قرآن کی پوری تعظیم مدنظر رکھتے تھے۔ قرآن کے نسخون کو جلاتے نہین تھے اور نہ قرآن سے خودغرضی کی بنا پر الفاظ خدا ونذی کو خارج کردیتے تھے۔ قرآنی نسخون کو حصول دنیا کی غرض سے جھنڈون پر آویزان نہین کرتے تھے بیگناہون کو قتل نہین کرڈالتے تھے۔ دوستداران اہلبیت علیہم السلام کو طرح طرح کی ایذائین نہین پہونچاتے تھے جھوٹی حدیثین وضع نہین کراتے تھے۔ سچی حدیثون کے بیان سے راویون پر صدر درجہ کی سختیان نہین جائز رکھتے تھے۔ بیگناہ اصحاب رسول اللہؐ کو محبت اہلبیت کی بنا پر طرح طرح کی ایذا نہین پہونچاتے تھے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ وضع بالا کے اصحاب ایسے اصحاب ہین جنکو اہل تشیع صدق دل سے مانتے ہین اور جن کی نسبت میر حسن نور اللہ مرقدہٗ یون فرماتے ہین ؎

سلام اُنپہ جو اُن کے اصحاب ہین — وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین
خدا اُن سے راضی رسولؐ اُن سے خوش — علیؑ اُن سے راضی بتولؑ اُن سے خوش

سبحان اللہ۔ میر صاحب نے اپنے کلام بالا مین کیا خوب مضمون اصحاب رسول اللہ کی نسبت حوالۂ قلم فرمایا ہے۔ حق یہ ہے کہ ایسے اصحاب اصحاب حضرت رسول کے نہین ہو سکتے جن سے علیؑ و بتولؑ ناراض ہون۔ حضرت علیؑ وحضرت فاطمہؑ کی نسبت حدیث نبوی یہ ہے کہ "جس نے علیؑ و فاطمہؑ کو خوش کیا اُس نے ہمین خوش کیا اور جس نے علیؑ و فاطمہؑ کو ناخوش کیا اُس نے ہمکو ناخوش کیا" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضرت رسولؐ خوش ہوئے تو خدا بھی خوش ہوا اور جب حضرت رسول ناراض ہوئے تو خدا بھی ناراض ہوا۔ پس اصحاب رسولؐ اللہ ہونے کے لیے یہ ضرور ہو گیا کہ اصحاب رسولؐ اللہ وہی ہین جن سے علیؑ و فاطمہؑ خوش ہون۔ لیکن جو اصحاب ایسے نہین ہین تو اُن کا شمار اصحاب رسول اللہ مین نہین ہو سکتا۔ ایسے اصحاب اُن یہود ونصاریٰ کے برابر دکھائی دیتے ہین جنھون نے حضرت رسولؐ کا زمانہ دیکھا تھا اور حضرت رسول کے حضور مین باریاب ہوا کرتے تھے۔ مگر حضرات اہل سنّت

کے نزدیک ہر وہ شخص جس نے حضرت رسول کا زمانہ دیکھا تھا عام اس سے کہ اُس سے علیؑ و فاطمہؑ ناراض یا خوش ہون اور عام اس سے کہ وہ کیسا ہی بے ایمان بدکردار اور بدترکیب ہو جیسا کہ امیر معاویہ قاتل امام حسنؑ اور ابن ملجم قاتل حضرت علیؑ تھے گروہ صحابی مین شمار کیا جاتا ہے یہ دونون بزرگوار صحابی ہونے کے علاوہ حضرات اہل سنت کے نزدیک باقاعدہ راویان حدیث ہونے کا بھی شرف رکھتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔



ضمیمہ نمبر ۱۵

حضرت عمر اور خلافت

یہ ہنگامہ خلافت کا حضرت رسولؐ کی رحلت کے ساتھ ہی، ہرگز ظہور میں نہیں آتا اگر حضرت عمر کو اسلام سے بے تعلقی لاحق ہوتی۔ کوئی شک نہیں کہ اس ہنگامہ کے بانی حضرت عمر ہوئے اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو حضرت ابوبکر میں اتنا دم نہ تھا کہ حضرت رسول کو بے کفن و دفن چھوڑ کر سقیفہ کی طرف دوڑ جاتے اور انصار سے دنگا مشتی کر کے خلیفہ ہو بیٹھتے۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت عمر ایک پُر تدبیر اور بڑی چال کے آدمی تھے۔ البتہ خلافت کے قائم کرنے میں آپ کو ایک حضرت ابوبکر کے سے آدمی کی بڑی ضرورت تھی۔ حضرت ابوبکر کا سا دوسرا آدمی جو اسلام سے متعلق رہتا موجود نہ تھا۔ بس اپنی پُر تدبیری اور چال سے حضرت ابوبکر کے پردے میں آپ نے اپنے کو خلیفہ بنا ڈالا حضرت عمر کے نزدیک حضرت رسول کا بہت وزن نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر حدیث ثقلین کی طرف حس برابر بھی اپنی توجہ مبذول نہ کر سکے۔ یوں تو حضرت عمر حضرت رسولؐ سے بارہا اختلاف کر چکے تھے جیسا کہ مستند طریقہ پر راقم اس کتاب میں حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ اب اس کی کیا امید ہو سکتی تھی کہ حضرت عمر حدیث ثقلین کی تبعیت میں حضرت علی کو خلیفہ ہونے دیتے۔ حق یہ ہے کہ حضرت عمر کی آنکھ میں حضرت رسولؐ کی عظمت بہت ہی کم تھی۔ اگر آپ حضرت رسول کو قابل عظمت سمجھتے تو آپ ایسا لایعنی قول کہ "رسول اللہ علیؑ کی محبت میں اکثر حق کو چھوڑ باطل کی طرف میل فرما جاتے تھے"، ہرگز زبان پر نہیں لاتے۔ اس قول سے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسولؐ کو خدا کا رسول نہیں جانتے تھے۔ حق یہ ہے کہ جو رسولؐ اکثر حق کو چھوڑ کسی امر میں باطل کی طرف میل کیا کرے عقلاً وہ رسول خدا کا رسول نہیں ہو سکتا ہے۔ بلا گفتگو کوئی مسلمان جو قول بالا کا قائل ہو۔ ہرگز ہرگز مسلمان بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول کی رسالت کو دنیا طلبی کا ایک ڈھکوسلا سمجھتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ اس سمجھ کے ساتھ حضرت عمر مسلمان کہے جانے کا حق نہیں رکھتے ہیں

دنیا میں انسان کی ہر کامیابی اور ناکامیابی کو اس کی سرشت سے بالضرور تعلق رہتا ہے۔ حضرت عمر جو حصول خلافت میں کامیاب نکلے تو مطلق جائے تعجب نہیں ہے۔ حضرت عمر کا کیرکٹر

(character) یعنی افتاد مزاج اور ترکیب اخلاقی کا تھا۔ معاملۂ خم غدیر سے واضح طور پر سمجھ مین آتا ہے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ یہ وہی حضرت عمر ہین کہ آپ نے حضرت رسولؐ کے استخلاف علیؑ کے بعد بخ بخ کا غلغلہ بلند فرمایا تھا اور یہ وہی حضرت عمر ہین کہ تھوڑے ہی دنون کے بعد حضرت رسولؐ کی رحلت کے واقع ہوتے ہی حضرت رسولؐ کو بے کفن ودفن چھوڑکر سقیفہ کی طرف دوڑ نکلے اور انصار کو کسی طرح پر ساکت کر کے یا یہ کہیئے کہ بالا بتا کر حضرت ابوبکر کے پردے مین خود خلیفہ بن بیٹھے۔ معاذ اللہ اس خلافت یابی کے بعد ہی آپ نے حضرت ابوبکر کی طرف سے حضرت خاتون جنت علیہا السلام کے مکان پر جاکر رنگ برنگ کے فساد برپا کردیے۔ وہان آپ سے ایسے ایسے افعال سرزد ہوئے کہ مسلمان کیا کسی اکفر سے بھی ظہور مین نہین آسکتے تھے۔ وہان آپ نے حضرت سیدہ کے گھر مین لگادی۔ اتنا بھی نہین خیال کیا کہ وہ گھر حضرت رسولؐ کی بیٹی کا ہے۔ وہ مظلومہ باپ کے غم مین مبتلا ہو رہی ہے۔ آگ سے اُس کا پرسا چہ معنی دارد۔ پھر حضرت سیدہ کے بطن شریف پر اس زور سے مارا کہ حضرت محسنؑ کا اسقاط ہوگیا۔ اس کے علاوہ اس معصومۂ آفت رسیدہ کو ایک ایسا تازیانہ لگایا کہ اس معصومہ کا جسم پاک نیلا ہوگیا۔ اس پر اس ظلم کو افزود کردیا کہ حضرت ابوبکر کے غلام قنفذ نے اُس جگر گوشۂ رسول کی دو پسلیان بھی توڑ ڈالین۔ ان سب ضرب رسانیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سیدہ بیمار رہکر تھوڑے ہی عرصہ مین اپنے پدر بزرگوار کی خدمت مین امتیان جفا کار کی ایذا رسانیون کا دفتر پیش کرنے کے لیے حاضر ہوگئین۔ راقم پوچھتا ہے کہ معصوم محسنؑ اور حضرت سیدہ کے خون کے دعوے بروز جزا حضرت رسولؐ یا ہر دو شہیدان جفا کس پر کرین گے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ بہر حال ایسی ایذا رسانیون کے بعد حضرت عمر حضرت علیؑ کو دار الحکومت تک لیگئے۔ تب آپ کو قتل کی دھمکی وہان حضرت عمر نے دی یا واقعی قتل کرنا چاہا اور آپ کے برادر رسول اللہؐ ہونے سے زورون کے ساتھ انکار کیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت عمر نے فدک چھین لیا اور خمس بند کردیا جس سے اہلبیت مصطفویؐ مین سخت محتاجی رونما ہوگئی۔ واضح ہو کہ خمس ایک قرآنی مضمون ہے اور حق آل محمدؐ کا خدائے تعالیٰ قرار دیتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ فعل مذموم حضرت عمر نے یہ کیا کہ بنی اُمیہ کے قبیلۂ ملعونہ کو جو مردہ ہو رہا تھا سر نو سے صرف زندہ ہی نہین کردیا بلکہ اُن مین کچھ ایسی روح پھونکدی کہ اس قبیلۂ ناپاک کی بدولت ۹۴ برس تک اسلام مین قیامت مچی رہی۔ اس بنی اُمیہ پروری سے حضرت عمر نے خاندان پیمبرؐ کا قریب قریب استیصال کرادیا اور شریعت محمدیؐ سے ایک علٰحدہ دین اپنے اجتہادات کے ذریعہ سے قائم

کر دیا - اب حضرات ناظرین اُس بیچ بیچ کے ساتھ حضرت عمر کے افعال بالا پر نظر ڈالین - اس تکلیف فرمائی سے حضرت عمر کا کیرکٹر واضح طور پر سمجھ مین آجائیگا - حق یہ ہے کہ اگر ایسے ایسے افعال کے ارتکاب کی صلاحیت آپ مین نہ ہوتی تو حصول خلافت مین مطلق کامیاب نہین ہو سکتے تھے - اگر آپ نہ ہوتے تو بیچارے حضرت ابو بکر سے کیا ہو سکتا تھا - بڑے صاحب تو اسٹمر کے ساتھ کے اندھا بوٹ کا انداز رکھتے تھے - بے حضرت عمر کے چلائے چل نہین سکتے تھے - آپ یعنی حضرت ابو بکر بقول سرسید رحمہ اللہ تعالیٰ " ایک نام کے بزرگ تھے " بلکہ بقول راقم نہین معلوم کس مرض کی دوا تھے - حضرت عمر کی کامیابی کی ایک اور وجہ یہ نظر آتی ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کی محبت مین اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل کر جاتے تھے - ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کے ساتھ حضرت عمر حضرت رسولؐ کی حدیث ثقلین کی طرف توجہ نہین کر سکتے تھے - اس ناتوجہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہنگامۂ خلافت کی بدولت حضرت رسول کی کارروائی خم غدیر کو آپ غت ربود کر سکے - حضرت عمر کا کیرکٹر آپ کے بار بار کے فرار غزوات سے بھی خوب سمجھ مین آتا ہے - کوئی شک نہین کہ آپ بہت ہوشیار آدمی تھے - آیندہ کی بہبودی کی توقع مین اپنے کو معرض خطر مین ڈالنا خلاف از عقل سمجھتے تھے - لاریب اس دور اندیشی کا آخر آپ نے پورے طور پر فائدہ اُٹھایا - یعنی اپنی جان کو اتنے دنون تک ہلاکت سے محفوظ رکھ سکے کہ آخر آپ جلوہ افروز مسندِ خلافت ہو سکے -

ضمیمہ نمبر ۱۶

حضرت رسول سے حضرت عمر کی خلاف ورزیان

حضرت عمر کے معاملات زندگانی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول خدا کی ریاست دینی کو ریاست دینی نہین سمجھتے تھے۔ کوئی شک نہین کہ آپ حضرت رسولؐ کی رسالت مین شک رکھتے تھے مگر صلح حدیبیہ کے وقت بقول آپ کے وہ شک آپ کا اتنا ترقی کر گیا تھا کہ ویسا شک آپ کو اس کے پہلے کبھی واقع نہین ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت رسولؐ کی رسالت کو ایک ویسا امر سمجھتے تھے کہ جیسے نیپولین بونا پارٹ نفس مذہب کی نسبت ایک خاص خیال رکھتا تھا۔ یہ نادر زمانہ کہتا تھا کہ شیرازۂ قوم کو مضبوط رکھنے کے لیے مذہب کی ایسی ضرورت ہے کہ اگر میرے ملک مین مذہب کو وجود نہ ہوا ہوتا تو ہم ایک مذہب قائم کر ڈالتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر حضرت رسولؐ کو اُس دینی عظمت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے جیسا کہ مومن کو دیکھنا چاہیے آپ حضرت رسولؐ کو مجرد ایک سلطنت کا بانی سمجھتے تھے اور وحی و رسالت کے مضمون کو ایک طرح کا ڈھکوسلا جانتے تھے اگر ایسا نہین سمجھتے تو کچھ تو حدیث ثقلین کے مضمون کو قابل توجہ سمجھتے۔ آپ خود حدیث ثقلین کے مضمون کو نہ کبھی خیال مین لائے اور نہ اپنے پیروان وقت کو اُسکی یاد دلانے کی تکلیف گوارا کی۔ حضرت رسول کی رحلت کے ساتھ ہی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے ساتھ ایسے ایسے برتاؤ اختیار کیے کہ الحفیظ الحفیظ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گوش مبارک تک گویا حدیث ثقلین کا ایک لفظ بھی نہین پہونچا تھا۔ اگر آپ حضرت رسول کو واقعی خدا کا رسولؐ سمجھتے تو آپ سے اس طرح کی بے اعتنائیان ظہور مین نہین آسکتی تھین۔ آپ کی کارروائیون سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حضرت رسولؐ کی رسالت کو ایک امر مبنی بر مصلحت سمجھتے تھے۔ رسالت کے بارے مین آپ قریب قریب اپنے پیرو یزید ابن معاویہ کے ہم خیال نظر آتے ہین۔ راقم لفظ پیرو کو اس وجہ سے حوالۂ قلم کرتا ہے کہ اگر یزید کا کوئی مذہب تھا تو وہ مذہب زید ابن ثابت کا تھا۔ جس کی بنا حضرت عمر نے زید ابن ثابت کے ذریعہ سے ڈالی تھی اور جو عہد حضرت عمر ہی مین جمیع مخالفین اہل بیت کا مذہب ہو گیا تھا۔ یہ خلیفۂ وقت یعنی یزید نہایت آزادانہ نہج پر کہتا ہے کہ :-

لعبت الہاشم نے الخلق ولا وحی جائز ولا خبر نزل

مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ محمد صاحب نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ خدا کے پاس سے کوئی وحی آئی تھی اور نہ کوئی حکم نازل ہوا تھا۔ البتہ حضرت عمر نے اس کھُلے طور پر رسالت حضرت رسولؐ کے متعلق کبھی اس طرح کا خیال ظاہر نہین کیا تھا مگر رتبۂ محمدی کو کم کردینے کی غرض سے یہ عقیدہ تو ضرور ایجاد کیا ہے کہ محمد صاحب نزول وحی کے وقت تو درجۂ رسالت پر رہتے تھے ورنہ اور وقتون مین عوام بشر کی سی آپ کی حالت رہتی تھی۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ اس بنا پر آپ اپنے افعال و اقوال مین حضرت رسولؐ سے اختلاف کر جاتے تھے اور حضرت رسولؐ کے وقت آخر تک اختلاف کرتے رہے ظاہر ہے کہ ارتداد کے الزام سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی نظر سے آپ نے تفریق بالا کی صورت نکالی تھی اور آپ کے پیروان بھی اُس تفریق کو آج تک پیش نظر رکھا کیے ہین۔ چنانچہ جناب شمس العلما مولوی شبلی صاحب حضرت عمر کے اختلافات کو منصب رسالت سے علیحدہ کر کے حضرت عمر کو مخالفت رسولؐ سے اس طور بری کرتے ہین کہ اُن تمام مثالون یعنی مثالہاے اختلافات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مثالین حضرت رسول کے منصب رسالت سے بے تعلقی رکھتی ہین۔ یہان راقم اُن مثالون سے جنھین جناب شمس العلما صاحب نے الفاروق مین درج فرمایا ہے ایک صلح حدیبیہ کو پیش نظر رکھکر حضرت عمر کے افعال واقوال کی تنقید کرتا ہے۔ جناب شمس العلما صاحب کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے متعلق بھی حضرت عمر کے افعال واقوال ایسے تھے کہ جو حضرت رسولؐ کے منصب رسالت مین کسی طرح پر دست انداز نہین دیکھے جاتے ہین۔ اب حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ صلح حدیبیہ کا معاملہ کیا رنگ رکھتا ہے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حسب مورخ ابن الوردی جب قریش نے سہیل بن عمر کو آن صلعم کے حضور مین صلح کی درخواست لیکر بھیجا تو آنحضرت نے اُن کی درخواست منظور فرمائی اور صلحنامہ تمیل پا گیا۔ مگر یہ صلح حضرت عمر کو پسند نہ آئی۔ آپ حضرت رسولؐ سے مباحثہ کرتے رہے اور تمیل صلح کے بعد بھی برابر اس فکر مین رہے کہ معاملہ صلح کا عنت ربود ہو جائے مگر آپ اس مخالفت حضرت رسولؐ مین کامیاب نہ ہو سکے۔ شمس العلما نے حضرت عمر کے اُن افعال واقوال کو جو اُس معاملۂ صلح سے تعلق رکھتے ہین اُن کی نسبت اس امر مین کوشان دکھائی دیتے ہین کہ حضرت عمر کے وہ افعال واقوال حضرت رسولؐ کے منصب رسالت کے نہین بلکہ حضرت رسول کی انسانی حیثیت کے مقابلہ مین ظہور پذیر ہوئے تھے۔ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ شمس العلما صاحب صلح حدیبیہ کے متعلق جو افعال واقوال حضرت عمر سے ظہور مین آئے انھین حضرت رسولؐ

کی انسانی حیثیت سے کیونکر متعلق سمجھتے ہین - محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین حضرت عمر سے روایت کرتے ہین کہ صلح حدیبیہ کے دن میرے دل مین خطرۂ عظیم گزرا اور مین نے رسول اللہ کے ساتھ ایسی مراجعت کی کہ پیشتر کبھی نہین کی تھی (دیکھو علامۂ عینی کی کتاب عمدۃ القاری فی شرح بخاری اور تاریخ الخمیس اور تفسیر درمنثور سیوطی بھی) چنانچہ رسول اللہ کے پاس جا کر مین نے کہا کہ کیا تم پیغمبر برحق نہین ہو؟ - آنحضرت نے فرمایا کہ بے شک ہون - مین نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف باطل پر نہین ہین؟ - آنحضرت نے فرمایا کہ ہان! - مین نے کہا کہ پھر ہم کیون ایسی حقارت اور ذلت گوارا کرین اور اس طور پر صلح کر کے واپس ہون - آنحضرت نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے مین خدا کا رسول ہون اور بغیر اُس کے حکم کے کچھ نہین کرتا - وہ میرا ناصر اور مددگار ہے - یہ فرمودہ حضرت رسولؐ کا صحیح بخاری و عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری و تاریخ الخمیس و تفسیر درمنثور سیوطی مین دیکھا جاتا ہے - اب حضرات بانصاف تجویز فرما دین کہ حضرت عمر کے افعال و اقوال بالا حضرت رسولؐ کے منصب رسالت یا حضرت رسولؐ کی حیثیت انسانی سے تعلق رکھتے ہین - اول تو اس طرح کی تفریق حضرت رسولؐ کے اقوال و افعال مین ایک بے معنی امر ہے جیسا کہ عنقریب راقم اُس کا مثبت ہوگا دوم یہ کہ اگر یہ تفریق قابل پذیرائی مان بھی لی جائے تو بین طور پر حضرت عمر کے افعال و اقوال بالا حضرت رسولؐ کی حیثیت انسانی سے کوئی تعلق رکھتے نظر نہین آتے ہین - خود یہ قول حضرت رسول کا کہ اے خطاب کے بیٹے الخ کافی طور پر ثابت کرتا ہے کہ صلح حدیبیہ کی تعمیل حضرت رسول نے بحکم خداے تعالیٰ کی تھی اپنے جی سے نہین کی تھی اور جتنے افعال و اقوال حضرت رسولؐ سے اس کے متعلق ظہور مین آئے وہ حضرت رسولؐ کے بہ حیثیت رسولؐ یعنی بہ تقاضاے منصب رسالت ظہور مین آئے شمس العلما صاحب کا حضرت عمر کے افعال و اقوال بالا کو حضرت رسولؐ کی حیثیت انسانی پر محمول کر دینا کچھ عجب رفوگری شمس العلما صاحب کی نظر آتی ہے - جناب شاہ عبدالعزیز صاحب حضرت عمر کے بڑے رفوگر گزرے ہین مگر شمس العلما صاحب فن رفوگری مین شاہ صاحب سے کم نظر آتے ہین -

واضح ہو کہ افعال و اقوال حضرتؐ مین تفریق بالا کا ایجاد خود حضرت علی کا ہے - اپنے کو الزام ارتداد سے بچانے کے لیے آپ اس فعل کے مرتکب ہوئے تھے - حضرت کے پیروان اُسی سنت پر قائم ہین اور تا قیامت قائم رہین گے اس تفریق سے حضرت رسول کی کیا کچھ شان مقصور ہے اس کا حس برابر بھی خیال پیروانِ حضرت عمر کو نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا - شمس العلما صاحب بھی وہی

راگ گایا کیے ہین - نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ - حضرت عمر کے جوش محبت مین خدا و رسول و جمیع خاصان خدا
کی توہین و تفضیح ہوجائے ہوجائے مگر حضرت عمر اپنے خیالی منصب و وجاہت پر جس طرح پر ہوسکے
قائم رہ جاوین - جناب شمس العلما صاحب تو اپنی رفوگری سے حضرت عمر کو آپ کی مخالفت حضرت
رسولؐ سے تفریق بالا کی بنا پر بری فرماتے ہین مگر خود حضرت عمر حسب تحریر تاریخ الخمیس یہ فرماتے ہین
کہ مین نے اُس جرأت کے کفارے مین جو بروز حدیبیہ مجھ سے واقع ہوئی تھی اکثر اعمال صالحہ مثل روزہ
و نماز و صدقہ کے ادا کیے اور کرتا رہا - سیرت ابن ہشام مین بھی ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ جو
فعل مجھ سے بروز حدیبیہ سرزد ہوا اسکے خوف سے مین ہمیشہ صدقے دیتا رہا اور بطور کفارہ صوم و
صلوٰۃ کرتا رہا - کیا خوب مدعی سست گواہ چست - راقم کہتا ہے کہ مجھے اسکا یقین نہین ہوتا ہے
کہ شمس العلما صاحب صلح حدیبیہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ امور حضرت عمر کی نسبت تحریر فرما گئے ہین اُنکے
مطابق جناب ممدوح کا عقیدۂ ذاتی بھی تھا - راقم کے شک کی وجہ تحریر ذیل سے منکشف ہوگی -

چودہ یا پندرہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ مین کلکتہ مین اپنے چچازاد بھائی آنریبل جسٹس
سید شرف الدین صاحب مرحوم کا چند روز ون سے مہمان تھا - جب مین نے اپنے وطن واپس جانے
کا ارادہ برادر مرحوم پر ظاہر کیا تو مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ "مولانا شبلی صاحب ایک مہینے کے لیے کلکتہ مین میرے مکان
قیام فرمانے کا قصد رکھتے ہین اور کل تشریف لانے کو ہین - بہتر ہوتا کہ تم اپنی معاودت وطن
کو کچھ دنون کے لیے ملتوی کر دیتے" - مین نے ایسا ہی کیا اور جناب علامہ تشریف لائے - جناب
ممدوح ایسے ہی بزرگ تھے کہ حضرت کی صحبت سے ہر طرح کے استفادہ کی صورت پیدا ہوسکتی
تھی - اکثر خدمت ممدوح مین مین حاضر رہتا تھا - کوئی شک نہین کہ میری دلچسپی ممدوح کی صحبت
مین بہت ہوتی تھی - مولانا کو علوم یورپ سے کم اطلاع حاصل تھی - مین اکثر علماے یورپ کی
تحقیقات علمی کا ذکر کیا کرتا تھا - مذہبی امور چھوڑ کر ہر طرح کے علمی مسائل زیر بحث آجاتے تھے -
لاریب جناب ممدوح بڑے علم دوست اور علم پرور تھے اور مشرقی علوم مین ایک پایۂ امتیاز
رکھتے تھے - اس طرح کی علمی صحبت پر جب تین ہفتہ کا عرصہ گزر گیا - تو ایک دن مولانا نے
اپنے "موازنۂ میر انیس اور مرزا دبیر" کی نسبت مجھ سے دریافت راے فرمائی - مین نے موقع سے
سے کچھ اور امور کی طرف مولانا کی توجہ کو رجوع کر دیا - مگر مجھے بہت تعجب یہ گزرا کہ اثناے گفتگو
مین مولانا نے کچھ ایسی باتین واقعۂ کربلا کی نسبت مجھ سے فرمائین کہ جن سے یہ تو مجھ پر ثابت
نہین ہوسکا کہ ممدوح مذہب امامیہ رکھتے تھے مگر اتنی بات تو میری سمجھ مین ضرور آگئی کہ وہ ارشادا

آپ کے ایسے تھے کہ انھین آپ سنی دنیا کے سامنے تحریرًا پیش نہین کر سکتے تھے۔ اگر ایسا کیے
ہوتے تو آپ اپنے ہی وقت مین سنی دنیا کی نظرون سے بالکل ہی گر جاتے اور آپ کی جو وقعت
سنی دنیا کی نگاہون مین آپ کے بعد بھی اس وقت ہے ہرگز باقی نہین رہتی۔ اُسوقت مجھ پر
پورے طور سے ہویدا ہو گیا کہ آپ ضرور دو مذہب رکھتے تھے۔ ایک عامۂ اہل سنت کے لیے
اور ایک اپنی ذات کے لیے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ اس دن کے بعد سے میری دلچسپی
جناب ممدوح کی صحبت مین ویسی باقی نہین رہی جیسی کہ اُس سے پہلے رہا کرتی تھی۔ اس کے
بعد مین دو تین روز اور کلکتہ مین رہکر وطن کو واپس چلا آیا۔

اب راقم یہ دکھلاتا ہے کہ حضرت رسولؐ ہر وقت اور ہر آن مین منصب رسالت پر
قائم رہتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ وقت نزول وحی آپ رسولؐ رہتے تھے اور اور وقتون مین منصب
رسالت سے علٰحدہ ہو جاتے تھے۔ کوئی شک نہین کہ اس طرح کی تفریق حضرت عمر نے اپنے
ارتداد کے الزام کو رفع کرنے کی نظر سے قائم کی تھی کوئی کہان تک حضرت عمر کی رفوگری کرسکتا
ہے جسکو تھوڑی عقل بھی ہوگی وہ بہ نظر تعجب دیکھے گا کہ حضرت عمر عجب بزرگ تھے کہ جب جنگ کا
کا وقت پیش آیا تھا تو نہایت شرمناک طور پر میدان جنگ سے بھاگ نکلتے تھے اور جب صلح
کا معاملہ پیش آتا تھا تو صلح کے معاملہ کے طے ہونے مین زورون کے ساتھ رخنہ انداز ہوئے
بہر حال اب حضرات مومنین حضرت رسول کے امر منصب رسالت پر نظر توجہ مبذول فرما دین۔

راقم کہتا ہے کہ جب حضرت رسولؐ آیت وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے مورد تھے
تو حضرت عمر یا ان کے پیروان کو تفریق بالا کے قائم کرنے کا کوئی حق نہین دکھائی دیتا ہے جب
آیت بالا حضرت رسول بہ سبیل اجتہاد نہ کچھ کہتے تھے اور نہ کرتے تھے۔ آپ کے تمام افعال و
اقوال مبنی بر وحی ہوتے تھے۔ حضرت عمر چونکہ حضرت رسول سے تا رحلت حضرت رسول بہت سے
امور مین حضرت رسولؐ سے اختلاف کے مرتکب ہوا کیے آپ کو تفریق بالا کے قائم کرنے کی بڑی
ضرورت لاحق ہوئی۔ حق یہ ہے کہ اگر آپ حضرت رسول کو صاحب وحی سمجھتے تو آپ حضرت رسولؐ
سے کسی امر مین اختلاف کو جائز نہین رکھتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسولؐ کو عام
انسان کے برابر کا آدمی سمجھتے تھے اگر آنحضرت صلعم کو صاحب وحی سمجھتے تو گستاخانہ برتاؤ کے
عامل نہ ہوا کرتے۔ آپ کا یہ قول کہ "رسول اللہ علیؑ کی محبت مین اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف
میل فرما جاتے ہین" کافی طور پر ثابت کرتا ہے کہ آپ حضرت رسول کو بہت نیچی نگاہ سے دیکھتے تھے

آپ اگر حضرت رسول کو صاحب وحی سمجھتے تو ایسا لایعنی قول زبان پر نہین لاتے۔ آپ کے افعال واقوال سے ٹھیک رہا ہے کہ آپ حضرت رسول کی رسالت کا دل سے اعتراف نہین رکھتے تھے آپ حضرت رسولؐ کی رسالت کو ایک امر مبنی بر مصلحت سمجھتے تھے جیسا کہ نیپولین کا خیال نفس مذہب کے بارے مین تھا۔ حضرت علی کے بارے مین آپ کا قول بالا کہے دیتا ہے کہ حضرت عمر کے خیال مین حضرت صلعم عدل پروری سے بہت دور تھے اور عوام الناس کی طرح اپنے گھر والوں کی پاسداری ملحوظ رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی تدبیر کبھی ایسی ذات پاک سے ظہور مین نہین آسکتی جسے خدائے تعالیٰ نے مورد وما ینطق عن الھویٰ کا بنایا تھا۔ لاریب ایسا خیال کسی مومن کے دل مین جاگزین نہین ہوسکتا ہے۔ ایسے خیال کے لیے دل ودماغ منافق کا ہونا چاہیے۔ یہ امر کہ حضرت عمر کو شک فی النبوت لاحق رہا کرتا تھا معاملہ حدیبیہ سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن ابی کے معاملہ مین بھی آپ کو اپنی نسبت یہ کہنا پڑا کہ "مجھے اسلام مین لغزش کبھی نہین ہوئی جو اسوقت مین ہوئی"۔ ان دونون معاملات سے بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا ایمان تو درکنار آپ کا اسلام بھی لغزش سے کبھی خالی نہین رہا۔ ظاہر ہے کہ ایسے ایمان یا اسلام کے ساتھ آپ حضرت رسول کی اطاعت یا متابعت کیا کرسکتے تھے۔ اور جب آپ اطاعت اور متابعت کی صلاحیت نہین رکھتے تھے تو حضرت رسولؐ کی عظمت آپ کے دل مین کیا جگہ کرسکتی تھی۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول کو ایک معمولی بشر سمجھکر گستاخیون اور بے ادبیون کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ آپ حضرت رسولؐ کو اپنے ہی سا بشر قیاس کیا کرتے تھے اگر آپ کو دولت ایمان حاصل رہتی تو آپ کم سے کم حضرت رسولؐ کو افضل البشر جان کر حضرت کی اطاعت اپنے اوپر فرض سمجھتے۔ آپ کا حضرت رسول کو ایک معمولی بشر سمجھنا آپ کی ایک سخت خطا تھی اور آپکے پیروان وقت جو ایسا سمجھتے ہین نہایت بر سر خطا ہین۔ قول خدا یہ ہے کہ قل انما بشر مثلکم یوحی الی۔ اس کا مطلب یہ نہین ہوسکتا کہ حضرت رسول سب آدمیون کی طرح ایک آدمی تھے یوحی الی کی تخصیص کے ساتھ آپ عام طبقۂ بشر سے علٰحدہ ہوجاتے ہین۔ جناب مولانا شبلی صاحب عشق عمری کے جوش مین کسر شان محمدی کے خیال کو اپنے پاس پھٹکنے نہین دیتے ہین حضرت عمر کے عشق کا جادو آپ کے سر مبارک پر ہمیشہ سوار دکھائی دیتا ہے۔ ایسا خیال جو حضرت عمر کا تھا اور اس وقت جو جناب شمس العلما کا ہے کہ حضرت رسول آپ ہی صاحبون کی طرح ایک بشر تھے

یہ خیال نہین ہے درحقیقت حضرت رسولؐ کی رسالت اور عصمت پر ایک پوشیدہ حملہ ہے۔ ہرگز مرکوز خدا
یہ نہ تھا کہ اُمت محمدی تفریق عمری کے مطابق کچھ افعال و اقوال حکم حضرت رسولؐ کو حسب تقاضائے حیثیت
انسانی اور کچھ افعال و اقوال کو آنحضرت صلعم کے حسب تقاضائے منصب رسالت مانتے۔ حکم عام خدا کا
قرآن پاک مین یہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل اسلام حضرت رسولؐ کی اطاعت اور متابعت کرین۔ امام فخرالدین
رازی اپنی تفسیر کبیر مین فرماتے ہین کہ حضرت رسول کی اطاعت و متابعت کے حکم سے ثابت ہوتا ہے
کہ حضرت رسول کل اوامر و نواہی مین معصوم ہین اور واجب ہے کہ رسول اپنے کل افعال و اقوال مین
معصوم ہون۔ پھر امام رازی یہ فرماتے ہین کہ تمام افعال و اقوال مین رسول اللہ صلعم کی پیروی واجب
ہے اور بلا شبہہ یہی اصل شریعت ہے یہ بھی امام ممدوح لکھتے ہین کہ کوئی حکم آن صلعم کا بسبیل اجتہاد
صدور نہین پاتا تھا۔ ہر حکم آپ کا وحی پر مبنی ہوتا تھا۔ حضرت عمر چونکہ حضرت رسولؐ کی متابعت سے
اکثر انحراف ورزی کیا کرتے تھے آپ کو اس کی ضرورت لاحق ہوگئی کہ حضرت رسولؐ کے افعال و اقوال
مین آپ تفریق پیدا کرین تاکہ الزام ارتداد سے آپ کو نجات کی صورت حاصل ہوسکے۔ مگر اس تفریق
سے بھی برارِ مدعا کی کم صورت پیدا ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ بہرحال اگر حضرت عمر کو دین محمدی سے
کسی طرح کا تعلق لاحق نہین ہوتا تو اسلام مین اس طرح کی تفریق کا مضمون دخل نہ پائے ہوتا۔
تب حضرت رسولؐ ہر حال مین حضرت رسول سمجھے جاتے اور آن صلعم کی معقولیت حضرت عمر
اور آپ کے پیروان عجیب العقائد کے حملون سے مامون رہ جاتی۔ نہایت جائے افسوس ہے
کہ مردمان ناحق شناس حضرت عمر کو داغ ارتداد سے بچانے کے لیے کسر شان مصطفویؐ کا کچھ خیال
نہین کرتے ہین۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

ضمیمہ نمبر ۱۷

خدائے تعالیٰ و تقدس و جناب حضرت رسالت مآب یک طرف اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب و جناب علامۂ شبلی صاحب یکطرف

حضرت رسول صلعم علی مرتضیٰ علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہین کہ "اگر کوئی آدمؑ کو اُس کی صفوت کے ساتھ نوحؑ کو اُس کی برکت کیساتھ سلیمانؑ کو اُس کی مملکت کے ساتھ لقمانؑ کو اُس کی حکمت کے ساتھ۔ ابراہیمؑ کو اُس کی خلت کے ساتھ۔ ایوبؑ کو اُس کے صبر کے ساتھ یوسفؑ کو اُس کے حسن کے ساتھ۔ داؤدؑ کو اُس کے اخلاق کے ساتھ۔ موسیٰؑ کو اُسکی مناجات کے ساتھ۔ ادریسؑ کو اُس کی منزلت کے ساتھ۔ عیسیٰؑ کو اُس کے زہد کے ساتھ اور محمدؐ کو اُس کی اطاعت کے ساتھ دیکھنا چاہے تو وہ میرے بھائی علی کو دیکھے۔ کسی صحابی کے پوچھنے پر آن صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی جانب سے ایسا نہین کہتا ہون خود خدا نے علی کو اپنے کلام پاک مین پیمبران بالا کے برابر کیا ہے" جیسا کہ آیات قرآنی سے حضرت رسول صلعم کے قول بالا کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس حضرت علی کا مرتبہ خدا اور رسول کے نزدیک کیا ہے راقم کے احاطۂ تحریر سے باہر نظر آتا ہے مگر علامۂ شبلی صاحب بہ تبعیت شاہ ولی اللہ صاحب حضرت عمر کا درجہ بھی کچھ ایسا ثابت کرنا چاہتے ہین کہ جسکو دریافت کر کے عقل حیرت زدہ ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بے ساختہ ہنسی بھی آتی ہے۔ جناب علامہ فرماتے ہین کہ آپ یعنی حضرت عمر سکندر ذوالقرنین تھے یح تھے سلیمان تھے نوشیروان تھے امام ابوحنیفہ تھے امام مالک تھے تیمور تھے وغیرہ وغیرہ۔ خوب کیا خوب۔ ماشاءاللہ۔ کیا خوب جواب قول خدا اور رسول کا حضرت علامہ دے سکے ہین افسوس ہے کہ علامۂ ممدوح نیرو (NERO) شاہنشاہ روما کے نام کا درج کرنا اپنی تصنیف گرامی مین بھول گئے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت عمر کو نیرو کے ساتھ کچھ شکل مشابہت کی دکھائی دیتی ہے نیرو نے شہر روما مین آگ لگا دی تھی اور حضرت عمر نے خانۂ حضرت رسولؐ یعنی خانۂ حضرت فاطمہؑ کے ساتھ ویسا ہی سلوک روا رکھا ؎

یک گونہ نسبتے بتو کافی بود مرا — بلبل ہمین کہ قافیۂ گل بود بس است

واہ جناب شمس العلما صاحب آپ نے حضرت عمر کو حضرت علی کا خوب ہم پلہ بنانا چاہا ہے بلکہ

اسباب ترجیح کے پیدا کرنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھی ہے۔ واقعی مذہب حضرات اہلسنت کا کچھ عجب عالم رکھتا ہے۔ جو بات ہے نرالی ہے۔ سبحان اللہ۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ جناب علامہ صاحب آپ نے الفاروق مین یہ دکھلانا چاہا ہے کہ دُنیا مین جتنے کمالات ہین حضرت عمر کی ذات پر ختم تھے۔ حضرت رسولؐ صلعم کی نسبت یہ مصراع سنا کرتے تھے کہ " انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری"۔ مگر آپ نے تو حضرت عمر کو حضرت رسول کا مدمقابل بنا چھوڑا۔ بلکہ یہ کہئیے کہ بحر العلوم صاحب کی طرح حضرت رسولؐ کے اتالیق اور مصلح کا درجہ بھی حضرت عمر کو آپنے بخشا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کا کیا کہنا ہے۔ اب چونکہ آپ حضرت عمر کو درجۂ رسالت تک بلکہ شیئاً کچھ اس سے بھی بلند تر درجہ کو پہونچا چکے ہین۔ تو ایسی صورت مین آپ کا ہمارے حضرت رسول سے بے نیاز ہو جانا بھی غیر مناسب نہین نظر آتا ہے۔ دو رسول کی تبعیت کی ضرورت ہی کیا ہے خاصکر ایسی حالت مین کہ آپ کے قائم کردہ رسول ہمارے حضرت رسول سے ہمیشہ مخالفت پر تلے رہتے تھے بس آپ کو آسانی اسی مین نظر آتی ہے کہ آپ لا الہ الا اللہ کیساتھ عمر رسول اللہ فرمایا کیجیے۔ محمد الرسول اللہ کہنا تو فضول ہی فضول دکھائی دیتا ہے۔ زشت باشد نوعروسے را دوشوہر داشتن کہین کبیرا دوناو نہ چڑھتے۔ ایک رسول شفاعت کے لیے کافی متصور ہے میرے لیے محمد صاحب آپکے لیے عمر صاحب سے

تو و طوبےٰ و ما و قامت یار — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہان یہ گزارش کردینا خلاف حق نہین معلوم ہوتا ہے کہ راقم کے خیال مین علامۂ ممدوح کے ذاتی عقائد ویسے نہین واقع ہوئے تھے جیسے کہ الفاروق وغیرہ مین دیکھے جاتے ہین۔ اپنے وفورِ علم کے باعث جناب علامہ فضائل مرتضوی سے باخبری رکھتے تھے۔ اپنی تحریرات بالا مین جو اقسام الا کے وحشت خیز مضامین درج فرماتے گئے ہین وہ بہ اسباب ظاہر صرف اس غرض سے ہے کہ سنی دنیا مین ناموری اور محبوبیت کا درجہ حاصل ہو۔ چنانچہ ایسی تحریرات سے جناب ممدوح کو ویسا درجہ حاصل ہوگیا جو جناب ممدوح کا مرکوز خاطر تھا۔ البتہ " موازنہ دبیر وانیس " سے جناب ممدوح کو درجۂ حاصل شدہ مین ترقی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکی اور وہ اس سبب سے کہ دبیر وانیس کی مضامین آفرینی یا تولاے اہلبیتؑ سے حضرات اہل سنت کو کوئی خاص وجہ دلچسپی کی نہین ہوسکتی ہے بالخصوص فرقۂ وہابیہ کو جو نفس مرثیہ نگاری کو بدعت اور شرک جانتے ہین۔ اس مین بھی کوئی شک نہین کہ جناب علامہ کا مذہب ہرگز امامیہ نہ تھا مگر راقم کے گمان مین جناب ممدوح کے عقائد ویسے بھی نہ تھے

جو جناب ممدوح کی تصنیفات مین دیکھے جاتے ہین - العلم عند اللہ - اسی طرح مین ایک اور صاحب کی حقیقت حال سے خبر رکھتا ہون جو دوہرا مذہب رکھتے تھے - یہ صاحب بھی ذی علم تھے اور خاصکر علم کلام سے بہرۂ وافر رکھتے تھے - یہ صاحب گو ایک سخت سُنی خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر اپنی اطلاع وسیع کی بدولت پورے طور پر امامیہ مذہب کو پوشیدہ طور پر اختیار کر چکے تھے اور مین اُن کے اس راز سے پوری واقفیت رکھتا تھا - یہ صاحب فضائل معاویہ مین رسالے پر رسالے لکھا کرتے تھے - مین نے ایک روز تنہائی مین پوچھا کہ جناب آپ تو مذہب امامیہ رکھتے ہین پھر امیر معاویہ کی یہ فضائل سرائی کیسی - موصوف نے اس کے جواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ مین طبابت کا پیشہ کرتا ہون اور صوبۂ بہار مین سُنیون کی کثرت ہے - اس طرح کی فضائل نگاری سے مجھے اکتساب معاش کی صورت ہوتی ہے - علاوہ اس کے مین سنیون کو فضائل معاویہ کے بیانات سے اُنکی مخالفت اہل بیتؑ مین ترقی دیتا ہون جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ گمراہ در گمراہ ہو کر مستوجب نار ہون گے - ظاہر ہے کہ ایسی بدخواہی کسی حال مین روا نہین سمجھی جا سکتی ہے - راقم کی نظر مین اس طرح کے خیالات تمامتر مذموم نظر آتے ہین - انسان کو انسان کا نیک خواہ ہونا چاہیے - نہ کہ بدخواہ ہونا وہ بھی اس طرح کا بدخواہ ہونا کہ کسی کی عاقبت بخیر نہ ہو سکے - مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کے لیے توفیق خیر اور فلاح عقبیٰ کے لیے دل سے دعا کی جائے - عجب کیا ہے کہ مقلب القلوب تقدس و تعالیٰ اپنے کمال رحیمی سے ایسے داعی کی دعا قبول فرمائے - وہ پاک بے نیاز ہر امر پر قادر ہے - کوئی شک نہین کہ جب اس کا فضل شامل حال ہوتا ہے تو ہر سا مخالف بھی حُر ہو جاتا ہے -

ضمیمہ نمبر ۱۸

معاملات قرآنی

قرآن سے مراد ہے وہ اقوال الٰہی جو بہ سبیل وحی حضرت رسول صلعم پر اوقات مختلفہ مین نازل ہوتے گئے تھے۔ وحی براے خود کیا شے ہے۔ اس کا ذاتی علم راقم کو نہین ہے۔ اس لیے کہ وحی راقم پر کبھی نازل نہین ہوئی۔ البتہ اس کے مفہوم سے راقم اس قدر اطلاع رکھتا ہے کہ وحی پیغام خدا کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے کسی اہل بندہ کے ذریعہ سے اس کے عام بندون تک پہونچ جاتی تھی۔ جو ذات مورد وحی ہوتی اُسے پیمبر رسول یا نبی کہتے ہین۔ اب وہ سلسلہ نزول وحی کا منقطع ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ بعد حضرت رسول صلعم کے پھر نہ کوئی پیمبر ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ وحی ربانی پیغامات ہوتی تھی اُن اقوال الٰہی کو حضرت رسول بندگان خدا کو پہونچا دیتے تھے۔ جو افراد اُن اقوال کو پیغام خدا سمجھتے تھے وہ مسلمان کہے جاتے تھے اور جو اُن اقوال کو پیغام خدا نہین سمجھتے تھے کافر کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ اس وقت بھی بندگان خدا سے جو اُن اقوال کو پیغام خدا سمجھتے ہین مسلمان کہے جاتے ہین اور جو اُن اقوال کو پیغام خدا نہین سمجھتے ہین انھین مسلمان کافر کہتے ہین۔ واضح ہو کہ وہ اقوال الٰہی بہ شکل وحی حضرت رسول صلعم پر نازل ہوتے گئے تھے انھین حضرت علیؑ نے عہد حضرت رسول ہی مین حسب روایت بخاری و سیوطی و امیری حوالۂ قلم کر ڈالا تھا۔ اسی بنا پر حسب روایت بخاری آپ اعلان فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس قران مجید ترتیب دادہ حضرت رسول صلعم کا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خداے پاک نے حضرت علی کو اس کار عظیم کی ایک توفیق خاص بخشی تھی ورنہ جامع قرآن ہونا کوئی آسان امر نہین تھا۔ تب ہی تو یہ فرمودہ حضرت رسول صلعم کا ہے کہ القران مع علی وعلی مع القران۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت رسول کے عہد کے آپ جامع قرآن تھے تو آپ کا جمع کردہ قرآن بالیقین ہر طرح کی غلطیون سے پاک تھا۔ آپ کے مقابل مین جامع قرآن ہونے کا دعوےٰ کیا کوئی کر سکتا تھا۔ جس ذات پاک نے عہد حضرت رسول مین قرآن کے جمع کرنے مین اسقدر عرق ریزی کی تھی اُس کے علم قرآن کے سامنے کسی کا علم قرآن کیا حقیقت

رکھ سکتا تھا۔ حضرت علی کا قرآن ایسا تھا کہ اُسکے ہر سورہ کا نام اور اُس کے آیات کا نظم خود حضرت رسول صلعم سے انجام پا چکا تھا۔ لیکن بدبخت مسلمانوں نے ایسے قرآن کو رواج پکڑنے ندیا۔ نہین معلوم کہ وہ قرآن علی کا بلکہ یہ کہیئے وہ قرآن حضرت رسول کا کیا ہوگیا لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآن کا کوئی نسخہ سفاح عباسی کے وقت تک موجود تھا (دیکھو تاریخ الخلفا فی ترجمۂ سفاح العباسی صفحہ ۲۶) راقم کہتا ہے کہ جب عہد سفاح تک علیؑ کا جمع کردہ اور حضرت رسولؐ کا ترتیب دادہ قرآن موجود تھا تو عہد حضرت ابوبکر مین اس کے موجود رہنے مین کوئی گفتگو نہین ہو سکتی خاصکر ایسے وقت مین کہ اُس کے جامع حضرت علیؑ بھی بہ نفس نفیس موجود تھے پس تعجب ہے حضرت ابوبکر سے کہ آپ حضرت علیؑ سے اس کے طالب ہوئے طالب ہونا تو درکنار آپ نے مسند آرائے خلافت ہونے کے بعد ہی ایک کمیٹی قرآن جمع کرنیکی مقرر فرمادی اس کمیٹی نے جس کے ممبر زید ابن ثابت اور ابی بن کعب وغیرہ تھے حضرت خلیفہ کے حکم کی تعمیل کردی۔ اس کمیٹی کا قرآن تا عہد حضرت عمر اپنے حال پر رہا۔ نہایت جائے افسوس ہے کہ حضرت شیخین نے حضرت علیؑ سے ایسی بے رخی اختیار کی کہ آپ صاحبون نے حضرت علیؑ کو اس کمیٹی کا ممبر تک مقرر نہ فرمایا بہرحال جب حضرت علیؑ نے عہد خلافت اولیٰ مین اپنا جمع کردہ اور حضرت رسولؐ کا ترتیب دادہ قرآن پیش کیا تو حضرت شیخین و مخالفانِ خاندانِ پیمبر نے اس قرآن کو قبول نہین کیا اور حضرت علیؑ اُسے واپس اپنے گھر مے آئے اور وہ قرآن حضرت علیؑ کا ایسا تھا کہ اس کی نسبت علامہ ابن سیرین جو اہل سنت کے ایک جید عالم گزرے ہین نہایت حسرت کے ساتھ کہتے ہین کہ اگر علیؑ کا مرتب کردہ قرآن ملتا یا قبول کر لیا جاتا تو اُس سے علم کثیر حاصل ہوتا (دیکھو صواعق محرقہ و تاریخ الخلفا سیوطی) تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن بہ ترتیب نزول و شان نزول جمع کیا گیا تھا۔ اس ترتیب سے واقعات عہد حضرت رسول کے آسانی کے ساتھ سمجھ مین آسکتے تھے۔ اُس کو مذہب اسلام کی ایک صحیح تاریخ کی حیثیت حاصل تھی۔ اُس سے عادات و خصائل صحابہ کے بامراد طور پر ہویدا ہوتے تھے۔ اس سے خلافت خلفا کی قلعی بھی اچھی طرح کھلتی تھی افسوس صد افسوس کہ وہ قرآن مسلمانوں کی بدبختی کی وجہ سے ضائع ہوگیا۔ اگر وہ قرآن موجود رہ جاتا۔ تو اسلام کے بہت سے جھگڑے ظہور مین نہ آتے اور معانی آیات مین کسی کو رائے زنی کا موقع حاصل نہ ہو سکتا۔ مسلمان بھی عجب چیز ہین۔ ایسا قرآن جو جمع کردہ حضرت علیؑ کا اور ترتیب دادہ حضرت رسولؐ کا تھا اس کو مسلمانون نے نہین قبول کیا اور زید ابن ثابت وغیرہ کے قرآن کو گلے لگا لیا۔ واقعی مخالفان خاندان پیمبر کی عجب مسلمانی تھی کہ جس نے اسلام مین طرح طرح کے گل کھلائے معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ اللہ رے خاصکر حضرت عمر کا عناد حضرت علیؑ کے ساتھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے

قسم کھائی تھی کہ حضرت علی کی مخالفت سے کسی حال مین مُنھ نہ موڑین گے ۔حضرت عمر کو معلوم تھا بلکہ حضرت ابوبکر کو بھی کہ القرآن مع علی وعلی مع القرآن حضرت رسولؐ کا فرمودہ ہے ۔ایسی صورت مین حضرت علیؑ کے قرآن سے روگردانی چہ معنی دارد ۔حق یہ ہے کہ یہ روگردانی حضرت علیؑ سے نہ تھی خود حضرت رسول سے تھی ۔اس لیے کہ علیؑ کا جمع کردہ قرآن ترتیب دادہ حضرت رسول کا تھا حضرت عمر حضرت علی کی مخالفت سے کبھی خالی نہین رہتے تھے ۔اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی مخالفت سے بھی آپ کا دل کبھی پاک نہین رہتا تھا جیسا کہ ضمیمۂ نمبر ۱۵ مین آپ کے اس قول کو کہ "رسول اللہ علیؑ کی محبت مین اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرما جاتے ہین"، حوالہ قلم کر چکا ہے اور جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کے ساتھ تو آپ کو مخالفت تھی ہی حضرت رسولؐ کی بھی وقعت آپ کے دل مین کچھ نہ تھی جس کی بنا پر آپ مخالفت حضرت رسولؐ پر تیار رہتے تھے اور حضرت رسولؐ کی مخالفت کو کوئی خوف انگیز امر نہین جانتے تھے ۔آپ کی اس طرح کی مخالفت حضرتِ رسول کی مثالین بہت ہین ۔ اس معاملۂ قرآنی کے متعلق صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر اس فرمودۂ حضرت رسولؐ کو بھی القرآن مع علی وعلی مع القرآن ایک بے وزن قول سمجھتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علیؑ کے جمع کردہ اور حضرت رسولؐ کے ترتیب دادہ قرآن کو رد کر دینے پر جرأت نہ کرسکتے ۔بالمختصر نہایت جائے افسوس ہے کہ مسلمانون کی کمبختی سے وہ قرآن جو حضرت علی کا جمع کیا ہوا تھا اور حضرت رسول کا ترتیب دادہ تھا قبول نہیں کیا گیا ۔نہین قبول کیے جانے کا ایک مطلب یہ بھی تھا ۔ کہ اس ناپذیرائی سے حضرت علی اور خاندان پیمبر کی توہین اور تفضیح کی صورت پیدا ہو جائے ۔ قرآن بلا گفتگو نظام مذہب اسلام کا ایک اتنا اہم جزو ہے کہ ثقلین سے یعنی دو امر عظیم سے ایک امر عظیم ہے ۔مخالفان علی و دشمنانِ خاندان پیمبر نے چاہا کہ علیؑ و خاندانِ پیمبرؐ کو اس امر عظیم سے بہ اسباب ظاہر بے تعلقی پیدا ہو جائے ۔اس لیے قرآن جمع کردۂ علیؑ و ترتیب دادۂ حضرت رسول کو حسن پذیرائی سے محروم کر دیا ۔مسلمانون کی ناعاقبت اندیشی اور حق کشی کا یہ نتیجہ صریح دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان حافظ قرآن ہو جاتے ہین جلسۂ قرآنی کیا کرتے ہین اور روز تلاوت قرآن عمل مین لایا کرتے ہین مگر ایک مسلمان بھی حدیث القرآن مع علی وعلی مع القرآن کو دم بھر کے لیے اور خس کے برابر بھی اپنے دماغ مین کبھی جگہ نہین دیتا ہے ۔ کوئی شک نہین کہ مخالفان علی وخاندان پیمبر نے عدم پذیرائی بالا سے مذہب محمدیؐ کو ایک نئے قالب مین ڈھال دیا ہے اور وہ ایسا قالب ہے کہ جسکو بانی دین اسلام کے قالب سے تمام تر بے سروکاری دکھائی دیتی ہے ۔

حضرت عمر نے قرآن کے جمع کرنے کا یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ حسب حکم خلافت اولی مسلمانان وقت قرآن کے اجزاء لاتے تھے یا زبانی آیتین کمیٹی کے سامنے پڑھتے تھے اور جب اُن پر دو گواہیان گزرجاتی تھین تو وہ جزو قرآن کا درست مان لیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت شیخین کے عہد کا قرآن جمع کیا گیا تھا کیا جائے تعجب ہے کہ اس طرز کا جمع کردہ قرآن تو رواج پا گیا اور حضرت علیؑ کا جمع کردہ اور حضرت رسولؐ کا ترتیب دادہ قرآن رکھ دیا گیا۔ خیر۔ عہد حضرت عمر تک تو یہی کمیٹی والا قرآن مسلمانون کے ہاتھون مین رہا۔ مگر جب حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو آپ نے قرآن موجودہ کی تصحیح و ترتیب کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ تمام دیار اسلام کے نسخہ ہائے قرآنی آپ نے جمع فرمائے اور بعد جلا ڈالنے سب نسخہ ہائے قرآنی کے جو آپ لوگون کا تصحیح و ترتیب یافتہ نسخہ قرار پایا اس کو تمام اسلامی دنیا مین مروج کر دیا۔ یہی قرآن آپ کا جو صحیفۂ عثمانی کا حکم رکھتا ہے اس وقت تمام اسلامی دُنیا مین کلام خدا مانا جاتا ہے۔ تصحیح و ترتیب کے متعلق یہان پر اتنا حوالہ قلم کر دینا ضرور ہے کہ تصحیح قرآنی اس طور پر عمل مین لائی گئی کہ قرآن سے الفاظ "علی" و "آل محمد" نکال ڈالے گئے جس سے منصوصی حیثیت علیؑ و آلِ محمدؐ کی رخصت کر دی گئی اور ترتیب قرآنی کا یہ طور ظہور مین آیا کہ مکی آیتون مین مدنی آیتین گھسیٹر دی گئین اور مدنی آیتون مین مکی آیتین جس کی وجہ سے قرآن کا سمجھنا تفسیرون کے بغیر ایک سخت دشوار امر ہو گیا ہے۔ حضرت عثمان کی تصحیح قرآن کی بدولت خاندان پیمبرؐ کی جو مرمت ہو گئی محتاج بیان نہین ہے۔ حضرت عمر نے تنقیص شان اہل بیت کی جو بنا ڈالی تھی اس کا تکملہ حضرت عثمان کے عہد مین ہو گیا۔ حضرات ناظرین معاملات قرآنی کی نسبت راقم کی تصنیف مصباح الظلم کو اس تحریر کے ساتھ ملاحظہ فرمالین۔ مختصر یہ ہے کہ ماشاء اللہ مسلمانون نے حضرت رسولؐ کی حدیث ثقلین کی خوب تعمیل کی۔ اہل بیتؑ نبوی کی بربادی اور توہین کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ اسی طرح قرآن کے ساتھ وہ کارروائیان اختیار کین جن کو کوئی ذی فہم کافر بھی اچھی نظر سے نہین دیکھ سکتا ہے۔ قرآن کے ساتھ خلافت ثلاثہ کے جو سلوک ہوتے گئے وہ اس کی عظمت کے ایسے کم کر دینے والے نظر آتے ہین کہ پناہ بخدا۔ ایسی بے توقیری کا ایک بین نتیجہ وہ فعل امیر معاویہ کا تھا جو اُن صاحب سے ظہور مین آیا جب وہ خلیفۂ وقت یعنی حضرت علیؑ سے علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھے۔ یعنی امیر صاحب نے سیکڑون نسخے قرآن کے جھنڈون سے آویزان کر ڈالے اور مسلمانون کو یہ حرکت آپ کی مطلق ناگوار نہین گزری۔ اسی طرح خلیفہ ولید نے قرآن کو تیر باران کر ڈالا۔ پوشیدہ نہین ہے

کہ حضرت معاویہ اور حضرت ولید دونون بزرگوار حضرت عمر یعنی زید ابن ثابت کے دین کے پابند تھے پس کیونکر تنظیم قرآن سے اپنے کو آزاد نہ سمجھتے۔

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ زبان انگریزی مین ایک قرآن ہے جس کو راڈول صاحب کا قرآن کہتے ہین - اُس قرآن کی ترتیب نزول آیات کے اوقات کو ملحوظ رکھ کر عمل مین لائی گئی ہے - مگر وہ قرآن زبان انگریزی مین صحیفۂ عثمانی ہے کوئی دوسرا قرآن نہین ہے اس کو حضرت علیؑ اور حضرت رسولؐ کا جمع کردہ اور حضرت رسول کا ترتیب دادہ قرآن نہین قیاس کرنا چاہیے لیکن اُس قرآن کو چاہیے کہ ہر قرآن خوان کم سے کم ایک بار ہی پڑھ لے - اس لیے کہ اُس کی ترتیب علم قرآن معروف کے حاصل کرنے مین بڑی مددگار نظر آتی ہے۔



ضمیمہ نمبر ۱۹

وہابیان نجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اس وقت ہندوستان مین حجاز سے خبرین آرہی ہین کہ وہابیانِ نجد مکہ مدینہ اور مدائن وغیرہ مین ایک مذہبی ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہین - اُن کے افعال و اقوال سے ہندوستان کے فرقہ ہائے اسلام یعنی شیعہ اور سنی دونون بہ استثنائے فرقۂ وہابیہ سخت نالان ہو رہے ہین - اہل نجد وہابی ہین یعنی پیروانِ شیخ عبدالوہاب نجدی ہین اور تقاضاے مذہب سے وہ اُمور اُن سے سرزد ہورہے ہین جن سے فرقۂ اہل سنت و اہل تشیع مین اس طرح کی بےچینی پھیلی ہوئی ہے - فرقہ ہائے وہابیہ بھی اقسام اہل سنت سے ہین مگر اہل سنت سے اس طور پر علٰحدگی رکھتے ہین کہ اہل سنت کے ائمہ اربعہ سے تمامتر بے سروکاری رکھتے ہیں - یعنی تقلید ائمہ اربعہ سے تمامتر آزاد ہیں - یہ فرقہ عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اسی لیے اپنے کو اہل حدیث اور غیر مقلد کہتا ہے اس مذہب کے بانی شیخ عبدالوہاب نجدی گزرے ہیں جن کے زمانہ کو چار سو برس سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے وہ صاحب شیخ نجدی کے لقب سے بھی مشہور ہیں - آپ کا دین نجد سے شروع ہوکر ہندوستان میں بھی پھیل گیا ہے - ہندوستان مین اس کے بڑے رواج دینے والے سید احمد صاحب مرحوم گزرے ہیں - ستر برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ آپ کے مریدین ہندوستان میں بہت اشخاص موجود تھے - اس مذہب کے ایک مشہور بزرگ مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بھی ناموری پیدا کی تھی - پٹنہ مین بھی اُس مذہب نے کچھ زور پکڑا تھا - مگر گورنمنٹ انگلشیہ کو جب معلوم ہوگیا کہ اُس مذہب والے سرکار انگلشیہ سے بسبیل جہاد ہندوستان کو لے لینا چاہتے ہیں تو سرکار نے حضرات وہابی کی گرفتاری شروع کردی جس سے ان کا زور بہت ٹوٹ گیا - اب بھی حضرات وہابی پٹنہ اور دیگر مقامات میں موجود ہیں مگر بہ اسباب ظاہر پولیٹیکل فسادات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں - اسی بنا پر سرکار انگلشیہ کو اُن سے اب کوئی وجہ مخاصمت کی نہیں ہے - اس فرقۂ وہابیہ کے ایک نامی بزرگ سر سید احمد خان صاحب علیہ الرحمۃ بانی کالج علیگڈھ بھی تھے - یہ سارے حضرات وہابی اہل سنت سے تھے اور ہیں مگر پیروان حضرات ائمہ اربعہ اُنکو گمراہ سمجھتے ہیں اسطرح

وہ بھی پیروان حضرات ائمہ اربعہ کو گمراہ جانتے ہیں۔ از روے عقائد مذہبی حضرات اہل حدیث خدا کو خدا اور رسول کو رسول اور خلفا کو خلفا مانتے ہین۔ لیکن عام اہل سنت سے اس طور پر علیحدگی رکھتے ہیں کہ حضرات ائمہ اربعہ کی پیروی سے بے سروکاری رکھتے ہیں۔ ہم اہل تشیع کے نزدیک اہل حدیث اسیقدر مسلمان ہین کہ جسقدر پیروان حضرات ائمہ اربعہ مسلمان ہیں۔ لیکن اس وقت جو رنگ اہل نجد کا حجاز مین ہو رہا ہے وہ ایسا ہے کہ ہم اہل تشیع اُن کو مسلمان نہین کہہ سکتے۔ اس وقت کے اہل نجد کا تو مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضرت رسولؐ کی رسالت سے بھی قولاً و فعلاً اقرار نہین رکھتے ہین۔ تب ہم اہل تشیع اُن کو محمدی کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ مالک حجاز ہو کر اہل نجد نے ایسی اُودھم مچا رکھی ہے کہ پناہ بخدا۔ تمام مقدس مقامات کو برباد کر ڈالا ہے۔ مزارات و مساجد و روضہ ہائے متبرک وغیرہ وغیرہ منہدم کر ڈالے ہین اور اب حضرت رسالت مآب صلعم کے روضہ کو بھی منہدم کر ڈالنے کا قصد رکھتے ہین۔ آنحضرت صلعم کے روضہ کا نام اُن گمراہون نے صنم اکبر رکھا ہے۔ بقرینۂ غالب پولیٹکل خوف سے وہابیانِ نجدی اس فعل زشت کے ابھی تک مرتکب نہیں ہوئے ہین۔ لیکن رفع خوف کے بعد اُن سے اس گناہ کے ارتکاب کا ظہور مین آجانا خلاف توقع نہین نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل نجد نے مذہب وہابی میں ترقی کی صورت پیدا کر کے وہابیانِ ہندوستان کے عقائد سے ایک علٰحدہ سلسلہ عقائد کا پیدا کیا ہے۔ راقم کو اُن کی یہ ترقی زوال کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ ایسی پریشان خیالیون کے ساتھ کسی دین یا مذہب کو استواری یا پائداری کی شکل حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اہل نجد کی چالیں اس وقت کی گاتھس اور وینڈلس (Goths & Vandals) کی نظر آتی ہیں جس طرح پر گاتھس اور وینڈلس صفحۂ ہستی سے غائب ہو گئے یہ اہل نجد بھی غائب ہو جانے والے نظر آتے ہین۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ وہابیان نجد نے مذہب وہابی مین اسطرح کی جدت کو دخل دیا ہے کہ حضرت رسول صلعم کی رسالت سے بھی برسر انکار ہو گئے ہین۔ وہابیان ہندوستان حضرت رسول کی رسالت سے منکر نہین ہوسے تھے۔ لیکن اب وہابیان ہندوستان مین بھی وہی نجدی رنگ آنے لگا ہے اگر کچھ نہین تو اتنا ضرور ہے کہ وہابیان نجد کی سرسبزی سے وہ حضرات نہایت خرسند ہو رہے ہین۔ خیر مذہب وہابیان کی بنا اس طور پر واقع ہوئی ہے کہ اس کا دار و مدار کتب احادیث اہلسنت پر ہے۔ وہ کتابین مدون حیثیت رکھتی ہین اور باقاعدہ مدارس اسلامیہ اہل سنت میں پڑھائی جاتی ہین۔ کس قدر عقلاً حدیث کا علم قابل اعتماد ہے راقم کی تحریر ذیل سے واضح ہوگا۔

یہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ حضرت رسولؐ اپنی امت کی تعلیم قولی اور فعلی ذرائع سے بھی فرمایا کرتے تھے - یہی تعلیمات احادیث کا حکم رکھتی ہیں - حاضر باشان دربار مصطفوی یعنی عہد نبوی کے اہل اسلام حضرت صلعم کے افعالی اور اقوالی امور کو اپنی استعداد کے مطابق ذہن نشین کر لیتے تھے اور اُن کو بہ سبیل روایت اشاعت دیتے تھے - اس صورت سے احادیث کا کثرت کے ساتھ وقوع مین آجانا خلاف فطرت متصور نہین ہے - اسی کے ساتھ یہ بھی نہ نہار خلاف فطرت نظر نہیں آتا ہے کہ احادیث کی روایتون مین کمی بیشی کی صورت پیدا ہو سکے - چنانچہ اس فطری امر کو ملحوظ رکھکر حضرت خلیفۂ اول نے احادیث کی طرف اپنی توجہ بالکل کم کر دی تھی حضرت خلیفہ فرماتے ہین کہ مین نے تحقیق کے ساتھ پانچ سو حدیثین جمع کین مگر اُن کو بھی ناقابل وثوق سمجھ کر جلا ڈالا - حضرت خلیفۂ دوم نے اس سے بھی زیادہ سختی کی راہ اختیار کی آپ نے راویان حدیث کو قید کرنا اور دُرّے لگانا شروع کر دیا - ابو موسیٰ اشعری بمشکل دُرے کھانے سے بچ گئے اور ابو ہریرہ صاحب روایت بازی سے تا عہد حضرت عمر باز آگئے - یہ تو روایت احادیث کا تماشا عہد حضرت شیخین مین نظر آتا ہے - لیکن محل استعجاب یہ ہے کہ امام محمد اسمٰعیل بخاری نے حضرت رسول صلعم کے دو سو چھتیس برس کے بعد ایک ضخیم کتاب حدیث کی ایسی مرتب کر ڈالی کہ جس کو اہل اسلام کتاب باری یعنی قرآن شریف کے بعد قابل عظمت مانتے ہیں - تماشا ہے کہ حضرت شیخین تو روایت احادیث سے اسقدر اجتناب رکھتے تھے مگر امام بخاری نے ہر طرح کے رطب و یابس احادیث سے اپنی کتاب کو بھر ڈالا - ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص کی روایت حدیث پر کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے جنھون نے نہ حضرت رسول صلعم کا زمانہ دیکھا اور نہ حضرت رسول صلعم کے صحابیون کے ہم پلہ سمجھے جا سکتے ہین - علاوہ اسکے امام موصوف کی کتاب کے بہت راوی ایسے ہین کہ جو امیر معاویہ اور عبد الملک وغیرہ کیطرف سے وضع حدیث پر مامور کیے گئے تھے اور ایسون نے ہزارون ہزار حدیثین وضع کر ڈالین علیہم ما علیہم - ظاہر ہے کہ ایسے راوی کیا اور اُن کی روایتین کیا - لاحول ثم لاحول - جیسے بیدین خلیفہ ویسے اُن کے وضاع حدیث - راویان امام بخاری سے ایسے اشخاص بھی ہین - جیسے مروان جس نے امام حسن علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم اُن اہلبیت سے ہو جو ملعون ہین حالانکہ وہ لعین جو مردود ان درگاہ خدا و رسول سے تھا اور خود اُس قبیلہ کا ایک ممبر تھا جس کے لیے قرآن مین شجرۂ ملعونہ نازل ہوا ہے - مجھے نہ مروان نہ عبد الملک نہ امیر معاویہ نہ حضرت عثمان اور نہ ابو سفیان اور نہ کسی بنی اُمیہ کے معاملات سے اسقدر حیرت ہوتی ہے جس قدر کہ حضرت عمر کے اس فعل سے کہ قبیلۂ بنی اُمیہ کو ملعون قرآنی جانکر اور بھی حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف اُس

قبیلہ کے پشت پناہ بن بیٹھے - جناب خلافت مآب کے فعل بالا کے نتائج سے کون پڑھا لکھا آدمی وقوف نہین رکھتا ہے - یہ حضرت خلیفہ ہی کے افعال نامناسب کا نتیجہ تھا کہ عہد حضرت عثمان مین صحاب رسولؐ پر سختیان طرح طرح کی گزرین شرفاے کوفہ وغیرہ ذلیل و خوار کیے گئے حضرت کے مقرر کردہ گورنر نے مسجد مین شب کی پی ہوئی شراب حالت نماز مین قے کر ڈالی دو رکعت نماز کی جگہ چار رکعت نماز پڑھا دی جتنے مردودان درگاہ خدا و رسولؐ و تنزیلی فاسق تھے مدینہ مین طلب کرلئے گئے پھر اُن کے ساتھ طرح طرح کے لطف و مدارات کے ساتھ حضرت خلیفہ پیش آتے گئے طرح طرح کی بے ایمانی شیطانی بے عنوانی حضرت خلیفہ کے عہد مین ظہور پذیر ہوتی رہین یہان تک کہ کثرت بے اعتدالی کی وجہ سے آخر خود حضرت خلیفہ کی جان پر آبنی - نہین معلوم کہ حضرت عمر نے حضرت عثمان مین کس صفت حمیدہ کا پُر زور جلوہ دیکھا تھا کہ بڑی بڑی چالون سے حضرت عثمان کو خلیفہ حضرت رسولؐ بنا گئے - ظاہراً حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کی اور کوئی وجہ نہین تھی الا یہ کہ حضرت عثمان قبیلہ بنی اُمیہ کے ایک ممتاز ممبر تھے چونکہ قبیلہ بنی اُمیہ کو خدا نے قبیلہ ملعونہ قرار دیا تھا اور حضرت رسول قبیلہ بنی اُمیہ سے نفرت تامہ رکھتے تھے - ایسی صورت میں حضرت عمر بنی اُمیہ کو سر پر چڑھاتے تو کیا کرتے - اسی سر چڑھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اُمیہ جنکو جناب رسالتمآب صلعم نے دس برس کی محنت شاقہ مین ایسا زیر و زبر کر ڈالا تھا کہ اب ان میں کسی طرح کی سلطنت کی طاقت نہین باقی رہی تھی سرِ نو سے صرف ایک قوی قبیلہ نہین بن گئے - بلکہ تمام بلاد اسلام کے بادشاہ بھی ہوگئے - حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر ابوسفیان کے دستگیر نہ بن جاتے اور حضرت عثمان کو درجۂ خلافت تک نہین پہونچا دیتے تو دین اسلام کی تاریخ نے ایک دوسری صورت دکھائی ہوتی - حضرت عمر کی بنی اُمیہ پرستی کی بدولت وہ سب امور ظہور مین آئے جو اسقدر نامطبوع رنگ رکھتے ہین - مثلاً معاودت مردودان درگاہ خدا و رسولؐ کی مدینہ مین فسادات حضرت عثمان کے عہد کے سول وارس (civil wars) بین المسلمین جن مین جنگ صفین و واقعۂ کربلا و خروج بنی ہاشم و دوستداران بنی ہاشم داخل دکھائی دیتے ہین ملحدانہ اقوال و افعال بنی اُمیہ عہد خلفاے بنی اُمیہ مین معاملات قرآنی عہد حضرت عثمان مین ظہور وضاع احادیث عہد امیر معاویہ و عبد الملک مین و من قبیل ذالک انواع طرح کے افعال قبیحہ جن کے مرتکب بنی اُمیہ کے سوا کوئی دوسرا قبیلہ اُن کے ارتکاب کی استعداد نہین رکھتا تھا چونکہ حضرت عمر حضرت رسول کی مخالفت پر ہمیشہ دل سے تلے رہتے تھے - حضرت خلافت مآب کی نخاقت معاملات بنی اُمیہ کے لگاؤ سے کوئی حیرت انگیز نقشہ نہین پیش کرتی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ

کہ حضرت عمر ضرور اپنے کو حضرت رسولؐ کا مدمقابل سمجھتے تھے اور اگر حضرت رسول کی رسالت کا دل سے اعتراف رکھتے تھے تو بھی اس کے ساتھ اس رسالت کی شرکت کے اعتراف سے خالی نظر نہین آتے ہین۔ دوسرے مخالف حضرت علیؑ کے حریز بن عثمان رجبی دکھائی دیتے ہین جو حضرت علی کی تنقیص شان زورون کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ تنقیص شان مرتضوی کی مثالون سے درگزر کرکے راقم صرف ایک واقعہ درج کرتا ہے کہ جب یحییٰ بن صالح سے کسی نے پوچھا کہ تم حریز سے کیون روایت حدیث نہین کرتے تو یحییٰ نے کہا کہ مین کیونکر ایسے شخص سے روایت کرون کہ جسکا یہ حال ہو کہ جب وہ مسجد سے نکلتا تھا تو ستر مرتبہ صبح اور ستر مرتبہ شام حضرت علیؑ پر لعنت کرلیتا تھا۔ آفرین بر یحییٰ بن صالح کہ اُنھون نے حریز کو قابلِ وثوق نہ سمجھا۔ مگر واہ امام بخاری صاحب آپ تو حریز کے بڑے قدردان نظر آتے ہین کہ اُس عاقبت برباد کی روایتون سے اپنی صحیح کو مزین کرڈالا۔ تیسرے امام بخاری کے قابل قدر عمران بن حطان دکھائی دیتے ہین جو ایک مشہور خارجی تھا اور جسکا ذکر سابق مین الۂ قلم ہوچکا ہے۔ علیہ ماعلیہ مختصر یہ ہے کہ صحیح بخاری بلکہ تمام صحاح ستہ کچھ عجب رنگ کی کتابین دکھائی دیتی ہین کہ جنکی ترکیبون کو دیکھکر عقل متحیر اور ششدر رہوجاتی ہے۔ بالمختصر اہل حدیث کے مذہب کی ساری کائنات ایسی ہی کتب حدیث ہین۔ اسی سے مذہب اہل حدیث کے نیک وبد کو اہل انصاف موازنہ کرلین۔ جس مذہب کی بنا ایسی کتابون پر واقع ہوئی ہے اسکی نسبت زیادہ عرض کرنا فضول ہی فضول ہے عیان راچہ بیان۔ خیر۔ جس وضع پر مذہب اہل حدیث ہندوستان مین رواج پذیر ہوا تھا اب وہ مذہب اسلام کے ایک فرقہ کے مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی جس طور پر اور فرقہ ہائے اسلام کہے جانے کا حق رکھتے ہین مذہب اہل حدیث بھی فرقۂ اسلام کہے جانے کا حق رکھتا ہے مگر جو امور اب اس مذہب کی نسبت ملک حجاز مین سُننے جاتے ہین وہ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں کہ وہان کا مذہب اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔ حجاز مین اہل نجد بہت سے وحشیانہ افعال کے مرتکب ہوتے گئے ہین اور ہورہے ہین۔ وہان کے مقامات مقدسہ اور مزارات پاک کے ساتھ انکے سلوک ایسے ہوئے ہین کہ کوئی بھی شایستہ قوم دنیا کی ویسے افعال کی مرتکب نہین ہوسکتی۔ اہل نجد ایک وحشی خصائل گروہ نظر آتے ہین۔ بہرحال وہابیان نجد اپنے افعال کو ذریعۂ اندراس شرک سمجھتے ہین۔ کوئی شک نہین کہ اسلام کو شرک سے کوئی واسطہ نہین ہے۔ مگر جو اہل نجد کا خیال شرک کی نسبت ہے اسکا متقاضی اسلام نہین ہے۔ اہل نجد لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کو شرک قرار دیتے ہین۔ عقل سلیم کے نزدیک یہ دونون کلمے تمامتر علیحدہ علیحدہ ہین۔ اول کلمہ مضمون توحید پر مشتمل ہے

اور دوسرا اس مضمون پر کہ حضرت رسولؐ اُسی اللہ احد کے رسول ہین - اس اقرار رسالت کو اللہ کے
اقرار توحید سے تمامتر علٰحدگی لاحق ہے پس اس اقرار رسالت کو اہل نجد شرک کیونکر قرار دے سکتے ہین
اسی طرح اہل نجد کے نزدیک تمام عمارات تاریخی چہ مساجد و چہ مزارات بزرگان دین سب کے سب
احاطۂ شرک مین داخل نظر آتے ہین - اسی لیے تمام یادگاران کہن حجاز مین صفحۂ ہستی سے معدوم
کردی گئی ہین - اب صرف ایک روضہ حضرت رسول صلعم کا بربادی سے باقی رہ گیا ہے وہ قریب ہے
کہ منہدم کردیا جائے - پولیٹیکل وجوہ سے ابھی تک وہ عمارت مقدس اہل نجد کے ہاتھون سے بچی ہوئی
ہے مگر کب تک - اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ اس طرح کے انہدام کی کارروائی اسلام مین
اول اول ایجاد کردہ حضرت عمر کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اہل توہب اس سنت عمری کے قدرشناس
ہوکر اس کے پابند ہورہے ہین - حضرت عمر کی اس طرح کی حیرت انگیز اور اندوہ خیز کارروائی کی
سرگزشت ذیل مین حوالۂ قلم کی جاتی ہے -

جب حضرت رسول صلعم نے دیکھا کہ آپ کے اکثر مشیرون سے ضعف ایمان کی وجہ سے
قریش کے مقابلہ مین استقلال کو راہ نہ دے سکین گے - تو آنحضرتؐ نے ایک درخت سمرہ کے نیچے
اپنے امتیون سے اس امر کی نسبت بیعت لی کہ اہل اسلام استقلال کے ساتھ دشمنان اسلام کے
ساتھ مقابلہ کرین گے اور حسب عادت قدیمہ کارزار سے راہ فرار اختیار نہین کرینگے - اس بیعت کا
نام بیعت تحت الشجرہ اور بیعت الرضوان کتابون مین دیکھا جاتا ہے - یہ بیعت تو مسلمانون نے
کرلی مگر اکثر اُن سے اُس بیعت کی شرم ملحوظ نہین رکھ سکے - اُن بیعت کرنے والون مین حضرات
خلفائے ثلٰثہ بھی تھے - اس بیعت کے کچھ زمانہ کے بعد ہی کفار قریش بڑے سازوسامان کے ساتھ
حضرت رسولؐ کے مقابلہ کے لیے دیار اسلام کی طرف بڑھے - مقام حنین مین آنحضرت صلعم سے
صف آرائی ہوئی - مختصر یہ ہے کہ اکثر بیعت کرنے والے میدان جنگ سے بھاگ نکلے - حضرت رسول
چیخ چیخ کر بھاگنے والون کو یا اہل السمرہ کے خطاب سے پکارتے ہی رہے اور فرار سے منع فرماتے ہی
رہے مگر بھاگنے والون نے حضرت صلعم کی ایک بھی نہین سُنی - لیکن اس پکار کا البتہ اتنا نتیجہ
ظہور مین آیا کہ بھاگی ہوئی جماعت سے ایک سو آدمی کے قریب میدان جنگ کو لوٹ آئے - مگر
حضرات ثلٰثہ ایسے بھاگے اور ابتدائے جنگ ہی مین بھاگے کہ کچھ نہین معلوم ہو سکا کہ کدھر
غائب ہوگئے - فن تاریخ کہتا ہے کہ اگر حیدر کرار اس جنگ مین شریک نہین ہوئے ہوتے تو ایک
بھاری شکست اسلام کو لاحق ہوجاتی اور اسلام کا کیا حشر ہوجاتا محتاج بیان نہین ہے - اہل قصیت سے

پوشیدہ نہین ہے کہ یہ آخر جنگ تھی جو درمیان حضرت رسول اور کفار قریش کے واقع ہوئی۔ اس جنگ کے بعد قوم قریش مین کوئی حلاوت باقی نہین رہی اور پھر کوئی فساد اسلام مین رونما نہ ہوسکا یہان پر قابل عرض امر جسکو اہل نجد کی عمارات شکنی سے تعلق نظر آتا ہے وہ فعل حضرت عمر کا ہے جو حضرت کے عہد خلافت مین درخت بالا کے متعلق ظہور مین آیا تھا۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اُسی فعل کے تتبع سے اہل نجد اُن افعال کے مرتکب ہوئے ہین جن کی خبرین اس وقت سارے ہندوستان مین گشت کر رہی ہین اور جنکو دریافت کرکے ہر شیعہ و سُنی کے دل کو تکلیف عظیم لاحق ہو رہی ہے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ وہ فعل حضرت عمر کا یہ تھا کہ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت مین اُس درخت سمرہ کو جسکے نیچے آنحضرت نے اپنی اُمت سے بیعت لی تھی کٹوا ڈالا اور وجہ کٹوا ڈالنے کی یہ بیان فرمائی کہ اس طرح کی یادگارون سے انبیاے سلف کی امتین گمراہ ہوگئی تھین۔ یعنی مبتلاے شرک ہوگئی تھین۔ یہ دلیل قرین عقل نہین معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے کہ شرک کو یادگاران بزرگان سے کوئی تعلق نہین نظر آتا ہے۔ اس اصول پر لازم تھا کہ حضرت عمر حضرت رسول کی قبر کو سب سے پہلے منہدم کر ڈالتے اس لئے کہ احتمال شرک اُس درخت کے اعتبار سے قبر حضرت رسولؐ سے بہت زیادہ تھا۔ کوئی جاے تعجب نہین ہے کہ خلافت مآب ایسا ہی کر گزرتے مگر پولیٹکل وجہون سے اس فعل ناپسندیدہ سے باز رہے۔ کوئی شک نہین کہ اُسی طرح کی پولیٹکل وجہون سے ابھی تک اہل نجد ایسے فعل زشت سے باز رہتے ہین۔ حضرت عمر کے فعل بالا سے باز رہ جانے کی ایک اور وجہ بھی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسی قبیح کارروائی کے اختیار کرنے سے حضرت ابوبکر کی قبر کے ساتھ بھی آپ کو وہی سلوک روا رکھنا پڑتا جو حضرت رسولؐ کی قبر کے ساتھ آپ کو کرنا ہوتا۔

راقم کہتا ہے کہ درخت بالا کے قطع کر ڈالنے کے لیے حضرت عمر ہی کا سا دل درکار تھا۔ غیر معمولی طور پر شقاوت دل رکھے بغیر کوئی شخص ایسے فعل کا مرتکب نہین ہوسکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یا حضرت عمر اپنے زمانہ مین ایسے کام کے انجام پر قادر ہوسکے یا اس وقت اہل نجد ایسے کامون پر قادر ہو رہے ہین۔ کاش اس درخت قطع کردہ کی ایک انچ برابر چھال بھی راقم کو نصیب ہوجاتی تو اُسے توشۂ آخرت سمجھکر اپنے ساتھ قبر مین لیجانے کے لیے مستعد رہتا۔ ؎

مرا عہدیست با جانان کہ تا جان دربدن دارم | ہواخواہان کویش را چو جانِ خویشتن دارم

لاریب اگر حضرت عمر کو حضرت رسول کے ساتھ کسی طرح کا قلبی تعلق حاصل رہتا تو درخت بالا کے ضائع کر ڈالنے پر قادر نہو سکتے۔ آپ کو تو حضرت رسول کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کی مخالفت ہی

لاحق رہی پس درخت بالا کو کاٹ نہ ڈالتے تو کیا کرتے - ظاہرا ایک وجہ اور بھی درخت بالا کے کاٹ ڈالنے کی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی اُس درخت کے نیچے حضرت رسول ؐ کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کی تھی کہ جنگ قریش سے فرار نہیں کرینگے - مگر جب جنگ حنین پیش آگئی - تو آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کی طرح سب سے پہلے میدان حنین سے فرار کر گئے نعوذ ثم نعوذ - پس کوئی جائے تعجب نہیں ہے کہ اُس درخت کو دیکھکر آپ کو اپنا اور اپنے ہم مذاقون کا فرار یاد آتا ہوگا جس سے دل میں آپ کو ندامت کی تکلیف سخت لاحق ہوا کرتی ہوگی - پس کوئی شک نہیں کہ ایسے ایذا دہ درخت کا صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا جانا آپ کے لیے قرین راحت قلبی مقصود تھا -



ضمیمہ نمبر ۲۰

جناب حضرت مولوی خواجہ حسن نظامی صاحب اور حضرت کی مذہبی کشمکش

جناب خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ حضرت عثمان کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے ویسا ہی پیچیدہ ہے۔ ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرتا ہو جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اُس کو بہت مشکل ہوگی کیونکہ وہ ایک طرف دیکھے گا کہ حضرت عثمان رسول خدا صلعم کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے اور اُن کا ادب اس کے دل مین حد درجہ کا ہوگا۔ دوسری طرف تاریخی واقعات سے اُس کو حضرت عثمانؓ کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتین نظر آئینگی جو اُن کی شہادت کے اسباب مین معاون ہوئین۔ ایسی حالت مین اُس کو چاہیے کہ واقعات سب لکھدے اور اپنا ادب نہ چھوڑے۔ مین سنی ہون مجھپر حضرت عثمان کی عزت و حرمت لازم ہے۔ اُن کی خلافت اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار مین نہین ہے۔ خدا کو معلوم کہ اس کی حقیقت کیا ہے" حضرات ناظرین۔ واقعی جناب خواجہ صاحب کی مذہبی کشمکش کی حالت نہایت افسوس انگیز نظر آتی ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ "وہ ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرتا ہو حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اُس کو بہت مشکل ہوگی" کچھ عجیب مضمون ہے۔ راقم کہتا ہے کہ غیر طرفدار کو تو حسن برابر بھی مشکل پیش نہ آئیگی۔ البتہ جو سُنی لکھے گا وہ ہزار طرح کی مشکل مین پڑے گا۔ یہ قول جناب خواجہ صاحب کا کوئی اصلیت نہین رکھتا ہے۔ مشکل اُسی پر آگریگی جسے جناب خواجہ صاحب کی طرح تقاضائے مذہب سے مجبور ہوکر طرفداری کی راہ اختیار کرنے سے چارہ نہ ہوگا۔ ایسی طرفداری کے ساتھ کسی امر کی حقیقت سچائی کے ساتھ کسی حوالۂ قلم نہین ہوسکتی۔ اسی مجبوری کی وجہ سے حضرت ممدوح سے جب کچھ کہتے نہین بنتی تو تمام معاملات عثمانی کو خدا کے سر ڈالتے ہین۔ خدا تو ہر امر کا فیصلہ ایک دن کر ہی دیگا۔ مگر کیا ضرور ہے کہ آج خدا کی دی ہوئی عقل سے ہم کام نہ لین حضرت عثمان کا قصہ ہی کیا ہے۔ البتہ سُنی ہوکر انسان حضرت عثمان یا کسی مخالف اہل بیت کے معاملہ کے سمجھنے پر قادر نہین ہوسکتا ہے۔ ورنہ سرگزشت حضرت عثمان کی اسی قدر ہے کہ آپ یکے از نامی مہاجرین و نامی اصحاب سے ہین۔ مگر آپ جیسے نامی مہاجر اور نامی صحابی ہین آپ کی شان سے بہت بعید تھا کہ آپ جنگ احد اور جنگ حنین سے حضرت رسولؐ کو

زغۂ اعدا مین چھوڑ کر بے محابا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرح فرار کر گئے اور اسی طرح جنگ خندق اور جنگ خیبر مین کوئی خدمت حضرت رسولؐ اور اسلام کی عمل مین نہین لا سکے۔ آپ کی خلافت یابی کی یہ صورت ہوئی کہ حضرت عمر کی جان توڑ کوشش کی بدولت آپ کو درجۂ خلافت حاصل ہو گیا۔
حضرت عمر کو آپ کی خلافت یابی کے لیے کوشان ہونیکی چار وجہین معلوم ہوتی ہین ایکؔ یہ کہ مضمون فرار کے اعتبار سے آپ کو حضرت عمر کے ساتھ پوری برابری حاصل تھی۔ دوؔم یہ کہ حضرت عمر کو جس قدر حضرت علیؑ کے ساتھ عداوت لاحق تھی اُس سے کم آپ کو بھی حضرت علیؑ کے ساتھ بغض وعناد لاحق نہ تھا سوؔم یہ کہ تخلف جیش اُسامہ کے شرف مین بھی آپ حضرت شیخین کے تمامتر برابر تھے۔ چہاؔرم یہ کہ حضرت عثمان بنی امیہ سے تھے بنی اُمیہ سے جسقدر خلوص وتولا آپ کو حاصل تھا اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے۔ خلیفہ ہو کر آپ نے خلافت رانی ایسی کی کہ آپ کے حالات وواقعات کو حوالۂ قلم کرتے وقت سنی تاریخ نگارون پر کیا گزری ہوگی خدا کو معلوم۔ مختصر داستان آپ کی خلافت رانی کی یہ ہے کہ خلیفہ ہوتے ہی آپ نے اپنے قبیلہ کے تمام مردودان درگاہ خدا ورسول کو اپنے اردگرد جمع کر لیا۔ ایک تنزیلی فاسق کو ایک ملک کا حاکم بنا دیا۔ اپنی قوم کے چند اشرار کو خلعتین دے ڈالین چند بدوضعون کو بہت کچھ مال وزر سلطنت کے بخش دیے۔ بہت سے شرفاے مسلمین پر طرح طرح کی سخت جفائین کین۔ بہت سے اہل آبرو کو بے آبرو کر ڈالا۔
ایک نامی اور گرامی صحابی کے ساتھ نہایت بے شرمی اور بے رحمی کی کارروائی اختیار کی۔ دوس عشرۂ مبشرہ کے ساتھ ایسے سلوک کیے کہ کوئی سنی اسے پسند نہین کر سکتا۔ پھر ایک خلیفہ زادہ کیساتھ اقبلو واقتلو کی ایسی چال چلے کہ ایسی چالون کی بدولت آخر آپ کی جان پر آبنی۔ ایک ناواقف حقیقت بوجھ سکتا ہے کہ حضرت عثمان جیسے ناقابل شخص کی خلافت رانی کے لیے حضرت عمر ایسی کوشش بلیغ کے کاربند کیون ہوئے۔ واضح ہو کہ حضرت عمر کی ایسی کوشش معما کا حکم نہین رکھتی ہے۔ اس کوشش بلیغ کا مطلب صرف یہی تھا کہ خلافت یا حکومت بلاد اسلام کی بنی ہاشم یعنی قبیلۂ رسولؐ اللہ کی طرف منتقل نہ ہو جا سکے۔ قبیلۂ بنی اُمیہ مین جا پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عمر کی آرزو پوری ہو گئی۔ نہین معلوم کہ حضرت عمر کو حضرت رسول اور قبیلہ حضرت رسولؐ یعنی قبیلۂ بنی ہاشم کے ساتھ کس طرح کا عناد قلبی لاحق تھا کہ آن صلعم کی رحلت کے بعد آن صلعم کے خاندان والون کے ساتھ شدت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا رہا۔ ہرچند خدا ورسول قبیلۂ بنی امیہ کو ملعون ٹھہراتے ہی رہے۔ مگر حضرت عمر نے حضرت عثمان کو خلافت رانی کی

راہ پر لاکر وہ کام کر ڈالا کہ جس کی بدولت بنی ہاشم کے خون صدیون تک پانی کی طرح عرصۂ گیتی مین بہا کیے اور جس سے بنی ہاشم ہر طرح پر کمزور ہوگئے - واقعۂ کربلا بالیقین ایک ممتاز نتیجہ حضرت عمر کی پالیسی بالا کا ہے - کیا جائے حیرت ہے کہ جسقدر خدا و رسولؐ کو بنی اُمیہ سے نفرت لاحق تھی اسی درجہ حضرت عمر کو اس قبیلۂ ناپاک کے ساتھ محبت و تولا - چونکہ حضرت عمر کو قبیلۂ بنی ہاشم سے عداوت قلبی لاحق تھی حضرت عمر کو اس سے چارہ نہ تھا کہ بنی اُمیہ کے دوست اور مربی بنے رہین بہ اسباب ظاہر حضرت عمر کو بنی ہاشم کے تباہ کر ڈالنے کا اسکے سوا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا کہ بنی امیہ کے بغیر بنی ہاشم کو تباہ کر سکین - بنی ہاشم کا مدمقابل جو قبیلہ تھا تو وہی بنی اُمیہ تھا - آپ کا قبیلہ بنی عدی یا حضرت ابوبکر کا قبیلہ بنی تیم کچھ ایسا بے موقر تھا کہ اُن کے ذریعہ سے بنی ہاشم کا ضرریاب ہونا صورت امکان نہین رکھتا تھا - علاوہ مضمون بے وقری کے خود حضرت شیخین اپنے اپنے قبیلہ پر کوئی اثر نہین رکھتے تھے - اس بناء پر آپ دونون صاحب اُن سے کسی طرح کی اعانت کی امید نہین رکھ سکتے تھے - بہرحال چونکہ حضرت عمر کو نیل مرام کی دوسری صورت اسکے سوا نہ تھی کہ حضرت عثمان کو اپنا جانشین بنا سکین آپ نے حضرت عثمان کی خلافت یابی کے لیے جان توڑ کوشش کی - حضرت عثمان مین کسی قسم کی قابلیت مودعہ نہین ہوئی تھی - آپ مطلق ملک داری کی صلاحیت نہین رکھتے تھے - حقیقت یہ ہے کہ آپ جنگی ملکی اور مالی کامون کی صلاحیتون سے تا استر معرا تھے - اس پر بھی حضرت عمر کے کام کے آدمی تھے - بہ اسباب ظاہر اُس وقت حضرت عثمان سے مناسب تر کوئی دوسرا شخص سارے عرب مین ایسا نہ تھا جسکے ذریعہ سے حکومت عرب قبیلہ بنی امیہ کیطرف منتقل ہوسکتی حضرت عمر نے بلا لحاظ اس امر کے کہ اسلامی دنیا کو حضرت عثمان کی خلافت یابی سے کیا نتیجہ حاصل ہوگا - آپ کی خلافت یابی کا سامان کر کے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے - خلیفہ ہوکر آپ نے ایسے جوہر دکھلائے کہ جس کی نسبت سرسید علیہ الرحمۃ لکھتے ہین کہ "حضرت عثمان نے سب خراب کر دیا" کوئی شک نہین کہ معزالیہ واقعی ایک قابل عظمت بزرگ تھے - گو راقم کے ہم مذہب نہین تھے مگر اُن کی عظمت راقم کے دل مین اُن کی چند مذہبی تحقیقات کی وجہ سے بہت کچھ ہے - واقعی مرحوم مین وہ عظمت خدا کی جانب سے مودعہ ہوئی تھی کہ اس صدی کے اسلامی اہل علم و قلم مین دیکھی نہین جاتی ہے - یہ اُسی غفران مآب کا کام تھا کہ جس نے ثابت کر دیا کہ حضرت رسولؐ کا اسم معظم یعنی محمدؐ تورات مین موجود ہے - بہ اطلاع راقم آج تک کسی اسلامی عالم سے یہ کام نہین انجام پایا تھا - مرحوم بالطبع خلوص پرور تھے بہرمعاملہ

جیسا سمجھتے تھے ویسا ہی زبان پر لاتے تھے یا حوالۂ قلم کر دیتے تھے۔ ہر گفتار مین مرحوم کی زبان مرحوم کے دل کا ساتھ کسی درجہ تک دیتی تھی۔ مرحوم جس امر کو اپنے زعم مین قرین حق سمجھتے تھے اسکے اظہار مین تامل نہین کرتے تھے۔ انھین وجہون سے بد مذاقانہ حب جاہ نہین رکھتے تھے زیادہ حصہ اہل علم اور اہل قلم کا اس صدی مین ایسا ہی نظر آتا ہے کہ زمانہ کی ضرورتون کو دیکھکر زبان و قلم سے کام لیتا ہے۔ حق گوئی اور حق جوئی تو درکنار رات دن اسی فکر کی گرفتاری ہو کہ نام آوری اور وقار کی صورت کسی صورت سے قائم رکھئے یا حاصل کیجئے۔ کسی وقت مین راقم سے ایک معزز صاحب نے یہ کہا تھا کہ "فرقۂ کثیرہ یعنی اہل سنت کے خلاف مذہب رہکر تم محبوبیت کا درجہ حاصل نہین کر سکتے"۔ یہ نصیحت یا موعظت اُن معزز صاحب کی راستی سے خالی نہ تھی۔ مگر حصول محبوبیت کے لیے نعوذ باللہ اظہار حق سے روگردانی لاریب اعلیٰ درجہ کی گمراہی اور سفلہ نشی ہے۔ کوئی شریف طبیعت اس کا متحمل نہین ہو سکتا۔ میری اطلاع مین ایسے اہل علم تھے اور کچھ اب بھی ہین جو اپنی ضرورتون کی بنا پر دوہرا مذہب رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ خداے تعالیٰ نامعقول طور کے حب جاہ سے اپنے بندون محفوظ رکھے اور حق یہی ہے کہ جو خدا کے خاص بندے ہین وہ اس طرح کی بلاؤن سے مامون ہین بفضلہ ویمنہ تعالیٰ و تقدس

جناب خواجہ صاحب عوام اہل سلام کے خوش کرنیکی غرض سے بلا لحاظ حق نگاری تحریر فرماتے ہین کہ "حضرت عثمان رسول خدا صلعم کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے"۔ جسکو حقیقت حال سے اطلاع ہوگی وہ ایسی ابلہ فریبی سے آپکے دام تزویر مین گرفتار نہین ہو سکتا ہے۔ تحریر بالا کا عنوان یہ ہے کہ ناظرین یہ سمجھے کہ جیسے حضرت علی رسول خدا کے داماد تھے ویسے ہی حضرت عثمان بھی تھے اسی طرح کی ابلہ فریب تحریرون کے گرفتار ایک سُنی صاحب نے کسی وقت مین مجھ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ آپ کے علیؑ صاحب تو ایک فاطمہؑ کی وجہ سے حضرت رسولؐ سے دامادی کا رشتہ رکھتے تھے مگر حضرت عثمان غنی حضرت رسول کی دو صاحبزادیون کے شوہر تھے۔ تنقیص شان مرتضوی تو حضرات اہل سنت کا قدیمی شعار ہے۔ بہرحال اُس لاعلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ دو لڑکیان جو حضرت عثمان کے ازدواج مین درآئی تھین قطعی طور پر حضرت رسول کی صلبی بیٹیان نہین کہی جاسکتی ہین۔ اُن کے نام رقیہ اور کلثوم ہین۔ ان کی نسبت مختلف کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے علماے اہل تشیع کے درمیان امر بالا کی نسبت آپس مین اتفاق نہین ہے ویسا ہی علماے اہلسنت بھی برسر اتفاق نہین ہین۔ کچھ علماے شیعی اور کچھ علماے اہل سنت اس کے قائل ہین کہ

دونون لڑکیان حضرت خدیجہ کے بطن سے اور حضرت سرور کائنات کے صلب سے تھین۔ اسکے برخلاف کچھ علماے اہل تشیع اور کچھ علماے اہل سنت اس کے قائل ہین کہ وہ دونون لڑکیان بطن حضرت خدیجہؓ اور اُن کے شوہر سابق سے تھین مگر اُن کو آن صلعم نے پرورش کیا تھا۔ تیسرا خیال بعض علماے شیعی اور بعض علماے سنی کا یہ بھی ہے کہ وہ دونون لڑکیان نہ حضرت رسول اور نہ حضرت خدیجہؓ کی تھین بلکہ وہ دونوں لڑکیاں حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی تھیں اور بعد ازدواج آن صلعم حضرت خدیجہ کیساتھ حضرت کی خدمت مین آگئی تھین۔ تمام روایات پر نظر ڈالنے سے کوئی شک نہین کہ قطعی فیصلہ امر بالا کا دشوار دکھائی دیتا ہے۔ مگر راقم اُن دونون لڑکیون کو ہالہ کی بیٹیان اس لیے سمجھتا ہے کہ اگر وہ لڑکیان بھی حضرت فاطمہ کی طرح حضرت رسولؐ کی بیٹیان ہوتین تو اُن کی ممتاز بنتیت کی بنا پر اُن کے حالات کو ارباب سیر و تاریخ وضاحت کے ساتھ درج تصنیفات کرتے۔ تب اس طرح کے اختلافات بسیار فریقین کے علما کی تحقیقات مین ظہور پذیر نہین ہو سکتے۔ راقم کا خیال یہ ہے کہ وہ دونون لڑکیان ہالہ کی بیٹیان تھین اور حضرت خدیجہ کے زیر سایہ پالی گئین تھین یہ ایک فطری امر ہے کہ بے اولاد نسوان بہن کی اولاد کو اپنے پاس رکھکر ان کی پرورش کرتی ہین۔ حضرت خدیجہ کو چونکہ اپنے سابق کے شوہر سے کوئی اولاد نہین ہوئی تھی اگر خدیجہ ممدوحہ نے رقیہ اور کلثوم کو اپنے سایۂ عاطفت مین لے لیا ہو تو کوئی تعجب نہین خاصکر کہ جب حضرت ممدوحہ ایک ذی دولت بی بی تھین اور ہالہ حضرت ممدوحہ کا مقدور نہین رکھتی تھین۔ بہر حال اتنے احتمالات کے ساتھ جناب خواجہ صاحب کا حضرت عثمان کو حضرت رسول کا قطعی طور پر داماد قرار دینا تقاضاے سنیت سے معلوم ہوتا ہے۔ تنزلاً بالفرض اگر وہ دونون لڑکیان بطن حضرت خدیجہؓ اور صلب حضرت رسول سے مانی بھی جائین تو اس سے اُن دونون لڑکیون کو حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا و الیہا سے مساوات نہین ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ جناب سیدہ کا شرف اُن کی ذاتی صفات و کمالات نفسانی و روحانی پر مبنی تھا۔ اور وہ شرف آن صلعم کے دیگر اولاد کے لیے مختص نہین ہوا تھا۔ حضرت عثمان کو ایسی قرابت کے حاصل ہو جانے سے کوئی خاص شرف کی بات نہین نظر آتی ہے۔ حضرت رسول نے اپنی لڑکی زینب کو عمر عاص سے بیاہ دیا تھا جس وقت وہ کافر تھے۔ رقیہ و کلثوم اسوقت بیاہی گئی تھین جسوقت کفار کو لڑکی دینا شرع مین حرام نہ تھا۔ اس طرح کی بہت سی نظیرین بدو اسلام مین دکھائی دیتی ہین۔ ایسے ازدواج سے حضرت عثمان کو حضرت علی کا ہم پلہ سمجھنا ایک طرفہ امر ہے ایسی سمجھ سنیت کے بغیر کسی کو حاصل نہین ہو سکتی ہے۔ کچھ شک نہین کہ جناب خواجہ صاحب

ماشاء اللہ ایک بڑے ذی علم بزرگ ہین - ہرگز ایسا نہین ہے کہ جناب ممدوح فریقین کے حضرات علما کے اختلافات بالا کے اطلاع نہین رکھتے ہین اسپر بھی تقاضاے ضرورت سے حضرت عثمان کو حضرتِ رسول کا داماد قطعی طور پر قرار دے ہی دیا ہے - اسی طرح حضرت عثمان کو ایک مقرب صحابی بھی بنا ڈالا ہے -

راقم کہتا ہے کہ جس صحابی مین مقرب صحابی کے اوصاف نہین پائے جاتے ہین اُسے مقرب صحابی کہہ دینا راست گوئی سے منزلون دور ہے - حضرت رسول کو جنگ احد اور جنگ حنین مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرح نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر کمال بزدلی سے فرار ہو گئے پھر غزوۂ خندق وخیبر بلکہ تمام غزوات وسرایا مین خس برابر بھی حضرت رسول اور دین خدا کی کوئی خدمت نہین کر سکے حضرت شیخین کے شریک حال تخلف جیش اُسامہ مین رہے اس پر بھی جناب خواجہ صاحب حضرت عثمان کو مقرب صحابی قرار دیتے ہین - خلیفہ ہی ہو کر حضرت عثمان نے کیا کیا عمدہ کام کیے جن پر بنی آدم کو ناز ہو سکتا ہے - خلیفہ ہوتے ہی آپ نے اپنی قوم کے تمام مردودان درگاہ خدا و رسول کو اپنے اردگرد جمع کر لیا - حکومتین ایسے فاسقون کے حوالہ کر دین جنکو خس برابر حق اُن کے پانے کا نہ تھا - غیر مستحقین کو مال و زر بخشے - ممتاز اصحاب رسول پر ایسی سختیان کین کہ کسی صاحب رحم اور صاحب حیا سے ظہور مین نہین آسکتی ہین شرفا اہل اسلام پر وہ جفائین روا رکھیں کہ کوئی حق شناس مسلمان اُن کا مرتکب نہین ہو سکتا ہے - ایک خلیفہ زادہ کو بہ سبیل فریب قتل کر ڈالنا چاہا - مگر اس کے قتل پر قادر نہ ہو سکے - قرآن پاک کے ساتھ ایسی کارستانیون کے عامل ہوئے کہ قرآن قرآن نہ رہا صحیفۂ عثمانی ہو گیا - ضرور ہے کہ بروز جزا قرآن مبین داور محشر اپنی مظلومیت کا دادخواہ ہو بس اگر حضرت عثمان کی طرح کے مقرب صحابی حضرت رسول کے ہوا کرتے تھے تو ایسے مقرب صحابیون کو دور ہی سے سات سلام - جناب خواجہ صاحب کی بقیہ تحریر ایسی ہی ہے کہ بے سُنّی ہوئے اسکی قدر شناسی دشوار نظر آتی ہے اور حق یہ ہے کہ سُنّی ہوئے بغیر کوئی اُن سے لذت اندوز نہین ہوسکتا بقیہ تحریر کا منشا یہ ہے کہ سمجھو سب مگر بولو کچھ نہین - جہان سُنّی ہونے کی وجہ سے کہتے نہ بنے اس کو خدا کے سر دے مارو - حقیقت حال یہ ہے کہ چونکہ مذہب اہل سنت کی بنا عداوت اہل بیت پر واقع ہوئی ہے - جناب خواجہ صاحب اور آپ کے ہم مذہبون کو اس سے چارہ نہین ہے کہ معاندان ومخالفان اہل بیت علیہم السلام کی دستگیری بوضع بالا کرین - مگر ظاہر ہے کہ ایسی دستگیریان دشمنان اہل بیت کے دوستدارون کی بروز محشر قاضی محشر کے آگے حضرات اہل بیت کے مقابلہ مین کچھ کام

نہ آئے گی - محنت برباد گناہ لازم - اب رنگ بالا کی ایک اور تحریر جناب خواجہ صاحب کی درج ذیل ہوتی ہے -

جناب خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ "خدا کی مرضی مین کس کو دخل ہے - ذرا دیکھنا بصرے کے سامنے لوگ کھڑے ہین اور کیا چاہتے ہین - یہ حضرات رسول خدا کے مقبول یار و اصحاب ہین جنھون نے اُس دن سے کچھ پہلے آدھی دُنیا کو اسلام کے آگے سرنگون کیا تھا جس کی تلوار کی دھاک سے روے زمین کے بادشاہ لرزتے تھے ایک طرف حضرت علیؑ بنت رسولؐ کے شوہر اور خود رسول کے بھائی اور تمام خوبیون سے بھرپور جنھون نے دنیا مین روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا - دوسری طرف نبی کی چہیتی حضرت عائشہ حبیب خدا صلعم کی محبوبہ بیوی جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہین اور جن کی پاکی کو قرآن شریف نے ثابت کیا اور دونون کیساتھ بڑے بڑے اصحاب رسول ہین - طلحہ و زبیر وہ لوگ ہین جن کے جنتی ہونے کی خود رسول اللہ نے بشارت دی تھی - مگر آج انھون نے ایک دوسرے پر تلوار اُٹھائی ہے - آج یہ آپس مین خون بہانے کو جمع ہوئے ہین اس کا سبب بھی جانتے ہو کیا ہے ؟ -

سنو! خداے تعالی اپنی شانین دکھاتا ہے اور اپنے رسول کی پیشین گوئی پوری کرانی چاہتا ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ عثمان شہید ہون گے اور اُن کے بعد تمھارے آپسمین خوب تلوار چلے گی - خدا کی حکمت مین کون دخل دے سکتا ہے - اسی کو معلوم ہے کہ اُس نے یہ تماشے کس مقصد سے دکھائے ہم لوگون کو چاہیے کہ ان لڑائیون مین دخل نہ دین اور ہم ان کو بُرا نہ کہین کیونکہ ہم کو دونون برابر ہین - اس لیے حق و ناحق کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہین ہے "

جناب خواجہ صاحب مخالفان و معاندان علیؑ کو الزام بغاوت سے بچانے کے لیے تحریر بالا مین طرح طرح کی رنگ آمیزیون سے کام لیتے گئے ہین حتیٰ کہ غلط نگاری کو بھی کام مین لائے ہین آپ فرماتے ہین کہ "وہ لوگ جو حضرت علیؑ سے مقابلہ کے لیے بصرے کے سامنے کھڑے ہین حضرت رسول صلعم کے ایسے یار و اصحاب ہین جنھون نے اس دن سے کچھ پہلے آدھی دُنیا کو اسلام کے آگے سرنگون کیا تھا " واضح ہو کہ ممتاز ترین حاربان علیؑ سے جنگ جمل کے متعلق طلحہ و زبیر و ابن زبیر تھے مخالفان بالا سے ایک شخص بھی ایسا نہین از روے تاریخ عرب نظر آتا ہے کہ جس نے دنیا کے سولھوین حصہ کو بھی اسلام کے آگے سرنگون کیا تھا آدھی دنیا کا تو ذکر ہی فضول ہے - یہ کیا طرز تحریر ہے - نعوذ باللہ - اس کو ابلہ فریبی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہین - طلحہ اور زبیر اسلام کے مجاہدین سے

کسی وقت مین نہین نظر آتے ہین نہ عہد حضرت رسولؐ مین اور نہ حضرت رسول اللہ کے بعد ابن زبیر کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ سی طرح مخالفان علیؑ سے جو شریک جنگ جمل ہوئے تھے ان مین سے کوئی ایسا شخص نہین نظر آتا ہے کہ جس کی تلوار کی دھاک سے کوئی بادشاہ روے زمین کا لرزا ہو۔ یہ تمام مخالفان علیؑ طلحہ زبیر اور ابن زبیر کے کلاس کے آدمی دکھائی دیتے ہین اور بقرینہ غالب آپ ہی کے کیرکٹر یعنی اطوار کے بھی آدمی ہون گے۔ کتب تواریخ کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اور زبیر سخت درجہ کے حریص دنیا تھے۔ آپ دونون صاحبون نے ادھر حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور فوراً انکس بیعت کر ڈالی۔ بیعت کرنے کے بعد ہی آپ دونون صاحبون کو یقین ہو گیا کہ حضرت علیؑ کے ذریعہ سے آپ صاحبون کو مال ناجائز کے اکتساب کی صورت پیدا نہ ہوسکے گی۔ پس تیر کی طرح حج کے بہانے سے مکہ کو روانہ ہو گئے۔ مکہ مین پہونچکر فساد کے سامان شروع کردیے اس فساد انگیزی کی شرکت کی صلاحیت حضرت عائشہ سے زیادہ اور کسی مین تھی نہین۔ آپ بہ اغوا ے طلحہ و زبیر علیؑ کے مقابلہ کے لئے فی الفور تیار ہو گئین اور عداوت علی کے زور پر باغیان علیؑ کے ساتھ بصرے کو روانہ ہو گئین۔ اسوقت مکہ مین حضرت ام سلمہ موجود تھین۔ حضرت عائشہ نے جناب معظمہ کو بصرے چلنے کی بہت ترغیبین دین۔ مگر حضرت ممدوحہ کی متانت اور حق شناسی ایسی باغیانہ اور ظالمانہ فعل کے شریک ہونے کی آپ کو کب اجازت دے سکتی تھی آپ ایسے فساد کی شرکت سے نہ صرف تا متر باز رہین بلکہ حضرت عائشہ کو بھی زور دون کے ساتھ باز رکھنا چاہا۔ مگر حضرت ممدوحہ مفسدین کے پنجہ فریب مین پڑ چکی تھین اور خود بھی فطرۃً حق و ناحق کی تمیز نہین رکھتی تھین بے محابا طلحہ اور زبیر کے ساتھ بصرے کو روانہ ہو گئین اور نہایت جائے افسوس ہے کہ خدا اور حضرت رسولؐ کے اس حکم کی تعمیل سے کہ "اے ازواج رسولؐ اپنے اپنے گھر مین بیٹھی رہو" قاصر رہ گئین۔ بصرے کی راہ مین حضرت ممدوحہ کو واقعہ خواب کا پیش آیا۔ پھر کیا تھا جھوٹ گواہی دینے اور دلانے کے لیے طلحہ و زبیر و ابن زبیر موجود ہی تھے۔ اہل تاریخ لکھتے ہین کہ اسلام مین یہ پہلی جھوٹی گواہی ہے جو ظہور مین آئی۔ معاذ اللہ کیا حرص دنیا طلحہ و زبیر پر غالب تھی۔ تو یہ ہی پہلی عشرہ مبشرہ کا شرف جن کو حاصل ہو وہ بزرگوار کچہریان ہندوستان کے بے ایمانون کی طرح جھوٹی گواہی دین اور دلوائین اور اس پر بھی قطعی جنتی مانے جائین۔ ہذا شئی عجاب۔ لاحول ثم لاحول۔

وہ مذہب ہی کیا وقعت رکھ سکتا ہے جس مین سچا اور جھوٹا برابر سمجھا جاتا ہے۔

یہ قول جناب خواجہ صاحب کا کہ "ہم کو دونون برابر ہین" کچھ عجیب قول ہے۔ کوئی صاحب عقل علیؑ کو اور طلحہ و زبیر کو برابر نہین مان سکتا ہے۔ علیؑ ہرگز کاذب نہ تھے۔ برخلاف علی کے طلحہ اور زبیر راس الکذاب نظر آتے ہین۔ حق یہ ہے کہ جس مذہب مین حق و ناحق کی تمیز کوئی شے نہین ہے درحقیقت وہ مذہب کوئی شے بھی نہین ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ حضرت رسول نے طلحہ و زبیر کو جنت کی بشارت دی ہے ایسا مضمون دکھائی دیتا ہے کہ عقل سلیم اس کو کسی حال مین باور نہین کرسکتی ہے۔ عقل مین یہ بات جگہ نہین کرسکتی ہے کہ جن لوگون نے حشمہ حواب پر جھوٹی گواہی دی اور دلوائی تھی حضرت رسولؐ کے بشارت یافتۂ جنت تھے۔ جھوٹی گواہی دینے والا اور دلانے والا اس کے ساتھ علی کا حارب نہ شہید مرسکتا ہے اور نہ قطعی جنتی ہوسکتا ہے۔ مگر جناب خواجہ صاحب اس امر عجیب کو باور فرماتے ہین اور کیون نہ باور فرماوین جب آپ زورون کے ساتھ فرماتے ہین کہ "سُنی ہون" حق بھی یہی ہے کہ سُنی ہوئے بغیر کوئی شخص ایسے عقیدۂ حیرت افزا کا قائل اور پابند نہین ہوسکتا ہے۔ واضح ہو کہ طلحہ و زبیر و نیز بعض دیگر عشرۂ مبشرہ والون کے اطوار پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عشرۂ مبشرہ کا مضمون ایک بے بنیاد امر ہے۔ اول تو عشرہ مبشرہ کی تعداد ہی معرض گفتگو دکھائی دیتی ہے دوم یہ کہ عشرۂ مبشرہ مین جب کھپت ایسے لوگون کی دیکھی جاتی ہے جیسے طلحہ اور زبیر تھے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عشرۂ مبشرہ کا مضمون ایک ساختہ مضمون ہے اور صرف ایسا مضمون ہے کہ اہل سنت کے سوا کسی فرقۂ حق شناس کے کام کا نہین ہے۔

جناب خواجہ صاحب باغیان علی کی ستایش کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی مداحی مین فرماتے ہین کہ "آپ وہ محبوب بی بی ہین کہ جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہین"

راقم پوچھتا ہے کہ جب حال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بڑی تحقیق کے ساتھ پانچ سو حدیث نبوی جمع کرسکے اور اُن کو بھی غیر قابل اعتماد سمجھکر جلا ڈالا اور حضرت عمر راویان احادیث کو قید کرتے تھے اور دُرے لگاتے تھے تو اسقدر حدیثین اوصاف حضرت عائشہ مین کہان سے دستیاب ہوسکین جیسا کہ جناب خواجہ صاحب بالا مین ارشاد فرماتے ہین۔ تب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثین امیر معاویہ اور خلیفہ عبد الملک کے وجود باجود کی بدولت وجود پذیر ہوئی ہونگی اُن دنون اہل سنت کے خلیفون نے وضع احادیث کا بڑا سامان کیا تھا اور بڑے بڑے وضاع حدیث اس کام پر مامور

کیے گئے تھے - بہرحال حضرت عائشہ کی مداحی کے لیے صرف یہ ایک صفت کافی ہے کہ حضرت ممدوحہ ام المومنین ہین۔ ہر مسلمان پر آپ کی عزت و عظمت فرض ہے - اس سے زیادہ آپ کی مدح سرائی حق کا خون کرنا ہے۔ آپ خلاف قول پیر دستگیر یعنی صاحب غنیۃ الطالبین نہ افضل النساہین اور نہ آپ کو دیگر امہات المومنین پر افضلیت حاصل ہے - حق یہ ہے کہ اگر آپ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی نہوتین تو اہل سنت آپ کو بھولے سے بھی نہین یاد کرتے - یہی حال حضرت حفصہ کا بھی نظر آتا ہے کہ حضرت عمر کی بیٹی ہونے کی وجہ سے کسی قدر صورت امتیاز رکھتی ہین - مگر محبوبیت کا درجہ نہ حضرت عائشہ کو حاصل تھا اور نہ حضرت حفصہ کو - محبوبیت کی صفت اگر دونین سے ایک کو بھی ہوتی تو حضرت رسولؐ نہ حضرت حفصہ کو طلاق رجعی دیتے اور نہ حضرت عائشہ کو طلاق دینے کے خیال مین ہوتے کما لایخفی علی اہل التحقیق - یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے جو حضرت عائشہ طلحہ اور زبیر کے ساتھ حضرت علیؑ کے خلاف مین جنگ جمل کی شریک ہوگئین۔ حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ سے عداوت سخت لاحق تھی - صرف علیؑ ہی سے نہین بلکہ حضرت فاطمہؑ و حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت حسنینؑ علیہما السلام سے بھی - حضرت علیؑ سے تو جنگ جمل ہی آپ لڑین - حضرت فاطمہؑ سے تو کبھی برسر ارتباط نہ رہین - مری ہوئی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بدگوئیان حضرت رسولؐ سے کرتی رہین - مرے امام حسنؑ کو قرب حضرت رسول مین دفن ہونے نہ دیا - اور اگر عہد یزید تک زندہ رہ جاتین تو قتل حسینؑ کی مبارکباد ضرور یزید کے پاس بھیجتین - مین اس سے زیادہ حوالۂ قلم کرنے کی ضرورت نہین دیکھتا ہون - مگر مین ایسا بے ادب بھی نہین ہون کہ آپ کی پاکدامنی کے مضمون کو بلاضرورت آپ کی اوصاف شماری کے لگاؤ سے حوالۂ قلم کیا کرون جناب خواجہ صاحب کی اس تحریر پر مجھے نہایت تعجب گزرتا ہے کہ آپ حضرت ممدوحہ کے بیان اوصاف مین فرماتے ہین کہ "جن کی پاکی کو قرآن نے ثابت کیا" آپ کی پاکدامنی پر کون راستی پرست حرف لگا سکتا ہے - ملعون اور دروغ پرور کے سوا ایسے فعل کا کون مرتکب ہوسکتا ہے آپ کی پاکدامنی کا بے محل ذکر کس قدر دلخراش معلوم ہوتا ہے - آپ کی پاکدامنی اہل صفا اور حق شناسون کے نزدیک خارج از بحث دکھائی دیتی ہے - خدائے تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا روئے سخن اُن ملاعین کی طرف ہے جو حضرت رسول کی ناموس و عزت کے دشمن تھے اور جنھون سے بعض لعینون نے حضرت کی آبروریزی کی نظر سے ہجوین منظوم کی تھین - راقم کے نزدیک یہ ایک بڑی بدمذاقی بلکہ بڑی بے ادبی نظر آتی ہے کہ حضرت معظمہ کے بیان اوصاف مین حضرت

ممدوحہ کی "پاکی" کا بھی ذکر پیش لایا جائے۔ حضرت معظمہ لاریب پاک تھین۔ پاک کو زورون کے ساتھ پاک کہنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ حضرات اہل سنت کا جیسا مذاق ہو مگر راقم ایسے ذکر کو فضول بلکہ قرین بے ادبی سمجھتا ہے۔ باقی تحریرین جناب خواجہ صاحب کی تمامتر کشمکش کا رنگ رکھتی ہین۔ جناب خواجہ صاحب کے استدلال کا طور ایسا نظر آتا ہے کہ معاملات حضرت علیؑ و امیر معاویہ بلکہ معاملات امام حسینؑ اور یزید مین بھی مخالفان خاندان پیمبرؐ آپ کے طور استدلال کو اختیار کرسکتے ہین۔ المختصر جناب خواجہ صاحب کی تحریر سے عیان ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت متقاضی اسی کا ہے کہ راون بھی اچھا اور رام چندر بھی اچھے۔ شیطان لعین بھی اچھا اور جبرئیل امین بھی اچھے لیکن غنیمت مذہب ہنود کا دکھائی دیتا ہے کہ اُنکی ساری رامائن حق و ناحق کی تمیز سے مملو نظر آتی ہے افسوس ہے سُنی مسلمانون پر کہ حق شناسی سے بہ تقاضائے مذہب تمامتر معرّا دکھلائی دیتے ہین حسب تحریر جناب خواجہ صاحب ظالم و مظلوم مومن و فاسق صادق و کاذب قانع و حریص طالب دُنیا و طالبِ آخرت سب کے سب برابر سمجھے جاتے ہین۔ واہ رے تقاضائے مذہب اہل سنت تیرا کیا کہنا ہے۔ ظاہرا یہ دین تو محمد عربیؐ کا دین نہین معلوم ہوتا ہے۔ یہ صریحًا ایک ساختہ دین دکھائی پڑتا ہے۔ تعجب ہے کہ قرآن پاک کچھ اور کہتا ہے کقولہ تعالیٰ افمن کان مومنًا کمن کان فاسقا لا یستوون اور جناب خواجہ صاحب کچھ اور فرماتے ہین۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ باوجود اپنے تعصبات نامتناہی اور معتقدات لایعنی کے مقاتلان حضرت علیؑ کو اپنے تحفہ مین غیر برحق و مخطی فرماتے ہین اور حضرت علی کو برسرحق مانتے ہین لیکن جناب خواجہ صاحب کی تحریر سے عیان ہوتا ہے کہ جیسے علی ویسے ہی طلحہ و زبیر وغیرہ بھی مردانِ خدا سے ہین اور کوئی برسر خطا نہین ہے۔ ایسے عقیدے کا پابند ہونا آسان کام نہین ہے۔ ایسے عقیدہ کے لیے بڑے فقدانِ فہم کی ضرورت ہے۔ ہوش و حواس و قوت فیصلہ رکھکر آدمی کیونکر ایسے خیال کو دماغ مین جگہ دے سکتا ہے کہ جنگ جمل مین حضرت علی اور مخالفان حضرت علیؑ یعنی طلحہ و زبیر وغیرہ اور جنگ صفین مین حضرت علیؑ اور امیر معاویہ وغیرہ اور جنگ کربلا مین امام حسین اور مردمان یزید سب کے سب برسرحق اور خطا سے بری تھے۔ اگر فقدان فہم نہین ہے تو ضرور ہے کہ ایسے عقیدہ رکھنے والے کو حب جاہ کا مرض لادوا لاحق ہے اور محبوبیت کی ہوس دامنگیر ہے۔ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین یا جنگ کربلا یہ سب جنگین دنیا طلبی کی بنا پر واقع ہوئی تھین۔ ماحصل سب کا دنیا طلبی تھا۔ طلحہ و زبیر نے سارے فسادات حصول خلافت و زر یابی کے لیے برپا کیے تھے چونکہ

حضرت علی کی خلافت سے اُن دنیا طلبون کو منفعت دنیاوی کی صورت نظر نہین آئی لیکن بیعت
کر کے حضرت ام المومنین کو آسانی کے ساتھ اپنا شریک حال بنالیا اور مسلمانون کو سول وار
(civil war) مین مبتلا کر کے ان کا خون پانی کی طرح بہایا اور بہوایا۔ خلیفۂ وقت سے
خود بغاوت کیا کم گمراہی تھی۔ اس گمراہی کے ساتھ بھی طلحہ و زبیر کی نسبت اہل سنت فرماتے ہین کہ
دونون بزرگوار جنت کے بشارت یافتہ ہین۔ واقعی عشرۂ مبشرہ کا مضمون اہل سنت کو عجب کشمکش
مین ڈالے ہوے ہے اور یہ ایسا مضمون ہے کہ کسی سچے دین سے تعلق نہین رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے
کہ اگر طلحہ اور زبیر کے سے افراد جنت کے بشارت دادہ ہین تو لاریب عشرۂ مبشرہ کی حقیقت معلوم
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بھی عشرۂ مبشرہ کے مضمون کو قابل توجہ نہین سمجھے ہوئے تھے
اگر اس کو قابل توجہ جانتے تو عبد الرحمن بن عوف کو مدینہ سے نہ نکلوا دیے ہوتے اور نہ سعد
بن ابی وقاص کو عہدۂ حکومت سے معزول کیے ہوتے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ حسب عقیدۂ اہل سنت
عبد الرحمن موصوف داخل عشرۂ مبشرہ ہین اور حسب مضامین تاریخی حضرت عثمان کے محسن بھی
ہین۔ محسن اس معنی کر کے ہین کہ اگر موصوف نہ ہوتے تو لاکھ برس حضرت عثمان حضرت عمر کے
جانشین نہین قرار پا سکتے۔ افسوس ہے کہ اہل اسلام سے حق پرستی غائب ہوگئی ہے ورنہ
اس طرح کے لغو خیالات کے پابند اہل اسلام دکھلائی نہین دیتے۔ بالمختصر جناب خواجہ صاحب
کی تحریر بالا سے مذہب اہل سنت ایک ایسا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ جس مین تمام ظالمان
و مخالفان خاندان پیمبر پناہ گزین ہونے کا موقع رکھتے ہین اور ہر طرح کے دشمن آل محمدؐ کی
کھپت نظر آتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت کی بنا عداوت و مخالفت
اہل بیت علیہم السلام پر واقع ہوئی ہے۔ کوئی شک نہین کہ اس مذہب کے ترتیب دینے والون
نے بھولے سے بھی کبھی حدیث ثقلین کو یاد نہین کیا۔ اگر کبھی اس حدیث شریف کو یاد مین
لائے ہوتے تو نہ حضرت فاطمہؑ کا گھر جلایا جاتا نہ اس مخدومہ پر تازیانہ لگایا جاتا نہ اس کے شکم
مبارک پر ایسی ضرب لگائی جاتی کہ اُس کا حمل ضائع ہو جاتا نہ اس کی میراث ضبط کر لی جاتی نہ
اُس کا خمس بند کر دیا جاتا نہ اس کی بیحد ایذا یابیون سے اُس کی جان تلف ہو جاتی نہ اس کے
شوہر گرامی گرفتار کر کے دار الحکومت مین لائے جاتے نہ اُس ناصر دین خدا و ماحی کفر و ضلالت
کے ساتھ طرح طرح کی بے عنوانیان عمل مین لائی جاتین نہ جنگ جمل وقوع مین آتی اور نہ جنگ
صفین نہ واقعۂ کربلا کا ظہور ہوتا اور نہ آئمہ خاندان پیمبر از علی مرتضیٰ تا امام حسن عسکری قتل

تیغ جفائے اہل نار ہوتے ۔ اسی طرح قرآن پاک کے ساتھ وہ سب سلوک عمل مین نہین لائے جاتے جو عہد حضرت شیخین مین ہوتے گئے اور جسکا خاتمہ عہد خلافت ثالثہ مین ظہور پذیر ہوا سمجھ مین نہین آتا کہ حضرات اہل سنت کس منھ سے اپنے کو پیروان حضرت رسول قرار دیتے ہین جب کہ وہ حضرات حدیث ثقلین کے ایسے فراموش کرنے والے نظر آتے ہین ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۔

آخر مین راقم اپنے دو شعر جناب خواجہ صاحب مدظلہ کی خدمت مین بہ امید پذیرائی پیش کرتا ہے اور وہ درج ذیل ہوتے ہین ؎

حارب نبیؐ کا دشمن اللہ پاک ہے　　حارب جو ہے علیؑ کا وہ حارب نبیؐ کا ہے

وہ عاقبت خراب جہنم کی خاک ہے　　پس حارب علیؑ و نبی و خدا جو ہو

ظاہر مین تو دونون شعر بالا راقم کے دکھلائی دیتے ہین مگر باطن مین وہ قول کسی حق فرما کا ہے جو محتاج بیان نہین ہے ۔ حاربین جمل و صفین اپنی خبر لین ۔ بہت برا دن پیش آنے کو ہے

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ضمیمہ نمبر ۲۱

حضرت شیخین اور خلافت

جب حضرت رسول مکہ سے مدینہ ہجرت فرماکر تشریف لائے تو اہل مکہ سے بھی جنھون نے اسلام قبول کرلیا تھا آگے پیچھے مدینہ کو چلے آئے - یہی اہل اسلام مہاجرین کہلاتے ہین۔ اہل مدینہ نے آن صلعم کی تشریف آوری کو دینی پہلو سے غنیمت سمجھکر حضرت صلعم کے دین کو قبول کرنا شروع کیا اور مددگار حضرت رسولؐ ہوگئے۔ ایسے اہل اسلام انصار کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں - مدینہ مین یہود و نصاریٰ اور کفار بھی بستے تھے مگر انصار کی وجہ سے آن صلعم کے مزاحم نہو سکے - مدینہ مین تھوڑے ہی زمانہ مین حضرت رسول نے ایک چھوٹی سی دینی ریاست قائم فرمائی اور روز یہ ریاست روبہ ترقی ہوتی جاتی تھی۔ ایک ہی سال کے اندر اس ریاست نے اتنی صورت پکڑلی تھی کہ مہاجرین والانصار کھلے طور پر اسلام کے ارکان ادا کرسکتے تھے اور پولیٹیکل حیثیت اس ریاست کی اتنی ہوگئی تھی کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہود و نصاریٰ اور کفار اس ریاست کے معاملات مین دخل دینا قرین مصلحت نہین سمجھتے تھے۔ اس ریاست کے سردار حضرت رسولؐ مانے جاتے تھے یعنی آن صلعم کو اس ریاست مین پیغمبر ہونے کے علاوہ اس ریاست کے مقنن مجسٹریٹ قاضی اور سرلشکر کی حیثیت حاصل تھی۔ دس برس کے عرصہ مین حضرت رسولؐ تمام بلاد اسلام کے بادشاہ بغیر لقب بادشاہ کے قرار پاگئے تھے اور حضرت رسولؐ کی رحلت کے وقت بلاد اسلام کو ایک منتظم سلطنت کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ شاہانِ دنیا کی آنکھ مین عرب کی سلطنت اسلامی نے ایک کافی وقار پیدا کرلیا تھا اور اُس کے انداز سے یہ ہویدا تھا کہ وہ سلطنت اسلامی ابھی بہت کچھ ترقی کرنے والی ہے اور اس کے بانی کا دین دنیا مین ابھی بہت پھیلے گا - حضرت رسول کی یہ سلطنت نہ شخصی اور نہ جمہوری رنگ حکومت رکھتی تھی - حق یہ ہے کہ حضرت کی سلطنت خدائی رنگ رکھتی تھی - یعنی جب تک حضرت رسول پر نزول وحی ہوا کیا آن صلعم کی ریاست دینی کا انتظام احکام الٰہی کے مطابق انجام پاتا رہا - مختصر یہ ہے کہ عہد حضرت رسول کی ریاست دینی رنگ پر

انتظامی شکل حاصل کر چکی تھی۔ علامۂ شبلی صاحب کا یہ قول کہ "اسلام مین اگرچہ خلافت وحکومت کی بنیاد حضرت ابوبکر کے عہد مین پڑی لیکن نظام حکومت کا دور حضرت عمر کے عہد سے شروع ہوتا ہے"۔ سراپا غلط ہے۔ حضرت شیخین کو تو پکی پکائی ہانڈی ہاتھ لگ گئی۔ حکومت اور سلطنت رانی کے انتظامات تو حسب ہدایتہائے الٰہی خود بانی اسلام کے عہد مین قائم ہو چکے تھے۔ جسقدر ممالک کفار داخل ریاست اسلام ہو چکے تھے اُن کا نظام بقدر ضرورت ظہور مین آچکا تھا۔ اس کا ثبوت کتب تاریخ کے علاوہ کافی طور پر خود قرآن پاک سے ملتا ہے علم تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ نے ممالک اسلامی کے لیے گورنر و کاتب و منشی وغیرہ وغیرہ مقرر فرما دیے تھے۔ صیغۂ مال کا انتظام بھی قرار پا چکا تھا۔ فوجی ڈپارٹمنٹ بھی نظم پا چکا تھا۔ حضرت رسول نے ہرگز غیر منتظم حالت مین ریاست اسلام کو وقت رحلت نہین چھوڑا تھا۔ بلا گفتگو آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت ریاست اسلام پریشانی کی حالت مین نہین پڑی ہوئی تھی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ جسوقت حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا ریاست اسلام کی حالت ایک منتظم انداز رکھتی تھی۔ حضرت ابوبکر کے کارکن حضرت عمر تھے۔ کوئی شک نہین ہے کہ حضرت عمر نے عہد حضرت ابوبکر اور بھی اپنے عہد مین ممالک قدیمہ اور جدیدہ دونون کا انتظام اپنے طور پر اچھا کیا یعنی نہ صرف عہد حضرت رسولؐ کی مفتوحہ ممالک کو زیر انتظام رکھا بلکہ اپنے عہد کے مفتوحہ ملک میں بھی وہی خوش انتظامی قایم رکھی خلیفہ ہو کر لاریب آپ نے اظہار قابلیت ضرور فرمایا۔ ایک بڑی قابلیت آپکی یہ تھی کہ اہل الرائے سے انجام امور اہم مین ضرور مشورہ کر لیتے تھے اور یہی ذریعہ آپ کی کامیابیونکا ہوتا تھا۔ باوجود عناد حضرت علی سے بھی طلب رائے کر لیتے تھے۔ حضرت علیؑ نے نادر طرح کا حق مین حق جُو اور حق اندیش دماغ پایا تھا۔ آپ کے مشورے ہمیشہ نتائج صحیح پیدا کرتے تھے اسی لیے حضرت عمر نے بارہا فرمایا تھا کہ "لولا علیؑ لھلک عمر بلکہ یہ بھی حضرت خلیفہ کا قول ہو کہ اے خدا مجھے ایسے زمانہ مین زندہ نہ رکھنا کہ جسمین علی نہون"۔ حضرت عمر کی انتظامی قابلیت کوئی شک نہین اپنے طور پر بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ حق یہ ہے کہ قابل آدمی سب کچھ کر سکتا ہے اور ناقابل آدمی کئے ہوئے کو بھی برباد کر ڈالتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان کی نسبت سرسید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے سب کو خراب کر ڈالا"۔ واضح ہو کہ اسجگہ حضرت عمرؓ کی قابلیت ملکداری کی زیر بحث ہے۔ یہ امر زیر بحث نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حق یا ناحق طور پر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا ڈالا یا حق ناحق طور پر آپ حضرت ابوبکر سے خلافت یاب ہوئے یہاں مجرد آپ کی قابلیت ملکداری کی گفتگو ہے۔ پس

واقعات پر نظر رکھکر آپ کی اس قابلیت سے کسی اہل انصاف کو انکار نہین ہو سکتا ہے
لیکن علامہ شبلی صاحب کی خود غرضانہ بے سروپا اور مبالغہ آگین تحریرین اہل نظر کی آنکھ مین کوئی وقعت
رکھنے والی دکھائی نہین دے سکتی ہین۔ حقیقت حال اسی قدر ہے کہ حضرت رسول کی سلطنت
اسلامی عہد رسول صلعم مین بقدر ضرورت صورت نظام حاصل کر چکی تھی مگر جب مسلمانون نے
فتوحات کے ذریعہ سے اس سلطنت مین توسیع کی متاز شکلین پیدا کین تو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت
مین اپنے طور پر اس کے نظام مین کسی پہلو سے کوتاہی نہین کی۔ اگر حضرت رسولؐ اس توسیع کے
زمانہ مین بقید حیات رہتے تو کیا انتظام ممالک جدیدہ کا فرماتے راقم اس کی نسبت کچھ عرض نہین
کر سکتا۔ ممکن تھا کہ آن صلعم اُس سے بھی بہتر کوئی طریقہ ملک داری کا اختیار فرماتے اس لیے
کہ قابلیت عامہ آن صلعم کی اپنے تمام امتیون سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی۔ پوشیدہ نہین ہے
کہ جناب رسالتمآبؐ ہر طرح کی قابلیتون کے مجمع تھے۔ خاتم الانبیا ہونے کے علاوہ آپ ایک
اعلیٰ درجہ کے مقنن فرمانروا مجسٹریٹ قاضی میر لشکر مرد میدان حاکم مال اور مدبر تھے اور
تعبد و زہد و جفا کشی و نفس کشی و دلاوری و استقلال و حاضر جوابی و رحیمی و کریمی و جود و سخا
و زود فہمی و مردم شناسی و حلم و بردباری و آخر بینی و دور بینی و وفاداری و خوش خلقی و خوش
خصالی و خوش معاملگی و خوش کلامی و خوش تدبیری و خوش بیانی وغیرہ وغیرہ مین اپنے جواب
آپ تھے۔ اگر آن حضرت صلعم مین اوصاف بالاموجود نہین ہوئے ہوتے تو آپ کے ذریعہ سے
اسلام ظہور پذیر نہین ہو سکتا تھا۔ تب اور کسی ایسے ہی کی تقرری سرکار الٰہی سے ظہور مین
آتی جو متصف بہ صفات بالا ہوتا۔ حق یہ ہے کہ اتنے اوصاف گرامی کا مجموعہ بنی آدم سے کوئی
دوسرا نظر نہین آتا ہے۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اوصاف بالا کے ساتھ فکر معقول
کی صلاحیت بھی آن صلعم کی ایسی تھی کہ اس کے بغیر خدا کی ریاست دینی قائم نہین ہو سکتی تھی
لیکن اس فکر معقول کو ضرورت عظیمہ حضرت علیؑ کے زور بازو کی بھی تھی۔ حق یہ ہے کہ اگر شاہ
لافتیؑ کا وجود باجود نہ ہوتا تو خدا کی ریاست دینی جس وضع پر قائم ہو سکی نہ ہو سکتی۔ تب
ضرور ہوتا کہ خدائے قدیر حضرت رسولؐ کو موید کرنے کے لیے کوئی اور ذات حضرت علیؑ کی سی
پیدا کرتا۔ واقعات پر نظر ڈالنے سے صاف ہویدا ہے کہ حضرت رسولؐ کی ریاست دینی حضرت علیؑ
کے قوت بازو کے بغیر قائم نہین ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کیلئے حضرات ناظرین فرض کرین
کہ حضرت علیؑ کی ذات وجود مین نہین آئی تھی اور حضرت رسولؐ مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے

اور مدینہ مین آنحضرت صلعم ریاست دینی کے قائم کرنے کی فکر مین منہمک ہی ہورہے تھے تو بہ اسباب ظاہر تمام امور بالا کا کیا نتیجہ ہوتا۔ ظاہر ایہی نتیجہ ہوتا کہ نہ مدینہ اور نہ دنیا کے کسی حصہ مین اسلام قایم ہوسکتا حضرت علیؑ کے بغیر حضرت رسولؐ بدر کی لڑائی لڑنے کو جاتے تو حضرت رسول شہید ہوجاتے اور اسلام کو صرف شکست ہی نہین ہوجاتی بلکہ سارا لشکر اسلام ناپید ہوجاتا۔ اس جنگ مین تو حضرت ابوبکرؓ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے ہی رہے اور کچھ نہ کرسکے اور حضرت عمر اس بنا پر کہ جناب مامون صاحب قبلہ یعنی ابوجہل لڑنے کو آئے ہین شریک جنگ نہ ہوسکے۔ پھر تھا کون جو حضرت رسول کے حضور مین فتح کا تحفہ سامنے لاکر رکھدیتا۔ البتہ کچھ بنی ہاشم تھے جو جانبازی مین کمی نہ کرتے مگر ضرور نہین تھا کہ فاتح بدر بھی ہوتے۔ جنگ بدر کے بعد معرکۂ احد پیش آیا۔ فرض کیجیے کہ حضرت علی اس جنگ کے شریک نہین ہوئے ہوتے۔ تو اس جنگ کا بھی وہی نتیجہ ہوا ہوتا۔ یعنے حضرت رسولؐ شہید ہوجاتے اور دین اسلام صفحۂ ہستی سے غائب ہوجاتا اور کیون نہ غائب ہوجاتا جب حضرت عثمان فرار ہوکر مدینہ کو جا پہونچے اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر بھی بھاگ کر کسی جانب جا نکلے۔ حضرت ابوبکر نے تو صرف فرار ہی پر اکتفا نہین کی بلکہ ہم صدائے شیطان ہوکر حالت فرار مین یہ کہتے ہوئے بھاگے جاتے تھے کہ بہ تحقیق محمدؐ قتل ہوگئے اب تم لوگ اپنے مذہب آبائی پر عود کرجاؤ۔ پھر مدینہ پہونچکر یہ بھی کارروائی عمل مین لائے کہ ابوسفیان سے عفو تقصیر کی کوشش مین مبتلا ہوگئے۔ حق یہ ہے کہ اگر وجود باجود حضرت حیدر کرار غیر فرار کا نہوتا تو اسلام کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ غزوۂ احد کے بعد غزوۂ خندق رونما ہوا۔ اس مین بھی فرض کیجیے کہ حضرت علےؑ شریک جنگ نہ ہوئے ہوتے تو وہی نتیجہ پیش آتا۔ یعنی نہ حضرت رسول سلامت رہ سکتے اور نہ دین خدا سلامت رہ سکتا۔ عمر عبدود کے مقابلہ سے حضرت عمر ابنؓ کو یعنی آپ کی ترکیب کے امتیان محمدیؐ انکار فرما ہی چکے تھے۔ حضرت ابوبکر اُس دن کہان روپوش تھے کچھ نہین معلوم۔ حضرت عثمان بھی بے نشان ہورہے تھے۔ پس حق یہ ہے کہ صاحب ذوالفقار کے بغیر جنگ خندق کی بلا بھی ٹل نہین سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جنگ کا بھی وہی نتیجہ ہوا ہوتا جو جنگ بدر و جنگ احد کا ہوا ہوتا یعنی حضرت رسولؐ شہید ہوئے ہوتے اور اسلام رخصت ہوا ہوتا جنگ خندق کے بعد معرکۂ خیبر پیش آیا۔ حضرت علیؑ کی غیبت مین حارث و مرحب اسلام کا کام تمام کیے ہوتے۔ امتیان محمدیؐ سے کچھ بھی نہین بن پڑتی تھی ہر روزہ دونو بطلان خیبر حضرت شیخینؓ کو خیمہ گاہ حضرت رسولؐ تک پہونچا جاتے تھے اور کلام لایعنی دل کھول کر اسلام اور اہل اسلام

کے حق مین زبان پر لایا کرتے تھے۔ سنگ آمد و سخت آمد۔ بیچارے حضرت شیخین مجبورانہ طور پر
اور مسلمانون کے ساتھ فرار گوارا کر لیا کرتے تھے۔ اگر فاتح خیبر عالم وجود مین نہین آئے ہوئے ہوتے
تو یہودیان خیبر اسلام کا خاتمہ کر ڈالتے۔ آخر مین جنگ حنین ظہور مین آئی حضرت علی کے بغیر اس جنگ مین
بھی حضرت رسولؐ کو ضرور شکست ہو جاتی اور اہل قریش اسلام کا نام تک صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالتے
وقت جنگ حضرت رسولؐ کا حامی و مددگار ہی کون تھا۔ سب سے پہلے تو حضرت ابوبکر حضرت عمر
اور حضرت عثمان فرار کر چکے تھے۔ اُن کے بعد اور اتیون نے بھی وہی راہ اختیار کی تھی۔ فرار ین
سے فتحیابی کی صورت کیا پیدا ہو سکتی تھی۔ اگر ذات پاک شیر خدا کی شریک جنگ نہیں ہوئی ہوتی تو بلا گفتگو
اسلام کو دنیا سے معدوم ہونا پڑتا۔ راقم حضرت رسولؐ کے اور غزوات و سرایا کے واقعات کو ذکر کرنا
بے ضرورت سمجھکر ترک کرتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اسلام کی بقا کا مدار حضرت علی کے زور بازو پر نظر
آتا ہے۔ علیؑ نہ ہوتے تو اسلام بے نشان ہو جاتا۔ مگر خدائے حکیم و قدیر نے جب اسلام کو
وجود مین لانا چاہا تو ذات حضرت رسولؐ کو مجموعۂ اوصاف حمیدہ بنا کر نادر طور پر فکر معقول کی صلاحیت
بھی اُس ذات مقدس کو موہوب فرمائی اور اس فکر معقول کو بکار آمد ہونے کے لیے حضرت علیؑ
کے زور بازو سے مؤید کر دیا۔ کوئی شک نہین کہ اسلام کا وجود حضرت رسولؐ کی فکر معقول اور حضرت
علیؑ کے زور بازو کا نتیجہ ہے۔ حضرت رسولؐ بحکم خدا اسلام کو ظہور مین لائے اور حضرت علیؑ
نے اس دین پاک کو ضائع ہو جانے سے بڑی کشادہ پیشانی کے ساتھ محفوظ رکھا۔ صلواۃ اللہ
بر محمدؐ و صلوٰۃ اللہ بر علیؑ۔ کوئی شک نہیں کہ جس کام کو حضرت رسول کو کرنا تھا اُسے رسولؐ نے کیا اور جس کام کو
حضرت علیؑ کو کرنا تھا حضرت علیؑ نے کیا۔ لاریب یہ حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ کی قائم کردہ ریاست
دینی تھی جو پکی پکائی ہانڈی کسی طرح حضرت شیخین کو نصیب ہو گئی۔ بلاشبہہ یہ وہ دینی ریاست
تھی جسے حضرت رسولؐ نے بمد شاہ لافتی قائم فرمایا تھا اور اس کے ضروری انتظامات کو کافی
طور پر عمل مین لا چکے تھے۔ یہ جناب علامۂ شبلی صاحب کی ہٹ دھرمی ہے جو فرماتے ہین کہ
"اسلام مین اگرچہ خلافت اور حکومت کی بنیاد حضرت ابوبکر کے وقت مین پڑی لیکن نظام حکومت
کا دور حضرت عمر کے عہد سے شروع ہوتا ہے" "الفاروق" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ
صاحب اکثر حق نگاری سے بہت دور پڑتے گئے ہین۔ اس بے راہہ روی کی وجہ یہ نظر آتی ہے
کہ آپ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ دُنیا پڑھے لکھے آدمیون سے خالی ہو رہی ہے جو کچھ آپ حوالۂ قلم
کر ڈالین گے۔ اس کی تردید جہلا سے نہ ہو سکے گی۔ راقم کو تو "الفاروق" کی سیر سے ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ حق نگاری سے آپ کو کوئی علاقہ ہی نہین تھا۔ ساری کتاب آپ کی جھوٹے شاعرون
کی قصیدہ نگاری کا رنگ رکھتی ہے۔ مین مثلاً ایک قول آپ کا اس جگہ درج کرتا ہون اور وہ
یہ ہے کہ آپ حضرت عمر کی نسبت یہ فرماتے ہین کہ "جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی
شخص فاروق اعظم کے برابر فاتح اور کشورستان نہین گزرا" آخر مبالغہ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے
یہ مبالغہ پردازی کیا ہے۔ صریحاً دروغ نگاری ہے۔ ایسی خرافات نگاری سے اہل سنت جو
کچھ خوش ہون لیکن حق بین کو ایسی تحریر سے کوئی تلذذ نصیب نہین ہو سکتا ؎

راست می گویم و یزدان نہ پسندد جز راست　　حرف ناراست سرودن روش اہرمن است

واضح ہو کہ حضرت عمرؓ کی کشورستانی کے اسباب سے ایک سبب ایسا نظر آتا ہے کہ جس پر
نظر کرنے سے انسان حضرت عمر کی کشورستانی کو حیرت کی نظر سے نہین دیکھ سکتا ہے۔ مین اوپر
عرض کر چکا ہون کہ حضرت رسول کی ریاست دینی حضرت عمر کو پکی پکائی ہانڈی کی طرح ہاتھ لگ
گئی تھی۔ حضرت رسول اُس کی آراستگی پر اپنی مناسب اور معقول فکرین مبذول فرما چکے تھے اور
حضرت علیؑ سے جو دشوار کامون کا لینا تھا لے چکے تھے۔ آنحضرت صلعم پیروان اسلام کی روحون مین
اُس قوت اسلامی کو پھونک چکے تھے جسکو ایک سچا اور پُر زور نبی پھونک سکتا ہے۔ پھر باقی
کیا رہا تھا۔ حضرت عمر کو نہ جنگ بدر کرنی تھی اور نہ جنگ احد نہ جنگ خندق نہ جنگ خیبر اور
نہ جنگ حنین۔ اسلامیون مین عہد رسول مین قوت اسلامیہ مجموعی طرز پر مہیا ہی ہو چکی تھی
عرب کے پیروان اسلام ممالک کسریٰ و روم پر ٹوٹ پڑے۔ یہ دونون سلطنتین جتلائے تعیش
وضعف تو ہو ہی چکی تھین مسلمانان عرب کا کیا سامنا کر سکتی تھین۔ پس برابر مغلوب ہوا کین
البتہ جو اسلامی سرداران فوج تھے ضرور جنگی قابلیت رکھتے تھے اور کوئی شک نہیں کہ حضرت عمرؓ اُنکی
قابلیت کی قدرشناسی کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ برائے خود حضرت عمر نہ سپاہی تھے اور
اور نہ لشکر کے کمان کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اگر آپ سپاہی ہوتے تو غزوات رسول اللہ سے
حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کی طرح مفرور نہ ہو جایا کرتے اور اگر آپ جنرل کی صلاحیت رکھتے
تو ایک بار بھی کبھی کسی فوج کا کمان اپنے ہاتھ مین لیے ہوتے۔ جتنے جنرل یا کشورستان
گزرے ہیں اون کو کبھی فوج کے کمان کرنے سے چارہ نہین رہا ہے۔ اگر
ہمیشہ نہین تو کم و بیش ضرور انھین کمان کی نوبت آہی گئی ہے وہ جنرل یا کشورستان کیا جس نے
کبھی کمان نہیں کیا ہو۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر ہمیشہ لڑائی بھڑائی سے دور رہتے تھے اور اس

روش سے اپنی محافظت ذاتی بامراطور پر کیا کرتے تھے۔ البتہ یہ خاص بات حضرت عمر کی تھی
کہ آپ مدینہ مین اپنے تاوقت آخر بیٹھے رہے اور فوج کا کمان آپ کے افسران فوج کرتے رہے
اس مین بھی شک نہین کہ آپ کو نگرانی افواج اور بھی نگرانی ملک کی صلاحیت ایک اعلی پیمانہ
پر مودعہ ہوئی تھی۔ بہرحال سب سے بڑا امر جو حضرت عمر کی کامیابیون کا ذریعہ ہوا یا یہ کہیے
کہ جس نے حضرت عمر کو کامیابیون کی راہ چلنے کا موقع دیا۔ راقم اسے ذیل مین درج کرتا ہے
تعجب یہ ہے کہ اس کا ذکر علامۂ شبلی صاحب کہین بھی اپنی تصنیفات مین نہین فرماتے ہین
ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ امر حضرت علیؑ سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے حضرت عمر
کی مداحی مین آپ کو اعانت کی صورت حاصل نہین ہو سکتی تھی آپ اس سے پورے طور پر
چشم پوشی کرتے رہے ہیں وہ امر جس سے ایک سچا محقق یا مورخ چشم پوشی کو روا نہین رکھ سکتا ہے
درج ذیل ہوتا ہے۔

اہل اطلاع سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت رسول کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ نے
حضرت ابوبکر کی خلافت کے خلاف مین سنانی جنگ و جدال کیطرف کبھی رخ نہین فرمایا صرف
زبانی طلب حق فرما کر رہ گئے۔ اگر آپ کو خانہ جنگی (civil war) کے عامل ہو جاتے تو وہ
مجموعی قوت اسلام کی باقی نہین رہتی آپ کو سول وار کے برپا کر دینے کا پورا موقع حاصل تھا۔
آپ قبیلۂ بنی ہاشم کے سردار تھے۔ بنی ہاشم صرف آپ کے حکم کے منتظر تھے۔ اس وقت بنی ہاشم
کمزور نہیں ہو گئے تھے۔ بنی ہاشم کے دو ستدارون کی بھی کمی نہ تھی۔ جناب ولایت مآبؑ حضرت شیخین
کی خلافت کی خبر لے سکتے تھے۔ علاوہ اس موقع جنگ آزمائی کے ابوسفیان حضرت علیؑ کی
مددگاری کو مستعد ہو چکے تھے۔ موصوف اس وقت بنی امیہ کے سردار تھے۔ صرف یہی قبیلہ
حضرت شیخین کی خلافت کو گاؤ خورد کر ڈالنے کے لیے کافی تھا۔ مگر ان سب خانہ جنگیون کا یہ نتیجہ
ہوتا کہ وہ مجموعی قوت اہل اسلام کی باقی نہین رہتی۔ ظاہر ہے کہ اس قوت کے منتشر ہو جانے کے
بعد حضرت عمر کو فتوحات کا نصیب ہونا تو خواب و خیال ہو ہی جاتا سول وار سے خود سلطنت
اسلامی بہت ضعیف ہو جاتی۔ ایسی حالت مین فرمانروایان فارس و روم وغیرہ تھوڑے ہی عرصہ
مین سلطنت اسلامی کو صفحۂ ہستی سے ناپید کر ڈالتے۔ واقعی یہ حضرت علیؑ کی بڑی حوصلہ
مندی اور عاقبت اندیشی تھی جس نے حضرت علی کو سول وار (civil war) کی طرف
متوجہ ہونے نہ دیا یا یہ کہیے کہ آپ کارروائی بالا سے حضرت رسول کی ہدایت کے کاربند رہے

اور وہ ہدایت پرسعادت یہ تھی کہ "اے علی ابھی اسلام ابتدائی حالت مین ہے اپنے مخالفین کے مقابلہ مین تلوار نہ کھینچنا۔ اور اپنی مصیبتون پر صبر کرنا" کوئی شک نہین کہ آپکے حوصلہ مندانہ کارروائی بالا کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانون کی مجموعی قوت اپنے حال پر رہکر حضرت عمر کے فتوحات آیندہ کی بیحد معین ہوئی بلکہ یہ کہیئے کہ اُس مجموعی قوت کی بدولت مسلمانان عرب کشورستانی کے دشوار کام کو آسانی کے ساتھ انجام کر سکے۔

پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کے عہد اسلام کی مجموعی قوت حضرت عثمان کی بدترکیبیون سے منتشر ہونے لگی اور آپ کے آخر زمانہ مین تو ایسی منتشر ہوگئی کہ بالآخر آپ کی جان پر آبنی۔ آپ کے قتل کے بعد جب حضرت علی ظاہر اسباب مین خلیفہ قرار پائے تو وہ زمانہ اہل اسلام مین بڑی شورش کا تھا۔ اسلام کی وہ مجموعی قوت جس سے حضرت عمرؓ کے عہد مین فتوحات کی کثرت ہوئی تھی۔ تمامتر منتشر ہوچکی تھی۔ حضرت علیؑ کو سول وار سے کب فرصت ملی کہ انتظام ملکی اور فتوحات کی طرف توجہ فرما سکتے۔ اسلامیون مین انتشار کا مادہ بدرجۂ اتم پیدا ہوچکا تھا ہر ممتاز مسلمان کو یہی حوصلہ دامنگیر ہو رہا تھا کہ خلیفہ بن جائیے یا ایسے شخص کو خلیفہ بنائیے کہ جس کے ذریعہ سے اکتساب مال وجاہ کی صورت پیدا ہوسکے حضرت علیؑ کے خلیفہ قرار پاتے ہی طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ نے ایک اچھے پیمانہ پر سول وار کی صورت پیدا کردی اس فساد کو حضرت علی نے فروہی کیا تھا کہ امیر معاویہ نے دوسرے سول وار کا نقشہ جما دیا۔ اس کے بعد ہی حضرت علی کی شہادت ظہور مین آگئی۔ اس حادثہ کے بعد پھر مسلمانون کو کم و بیش طور پر صدیون تک سول وار سے سروکار رہا کیا۔ یہان تک کہ سلطنت عرب تاتاریون کے ہاتھ سے معدوم ہوگئی۔ حضرت علی کے عہد مین فتوحات کے نہیں ظہور مین آنے کی ایک یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جسقدر اُس زمانہ مین فتوحات صورت امکان رکھتے تھے اہل عرب اُن پر قادر ہو چکے تھے۔ اسوقت مین اہل عرب برما و جاپان و آسٹریلیا و نیوزیلینڈ و برازل و کلیفورنیا و ہنگری و سوئیڈن و ناروے و بلجیم و ہالینڈ و کیپ وغیرہ وغیرہ کے وجود سے بھی کوئی اطلاع نہین رکھتے تھے انھین فتح کیا کرتے۔ البتہ صرف جانتے ہوئے ملکون کی فتحین اہل عرب کر سکتے تھے اور اب فتح کرنے کو بہت کم باقی رہا تھا لیکن اگر فتح کرنے کو کوئی معروف ملک رہ بھی گیا تھا تو اُس کی فتح حضرت علیؑ کے ہاتھ سے صورت امکان نہین رکھتی تھی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سول وار سے اُس جناب کو فرصت ہی

نہین ملی کہ فتوحات کی طرف اپنی توجہ مبذول فرما سکتے - اس جگہ پر سائل سوال کر سکتا ہے کہ آخر سول وار کے ظہور پکڑنے کا سبب کیا ہو - اس کے جواب مین جواب دینے والے کی اُنگلی بے اختیار حضرت عمر کی طرف اُٹھ جاتی ہے - اب حضرات ناظرین معاملات ذیل پر اپنی توجہ مبذول فرمائین -

راقم امر بالا کے متعلق اس کتاب مین کسی قدر مضامین ضروری حوالۂ قلم کر چکا ہے - بہرحال اس کا اعادہ اس ضمیمہ کی غرض سے بے محل نہ ہوگا - حقیقت حال یہ ہے کہ بڑی پولیٹکل غلطی جو حضرت شیخین نے خلافت یابی کے بعد کی وہ یہ تھی کہ خدا و رسول کی پالیسی کے خلاف آپ صاحبون نے بنی امیہ کی تقویت کا سامان کر دیا - اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ بنی امیہ ایک ایسا قبیلہ تھا جو نص قرآنی کے رو سے ملعونہ قرار پا چکا تھا - اُس قبیلہ نے حضرت رسولؐ کے ساتھ مکہ مین بہت سی بدسلوکیان کی تھین اور جب حضرت رسول مدینہ مین اشاعت اسلام کے لیے کوشان تھے تو یہ قبیلہ حضرت رسولؐ سے تخریب اسلام کی نظر سے جنگ بدر جنگ احد جنگ خندق اور جنگ حنین مین خوب خوب لڑتا گیا - اگر شاہِ لافتیٰ خدا کی جانب سے ملاعین بنی امیہ کی خبر لینے کے لیے دنیا پر نہ بھیجے گئے ہوتے تو یہ قبیلہ اسلام کا نام صفحۂ روزگار سے معدوم کر دیتا - علاوہ عداوت اسلام کے اس قبیلہ کی زشت خوئیان ایسی تھین کہ اُن کے خیال سے ضرور ہے کہ ہر پاک طینت انسان کو اس سے نفرت کلی پیدا ہو - مختصر یہ ہے کہ وہ ایسا قبیلہ تھا کہ بالیقین مردود خدا و رسولؐ تھا - تماشا یہ ہے کہ ایسے قبیلہ کے ساتھ حضرت شیخین نے ارتباط قلبی کی صورت پیدا کی - علم تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت شیخین خلافت یابی کے مہم مین کامیاب ہو گئے تو ابوسفیان صاحب جو قبیلۂ بنی امیہ کے سردار تھے حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اے علی تم خاموش رہ گئے اور تمھارے مخالفون نے امر خلافت کو اپنے حسب حال طے کر لیا - تم ہاتھ نکالو مین تمھارے ہاتھ پر بیعت کر کے ابھی سواران مکہ سے صحراے مدینہ کو پُر کر کے خلافت شیخین کو دم کے دم مین گاؤ خورد کر ڈالتا ہون - حضرت علیؑ نے جواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ اے ابوسفیان جب تم مبتلائے کفر تھے اُسوقت بھی فساد برپا کیا کرتے تھے اور اب کہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہو اُسی فساد انگیزی پر قائم ہو - کوئی شک نہین کہ یہ تقریر حضرت علیؑ کی بڑی حوصلہ مندی کی خبر دیتی ہے - حق یہ ہے کہ ابوسفیان صاحب سے راہ خلاف اختیار کر کے آپ نے اسلام کی قوت مجموعی کو منتشر ہونے نہ دیا

اگر آپ ابو سفیان کی سن لیتے تو مسلمانون مین بڑی پھوٹ پڑجاتی جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ فرمانروایان
اطراف عرب سر نو سے دلیر ہوجاتے اور حضرت رسول کی قائم کردہ سلطنت دینی کے تباہ کرڈالنے
مین دیری کو راہ نہ دیتے۔ تعجب ہے کہ علامۂ شبلی صاحب کو اتنی توفیق شامل حال نہین ہوئی
کہ حضرت علیؑ کی حوصلہ مندی بالا کو اپنی کسی تصنیف مین جگہ دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
علیؑ کی خوبیون سے جناب ممدوح آنکھین بند کیے رہتے تھے۔ بہرحال حضرت شیخین کی بنی امیہ
پرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداے تعالی کا ملعونہ قرار دادہ اور حضرت رسولؐ کا چور کیا ہوا قبیلہ بنی امیہ
کا روز بروز زور آور ہوتا چلا شام مین تو وہ قبیلہ پرزور ہو ہی چکا تھا حضرت عمر نے اپنے لیچ پیچ سے خلیفہ بھی ایک فرد بنی امیہ
کو بنا ڈالا اس کارروائی کی بدولت سلطنت عرب قبیلۂ بنی امیہ مین جا پڑی اور چورانوے برس تک
اسی قبیلہ مین قائم رہی۔ حضرت عمر کو حضرت علی سے ذاتی عناد لاحق تھا۔ اسی طرح آپ دیگر
بنی ہاشم سے بھی دلی مخالفت رکھتے تھے۔ قبیلۂ بنی ہاشم کو خستہ و خراب کرڈالنے کی صورت اگر
ممکن تھی تو یہی تھی کہ بنی امیہ سر نو سے پرزور کردیے جائین۔ پرزور ہو کر اس قبیلہ نے جو جو
آفتین ڈھائین۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہین۔ حضرت شیخین کا یہ فرض منصبی تھا
کہ بنی ہاشم کے خیر خواہ ہوتے اس لیے کہ حضرت رسولؐ بنی ہاشم سے تھے اور قبیلۂ بنی ہاشم
خوش اطوار بھی تھا وفاداری ہرگز اسکی مقتضی نہ تھی کہ بنی ہاشم کو چھوڑ کر حضرت شیخین بنی اُمیہ
کے سرپرست بنجاتے علاوہ اس کے کہ قبیلۂ بنی اُمیہ سخت بد اطوار تھا۔ دشمن حضرت رسولؐ
و دین رسول ہونے کی بنا پر سلطنت اسلام سے کسی طرح نفع اندوز ہونے کا استحقاق نہین
رکھتا تھا۔ حضرت رسول نے اس قبیلہ کو دس برس کی محنت شاقہ کی بدولت بے وجہ چور نہین کرڈالا
تھا۔ ایسے قبیلہ کی سرپرستی حضرت شیخین یا حضرت عمر کو شایان نہ تھی۔ اگر کچھ توقیر حضرت رسولؐ
کی آپ صاحبون کو مدنظر ہوتی تو بنی امیہ کی تقویت سے اپنے کو منزلون دور رکھتے لیکن عداوت
حضرت علیؑ اور مخالفت بنی ہاشم سے حضرت عمر مجبور ہو رہے تھے۔ حضرت علی اور آپ کے قبیلہ کی
تخریب سرپرستی بنی اُمیہ کے بغیر صورت امکان نہین رکھتی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے
اپنے بعد حضرت عثمان کی خلافت یابی کی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ ظاہر ہے کہ
حضرت عثمانؓ کسی طور پر خلافت رانی کی قابلیت نہین رکھتے تھے تو بھی حضرت خلیفہ حضرت
عثمان کو خلیفہ بنا ہی گئے۔ اس کارروائی سے غرض اسی قدر تھی کہ خلافت بنی ہاشم کی طرف
چلی نہ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت عمر کا مرکوز خاطر تھا۔ ہرچند حضرت عمر نے خلافت رانی

اپنے طور پر خوش اسلوبی کے ساتھ کی مگر حضرت عثمان کو خلیفہ بنا کر سلطنت اسلام میں سول وار (civil war) کا تخم بھی بو گئے - جنگ جمل کی طرح جنگ صفین واقعۂ کربلا اور جتنی خونریزیون کے مرتکب بنی امیہ ہوتے گئے اُن کا سبب قریب و بعید وہی حضرت عمر کی تخم ریزی نظر آتی ہے - اگر امر خلافت حضرت رسول کے عندیہ کے مطابق طے پاتا یعنی خم غدیر کی ہدایت خدا اور رسول کے مطابق انجام پاتا تو سلطنت عرب سول وار سے محفوظ رہ جاتی - یہ مسلمانون کی بھاری بدبختی تھی کہ اُنکو حدیث ثقلین کی طرف مطلق توجہ نہین ہوئی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فور بدبختی سے اہل اسلام اُس قول نبوی کو اپنی غرضمندیون کی بدولت بالکل فراموش کر بیٹھے جس کی وجہ سے آل محمدؐ اور ہزارون مسلمانون کے خون پانی کی طرح بہتے رہے اور قرآن پاک وہ باقی نہ رہا جو حضرت محمد صلعم اور حضرت علیؑ کا قرآن تھا - حضرت ابو بکر کی خلافت کی نسبت اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ آپ ایسے ہی خلیفہ تھے کہ آپ نے جو فیصلہ حوالۂ قلم کر کے حضرت خاتون جنت کو دیدیا تھا اُسے بلاخوف و خطر حضرت عمر نے حضرت ممدوحہ سے لیکر چاک کر ڈالا - یہ جرأت حضرت عمر کی کہے دیتی ہے کہ آپ حضرت ابو بکر کو لاشے سمجھتے تھے اور کیون ایسا نہین سمجھتے جب حقیقت حال بھی ایسی ہی تھی کہ حضرت ابو بکر تمامتر ایک ساختہ پرداختہ خلیفہ حضرت عمر کے تھے - سرسید علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ حضرت ابو بکر ایک نام کے بزرگ تھے" راستی سے خالی نہین نظر آتا ہے -



ضمیمہ نمبر ۲۲

جناب علامہ شبلی صاحب حضرت عمر کو علم میں حضرت علیؑ کا ہمسر قرار دیتے ہیں

واضح ہو کہ حضرات اہل سنت حضرت ابوبکر کو اعلم الصحابہ فرماتے ہین اور علامہ شبلی صاحب حضرت عمر کو علم مین حضرت علی کا ہمسر قرار دیتے ہین - اگر حضرت علی کو زمرۂ صحابہ مین شامل کر کے اہل سنت حضرت ابوبکر کو اعلم الصحابہ قرار دیتے ہین تو یہ قول اُن حضرت کا فرمودہ حضرت رسولؐ کی اس بنا پر کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا - والقرآن مع علی وعلی مع القرآن سراسر غلط ٹھہرتا ہے - لیکن حضرت علی کو زمرۂ صحابہ سے نکال کر قول بالا ایسا ہے کہ اس کی نسبت راہ تحقیق مین قدم رکھنا مشکل امکان رکھتا ہے - کوئی شک نہین کہ حضرت علیؑ کو زمرۂ صحابہ مین داخل کرنا ایک بڑی ستم پروری ہے - اس سے زیادہ تنقیص شان مرتضوی اور کیا ہو سکتی ہے - جو شخص کہ شریک آیۂ تطہیر اور آیت مباہلہ کا ہو جس کی شان مین آیت ھل اتی و یوفون بالنذر وغیرہ وغیرہ نازل ہوئی ہو جو شخص کہ حسب فرمودہ حضرت رسول مورد انا و علی من نور واحد وعلی منی وانا منہ وغیرہ وغیرہ کا ہو - جس کا نام لوح عرش پر لکھا ہوا حضرت رسول نے شب معراج مین دیکھا ہو - جسکی نسبت آواز لافتی الا علی کی غیب سے سنائی دی ہو جس کو خدا کی جانب سے ذوالفقار اور حضرت رسول کی طرف سے خاتون جنت کی سی دختر ملی ہو - جس کے لیے حضرت رسول کو نادعلیاً مظہرالعجائب پڑھنے کی ہدایت خدا کی جانب سے اُتری ہو - جو کرار غیر فرار ہو جس کے زور بازو سے بدر و احد و خندق و خیبر و حنین کی فتحین رونما ہوئی ہون جس کے اعمال تمام اعمال نیک کاران عالم سے حسب فرمودۂ رسولؐ زیادہ قرار دیے گئے ہون - جس کی معیت قرآن کے ساتھ حسب فرمودہ حضرت رسولؐ پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہو - جو بقول حضرت رسولؐ باب العلم ہو - جس کی تلوار نے اسلام کو دنیا مین قائم کر دیا ہو - جو درحقیقت حامی دین و ماحی کفر و ضلالت ہو - جس کا مذکور توریت و انجیل مین حضرت رسولؐ کی طرح آیا ہو - جو واقعی شیر خدا اور غالب علی کل غالب ہو - جو اول خیل ائمہ ہو جو مفتی چار دفتر اور واقف اسرار خفی و جلی ہو جو حضرت رسولؐ کا برادر جان برابر ہوا اور جس کی نسبت حضرت رسولؐ نے انت اخی فی الدنیا والآخرۃ فرمایا ہو - اور مختصر یہ ہے کہ جسکی مدح طاقت انسانی

سے باہر ہو جیسا کہ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے کہ کس را چہ زور و زہرہ کہ وصف علی کند۔ نہایت جائے تعجب ہے کہ ایسا شخص زمرۂ صحابہ مین داخل سمجھا جاتا ہے۔ جب حال یہ ہے کہ زمرۂ صحابہ مین خالد صاحب کے سے ظالم سفاک اور زانی امیر معاویہ صاحب کے سے دشمن خاندان رسولؐ اور قاتل مردمان بے گناہ اور ابن ملجم سے قاتل مولائے کائنات اور ابن حطان سے مداح ابن ملجم وجمیع فرارین بدر و احد وخیبر و حنین داخل دیکھے جاتے ہین۔ ماشاءاللہ سبحان اللہ کیا قدردانی ہے کہ علیؑ زمرۂ اصحاب مین داخل کیے جاتے ہین۔ ایسے مذہب کو سات سلام۔ آخر کچھ تو نیک وبد کی تمیز انسان کے لیے درکار ہے بہرحال جب مضمون اعلم الصحابہ کی تنقید فرقۂ صحابہ مین محدود رکھکر کی جاتی ہے تو فرقۂ صحابہ مین بھی حضرت ابوبکر اعلم الصحابہ دکھائی نہین دیتے ہین۔ آپ سے تو ابی ابن کعب زیادہ ذی علم نظر آتے ہین یہ وہی صحابی ہین کہ جن کو حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کرنے کی کمیٹی کا ایک ممبر مقرر فرمایا تھا اور بعد ازان اپنے وقت مین حضرت عمر نے انھین اجتہاد مسائل کی کمیٹی کی ممبری عطا فرمائی تھی۔ یہ وہی صحابی ہین کہ جن کے مرنے پر حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آج عرب کا سردار مرگیا۔ یہ فرمانا اس سبب سے بھی تھا کہ حضرت عمر اپنے تمام اجتہادات مین ابی ابن کعب سے مدد لیا کرتے تھے بلکہ یہ کہئے کہ منجملہ دیگر افراد کے اُن صاحب سے زیادہ مشورہ کرکے اجتہاد مسائل فرمایا کرتے تھے۔ علم کے رو سے حضرت سلمان فارسی بھی ایسے تھے کہ حضرت ابوبکر کو حضرت سلمان سے علم مین کوئی مناسبت نہ تھی علاوہ ہر دو اصحاب بالا کے خود امیر معاویہ صاحب حضرت ابوبکر سے زیادہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ المختصر اصحاب رسول اللہ مین بھی حضرت ابوبکر اعلم الصحابہ نہ تھے۔ یہ قول صرف اس غرض سے گڑھا گیا ہے کہ جب اتفاق وقت سے آپ خلیفۂ رسول اللہ قرار دیے گئے تھے تو ضرور ہوا کہ آپ جمیع صحابہ سے اوصفات کے علاوہ علم مین بھی افضل قرار دیے جائین۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کا علم قرآن ناقص تھا احادیث نبوی سے آپ کو بہت کم اطلاع حاصل تھی اور آپ کا علم فقہ کیا تھا کیا نہ تھا کچھ نہین معلوم ہوتا۔ آپ کے علم قرآن کا یہ حال تھا کہ مسئلہ کلالہ کا حضرت عمر کی طرح آپ کے دم آخر تک آپ کی سمجھ مین نہ آسکا۔ آپ کو اتنا بھی نہین معلوم تھا کہ قرآن کے رو سے دادی کے ترکہ سے پوتے کا کیا حصہ ہوتا ہے۔ جامع حدیث ہونا بھی جو آپ نے چاہا تو بمشکل آپ پانچ سو حدیثین جمع فرما سکے تھے جب اُن کی صحت پر آپ کو بھروسا نہ ہو سکا تو اپنی اُن جمع کردہ حدیثون کو جلا ڈالا۔ فقہ مین آپ کیا امتیازی شکل پیدا کر سکے اس کا پتہ سے اب تک راقم کو کسی طرح کی اطلاع نہین ہو سکی ہے آپ کے نقصان علم قرآن و علم حدیث و علم فقہ کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمتر آپ کو حضرت رسالتمآبؐ

کی صحبت گرامی نصیب ہوتی رہی تھی - یہی حال حضرت عمر کا بھی رہا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب سے
حضرت شیخین مدینہ مین رونق افروز ہوئے، تب سے برابر تجارتی کامون کے سبب سے آپ صاحبان
کو مدینہ کی بازارون مین زیادہ وقت بسر کرنا پڑتا رہا۔ حضرت رسول کی صحبت مین کمتر حاضر رہ سکے ظاہر
ہے کہ ایسی مشغولیت کے ساتھ آپ دونون بزرگوار علم قرآن وعلم حدیث وعلم فقہ کی طرف اپنی پوری توجہ
کیونکر مبذول فرما سکتے تھے - مگر جب حضرت ابوبکر خلیفہ قرار پا گئے تو آپ کے ہواخواہون کو تو اس کی
ضرورت آپڑی کہ آپ اعلم الصحابہ قرار دیے جائین - کوئی شک نہین کہ یہ نہایت نازیبا امر معلوم ہوتا
تھا کہ کوئی شخص رسول اللہ کا خلیفہ مانا جائے اور اعلم الصحابہ کی حیثیت نہین رکھتا ہو یعنی ضرور ہوا
کہ اس کا علم قرآن وعلم حدیث وعلم فقہ حضرت رسول کے تمام صحابیون سے ممیز طور پر زیادہ تر سمجھا
جائے اور اسی طرح اس کے تمام اوصاف تمام صحابیون سے بڑھے چڑھے دکھائی دین - اسی
اصول پر حضرت ابوبکر اشجع الناس بھی قرار دیے گئے ہین - راقم نے آپ کے اشجع الناس اور
اشجع الصحابہ کی حقیقت کو اپنی کتاب مصباح الظلم اور بھی اس کتاب مناظر المصائب مین حوالہ قلم
کردیا ہے - یہان اس کے اعادہ کی ضرورت نہین رہی ہے - حق یہ ہے کہ جس طرح شجاعت مین
آپ کا موازنہ حضرت علیؑ کے ساتھ ایک لغو امر ہے - اسی طرح علم مین بھی آپ کا موازنہ اُس باب العلم
کے ساتھ ایک بے معنی امر ہے - پس جب حضرات اہل سنت کے اعلم الصحابہ کو علم مین حضرت علی کے
ساتھ کوئی مقابلہ کی صورت نہین نظر آتی ہے تو جناب علامہ شبلی صاحب حضرت عمر کو حضرت علی کا
ہمسر علم مین کیونکر قرار دیتے ہین، اطرق کرا اطرق کرا - ان النعام فی القریٰ - جناب علامہ صاحب
فرماتے ہین کہ اگرچہ فضل وکمال کے لحاظ سے حضرت علی کے سوا کوئی شخص اُن کا (عمر کا) ہمسر نہ تھا
تاہم وہ اہل کمال کے ساتھ اسی طرح پیش آتے تھے جس طرح خود بزرگ کے ساتھ پیش آتے ہین" اس
تحریر حیرت انگیز کے جواب مین مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش مصنف الفرق اس طرح پر حوالہ قلم
فرماتے ہین کہ "مسلمانون مین اسوقت تک بالاتفاق اہل اسلام اس بات کے قائل چلے آتے ہین کہ بعد پیغمبر
افضل الناس علیؑ مرتضیٰ تھے اور اُن کے فضل وکمال مین کوئی اُن کا ہمسر نہ تھا علی مرتضیٰ کو جوذی علم
مصنف (علامہ شبلی صاحب) ہمسر حضرت عمر کا قرار دیتے ہین - درحقیقت حضرت علی کی شان
فضل وکمال سے اُن کو گرانا ہے - واقعات تاریخی اور احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے علی مرتضیٰ
کے دیگر صحابۂ رسول بھی اپنے فضل وکمال مین جسقدر اُن کو تھا حضرت عمر سے بہتر اور برتر تھے اور حضرت
عمر اُن سے بھی علم وفضل حاصل کرتے تھے - جن لوگون کو ذیعلم مصنف (علامۂ ممدوح) نے صحبت حضرت عمر کی

کی عزت دی ہے وہی لوگ درحقیقت اُن کے معلم تھے اور انھین کی رایون کے بموجب اکثر ہر ایک امر کو حضرت عمر نے قبول کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ وہ اُن کے ساتھ ویسے ہی پیش آتے تھے کہ جیسے خرد بزرگ کے ساتھ "

راقم کہتا ہے کہ واہ واہ حضرت علامہ نے اظہار ہمسری بالا سے ایک اور باب العلم کا مضمون ایجاد فرمایا ہے۔ لاریب حضرت ممدوح نے اپنی جادو نگاری سے ایک اور باب العلم کا ظہور دکھلایا ہے حضرت رسول نے صرف ایک باب العلم سے خبر دی تھی۔ ماشاءاللہ جناب علامہ نے ایک کو دو بنا ڈالا ہے اگر حضرت ممدوح تھوڑی اور بھی خلاقی کو راہ دیتے تو ایک سے دو مدینۃ العلم بھی قرار پا جاتے۔ طباعی اور سخن آفرینی اس کو کہتے ہین ؎

ذرّون کو تیرے نور نے اختر بنادیا ہر تابدان کو نیرّ اکبر بنادیا

تماشا ہے کہ حضرت علامہ کی ساری کتاب "الفاروق" اسی طرح کی سخن آفرینیون اور بے سروپا نگاریون سے بھری دکھائی دیتی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ حضرات اہل سنت کو معتقدین خاص بنانے کے لیے ایسے پریشان مضامین پیدا کرتے گئے ہین۔ حق یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو سُنّی دنیا مین حضرت والا کو حصول وقار کی کیا صورت نمایان ہو سکتی تھی۔ لاریب حب جاہ ایک بُری شے ہے۔ حافظ حقیقی اس بلا سے بچائے۔ کوئی شک نہین کہ مبتلائے حب جاہ عدل پرور نہین ہو سکتا ہے۔ امر حق یہی ہے کہ جناب علامہ کچھ عجب بزرگ دکھائی دیتے ہین۔ حضرت عمر کی تفریق معلوم کے پشت پناہ ہو کر حضرت رسولؐ کی تنقیص شان کر گئے ہین اور بالا بین تنقیص شان مرتضوی کی کوشش اُٹھا نہین رکھی ہے۔ نہین معلوم کہ حضرت رسولؐ خاندان رسول سے علامہ صاحب کو کشیدگی کی وجہ کیا تھی۔ تعجب اسی سے ہے کہ حضرت علامہ صاحب نے حضرت عمر کو درجۂ نبوت کے قریب قریب پہونچا کر حضرت خلیفہ صاحب کو کھلے کھلے طور پر کیون نبی نہین بنا ڈالا۔ تماشا ہے کہ ظہور رسالتمآب کے قبل بھی آپ کی تحریرات امیہ اور ہاشم کے معاملات مین اُمیہ کی جانب داری کا پورا رنگ رکھتی ہین۔ بنی امیہ کے مقابلہ مین بنی ہاشم سے علامہ صاحب کا تنفر چھپی حیثیت نہین رکھتا ہے۔ اس کیفیت قلبی کے ساتھ علامہ صاحب محمدؐ اور آل محمدؐ کے دوستدار کیا ہو سکتے تھے۔ اسی لیے آپ کے ہیرو سب یعنی ممدوحین بھی دشمنانِ آل محمدؐ ہی نظر آتے ہین۔ بنی امیہ سے ولید بن عبدالملک بھی آپ کا ایک ہیرو دکھائی دیتا ہے۔ واہ کیا کہنا ہے جیسی روح ویسا فرشتہ

ضمیمہ نمبر ۲۳

حقیقت خلافت

خلافت یعنی حضرت رسولؐ کی جانشینی ایک ایسا مضمون ہے کہ جس نے مسلمانون مین ایک بڑی بےچینی پھیلا رکھی ہے - یہ امر ایسا ہے کہ جس کی بدولت اہل اسلام دو فرقون مین بٹے ہوئے نظر آتے ہین - اس کی نزاعی حیثیت جو ہے وہ یہ ہے کہ ایک فرقہ اہل اسلام کا اُس کی حقیقت کو ایسے حضرات کی طرف منسوب کرتا ہے جن مین سے ایک کے سوا جمیع دیگر حضرات کو دوسرا فرقہ اُس نسبت کا سزاوار نہین مانتا ہے - یہ دونون فرقے عبارت ہین حضرات اہل سنت اور حضرات امامیہ سے حضرات اہل سنت حضرت ابوبکر کو حضرت رسولؐ کا خلیفۂ اول قرار دیتے ہین اور آپ کے بعد حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علیؓ و حضرت معاویہ و دیگر خلفاے بنی امیہ و بنی عباس و سلاطین روم کو خلیفہ کے خطاب گرامی سے یاد کرتے ہین - خلفاے بالا سے چار خلفا کو خلفاے راشدین کہتے ہین باقی خلفا کو مجرد خلفا یعنی جانشینان حضرت رسولؐ مانتے ہین - حضرات اہل تشیع خلفاے بالا سے صرف حضرت علیؑ کو خلیفۂ بلافصل حضرت رسولؐ کا جانتے ہین - اور دیگر خلفا کو خلفاے حضرت رسول نہین سمجھتے - اب دیکھنا ہے کہ حضرات اہل سنت کے خلفا منصوص حیثیت رکھتے ہین یا نہین - کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن مین سے منصوص حیثیت صرف حضرت علیؑ کو حاصل تھی - اس لیے کہ حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ نے اپنا خلیفہ دو موقع پر صاف صاف طور پر فرمایا تھا اور اس لقب گرامی سے کسی دوسرے شخص کو کبھی ممتاز نہین فرمایا - موقع اول یہ تھا کہ حسب کتاب ازالۃ الخفا و کتاب نسائی وغیرہ حضرت رسولؐ نے دعوت اقربا کر کے یہ فرمایا کہ ورثت ابن عمی دون عمی " یعنی مین نے اپنا وارث بنایا اپنے چچا زاد بھائی کو برخلاف اپنے چچا کے - اس قصۂ استخلاف کو مورخ ابو الفدا المختصر فی احوال البشر مین یون لکھتے ہین کہ اس دعوت مین آنحضرت نے اپنے اہالیان خاندان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو میرا بھائی میرا وصی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا - تب کسی نے کوئی جواب نہین دیا الا علی مرتضیٰ نے جنھون نے بڑے جوش کے ساتھ عرض کیا کہ مین آپ کا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہونگا - اس پر

آن حضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا -
یہ قصہ ابتدائے ظہور اسلام کا ہے اور کچھ شک نہین کہ ابتدائے اسلام ہی مین حضرت رسول صلعم
نے کارروائی بالا سے اپنا جانشین تجویز کرلیا تھا - ظاہر ہے کہ یہ تجویز مبنی بر رضائے الٓہی تھی -
اس لیے کہ ایسا امر اہم مرضی خدا کے خلاف طے نہین پا سکتا تھا - حضرت رسولؐ اپنے جی سے نہ
کوئی بات کہتے تھے اور نہ کوئی کام کرتے تھے - یہ حضرت عمر کا مجرد نقص ایمان تھا جس نے آپ سے
کہلوایا تھا کہ حضرت رسول حضرت علی کی محبت مین حق سے تجاوز کرجاتے ہین وغیرہ وغیرہ نعوذ باللہ
ثم نعوذ باللہ - لاریب حضرت رسولؐ ماینطق عن الھویٰ کے مصداق تھے - ہرگز نہ کوئی لغویات
کہتے تھے اور نہ کوئی لغو کام کرتے تھے - ہرگز ایسا نہین ہوسکتا تھا کہ حضرت رسولؐ حضرت علی کو
بے مرضی الٓہی اپنا خلیفہ قرار دیدیتے - یون حضرت عمر اور علامہ شبلی صاحب نفسانیت اور
مخالفت علیؑ کے تقاضا سے جیسا چاہین کہین - ایک امر اور بھی اس جگہ قابل درج معلوم ہوتا
ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کے قول بالا ورثتی ابن عمی سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
رسولؐ وارث بنانے کا حق رکھتے تھے تب حضرت ابوبکر نحن معشر الانبیا کی حدیث کہان سے
اٹھالائے لاحول ولا قوۃ - اس پر طرہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کسی حدیث کو قابل وثوق نہین
سمجھتے تھے - اگر احادیث کو قابل وثوق سمجھتے تو اپنی پانچ سو۵ جمع کردہ حدیثون کو کیون جلوا ڈالتے
علاوہ اس کے حضرت رسول نے حضرت علی کو اپنی دعوت قریش کے موقع پر اپنا وارث بھی
فرمایا تھا - اور سورۂ برات کے واپس لئے جانے کے بعد بھی حضرت ابوبکر کو خطاب کرکے حضرت علی کو وارث
اپنا قرار دیا تھا - اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نحن معشر الانبیا کی حدیث ایک موضوع حدیث
ہے بہرحال اب حضرات ناظرین حضرت رسول کے دوسرے موقعہ استخلاف پر اپنی توجہ مبذول فرمادین
اس موقع پر بھی حضرت رسول نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ قرار دیا تھا - لاریب موقع اول کی
طرح موقع ثانی سے بھی حضرت علیؑ کی خلافت واضح طور پر منصوص ثابت ہوتی ہے - اس
موقع کی حقیقت یہ ہے کہ جب سورۂ برات نازل ہوئی تو حضرت رسول نے حضرت ابوبکر کو
اول چالیس آیتین اس کی حوالہ کرکے حکم دیا کہ جاکر انھیں مشرکین کو سنادو جب حضرت
ابوبکر مکہ کی طرف روانہ ہوچکے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ حکم خدا لائے کہ اے محمد تبلیغ رسالت
تمہارا کام ہے یا تم خود جاؤ یا ایسے شخص کو بھیجو کہ جو تم سے ہو - اس پر حضرت رسولؐ نے
حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے عقب مین روانہ کیا کہ تم اُن آیتون کو حضرت ابوبکر سے لیکر حکم خدا

بجالاؤ۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا اور حضرت ابوبکر مدینہ کو واپس چلے آئے۔ مدینہ واپس آجانے پر حضرت ابوبکر نے حضرت رسول سے یہ عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا کہ سورہ برات واپس لے لیگئی۔ آں صلعم نے فرمایا کہ کوئی قصور کی بات نہین تھی۔ لیکن جبرئیل مجھ پر اس حکم کے ساتھ نازل ہوئے کہ اے محمدؐ نہین کوئی ادا ے حق کرے گا تجھ سے الا تو یا کوئی مرد جو تجھ سے ہو اور حال یہ ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے میرا وارث ہے اور اور میرا خلیفہ ہے میرے گھر مین اور میری اُمت مین اور میرے بعد میرے دین کو چلائے گا اور کوئی شخص ادا ے حق مجھ سے نہین کرے گا مگر علی (دیکھو کتاب اعلام الوری حبیب السیر اور ازالۃ الخفا) اس سے زیادہ فیصلہ کن کیا کوئی قول ہو سکتا ہے۔ واقعۂ بالا سے بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ استخلاف بالا تمام تر منصوص حیثیت رکھتا ہے اس سے زیادہ ثبوت حضرت علیؑ کے خلیفۂ منصوص ہونے کا اور کیا ہو سکتا ہے اگر آپ کے دشمنون کو سوجھائی نہ دے تو اس کا جواب ہی کیا ہے۔ المختصر تمام امتیان محمدیؐ مین صرف حضرت علی ہی ہین کہ جن کی شان مین اور الفاظ گرامی کے ساتھ حضرت رسول نے خلیفہ کے لفظ کو ارشاد فرمایا ہے۔ عقل یہی کہتی ہے اور انصاف بھی یہی کہتا ہے کہ جس ذات کو حضرت رسول نے اپنا خلیفہ قرار دیا ہے بلاشبہہ وہی شخص حضرت رسول کا منصوص خلیفہ مانا جا سکتا ہے اور خلیفۂ حضرت رسول کہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر اور کسی کی شان مین حضرت رسولؐ نے خلیفہ کے لفظ کو ارشاد فرمایا ہے تو مخالفان علی اس کا نشان دین۔ حق یہی ہے کہ منصوص خلیفہ حضرت رسولؐ کے صرف حضرت علی ہین باقی جتنے حضرات خلیفہ کہلاتے ہین خود ساز خلیفہ ہین اور زمین سے ابھرے ہین۔

حضرات اہل سنت حضرت علیؑ کو خلیفہ مانتے ہین مگر آنجناب کی منصوصی حیثیت کے قائل نہین نظر آتے ہین اور حضرت خلفاے ثلٰثہ سے تمام تر مفضول ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرات اہل سنت حضرت علی کو خلیفۂ منصوص سمجھتے تو خلفاے ثلٰثہ سے آپ کو مفضول کیون سمجھتے۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل سنت کے خلفا من جانب الناس درجۂ خلافت کو پہونچتے گئے ہین۔ ایسی صورت مین اُن حضرات خلفا کو خلیفۂ رسول اللہ کہے جانے کا استحقاق نہین دکھائی دیتا ہے۔ تب خلیفۂ رسول اللہ وہی مانا جا سکتا ہے جسکو کہ حضرت رسولؐ نے اپنی زبان مبارک سے اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ علماے اہل سنت کا یہ دعویٰ

بھی نہین معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خلفا من جانب اللہ درجہ خلافت کو پہونچتے تھے - یہی عقیدہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا بھی معلوم ہوتا ہے - غازی صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بفضلہ و کرمہ ایک معقول شخص ہین اور راست خیالی اور قابلیت عامہ کے اعتبار سے اپنے جواب آپ ہین - آپ فرماتے ہین کہ جمیع خلفا ضرورت وقت سے خلیفہ قرار پائے تھے - اس لیے اسلام مین امر خلافت کوئی دینی امر متصور نہین ہے - اسی بنا پر آپ نے خلافت کے مضمون کو اپنی قلمرو یعنی سلطنت ٹرکی سے دور دفع کر ڈالا ہے - آپ فرماتے ہین کہ جسوقت تک خلافت کی ضرورت لاحق تھی خلفا مقرر ہوتے رہے - اب چونکہ خلافت ایک غیر ضروری امر دکھائی دیتی ہے اور اس سے اسلام کو فائدہ کے عوض نقصان کی صورت نظر آتی ہے - اس لیے اس کا دور دفع کر دینا ہی قرین صواب نظر آتا ہے پوشیدہ نہین ہے کہ غازی صاحب کی اس کارروائی پر ہندوستانی اہل سنت نے بڑی واویلا مچائی تھی مگر غازی صاحب نے ہندوستانی ناعاقبت اندیشان خود غرض کی ایک نہین سنی - خلافت کے نام سے اپنی قوم کے لوٹنے والے شور و غل مچاتے ہی رہ گئے - مگر خلافت کی بلا سلطنت عثمانیہ سے گئی سو گئی ہندوستانی اہل سنت مین خلافت کے جو ولولے تھے وہ اپنے حال پر ہین اور جب تک ناراست خیالی ان کے دماغ مین جگہ کیے رہے گی رہیگا - ایسے حضرات اہل سنت خلافت حال و ماضیہ کو اسلام کی جان سمجھتے ہین اور گو اُن کی خلافت ماضیہ مطلق منصوصی حیثیت نہین رکھتی ہے مگر اس کی حیثیت کو منصوص حیثیت سے بھی زیادہ اہم قیاس کرتے ہین - ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اسلام کا جزو اعظم مضمون خلافت ہے - اُن کے خلفا اگرچہ خودساختہ یا من جانب الناس تھے اس پر بھی حضرات اہل سنت کی وابستگی اُن کے ساتھ ایسی ہے کہ اس کا سولھوان حصہ بھی اہل بیت نبوی کے ساتھ دکھائی نہین دیتی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل سنت کے گوش مبارک تک نہ حدیث ثقلین اور نہ قول خداوندی قل لا اسئلکم پہونچا ہی نہین ہے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - مختصر یہ ہے کہ حضرات اہل سنت کے لئے جو کچھ ہے مضمون خلافت ہے - پھر اُن کی خلافت پرستی اس درجہ کو بڑھی نظر آتی ہے کہ حسب تحریر مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم و شمس العلما مولوی شبلی صاحب مرحوم جناب خلیفہ ثانی صاحب یعنی حضرت عمر شریک نبوت دکھائی دیتے ہین - ایسی صورت مین بیچارے اہلبیت نبوی علیہم السلام زمرۂ خلافت پرستان مین کیا جائے امتیاز پا سکتے ہین - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

واضح ہو کہ عقل و انصاف کے رو سے خود ساز یعنی غیر منصوص خلفا حضرت رسولؐ کے خلفا نہین مانے جا سکتے ہین۔ لاریب وہی خلیفہ حضرت رسول کا خلیفہ ہے جسکو حضرت رسول نے خلیفہ کے لفظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ جیسا کہ بالا مین راقم حوالۂ قلم کر چکا ہے۔ ایسا خلیفہ البتہ منصوص حیثیت رکھنے کی وجہ سے واقعی حضرت رسولؐ کے خلیفہ ماننے جانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ لاریب ایسے خلیفہ کا شمار غیر منصوص خلفا کے ساتھ ایک سخت ضلالت سے خبر دیتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت علی خود ساز خلیفہ نہ تھے۔ حضرت رسولؐ کے خلیفہ من جانب اللہ تھے۔ تب ہی تو آپ مین ساری خوبیان حضرت رسولؐ کی مجتمع تھین۔

(۱) آپ حضرت رسولؐ کی طرح بہادر تھے۔ بہادری کی خوبی حضرات خلفائے ثلثہ مین تمامتر مفقود تھی جن جن غزوات حضرت رسول مین آپ نے اپنی حیرت انگیز بہادری کی وجہ سے فتحین حاصل فرمائین اُن غزوات سے حضرات ثلثہ شرمناک طور پر فرار پر فرار اختیار کرتے رہے۔

(۲) آپ حضرت رسول کی طرح رحیم و کریم تھے۔ اس صفت سے حضرت عمر تمامتر معرا تھے۔ حضرت ثانی کی سنگدلی کچھ ایسی ہی تھی کہ جب خلیفۂ اول صاحب نے حضرت ثانی کو خلیفہ بنایا تو بہت سے مسلمان نہایت بیزاری کے ساتھ بول اُٹھے کہ خلیفۂ اول صاحب نے ہمپر ایک سنگدل شخص کو حاکم بنایا ہے۔

(۳) آپ حضرت رسول کی طرح صاحب حیا اور صاحب اخلاق تھے۔ صفت حیا اور اخلاق سے حضرت عثمان تمامتر خالی تھے جیسا کہ راقم اس کتاب مین دکھلا چکا ہے۔ اگر حیاداری اور اخلاق مندی آپ مین بھی تھی تو ان صفتون کو آپ اپنی قوم بنی امیہ مین صرف کرتے ہون گے جیسا کہ کتابون مین دیکھا بھی جاتا ہے

(۴) آپ مکر و فریب و دغل و طماعی و خونریزی وغیرہ کو حضرت رسول کی طرح نہایت ہی امر مذموم سمجھتے تھے۔ یہ معائب حضرت معاویہ کے زیور تھے۔

(۵) آپ فسق و فجور و شراب خواری و جمیع مکروہات سے حضرت رسول کی طرح مبرا تھے۔ یہ مکروہات عین شان خلیفہ یزید کے دیکھے جاتے ہین۔

(۶) آپ حضرت رسول کی طرح فساد انگیزی اور سلطنت کو قابل نفرت جانتے تھے۔ مروان کے لیے یہ صفتین ناموری کا حکم رکھتی تھین۔

(۷) آپ حضرت رسول کی طرح قرآن کی عظمت ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے یا یہ کہیے کہ آپ قرآن کی عظمت کو اپنی عظمت کے برابر سمجھتے تھے اس لیے کہ آپ اور قرآن بقول پاک حضرت رسول

برابری کا حکم رکھتے ہین۔ خلیفۂ ولید نے قرآن کو تیر باران کیا۔
(۸) آپ حضرت رسول کی طرح دروغ پروری سے عداوت رکھتے تھے۔ خلیفۂ عبدالملک نے معاویہ کی طرح ہزارون جھوٹی حدیثین وضع کرائین۔
المختصر تمام صفات ذمیمہ سے مبرا ہکر حضرت رسولؐ کے تمام صفات حسنہ کے نمونہ حضرت علی نظر آتے ہین۔ بقول حضرت رسولؐ بلکہ بقول خدائے تعالیٰ بھی آپ انبیاے کرام کی ممتاز صفتون سے بھی آراستہ و پیراستہ دکھائی دیتے ہین جیساکہ راقم سابق مین دکھاچکا ہے تب کیا تعجب ہے کہ حضرت رسولؐ نے آپ کو منصوصی حیثیت اپنے خلیفہ ہونے کی بخشی۔ عقل ہی کہتی ہے کہ حضرت رسولؐ کا خلیفہ حضرت علی کو ہونا تھا۔ معائب بزدلی و سنگدلی و بے رحمی و خونریزی و غداری و فسق و فجور و مکاری و فسادانگیزی و دروغ پروری رکھکر کوئی شخص حضرت رسولؐ کا خلیفہ نہین مانا جاسکتا ہے۔ یون حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت معاویہ و حضرت یزید و حضرت مروان و حضرت ولید و حضرت عبدالملک و جمیع خلفاے بنی اُمیہ و خلفاے بنی عباس و خلفاے عثمانیہ رومی اپنے اپنے درجۂ خلافت کو پہونچتے گئے۔ مگر اُن مین سے کسیکو بھی منصوصی حیثیت حاصل نہ تھی۔ اس لیے یہ سب خلفا حضرت رسولؐ کے خلیفہ نہین سمجھے جاسکتے ہین۔ یہ سب خلفا خلفا من جانب الناس تھے۔ خلیفہ من جانب اللہ وہی ذات مانی جاسکتی ہے جسکو حضرت رسولؐ نے اپنی زبان مبارک سے خلیفہ فرمایا ہوا اور جس کو حضرت رسول اور حضرت انبیاے کرام کی صفتین حسب فرمودۂ حضرت رسولؐ حاصل تھین۔ اس لیے وہ سب غیر منصوصی خلفا حضرت رسولؐ کے خلفا نہین سمجھے جاسکتے ہین۔ پس حضرت علی کے سوا کوئی منصوص خلیفہ حضرت رسولؐ کا حضرت رسولؐ کے بعد نہ تھا۔ کوئی جائے تعجب نہین ہے جو غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے غیر منصوص خلفا کی طرف مذہبی حیثیت کی نسبت روا نہین رکھی ہے۔ اگر غازی ممدوح نے خلافت کے بارے مین ایک بڑی محققانہ راہ اختیار کی ہے گو یہ امر ہندوستانی خلافت پرستون پر نہایت شاق گزرا ہے۔ یہ بیچارے ضعیف الراے خلافت خلافت کا شور جو ابتداے عمر سے سنتے آئے ہین وہی ان کا مذہب ہوگیا ہے اور اُن کے تمام مذہب کا خلاصہ وہی خلافت متصور ہے۔ خلافت پرستون مین ایک شورش عظیم پیدا کرکے کچھ چالاک لوگون نے خلافت کے ہنگامہ کو اپنا ذریعۂ روزگار بنالیا ہے۔ اس ذریعہ سے ایسے حضرات بہت کچھ صاحب سرمایہ ہوگئے ہین اور امیرانہ طور پر زندگی بسر کرتے ہین۔ ایسے حضرات نے

خلافت کے چندے کے نام سے بیواوٴن کے کانون سے بالیان تک اُتروالی ہین اور بہت سے اپنے ہم مذہبون کو بے سرمایہ کر ڈالا ہے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ دور نہین ہے کہ ہر آدمی اپنا بویا ہوا کاٹے۔ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

آفرین بر غازی مصطفٰے کمال پاشا کہ کارے کردہ است۔

ضمیمہ نمبر ۲۴

مذہب اہل سنت اور مذہب اہل تشیع دو علیحدہ علیحدہ مذہب ہین اور دونون مذہب کے خدا و رسول علیحدہ علیحدہ ہین

کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت کا خدا مادی حیثیت رکھتا ہے انکے برخلاف اہل تشیع کا خدا مادی حیثیت سے تمامتر بری دکھائی دیتا ہے۔ راقم دونون مذہب کے عقائد کو ذیل مین درج کرتا ہے۔ حضرات ناظرین اُن کے نیک و بد کا موازنہ فرمالین۔

عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ اللہ کی صورت آدمی کی سی ہے (مشکوٰۃ) اللہ کے انگلیان چہرہ۔ کمر مُنھ۔ مٹھی۔ قبضہ۔ آنکھ۔ کان۔ قدم۔ پنڈلی۔ پہلو ہین مگر ناک نہین ہے (بخاری کتاب التفسیر اور مشکوٰۃ کتاب الآداب) راقم کہتا ہے کہ اہل سنت کو مناسب تھا کہ کان کے ساتھ ناک کو بھی لگا دیتے بے ناک کا خدا کیونکر خوبصورت معلوم ہو سکتا ہے۔ نکٹا خدا ہو یا آدمی کبھی صورت دار نہین دکھائی دے سکتا ہے۔ ناک خوبصورتی کی ناک ہے۔ بہرحال خدا سازان یونان و روما وغیرہ وغیرہ یعنی بت تراشان اقوام مختلفہ بے ناک کا خدا نہین بناتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن اقوام کے بت ساز حضرات اہل سنت سے خوشتر مذاق بت سازی کا رکھتے تھے۔ بہرکیف جب خدا کے لیے جسم قائم کر لیا گیا تو ضرور ہوا کہ اُس کی نشست کے لیے ایک کرسی بھی تیار کی جائے۔ بیچارا جسم دار خدا کہان تک کھڑا رہ سکتا تھا۔ اس لیے اُس کے لیے کرسی کا سامان بھی کر دیا گیا۔ اس کرسی کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اب وہ خدا اُس پر نزول کریگا اور وہ خدا کے بوجھ سے آواز کرے گی (مشکوٰۃ و غنیۃ الطالبین حضرت بڑے پیر صاحب) یہ بھی حضرات اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا عرش پر رہتا ہے۔ عرش آسمانون مین قبہ کے مانند ہے اور وہ چرچر کرتا ہے اللہ کی عظمت سے (سنن ابن ماجہ جلد اول صحیح مسلم و جامع ترمذی) راقم کہتا ہے کہ خدائی انجینیرون کو لازم تھا کہ عرش کو کچھ زیادہ مضبوط بناتے۔ یہ چرچرانا اچھا نہین۔ مبادا بار خداوندی سے کسی وقت ٹوٹ پڑے۔ یہ بھی

داخل عقیدۂ اہل سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ خلقت پیدا کرنے سے پہلے ایک بادل مین تھا۔ اس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی (جامع ترمذی جلد دوم وابواب التفسیر) راقم کہتا ہے کہ نہین معلوم کہ بادل کے اندر کا قیام خدا کو کیون پسند تھا۔ حق یہ ہے کہ ایسے قیام کی مصلحت کو خدا جانے یا حضرات اہل سنت جانین دوسرا کیا جانے ۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ بادل خدا صاحب کو لحاف اور توشک کا کام دیتا ہوگا جس سے آسایش ہوتی ہوگی ۔ اس لیے خدا صاحب بادل مین قیام رکھتے تھے ۔ حضرات اہل سنت یہ بھی عقیدہ رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو جس وقت رات کا اخیر حصہ رہ جاتا ہے پہلے آسمان پر اُترآتا ہے (بخاری کتاب التہجد باب الدعاوالصلوٰۃ) راقم کہتا ہے کہ اس تکلیف فرمائی کی آخر کوئی وجہ ہوگی ۔ ممکن ہے کہ رات کو عرش پر بے خوابی کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے خدا صاحب کی طبیعت گھبرا جاتی ہوگی نقل مکان کے خیال سے پہلے آسمان پر اُترآتے ہون گے ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے آسمان پر خدا صاحب کی کوئی مسجد ہو تہجد پڑھنے کے لیے اُترآتے ہون ۔ یہ بھی عقیدہ حضرات اہل سنت کا بہت ہی خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ بے ریش جوان ہے اور عرش پر جو ساتون آسمانون کے اوپر ہے بیٹھا ہے (بخاری کتاب الاذان) اللہ کی جوانی کے مضمون سے راقم کو اپنی جوانی یاد آتی ہے ۔ اے اللہ یہ کیا انصاف ہے کہ تو جوان ہی رہے اور مین جوان ہو کر بوڑھا ہو جاؤن ۔ واقعی بڑا مقام رشک ہے ۔ واہ واہ اپنے لیے سب کچھ میرے لیے کچھ نہین ۔ حضرات اہل سنت یہ بھی فرماتے ہین کہ اللہ کو اہل سنت اپنی موجودہ آنکھون سے دیکھین گے ۔ راقم کہتا ہے کہ جب خدا جسم رکھتا ہے تو پھر کیون نہین اپنی موجودہ آنکھون سے دیکھین گے ۔ بخاری مسلم اور جامع ترمذی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیدار خدا کے وقت خدا کے منھ پر صرف ایک چادر جلال کی پڑی ہوگی ۔ اس بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سنت کا خدا اشیاے مادیہ کی طرح مجسم ہے ۔ اور اسی طرح صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ ہنستا ہوا مسلمانون کے ساتھ چلے گا اور لوگ سب اُس کے پیچھے چلین گے ۔ کوئی شک نہین کہ حضرات اہل سنت کا خدا یونان اور روما وغیرہ کے مشرکین کے عقائد کے مطابق کاٹھ یا پتھر کا تو نہین ہے مگر خیالی بُت ہونے سے خالی نہین نظر آتا ہے ۔ صحاح ستہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ہنستا ہے ہاتھ پھیلاتا ہے سرگوشی کرتا ہے بالمشافہ گفتگو کرتا ہے منھ کا نقاب اُتارتا ہے ۔ باغ مین جلسہ کرتا ہے کتاب لکھتا ہے آتا ہے جاتا ہے دوڑتا ہے تعجب کرتا ہے ۔ جھانکتا ہے مصافحہ کرتا ہے ٹھٹھا کرتا ہے اور روتا ہے یعنی جو جو کام

اہل سنت کر سکتے ہین وہ سب کرتا ہے - پس حضرات اہل سنت کے عقائد کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا ایک مادی شے ہے اور گو کاٹھ یا پتھر کا بنا ہوا نہین ہے مگر صورت وجسم کے اعتبار سے کاٹھ اور پتھر کے برابر ہے - اب حضرات با انصاف خود تجویز فرمالین کہ حضرات اہل سنت عقائد بالا سے اللہ تعالیٰ کی تکریم یا تذلیل کا اظہار فرماتے ہین یا کیا - راقم ایسے خدا کو خدا مان سکتا ہے اور نہ اُسکی پرستش کی طرف رخ لا سکتا ہے -

خدائے اہل تشیع

واضح ہو کہ اہل تشیع کے اصول دین پانچ ہین یعنی توحید - عدل - نبوت - امامت اور قیامت ان مین اول توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے قل ھواللہ احد جاننا چاہیے کہ احد وہ ایک ہے جس کے لیے ثانی کا ہونا دائرۂ امکان سے باہر ہے - پوشیدہ نہین ہے کہ احدیت اثنینت سے تمامتر بے تعلق ہے لراقمہ تو ہے وہ ایک اے خدا میرے جس کا پھر دوسرا نہین ہوتا - چونکہ خدا کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہین ضرور ہے کہ اس کی صفات داخل ذات مانے جائین ورنہ تعدد قدما ماننا پڑے گا - بہرحال جاننا چاہیے کہ صفات الٰہی دو طور کے ہین ایک ثبوتیہ اور دوسری سلبیہ - ثبوتیہ یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ قدیم قادر عالم حی صاحب ارادہ مدرک ظاہر و باطن متکلم اور صادق ہے - سلبیہ یہ ہین کہ اُس کا کوئی شریک نہین وہ مرکب نہین ہے جوہر نہین عرض نہین عرش پر نہین حلول سے بری محل حوادث نہین مرائی نہین - اہل تشیع خدا کی نسبت یہ عقیدہ بھی رکھتے ہین کہ اُسکی صورت نہین ہے وہ محدود نہین ہے مکانی نہین ہے زمانی نہیں ہے اور محتاج نہین ہے - ذات اُس کی بے نیاز ہے وہ ازلی خالق مالک اور رازق ہے - نہ اس کا باپ ہے نہ اس کی ماں ہے نہ کوئی اسکا بھائی ہے اور نہ بیٹا اور نہ کوئی رشتہ دار - وہ عادل بھی ہے اور اسکی ذات بُرائی سے پاک ہے - راقم کہتا ہے کہ یہ خدا شیعون کا ایسا ہے کہ جس سے کسی قائل خدا کو انکار ہو نہین سکتا - اب حضرات ناظرین سنی اور شیعہ کا موازنہ کر کے اسکا فیصلہ فرمالین کہ کون خدا اختیار کرنے کے قابل اور کون ترک کرنے کے قابل ہے - افسوس ہے کہ علماے اہل سنت معاملات الوہیت کی نسبت کیا کیا لایعنی امور حوالۂ قلم کر گئے ہین کہ جس کی وجہ سے مخالفین اسلام جو کچھ اعتراض اسلام پر وارد کرین خلاف توقع نہین ہے - بہرحال تمجید و تقدیس جناب احدیت کی مذہب امامیہ مین ایسی نظر آتی ہے

کہ ویسی تمجید و تقدیس دنیا کے کسی مذہب مین نہین دکھائی دیتی ہے۔ مذہب عیسائی مین تو توحید ہی نہین ہے جناب احدیت کی تمجید و تقدیس کہان سے آئیگی۔ یہی حال مذاہب اصنام پرستان کا دیکھا جاتا ہے کما لا یخفی علی اہل العلم

حضرات اہل سنت کے رسول

حضرات اہل سنت اپنے رسول کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ اُن کے رسولؐ پہلے بت پرست تھے تب خدا کے حکم کے مطابق بت پرستی چھوڑ دی (صحیح مسلم و صحیح بخاری) فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر مین بھی ایسا ہی لکھتے ہین۔ اس تفسیر مین دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے رسول بعثت سے پہلے چالیس سال کی عمر تک کافر اور بت پرست تھے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت ایسا عقیدہ اس لیے رکھتے ہین کہ حضرت شیخین کی بزرگی مین کمی کی صورت دکھائی نہ دے یعنی جب حضرت رسول چالیس سال تک بت پرست رہے تو حضرت شیخین بھی اُسی نجاست مین مبتلا رہے حضرات اہل سنت اپنے رسول کی نسبت عقائد ذیل بھی رکھتے ہین۔

(۱) ان کے رسولؐ نے شراب فضیح جو حرام ہے پی (جذب القلوب محدث دہلوی) یہ اسی غرض سے کہا جاتا ہے کہ حرمت شراب کے بعد بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے شراب پی تھی۔ حضرت ابوبکر کی شراب نوشی علامہ ابن حجر کی تحریر سے ثابت ہوتی ہے اور حضرت عمر کی کتاب فتح الباری شرح بخاری سے۔ اس کتاب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے عالم نشہ مین عبدالرحمن بن عوف کو ہڈی سے مارا تھا۔ اب حضرات اہل سنت کو اس کے سوا کیا چارہ رہا تھا کہ حضرت رسول کو بھی جلسہ شراب خوار ان کا ایک ممبر بنا ڈالین۔ لاحول ثم لاحول۔ ماشاءاللہ حضرات اہل سنت نے حضرت رسول کو کیسی یک رنگی مین رنگا ہے۔ ہولی ہے ہولی ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ کیا مذہب ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے۔

(۲) اُن کے رسولؐ حضرت یوسف علیہ السلام سے صبر مین کم درجہ رکھتے ہین (بخاری)

(۳) اُن کے رسول حضرت یونس بن متی سے جو رسولؐ تھے بہتر نہین ہین (بخاری)

(۴) ان کے رسول کا تین بار سینہ چاک کیا گیا۔ دل دھویا گیا۔ حکمت اور ایمان اُس مین بھر اگیا اور شیطانی حصہ نکالا گیا (صحیح مسلم) معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ حضرت رسول اور اُن کی ترکیب مین شیطانی حصہ داخل۔ واہ واہ۔ مذہب اہل سنت اعجب العجائب ہے۔

(۵) اُن کے رسول نے کعب بن اشرف یہودی کو پنہان طور پر دھوکے سے مروا ڈالا۔ (بخاری) یہ حضرت عمرؓ کے ایک نفس کے قتل کرڈالنے کے جرم کو ہلکا کر دینے کے لیے کہا گیا ہے

(۶) اُن کے رسول نے اونٹوں کی چوری کی علت مین عرنیہ گانون کے لوگون کو گرفتار کرکے اُنکے ہاتھ پاؤن کاٹے اور اُن کی آنکھین پھوڑنے کا حکم دیا اور آخر مین اُنھین پتھریلے میدان مین ڈلوادیا (بخاری)

(۷) ان کے رسولؐ نے مال غنیمت سے ایک پیرہن حضرت مخرمہ صحابی کو چوری سے دیدیا (بخاری)

(۸) ان کے رسولؐ اپنے گھر کو گڑیون کا بتخانہ بنائے رہتے تھے اور یہ حضرت عائشہ کو گڑیان کھلانے کی غرض سے (مشکوٰۃ)

(۹) ان کے رسول نے اپنی بی بی حضرت عائشہ کو گانا بجانا سنایا اور مسجد مین حبشیونکا کھیل دکھایا جبکہ ان کے رسول کا گال حضرت ممدوحہ کے گال پر تھا (بخاری) واضح ہو کہ بی بی عائشہ کی ہجو نگاری بخاری نے ایسی ایسی کی ہے کہ اگر میرے زمانہ مین بخاری ہوتے تو اُن کی ہجو نگاری کا مزا ہم انکو بھرپیٹ چکھا دیتے ۔

(۱۰) اُن کے رسول نے بی بی صفیہ کو حج مین گالی دی اور وہ ایسے واہیات امر کے لیے جسکو راقم لکھنا پسند نہین کرتا ہے (بخاری)

(۱۱) اُن کے رسول کو اللہ تعالیٰ نے بی بی عائشہ کی تصویر ریشمی کپڑے مین لپیٹ کر دوبار دکھائی (بخاری مسلم اور ترمذی)

(۱۲) ان کے رسول نے اقدام زنا کیا - ایک عربی عورت کا قصہ بخاری اور مسلم نے حوالہ قلم کیا ہے۔ راقم اس کے اعادہ کا تحمل نہین رکھتا ہے - اگر کوئی نبی ایسا کرسکتا ہے تو راقم اُس کی نبوت کا قائل نہین ہوسکتا ہے ۔ راقم کا ایمان ہے کہ ہمارے حضرت رسولؐ کبھی ایسے فعل شنیع کے مرتکب نہین ہوئے اور جو ایسا کہے لاریب وہ ازلی ملعون ہے۔ عام اس سے کہ وہ بخاری ہو یا مسلم یا اور کوئی بشر - ایسے ہی محدثون نے اسلام کو بدنام کرڈالا ہے ایسے ہی محدثون کی بدولت یہود و عیسائی اور آریہ وغیرہ اسلام پر بُرے طور سے حملہ آور ہونے لگے ہین ۔ راقم ایسے محدثین کی شان مین علیہم ما علیہم کہتا ہے ۔

(۱۳) ایسے ہی قصہ عشق جونیہ کا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ واہ امام بخاری صاحب واہ

خوب خوب حدیثین آپ نے جمع کی ہین - ایسی حدیث اندوزی پر سو سو پھٹکار- آپ کی
صحیح اہل سنت کے لیے قرآن کے بعد کا درجہ رکھتی ہے - لاحول ثم لاحول کوئی شک نہین
کہ اس طرح کی اہانت انگیز حدیثین آپ کو یہودیون اور دیگر دشمنان اہل اسلام سے نصیب ہوئی ہین -

حضرات اہل تشیع کے رسول

واضح ہو کہ آفرینش مخلوقات سے پہلے خالق عالم نے نور محمدؐ و نور علی علیہما الصلوٰۃ والسلام
کو پیدا کیا یہ نورین وقت پیدایش سے تقدیس و تہلیل کرتے رہے - پھر یہ دونون نور نسلاً
بعد نسلٍ اصلاب طاہرہ مین گزرتے رہے - حتیٰ کہ ایک نور صلب سیدنا حضرت عبداللہ مین
اور دوسرا صلب سیدنا حضرت ابوطالب مین منتقل ہو گیا - صلب سیدنا حضرت عبداللہ سے
حضرت رسولؐ اور صلب سیدنا ابوطالب سے حضرت علیؑ اس عالم دنیا مین رونق افروز ہوئے
حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ کے آبا و اجداد ہمیشہ کے موحد اور دین خدا پر چلے آتے تھے -

عقیدہ اہل تشیع کا یہ ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام از پیدایش تا وقت وفات جمیع گناہ
کبیرہ و صغیرہ سے پاک رہے ہین اور تبلیغ رسالت و وحی مین کسی طرح اُن سے سہو و نسیان
ظہور مین نہین آیا ہے - کتابون مین جتنے قصے حضرات انبیا کی خطا کی نسبت دیکھے جاتے ہین
اُن کے وضع کرنے والے حضرات اہل سنت ہوئے ہین - اُن حضرات نے ایسے قصون کو یہودیون
کی کتابون سے لیکر اپنی تصنیفات مین اس غرض سے داخل کر ڈالا ہے کہ اپنے خلفائے معصیت
شعار کے جرائم کے استخفاف کی صورت پیدا کر سکین - اہل تشیع کے عقیدہ کے رو سے حضرت
رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب پیغمبرون سے افضل اور خدائے تعالیٰ کے مظہر اتم ہین - سراپا
جلوۂ صفات حسنہ تھے اور صفات ذمیمہ سے تمامتر پاک و منزہ - حضرت رسولؐ تمام عرب و
عجم اور تمام جن و انس پر مبعوث ہوئے - آن صلعم کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے - آنحضرت
صلعم کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا - وہ سرور انبیا شافع المذنبین ہین - رحمۃ للعالمین ہین - پاک
مقدس معصوم ہین صاحب اعجاز و شریعت ہین - صاحب کتاب ہین صاحب وحی ہین
اور تعلیم خدا کی وجہ سے ماکان و مایکون کے عالم ہین - راقم کہتا ہے کہ ایسا رسول ضرور خدا کا
رسولؐ ماننے کے قابل ہے بخلاف رسولؐ اہل سنت کے جو تمامتر قابل اجتناب دکھائی دیتا
ہے - اب راقم حضرات اہل سنت اور حضرات اہل تشیع کے خلفا اور امامون کا ذکر ذیل مین

حوالۂ قلم کرتا ہے۔

خلفا و ائمہ حضرات اہلسنت

مذہب اہل سنت کے روسے خلیفہ یا امام منجانب الناس مقرر کیا ہوا مانا جاتا ہے خلیفۂ برحق مذہب بالا کے روسے یا اجماع سے قرار پاتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر یا استخلاف سے جیسے حضرت عمر یا شوریٰ سے جیسے حضرت عثمان یا غضب وقہر واستیلا سے جیسے حضرت معاویہ۔ عصمت شرط خلافت و امامت نہین ہے۔ حدیث خلافت دوازدہ گانہ کے روسے جس کی پابندی سُنی اور شیعہ دونون کو ہے۔ اہل سنت اپنے بارہ خلفا بلا خیال عصمت نامزد کر گئے ہین۔ اس آزادی کی وجہ سے معاویہ یزید مروان ولید وغیرہ خلیفۂ برحق یعنی خلیفۂ حضرت رسولؐ مانے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب عصمت شرط خلافت نہین ہے تو ہر ظالم وجابر غاصب فاجر فاسق زانی و ہر طرح کا بدکار اور امام ہو سکتا ہے۔ تب بہت سے حضرات اہل سنت صوبہ بہا کے یزید کے خلیفۂ برحق ہونے سے کیون انکار کرتے ہین۔ واضح ہو کہ یہ عقیدہ حضرات اہل سنت کا کہ خلیفہ مقرر کرنا آدمی کا کام ہے خدا کا کام نہین ہے باعث ہوا ہے ہر طرح کے بدکار افراد کے خلیفہ قرار پانے کا۔ واقعی یہ عجب عقیدہ ہے۔ عقل کہتی ہے کہ جب آدمی رسول کا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے تو رسول بھی مقرر کر سکتا ہے کوئی وجہ مجبوری کی نظر نہین آتی۔

خلفا و ائمہ حضرات اہل شیعہ

حضرات اہل شیعہ کے ہان خلافت و امامت سے حضرت رسول صلعم کی جانشینی مراد ہے۔ اس لیے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلیفہ یا امام کو باعصمت ہونا چاہیے۔ اہل تشیع کہتے ہیں اور سچا کہتے ہین کہ حضرت رسولؐ کا جانشین مقرر کرنا خدا کا کام ہے نہ امتیون کا۔ نصب خلیفہ یا امام پروردگار پر واجب ہے۔ خلافت یا امامت کو من جانب اللہ ہونا چاہیے نہ من جانب الناس شیعون مین خلافت اور امامت حضرت علیؑ سے شروع ہوتی ہے اور امام آخر الزمان تک ختم ہوتی ہے۔ یہ دوازدہ خلفا و ائمہ کیسے گزرے ہین۔ اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے حضرات اہل سنت ان خلفا و ائمہ خاندان پیمبر کو اپنے خلفا سے ملا کر دیکھ لین اور پھر جو ایمان کہے اس کے مطابق کاربند ہون۔

آخر مین راقم عرض کرتا ہے کہ مذہب اہل سنت کیا ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ۔ البتہ اتنا بخوبی سمجھ مین آتا ہے کہ اس کی بنا مخالفت حضرت رسولؐ و آلِ رسولؐ پر واقع ہوئی ہے تمام کتابین اہل سنت کی اس عداوت عامہ سے خبر دیتی ہین ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔



ضمیمہ نمبر ۲۵

امام بخاری صاحب اور انکی تالیف

امام بخاری صاحب کی کتاب صحیح بخاری عوام مسلمانان مین قرآن کے درجہ کے بعد ہی کی مانی جاتی ہے - شمس العلما شبلی صاحب اس کتاب کے بڑے فریفتہ نظر آتے ہین - اس فریفتگی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس ترکیب کی تصنیفات علامۂ موصوف حوالۂ قلم فرماتے گئے ہین ان کی ترکیب کی معین کتاب بخاری تمامتر دکھائی دیتی ہے - کوئی شک نہین کہ مخالفان حضرت رسولؐ وخاندان حضرت رسولؐ کے لیے کتاب بخاری سے زیادہ بکار آمد کوئی کتاب حدیث کی نظر نہین آتی ہے - بخاری صاحب کا تحریری دعویٰ ہے کہ انھین تین لاکھ حدیثین یاد تھین اُن مین سے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح - پھر خود تحریری ذریعہ سے فرماتے ہین کہ اُنھین چھ لاکھ حدیثین یاد ہین - ان دو قول سے کون صحیح ہے - اس کو خود بخاری صاحب جانین - مگر علماے اہلسنت کی تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھ کی کوئی بات نہین ہے - ہزار کی بات ہے جیسا کہ تدریب الراوی کی عبارت سے ظاہر ہے کہ "بخاری مین سات ہزار دو سو پچھتر حدیث ہین اور مکررات نکال دینے سے توکل چار ہزار حدیثین رہ جاتی ہین" علامۂ شبلی صاحب علماے سیر و تاریخ کے اقوال پر بخاری صاحب کے اقوال کو مرجح سمجھتے ہین حالانکہ سیر و تاریخ سے بخاری صاحب کو کم اطلاع کی شکل نظر آتی ہے راقم کی دانست مین صحیح بخاری کشکول فقیر کا انداز رکھتی ہے - اس مین رطب و یابس ہر طرح کے مضامین داخل دیکھے جاتے ہین - راویان بخاری ہر طرح کے افراد نظر آتے ہین - ان مین سے قدری خارجی قاتلان آلِ پیمبر مدلس خاطی فی الحدیث وضاع وکذاب وغیرہ کی کمی نہین معلوم ہوتی ہے - تماشا ہے کہ ائمہ خاندان پیمبر سے یہان تک بخاری صاحب کو اجتناب ہے کہ اُن ائمہ خاندان پیمبر سے بھی جو ہم عصر بخاری صاحب کے تھے کوئی روایت لیگئی نہین دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ حضرات ائمہ عالم ترین اور تمام تر متصف بصفات حسنہ اپنے عہد کے تھے - عجب انداز محدثین اہل سنت کا ہے کہ کوئی تو ائمہ خاندان پیمبر کو ضعیف بتاتا ہے اور کوئی لاشے اور کوئی مجاہیل قرار دیتا ہے - تعجب ہے کہ اس امر نامطبوع کو خیال کر کے ماضی وحال کے علماے اہلسنت سے

صرف اسوقت کے ایک عالم حق گو مولانا عمر کریم صاحب یون تحریر فرماتے ہین کہ "بخاری صاحب نے چار ائمہ اہلبیت کا زمانہ پایا۔ سیدنا حضرت علی بن موسی الرضا سیدنا امام محمد تقیؑ سیدنا امام علی النقیؑ اور سیدنا امام حسن العسکری علیہم السلام۔ مگر اُن مین سے کسی بزرگوار سے کسی حدیث کی سماعت نہین کی۔ اور تحقیق وتلاش حدیث مین ساری دنیا چھان ڈالی۔ مکہ۔ مدینہ عراق۔ شام اور مصر غرض کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ یہ کیون"۔ راقم کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مولانائے ممدوح کو ایسے سوال حق شناس اور حق طلب کا اجر نیک عطا فرمائے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ عہد حضرت رسولؐ ہی سے اہل بیت نبویؐ کے برخلاف ایک پروپگنڈا ( ) قائم دکھائی دیتا ہے۔ اس لفظ انگریزی سے مراد ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے مرکوزات وارادات کے قائم اور شائع کرنے کی غرض سے وجود پذیر ہوتی ہے۔ اس پروپگنڈا کے قائم کرنے والے حضرت عمر نظر آتے ہین۔ وہ پروپگنڈا حضرت رسولؐ مین اہل بیت نبویؐ اور بنی ہاشم کو بہت ضرر نہین پہونچا سکا اس لیے کہ حضرت رسولؐ زندہ تھے۔ مگر آپ کی رحلت کے ساتھ ہی اس پروپگنڈا نے اورون کے ساتھ اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ ابھی حضرت رسولؐ دفن بھی نہین ہوئے تھے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پردے مین خلیفۂ رسول اللہ بن بیٹھے۔ اس کارروائی سے جو اہلبیت نبوی اور بنی ہاشم پر آ بنی اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے۔ پھر اپنے وقت مین حضرت عمر نے اس پروپگنڈا کو صرف زندہ ہی نہین رکھا بلکہ اس کو بہت کچھ فروغ دیا۔ پھر اپنے بعد اس پروپگنڈا کو زندہ رکھنے کی غرض سے حضرت عثمان کی خلافت کا سامان کر گئے۔ حسن اتفاق سے بعد ازان حضرت علیؑ جو خلیفہ قرار پا بھی گئے تو اسی پروپگنڈا کی بدولت حضرت علی کو جنگ جمل کی بلا سے سامنا کرنا پڑا۔ پھر اُسی پروپگنڈا کے سبب سے حضرت علی کو امیر معاویہ سے مقابلہ کرنا پڑا۔ پھر اسی پروپگنڈا کے سبب سے حضرت علیؑ کی شہادت بھی ظہور مین آئی۔ اسی طرح اسی پروپگنڈا کے باعث حضرت امام حسن کو خلع خلافت کرنا پڑا۔ آپ کی شہادت اُسی پروپگنڈا کی بدولت واقع ہوئی۔ اس پروپگنڈا کی کامیابی سے حضرت امام حسینؑ اور ائمہ خاندان رسول کا قصہ بھی پاک ہوتا گیا اور ساری سادات کُشیان ہوتی رہین۔ اُسی پروپگنڈا کی بنا پر مذہب زید ابن ثابت بھی قائم ہو سکا اور مذہب خاندان پیمبر حسب مراد طور پر رواج نہین پا سکا۔ اسی پروپگنڈا کا یہ جلوہ ہے کہ محدثین اہل سنت تنقیص شان اہلبیت نبوی مین اسقدر کامیاب ہوتے گئے۔ بخاری صاحب کی کامیابی بھی اسی پروپگنڈا کا نتیجہ نظر آتی ہے۔ واضح ہو کہ وہ پروپگنڈا

آج تک قائم ہے اور بہ اسباب ظاہر تا قیامت قائم رہیگا۔ علامۂ شبلی صاحب ہندوستان مین زمانۂ حال کے بڑے معین اُسی پروپگنڈا کے دکھائی دیتے ہین۔ پس مولٰنا عمر کریم صاحب کے سوال کا جواب اسی قدر ہے کہ اُسی پروپگنڈا کے تقاضا سے بخاری صاحب نے اپنے عصر کے ائمۂ خاندان پیمبر سے کسی حدیث کا روایت کرنا گوارا نہین کیا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا امر تنقیص خاندان پیمبر کا متصور نہین ہے۔ ایسی راہ کے اختیار کرنے سے بخاری صاحب اُسی اصول کے پابند رہے ہین جس کے پابند رہتے ہوئے حضرت عمر سے لیکر بخاری صاحب کے عہد تک کے علماے اہل سنت چلے آئے ہین اور بھی بخاری صاحب کے بعد کے علماے اہل سنت آج تک پابند دکھائی دیتے ہین۔ حضرت عمر نے جو خاندان پیمبر کی دنیوی ثروت کے ساتھ دینی ثروت کی بھی تخریب پیش نظر رکھی تھی اُس کو پیروان حضرت عمر نے برابر ملحوظ رکھا ہے۔ ایسی صورت مین بخاری صاحب کا اپنے عصر کے ائمۂ خاندان پیمبر سے روگردان رہنا کوئی جائے تعجب نہین ہے۔

راقم عرض کر چکا ہے کہ عوام اہل اسلام صحیح بخاری کو قرآن کے بعد کے درجہ کی کتاب قرار دیتے ہین۔ مگر علماے اہل سنت کا اس پر اجماع نظر نہین آتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے سُنی علما اس پر جرح و قدح کرتے گئے ہین۔ چنانچہ مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ "صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت پر جو عوام مین اجماع عام کا خیال پیدا ہو گیا ہے محض بے بنیاد ہے" بحر العلوم صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین مین روایات متناقضہ جمع ہین۔ اس لیے وہ کتابین اور کتب حدیث پر ترجیح و فضیلت نہین رکھتی ہین۔ اُن کی ترجیح و فضیلت کا مدعی ہرگز برسر حق نہین سمجھا جا سکتا ہے۔ بحر العلوم صاحب کے علاوہ دو درجن سے بھی زیادہ ایسے محدثین نظر آتے ہین جنھون نے صحیح بخاری پر تعریضات اور جرحین قائم کی ہین۔ مثلاً ابن عبد البر دار قطنی علامۂ عینی ابن جوزی شیخ عبد الحق دہلوی ملا علی قاری محب اللہ بہاری زمخشری امام غزالی علامۂ ذہبی وغیرہ وغیرہ۔ خود علامۂ شبلی صاحب جو بخاری اور مسلم کی توثیق و تصدیق مین بیحد سرگرم دیکھے جاتے ہین بخاری پر کبھی خود اور کبھی دیگر محدثین کی طرف سے الزام لگاتے ہین۔ تعجب ہے کہ پھر علامہ صاحب کی ایسی شیفتگی بخاری صاحب کے ساتھ کس سبب سے ہے۔

واضح ہو کہ امام بخاری صاحب نہ دوست حضرت رسولؐ اور نہ خاندان حضرت رسولؐ دکھائی دیتے ہین۔ حضرت رسولؐ کی نسبت امام موصوف نے جو مضامین جمع کیے ہین وہ ایسے ہی ہین

کہ جن سے نہ صرف رسالت ہی حضرت رسولؐ کی بالاے طاق ہوجاتی ہے بلکہ آنحضرت صلعم
معاذاللہ ایک غیر شریف ہوسناک اور شہوت پرست آدمی بھی ثابت ہوتے ہین - خاندان پیغمبر
کی مخالفت تو آپ کی تحریرات سے اظہر من الشمس ہے - خاندان پیمبر کی کسی طرح کی خوبی آپ کے
قلم سے نکلتی ہی نہین ہے - اگر مجبوراً آپ کو اس کی تحریر کی مصیبت آبھی پڑتی ہے تو اس کے
اختصار مین کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھتے ہین اور جس قدر موقع اس کے رنگ بدلنے کا ہوتا
ہے کر گزرتے ہین - حضرت عائشہ کی فضیحتی کی تو کوئی حد آپ کے ہاتھون سے نظر نہین آتی ہے
راقم اس کے اعادہ پر جرأت نہین کرسکتا - ویسے غیر مودبانہ اور رذیلانہ مضامین کو کیونکر اپنی کسی تصنیف
مین جگہ دے سکتا ہے - حق یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابین حدیث کی خاصکر صحیح بخاری ایسی تصنیفات
ہین کہ جن کی وجہ سے اسلام تمامتر ذلت مآب نظر آتا ہے - ایسی ہی کتابون نے یہود و نصاری
و آریہ وغیرہ کو اسلام پر حملہ آوری کا موقع دیا ہے - سر ولیم میور وغیرہ ایسی ہی کتابون کے زور پر
اسلام پر اعتراضات سخت وارد کرتے ہین - ایسے محدثین کی حدیث اندوزی سے کارروائیان
حضرت شیخین کی بہت زیادہ قابل قدر ستایش دکھائی دیتی ہین - پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت
خلیفۂ اول نے اپنی جمع کردہ حدیثون کو جلاڈالا تھا اور حضرت خلیفہ ثانی راویان حدیث کو قید کرتے
تھے اور درّے لگاتے تھے - راقم کی دانست مین اگر محدثان اہل سنت حضرت عمر کے زمانہ مین ہوتے
تو ہمیشہ مار کھاتے اور قید ہوتے رہتے -

امام بخاری صاحب کی حقیقت اسی قدر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے اُستاد علی
ابن مدائنی کو دغا دیکر امام حدیث کا درجہ حاصل کرلیا ہے - حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ بقول مسلمہ
آپ کے اُستاد نے ایک تالیف تیار کی تھی جس کی اشاعت مین وہ بخل کرتے تھے - ایک روز
کسی ضرورت سے اُستاد صاحب کہین گئے ہوئے تھے کہ امام بخاری صاحب نے اُن کے
کسی فرزند کو کچھ مال دیکر اس تالیف کو ایک دن کے واسطے لے لیا اور ایک ہی دن مین اس کی
نقل کرڈالی - جب اُستاد صاحب کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی تو اُستاد صاحب کو بڑا صدمہ
لاحق ہوا یہان تک کہ اُسی صدمہ مین اُستاد صاحب تھوڑے ہی عرصہ مین جان بحق تسلیم ہوگئے
تب بخاری صاحب اس تالیف کو لیکر خراسان تشریف لے گئے - وہان پہونچکر بخاری صاحب
نے اس تالیف کو اپنی کتاب صحیح کے نام سے شائع کردیا جس سے بخاری صاحب کو بڑی ناموری
حاصل ہوگئی - مختصر یہ ہے کہ بخاری مال مسروق کا حکم رکھتی ہے - ایسی کتاب سے اشاعت حق

کی کیا امید کی جا سکتی ہے - جیسا درخت ویسا پھل - لیکن اگر مال مسروق نہ ہو تو بھی حضرات اہل سنت کا اُس کو کتاب خدا کے بعد کا درجہ بخشنا - کچھ عجب مضمون ہے ایسی کتاب بعد کتاب باری کیا ہوگی کتب خاندن مین زینت المباری کا بھی حکم نہین رکھتی ہے -

راقم اوپر لکھ چکا ہے کہ امام بخاری نے اپنے عصر کے ائمہ خاندان پیمبرؐ کو متروک الحدیث قرار دیا ہے - یہی طور اہل سنت کے تمام اہل حدیث کا دیکھا جاتا ہے کہ جسقدر ممکن ہوتا ہے خاندان پیمبرؐ کے بزرگون سے روایت کرنے مین تاحدامکان اجتناب کرتے ہین - ابن تیمیہ تو اپنی اس روش پر ناز رکھتے ہین - یہ صاحب تو دیگر اہل سنت کے علماے حدیث کے اعتبار سے زیادہ حضرات آل محمدؐ کے مخالف نظر آتے ہین - بہرحال کچھ اہل سنت کے علماے حدیث نے بخاری کی روش بالا پر نظر کی ہے - چنانچہ ابن حجی اندلسی بخاری صاحب کی نسبت لکھتے ہین کہ " بخاری کی یہ عادت دیکھی جاتی ہے کہ جس حدیث مین حضرت علی کا ذکر آتا ہے اُس کو مختصر اور مقطوع کر کے ذکر کرتے ہین " معلوم ہوتا ہے کہ فضائل و مناقب حضرت علیؑ کو پورے طور پر لکھنا بخاری صاحب کا دل قبول نہین کرتا ہے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - واہ حدیث نگاری ہو تو ایسی ہو اس شعار سے تدین فی الحدیث کی امید آپ سے کیونکر ہو سکتی ہے - پھر کسی روایت کی نسبت وہی علامۂ اندلسی ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہین کہ " ہم نے اُس روایت کو صحیح مسلم سے اس لیے نقل کیا ہے کہ مسلم نے اس کو بہ تمام و کمال نقل کیا ہے بخلاف بخاری کے انھون نے اس حدیث مین بہت حذف و اسقاط کیا ہے جو اُن کی عادت ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اُن کی تصنیف پر اس کا عیب لگایا گیا ہے خصوصاً ذکر علیؑ کے ساقط کر دیتے ہین "

راقم کہتا ہے کہ یہ کیسی بد دیانتی ہے - اس کے ساتھ بھی بخاری صاحب امام حدیث ہونے کی شہرت رکھتے ہین - معاذ اللہ یہ کیسی عداوت بخاری صاحب کو حضرت علیؑ کے ساتھ تھی کہ جس کی وجہ سے آپ عمداً احادیث آنحضرت صلعم کو ابتر کر ڈالتے تھے - ایسے افراد فن حدیث کے امام کیا ہو سکتے ہین - ایسے محرّب اقوال نبی مومن کیا مسلمان کہے جانے کا بھی کوئی حق نہین رکھتے ہین - اس زمانہ مین علامۂ شبلی صاحب سے زیادہ بخاری پرست کوئی نہین گزرا ہے - اس بخاری پرستی کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جو مقاصد شبلی صاحب کے تھے اُس کے انجام مین کسی دوسرے عالم حدیث سے شبلی صاحب کو اُس قدر مدد نصیب نہیں ہو سکتی تھی - بلاریب تنقیص خاندان پیمبرؐ و تفضیل مخالفین آل محمدؐ کا سامان آپ کو بخاری صاحب کے برابر کسی دوسرے محدث سے نہین

مل سکتا تھا جس طرح پر امام بخاری ائمہ یا علماے اہل بیتؑ کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں اسی طرح شبلی صاحب بھی اپنی تصنیفات مین ائمہ یا علماے اہلبیت سے ایک حدیث کا لینا بھی جائز نہیں سمجھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کی طرح شبلی صاحب کو بھی خاندانِ پیمبرؐ سے عداوت ونفرت لاحق تھی ۔ راقم کہتا ہے کہ شبلی صاحب کو اسطرح کی عداوت یا نفرت کیون لاحق نہیں ہوتی جب حضرت عمرؓ کے قائم کردہ پروپگنڈا کی خیریت آپ کو ہمیشہ ملحوظ رہتی تھی ۔

راقم آخر میں عرض کرتا ہے کہ حضرت محمد صلعم کے دین کی دُنیا مین بامراد طور پر نہین پھیلنے کی وجہ خاص یہی نظر آتی ہے کہ مسلمانون یعنی اہل سنت نے اپنے خودساز فن حدیث کی اسلامی ملکون مین جاری پانے کی کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی ہے ۔ اگر کاش یہ فن حدیث وجود مین نہین آیا ہوتا تو اگر سولہ آنہ نہین تو بارہ آنہ ضرور سکناے دنیا مذہب حضرت صلعم کو اختیار کیے ہوتے ۔ حق یہ ہے کہ حدیث کی کتابین اسلام کی اشاعت مین بڑی سد راہ واقع ہوئی ہین ۔ کتب حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون یعنی اہل سنت کا خدا اگر کاٹھ یا پتھر کا بنا ہوا نہین ہے تو مادی خدا یا خیالی بُت تو ضرور ہے ۔ یہ نقشہ تو خدا کا دکھائی دیتا ہے حضرت رسول صلعم ایک غایت درجہ کے شہوت پرست اور بدکار نظر آتے ہین ۔ خاندانِ پیمبر ایک بے حیثیت خاندان کا جلوہ دکھلاتا ہے ۔ حضرات اہل سنت کے خلفا بھی قابل عظمت نہین معلوم ہوتے ہین ۔ حضرت عمر کی بدافعالی تو پورے طور پر ترمذی کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح بخاری کی حدیث سے حضرت عبد اللہ ابن عمر ایک نہایت فاسق شخص نظر آتے ہین

راقم آیندہ ضمیمۂ نمبر ۲۱ مین ترمذی اور بخاری دونوں کی حدیثین اس بارے میں حوالۂ قلم کرے گا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تذلیل کا کوئی دقیقہ حدیث مین اُٹھا نہین رکھا گیا ہے ۔ ایسی حدیثوں کے داخل کتب حدیث رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ و آریہ اور دیگر مخالفین اسلام کو کیا کُتّے نے کاٹا ہے کہ اسلام کو قابل عظمت یا دین برحق سمجھکر اسلام قبول کرین ۔ امر واقعی یہ ہے کہ اگر حدیث کی کتابین وجود پذیر نہین ہوئی ہوتین تو ابتک بارہ آنے دنیا اسلام قبول کر چکتی ۔ ایک رسالہ ایک یورپ کے ذی علم انگریز نے شائع کیا ہے

جس مین اُس نے مسلمانون کے خدا کی ایک سچی تصویر کھینچی ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ وہ تصویر حضرت محمد صلعم اور خاندان پیمبر کے خدا کی تصویر نہین ہے مگر امام بخاری و مسلم و دیگر ناحق پرست محدثین کے خدا کی تو ضرور ہے - اہل علم اور اہل انصاف کو تو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ امام بخاری وغیرہ کا خدا ایسا ہی ہے کہ اُسے کوئی صاحب عقل و فہم خدا نہین مان سکتا - انا للہ و انا الیہ راجعون



ضمیمہ نمبر ۲۶

خاندانِ پیمبر اور دوستدارانِ خاندانِ پیمبرؐ کے مصائب

اس ضمیمہ کو راقم امام فن سیر و علم کلام جناب خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی مدظلہٗ رئیس کواتھ ضلع شاہ آباد کی کتاب اسوۃ الرسول کی مدد سے ترتیب دیتا ہے حضرت ممدوح نے جن کی کفش برداری کی بھی قابلیت راقم نہین رکھتا ہے سرخی بالا کی تحقیقات کے اسناد بہت کچھ مکاتیب خوارزمی سے اپنی کتاب لاجواب مین داخل فرمائے ہیں۔ امام ابوالموید اخطب خوارزمی جس پایہ کے عالم محدث اور محقق گزرے ہین اُن کے کمالات اہلِ کمال سے پوشیدہ نہیں ہین۔ ہمارے مفخر الیہ حضرت سید صاحب فرماتے ہین کہ "وہ مکاتیب خوارزمی شیعیان نیشاپور کے ایک استفتا کا جواب ہے اور وہ جواب رسالہ کی صورت مین مصر کے مطبع بولاق سے ۱۲۷۹ھ ہجری مین طبع ہو کر شایع ہوا ہے" جو اقتباسات اس رسالے حضرت سید صاحب نے اپنی تصنیف جلیل اسوۃ الرسول مین درج فرمائے ہین انھین راقم ذیل مین حوالۂ قلم کرتا ہے۔

امام اخطب خوارزمی فرماتے ہیں کہ (اے شیعیان نیشاپور) تم لوگون اور ہم لوگون کو خداے تعالیٰ اصلاح خیر دے اور توفیق نیک۔ ہم وہ قوم مصیبت زدگان ہین جن کے لیے خدا نے دولت دُنیا کو نہین قرار دیا ہے بلکہ دار آخرت مین ہمارے لیے ذخیرہ فرمایا ہے اور جلدی ثواب عطا کرنے کی جگہ ایک وقت خاص پر اُن کے ثوابون کو عطا فرمائے جانے کا اُن سے وعدہ کیا ہے۔ ہم لوگ دو قسم کے کئے گئے ہین۔ ہماری ایک قسم تو شہید ہو کر فائز الشہادت ہو چکی اور ایک قسم سخت مصیبت اور شدت مین اپنی زندگی بسر کر گئی۔ جو ہم مین سے زندہ ہین وہ مرجانے والون پر اُن کے مصائب گزشتہ کے باعث رشک کرتے ہین اور اپنے نفوس مین اُن کے مصائب کی وجہ سے ذرا بھی روگردانی کا خیال نہین کرتے۔ حضرت امیرالمومنین اور یعسوب الدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رنج و غم ہمارے شیعون پر اُس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے آدمی کے جسم پر ضرب

کے بعد آما س آجاتا ہے - آپ کے اس کلام ہدایت التیام کی بنا اس پر ہے کہ آپ کی اولاد و ذریات کی خلقت و پیدایش اُس عام پرآشوبی زوال اور فتنہ و فساد کے طالع میں واقع ہوئی کہ آپ کی اولاد و اعقاب کے زمانۂ حیات تکلیف و شدت مین کٹے اور اُن کے قلوب مختلف فکر و مکروہات مین مبتلا رہے - زمانہ اُن پر حملات متواتر کرتا رہا دنیا اپنی طرف مائل کرتی رہی گویا اُن کے پیچھے پڑی رہی لیکن باین ہمہ ہمارے امامون کے شیعہ ہمیشہ اور ہر حال مین فرائض و سنن کی انجام دہی مین مصروف رہے اور اپنے ائمہ دین کے اخبار و آثار کے پورے اتباع و انقیاد مین تمام امور قبیحہ کو متروک فرماتے رہے - اُن کے اتباع آثار ائمہ کے حالات آلام و محن سے مفصلاً ظاہر ہین - جناب سیدہ سلام اللہ علیہا و علی ابیہا کی میراث آبائی اُن کے اور اُن کی اولاد کے مقابلہ مین انعقاد سقیفہ کے دن غصب کر لی گئی - اور امیر المومنینؑ کو سب سے آخر مین خلافت دی گئی - حضرت امام حسنؑ کو مخفی طور پر زہر دے کر شہید کر ڈالا اور اُن کے بھائی کو علانیہ طور پر قتل کر ڈالا - زید ابن علی کے مردہ کو کناسہ مین سولی دی اور معرکۂ جنگ مین اُن کا سر کاٹا اور اُن کے دونون بیٹوں محمد اور ابراہیم کو عیسیٰ ابن موسیٰ العباسی کے ہاتھون قتل کرایا - اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہارون کے قیدخانہ مین انتقال فرمایا اور حضرت علی رضا علیہ السلام کو مامون نے زہر دلوایا - ادریس ابن محمد مقام فخ سے ہزیمت پاکر اور یکہ و تنہا ہوکر اندلس مین بے نام و نشان ہو گئے - اور عیسیٰ ابن زید بھی یکہ و تنہا ہوکر پریشان حال پھرتے رہے اور یحییٰ ابن عبداللہ ابن زید کو امان دیے جانے حلف شرعیہ اُٹھانے اور عہد و پیمان جائز اور ضمانت جان کیے جانے کے بعد بھی قتل کر ڈالا - یہ صرف وہ لوگ ہین جو حجاز و عراق مین شہید کیے گئے - اُن غریبون اور راجل نصیبون کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جن کو یعقوب ابن اللیث نے محض سادات علوی ہونے کے جرم مین علاقہ طبرستان مین قتل کرایا - اور اسی طرح محمد ابن زید اور حسن ابن القاسم الملقب بداعی کو قبیلہ آل سامان کے ذریعہ سے قتل کرایا - ان کے علاوہ ان کے ابو السباح تمام سادات علویہ کو مع اُن کی اولاد و ذریات کے بلا پردہ و سامان راحلہ حجاز سے سامرہ لے گیا اور یہ امر اُسوقت واقع ہوا جب قتیبہ ابن مسلم باہلی عمر ابن علی کو قتل کر چکا - واقعہ یہ ہے کہ قتیبہ نے ایک دن ایک شخص کو دیکھ لیا تھا کہ وہ عمر ابن علی کی حفاظت جان اور مصیبت مرگ سے اُن کے امان کی ترکیب کر رہا ہے قتیبہ نے

علین باسی حالت مین مع ان کے باپ کے پکڑ دالیوایا اور قید کردیا۔ ایسے ہی حسین بن آسمعیل المصعبی نے خاص طور پر یحییٰ ابن عمر زیدی کے ساتھ ظلم و شقاوت برتی۔ اور ایسے ہی مظالم اور شدائد مزاحم بن خاقان نے کوفہ کے سادات علویہ کے ساتھ کیئے یہ بخوبی شمار کرکے سمجھ لو کہ ممالک اسلامیہ مین کوئی شہر ایسا نہین چھوٹا جس مین آل ابی طالب نہ قتل کیئے گئے ہون اور انکے قتل وخون مین اموی اور عباسیون نے شرکت نہ کی ہو اور اُن کے اس فعل مین کسی عدنانی یا قحطانی نے مطابقت نہ کی ہو ٥

کوئی شخص قبائل ذی یمان بنی بکر اور بنی نصر کے زندہ لوگون مین ایسا نہین چھوٹا جو ان مظلومون کے خون مین نہ شریک ہوا ہو اُن جماعتون کی طرح جو اونٹون کے ذبح پر تیار ہوتے ہین۔ ان مظلومون کی حیا وغیرت نے موتون کو پسند کیا اور ذلت سے جینے کو ناپسند فرمایا اور عزت کی موت مرگئے اور اُن تمام نعمات پر فائز ہوے جو دار آخرت مین اُن کے لیئے ذخیرہ تھین اپنی پاک روحون کو دنیاے فانی کے علاقون سے رہا کیا اور اُن حضرات مین سے کسی نے کاسۂ مرگ ایسا نہین پیا جس کا ذائقہ اُن کے بعد اُن کے شیعون نے اور اُن کے دوستون نے نہ چکھا ہو اور کوئی مظالم وشدائد نہ باقی رہے جو اُنھون نے خیال کیئے ہون اور اُن کے بعد اُن کے انصار ومتبعین پر نہ گزرے ہون۔ حضرت عثمان ابن عفان نے حضرت عمار ابن یاسر کے شکم پر لات ماری اور حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ سے زبدہ مین نکالدیا اسی طرح عامر بن قیس التمیمی کو جلا وطنی پر مجبور کیا اور اشتر نخعی اور عدی ابن حاتم الطائی کو اُن کے گھر سے نکال دیا اور عمر ابن زرارہ کو بھی شام کی طرف بھیجدیا اور کمیل ابن زیاد نخعی کو عراق مین داخل ہونے کی ممانعت کردی اور ابی ابن کعب پر ایسے ہی ستم کیئے اور اُن کو خاتمہ تک پہونچا دیا محمد ابن حذیفہ پر ظلم کیئے محمد ابن سالم اور کعب ابن ذی حطبہ کے خون مین ترکیبین کین اور جو طرز عمل کیئے وہ اپنے مقام پر ہین۔ ان کے بعد بنی امیہ نے اُنھین کی تقلید اختیار کی۔ جو لوگ اُن سے لڑے تھے (طرفداران علیؑ جمل وصفین مین) اُن کر تو قتل کرڈالا۔ جو بچ گئے تھے اُن کے ساتھ غدر و فساد کیا۔ نہ اُن کو مہاجرین نے پناہ دی اور نہ انصار نے اُن کی اعانت کی اور نہ دنیا والون نے ان کی قدر ومنزلت کی۔ ان لوگون نے بندگان خدا کو اپنی ملکیت اور مال اللہ کو خاص اپنی دولت سمجھ رکھی تھی۔ کعبہ منہدم کردیا تھا۔ صحابہ کی پرستش کرتے تھے۔ نماز موقوتہ کو ترک کر بیٹھے تھے۔ آزاد

اور نیکو کاروں کو قتل کرتے تھے اور حرم رسول صلعم کی ان لوگوں نے وہ خرابی کی اور اس طرح اُس میں داخل ہوئے۔ جیسے حرم کفار میں داخل ہوتے ہیں اور بنی اُمیہ میں سے جب کوئی کسی ضلالت کا مرتکب ہوتا تھا تو اس کے بدلے میں اُس کو کوئی سزا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی" معاویہ نے عمر بن حمق خزاعی اور حجر ابن عدی الکندی کو بخلاف قسم ہائے شرعیہ اور وعدہ ہائے صحیحہ قتل کرایا اور زیاد بن سمیہ نے ہزاروں شیعیان کوفہ و بصرہ کو قتل کیا اور اُن کی کثیر تعداد کو مدت ہائے دراز تک قید رکھا۔ یہاں تک کہ معاویہ اپنی بد اعمالی کی سزا یابی کے لیئے خدا کے دربار میں بلا لیا گیا اور اُس کی عمر اُسکے بدترین اعمال کے ساتھ بالکل تمام ہوگئی۔ معاویہ کی تبعیت اس کے بیٹے نے اختیار کی۔ جو کچھ اس کے باپ نے چھپا چھپا کر کیا تھا یزید نے اُسے علانیہ دکھلا دکھلا کر کیا۔ ہانی ابن عروۃ المرادی اور مسلم ابن عقیل الہاشمی کو پہلے علانیہ طور پر قتل کرایا اور اس کے بعد حر ابن زیاد الریاحی ابو موسیٰ بن قرظۃ الانصاری حبیب ابن مظاہر الاسدی ابو سعید ابن عبداللہ الحنفی نافع ابن ہلال البجلی حنظلہ ابن سعد الشامی عابس ابن شبیب الشاکری شیعیان حسین علیہ السلام بہتر نفوس کو معرکۂ کربلا میں قتل کرایا۔ پھر بار دیگر اس واقعۂ عظیمہ کے بعد ولد الحرام ابن ولد الحرام عبداللہ ابن زیاد نے شیعیان قرب و جوار کو درختوں کی شاخوں پر سولیاں دلوائیں اور انواع و اقسام کے ساتھ ان کو قتل کرایا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اُس کی پشت پر اُن بے گناہوں کے خون ناحق اور ہتک حرمت کی بے شمار معصیت کا بار کرایا اور اس درمیان میں ایک جماعت مخلصین کو نصرت اہل بیت کی توفیق ہوئی اور خداوند عالم نے اُن لوگوں کے ذریعہ سے ان ظلمۂ وقت کی سزا دہی کا ارادہ فرمایا اور اس جماعت نے ان شہیدان مظلوم کے خون ناحق کا معاوضہ اس ولد الحرام سے لینا چاہا۔ مگر اُن کی قلت اعداد آخر میں زیادہ نہ ہو سکی اور اُن کو کمک پہونچنے کی امید منقطع ہوگئی۔ اشرار کوفہ کی جماعت کثیر اُن کے مقابلہ اور مقاتلہ پر تیار ہوگئی اور اپنے جان و مال سے مستعد ہوگئی۔ یہاں تک کہ سلیمان ابن صرد خزاعی مسیب ابن نجبۃ الفزاری عبداللہ ابن واصل التیمی جو اخیار مومنین اور نیکوکار تابعین شمار ہوتے تھے اور شہسواران اسلام اور انوار ہدایت انام کہلاتے تھے قتل کیئے گئے اور اس کے بعد حجاز و عراق پر ابن زبیر کا تسلط ہوگیا اور مختار نے مظلوم غریب اور شہید مصیبت کا طلب خون کیا اور اُس کے تمام قاتلوں کو قتل کیا اور اُن کے دشمنوں کو ایسے ہی ذلیل و خوار کیا اور عمر بن کیسان احمر ابن شمیط

رفاعہ ابن یزید سائب ابن مالک اور عبداللہ ابن کامل اور تمام جماعت شیعہ نے ان کا
ساتھ دیا اور قاتلانِ حسین کو اُسی طرح قتل کیا جس طرح انھوں نے شیعیانِ حسین کو قتل کیا
تھا یہانتک کہ خدا نے عبداللہ ابن زبیر کے وجود سے تمام امصار و بلاد کو طاہر کیا اور اُسکے
بھائی مصعب کی طرف سے بھی تمام دُنیا کو آرام و اطمینان ہوگیا اور ان دونوں کو عبدالملک
ابن مروان نے قتل کیا ۔ اسی طرح ایک ظالم کے بعد دوسرا ظالم قائم ہوتا گیا اور اُن سے
انواع و اقسام کے مظالم عمل مین آتے گئے ۔ اس سے قبل ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ کو قید
کیا تھا اور اُن کو جلا کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا ۔ عبداللہ ابن عباس کے تمام فضائل و مناقب
سے انکار کیا تھا اور اکثر اوقات اُن پر سخت ظلم بھی کیئے تھے ۔ اور جب تمام ملک آلِ مروان
کے لیئے خالی ہوگیا تو حجاج پہلے تمام حجاز پر پھر بعد ازان تمام عراق کا والی مقرر ہوا ۔ وہ
بنی ہاشم کے ساتھ طرح طرح کے کھیل کھیلا اور بنی فاطمہ کو تمام ڈرایا اور دھمکایا شیعیانِ
علیؑ کو بلا تامل قتل کیا اور اہل بیت رسول کی بنیادین کھود ڈالین ۔ کمیل ابن زیاد نخعی پر جو
مصائب گزرے وہ گزرے ۔ یہ تمام مصیبتین اور مظالم بنی اُمیہ کے وقت سے لے کر
بنی عباس کے زمانہ تک جاری اور قائم رہے ۔ یہان تک کہ خدا نے اُن کی مدت حکومت
کو ختم کیا اور اُن کے گناہون کو دُنیا کے تمام لوگون کے گناہون سے عظیم ترین قرار دیا اور
اُن کے مظالم کی پاداش مین اُن کے ایام حکومت کو تمام کر رہا ۔ آخر ایام بنی اُمیہ مین جب
حق مہمل اور دین معطل ہو چکا تھا تو زید ابن علی نے احقاق حق کے لیئے سعی بلیغ کی ۔
اہل عراق نے اُن کے ساتھ نفاق کیا اور اُن کو چھوڑ دیا ۔ اہل شام نے آخر کار اُن کو قتل کیا
اور اُن کے ساتھ شیعون کو مثل نصر ابن خزیمہ اسدی ۔ معاویہ بن اسحاق انصاری اور
ان کے متبعین کی جماعت کثیر کو قتل کیا ۔ یہان تک کہ اُن لوگون کو بھی مار ڈالا جو اُن لوگون سے
قرابت اور عزیز داری رکھتے تھے ۔ یا وہ لوگ جو اُن کی مدح و ثنا کرتے تھے ۔ جب ان ظلمہ
وقت نے یہان تک اُن صاحبان حرمت کی ہتک و توہین کی اور اُن کے گناہ و معصیت
اس شدت و عصبیت تک پہونچ گئے تو خدا نے اُن پر اپنا غضب نازل فرمایا اور اُن سے
انتزاع ملک کر لیا ۔ ان پر ابو مجرم کو مسلط کیا پھر نظر قدرت علویون کے ساتھ ابو مسلم کی
سختی اور عباسیون کے ساتھ اُس کی نرمی کو برابر دیکھتی رہی ۔ اس نے اپنے اس کردار
و رفتار مین خوف خدا کو چھوڑ دیا اور اپنی خود غرضی کی متابعت اختیار کر لی ۔ اپنی آخرت کو

دنیا کے لیئے بیچ ڈالا۔ اُس کے یہ طرز عمل یون ظاہر ہوئے کہ اُس نے عبداللہ ابن معاویہ بن جعفر ابن ابی طالب کو قتل کیا اور کافران خراسان خوارج سجستان و اکراد و اصفہان کو آل ابیطالب کے قتل و غارت پر متعین کیا اور اُن ستمگارون نے آل ابی طالب کو پہاڑون میدانون دریاؤن اور ریگستانون مین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا یہان تک کہ اس پر (ابو مسلم پر) ایک ایسے شخص کو مسلط کیا جو اس کے (ابو مسلم) کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا یعنی اسفلح جس نے اس کو ویسی ہی قتل کیا جیسے اُس نے کثیر بندگان خدا کو قتل کیا تھا اور اُس سے بھی اُس سے ویسا ہی مواخذہ کیا جیسے اس نے اپنی بیعت کے لیے مواخذہ کیا تھا اور اس شخص کو اس کا یہ طرز عمل بھی کوئی فائدہ نہ پہونچا سکا کیونکہ اس کی سوء تدبیری غضب خدا کا باعث ہوئی اور حصول مدعا کے بعد وہ اپنی ہوا و حرص کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ دُنیا کو اُس نے اپنے لیئے حلال کر لیا۔ دنیا مین اس کے اعمال حبط ہو گئے اور تمام دُنیا کو اُس نے جور و ظلم سے بھر دیا۔ یہان تک کہ وہ مر گیا اور تمام ملک کے قید خانے اہل بیت نبوی اور معدنِ طیب و طہارت سے بھر گئے اس کے بعد اس کے ورثا اور خلفا نے بھی اس کی متابعت کی۔ عبداللہ ابن محمد بن محمد بن عبداللہ الحسنی کو علاقۂ سندھ (ہندوستان) مین عمر ابن ہشام بن عمر تغلبی کے ذریعہ سے قتل کرایا۔ اُس کی وجہ صرف خلاف سلطنت کے شبہ و شک کے سوا اور کچھ معلوم نہین ہوتی اور یہ واقعات تو اُن مظالم کے مقابلہ مین جو ہارون الرشید نے اہل بیت کے ساتھ کیئے یا موسی عباسی کر گیا بہت ہی قلیل اور کچھ بھی نہین ہین۔ آپ حضرات شیعیان خراسان سائلان فتویٰ خود واقف ہین جو موسیٰ عباسی کے ہاتھون سے حسن بن علی ملقب بہ نفس زکیہ پر مقام فخ (قریب مدینہ) مین گزرا اور علی ابن افطس حسینی پر ہارون کے ہاتھون سے جو مظالم گزرے اور احمد بن زید بن علی اور قاسم بن علی الحسین پر قید و داد علی ابن عثمان الخزاعی پر گرفتاری اور روبکاری کے مصائب ہارون کے ہاتھون سے جو گزرے ہیں وہ مشہور ہین۔ یہانتک کہ ہارون مر گیا۔ ایسی حالت مین کہ وہ شجرۂ رسالت کو قطع اور نخل امامت کو مستاصل کر چکا تھا۔ اور اے شیعیانِ نیشاپور خداوندعالم تمھارے امور مین اصلاح و خیر دے تم لوگ نعمت دین مین اعمش سے زیادہ حصہ نہین رکھتے جنکو طرح طرح کی عقوبت سے خوف زدہ کیا گیا اور علی بن یقطین پر اتہام لگایا گیا اور انھین بزرگون کی طرح زمانہ سابق مین زید ابن صوحان العبدی کو پہلے پھر بعد اُن کے عثمان ابن حنیف انصاری اور آخر مین

مالک ابن کعب ارجبی معقل ابن قیس ریاحی اور حرث بن الاعور ہمدانی اور ابوطفیل الکنانی کو بھی
ایسی ہی مصیبتین پیش آئین اور حارثہ ابن قدامۃ المعدی اور جندب بن زہیر الاسدی اور شریح
ابن ہانی المرادی اور ان مین سے کوئی شخص ایسا نہین بچا جو قتل نہ کیا گیا ہو یا جو بچ گیا اُس نے
گھر بند کرکے حقیرانہ اور فقیرانہ زندگی نہ بسر کی ہو اور برابر علی مرتضیٰ پر سب دشتم نہ سنتا ہو اور
ان کی تردید و تکذیب کی مجال رکھتا ہو یا اُن کے اوصیا و ذریات کو قتل ہوتے نہ دیکھتا ہو لیکن
با این ہمہ اُن کے عقائد مین کوئی تغیر نہ آیا اور یہ مظالم اور مفاسد اُن کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے
جیسا کہ جابر جعفی رشید ہجری اور زرارہ ابن اعین کے حالات سے ظاہر ہے کیونکہ یہ بزرگوار اولیا
اللہ (یعنی ائمہ اطہار کے) دوستدار تھے اور ان کے دشمنون سے بیزار تھے اور ظلمہ وقت کے
نزدیک ان کا یہی جرم عظیم اور عیب کبیرہ تھا - اب بنی عباس کے کردار کا ذکر کرون - انکے ذکر
مین بھی ہم کو بہت سے اقوال ملیں گے اور اُن کے اقوال میں عجائب وغرائب مشاہدات
پیش آئین گے - بیت المال کی تقسیم کو گویا اُن لوگون نے قبایل دیلم اقوام ترک اندلس اور
فرغانہ کے لیے خاصکر وقف کر دیا تھا اور جب ائمہ ہدی کے طبقہ مین کوئی امام مرجاتا تھا یا
اہل بیت مصطفےٰ مین کوئی سید القوم انتقال فرماتا تھا تو کوئی فرد واحد اُن کے جنازے مین شریک مشایعت
نہین ہوتا تھا اور کوئی اس کا مقبرہ نہین بناتا تھا بخلاف اُن کے جب کوئی مسخرہ قوال گانے
والا یا شاہی بجالانے والا مرجاتا تھا تو تمام علما و قضاۃ اُس کے جنازے کی مشایعت کرتے
تھے اور بزرگان و رئیسان کے مقبرہ و مسجد مین اُس کی قبر بناتے تھے - بنی عباس اُن لوگون
سے جو مذہبًا دہریہ سوفسطایہ ہوتے اُن سے بلجاسن سلوک بپیش آتے اور یہ لوگ اگر ملک و
قوم کو کتب فلسفی کی تعلیم دیتے تو اُن سے مطلق اعراض نہ کرتے تھے - لیکن جب کسی شیعہ کو
پہچان لیتے تھے تو اُس کو قتل کر ڈالتے تھے اور جس شخص کا نام علی ہوتا ہے تو اُس کی
گردن مارتے تھے معلی ابن خنیس کو علی ابن داؤد نے قتل کیا اور ابوتراب مروزی کو حبس دوام
کی سزا دی - ان لوگون نے اپنے ذمہ وہ مظالم لیے ہین جن سے وہ کبھی بری نہین ہوسکتے
اور وہ آتش مفسدہ برپا کی ہے جو کبھی بجھ نہین سکتی اور وہ صدمات و زخمہاے کاری
پہونچاے ہین جو کبھی التیام نہین پاسکتے - اُن لوگون نے اُن جہلا شعراء قریش کی تو معاونت
کی جنھوں نے اپنے اشعار مین جناب امیرالمومنیں کی ہجو کی لیکن اُن شعراء اسلام کی تعریض
و تنبیہ کی جنھون نے اپنے اشعار و قصائد مین حضرت علی مرتضیٰ کی مدح و ثنا کی تھی بنی عباس نے

خاصکر اُن کے اشعار ہجویہ کو طلب کیا اور اُن کے تمام اخبار و مرویات کیا اپنے اہتمام سے خاص طور پر شائع کیا اور اُنھیں اخبار و آثار سے واقدی وہب بن منبہ التیمی کلبی شرقی بن القطامی ہیثم بن عدی اور داب بن الکنانی نے دفتر کے دفتر مرتب کئے۔ بعض شعرائے شیعہ نے علیحدہ نہین بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر معجزات کے ساتھ جناب علی مرتضیٰ کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا اُس غریب کی زبان کٹوالی گئی اور اُسکا وظیفہ بند کردیا گیا۔ اس طرح عبداللہ ابن عمار البرقی کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیے گئے اور کمیت ابن زید اسدی کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیے گئے۔ منصور بن الزبرقان نمیری کی تو قبر تک اس جرم مین کھود ڈالی گئی۔ اور ایسے ہی مصائب و نوائب دعبل خزاعی اور ان کے رفقا پر مروان ابن ابی حفصہ الیمامی اور علی ابن جہم الشامی کے ہاتھون ان کی انتہائی ناصبیت کی وجہ سے گزر گئے۔ یہان تک کہ ہارون اور جعفر متوکل جو متوکل بہ شیطان تھا و متوکل علی الرحمن یہ دونون ایسے ظلمۂ وقت ثابت ہوتے ہین کہ انھون نے اپنے دولت دشمنان آل ابیطالب کے انیار و عطایا کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان لوگون نے تمام فرقہ نواصب کی بڑی بڑی مدد کی جیسا دشمنان آل ابیطالب درمیان علماءمیں عبداللہ ابن مصعب ابن الزبیر و وہب ابن وہب البختری کے ساتھ اور شعرامیں مروان ابن ابی حفصۃ الاموی کے ساتھ اور ادبامیں عبدالملک ابن قریب الاصمعی کے ساتھ بڑے بڑے گرانمایہ سلوک کیے۔ پھر اسی طرح جعفر کے زمانہ مین بکار ابن عبداللہ زبیری اور ابی السمط بن ابی الجون الاموی و ابن ابی شوائب العیشمی کے ساتھ عطایاے وافر کیے۔ اور اے حضرات مخاطبان (خیعان نیشاپور) خداوند عالم تم کو رشد و ہدایت عطا فرمائے۔ وہم لوگ عروۃ الوثقیٰ کے ساتھ متمسک ہیں اور ہماری دُنیا کی بنا بھی ہمارے اساس دینی پر مبنی ہے۔ ہمکو جتنی بصیرت دین حاصل ہوچکی ہے اُس سے گھٹنے والی نہین۔ ہمارے عقائد محکمہ میں اُن منکران اسلام کے نقصان فی العقائد سے کوئی نقص واقع نہین ہوسکتا ہے۔ جنھون نے دین مین عجیب و غریب بدعتین پیدا کی ہین اور کلمہ اللہ و حکم رسول اللہ سے بالکل منحرف ہوگئے ہین۔ خداوند عالم تو جسکو چاہتا ہے زمین کا وارث بناتا ہے مگر دار عاقبت نیک کاردن کے لئے ہے۔ ہر آج کے بعد کل آنے والا ہے اور ہر یوم السبت کے بعد یوم الاحد کا ہونا ضروری ہے۔ جناب عمار یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے روز فرماتے تھے کہ اگر یہ لوگ ہمکو مارتے مارتے تباہی اور جدائی کے اُس سرے تک بھی پہونچا دین تاہم ہم یہی یقین کرتے رہین گے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ ضرور باطل پر ہین۔ یہ بھی غور کے قابل ہے

کہ پہلے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور پھر آپ کے لشکر نے مخالفین کو شکست پر شکست پہونچائی - اسی طرح پہلے تبلیغ و توسیع مین تاخیر واقع ہوئی اور بعد ازان تقدیم - پھر اسی کے متعلق خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ "کیا وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اس کہدینے سے کہ ہم ایمان لائے ہین چھوڑ دیے جائینگے اور کیا وہ لوگ فتنہ و فساد نہین کرتے ہین" اور حقیقت مین اگر مومن کی تعداد کم اور اُن کے مصائب زیادہ نہ ہوتے تو پھر دوزخ پُر اور مملو ہو کر کیسے کہتی کہ مجھے ابھی زیادہ اور دیا جاوے اور اگر خدا نے نہ فرمایا ہوتا کہ اکثر لوگ جاننے والے نہین ہیں تو پھر صبر کرنے والون کو بے صبرون سے اہل شکور کو صاحبان کفور سے اور اہلیان جزا کو مجرمانِ سزا سے کیونکر پہچانا جاتا - ہم لوگون کے مصائب ایسے ہین جن کے لیے ہم سے اجر و توفیق کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور تحقیق کہ رجعت دولت و نعمت کے انتظار کرنے کا ہم کو حکم ہو چکا ہے اور ہم اس کا انتظار کر رہے ہین اور بحمد اللہ ہمارے پاس ہماری تمام حالتون کے لیے ایک دلیل اور وسیلہ ہے اور ہر مقام کے لیے ہمارے پاس ایک حجت ہے - مصیبت کے وقت ہمارے پاس صبر ہے اور نعمت و دولت کے وقت شکر ہے اور اگرچہ ایک ہزار مہینون تک جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بر سر منبر لعنت کی گئی - مگر ہم لوگون کو آپ کے وصی برحق ہونے میں ذرا بھی اشکال واقع نہین ہوا - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پندرہ برس تک تکذیب ہوتی رہی اور ابلیس ملعون اُن امور قبیحہ مین اپنی طرف سے مدد پہونچانے مین ہمیشہ زیادتی ہی کرتا رہا - مگر ہم اُس پر (ابلیس پر) برابر لعنت ہی کرتے رہے - کیون ؟ - اس لیے کہ ہمارے مصائب اور ہماری آزمایش فطرت حقہ کے مطابق ہے اور ہم اس کے تمام مآثر پر پورا یقین رکھنے والے ہین - ہم برابر ایک امام کے قتل کے بعد دوسرے امام کے قتل پر مدافعت کرتے رہے اور ایک رضاے الٰہی کے بعد دوسرے پر راضی برضا رہے - کیونکہ ہمارے نزدیک اُن کے یہ مصائب اُن کی صحت امامت کے لیے دلیل واضح اور حجت قاطع تھے اور یہ امور بمصداق آیہ "وکان وعد اللہ مفعولا (خدا کا وعدہ ہو کر رہے گا) مقدر ہو چکے تھے اور ضرور ہونے والے تھے" مخالفین کو معلوم ہو جائے اور تاکیداً کہا جاتا ہے" ان کو ایک دن معلوم ہو جائے گا" اور "جن لوگون نے ظلم کیے ہیں وہ معلوم کر لین گے کہ اُن کی کیسی بازگشت ہونے والی ہے اور اُن کو اس وقت کے بعد اس کی خبر ہوگی" اور اسے حضرات مخاطبان شیعیان خراسان آپ لوگ یقین کر لین کہ بنی اُمیہ وہی ہین

جن کے لیے قرآن مین شجرۂ ملعونہ کہا گیا ہے اور یہ وہی لوگ ہین جو طاغوت و شیطان کے مطیع و فرمانبردار مشہور ہین جنھون نے حضرت علیؑ کے محاسن کو مخفی کرایا اور جنھون نے اجرت دیدے کر حدیثون مین جناب رسولِ خدا صلعم پر جھوٹ بنوایا اور اُن تمام موضوعات سے تمام دیار و امصار بیت المقدس سے لیکر مدینہ تک پُر اور مملو کرائے خلافت کو فہ سے اُٹھا کر دمشق مین لے گئے اور اُن امور قبیحہ کی تعمیل و نفاذ پر اپنے عمال کو مقرر کیا۔ وہ استخفاف احادیث رسولؐ اسقاط اخبار فضائل اہلبیت پیمبرؐ تحریف القران اور رفع مظالم معاندین علی اور ائمۂ طاہرین کا تدارک نہ کر سکے۔ اگر کوئی شخص فضائل عترت طاہرین بیان کرتا تھا تو اُس مین سے بعض بعض لوگ اُن کے دلائل و حجت کو سُن سُن کر رونے لگتے تھے۔ مگر با این ہمہ یہ اثر و ہیبت نہ انہین کوئی فائدہ پہونچاتی تھی اور نہ وہ اپنے غلط طریقہ سے باز آتے تھے۔ حق ہمیشہ عزیز ہی رہتا ہے اگرچہ صاحبانِ حق کتنے ہی ذلیل کیے جایئن اور اگرچہ اُن متبعین کیسے ہی قلیل اور معدودے چند ہون اور باطل کو ظاہری صورت مین کتنا ہی آراستہ و پیراستہ کیا جاوے مگر وہ ہمیشہ بدنما اور ذلیل ہی دکھلائی دے گا۔ بنی اُمیہ کے بعد پھر ایسے لوگون کو کیون ملزم نہ کہا جاوے جنھون نے اپنے عمام کو بھوک اور پیاس سے مار ڈالا اور بخلاف اُن کے دیار ترک و دیلم کے باشندون کو سونے اور چاندی سے بھر دیا۔ جنھون نے اقوام مغربی اور فرغانی کی استمداد و استعانت کی اور قبائل مہاجرو انصار پر مظالم کیے۔ اقوام انباط سبا کو اپنا وزیر بنایا اور اقوام نامختون عجم و طمطم کو اراکین و امرا سلطنت مقرر کیا اور آل ابی طالب کو نہ اُن کی مان کی وراثت دی اور نہ اُن کے جد بزرگوار کے خاص فئے اور خمس سے اُن کو کچھ حصّہ دیا اور جب کسی علوی نے اپنی قوت لایموت کے لیے سعی و خواہش کی تو اُس کی سخت ممانعت کی۔ یہان تک کہ بہ حالت گرسنگی اکل میتہ اُن پر حلال ہو گیا۔ انھین تکالیف مین اُن کی عمرین تمام ہو گئیں۔ مگر کبھی اُنھون نے سیر ہو کر روٹی نہین کھائی۔ بخلاف اُن کے خراج مصر وا ہواز صدقات حرمین و حجاز ابن مریم المدینی (حکیم نصرانی) ابن جامع السہمی رقاص و مغنیان سلطان اور بختیشوع نصرانی طبیب شاہی کی جاگیرات کے دینے اور اہل بلدہ کے وظیفہ پہونچانے اور بغاے ترکی اور افشین رومی کے غلام و کنیزک کے مصارف مین اُٹھایا جاتا تھا اور مزید برآن محلات شاہی کے مصارف یومیہ مین آتا تھا جن مین سے متوکل کی لونڈیون کی تعداد بارہ ہزار بتلائی گئی ہے مگر سادات اہل بیتؑ مین ایک سید غریب ایک حبشی یا سندھی عورت کے ساتھ اپنی عمر

نکال دیتا تھا تمام اموال خراج صدقات و زکوۃ بھلا دون خواجہ سراؤں کتون اور بھالو بندروں کی خوراک تماشا کرنے والوں
مثل زور ذادو عمر بانہ للطبی کے مصارف مین صرف کرا جاتا تھا مگر ان بین سے بنی فاطمہ کو کچھ نہین دیاجاتا تھا بلکہ سخت بخل
کیاجاتا تھا اور یہ تمام اموال و دولت مصارف عیش اور خرید آلات غنا وغیرہ میں لٹائی جاتی تھی اور جو بچتی تھی
وہ فوج ولشکر کے مصرف میں آتی تھی اور اُس قوم کی جن کے لیے خمس حلال اور صدقہ حرام بتایا گیا تھا جبکی عظمت
تکریم و تعظیم و محبت و مودت لازم و واجب کی گئی ہے ایسی ناگفتہ بہ حالت تھی کہ وہ نہایت تنگی
اور شدید عسرت مین بسر کرتے تھے ۔ ان مین سے کوئی اپنی تلوار رہن کرتا تھا کوئی کپڑے بیچکر
گزران کرتا تھا ۔ اپنی آنکھون سے گھر مین مریض پڑا ہوا دیکھتا تھا جو شدت ضعف سے سسکتا تھا
مگر اُس کے علاج و تدارک پر قادر نہین تھا اور یہ مصائب و نوائب صرف اس جرم کی وجہ سے
تھے کہ اُن کا اُن جد بزرگوار نبیؐ تھا پدر نامدار وصیؑ تھا اُن کی مان فاطمہؑ تھین اور دادی خدیجہؓ
مذہب اُن کا ایمان تھا ہادی اُن کا قرآن ؟

آفرین بر روح پاک امام اخطب خوارزمی کہ جنھون نے حق پرستی کے تقاضا سے
بڑی قابلیت علمی اور اطلاع وسیع کے ساتھ بے ایمان مسلمانون کی بد ترکیبون کو بالا مین خوب
ہی حوالۂ قلم فرمایا ہے ۔ امام ممدوح اہل سنت سے تھے مگر خداے پاک نے جو آپ کو توفیق
حق پرستی کے ساتھ متصف فرمایا تھا تو آپ نے اظہار حق کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ۔ کاش
یہی توفیق نیک امام ابن تیمیہ اور علامۂ شبلی صاحب کو بھی مرحمت ہوئی ہوتی ۔ یہ دونون صاحب
مخالفت خاندان پیمبرؐ سے اپنی کسی تحریر مین خالی نہین نظر آتے ہین ۔ قابلیت علمی ان دونون
صاحبون کی امام خوارزمی سے کم نہین دیکھی جاتی ہے مگر چونکہ تقدیر نے ان دونون صاحبون کو
خاندان پیمبرؐ کی ولا سے منزلون دور رکھا تھا ۔ اس لیے معاملات خاندان پیمبرؐ مین اُن کے قلم سے
کبھی حق شناسی کی کوئی بات نہ نکلی ۔ اگر ولاے خاندان پیمبرؐ کی دولت ان دونو صاحبون کو
نصیب ہوئی ہوتی تو مکاتیب خوارزمی کی سی تحریر پر بخوبی قادر ہو سکتے تھے ۔ بہر حال نہایت
مقام افسوس ہے ان دونون صاحبون پر کہ اپنے تعصبات کی وجہ سے حق نگاری کے حقوق
آپ دونون صاحبون سے خس برابر بھی ادا نہ ہو سکے ۔ راقم اب ذیل مین کچھ اور بھی بے ایمان
مسلمانان رفتہ کے حالات بہ اسناد معتبرہ حوالۂ قلم کرتا ہے ۔

امام مداینی لکھتے ہین کہ " معاویہ نے سال جماعت کے بعد ایک فرمان عام عمالان
ملکی کے نام اس مضمون کا لکھا کہ جو شخص فضائل علیؑ و اہلبیتؑ کے متعلق کوئی روایت بیان

کرے تو ہم اُس سے بری ہین - یہ بلا و مصیبت اہل کوفہ پر جن مین زیادہ تر شیعیان علی تھے اسوقت سے اور زیادہ ہو گئی جب سے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور بصرہ بھی اسی کے متعلق کر دیا اور وہ ان دونون مقامون کے شیعون سے خوب واقف تھا اس لیے کہ حضرت علیؑ کے وقت مین وہ بصرہ کا عامل رہ چکا تھا - بدبخت ابن زیاد نے شیعیان علیؑ کو تمام آبادی ویرانون اور میدانون مین جہان پایا قتل کیا - اُن کے ہاتھ پاؤن کاٹے - ان کی آنکھون مین سلائیان پھروادین - درختون کی شاخون مین سولیان دلوائین - گھرون سے نکال دیا - پھر ملک عراق سے خارج البلد کر دیا یہان تک کہ معروفین شیعہ مین سے ایک متنفس بھی نہ بچا -

بار دیگر اس کے بعد معاویہ نے ایک اعلان شاہی تمام عمالان ملکی کے نام جاری کیا بایں مضمون کہ جس وقت تم کسی شخص کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شیعۂ علی و محب اہلبیت ہے تو تم اُسی وقت اُس کا نام اپنے دیوان سے کاٹ دو - اس کا روزینہ بند کر دو - اور اُس قوم کے ساتھ موالات و موافقات قائم رکھنے کی وجہ سے اُن کو مجرم قرار دو - اسکا مکان گرا دو - اس حکم شاہی کی تعمیل کی وجہ سے یہ بلا و مصیبت ترقی کر کے حدود انتہائی تک پہونچ گئین اور تمام ممالک عراق سخت بلا مین مبتلا ہوا خاصکر اہالیان کوفہ پر تو اُن بلاؤن کا یہان تک اثر پہونچا کہ اگر کوئی شیعہ اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے اُس کے گھر جاتا تھا تو خاصکر اُس سے خلوت مین ملاقات کرتا تھا اور اُس کے ملازمین و مملوکین سے بھی خوف کرتا تھا یہان تک کہ اُن خادمین سے حلف و قسم شرعی لیتا تھا اس لیے کہ وہ کسی غیر پر اس کا شیعہ ہونا ظاہر نہ کرے - اس زمانۂ ظلمت مین کثیر التعداد احادیث موضوع و بہتان صریح تمام بلاد اسلامی مین ذائع و شائع ہوئے اور انھین احادیث پر علما و فقہا اور عمالان ملکی عمل پیرا ہوئے - ان بلا و مصیبت مین سب سے زیادہ بلائے عظیم قاریان راویان اور اُن ضعفائے محدثین کی ہے جنھون نے اپنی ظاہری خشوع وغیرہ کو دکھلا کر اور ناصبیت کو ضامن دے کر حدیث سازی شروع کی اور نقل و بیان حدیث کو اس لیے اپنا پیشہ بنا رکھا تھا کہ اس کے ذریعہ سے اُن کو والیان ملک اور امرائے دولت کا تقرب حاصل ہو ان کے دربار مین رسائی ملے اور اس طریقہ سے وہ مال و دولت و زراعت اور عمدہ و نفیس عمارت پر قادر ہون - یہان تک کہ یہی اخبار و احادیث اُن مولفین و مصنفین

اسلامی تک پہونچے جو ان کاذیب وافترایات کی حقیقت تک نہ پہونچ سکے۔ انہون نے ان کو قبول کرلیا اور اپنی تالیفات مین اُن کو نقل کردیا اور یہ گمان کیا کہ یہ مرویات صحیح اور فی الواقع ہین۔ اگر یہ اُن کو معلوم ہوتا کہ یہ سب جھوٹی حدیثین ہین تو وہ کبھی اُن کو نقل نہ کرتے اور نہ اُن کی تدوین فرماتے۔ ان بدعنوانیون کی یہی حالت رہی۔ یہان تک کہ حضرت امام حسنؑ نے وفات فرمائی تب یہ بلا و فتنہ پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے۔ کوئی شخص شیعیان علی مین سے ایسا نہین تھا جس کو ہمہ دم اپنے قتل کیے جانے یا خارج البلد کیے جانے کا خوف نہ لگا تھا اور شہادت امام حسینؑ کے بعد تو اس بلا و مصیبت مین اور شدت ہو گئی۔ عبدالملک کے زمانہ خلافت مین شیعیان علیؑ پر اور سختی ہوئی۔ اُن پر حجاج ابن یوسف ایسا ظالم عامل مقرر ہوا۔ اور اُس کے دربار مین صاحبان علم اور اہالیان صلاح و دین صرف علیؑ کے ساتھ بغض و عناد رکھنے اور انکے دشمنوں کے ساتھ محبت رکھنے اور مواخات اختیار کرنیکے باعث مقرب بنائے گئے اسلیے دشمنان علی کے فضائل و قبائح منا اور سوابقات کے متعلق کثیر التعداد روایتین بنائی گئین اور اسیطرح کثیر التعداد روایتین منا قص و مطاعن حضرت علیؑ مین تیار کی گئین جیسا کہ علامہ ابن عرفہ الملقب بنفطویہ جو علم تاریخ کے بہت بڑے عالم اور علم حدیث کے علم اللسان محدث تھے اپنی تاریخ مین اس خبر کو نقل کرتے ہین کہ احادیث موضوع نہایت کثرت کے ساتھ بنی امیہ کے زمانہ مین اُن کے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے فضائل صحابہ وغیرہ مین بنائی گئین اور اس سے اُن کی خاص مراد بنی ہاشم کی توہین تھی صاحب درجات الشیعہ علامہ مدنی تحریر فرماتے ہین کہ یہ طریقہ اجراء و نقل احادیث موضوع کا حکومت بنی امیہ تک اسی طرح قائم رہا اور پھر زمانہ سلطنت بنی عباسیہ مین بھی اسی طرح جاری رہا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خراب اور ابتر اور باعث ضرر و فساد ثابت ہوا اور اُن کے زمانہ حکومت مین اہل بیت علیہم السلام اور اُن کے تمام متبعین و مخلصین نے وہ تمام آلام و مصائب دیکھے جو اُنھون نے عہد بنی اُمیہ مین نہین دیکھے تھے جیسا کہ مشہور ہے ؎ قسم خدا کی بنی اُمیہ نے اُن کے حق مین وہ نہین کیا جو بنی عباس نے اُن لوگون کے زمانۂ زندگی مین مظالم کیے۔ زمانہ گزرتا گیا اور اُن کی پریشانیان بڑھتی گئین۔ شعلہ ہائے مظالم بڑھتے گئے۔ زمانہ اُن کے ساتھ بجز سرد مہری اور بے التفاتی کے اور کچھ نہین کرسکا۔ بالآخر ان ہی شدائد و مصائب کی وجہ سے کثیر التعداد شیعہ بڑے بڑے شہر اور مقامات مین شرط تقیہ اختیار کرکے زاویہ نشین ہوگئے۔ اور ان تمام بلا و مصیبت پر صبر اختیار کرکے حصول درجات رفیعہ آخرت کیلیے

مستحق ہو گئے ؎

راقم کہتا ہے کہ کوئی شک نہین کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتون نے استیصال خاندانِ پیمبر و دوستدارانِ خاندانِ پیمبر کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اور بھی مذہب علی کی بیخکنی کی بڑی کوشش عمل مین لائے - مگر شانِ کبریائی ہے کہ نہ دُنیا سے شیعہ غائب ہو گئے اور نہ اُن کا مذہب معدوم ہو گیا اس سادات کشی اور شیعہ کشی پر بھی اُن کی تعداد اور اُن کا مذہب اسوقت قابل لحاظ ہے - اسوقت ایران کی سلطنت عظمیٰ تمامتر شیعی مذہب رکھتی ہے - ترکان عثمانی حسب قول ایک ترک آفندی کے ایک ربع شیعہ ہین - مسلمان رعایاے روس بکثرت مذہب شیعہ کے پابند ہین شیعی جمہوری ریاستین روس مین چند ہین اکثر گرج اور سرکش قبائل کا مذہب شیعی ہے - سواحل افریقہ پر ہزارون ہزار افراد شیعی بود و باش رکھتے ہین - سواحل بحر احمر پر بہت سے شیعی قبائل آباد ہین افریقہ مین شیعون کی تعداد کم نہین ہے - بہت سے جزائر شیعون کے دم سے آباد ہین - کابلستان تک شیعون سے خالی نہین ہے - شاہنشاہی چین مین بہت سی شیعی ریاستین ہین اور اس شاہنشاہی مین چھ کرور شیعون سے کم نہین بستے ہین - ہندوستان مین بھی باوجود اسکے کہ ایک وقت مین عرصۂ دراز تک یہ ملک سنی جبارین کے زیر اثر رہ چکا ہے - اہل تشیع معدوم کا حکم نہین رکھتے ہین - المختصر ہزار شکر کہ دین خاندانِ پیمبر یا کہیے حضرت رسول کا ابتک باقی ہے اور افضال خداوندی سے امید کی جاتی ہے کہ آیندہ بھی تا قیامت قائم رہ جائیگا - اللہ اکبر اب نہ بنی امیہ ہین اور نہ بنی عباس لیکن اُنکے نام لیوا سُنی دیارون میں کرورون ہین اور تا روزِ جزا رہین گے - ان کے باقی رکھنے سے مطلب خداوندی یہ ہے کہ مظالم بنی امیہ اور بنی عباس کے آثار محو نہ ہو جاوین



ضمیمہ نمبر ۲۷

مولوی سید نظیر الدین صاحب یونورڈی۔ بی۔ اے کی راے

موصوف راقم کے بھتیجے اور تقاضاے وقت کے اعتبار سے ایک پورے تعلیم یافتہ جوان ہین اور اس وقت سلطنت انگلشیہ مین ایک ممتاز عہدۂ مال اور فوجداری پر سرفراز ہین استعداد علمی کے ساتھ بہت بڑے صاحب دماغ بھی ہین جس کی بناپر موصوف کا صاحب راے ہونا خلاف توقع نہین ہے۔ مذہب کے متعلق اپنے کو محمدی کہتے ہین اور مذہب ائمہ اثنا عشری کو برحق اور باقی تمام مذاہب کو مذہب حضرت رسول کا مخالف سمجھتے ہین۔ موصوف فرماتے ہین کہ جو دین حضرت رسول صلعم خداے تعالیٰ کی طرف سے دُنیا میں لائے یعنی جس دین کے ساتھ آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اس دین کی تعلیم حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علی میرے دین کو چلائے گا۔ پس اس دین کے چلانے والے علی مرتضیٰ ہوئے ایسی صورت میں اہل تشیع کو شیعیان علیؑ کے عوض مناسب یہ ہے کہ اپنے کو صرف محمدی کہین۔ دیگر فرقہ ہاے اسلام اپنے ادیان کا جو نام رکھین رکھین مگر اہل تشیع کو کسی نام رکھنے کی ضرورت نہین دیکھی جاتی ہے اس لیے کہ جس دین کے اہل تشیع پابند ہین وہ دین حضرت رسولؐ کا لایا ہوا ہے اور وہ دین دین محمدی ہے دیگر فرقہ ہاے اسلام جو اس دین سے علٰحدہ علٰحدہ دین اختیار کرتے گئے ہین انکو اس کی ضرورت پڑتی گئی ہے کہ اپنے اپنے دین کا علٰحدہ علٰحدہ نام رکھین۔ لاریب اہل تشیع ایسی محتاجی سے تمامتر بری دکھائی دیتے ہین۔ پس انھین کوئی ضرورت نہین ہے کہ اپنے دین محمدی کو کسی اور نام سے امتیاز بخشین۔ پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام حضرات اہل تشیع اپنے کو محمدی کہین اور اس نام کے سوا دینی اعتبار سے اپنے کو کسی دوسرے نام سے خطاب نہ کرین۔ ظاہر ہے کہ اور فرقہ ہاے اسلام کو اس کی ضرورت پڑتی گئی ہے کہ اپنے اپنے فرقون کو مختلف نامون سے پکارین۔ اہل السنت والجماعت نے جو اپنے فرقہ کا نام اہل سنت والجماعت رکھا ہے مبنی بر ضرورت ہے۔ اس مذہب کے بانی حضرت عمر ہوئے ہین۔ آپ نے زید ابن ثابت کے ذریعہ سے اپنے مذہب کو رواج دیا تھا۔ تب عہد امیر معاویہ کے بعد وہ مذہب اہل السنت والجماعت کے نام سے وا۔ا۔ا

پھر اس مذہب اہل السنت والجماعت سے مذاہب خوارج و نواصب و اہل حدیث و مرزائی وغیرہ ظہور مین آتے گئے - پس جس نو ایجاد مذہب کو جیسے نام کی ضرورت رونما ہوئی اسی ضرورت کے تقاضا سے وہ مذہب نام پکڑتا گیا - دین حضرت محمدؐ کا تقاضا یہ نہین ہے کہ اس کے لیے کوئی دوسرا نام گڑھا جائے وہ حقیقتاً مذہب حضرت رسول کا ہے - پیروان علیؑ کو اس کی ضرورت نہین ہے کہ اپنے کو پیروان علیؑ کہین مناسب یہی ہے کہ اپنے کو محمدؐی کہین اس لیے کہ خود حضرت علیؑ پیرو مذہب محمدؐی اور بقول حضرت رسول چلانے والے اسی مذہب کے تھے - راقم کہتا ہے کہ راقم کو اپنے کو محمدؐی کہنے یا کہے جانے مین کوئی عذر نہین ہو سکتا ہے اس لیے کہ ہر پیرو علیؑ درحقیقت پیرو حضرت رسولؐ ہے - بقول شکسپیر گلاب جس نام سے پکارا جائے اس کی بو باس اور لطافت اپنے حال پر رہے گی - بلکہ فرقہ ہاے اہل اسلام کو جو شیعہ کے نام سے وحشت ہوتی ہے محمدی کے نام سے ان کی وحشت مین ضرور کمی لاحق ہوگی



ضمیمہ نمبر ۲۸

ام کلثوم بنت علیؑ از بطن شریف حضرت فاطمہؑ

حضرات اہل سنت خاندان پیمبرؐ کی توہین اور تذلیل سے کبھی غافل نہین دیکھے جاتے ہین - چنانچہ حضرت ام کلثوم کا معاملۂ عقد بھی کچھ کم منظر آل محمدؐ کی توہین وتذلیل کا نہین پیش کرتا ہے - واضح ہو کہ واربرٹن مین جو ملک پنجاب کا ایک مقام ہے کچھ عرصہ ہوا کہ ایک مناظرہ درمیان حضرات اہل سنت اور اہل تشیع کے قائم ہوا تھا - اس مین اہل حدیث مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری طرفدار اہل سنت نے بمقابلۂ سلطان المناظرین مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب "شیر ہند" کے تقریر ذیل فرمائی تھی -

" ہمارے خلیفے سب نیک بخت گزرے ہین - چنانچہ حضرت عمر ایسے نیک بخت تھے کہ حضرت علیؑ جیسے بزرگوار انسان نے اپنی لڑکی اُن کو بیاہ دی - یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان اپنے سے بھی اچھے آدمی کو دامادی کے لیے تلاش کرتا ہے - کیا کوئی شیعہ گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی لڑکی کسی بدمعاش کے ساتھ بیاہی جائے - تو پھر اگر حضرت عمر بُرے ہوتے تو حضرت علیؑ کس طرح گوارا فرما سکتے تھے کہ ایسے شخص کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دیتے - افسوس کہ تم لوگ مولی علیؑ کے داماد کو بُرا کہتے ہو" اس کے جواب مین مولانا احمد علی صاحب تقریر ذیل زبان حق ترجمان پر لائے تھے -

" مولوی صاحب یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمر کو اپنی لڑکی بیاہ دی تھی - یہ واقعہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے یہ واقعہ رسول کے گھرانے کو دُکھ دینے کے لیے بنایا گیا ہے - (راقم کہتا ہے کہ لاریب فیہ) مگر جھوٹ چھپ نہین سکتا سوچنے کی بات ہے کہ عمر حضرت عمر کی اس وقت ساٹھ برس کی تھی اور جس لڑکی کے ساتھ آپ کی شادی ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے اس کی عمر چار سال کی تھی جیسا کہ "براہین قاطعہ" سنیون کی معتبر کتاب مین لکھا ہے کہ اس وقت ام کلثوم کی عمر چار سال کی تھی - یہ واقعہ ایسا ہے کہ سامعین کا دل کانپ جائے گا اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جائین گے - پھر

مجھے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن چونکہ مولوی صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے اس لیے مین آپ کو بتلاے دیتا ہون کہ انھون نے خاندان رسول کی کس کس طرح توہین کی۔ آپ کی معتبر کتاب براہین قاطعہ ترجمۂ صواعق محرقہ صفحہ ۲۶۵ پر ہے کہ "تا دختر او ام کلثوم زینت کردہ نزد عمر فرستادہ شد چون عمر اورا دید برخاست کہ بجانہ متوجہ شود۔ عمر ساق اورا گرفت باو گفت قل رضیت قد رضیت" یعنی ام کلثوم عمر کے پاس بنا سنوار کر بھیجی گئی عمر نے اسے بغل مین لے لیا اور بوسہ دیا جب وہ گھر جانے لگی تو عمر نے اُس کی پنڈلی پکڑی اور کہا اپنے ابا سے کہو۔ مین راضی ہون۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ ساٹھ سالہ بوڑھا اور چار سالہ لڑکی سے یہ کرتوت۔ کیا یہی اسلامی اخلاق آپ غیر مسلمون کو دکھانا چاہتے ہین۔ مولوی صاحب ایسے افتراؤن سے باز آیئے۔ کہین تو اس نام مین راویون کو دھوکا ہوا ہے۔ اور کہین وتذلیل وتحقیر کے خیال سے ایسی روایات گڑھی گئی ہین۔ راقم کا دل اس معاملۂ عجیب پر بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ اے ساکنانِ دُنیا اب دجال کی آمد کے منتظر نہ ہو۔ زمانہ ہوا کہ دجال آچکا ہے توبہ توبہ اور ہزار بار توبہ۔

اب اہل انصاف منصفی فرمائین کہ اگر صاحب صواعق محرقہ کی تحقیق صحیح ہے یعنی حضرت عمر نے واقعی ایک چار سال کی لڑکی سے ساٹھ برس کے سن مین اپنا ظالمانہ دباؤ اُس کے باپ اور اسکے عزیزان پر ڈال کر عقد کر لیا تو ایسے ظلم سرشت کو انسان کہہ سکتے ہین یا کیا۔ ظاہرا دیو ودد سے بھی ایسا فعل قبیح ظہور مین نہین آسکتا ہے۔ لاریب ایسا شخص کسی فرقۂ انسان کا سزاوار نہین مانا جاسکتا ہے۔ ایسا شخص خلیفۂ رسول اللہ کیا ہوگا۔ بلا شبہ اس اخلاق ذمیمہ کا آدمی کسی مذہب مین عزت کی نظر سے نہین دیکھا جاسکتا۔ عقل ایسے بداخلاق کو کسی حال مین قابل تحسین نہین سمجھ سکتی اگر واقعی حضرت عمر جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہین ایسی ذلیل حرکت کے مرتکب ہوے تھے تو توہین وتذلیل خاندان پیمبر تو درکنار خود حضرت عمر بہ نفس نفیس ایک بھاری ذلت مآب ثابت ہوتے ہین۔ مگر چونکہ برے سے برا آدمی ایسے فعل قبیح کا مرتکب نہین ہوسکتا ہے۔ اس کی امید ہوتی ہے کہ حضرت عمر اس بیحد ذلیل اور ظالمانہ فعل کے مرتکب نہین ہوے ہون گے چنانچہ فریقین کی کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا عقد ام کلثوم بنت علیؑ سے نہین ہوا تھا ام کلثوم بنت ابوبکر سے ہوا تھا۔ لاریب یہ واقعہ ایجاد کردہ دوستداران حضرت عمر ودشمنان حضرت علی کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ راقم کی تحریرات ذیل سے ظاہر ہوگا۔ کوئی شک نہین کہ

دوستداران حضرت عمر نے خلافت مآب کی دوستی مین خلافت مآب کی توہین وتذلیل کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی انھین دوستداران حضرت عمر کی روش اختیار کی ہے اور اپنی دانست مین اپنی تقریر کے ذریعہ سے حضرت عمر کو حضرت علی سے افضل دکھلانا بھی چاہا ہے۔ تب تو وہ اہل حدیث صاحب فرماتے ہین کہ "یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان اپنے سے بھی اچھے آدمی کو دامادی کے لیے تلاش کرتا ہے" مگر ہزار افسوس کہ وہ اہل حدیث صاحب حضرت عمر کی توہین وتذلیل کو اپنی ازخود رفتگی کے باعث اپنے دماغ مین جگہ نہ دیسکے واقعی اگر جناب مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت عمر کے دوست دانا ہوتے تو ایسے ارشاد کی طرف میل نہ فرماتے۔

واضح ہو کہ راقم نے اپنی کتاب مصباح الظلم مین عقد اُم کلثوم کے واقعہ کو کافی طور پر حوالۂ قلم کردیا ہے۔ حضرات ناظرین ہذا اس کتاب مطبوعہ سرمۂ روزگار پریس آگرہ کو صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۷۵ تک ضرور ملاحظہ فرمالین۔ اب راقم ذیل مین ایسے امور حوالۂ قلم کرتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ یہ واقعہ حیرت خیز کبھی ظہور مین آیا ہی نہین۔

ہرچند صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہین کہ عقد حضرت عمرؓ کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ وقوع مین آیا اور اس مواصلت سے ایک بیٹا زید نامی بھی پیدا ہوا اور ایک بیٹی زینب نامی بھی پیدا ہوئی مگر صاحب رسالۂ الہامیہ لکھتے ہین کہ درحقیقت نکاح خلیفۂ ثانی کا حضرت ام کلثوم دختر حضرت علی کے ساتھ ہرگز نہین ہوا مصنف رسالۂ بالا تحریر فرماتے ہین کہ حضرت علی کے پاس دو بیٹیان تھین اور دونون کا نام ام کلثوم تھا ایک ام کلثوم دختر حقیقی حضرت علی کی بطن حضرت فاطمہ علیہا السلام سے تھین اور دوسری ام کلثوم دختر حقیقی حضرت ابوبکر کی بطن اسماء بنت عمیس سے۔ اسماء بنت عمیس جب زوجیت حضرت علی مین درآئین اور حضرت علیؑ کے گھر مین رونق افروز ہوئین تو ایک بیٹی بھی ساتھ لائین۔ یہ وہی بیٹی اُم کلثوم تھین جو دختر حقیقی حضرت ابوبکر کی تھی۔ یہ لڑکی حضرت عمر کے وقت استدعاے نکاح کے بلوغ کو پہونچ رہی تھی یا پہونچ چکی تھی۔ پس ممکن ہے کہ اس سے زید و زینب پیدا ہوئی ہون گو دونون کا پیدا ہونا بھی قرین عقل نہین معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وقت استدعاے نکاح حضرت عمر کی عمر ساٹھ برس کی ہوچکی تھی اور نکاح کے بعد حضرت عمر صرف تین ہی برس اور بھی زندہ رہے لیکن دعوے حضرات اہلسنت کا کہ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی سے نکاح کیا اور اس مواصلت سے

کوئی اولاد ہوئی تمامتر فطرت کے خلاف دکھائی دیتا ہے - بیان اہل سنت ہے کہ وقت نکاح حضرت عمر کی عمر ساٹھ سال کی تھی اور حضرت ام کلثوم کی صرف چار سال یا پانچ سال کی اور پوری عمر حضرت عمر کی ۶۳ سال ہوئی - تو اس حساب سے حضرت عمر کے انتقال کے وقت حضرت ام کلثوم کی عمر سات یا نو سال کی ثابت ہوتی ہے - پس زمانۂ بلوغ کے قبل زید و زینب کا پیدا ہونا تمامتر خلاف فطرت نظر آتا ہے - کوئی شک نہین کہ ایسا دعوی اہل سنت کا کوئی بنیاد نہیں رکھتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ایسا دعوی اہل سنت یا توہین و تذلیل خاندان پیمبر کی نظر سے کرتے ہین یا دو لڑکیون کے ہمنام ہونے کی وجہ سے ایسے دعوے نے ظہور کیا ہے - لیکن زیادہ قرینہ اسی کا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی تعظیم و تمجید کی نظر سے ایسا قصہ گڑھا گیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ ہواخواہان حضرت عمر یہ نہین دیکھتے کہ ایسی تعظیم و تمجید سے حضرت عمر کی بڑی توہین اور تذلیل رونما ہوتی ہے - کوئی شک نہین کہ اگر واقعۂ بالا حسب بیان اہل سنت صحیح مان لیا جائے تو حضرت عمر کی بڑی تفضیح کے اسباب مہیا ہو جاتے ہین تب حضرت عمر ایک بڑے ظالم حق کش مردم آزار اور درشت خو ثابت ہوتے ہین - تب عقل ایسے نا ممدوح شخص کو کسی حالت سے خلیفہ رسول اللہ نہین مان سکتی ہے - یہ مین نہین کہتا کہ حضرت عمر ایسی ظلم پروری کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے - مگر واقعہ حضرت ام کلثوم کا حسب بیان اہل سنت تمامتر غلط ثابت ہوتا ہے بلا گفتگو یہ امر حضرت عمر سے کبھی دور نہین تھا کہ حضرت فاطمہؑ اور حضرت علی کی عداوت کے تقاضا سے آپ ایسے ظالمانہ فعل کے مرتکب ہو جاتے لیکن ایسا فعل آپ سے ظہور مین نہین آیا - یہ صرف حضرات اہل سنت کی طبیعت داری ہے کہ ایسا وحشت انگیز قصہ آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے - بہرحال یہان پر حضرت عمر کو جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ سے عداوت تھی اس کی حقیقت کو حوالۂ قلم کر دینا بے محل دکھائی نہین دیتا ہے ہزارون کیا لاکھون ایسے بنی آدم ہین چہ مسلمان اور چہ غیر مسلمان جو حضرت عمر کی اس عداوت کی حقیقت سے بے خبری رکھتے ہین حقیقت حال یہ ہے کہ ایک وقت مین حضرت عمر نے حضرت رسولؐ سے عقد حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری کی تھی - مگر حضرت رسولؐ نے انکار کر دیا انکار کی تین وجہین معلوم ہوتی ہین - اول یہ کہ عمر کے اعتبار سے حضرت عمر کا جوڑ حضرت سیدہؑ کے ساتھ نہ تھا - اسی بنا پر حضرت رسول نے فرمایا تھا کہ "ابھی فاطمہؑ بہت صغیر سن ہے" دوم یہ کہ حضرت رسول حضرت عمر کو ایک زشت خو اور شقی القلب آدمی سمجھتے تھے جیسا کہ

اس وقت بھی حضرت خلیفہ صاحب سمجھے جاتے ہین - سوئم یہ کہ حضرت عمر ایک کم نسب آدمی تھے - آپ کا جوڑ کسی بنی ہاشم لڑکی کے ساتھ نہین ہو سکتا تھا حضرت فاطمہ تو اور بھی کچھ درجۂ شرف رکھتی تھین جن لوگون نے کتاب مثالب پڑھی ہے وہ جانتے ہین کہ حضرت عمر کا خاندان کیسا تھا - راقم اس جگہ اعادہ اپنی تحقیق کا اپنی کتاب مصباح الظلم سے درج ہذا کرتا ہے - حضرت عمر کی خاندانی حالت یہ ہے کہ مین اطمینان کے ساتھ نہین عرض کر سکتا ہون کہ آپ بنی ہاشم بن عبد مناف کا خون ہے یا نہین - کتاب مثالب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے دادا نفیل ایک کنیز حبشہ کے بطن سے جس کا نام صنہاکہ تھا پیدا ہوئے یہ صنہاکہ حضرت ہاشم بن عبد مناف کی لونڈی تھی جو نفیلہ بن ہاشم اور بعدہ عبد العزیٰ ابن سراج کے تصرف مین یکے بعد دیگرے در آئی - یہان تک کے مضامین کتاب مثالب مین پائے جاتے ہیں - اس کتاب سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ نفیلہ بن ہاشم یا عبد العزیٰ سے فرزند نفیل تھے بہر حال اپنے وقت مین نفیل نے قبیلہ فہم کی کسی عورت سے رواج ملکی کے مطابق مواصلت پیدا کی جس سے خطاب حضرت عمر کے والد تولد ہوئے (دیکھو معارف ابن قتیبہ) یہ عورت بھی قبیلۂ فہم کی لونڈی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ ام الولد کے قاعدہ سے رواج جاہلیت کے مطابق آخر مین عمر بن نفیل کے تصرف مین آئی واللہ اعلم بالصواب - واضح ہو کہ کتاب مثالب تصنیف ابو المنذر ہشام ابن سائب الکلبی کی ہے - یہ بزرگ اکابر اعاظم علمائے اہل سنت سے ہین اور اسی درجہ کے عالم ہین کہ ترمذی اور ابن ماجہ ان کو اپنا شیخ مانتے ہین اور بغوی جیسے محقق اور مفسر نے بھی اپنی تفسیر معالم التنزیل کو اُن کی روایتون سے بھر دیا ہے - امام ابن تیمیہ اس عالم مستند کو علم نسب کا امام سمجھتے ہین - علامۂ سبط ابن جوزی اور ابن خلکان بھی انساب کے متعلق اُن سے بہت کچھ لیتے گئے ہین - اسی سے سمجھنا چاہیے کہ کتاب مثالب کے مصنف کا کیا پایہ ہے - پس ابو المنذر ہشام کی تحقیق کس عظمت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے محتاج بیان نہین ہے - ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین حضرت رسولؐ اپنی دختر والا نسب کو حضرت عمر سے بیاہ نہین سکتے تھے - لاریب سرور انبیا ہو کر آنحضرت صلعم ایسا ظلم اپنے جگر گوشۂ محترمہ پر روا نہین رکھ سکتے تھے - کوئی شک نہین کہ اس ناکامیابی کی چوٹ تا عمر حضرت عمر کے دل پر بیٹھی رہی - ایسی صورت مین بھی آپ سے کچھ دور نہ تھا کہ آپ دختر فاطمہؑ و علیؑ سے مناکحت کا قصد اس حالت مین بھی کر لیتے کہ اگر عمر اُس کی چھ یا چار برس

کے عوض ایک ہی برس کی ہوتی - مگر الحمدللہ کہ ایسا واقعہ حیرت انگیز و قیامت خیز ظہور مین نہین آیا -

راقم کہتا ہے کہ جب مضامین بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا عقد حضرت ام کلثوم کے ساتھ کسی طرح پر ثابت نہین ہوتا تو مولوی ثناءاللہ صاحب کا بہ اطمینان تمام یہ کہنا کہ "تم لوگ (یعنی اہل تشیع) مولیٰ علی کے داماد کو برا کہتے ہو" کچھ عجب مضمون ہے - حق یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اپنے حضرات شیخین بلکہ حضرات ثلثہ کی محبت مین ایسے ازخود رفتہ ہو رہے ہین کہ خدا و رسول و آل محمد و قرآن و عقل و فہم کی بھی اہمیت اُن کے دماغ مین جگہ نہین رکھتی ہے - یہ فرقہ اہل سنت کا جس مین وہابی خارجی ناصبی اور مرزائی وغیرہ وغیرہ سب داخل ہین کچھ عجب فرقہ دکھائی دیتا ہے اس فرقہ کے مسلمان خدا کو جیسا کہ ضمیمہ نمبر ۲۴ مین دکھلایا گیا ہے ایک مادی اور مجسم ذات مانتے ہین حضرت رسولؐ پر اقدام زنا شراب نوشی و زدی اور سفاکی کی تہمت لگاتے ہین حضرت علیؑ کو بھی شراب خواری کے ساتھ منسوب کرتے ہین بلکہ اُن کے سردار دین یعنی حضرت عمر تو اسی عقد حضرت ام کلثوم کے لگاؤ سے حضرت علیؑ پر زنا کا مقدمہ قائم کرنے کو تھے - اسی طرح وہ حضرات تمام خاندان پیمبرؐ کی تنقیص و توہین و تذلیل و تحقیر کو اپنا جزو ایمان جانتے ہین - الحق اگر یہ فرقہ اہل سنت کا وجود مین نہین آیا ہوتا تو بالیقین دنیا کے سولہ حصہ مین اسکا بارہ حصہ اسلام کو ضرور قبول کر لیتا لیکن جس مذہب مین ایسے ایسے علما گزرے ہین جیسے امام بخاری امام ابن تیمیہ اور حال کے علامہ شبلی صاحب تو اسلام دنیا کا مذہب عام کیونکر ہو جا سکتا ہے - نہایت جائے تعجب ہے کہ مذہب تثلیث یورپ ایشیا امریکہ افریقہ اور جزائر مختلفہ مین تو بامراد طور پر پھیل جائے اور مذہب حضرت رسولؐ جو مذہب توحید ہونے کی وجہ سے بلاشبہ خدا کا مذہب ہے - دنیا مین ٹھٹھر کر رہ جائے اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلامی علما یعنی علمائے اہل سنت نے اس دین کو دنیا مین پھیلنے نہین دیا ہے - قابل لحاظ ہے کہ کوئی غیر مسلم کتاب بخاری کو پڑھکر کیونکر داخل اسلام ہو سکتا ہے - اسی طرح کے اور علما نے بھی اس کا پورا سامان کر رکھا ہے کہ کوئی غیر مسلم دائرۂ اسلام مین جگہ پانے نہ پاوے - کوئی شک نہین امام بخاری وغیرہ ایسے عالمون نے اسلام کو سخت ضرر پہونچایا ہے اور ان کے چیلے چانگڑ اسوقت بھی ضرر پہونچا رہے ہین اور تاقیامت ضرر پہونچاتے رہین گے - اگر بخاری وغیرہ کے سے علما وجود مین نہین آئے ہوتے تو سر ولیم میور وغیرہ کے انداز کے دشمنان اسلام بھی وجود مین نہین آئے ہوتے -

آخر مین راقم یہ عرض کرتا ہے کہ حاجی میرزا احمد علی صاحب نے اس مباحثہ عقد کلثوم کے متعلق اہل حدیث مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیا خوب فرمایا تھا کہ "ساٹھ سالہ بوڑھا اور چار سالہ لڑکی سے یہ کرتوت۔ کیا یہی اسلامی اخلاق آپ غیر مسلمون کو دکھانا چاہتے ہین۔ مولوی صاحب ایسے افتراؤن سے باز آیئے" راقم بھی جناب مرزا صاحب کی طرح نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کہکر عرض کرتا ہے کہ وہ مذہب ہرگز خدا کا مذہب نہین ہوسکتا ہے جس کا ایک نامی سرتاج ایک چار برس کی لڑکی کو بغل مین لیکر اس کا بوسہ لے اور جب وہ گھر جانے لگے تو اُس کی ساق پا کو پکڑ کر اُس سے یہ کہے کہ اپنے آبا سے کہنا کہ مین راضی ہون۔ راقم کہتا ہے کہ حضرات اہل سنت حضرت پیغمبر اور خاندانِ پیغمبر کی توہین وتذلیل مین کہین کمی نہین کرتے ہین۔ مولوی ثناء اللہ صاحب یا مولوی شبلی صاحب یا ان کے قبل کے علماے اہل سنت جیسے امام بخاری ومسلم وابن تیمیہ وغیرہ وغیرہ اس طرز عمل سے باز نہین آئے ہین۔ جس کا نتیجہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ اسلام باوجود مذہب توحید ہونے کے ایک مجہور سا مذہب دکھائی دیتا ہے۔ حق یہی ہے کہ جسقدر اسلام کو ضرر بالا قسم کے علما سے پہونچا ہے دنیا کے کسی دشمن اسلام سے نہین پہونچا ہی بیچارے پادریانِ ولایت ہاے عیسائی کس حساب مین ہیں۔



ضمیمہ نمبر ۲۹

حضرت شیخین اور اہل بیت نبویؐ کی مالی ضرریابی

یون تو حضرت شیخین نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی ایذا رسانیون کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے۔ حضرت علیؑ کو جبریہ طور پر گھر سے پکڑوا منگایا پھر بیعت لینے کی نظر سے ہر طرح کی سختیان اُن پر کین۔ خاصکر حضرت عمرؓ نے انھین گردن مارنے کی دھمکیان دین اور سخنانِ ناسزا زبان پر لائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح حضرت فاطمہؑ کے گھر مین آگ لگا دی اور حضرت ممدوحہ کو کوڑے سے مارا اور حضرت ممدوحہ کی دو پسلیان حضرت ابوبکر کے غلام سے توڑ ڈالین اور بطن مبارک پر حضرت ممدوحہ کے ضرب شدید لگانے سے قتل محسنؑ کے باعث ہوئے اور اس فعل ناہنجار اور شقاوت شعار سے حضرت ممدوحہ کے سبب ہلاکت بھی بنے۔ اس پر بھی ایسے ایسے ظالمانہ افعال کے ساتھ حضرت شیخین نے اس کا بھی سامان بہم پہونچایا کہ حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم نیز بے زری کی بلاؤں میں مبتلا ہو جائین۔ آپ دونون صاحبون نے پہلے تو حضرت علیؑ کا حق خلافت غصب کر لیا اس کے ساتھ ہی فدک کو جس سے حضرت رسولؐ کے گھر کا خرچ چلتا تھا چھین لیا اور خمس کو جو اُن خاصان خدا کا حق تھا اور جو عہد حضرت رسولؐ مین انھین ملا کرتا تھا اُن پر بند کر دیا۔ کوئی شک نہین کہ یہ سب کارروائیان اہل بیت علیہم السلام کی ایذا رسانی اور تذلیل کی نظر سے عمل مین لائی گئین۔ معاذاللہ اس شقاوت شعاری کی حد بھی دکھائی دیتی ہے یہ سب کچھ تو ہوا ہی اس پر طرہ یہ ہے کہ بطریق بالا دروازہ ہائے رزق کے بند کرنے کے بعد اتنی بھی حضرت شیخین کو توفیق نہین ہوئی کہ حضرت فاطمہؑ کا کوئی وظیفہ مقرر کر دیتے۔ تماشا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بیت المال سے پوشیدہ طور پر حضرت جابر انصاری کو ڈیڑھ ہزار روپیے دیدیئے (بخاری و کتاب المغازی) حضرت زبیر اپنے داماد کو خفیہ طور پر سلول نامی زمین کا قبالہ لکھ دیا (کنز العمال) اور اُن کے ساتھ اسقدر بخششین روا رکھین کہ حضرت زبیر پانچ کرور دو لاکھ روپیہ کی جائداد چھوڑ کر مرے (بخاری) اسی طرح حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت ابوبکر کے سبب سے مالی سلوک ہوتے رہے جس سے حضرت ممدوحہ بہت کچھ صاحب دولت ہو گئین حضرت ممدوحہ کی دولتمندی کا ثبوت اس سے

ملتا ہے کہ اسمار بنت ابوبکر کا قول ہے کہ مجھے اپنی بہن عائشہ کے ترکہ مین سے غابہ مین کچھ جائداد ہاتھ آئی ہے کہ جس کے بدلے مین معاویہ صاحب مجھے ایک لاکھ روپیہ دیتے تھے مگر ہم نے انھین نہین دیا (بخاری) اب اہل انصاف بتادین کہ حضرت رسول نے تو کوئی ترکہ بقول حضرت ابوبکر نہین چھوڑا جو کچھ چھوڑا وہ حکم صدقہ کا رکھتا تھا تب حضرت عائشہ نے اسقدر دولت کہان سے پائی۔ اے بندے ندا سے ڈر راست روی اختیار کر۔ حق کشی سے باز آ۔ بے رحمی کے گرد نہ پھر۔ بہر حال بخشش ہاے بالا کے ساتھ حضرت ابوبکر نے خلیفہ ہونے پر اپنا وظیفہ علاوہ لباس و دیگر ضروریات کے آدھی بکری کا گوشت روزانہ اور ڈھائی ہزار درہم سالانہ بیت المال سے مقرر فرمایا (روضۃ الصفا اور تاریخ الخلفاے سیوطی) اسی کے ساتھ ہی حضرت عائشہ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم سالانہ اور دیگر امہات المومنین کا وظیفہ دو ہزار درہم سالانہ مقرر کیا گیا۔ راقم کو داد و دہش بالا و تقرر وظائف پر کوئی تعجب نہین گزرتا ہے البتہ تعجب کی یہ بات ہے کہ حضرت خاتون جنت سے فدک غصب کر لیا گیا خمس بھی حضرت ممدوحہ پر بند کر دیا گیا اور کوئی وظیفہ ایک کوڑی کا بھی حضرت ممدوحہ کے لیے مقرر نہین کیا گیا۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخین کی خلافت خلافت من جانب اللہ نہ تھی۔ دونون صاحبون کی خودساز تھی۔ لاریب حضرت رسول کا کوئی خلیفہ برحق ایسی ناانصافانہ کارروائی کا مرتکب نہین ہوسکتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخین اپنی پرانی عداوت کی بنا پر ایسے ایسے بے رحمانہ امور کے عامل ہوئے ہین۔ پناہ بناہ۔ ہزار بار پناہ بخدا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت عمر بیت المال کے ایک بھاری قرضدار مرے ہین۔ لاحول ثم لاحول۔

ضمیمہ نمبر ۳

حضرت عمر نہ مکہ مین اور نہ مدینہ مین کبھی حضرت رسولؐ کے مددگار ثابت ہوے

حضرات اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مکۂ معظمہ مین اسلام کو قوت پیدا ہوگئی اور حضرت رسولؐ نے حضرت عمر کے زور پر اذان بلند کے ساتھ خانہ کعبہ مین نماز پڑھی واضح ہو کہ یہ سب بے بنیاد باتین حضرات اہل سنت کی گڑھی ہوئی ہین۔ حضرات اہل سنت کی کتابون کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر ایک نہایت بزدل اور ترسندۂ جان شخص تھے۔ آپ کی حقیقت اسی قدر ہے کہ حسب روایت انس (دیکھو بیہقی) حضرت عمر تلوار لگا کر حضرت رسولؐ کے قتل کے لیے باہر نکلے ایک شخص نے اُن سے کہا کہ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کرو کہ وہ مسلمان ہوگئے ہین۔ یہ سُنکر آپ واپس آئے اور دونون کو مارتے مارتے لہولہان کر دیا۔ اس زدوکو کے بعد آپ حضرت رسولؐ کے حضور مین جا پہونچے۔ وہان دیکھا کہ حضرت امیر حمزہ اور طلحہ وغیرہ بیٹھے ہوئے ہین۔ حضرت امیر حمزہ نے فرمایا کہ اگر خداے تعالیٰ نے عمر کی بھلائی چاہی تو وہ مسلمان ہو جائینگے ورنہ ان کا قتل کرنا مجھ پر آسان ہے۔ اتنے مین حضرت رسولؐ نزول وحی کے بعد اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کو دیکھا کہ تلوار لگائے ہوئے ہین۔ حضرت رسولؐ نے انھین دیکھکر فرمایا کہ اے عمر تو کیا ایمان نہین لائیگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ وہی فضیحت اور عقوبت تجھ پر نازل نہ کرے جیسے ولید بن مغیرہ پر نازل فرمائی۔ اُسی وقت حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا (صواعق محرقہ حاشیہ بخاری مترجم تاریخ الخلفا و تاریخ خمیس) راقم کہتا ہے کہ اس طرح پر ایمان لانا صاف طور سے دکھلاتا ہے کہ حضرت عمر حضرت رسولؐ اور حضرت امیر حمزہ کو دیکھکر اور اُن کی تقریرون کو سنکر مرعوب ہوگئے اور بے ایمان لائے کوئی چارہ نہین رہا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عمر حضرت رسول کے قتل پر دنیاوی تملق کے تقاضا سے آمادہ ہوگئے تھے۔ کسی نے اس قتل کی اُجرت کچھ نقد اور کچھ اونٹ قرار دی تھی۔ طمع مال سے تو حضرت عمر حضرت رسولؐ تک پہونچ گئے مگر امیر حمزہ اور حضرت رسول کا جو سامنا ہو گیا تو بغیر تصدیق قلبی کے مسلمان ہو گئے۔ کافر نتوان شد ناچار مسلمان شد۔ اس اسلام آوری کے بعد حسب روایت عبد اللہ ابن عمر (بخاری) حضرت عمر

ڈرے ہوے اپنے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ابو عمرو عاص ان کے پاس آیا
جو حضرت عمر کا حلیف زمانۂ جاہلیت مین تھا۔ اس نے حضرت عمر سے کہا کہ تمھارا کیا حال ہے
حضرت عمر نے کہا کہ تیرے قبیلہ کے لوگ کہتے ہین کہ اگر تو مسلمان ہوا تو تجھے ہم مار ڈالین گے۔
عاص نے کہا وہ تیرا کچھ بگاڑ نہین سکتے۔ عاص کے ایسا کہنے سے حضرت عمر کو اطمینان ہو گیا۔
پھر عاص باہر نکلا تو دیکھا کہ میدان لوگون سے بھرا ہوا ہے۔ عاص نے اُن لوگون سے پوچھا کہ
کیون کہان کا قصد ہے۔ لوگون نے کہا کہ خطاب کے بیٹے کی خبر لینے کو جاتے ہین۔ اُس نے اپنا
دین بدل دیا ہے۔ عاص نے کہا دیکھو تم عمر کو مت ستاؤ۔ یہ سنتے ہی لوگ لوٹ گئے۔ اسی طرح
کی ایک اور روایت عبداللہ ابن عمر سے بخاری مین مندرج ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کی عاص
کی پشت پناہی سے وہ حملہ آور لوٹ گئے۔ ظاہر ہے کہ جب اس طرح کی ترسندہ جانی حضرت عمر
کو لاحق تھی تو مشرف بہ اسلام ہونے پر ایسی ذات سے اسلام کو کیا طاقت ہو سکتی تھی۔ اگر اسلام
کو حضرت عمر کے اسلام لانے سے یا حضرت رسولؐ کو کسی طرح کی طاقت ہی حاصل ہوئی ہوتی تو تین سال
تک حضرت رسولؐ شعب ابو طالب مین کیون محصور رہے اور حضرت رسول کا مال و متاع کیون
چھین لیا گیا آن صلعم اور آن صلعم کے پیروان پر کیون طرح طرح کی سختیان لاحق ہوئین۔ حتی کہ
مجبوری سے آن صلعم نے اپنے مسلمانون کو ملک حبش کی طرف بھیجدیا۔ خود بھی ہجرت پر آمادہ ہو کر
تین دن تک غار مین کیون چھپے رہے اور آخر کار کسی طرح افتان و خیزان مدینہ مین جا کر پناہ لی۔
اگر حضرت عمر اتنے ہی ہوتے تو حضرت رسولؐ پر اس طرح کی آفتین کیون گزر جاتین حضرت عمر
تو مشرف بہ اسلام ہونے پر اپنے گھر مین ترسندہ جانی سے روپوش ہو گئے جیسا کہ بخاری
کی تحریر "ھو فی الدار خائفا" سے ثابت ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضرت عمر یا حضرت
ابو بکر دو مین سے ایک بھی بہادر یا جانباز نہ تھے۔ کیا شک ہے کہ بہادری اور دلاوری خدا
کی ایک بڑی نعمت ہے۔ ہر دو صاحب کے تمام معاملات سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ فطرت نے اُنھین اس نعمت عظمیٰ سے تمامتر محروم رکھا تھا۔ یہی حال جناب شیخین کا
مدینہ مین بھی رہا کہ ترسندہ جانی کے باعث غزوات رسول اللہ سے فرار پر فرار کرتے رہے اور
کوئی بھی ایسا کام نہین کیا کہ جس سے اسلام کو کچھ بھی قوت حاصل ہوتی۔ عند العقل ایسے
بھگوڑے بزرگوار حضرت رسولؐ جیسے بہادر کے خلیفہ نہیں مانے جا سکتے ہین۔ یون اتفاق زمانہ
سے آپ صاحبون کو خلافت ہاتھ لگ گئی تھی۔ ورنہ بزدلی خلافت حضرت رسولؐ سے

کوئی علاقہ نہیں رکھتی - ایسی خلافت کرار غیر فرار صاحب ذوالفقار قاتل مشرکین وکفار یعنی حیدر رنامدار کو زیبا تھی - حق یہی ہے کہ اس کے سزاوار علی ابن ابی طالب اسداللہ الغالب تھے اور کوئی نہیں

ضمیمہ نمبر ۲۱

اخلاق حضرت شیخین رضؓ

حضرت شیخین کے اخلاقی امور پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو بزرگوار مشرف بہ اسلام ہونے کے قبل اچھی صحبتون مین نہین رہے تھے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی حضرت رسول صلعم کی صحبت گرامی کا بہت کم اثر لے سکے - عہد حضرت رسولؐ کے معاملات فرار از غزوات و نافرمانی فرا وان کو نظر انداز کرنے پر بھی آپ دونون صاحبون کے اطوار سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دونون صاحبون کی تعلیم یافتگی ایسی نہین تھی کہ آپ دونون صاحبون کو حضرت رسولؐ کی خلافت کا سزاوار بنا سکتی - اب راقم ذیل مین دونون صاحبون کے اخلاقی امور کو علیحدہ علیحدہ حوالۂ قلم کرتا ہے - جن سے بین طور پر ہویدا ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی خلافت کے لیے آپ دونون صاحبون سے احسن صفات کے نفوس کی حاجت تھی

حضرت ابوبکر کے اخلاقی امور

حضرت ابوبکر کی زبان حضرت ابوبکر کے اختیار مین نہین تھی جیسا کہ صاحب تاریخ الخلفا آپ کی نسبت لکھتے ہین کہ "کان ابوبکر سبّابا" یعنی حضرت ابوبکر بہت گالی بکتے تھے - اس طرح پر گالی بکنا بیحد فطری نامحمودیت اور ناتعلیم یافتگی کی خبر دیتی ہے - عقل کہتی ہے کہ کوئی سبّاب حضرت رسولؐ سے خوش کلام اور نیک گفتار رسول کا سچا جانشین نہین ہوسکتا ہے بخاری اور مورخ ابوالفدا کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو کوسا اور گالی دی - ایسی زبان سچے خلیفہ رسول اللہ کی نہین ہوسکتی - تاریخ طبری سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے رنجیدہ ہوکر حضرت عمر کی داڑھی پکڑی اور سخت گالی دی - ایک بار آپ نے ایک سفیر مشرکین کو بھی نہایت غیر مہذبانہ گالی سے مسرور فرمایا - عقل کہتی ہے کہ حضرت رسولؐ کے سچے خلیفہ کی ایسی ناپاک زبان نہین ہوسکتی - کوئی شک نہین کہ ایسی زبان ہر ملک مین رذیلون کی ہوا کرتی ہے - شرفا اور خاصان خدا کی ایسی زبان کیا ہوگی - یہ امر قابل لحاظ ہے

کہ ہر چند حضرت ابوبکر حضرت عمر کی طرح بہت بداخلاق شخص نہ تھے مگر دو فعل بے رحمی کے آپ سے ایسے سرزد ہوئے کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بے رحمی سے خالی نہ تھے۔ ایک یہ کہ آپ ہمدردی کے عوض حضرت فاطمہؑ کے ساتھ ایسی سختی سے پیش آئے کہ اُس مظلومہ نے یہ وصیت کی کہ آپ اس مظلومہ کے جنازہ اور دفن کے شریک نہ ہوں۔ دوسرا یہ کہ آپ نے فجار سلمی کو جو مسلمان تھا آگ مین ڈال کر جلایا اور مرتے دم تک وہ کلمۂ شہادت پڑھتا رہا (تاریخ اسلام جلد دوم) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل حضرت عمر سے صادر ہوا ہوتا تو جائے تعجب نہ ہوتا

حضرت عمر کے اخلاقی امور

آپ اخلاق کے اعتبار سے نہایت سخت اور درشت تھے جیسا کہ سُنی مذہب کی کتابون مین دیکھا جاتا ہے کہ عورتین بھی آپ کو افظ اور غلیظ یعنی سخت اکھڑ اجڈ درشت وتندخو کہا کرتی تھین (بخاری) حضرت ابوبکر بھی حضرت عمر کو کہا کرتے تھے کہ تو جاہلیت مین جبار تھا اور اسلام مین جو آرہا اور نامرد ہو گیا (مشکوٰۃ) حضرت عمر اسقدر درشت خو تھے کہ ام عروہ بنت ابی قحافہ کو نوحہ کرنے پر دُرّے لگائے۔ قصور اس غریب کا اسیقدر تھا کہ وہ بیچاری اپنے بھائی حضرت ابوبکر کی وفات پر روئی تھی ایسے رونے کو کوئی مذہب عام اس سے کہ سچا ہو یا جھوٹا منع نہین کرسکتا ہے (طبقات ابن سعد بہ حوالۂ حاشیہ بخاری) اسی طرح حضرت عمر نے ام المومنین بی بی سودہؓ حرم رسول اللہؐ کو خوب ڈانٹا اور حضرت ممدوحہ کے مرتبہ کا کچھ لحاظ نہین کیا (بخاری)

راقم کے عہد مین بھی ایک شخص تھے جن کو راقم مارتے خان کہتا تھا۔ وہ صاحب بھی لوگون کو جا بیجا طور پر گالیان دیتے تھے اور مارتے مگر جب کوئی مقابلہ کر بیٹھتا تھا تو نکل بھاگتے تھے۔ اس ترکیب کے نفوس اکثر شجاعت سے خالی ہوتے ہین اور بے رحمی اُن کی شان ہوتی ہے۔ اُسی بخاری سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر اپنی درشت خوئی کے تقاضا سے حضرت ابوبکر سے بھی لڑ پڑے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ خندق کی لڑائی مین آپ نے کفار قریش کو گالیان دین (بخاری) راقم کہتا ہے کہ کاش بروز خندق آپ لسان کے عوض سنان سے کوئی کام لیے ہوتے۔ گالیون سے جہاد اسلامی مجاہد کا کام نہین ہو سکتا۔ پھر اس سے زیادہ کیا درشت خوئی ہو سکتی ہے کہ جب بی بی زینب کا انتقال ہوا تو عورتین رونے لگین حضرت عمر نے

انھین کوڑے لگانے شروع کردیے ماشاءاللہ کیا خوب ۔حضرت رسول صلعم نے حضرت عمر کو اس ظالمانہ فعل سے باز رکھا اور فرمایا اے عمر آہستگی کر (مشکوٰۃ) راقم کہتا ہے کہ بے قصور کسی پر ہاتھ چھوڑنا ایک بیہودہ امر ہے مگر عورتون پر ہاتھ چھوڑنا ایک اعلیٰ درجہ کی بزدلی اور رذالت متصور ہے ۔ کاش وہ ہاتھ آپ کا دشمنان خدا و رسول پر بدر و احد و خندق و خیبر و حنین وغیرہ مین چھوٹا ہوتا ۔ بیچاری کمزور اور نا فہم عورتون پر ہاتھ چھوڑنا کس طرح کی شایستگی ہے ۔ یہ بھی بخاری مین مندرج ہے کہ حضرت عمر نے حضرت سعد بن عبادہ انصاری کو کہا کہ خدا تجھکو قتل کرے اور طبری مین ہے آپ نے انھیں منافق کہا اور تاریخ اسلام مین ہے کہ آپ نے انھین شام مین قتل کرڈالا نعوذ باللہ کیا کوئی انسان اقسام بالا کی حرکتین کرسکتا ہے ۔ صحابی و خلیفہ رسول ہونا تو خارج از بحث ہے ۔ اسی طرح علامہ شبلی لکھتے ہین کہ حضرت عمر نے حضرت ابی بن کعب صحابی قاری و حافظ القرآن کو کوڑون سے بے وجہ اور بے قصور مارا ۔ اس پر بھی جناب شبلی صاحب حضرت عمر کے ضرورت سے زیادہ شیدائی نظر آتے ہین ۔ آپ کی الفاروق پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے برابر متصف بہ صفات حسنہ نہ کوئی بنی آدم پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا ۔ خیر بالا کی مثالین حضرت عمر کی درشت خوئیون کی کوئی شک نہین کہ آپ کے مزاج کی بڑی بدترکیبی سے خبر دیتی ہین مگر آپ کی درشت خوئی کے منظر کا خاتمہ حضرت خاتون جنت کی ایذا یابیان پیش کرتی ہین ۔ پوشیدہ نہین ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کے گھر مین آگ لگا دی ۔ اس مظلومہ کو ایسا کوڑا لگایا کہ جسم مطہر اس معصومہ کا نیلا ہوگیا ۔ اس مظلومہ کی دو پسلیان حضرت ابوبکر کے غلام سے تڑوا ڈالین اور جگر گوشۂ رسولؐ کے بطن شریف پر ایسی ضرب لگائی جس سے محسن کا خون وقوع مین آگیا اور خود وہ مظلومہ اس کے صدمہ سے چند مہینے کے اندر رحلت فرماگئین معاذاللہ ثم معاذاللہ ۔ حق یہ ہے کہ ایسا کام دیو و دد سے وقوع مین نہین آسکتا ہے ۔ مگر شاباش ۔ حضرت عمر ایسا کام کرگزرے ۔ راقم اہل انصاف سے پوچھتا ہے کہ کیا ایسے قیامت خیز امور حضرت رسولؐ کے سچے خلیفہ سے وقوع مین آسکتے تھے ۔ یہ امر کہ حضرت عمر بے حد درشت خو اور بے رحم تھے خود آپ کی دعا سے ثابت ہوتا ہے ۔ آپ فرماتے ہین کہ الٰہی مین سخت دل ہون مجھے نرم کردے ۔ مین ضعیف ہون مجھے قوی کردے مین بخیل ہون مجھے سخی کردے تاریخ الخلفا و صواعق محرقہ ۔ راقم کہتا ہے کہ کاش خدا اے مجیب الدعوات حضرت عمر کی دعاے بالا کو قبول فرمالیتا ۔ لیکن حضرت عمر کے درشت خو اور بے رحم رہ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ

دعا آپ کی قبول نہ ہو سکی - مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ - یہ تو حضرت عمر کی درشت خوئی اور بے رحمی کی داستان تھی - اب آپ کی ایسی بدترکیبی کا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہے جس سے روح کو آپ کی طرف سے عجب طرح کی کراہت لاحق ہوتی ہے -

جامع ترمذی مین مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ حضرت عمرؓ حضرت رسول کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ مین ہلاک ہو گیا ہون - آن صلعم نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا ہے - حضرت عمر نے کہا کہ "حولت رحلی اللیلۃ" یعنی آج کی رات مین نے اپنی سواری کو پھیرا - اس پر حضرت رسولؐ نے کچھ جواب نہین دیا اور حضرت رسول پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "نساء کم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتقی الدبر والحیضہ - یعنی عورتین تمھاری کھیتی ہین پس اپنی کھیتیو ن کو آؤ - جس طرح کہ تم چاہو تم آگے سے جماع کرو یا پیچھے سے مگر وطی دبر و حیض سے بچو مطلب اس آیت کا نہایت صاف ہے یعنی صرف وطی خلاف فطرت و حیض سے ممانعت کی گئی ہے ورنہ اختیار ہے جس طرف سے چاہو کرو - پس جو فعل حضرت عمر سے ظہور مین آیا تھا وہ حکم خداوندی کے خلاف تھا گو ممانعت کا حکم آپ کے ارتکاب فعل کے بعد نازل ہوا - مگر وہ فعل بجائے خود ایسا تھا کہ اُس کے لیے حکم ممانعت کی حاجت نہ تھی - پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت عمر بڑے عاشق تورَیت کے تھے - ضرور ہے کہ قوم لوط کے معاملات سے واقفیت رکھتے تھے - علاوہ اسکے خود یہ فعل ایسا تھا کہ جسکو خلقی طور پر حضرت عمر قبیح جانتے تھے - اگر قبیح نہ جانے ہوئے ہوتے تو آپ حضرت رسول سے یہ کیون کہے ہوتے کہ "مین ہلاک ہو گیا ہون"، کوئی شک نہین کہ یہ فعل روحی پہلو سے ہلاک کرنے والا فعل ہے - یہ فعل روحانیت سے کوئی نسبت نہین رکھتا ہے یہ فعل ہر طرح کی عیاش مزاجی سے خبر دیتا ہے بے اعلیٰ درجہ کی بدمذاقی اور شرارت نفسی کے کوئی شخص ایسے فعل کا مرتکب نہین ہو سکتا ہے - حق یہ ہے کہ ایسا فعل خاصان خدا سے سرزد نہین ہو سکتا - بلاشبہ حضرت عمر ایسا فعل کر گزرے مگر اس کو بیحد قبیح سمجھکر اصلاح طبیعت کے خیال سے حضرت رسولؐ کی خدمت مین عرض حال کر دیا اور ممکن ہے کہ اصلاح طبیعت کی صورت ہو گئی ہو گو کم امید ہوتی ہے کہ اصلاح ہوئی ہو - اس لیے کہ جو لوگ اس فعل قبیح کے مبتلا ہوتے ہین دم آخر تک اس فعل کے مبتلا رہتے ہین کوئی تعجب نہین جو آپکے صاحبزادے عبداللہ ابن عمر اور امام مالک اس فعل کے قابل رہ کر ایسا فعل قبیح کرتے رہے - حضرت عبداللہ

ابن عمر کا مرتکب رہنا اس فعل قبیح کا تقاضاے فطرت کے خلاف نہ تھا اس لیے کہ ایسا فعل اکثر بہ سبیل توریث سرزد ہوا کرتا ہے - طبی معلومات کے آدمی کو اس سے انکار نہین ہو سکتا ہے - بخاری مین بھی کوئی صحیح حدیث ممانعت کی دیکھی نہین جاتی ہے - بلکہ اس کی عبارت سے جواز وطی فی الدبر ظاہر ہوتا ہے - معاذاللہ ایسی ایسی تحریرات کے بعد کیونکر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر سکتا ہے - مین آج اسلام سے تبرا کرتا ہون اگر کوئی شخص امام بخاری یا امام مالک یا حضرت عبداللہ ابن عمر کی حیثیت کا مجھ پر اس طرح کے فعل کی اباحت کو ثابت کر دے - مین آنکھون سے دیکھتا ہون کہ خداے تعالیٰ اپنے قول سے وطی غیر فطرتی اور حیض سے ممانعت فرماتا ہے - پس مین کیون کر اس کی اباحت کا قائل ہو سکتا ہون - لاحول ثم لاحول - اب دیکھنا ہے کہ بجاے خود یہ فعل کیسا ہے - بلاشبہ یہ فعل ایک بیحد خرابی اخلاق سے خبر دیتا ہے - ایسی خرابی اخلاق کے ساتھ کوئی انسان انسان نہین رہ سکتا ہے - دنیا کے کسی مذہب مین ایسے فعل کا مرتکب سردار دین نہین مانا جا سکتا ہے - یون امام مالک یا حضرت عبداللہ ابن عمر یا امام بخاری جیسا چاہین کہین - یہ فعل مسلمان کا نہین ہو سکتا ہے - ایسے فعل کے مسلمان بلا گفتگو دشمن اسلام کا حکم رکھتے ہین - لاریب یہ ایسا ہی فعل ہے کہ جس کے ارتکاب کی وجہ سے قوم لوط پر کیا کیا نہین عذاب نازل ہوتے گئے اور وہ قوم کی قوم ہلاک کر ڈالی گئی اس وقت وہ مقامات جہان قوم لوط رہتی تھی ایسی جھیلین قہر خدا سے بنا دی گئی ہین کہ اُن کے اردگرد کوئی ذی جان زندہ نہین رہ سکتا ہے اور نہ کوئی نباتی شے پیدا ہو سکتی ہے طبی نقصانات اس فعل سے اس طرح کے پیدا ہوتے ہین کہ قریب قریب لاعلاج پائے جاتے ہین - اس فعل سے انسان کی دماغی قوت مین بڑا زوال لاحق ہو جاتا ہے قلب بیحد ماؤف ہو جاتا ہے خفقانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - جوانمردی جاتی رہتی ہے - بزدلی مترتب ہوتی ہے - آدمی عورت کے کام کا نہین رہتا ہے - مبتلاے مالیخولیا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ جنون کا لاحق ہو جانا بھی خلاف توقع نہین ہے - راقم پچاس برس سے طبابت کا شغل رکھتا ہے گو پیشہ کے طور پر نہین اس عرصۂ دراز مین بہت سے اس علت کے گرفتار میری نظر سے گزرے ہین اکثر اُن سے مایوسین کا حکم رکھتے تھے اور اُن کے حالات نہایت قابل افسوس تھے - یہ ممکن نہین کہ کوئی قوانین فطرت کے خلاف کاربند ہو اور اُس کے نتیجۂ بد سے محفوظ رہ سکے - اللہ تعالیٰ نے بے وجہ وطی خلاف فطرت اور حیض کو منع نہین کیا ہے - کوئی شک نہین کہ اُن کی اباحت کا

قایل ہونا سخت ضلالت ہے۔ ظاہر ہے کہ جس دین مین ایسا فعل قبیح مباح سمجھا جاتا ہے وہ دین خداے پاک کا دین نہین مانا جا سکتا ہے اور نہ ایسے فعل کا کرنے والا کسی دین مین دیندار سمجھا جا سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام کو بدبختون سے بدنام کر رکھا ہے۔ اسی بدنامی کی وجہ سے اس کی اشاعت معرض فتور مین پڑگئی ورنہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جس مذہب مین حضرت علیؑ سا باخدا شخص دیکھا جائے وہ مذہب ٹھٹھر کر رہ جائے۔ کوئی شک نہین کہ ذات علی جیسا کہ بعض علماے اہل اسلام نے بھی لکھا ہے۔ ایک بڑا ثبوت اسلام کے مذہب حق ہونے کا ہے۔ لراقمہ

ذات پاکش مظہرِ ربِ جلیل دین حق را آمدہ روشن دلیل

آخر مین راقم یہ عرض کرتا ہے کہ قرآن پاک کی بلاغت اس کے ہر مقام پر قابل لحاظ ہے آیت بالا مین خداے تعالی عورتون کو حرث یعنی کھیت فرماتا ہے تو لازم ہے کہ اُس مین جو تخم ریزی کی جائے اس طرح پر کی جائے کہ اُس تخم ریزی سے پیداوار کی صورت پیدا ہو سکے بیکار تخم ریزی سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎ کہ در و تخم عمل ضائع مگردان۔ پس تعجب ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور امام مالک وغیرہ سے کہ خداے پاک کے لفظ حرث پر اپنی توجہ مبذول نہ فرما سکے اور ایک ایسے فعل قبیح کی اباحت کے قائل ہو گئے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

ضمیمہ نمبر ۳۲

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رحلت کا وقت

صاحب تاریخ احمدی بہ اسناد معتبرہ لکھتے ہین کہ جب وقت حضرت ابوبکر کی رحلت کا آیا تو آپ نے کمال حسرت کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے کیون خلافت کا بار اپنی گردن پر لیا۔ کاش فلان فلان صحابی خلیفہ مقرر ہوئے ہوتے تو ایسی پشیمانی خلاف فطرت متصور نہین ہے۔ مرنے کے وقت انسان اپنے اعمال پر نظر کرکے ہمیشہ پچھتا تا ہے۔ کچھ شک نہین کہ اس اظہار حسرت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی خلافت کو برحق نہین سمجھتے تھے اگر برحق سمجھتے تو ایسا نہین کہتے۔ یعنی اگر اپنی خلافت کو خلافت من جانب اللہ سمجھتے تو ہرگز ایسا نہین کہتے کہ کاش میرے عوض فلان فلان کی گردن پر بار خلافت جا گرا ہوتا۔ یہی حال حضرت عمر کا بھی ہوا کہ قریب وفات جزع وفزع کرنے لگے۔ امام بخاری لکھتے ہین کہ آپ نے حضرت ابن عباس کو خطاب کرکے یہ فرمایا کہ "اے ابن عباس یہ میرا جزع وفزع کرنا جو اس وقت تم دیکھ رہے ہو تمھاری اور تمھارے اصحاب یعنی حضرت علیؑ اور حضرت حسنین کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام روے زمین میرے لیے سونا بن جائے تو وہ سب کا سب خدا کے عذاب کے بدلے مین دیدون اُس عذاب کے دیکھنے سے پیشتر" کلام بالا حضرت عمر کا کہے دیتا ہے کہ آپ کے برتاؤ بنی ہاشم کے ساتھ ناپسندیدہ رہے تھے حضرت علی اور حضرت حسنین کے ساتھ حضرت عمر کے برتاؤ ویسے نہین ہوئے تھے جیسا کہ حضرت رسولؐ نے حسب ہدایت خداوندی مودۃ القربیٰ کی تاکید اکید فرمائی تھی۔ اُسوقت جزع وفزع مین حضرت عمر کو حضرت علی کی حق تلفی اور بھی حضرت ولایت مآب پر جو سختیان آپنے روا رکھی تھین جیسے حضرت علیؑ کو بیت الشرف سے پکڑ کر لیجانا حضرت کی گردن مارنے کی دھمکیان دینا اور حضرت کے برادر رسول ہونے سے انکار کرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح حضرت سیدہ مادر حسنین پر بڑی شقاوت کے ساتھ جو جو ظلم برتے گئے تھے جیسے حضرت ممدوحہ کے گھر مین آگ لگایا جانا۔ حضرت ممدوحہ کو کوڑے سے مارنا۔ حضرت ممدوحہ کی دو پسلیون کو

توڑ دوا ڈالنا ۔ قتل محسنؑ اور ہلاکت حضرت سیدہؑ کے باعث ہونا اور فرقۂ ملعونہ یعنی بنی اُمیہ کے ساتھ سرپرستی کے معاملات وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب ضرور یاد آتے گئے ہون گے تب تو اس طرح پر جزع و فزع حضرت عمر اپنے وقت آخر مین کر رہے تھے ۔ ایسے وقت مین کہ رشتۂ حیات منقطع ہونے کو ہوتا ہے تو انسان اپنے اعمال پر نگاہ کر کے اکثر جزع و فزع کرتا ہے ۔ راقم کی نظر سے بھی ایسا سین یعنی منظر گزرا ہے اور یہ تمامتر ایک طبیعی امر ہے ۔ اس وقت اعمال زشت کی پلٹنین سامنے آکے کھڑی ہو جاتی ہین ۔ پھر رحمت خداوندی ہی درکار ہوتی ہے اور کچھ نہین ۔ دم واپسین بر سر راہ ہے ۔ بس اب یار و اللہ ہی اللہ ہے ۔ اس وقت حضرت رسولؐ اور آلِ رسولؑ ہی کی مودت کام آتی ہے اور کچھ نہین ۔ حیف ہے ان امتیان محمدیؐ پر جو مودت القربیٰ سے خالی تھے یا اس وقت خالی ہین ۔ اے خدا میرے اعمال کوئی شک نہین کہ تمامتر زشت ہین مگر اپنے قول مودۃ القربیٰ کے صدقے مین میری مدد فرما ۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت شیخین کے وقت آخر کے کلام سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخین حضرت رسولؐ کے خلیفۂ برحق نہ تھے ہر دو صاحب خلیفۂ خود ساز تھے ۔ خلیفۂ برحق وہ جناب تھے جن کو حضرت رسولؐ نے بروز خم غدیر اپنا خلیفہ بنا لیا اور جن کی خلافت یابی کی مبارکباد خود حضرت عمر نے دی تھی ۔ کوئی شک نہین کہ حضرت عمر کو اپنے وقت جزع و فزع مین اس کی بھی پشیمانی عظیم لاحق ہوئی ہوگی کہ ہم نے حضرت علیؑ کو خلافت یابی کی مبارکباد دی تھی اور ہم ہی نے حضرت علیؑ کی حق تلفی کر کے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا ڈالا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون



ضمیمہ نمبر ۳۳

ریاست دنیوی کے ساتھ ریاست دینی بھی چھن گئی

دنیا مین جیسی پُر آشوب غدار جفا شعار ظلم پرور ستم دوست ستم ایجاد ناحق شناس محسن کش بے رحم اور ناخدا ترس حضرت رسول صلعم کی امت دکھائی دیتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت مین کسی نبی کی اُمت ویسی نہین گزری ہے - جب آن صلعم نے مکہ مین بحکم خداے پاک تبلیغ رسالت شروع کی تو اہل مکہ نے جو کچھ مخالفت دکھلائی وہ خلاف فطرت نہین تھی - اہل مکہ ایک عرصہ سے ایک مذہب باطل کے پیرو چلے آئے تھے - اُن کے لیے اپنے آبائی مذہب سے کنارہ کش ہونا آسان نہ تھا - بس اپنے خیالات مذہبی کی پابندی سے اُنھون نے جو کچھ مخالفتین حضرت رسول ؐ کے ساتھ کین خلاف توقع نہ تھین - لیکن اُس حصہ اُمت نے جو کچھ مخالفتین حضرت رسول ؐ اور اُن کی آل اور دوستداران آل کے ساتھ روا رکھین وہ ایسی نہین ہین کہ قابل درگزر سمجھی جائین یا قابل تحسین و آفرین مانی جائین - الحق ایسے حصہ اُمت کی بدکرداریان ایسی ہی نظر آتی ہین کہ ہر حق پرست کو انھین نفرت کی نظر سے دیکھے بغیر چارہ نہین ہے ان کی ستایش و بالایش تو در کنار - پوشیدہ نہین ہے کہ جب حضرت رسول نے اہل مکہ کو پیغامات الٰہی پہونچانا شروع کیا تو تھوڑے نفوس اہل مکہ سے آن صلعم کی رسالت کے معترف ہوئے - باقی اہل مکہ زور رون کے ساتھ اپنے آبائی دین پر قائم رہ کر حضرت رسول ؐ کی جان کے خواہان ہوگئے علم تاریخ کہتا ہے کہ اگر حضرت ابو طالب برابر آن صلعم کی پشت پناہی نہین کیا کرتے تو آن صلعم کفار مکہ کے مظالم سے جانبر نہ ہو سکتے - حضرت ابو طالب نے کوئی دقیقہ آن صلعم کی حفاظت کا اُٹھا نہین رکھا حتی کہ تین سال تک شعب ابو طالب مین آن صلعم کو ساتھ لیے ہوئے اہل مکہ کے مقابلہ مین محصور رہے - اس تین سال کے عرصہ مین آن صلعم کے خدمتگزار صرف بنی ہاشم رہے - غیر بنی ہاشم اسلام قبول کرنے پر بھی حضرت رسول ؐ کی کچھ خبر نہ لے سکے - حتی کہ حضرت عمر بھی جو حضرات اہل سنت کے وہم کے مطابق بڑے خیر خواہ حضرت رسول کے اور بڑے مددگار اسلام کے سمجھے جاتے ہین مشرف بہ اسلام ہونے پر بھی شعب ابو طالب سے برابر

دور ہی دور رہے۔ حضرت عمر ہی پر کیا موقوف رہا غیر بنی ہاشم سے ایک فرد نے بھی حضرت رسولؐ
کی احوال پرسی تک نہ کی۔ حضرت رسولؐ کے لیے جو کچھ کرتے رہے حضرت ابو طالب اور اُن کے
عزیزان کرتے رہے۔ تماشا ہے کہ اسپر بھی حضرت ابو طالب حسب عقیدۂ اہل سنت کافر اور
حضرت عمر جو غزوات خدا سے فرار ہی کرتے رہے اور نہ کبھی مکہ مین اور نہ کبھی مدینہ مین حضرت
رسولؐ کے کچھ کام آئے امیر المومنین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین۔ ماشاءاللہ حضرات
اہل سنت کا یہ عجب انصاف ہے۔ مگر پوشیدہ نہین ہے کہ اس عقیدۂ عجیب کی ضرورت
حضرات اہل سنت کو اس پہلو سے ہے کہ حضرت ابو طالب کے مسلمان مان لئے جانے سے حضرت
علیؑ کو اصحاب ثلٰثہ پر ایک بھاری درجہ کی افضلیت حاصل ہو جاتی ہے۔ عمری پروپگنڈا جس کا
ذکر راقم سابق مین کر چکا ہے وہ اجازت کب دے سکتا ہے کہ حضرت علیؑ یا آل محمدؐ کی توقیر کسی
پہلو سے قائم ہو سکے۔ اس پروپگنڈا کے تو یہی مقاصد رہے ہین کہ حضرت علیؑ و آل محمد ہمیشہ
مورد ذلت و حقارت رہا کرین۔ خیر۔ جب حضرت ابو طالب کی سرپرستی حضرت ابو طالب کی
رحلت کی وجہ سے آن صلعم کے سر سے اُٹھ گئی تو بڑی پریشانیون کے ساتھ آن صلعم مدینہ
کو ہجرت فرما گئے۔ اُن اہل مدینہ نے جن کی تقدیر مین سعادت ابدی لکھی ہوئی تھی۔ آن صلعم
کو صرف مدینہ مین پناہ ہی نہین دی بلکہ دین خدا کو بھی کشادہ پیشانی کے ساتھ قبول کر لیا۔
حضرت رسول مدینہ مین مہاجرین و انصار کے درمیان بعافیت رہ کر تبلیغ کے کام انجام دینے
لگے اور اسلام نے روز بد کی صورت دیکھنی شروع کی۔ مگر تھوڑے ہی دن کے بعد غزوۂ بدر
پیش آ گیا جس سے ظاہر ہو گیا کہ مہاجرین مین سب مہاجرین خاصان خدا اور مردان خدا سے
نہ تھے۔ حق یہ ہے کہ جنگ بدر نے کسوٹی کا کام دکھلایا۔ اسی جنگ مین مہاجرین کے ایمان کا
پورا امتحان ہو گیا۔ صرف بنی ہاشم اور کسی درجہ تک انصار بھی ایمان کے جوہر دکھلا سکے۔ آخر
ذوالفقار حیدری کی بدولت حضرت رسولؐ کو ظفر نصیب ہو سکی اور اسلام بربادی سے بچ رہا۔
حضرت عمر جنگ کی شرکت سے انکار کر چکے تھے اور حضرت ابوبکر نے نہ کسی کافر کے جسم ناپاک
پر خط لگایا اور نہ اپنے جسم پاک پر خط لگنے دیا۔ ایسے بیکار مہاجرین مدینہ پہونچکر یہ سمجھے ہوئے
تھے کہ مدینہ مین عافیت سے گزرے گی اور کوئی خدائی امتحان نہین پیش آئیگا۔ مگر معاملہ
برعکس نظر آیا۔ بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداشت۔ یا یہ کہیے کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے
اس کے بعد ہی معرکۂ اُحد پیش آیا۔ اس معرکہ مین حضرت رسولؐ کو اکابر مہاجرین زخمی چھوڑ کر مدینہ کو بھاگ نکلے

حضرت عمر بقول خود بز کوہی کی طرح پہاڑ کی چٹانون پر کود لگاتے ہوئے بھاگے جاتے تھے اور حضرت ابوبکر ہم آواز شیطان ہو کر بھاگ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ حضرت رسول مارے گئے اب اے قوم تم لوگ اپنے دین آبائی کی طرف عود کر جاؤ - بیچارے حضرت عثمان جو میدان جنگ سے بھاگے تو مدینہ ہی مین جا کر قرار لیا - ماشاء اللہ یہ عجب حضرات وہ مہاجرین تھے جو حضرت رسولؐ کو میدان جنگ مین زخمی چھوڑ کر فرار کرنا گوارا کر سکے - مہاجرین ہون تو ایسے ہون - بھلا ایسے فرارین کسی وقت مین حضرت رسولؐ جیسے بہادر رسولؐ کے جانشین ہونے کا کیا حق رکھ سکتے تھے - اگر ایسے فرارین کسی وقت مین سلطنت عرب کے بادشاہ ہوتے گئے تو کسی حالت مین حضرت رسول کے جانشین نہین مانے جا سکتے ہین - اول تو خلیفۂ رسول اللہ کوئی شخص من جانب الناس نہین ہو سکتا ہے اس پر ایسے فرارین کہ شرمناک طور پر ہمیشہ فرار کیا کیے - لاحول ثم لاحول - بہرحال غزوہ احد کے بعد ہی غزوہ خندق رونما ہوا - اس غزوہ مین بھی اکابر مہاجرین کچھ کارگزاری نہین دکھلا سکے - حضرت عمر نے حضرت رسول کے حکم کے خلاف عمر عبدود کے مقابلہ سے صرف انکار ہی نہین کر دیا بلکہ اپنی ترسندہ جانی کی وجہ سے اور مہاجرین وغیرہ کو بھی بزدل بنا ڈالا - بروز خندق حضرت ابوبکر کہان تھے کہان نہین تھے کچھ معلوم نہین - حضرت عثمان کا تو ذکر ہی فضول ہے - خیر - غزوۂ خندق کی بلا بھی غزوۂ بدر و احد کی بلاؤن کی طرح زور بازوے حیدر کرار غیر فرار کی بدولت رفع ہو گئی - اس کے بعد جنگ خیبر کا معرکہ پیش آیا - دو روز تک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حارث اور مرحب کے مقابلہ سے خیمۂ حضرت رسول تک بھاگ بھاگ آئے - آخر فاتح خیبر نے غزوۂ خیبر مین وہ فتح دین خدا کے لیے حاصل کر دی کہ جس کے صلہ مین خداے تعالیٰ نے حضرت رسولؐ کی زبانی یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمام زمانہ کے نیکوکارون کی نیکیان ترازو کے ایک پلے مین رکھی جائین اور دوسرے پلے مین حضرت علی کی خدمت روز خیبر کی تو حضرت علیؑ کی خدمت کا پلہ گران ہوگا - علاوہ اس کے حضرت رسول کو اسی معرکہ مین ناد علیاً مظہر العجائب کے پڑھنے کی ہدایت جناب احدیت سے ہوئی - سبحان اللہ کیا کہنا ہے - جنگ خیبر ہو تو شاید کہ شجاعت یا تو - خدا کی شان ہے کہ اس عزت یابی پر بھی حضرات اہل سنت اپنے حضرات ثلٰثہ کو حضرت علیؑ سے افضل مانتے ہین - برین عقل و دانش بباید گریست - واقعی تعصب کیا بری بلا ہے - یہ بلا انسان کو اندھا کر دیتی ہے - خیر آخر غزوہ حضرت رسول کا غزوۂ حنین ہے اس غزوہ سے بھی حضرات ثلٰثہ حسب عادت قدیمہ

بے محابا نکل بھاگے ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ اور میدان حضرت حیدر کرار غیر فرار کے ہاتھ رہ گیا ۔ واہ واہ
این کار از تو آید و مردان چنین کنند + یہان مردان نہین شاہ مردان کا مقابلہ تھا کفار مکہ طعمۂ اجل
نہ ہوجاتے تو کیا ہوجاتے بقول ذوق علیہ الرحمہ ؎

علیؑ سے زیر نہ کیونکر ہو لشکر کفار — علی بشکل علی ہے علی ہے حرف جار

اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ یہ پانچون غزوات ایسے تھے کہ اگر ان سے ایک مین بھی حضرت
رسولؐ کو شکست لاحق ہوجاتی تو خدا کا دین صفحۂ ہستی سے غائب ہوجاتا ۔ حضرات ثلٰثہ کا بار بار
کا فرار کہے دیتا ہے کہ وہ بزرگوار تمامتر ناقص الایمان تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ حضرت رسول
کے خلیفۂ برحق ہوسکتے ۔ عند العقل وہ مذہب کبھی مذہب برحق نہین ہوسکتا جس مین فرار
قرار سے افضل سمجھا جاتا ہے ۔ نیکوکار بدکردار سے مفضول کس عقل سے مانا جاسکتا ہے ۔ کوئی
شک نہین کہ حضرت علی ہمیشہ ایمان کے امتحانات مین پورے اُترے ۔ اس کے برعکس
حضرات ثلٰثہ کے معاملات معلوم ہوتے ہین کہ حضرات ثلٰثہ ایمان کے پانچ امتحان مین سے
ایک امتحان بھی پاس نہ کرسکے ۔ پاس کرنا تو درکنار ایک نمبر بھی نہین لاسکے ۔ لاحول ولاقوۃ ۔
پس ایسے فیلیور (Failures) نہ کسی دین کے سردار ہوسکتے ہین اور نہ رسول کے جانشین
علاوہ غزواتی معاملات کے حضرت عمر کا معاملہ صلح حدیبیہ کا نہایت نفرت خیز رنگ رکھتا ہے
مولوی شبلی صاحب یا اُن کے ہادی حضرت عمر جو کچھ راہین رفع الزامات کی نکالین مگر داغ الزامات
سے حلافت مآب کسی حالت مین پاک نہین ہوسکتے ہین لراقمہ

رو رو کے مٹاتا ہی رہے ابر بہاری — داغِ جگرِ لالۂ صحرا نہین جاتا

پوشیدہ نہین ہے کہ صرف ایک صلح حدیبیہ کے معاملہ مین حضرت عمر حضرت رسول کی مخالفت
کے عامل نہین ہوئے حق یہ ہے کہ تمام عمر حضرت عمر حضرت رسول کی مخالفت سے خالی نہین
رہے جیسا کہ کتب حدیث و سیر و تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ بہرحال جب تمام غزوات سے
حضرت رسول کو فرصت ہوگئی تو آن صلعم مسلمانون کو لیکر حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے ۔ حج کے
بعد آن صلعم نے بمقام خم غدیر اہتمام بلیغ کے ساتھ حضرت علیؑ کو بحکم خدا اپنا جانشین بنایا اور
ہمراہیون نے اور ازواج مطہرات نے حسب ہدایت حضرت رسول صلعم اس جانشینی کی
مبارکبادیان دین حتی کہ حضرت عمر بھی بڑی کشادہ پیشانی کے ساتھ بخٍ بخٍ کی صدا کے ساتھ شریک
مبارکبادہوئے ۔ مقام خم غدیر مین تو کسی نے ہمراہیون سے حضرت علی کی جانشینی مین کسیطرح

کی عذر داری پیش نہین کی مگر جب حضرت رسول شب کی جانب مدینہ براہ عقبہ جا رہے تھے تو سولہ یا سترہ مہاجرین حضرت رسول پر حملہ آوری کی نظر سے سامنے آ کھڑے ہوئے - مگر حضرت حذیفہؓ نے اُنھین مار ہٹایا اور حضرت رسول اُن ملاعین کی ضرر رسانی سے محفوظ رہ گئے - اُن ملاعین کے نام اہل سنت کی کتابون مین نہین دیکھے جاتے ہین مگر علمائے شیعی ہر حملہ آور کا نام اطمینان کے ساتھ بتلاتے ہین - ہر چند سُنّی مصنفین اُن کے نام نہین ظاہر کرتے ہین مگر کوئی شک نہین کہ وہ حملہ آور یا اکابر مہاجرین تھے یا اُن کے چیلے چانگڑ جوان کی طرف سے حضرت رسول کو قتل کر ڈالنے کے لیے مقرر ہوئے تھے - غرض اس حملہ آوری کی اس کے سوا دوسری نہین ہو سکتی ہے کہ حضرت رسولؐ کو شہید کر ڈالین اور اس کے بعد حضرت رسولؐ کی سلطنت پر قبضہ کر بیٹھین - اب ایسی چال چلنے کے سوا طالبان خلافت کو کوئی دوسری راہ باقی نہین رہی تھی اس لئے کہ حضرت علیؑ کے استخلاف کی کارروائی حضرت رسول خم غدیر مین پوری کر چکے تھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر اس حملہ آوری کے قصہ سے ضرور تعلق رکھتے تھے - اگر ایسا نہیں تھا تو حضرت عمر نے اس واقعہ کے بعد حضرت حذیفہ سے یہ کیون پوچھا کہ میرا نام حضرت رسولؐ نے حملہ آورون مین لیا ہے یا نہین - ہندی کی ایک قدیم مثل ہے کہ چور کی داڑھی مین تنکا - جواب بھی حضرت حذیفہ کا ایسا ہی تھا کہ جس سے حضرت عمر سمجھ سکے ہون گے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت عمر کا بھی نام حملہ آورون مین لیا تھا - معاذ اللہ عجب عجب مہاجرین حضرت رسولؐ کے تھے - ایسے مہاجرین کیونکر مسلمان سمجھے جا سکتے ہین - اس قصہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے مہاجرین دنیاوی نفع اندوزی کی نظر سے مدینہ کو چلے آئے تھے نہ انھین خدا سے کوئی مطلب تھا اور نہ حضرت رسولؐ سے کوئی غرض - اس واقعہ کے بعد نہایت قابل لحاظ معاملہ تخلف جیش اُسامہ کا ہے - اس معاملہ سے بہت اکابر مہاجرین کی قلعی تمام تر کھُلی نظر آتی ہے - اب وہ حضرات کھُلے کھُلے طور پر حضرت رسولؐ کی نافرمانی کرنے لگے تھے - کوئی شک نہین کہ اگر دو چار مہینے اور بھی حضرت رسولؐ زندہ رہ جاتے تو وہ حضرات برملا باغیانہ شورش پیدا کر ڈالتے - آخر قابل لحاظ قصہ حضرت عمر کی نافرمانی کا قصۂ قرطاس ہے - پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسولؐ کچھ ضروری امر کو حوالۂ قلم کر دینے کو تھے وہ ضروری امر ایسا تھا جو بقول حضرت رسولؐ امت محمدی کو ضلالت سے بچانے والا متصور تھا - مگر حضرت عمر اس کی کتابت سے مانع آئے - کیا لکھ دینے کو تھے کوئی

کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر حضرت عمر کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو تحریراً اپنا جانشین بنا دینے کو تھے مگر ہم نے لکھنے نہیں دیا،، معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ یہ نافرمانی حکم خدا و رسول سے اور اس کے بعد امیر المومنیت واہ واکچھ عجب مضمون ہے۔ واضح ہو کہ تخلف جیش اُسامہ اور قصۂ قرطاس کے بعد ہی حضرت رسولؐ نے رحلت فرمائی ابھی حضرت رسولؐ دفن بھی نہیں ہوئے تھے کہ حضرت شیخین سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف دوڑ نکلے اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے پردے میں اپنے کو خلیفہ بنا ڈالا۔ ایسی مثال بے شرمی خود غرضی چالاک دستی اور دنیا طلبی کی کوئی دوسری تمام تاریخ بنی آدم میں نظر نہیں آتی ہے۔ اپنے مربی کو بے گور و کفن چھوڑ کر اپنے اغراض ناجائز کے لیے چل دینا حضرت شیخین ہی کا کام تھا کسی دوسرے سے ایسا کام انجام نہیں پا سکتا تھا۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ بہر حال حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کے بعد حضرت شیخین نے حد درجہ کی بے اعتنائیاں اور ایذا رسانیاں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے ساتھ شروع کر دیں۔ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر میں آگ لگا دی۔ ممدوحہ کو کوڑے سے نہایت بے رحمی کے ساتھ مارا۔ قنفذ حضرت ابوبکر کے غلام سے ممدوحہ کی پسلیاں توڑوا ڈالیں اور خود بطن ممدوحہ پر ایسی ضرب شدید لگائی کہ محسنؑ کا اسقاط ہو گیا اور ممدوحہ ایسے صدمات سے بیمار رہ کر تھوڑے عرصہ میں رحلت فرما گئیں۔ حضرت ابوبکر خلیفہ ہو کر بہ نگرانی حضرت عمر خلافت کے امور انجام کرنے لگے اور حکومت بنی ہاشم سے منزلوں دور ہو گئی حضرت علی کے ساتھ حضرت شیخین بہ تشدد پیش آئے۔ بنی ہاشم کی تذلیل اور تضعیف کے سامان بہم پہنچائے جانے لگے۔ حضرت شیخین نے فدک کو حضرت فاطمہؑ سے چھین لیا۔ اور آل محمدؐ پر خمس بند کر دیا گیا۔ کوئی شک نہیں کہ جہاں تک سختیاں ممکن تھیں حضرت شیخین کی طرف سے عمل میں لائی گئیں مگر بنی ہاشم خاموش رہے۔ اس خاموشی کا سبب یہ ہوا کہ حضرت علی جو بعد حضرت رسولؐ کے بنی ہاشم کے سردار ہوئے شیخین کی ہر طرح کی تعدی اور دراز دستی پر خاموش رہ گئے۔ وجہ خاموشی کی یہ ہوئی کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرما دیا تھا کہ اسلام ابھی ابتدائی حالت میں ہے میرے بعد اُمت کی بے عنوانیوں پر صبر کرنا یعنی تلوار نہیں کھینچنا۔ حضرت علیؑ نے جو فرمان حضرت رسولؐ سے کبھی باہر نہ ہوئے ایسا ہی کیا۔ اگر آپ دست بہ شمشیر ہو جاتے تو بنی ہاشم حضرت شیخین کی خبر لینے کے لیے کافی تھے۔ مگر اس سوال و اریعنی خانہ جنگی کا نتیجہ خوب نہ ہوتا اسلام دنیا سے رخصت ہو جاتا

نیک و بد سب طرح کے مسلمان دنیا سے غائب ہو جاتے۔ سول وار کا نقشہ قائم ہو جانے سے روم وفارس وغیرہ کی حکومتین عرب کی ابتدائی سلطنت پر ٹوٹ پڑتین جس سے اسلام کا نام صرف تاریخی کتابون مین باقی رہ جاتا۔ حق یہ ہے کہ حضرت علی کی حوصلہ مندی اور آخرنبینی نے سول وار کو ہونے نہ دیا مسلمانون کی اجماعی قوت منتشر ہونے نہین پائی۔ کیا شک ہے کہ اگر علی حضرت شیخین کی خبر لینا چاہتے تو آسانی کے ساتھ ان کی خبر لے سکتے تھے۔ یون تو قبیلۂ بنی ہاشم ہی ان کی خبر لینے کے لیے کافی تھا۔ مگر ابو سفیان صاحب کی مستعدی حضرت شیخین کی خلافت کو غت ربود ایک دم مین کر ڈال سکتی تھی لیکن حضرت علی بنی اُمیہ کی اعانت کی طرف اس لیئے رُخ نہین کر سکتے تھے کہ حضرت رسول بنی اُمیہ سے نفرت تامہ رکھتے تھے۔ ایسی مجبوریون کی وجہ سے حضرت علی خاموش ہو بیٹھے۔ بہرحال حضرت شیخین کے پروپگنڈا نے پورے طور پر کامیابی کی شکل حاصل کر لی مگر اس کامیابی کے لیے یہ بھی ضرور تھا کہ بنی ہاشم پورے طور پر مجبور کر ڈالے جائین اور بنی اُمیہ کے ساتھ ہر طرح کے ایسے سلوک مدنظر رکھے جائین کہ جن سے نہ صرف اُن کی موجودہ حالت ابتذال زائل ہو جائے بلکہ وہ شرار ایسے قوی ہو جائین کہ بنی ہاشم کے استیصال پر قادر بھی ہو سکین۔ چنانچہ حضرت شیخین نے شام کی حکومت بنی اُمیہ کے سپرد کر ڈالی جس سے وہ قبیلۂ ناپاک اپنے پر پُرزے درست کر کے بنی ہاشم کو پامال کر ڈالنے کے لیے پورے طور پر قابل ہو گیا۔ حضرت شیخین کی تمام کارروائیون سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دونون صاحبون نے حکم خدا وندی قل لا اسئلکم اور بھی حدیث ثقلین کے مضامین کو کبھی سنا ہی نہ تھا اور سنتے کہان سے جب زیادہ حصّہ اپنے وقت کا دونون بزرگوار بازار مدینہ مین بسر کیا کرتے تھے۔ تماشا ہے کہ وہی حضرت عمر جنھون نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا روز خم غدیر بخ بخ کی صدا بلند کر چکے تھے۔ ایسی کارروائیون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخین نے اسلام کو دنیوی اغراض سے قبول کیا تھا ہرگز ہرگز دل سے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ بنی اُمیہ ایک ایسا قبیلہ تھا جو مردود خدا و رسول تھا۔ قرآن پاک اس قبیلہ کو شجرۂ ملعونہ کے لقب سے یاد فرماتا ہے حضرت رسول کو اس قبیلہ کے ساتھ نفرت تامہ لاحق تھی۔ آن صلعم اس قبیلۂ ناپاک کو دس برس کی محنت مین ایسا مجبور کر چکے تھے کہ اُن مین سلطنت کی کوئی طاقت باقی نہین رہی تھی۔ مگر حضرت شیخین نے ایسے قبیلہ کو سرنو سے زندہ کر ڈالا جس کا نتیجہ وہ ہوا جس سے ہر خواندہ آدمی پوری باخبری رکھتا ہے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت شیخین کی بنی اُمیہ پروری کے وہ صریحی نتائج ہین جس کا ذکر صراحت کے ساتھ امام اخطب خوارزمی نے اپنے

جواب استفتا مین حوالہ قلم فرمایا ہے (دیکھو ضمیمہ نمبر ۲۶) لیکن حضرت شیخین کی اس بنی اُمیہ پروری پر اہل سنت بھولے سے بھی نظر نہین ڈالتے ہین حالانکہ حضرت شیخین کی یہی بنی اُمیہ پروری ہے جو اسلام مین سے انتہائی سادات کشی اور خونریزی اہل اسلام کا باعث ہوئی ہے اور جس کا بارالزام حضرت شیخین کی گردن سے تاقیامت جدا نہین ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حسب مرضی حضرت رسولؐ حضرت علیؑ خلیفہ قرار پاجاتے تو بنی اُمیہ اُسی حالت ابتذال مین رہ جاتے جس مین حضرت رسولؐ اُنھین چھوڑ گئے تھے اور پھر خلفاے بنی عباس کو بھی ظہور نہ ہوتا۔ لاریب حضرت شیخین کی یہ بڑی پولیٹکل غلطی تھی کہ پہلے ریاست حضرت رسولؐ کو اپنی اپنی طرف منتقل کرتے گئے اور بعدازان اُس سے بھی زیادہ پولیٹکل غلطی اُن سے یہ سرزد ہوئی کہ اُس ریاست حضرت رسولؐ کو بنی ہاشم کے حقوق مار کے بنی اُمیہ کی طرف منتقل کر ڈالا۔ درحالیکہ بنی امیہ اپنی عداوت قدیمہ اور دشمن اسلام کی بنا پر ریاست حضرت رسولؐ سے خس برابر بھی کسی طرح پر منتفع ہونے کا حق نہین رکھتے تھے۔ نہایت جائے افسوس ہے کہ حضرت شیخین یا حضرت عمر کے پروپگنڈا نے اسلام مین بڑی بڑی خرابیان پیدا کر ڈالین اور وہ پروپگنڈا آج تک خرابیان پیدا کر رہا ہے اور تاقیامت خرابیان پیدا کرتا رہے گا۔ راقم یہان تک آل محمدؐ کی ریاست دنیوی کے چھنے جانے کی کیفیت کو حوالہ قلم کر کے اب آلِ محمدؐ کی ریاست دینی کے چھن جانے کے احوال ذیل مین گزارش کرتا ہے۔

واضح ہو کہ آل محمدؐ کی ریاست دنیوی کو چھین لیتے ہی ضرور ہوا کہ اُن خاصان خدا کی ریاست دینی بھی چھین لی جائے اس لیے کہ خلافت امامت سے کسی حال مین جدا نہین ہو سکتی پس خلیفہ قرار پاتے ہی حضرت ابوبکر یا یہ کہیے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے پردے مین امامت کے کامون کو انجام دینا شروع کر دیا۔ اول کام اُن کی امامت کا یہ تھا کہ جب حضرت شیخین نے دیکھا کہ حضرت علیؑ قرآن جمع کر رہے ہین تو زید ابن ثابت وغیرہ کو اس کام کے انجام کرنے پر مقرر کر دیا پھر جب طبعی طور پر حضرت ابوبکر کا پردا دنیا سے اُٹھ گیا تو حضرت عمر آزادانہ طور پر اجتہاد مسائل کرانے لگے جس سے زید ابن ثابت وغیرہ کے ذریعہ سے مذہب اہل سنت کی بنا پڑ گئی حضرت علیؑ نے بھی اپنے طور پر قرآن جمع کر ڈالا تھا مگر وہ قرآن ولدالخلافت کو پسند نہین آیا۔ بہرحال حضرت علیؑ بھی اجتہاد مسائل کرتے رہے جس سے مذہب علیؑ قائم ہو گیا اور آج تک دوستان آل محمدؐ اس کے پابند دیکھے جاتے ہین۔ حضرت علی کے مذہب کے رواج دینے والے حضرت شاہدین شباب

کے جانشینان عالی مقام یعنی آئمہ خاندان پیمبرؐ علیہم السلام نکلے اور اُن کے دوستداروں نے اُن کی پیروی اختیار کی اور اس وقت بھی پیروی کرتے ہین اور تا قیامت پیروی کرتے رہین گے مخالفان حضرت ولایت مآب نے زید بن ثابت کے مذہب کو اختیار کیا اور اس وقت بھی اختیار کیے ہوئے ہین اور تا قیامت اختیار کیے رہین گے۔ مذہب زید ابن ثابت حضرت عمر کا قائم کردہ مذہب ہے۔ اس مذہب کے اصولی مجتہد حسب تحریر جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی حضرت شیخین ہین اور فروعی مجتہد ائمۂ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک اور امام حنبل حضرت شیخین خود اجتہاد کی قابلیت نہین رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر نہ ماہر قرآن تھے اور نہ کافی طور سے احادیث نبوی پر نظر رکھتے تھے۔ یہی حال حضرت عمر کا بھی تھا۔ البتہ حضرت عمر ابی بن کعب وغیرہ سے اجتہاد کراتے تھے۔ نہین معلوم کہ یہ دونون بزرگوار اصولی مجتہد کیونکر قرار پاگئے۔ بہرحال حضرات اہل سنت ائمۂ خاندان پیمبرؐ سے تمامتر بے سروکاری رکھتے ہین۔ صرف بے سروکاری نہین رکھتے ہین۔ بلکہ اُن خاصان خدا کو مطلق قابل وثوق نہین سمجھتے ہین۔ چنانچہ اہل سنت کے امام ابن تیمیہ لکھتے ہین کہ حضرت علی نے سترہ مسائل شرعیہ مین نص قرآنی کے خلاف غلطیان کین۔ یاد رہے کہ یہ علی وہ علی ہین کہ جن کی نسبت حضرت رسول فرماتے ہین کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا اور یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن۔ ایسی ذات پر ابن تیمیہ حرف لگادین صرف خدا کی شان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ حضرت رسول کو ایک شخص لغو گفتار شخص سمجھتے تھے اور بھی ما ینطق عن الھویٰ کا مصداق نہین مانتے تھے تب تو امام صاحب موصوف حضرت علیؑ کی قرآنی خطاؤن کی گرفت پر آمادہ ہوگئے۔ چونکہ اہل سنت امام ابن تیمیہ کے عاشق زار نظر آتے ہین تو لازم ہے کہ وہ حضرات بھی حضرت رسول کو لغو گفتار سمجھین اور مصداق ما ینطق عن الھویٰ کا نہ مانین۔ تماشا ہے کہ حضرت رسولؐ تو حضرت علیؑ کو باب العلم فرماوین اور قرآن کا ہمسر قرار دین اور امام ابن تیمیہ حضرت رسولؐ کی تکذیب کرکے حضرت علی کی لاعلمی اور جہالت ثابت کرین۔ لاریب اے امام ابن تیمیہ صاحب آپ درحقیقت ہرگز ہرگز مسلمان نہ تھے۔ لاحول ثم لاحول۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب حضرات حسنین اور امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبت تحریر فرماتے ہین کہ اُن صاحبون سے بہت کم روایت دیکھی جاتی ہے یعنی وہ حضرات کم علم تھے اور اسلام سے بیخبری رکھتے تھے۔ مولوی محمد حسن صاحب بھوپالی کتاب اعلام الناس مین رقمطراز ہین کہ امام زین العابدین بت پرستون کی طرح باتین کرتے ہین۔ امام

محمد باقر علیہ السلام کی نسبت صاحب دراسات اللبیب حوالۂ قلم فرماتے ہین کہ آپ کاذب اور مفتری تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسبت صاحب میزان الاعتدال لکھتے ہین کہ امام بخاری نے امام ممدوح سے کوئی روایت نہین لی اور اُستاد بخاری کے فرماتے ہین کہ مین امام جعفر صادق سے کھٹکتا ہون۔ امام مالک بھی آپ سے کوئی روایت نہین لیتے تھے اور اگر بھولے سے کبھی روایت لی بھی تو تنہا آپ کی روایت پر اعتماد نہین رکھا۔

راقم کہتا ہے کہ ائمہ خاندان پیمبر سے اس طرح کا فرار خلاف توقع نہین ہے۔ اس طرح کی توہین وتحقیر تو عمری پروپگنڈا کا تقاضا ہی ہے۔ اسی طرح امام موسی کاظم امام موسی رضا امام محمد تقی امام محمد نقی علیہم السلام کو علماے اہل سنت کلمۂ تحقیر کے ساتھ یاد کرتے ہین۔ امام محمد تقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کی نسبت وہی امام ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج مین لکھتے ہین کہ اگر یہ دونون ائمہ اخیر ابن لیلےٰ طبری یا ابراہیم جرجی مین سے کسی ایک عالم کو اپنا اُستاد بناتے تو اُنھین قواعد اسلام معلوم ہوجاتے۔ کچھ شک نہین کہ قول بالا ابن تیمیہ کا ویسا ہی ہے کہ مولوی شبلی صاحب یا امام ابن تیمیہ یہ کہین کہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام امام ابوحنیفہ صاحب سے علم اندوزی کیے ہوتے تو جاہل نہین رہ جاتے اللہ رے سُنی علما کا تعصب اور اتلاف حق۔ مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

واضح ہو کہ جن کو خداے پاک نے نیک وبد کی تمیز بخشی ہے اور حقیقت حال پر نظر ڈالنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ ائمہ خاندان پیمبر کی توہین اور تحقیر علماے اہل سنت نے کس غرض سے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب طالبان خلافت نے حضرت رسولؐ کی خلافت کو غصب کر لیا تو ضرور ہوا غاصبانِ خلافت کے دوستدارون کے لیے کہ آل محمد کی دینی برتری کو جہان تک ہوسکے گھٹا دین۔ حضرت علیؑ سے لیکر امام حسن عسکری تک کے ائمہ کو خاطی کر علم بے اعتبار کرکے دکھا دین۔ حق یہ ہے کہ مخالفان آل محمد نے جس طرح آنحضرت صلعم کی ریاست دنیوی کو چھین لیا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی ریاست دینی کے غصب کر لینے مین بھی کچھ پس وپیش نہین کیا۔ علماے اہل سنت کی اس طرح کارستانیان صرف اسی غرض سے ظہور مین آتی وہی ہین کہ آل محمدؐ اپنی ریاست دنیوی کے ساتھ اپنی امامت یا دینی ریاست یا روحانی سلطنت سے بھی دست بردار رہین۔ اس مین شک نہین کہ مخالفان آلِ محمدؐ کی بدولت آل محمد جس طرح حضرت رسول کی ریاست دنیوی سے محروم کردیے گئے تھے حضرت رسولؐ کی ریاست دینی سے

بھی محروم نظر آتے ہین۔لیکن مخالفت آل محمدؐ کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے۔باوجود ظہور کرنے امام بخاری
وامام ابن تیمیہ و مولوی نصر اللہ کابلی و شاہ ولی اللہ دہلوی و شاہ عبد العزیز دہلوی و مولوی محمد حسن
بھوپالی و مولوی شبلی وغیرہ وغیرہ کے ائمہ۔اثنا عشر اپنی جگہ پر ہین یہ وہ ائمہ ہین کہ جنھین حضرت رسولؐ
صلعم نے اپنا خلیفہ اور امام ارشاد فرمایا ہے اور جن کے ذکر سے توریت و انجیل تک خالی نہین ہے
یہ وہ ائمہ ہین کہ اسلام کی جان ہین۔یہ وہ ائمہ ہین کہ اگر انھین اسلام سے نکال لیجیے تو اسلام میں کچھ
باقی نہین رہتا ہے۔بلاشبہہ ان کا توہین اور تحقیر کرنے والا ناری درناری ہے۔ان کا منکر حضرت
رسول کا منکر ہے۔حضرت رسولؐ کا منکر خدا کا منکر ہے پس لاریب خدا کا منکر ناری درناری ہے
حضرات اہل سنت حضرات خلفاے ثلثہ و امیر معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک و ولید کو اپنے خلفا
اور ائمہ بنایا کرین مگر خلفاے برحق اور ائمۃ الہدیٰ وہی خاصان خدا ہین جو من جانب اللہ خلیفہ
اور امام ہین۔یون حضرات اہل سنت جسکو چاہین خلیفہ یا امام کے لقب سے یاد کیا کرین مگر ان القاب
کے شایان وہی ائمہ اثنا عشری ہین جو دین خدا کے ستون ہین اور حضرت رسولؐ کے ریاست دنیوی
و ریاست دینی کے مالک و مختار ہین مجھے اہل حدیث مولانا حکیم عبد الحمید صاحب راس الاطبا و شہر
طبیب پٹنہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہمیشہ یاد آتا ہے جو ہمیشہ فرماتے تھے کہ "مسلمانون نے حقیقی امامون
کو تو ایک ایک کرکے مار ڈالا اور ان کی جگہ پر چند کاٹھ کے امام بنا رکھے ہیں معاذ اللہ مذہب اہلسنت
کس قدر انصاف کش دکھائی دیتا ہے۔واقعی اس کی بنا عداوت آل محمد پر واقع ہوئی ہے
اس مذہب کی حقیقت سے واقف ہوجانے کے بعد راقم دہریہ ہوجانا قبول کرسکتا ہے مگر سنی
مسلمان نہین ہوسکتا ہے۔راقم ادیان دنیا سے کافی طور پر اطلاع رکھتا ہے۔راقم نے
مذہب عیسوی و مذہب موسوی و مذہب زردشتی و مذہب اہل یونان و مذہب اہل روما
و مذہب مصریان سابق و مذہب ہنود و مذہب بودھ و مذہب جین کی حقیقت کی دریافت
مین ایک اچھا حصہ اپنی عمر کا بسر کیا ہے مگر مذہب اہل سنت کو کسی حالت مین اختیار نہین
کرسکتا ہے۔راقم مسلمان ہے مگر اس کا اسلام وہ دین ہے کہ جسکو خداے پاک نے بہ توسط
حضرت رسول صلعم اس دنیا مین بھیجا ہے اور جس کی تصدیق حضرت رسولؐ کی آل پاک کے وجود
سے ہوتی ہے۔اللھم صل علی محمد وآل محمد۔لاریب جو دین حضرت رسولؐ کے آل طاہرین کے
خلاف ہے وہ دین خداے پاک کا نہین ہوسکتا۔بلاشبہ جس دین مین آل طاہرین کی توہین و تذلیل
و تحقیر دیکھی جاتی ہے تمامتر قابل حذر ہے۔راقم کے نزدیک ایسے دین سے اور ادیان دنیا بمراحل بہتر ہیں

راقم مذہب اہل سنت سے ابا و انکار اس وجہ سے بھی رکھتا ہے کہ اس دین مین خدا مجسم مانا جاتا ہے اور حضرت رسول پر معائب نظر آتے ہین وغیرہ وغیرہ پناہ پناہ اور کرور در کرور بار پناہ بخدا۔

واضح ہو کہ مذہب اہل سنت صاف نتیجہ اس پروپگنڈا کا نظر آتا ہے جس کے سردار حضرت عمر دکھائی دیتے ہین۔ حضرت عمر نے عہد حضرت رسالت مآب ہی مین اپنے پروپگنڈا کی بناڈالی تھی۔ اس پروپگنڈا کے مقاصد یہ تھے کہ حضرت رسول کی ریاست دینی اور رسالت دنیوی دونون آل محمدؐ سے نکل جائے۔ عہد حضرت رسولؐ مین حضرت عمر اور آپ کے ہم خیال اس ارادے مین پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسولؐ اس پروپگنڈا کی خبر رکھتے تھے۔ تب ہی تو آن صلعم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تھا کہ "ہم نہین جانتے کہ تم لوگ میرے بعد کیا کیا احداث کروگے، بہر حال زمانہ حضرت رسولؐ کا اہل نفاق کسی طرح پر گزر سکا گو آن صلعم کے وقت آخر مین وہ اہل نفاق کھلے کھلے طور پر حضرت رسول کی نافرمانیان کرنے لگے تھے۔ جیسا کہ واقعہ تخلف جیش اسامہ و قصہ قرطاس سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر جب حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پردے مین حضرت رسول کی دنیوی سلطنت کے غاصب ہو بیٹھے تب سے اُس پروپگنڈا نے بے دھڑک اور برملا طور پر اپنی کارروائیان شروع کردین۔ طرح طرح پر خاندان پیمبر کو ستانا شروع کردیا مگر سب سے اہم کام جسے خلاف مین خاندان پیمبر کے حضرت شیخین یا یہ کہیے حضرت عمر نے کرڈالا وہ بنی اُمیہ کی سرپرستی دکھائی دیتی ہے جس کی بدولت قریب قریب خاندانِ پیمبر کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ کوئی شک نہین کہ ساری سادات کشی اور دوستدارانِ اہل محمدؐ کی خونریزیون کے جواب دہ حضرت عمر ثابت ہوتے ہین۔ لاریب آپ نے مسلمانون کو ایسی راہ چلایا کہ آپ کے بعد خاندان پیمبرؐ اور دوستدارانِ خاندانِ پیمبر کا خون صدیون تک پانی کی طرح بہتا ہی رہا۔ ریاست دنیوی کے ساتھ آپ نے خاندان پیمبرؐ کی دینی ریاست کو بھی غصب کرلیا۔ وجود اہل سنت کا آپ ہی کے دم سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کے بعد اس فرقہ مین ایسے ایسے علما ہوتے رہے جنھون نے خاندانِ پیمبر کی تذلیل و توہین و تحقیر کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ امام بخاری و امام ابن تیمیہ کے رنگ کے آل محمد کے بدخواہ ہر صدی مین بہ کثرت ظہور کرتے رہے۔ وہ پروپگنڈا حضرت عمر کا اس وقت بھی قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گا۔ اس وقت مین علامہ شبلی صاحب امام بخاری اور امام ابن تیمیہ سے مخالف آل رسولؐ

کے اعتبار سے کیا کم تھے۔ اس زمانہ مین بھی گانون گانون قریہ قریہ ہندوستان کا مخالفانِ آل محمدؐ سے بھرا نظر آتا ہے۔ دیوبند اور دہلی مین مخالفت اہل بیت کا تماشا کوئی جا کر دیکھے وہ تو مخالفانِ آلِ محمدؐ کی بڑی بڑی جگہین ہین۔ چھوٹی چھوٹی جگہین بھی مخالفانِ آلِ محمدؐ سے آباد ہو رہی ہین۔ اسوۂ حسنہ ایک چھوٹی سی جگہ کی تصنیف ہے۔ معاذاللہ کتاب کیا ہے آلِ محمدؐ کا قتل نامہ ہے۔ سواد پٹنہ شاید ارضِ شام است۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت عمر کا پروپگنڈا بہت کچھ کام کر چکا ہے اور تا قیامت کام کرتا رہے گا۔

عندالمشاہدہ مخالفانِ آل محمد کے دل مین آلِ محمد کی طرف سے کچھ ایسا غبار جاگزین دیکھا جاتا ہے کہ اب انھین حق وناحق کی تمیز باقی نہین رہی۔ کوئی شک نہین کہ اس عہد کے بڑے حق کش اور ناحق نگار علامہ شبلی صاحب گزرے ہین آپ کی تصنیف "الفاروق" بڑے جوش وخروش کے ساتھ پڑھی جاتی ہے تقاضائے انصاف یہی ہے کہ پڑھنے والے الفاروق کے ساتھ "الفرق" کو بھی پڑھین۔ مگر مخالفان آلِ محمدؐ مین حق وناحق کی تمیز باقی نہین ہے تو "الفرق" کو کیونکر پڑھین۔ حال تو یہ ہے کہ مخالفان آلِ محمدؐ علامہ صاحب کی تحریرات کو کلام الٰہی سمجھتے ہین۔ تنہا پیش قاضی روی راضی آئی ایک پرانی مثل ہے۔ اس رنگ کی "الفاروق" خوانی مثل بالا کا حکم رکھتی ہے۔ یہ تصنیف علامہ صاحب کی عجب تصنیف ہے "الفرق" کے ساتھ اس کی سیر سے اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ افسوس ہے علامہ صاحب پر حب جاہ کا مرض ایسا غالب تھا کہ حق نگاری پر کبھی قادر نہ ہو سکے۔ اگر حب جاہ کی بلا مین جناب علامہ گرفتار نہین رہتے تو حضرت عمر کو حضرت علی کا ہمسر علم مین قرار نہین دیدیتے اسی طرح کی بے عنوانیان الفاروق مین بہت دیکھی جاتی ہین۔ جناب علامہ ناواقف حقیقت نہ تھے۔ مگر غرض اس طرح کی بے سروپا تحریرات سے یہ تھی کہ حضرات اہل سنت جن کی کثرت ہندوستان مین ہے جناب علامہ کے غلام بن جائین اور غلام بنے رہین۔ البتہ فرقہ کثیرہ کے خوش کرنے کی اور کیا تدبیر ہو سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے خیال کی پابندی سے کیونکر کوئی حق نگار ہو سکتا ہے۔ یہ بات ویسی ہی ہے کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ دنیا مین اہل تشیع بہت قلیل ہین۔ اُن کا ساتھ دینے سے کیا فائدہ مرتب ہو سکتا ہے۔ جناب علامہ بھی فرقۂ قلیلہ کا ساتھ دینے والے نظر نہین آتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی اصول کی پابندی سے دشت کربلا مین امام حسین علیہ السلام کا ساتھ بہت کم لوگ دے سکے مگر جو خدا کے طالب تھے فرقۂ حسینیہ کی قلت تعداد کو خس برابر بھی خیال مین نہین لائے

حضرت عباس علم بردار علیہ السلام کو یزید کی طرف سے کیا کیا ترغیبین نہین دی گئین
مگر وہ جناب راہ خدا سے ذرا بھی نہ ڈگے ۔ شامیون کے لشکر کثیر کی کچھ پروا نہ کی۔ دین حق
کے لیے اُس طور پر مرے جیسا کہ فرزند حیدر کرار صاحب ذوالفقار کو خدا کی راہ مین مرنا تھا۔
اسی طرح خوش بخت حُر علیہ السلام کا معاملہ نظر آتا ہے کہ فرقۂ کثیر التعداد کو چھوڑ کر اور ثروت
دنیا سے مُنھ موڑ کر ایک مظلوم بیکس جفا دیدہ نفس کا ساتھ دے بیٹھے اور خوشنودی خدا و
رسول کے لیے اس طرح پر جان دیدی جس طرح خاصان خدا جان دے سکتے ہین۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

ضمیمہ نمبر ۳۴

حضرت ابوبکر کا مالی سلوک حضرت رسول صلعم کے ساتھ

حضرات اہل سنت فرماتے ہین کہ حضرت رسولؐ کا قول ہے کہ "ما نفعنی مال مثل مال ابی بکر یعنی پیمبرؐ صاحب نے فرمایا ہے کہ کسی مال نے مجھے فائدہ نہین دیا ابوبکر کے مال کی طرح" یہان مال سے مراد وہ چالیس ہزار دینار طلائی ہے جسکو حضرات اہل سنت کہتے ہین کہ حضرت ابوبکر نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت رسولؐ کو دیا تھا - واضح ہو کہ حدیث بالا بوجوہ ذیل از سرتاپا وضعی حیثیت رکھتی ہوئی نظر آتی ہے - لاریب یہ حدیث اس نظر سے گڑھی گئی ہے کہ حضرت عائشہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی طرح دولت مند ثابت ہون - آخر حضرت عائشہ کو افضل النسا بنانے کے لیے جھوٹی حدیثون کے سوا اور کیا سامان پیدا کیا جا سکتا ہے

نمبر ا - پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت ابوبکر ایک نہایت بے زر خاندان کے بزرگ تھے - آبائی دولت آپ کے پاس اتنی نہین تھی کہ آپ حضرت رسولؐ کو چالیس ہزار دینار طلائی دے ڈال سکتے آپ کے والد ابو قحافہ از روئے کتب تاریخ عبداللہ بن جدعان کے ایک مزدور تھے - ابو قحافہ اسقدر بے زر تھے کہ عبداللہ بن جدعان کے گھر جو کھانا بچ رہتا تھا اُسے وہ اپنے گھر لیجاتے تھے اور اُسی سے اپنی اوقات بسر کرتے تھے خاندانی حالت تو خلافت مآب کی یہ تھی - پس خاندانی ذریعہ سے خلافت مآب حضرت رسول کے ساتھ اس طرح کا مالی سلوک نہین کر سکتے تھے

نمبر ۲ - اب رہا ذاتی ذریعہ اس کی یہ صورت دکھائی دیتی ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت آن صلعم خلافت مآب کا کوئی حصہ زندگی ایسا نہین نظر آتا ہے کہ جس مین آپ کو دولت کثیرہ کے حاصل کرنیکا موقع ملا ہو - مشرف بہ اسلام ہونے کے قبل تو آپ کا مالی سلوک حضرت رسول کے ساتھ تمامت خلاف فہم و عقل و قیاس ہے - مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی کسی ممتاز مالی سلوک کا پتا کتب تاریخ وغیرہ سے نہین لگتا ہے چالیس ہزار دینار کی بخشش اور وہ بھی عرب جیسے بے زر ملک مین مخفی نہین رہ سکتی تھی - ایسی عظیم بخشش کا ذکر مورخان عرب اپنی اپنی تصنیف مین ضرور کرتے مگر تمام کتب تاریخ مین کہین اس کا ذکر دیکھا نہین جاتا ہے - آخر یہ مبلغ خطیر حضرت ابوبکر

کہان سے لائے۔ اور حضرت رسولؐ نے اُسے لیکر کیا کیا۔ قبل ہجرت تو نہ لشکر آرائی کی اور نہ لشکرکشی تو پھر وہ دولت کثیرہ کیا ہوگئی۔ مکہ مین بلکہ مدینہ مین بھی آپ کے اخراجات ذاتی نہایت ہی قلیل تھے مکہ مین تو آپ کے اخراجات کے کفیل حضرت ابوطالب رہا کرتے تھے۔ البتہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ازدواج سے آپ کی تنگدستی دور ہوگئی تھی۔ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی زندگی مین تو بالیقین حضرت ابوبکر نے وہ چالیس ہزار دینار حضرت رسول کو نہین دیے ہون گے۔ اگر دیئے ہون گے تو حضرت عائشہ کے بیاہ کے وقت دیے ہون گے مگر اس ازدواج کے وقت حضرت ابوبکر کی دولتمندی کسی کتاب سے ثابت نہین ہوتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ مین کتابی وسیلہ سے نہ حضرت رسولؐ کا چالیس ہزار دینار کا پانا ثابت ہوتا ہے اور نہ اُس کا کسی طرح کا خرچ ہویدا ہوتا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ ایسا دولتمندانہ سلوک حضرت ابوبکر کا حضرت رسولؐ کے ساتھ قیام مدینہ کے زمانہ مین ظہور پذیر ہوسکا یا نہین۔

نمبر ۳۔ جب حضرت رسولؐ نے ہجرت فرمائی تو اسوقت آنحضرت صلعم کے پاس کوئی دولت نہ تھی۔ اگر واقعی حضرت ابوبکر نے حضرت رسولؐ کو چالیس ہزار دینار مکہ مین دیے تھے تو اُس مین سے ایک دینار بھی حضرت رسولؐ اپنے ساتھ مدینہ نہین لائے۔ تب ضرور ہے کہ وہ سب بخشش کے دینار مکہ ہی مین رہ گئے اور حضرت رسولؐ کے کچھ کام نہ آئے۔ ایسی حالت مین حضرت رسولؐ کا یہ قول کہ کسیٔ مال نے مجھے فائدہ نہین دیا ابوبکر کے مال کی طرح" تمامتر غلط ہوجاتا ہے کتب تاریخ وسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت رسول ہجرت فرماکر مدینہ پہونچے تو خود حضرت رسولؐ اور بھی حضرت ابوبکر و جملہ مہاجرین بیحد مبتلاے بے سروسامانی تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اگر انصار مدینہ حضرات مہاجرین کی خبر نہین لیتے تو ایک ایک اُن مین سے غایت محتاجی کے باعث زندہ نہ رہتے۔ انصار مدینہ نے تاحدامکان اُن مہاجرین کے ساتھ ہر طرح کے سلوک نیک کیے اُن اہل احتیاج کو رہنے کے لیے گھر دے اور اُن کی ضرورتون کے مطابق اُن کے ساتھ مالی سلوک بھی کئے۔ اس پر بھی اوایل ہجرت کے زمانہ مین حضرت شیخین اور دیگر مہاجرین نہایت تنگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ ایکدن جمیع مہاجرینؓ جن مین حضرت شیخین بھی داخل تھے بحضور جناب حضرت رسولؐ یہ عرض پیش کی کہ تین روز سے سبھون کو فاقہ ہے۔ بہرحال جب مال غنائم ملنے لگے تو سب کی شکایتین کم وبیش طور پر دفع ہوتی چلین۔ پس جب قیام مدینہ کے کے ابتدائی زمانہ مین خود حضرت ابوبکر پر فاقے گزرتے تھے تو عقل کے خلاف ہے کہ ایسی

حالت مین خلافت مآب حضرت رسول کے ساتھ چالیس ہزار دینار کا سلوک عمل مین لا سکے ہون - اس کے بعد فتوح وغنائم سے مہاجرین کی ضرورتین عام اس سے کہ وہ بھگوڑے مہاجرین تھے یا ثابت قدم رفع ہوتی رہتی تھین مگر اُن مین سے کسی کے پاس چالیس ہزار دینار کا موجود رہنا تمامتر توقع سے باہر متصور ہے - حضرت ابوبکر کی آمدنی فتوح وغنائم کے علاوہ تجارت سے بھی کسی قدر تھی مگر اسقدر نہین کہ چالیس ہزار دینار حضرت رسولؐ کو یکمشت دے ڈال سکتے یا اقساط کے ذریعہ سے بھی ایسی بخشش پر قادر ہو سکتے - اگر اسقدر دنانیر کی بخشش آپ کے احاطۂ قدرت مین ہوتی تو جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو علی مرتضیٰ کے سوا کسی نے نہ صدقہ ادا کیا اور نہ حضرت رسول سے بات کی ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابوبکر ایسے مالدار ہوتے کہ حضرت رسولؐ کو چالیس ہزار دینار دے سکے تو صدقے کے چند دینار کے دینے سے کیون روگردان ہو گئے - پس حضرت ابوبکر کے تمام احوال پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نہ مکہ مین اتنی مالی حیثیت رکھتے تھے کہ حضرت رسولؐ کو چالیس ہزار دینار دیدیتے اور نہ مدینے مین تا عہد حضرت رسول اسقدر صاحب مال ہو گئے تھے کہ ایسی غیر متوقع بخشش پر قادر ہو سکتے - پس جب نہ حضرت ابوبکر خاندانی مالدار تھے اور نہ مکہ اور مدینہ مین ایسے صاحب دولت دیکھے جاتے ہین کہ حضرت رسولؐ کے ساتھ سلوک بالا پر قادر ہو سکتے تو وہ چالیس ہزار دینار کہان سے آئے جن کی نسبت اہل سنت عقیدہ رکھتے ہین کہ حضرت رسولؐ کو وہ دینار دیدیے گئے کتب تاریخ سے ایسی حیرت انگیز بخشش کا کوئی پتہ نہین لگتا یہ بھی ظاہر نہین ہے تا ہم کہ اگر حضرت رسولؐ نے ایسی بھاری رقم حضرت ابوبکر سے پائی تو اُسکو کیا کر ڈالا - روزمرہ کے اخراجات حضرت رسولؐ کے اہل فقر کے سے تھے آپ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور آپ کی غذائی ضرورتین جو کھجور - دودھ اور کمتر گوشت تک محدود تھین - یہی حال حضرات ازواج مطہرات کی ضرورتون کا بھی تھا - کسی کتاب سے یہ نہین ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے چالیس ہزار دنانیر سے آن صلعم نے کبھی لشکر آرائی یا لشکر کشی کا سامان بہم پہونچایا تھا فوجی ضرورتون کے لیے آن صلعم یہودیون وغیرہ سے قرض لیا کرتے تھے - جیسا کہ اپنے وقت آخر مین آن صلعم نے بطور وصیت اپنے وصی حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ "ہم نے فلان یہودی سے اسقدر مال لشکر اسامہ کی تیاری کے واسطے لیا ہے - اے علی تم میرے اس قرض کو ادا کر دینا" اگر حضرت ابوبکر ایسے ہی مالدار ہوتے تو حضرت رسول ساہوکارون سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کیون قرض لیا کرتے حضرت ابوبکر ہی کو کیون نہین اپنا ساہوکار بنایا کرتے - پس حالات بالا سے پورے طور پر

ثابت ہوتا ہے کہ کبھی حضرت ابوبکر کو اتنا مقدور حاصل نہ تھا کہ حضرت رسول کو چالیس ہزار دینار طلائی بہ یک مشت یا بالقسط عطا فرما سکتے۔ بلاشبہ یہ افسانہ چالیس ہزار دینار کا ایسے مسلمانون کا تصنیف کردہ ہے جو حضرت ابوبکر کی محبت مین غرق تھے اور در حقیقت حضرت رسولؐ کی رسالت کو ایک ڈھکوسلا سمجھے ہوئے تھے۔ اگر کچھ بھی ایسے لوگون کو خوف خدا یا عقبیٰ کی جوابدہی کا خیال ہوتا تو ایسی ایسی بے سروپا روایتین ایجاد نہ کرتے۔ ایسے واضع حدیث کی کثرت خلیفۂ معاویہ اور خلیفۂ عبدالملک کے عہد مین دیکھی جاتی ہے۔ اہلسنت کے ان دونون خلیفون نے بیحد وضاع حدیث جمع کر لیے تھے اور ہزارون حدیثین اُن سے وضع کرائی ہین۔ خود علماے اہل سنت نے بہت سے وضاع حدیث کے نام اپنی تصنیفات مین درج کیے ہین۔ لعنت اللہ علی الکاذبین

ضمیمہ نمبر ۳۵

حضرت عمر کو حضرت رسولؐ کا ہم پلہ بنا دینے کی کوشش از جانب حضرت اہل سنت

حضرات اہل سنت فرماتے ہین کہ یہ فرمودہ حضرت رسول کا ہے کہ "اگر ہم پیغمبر ہو تے تو عمر مبعوث بہ رسالت ہوتے"۔ راقم کہتا ہے کہ ہرگز یہ حدیث حضرت رسول کا قول نہین ہو سکتی اس لیے کہ حضرت عمر کے خصائص و خصائل و فضائل کبھی ایسے نہین تھے کہ خلافت تمام درجۂ نبوت کو پہونچ سکتے حضرت رسول کی جگہ پر مبعوث بہ رسالت ہونا تو بحث سے باہر ہے اگر حضرت عمر کا موازنہ حضرت رسولؐ کے ساتھ کیا جائے تو حضرت عمر حضرت رسول کے تمامتر ضد نظر آتے ہین۔ یعنی ذات وصفات کے رو سے حضرت عمر حضرت رسول کے تمامتر برعکس نظر آتے ہین۔ مثلاً دیکھا جاتا ہے۔ کہ حضرت عمر ایک نہایت بے رحم سنگدل کم خلق درشت گو، درشت خو ترسندہ جان اور کم علم بزرگ تھے مگر ان صفات ذمیمہ کے برعکس حضرت رسولؐ مین بیحد درجہ کی رحیمی نرم دلی سخاوت خوش خلقی شیرین زبانی نیک خوئی باعلمی اور شجاعت من جانب اللہ مودعہ تھی۔ کتابون کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کیا تھے اور حضرت رسول کیا تھے کم سے کم اس مناظر المصائب کے پڑھنے سے موازنہ کرنے والے کو حقیقت حال سے کافی طور پر اطلاع ہو جا سکتی ہے۔ پس عقل باور نہین کرتی ہے کہ کبھی حضرت رسولؐ نے فرمایا ہوگا کہ "اگر ہم مبعوث برسالت نہین ہوئے ہوتے تو عمر مبعوث برسالت ہوتے"۔ حضرت رسولؐ کی جگہ پر رسول ہونے کے لیے ضرور تھا کہ درمیان حضرت عمر اور حضرت رسولؐ کے صفاتی مجانست و مماثلت واقع ہوئی ہوتی اور یہ مفقود دیکھی جاتی ہے۔ پس کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ حضرت رسولؐ حضرت عمر کی نسبت یہ ارشاد فرماتے کہ "اگر ہم مبعوث برسالت نہین ہوئے ہوتے تو عمر مبعوث برسالت ہوتے"۔ علاوہ امور بالا کے حضرت رسولؐ کو حضرت عمر سے کوئی وجہ خرسندی کی نظر نہین آتی ہے۔ حضرت عمر حضرت رسول کے کبھی کام نہ آئے۔ اول تو مکہ مین کسی وقت تک حضرت عمر حضرت رسولؐ کے کھلے کھلے دشمن بنے رہے گو اپنی کمال بزدلی سے حضرت رسولؐ کا کچھ کر نہین سکے دویم یہ کہ جب مشرف بہ اسلام بھی ہوئے تو حضرت رسول کی کسی طرح کی خدمت

نہین بچا لاسکے کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سال تک حضرت رسول حضرت ابطالب کے ساتھ شعب ابوطالب مین محصور رہے - مگر حضرت عمر حضرت رسول سے دور ہی دور رہے مکہ مین تو حضرت عمر کی کسی کارگزاری کا پتہ نہین لگتا ہے اب دیکھیے کہ مدینہ مین حضرت عمر حضرت کے کسقدر کام آسکے غزوات حضرات رسول مین تو آپ بیحد بیکار ثابت ہوئے - ہمیشہ فرار پر فرار اختیار کرتے رہے حضرت رسول کی جان گرامی کا کبھی خس برابر بھی خیال نہین کیا اسیطرح حضرت رسول سے مختلف امور مین تا حیات حضرت رسول اختلاف کرتے رہے - اختلاف کا تو یہ نقشہ دکھائی دیتا ہے کہ بہ اسباب ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول کو خدا کا رسول نہین سمجھتے تھے - منجملہ اختلافات کے ممتاز صورت اختلاف حضرت کا عمر صلح حدیبیہ کے تعلق سے دکھائی دیتا ہے - اسی طرح جیش اُسامہ کی شرکت سے حضرت عمر کا تخلف بھی قابل لحاظ ہے آخر اختلاف بھی حضرت عمر کا جو قصۂ قرطاس سے تعلق رکھتا ہے نہایت ہی زشت رنگ رکھتا ہے - حق یہ ہے کہ حضرت عمر اپنے فعل و قول سے کبھی حضرت رسول کو خرسند نہین رکھ سکے - اتنی بد ترکیبیون کے بعد بھی حضرت رسول حضرت عمر کے حق مین یہ کیونکر فرما سکتے تھے کہ اگر ہم مبعوث برسالت نہین ہوے ہوتے تو عمر مبعوث برسالت ہوتے " راقم کہتا ہے کہ اگر حضرت رسول مبعوث برسالت نہین ہوئے ہوتے تو بوجوہ بالا کوئی اور شخص مبعوث برسالت ہوتا - مگر کسی حال سے حضرت عمر مبعوث برسالت نہین ہوتے - قابل غور ہے کہ اگر حضرت عمر مبعوث برسالت حضرت رسول کی جگہ پر ہوئے ہوتے اور مکہ سے مدینہ حضرت رسول کی طرح ہجرت کر کے چلے آئے ہوتے، تو حضرت عمر مدینہ مین خدا کی ریاست دینی کو قائم نہین کر سکتے - یہ حضرت رسول ہی کا کام تھا کہ آنحضرت مدینہ مین خدا کی ریاست دینی کو قائم کر سکے - فرض کیجیے کہ بہ حیثیت رسول حضرت عمر جنگ بدر لڑنے کو جاتے اور شریک جنگ نہ ہوتے جس طرح پر کہ شریک جنگ نہ ہوئے تو اسلام رخصت ہو جاتا - اسی طرح اگر جنگ احد سے بھاگ نکلتے جس طرح کہ بھاگ نکلے تو اسلام رخصت ہو جاتا - پھر جنگ خندق مین عمر عبدود کا مقابلہ نہ کرتے جیسا کہ حضرت رسول کے خلاف حکم مقابلہ نہین کر سکے تو اسلام رخصت ہو جاتا پھر جنگ خیبر سے بھاگ بھاگ آتے جیسا کہ دو دن تک بھاگ بھاگ آئے تو اسلام رخصت ہو جاتا - اس کے بعد جنگ حنین ہے حسب دستور سابق راہ فرار اختیار کر جاتے جیسا کہ راہ فرار اختیار کر گئے تو اسلام رخصت ہو جاتا - مگر چونکہ مطلب خدا یہ تھا کہ اسلام قائم ہو سکے

خداوند تعالی نے حضرت محمدؐ کو مبعوث برسالت فرمایا۔ آنحضرت صلعم ایک اعلیٰ درجہ کے بہادر تھے۔ آپ تمام غزوات مین ثابت قدم رہے۔ البتہ آن صلعم کی مدد کے لیے خدائے قدیر نے حضرت علیؑ کو خلیفہ کیا تھا اور کوئی شک نہین کہ حضرت علی اسلام کو بربادی سے محفوظ رکھ سکے لیکن اگر حضرت عمر حضرت رسول کی جگہ مبعوث برسالت ہوئے ہوتے تو حضرت عمر سے خدائے تعالیٰ کی ریاست دینی دنیا مین قائم نہین ہوسکتی۔ حضرت عمر مین نام کو بھی شجاعت موجود نہین ہوئی تھی۔ خلافت مآب سے خدا کا دین قائم نہین کیا جاسکتا تھا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت مین جو مسلمانون کو فتحین حاصل ہوئی گئین۔ ان کا عنوان دوسرا تھا۔ خلافت مآب کو پکی پکائی ہانڈی مل گئی تھی۔ خلافت مآب نے اس سے خوب کھایا اور کھلایا۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر حضرت رسول کی جگہ مبعوث برسالت ہوئے ہوتے تو نہ کوئی پکی پکائی ہانڈی کو وجود ہوسکتا تھا اور نہ یارون کو اُس سے کوئی نوالہ نصیب ہوسکتا تھا۔ خدائے تعالیٰ حکیم مطلق ہے سمجھ بوجھکر اپنے رسولون کا انتخاب فرماتا رہا ہے۔ حضرت عمر کو مبعوث برسالت کیا کرتا۔ پس ایسا پوچ قول حضرت رسولؐ کا ہو نہین سکتا کہ " اگر ہم مبعوث برسالت نہین ہوئے ہوتے تو عمر مبعوث برسالت ہوتے "۔ حق یہ ہے کہ حدیث بالا ایک وضعی حدیث نظر آتی ہے اور اس کے وجود کے جوابدہ امیر معاویہ اور خلیفہ عبدالملک معلوم ہوتے ہین۔ جن کے عہد مین تمام کے وضاع حدیث فراہم کرلیے گئے تھے۔ علیہم ما علیہم

واضح ہو کہ حدیث بالا کی طرح حضرات اہل سنت کی یہ حدیث بھی دکھائی دیتی ہے کہ " جب کبھی وحی کے آنے مین تاخیر ہوئی تو ہم نے خیال کیا کہ عمر پر نازل ہوئی ہوگی "۔ راقم کہتا ہے کہ بوجوہ بالا حضرت رسولؐ ایسا خیال نہین کرسکتے تھے۔ حضرت رسولؐ حضرت عمر سے خوب واقف تھے پس ایسے خیال کو حضرت رسول اپنے دماغ حق شناس مین جگہ نہین دے سکتے تھے علاوہ اسکے حضرت رسولؐ جانتے تھے کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا ہے یا وعدہ فرمایا ہے کہ صرف حضرات انبیا مورد وحی ہوا کرین گے اور کوئی اس کا مورد نہ بنایا جائے گا اور پھر وہ نبی کبھی رسالت یا نبوت سے معزول نہین کردیا جائیگا۔ پس جب حضرت رسول اپنی رسالت یا نبوت سے معزول نہین کردیے گئے تھے اور حضرت عمر سے خدائے تعالیٰ نے کوئی وعدہ نزول وحی کا نہین فرمایا تھا۔ تب ایسا خیال حضرت رسول کو حضرت عمر کے متعلق کیونکر پیدا ہوسکتا تھا۔ خدائے تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے " واذ اخذ اللہ میثاق النبین تو ضرور ہے

کہ خدانے تعالیٰ نے حضرت رسولؐ سے بھی میثاق لیا تھا۔ میثاق لیکر خداے تعالیٰ اخلاف میثاق حضرت رسول کو نبوت یا رسالت سے معزول نہین کرسکتا تھا۔ اس اطلاع کے ساتھ تب حضرت رسولؐ کیونکر ایسا خیال کرسکتے تھے کہ وحی کے آنے مین جو تاخیر ہوئی اس کا سبب یہ ہوا ہوگا کہ وحی حضرت عمر پر نازل ہوگئی ہوگی۔ خاصکر ایسی حالت مین کہ حضرت عمر سے خداے تعالیٰ نے کوئی میثاق نہین لیا تھا۔ پس حضرت رسولؐ کا ایسا خیال کرنا قرآن مجید سے مخالفت کرنا ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ قول خدا سے مخالفت گوارا نہین کرسکتے تھے۔ ہزار افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت اپنے حضرت عمر کے عشق مین ایسے بیخود نظر آتے ہین کہ حضرت رسولؐ کا ادب و لحاظ بھی اُنھین باقی نہین رہا ہے جس کی وجہ سے وہ حضرات ایسے ایسے نامعقول اقوال حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کرتے گئے۔ رسولؐ خدا کا قول خداوندی کے ساتھ اس طرح کی مخالفت برتنا کچھ عجب مضمون ہے۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسولؐ کا ایسا خیال حسب عقیدۂ اہل سنت حضرت رسولؐ کی جہالت کا مثبت ہے۔ مگر حضرت رسولؐ سرور رسل کے ہونے کی وجہ سے ہرگز جاہل نہ تھے۔ جہالت کی رسول کی شان نہین ہوسکتی۔ بقول خداوندی رسولون کو "علم عالمین سے باخبر رہنا ضرور ہے"۔ پس ایسی کوئی بات جس سے حضرت رسولؐ یا کسی رسولؐ کا جہل ظاہر ہو ہرگز حق آگین نہین ہوسکتی۔ حضرات اہل سنت جو حدیث بالا کو حضرت رسولؐ کا فرمودہ قرار دیتے ہین تو حضرت عمر کی بے جا غرض سے ایسا کرتے ہین۔ کوئی شک نہین کہ حضرات اہل سنت کی یہ حدیث بالا "فما ھذا الا بھتان عظیم" کا پورا جلوہ دکھاتی ہے

توبہ اور ہزار بار توبہ

ضمیمہ نمبر ۳۶

اثبات نبوت آں صلعم و اثبات امامت ائمہ اثنا عشر از توریت و انجیل

واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعا کرنے پر خدا کا یہ فرمودہ توریت مین دیکھا جاتا ہے کہ "اے ابراہیم اسمعیل کے حق مین مین نے تیری دعا سنی - دیکھ مین اُسے برومند کرونگا اور اُسے بہت بڑھاؤن گا اور اُس سے بڑی قوم بناؤن گا" (توریت کتاب پیدایش باب ۱۷ آیت ۲۰) اس مین جاے گفتگو نہین ہو سکتی کہ یہ قول خداوندی حضرت اسمٰعیل اور بنی اسمٰعیل سے تعلق رکھتا ہے - حضرت اسرائیل اور بنی اسرائیل سے اس کو تعلق نہین ہے لیکن ہٹ دھرمی سے حضرات عیسائی اور یہود ایسا نہین مانتے - ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نے دعا حضرت اسماعیل کے لیے کی تھی جس کا جواب حضرت اسماعیل کو بطریق بالالتزام بالیقین جواب خداوندی کو کسی طرح پر حضرت اسرائیل اور بنی اسرائیل سے کوئی علاقہ نہین ہو سکتا - یون ہٹ دھرمی کی بات اور ہے - خیر - اسی توریت کی آیت ۲۱ - باب پیدایش کے رو سے حضرت اسماعیل کی جاے سکونت فاران کا بیابان نظر آتی ہے - فاران حسب تحقیق جناب سر سید احمد خان مرحوم و جناب سید اولاد حیدر صاحب خان بہادر بلگرامی ادام اللہ تعالیٰ افاداتہ و مصنف اسوۃ الرسول بدلائل قوی وہ مقام ہے جہان اسوقت مکہ معظمہ آباد ہے - عیسائی علمانے بڑی کوششین کی ہین کہ فاران کو کوئی اور جگہ ثابت کرڈالین کوئی اُن سے فاران کو مصر کی طرف کھینچ کے لیگیا ہے اور کوئی فارس کی طرف - مگر حق یہی ہے کہ فاران وہی جزو دنیا ہے کہ جہان اسوقت مکہ کی آبادی واقع ہے اور مکہ کے جو پہاڑ ہین وہ فاران کے پہاڑ ہین - پس جاننا چاہیے کہ حضرت اسماعیل اور بنی اسماعیل اُسی فاران کے رہنے والے تھے - کوئی شک نہین کہ حضرت اسماعیل کو خداے تعالیٰ نے فاران مین برومند کیا اور انھین بہت بڑھایا اور ان کی نسل کو ایک بڑی قوم بنایا - اس ارشاد خداوندی کا صاف صاف یہ مطلب نظر آتا ہے کہ خداے تعالیٰ نے حسب وعدہ حضرت اسماعیل کی نسل سے حضرت رسول کو مکہ مین مبعوث برسالت فرمایا اور اسی نسل اسماعیل سے بارہ سردار بھی پیدا کیے اور بنی اسماعیل نے ایک بڑی قوم کا نقشہ حاصل کیا - بارہ شاہزادون کا ذکر توریت مین دیکھا جاتا ہے اور بارہ

شاہزادے نسل اسماعیل سے بیان کیے گئے ہین۔ واضح ہو کہ یہان تک کی پیشین گوئی تو حضرت ابراہیم کی دعا کی قبولیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے یہ پیشینگوئی فرمائی ہے (توریت۔ استثنا باب ۱۸۔ آیت ۱۵ لغایت ۲۰) کہ "میرے مثل ایک نبی بنی اسمٰعیل سے ہوگا کہ جس کے مُنھ مین خدا اپنا کلام ڈالے گا" ظاہر ہے کہ وہ حضرت نبی حضرت رسول صلعم ہین اور کلام خدا کا قرآن شریعت ہے جو آن صلعم پر نازل ہوا۔ اس سے زیادہ صاف پیشین گوئی اور کیا ہو سکتی ہے۔ مخالفان اسلام بتلاوین کہ بنی اسماعیل سے حضرت محمد صلعم کے سوا کون دوسرا نبی یا بانی دین دکھائی دیتا ہے جو حضرت موسیٰ کے مثل گزرا ہے۔ حضرت مسیحؑ بعد حضرت موسیٰؑ کے آئے مگر وہ جناب بنی اسماعیل سے نہ تھے اور نہ وہ جناب حضرت موسیٰ کی اولوالعزمی رکھتے تھے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کوئی شریعت ساتھ نہین لائے اور نہ مختار بالجہاد تھے۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے مثل نبی نہ تھے۔ حضرت موسیٰ کے مثل جو نبی یا بانی دین تھے تو حضرت رسول تھے۔ آنحضرت صلعم حضرت موسیٰ کی طرح صاحب شریعت اور مختار بالجہاد تھے۔ آن صلعم کی اولوالعزمی حضرت موسیٰؑ کی اولوالعزمی سے کم نہ تھی بلکہ شئیاً زیادہ ہی تھی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح پر حضرت موسیٰ کی پیشین گوئی کے مصداق نہین ہو سکتے۔

اس جگہ پر سر سید صاحب مرحوم کی تحقیق بھی نہایت قابل لحاظ ہے اور اس لیے قابل ذکر ہے۔ مغفر الیہ نے بدلائل قوی حضرت رسولؐ کے اسم گرامی یعنی لفظ "محمد" کو داخل توریت ثابت کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ اسم پاک آن صلعم کا توریت مین درج ہے۔ مگر جتنے نسخے توریت کے موجودہ زبانون مین موجود ہین اُن مین کہین بھی اسم گرامی درج نہین پایا جاتا ہے۔ مگر جناب غفرانمآب نے اصل کتاب توریت سے جو عبرانی زبان مین ہے اور ایک نہایت قدیم نسخہ ہے ثابت کر ڈالا ہے کہ لفظ "محدیم" جو داخل کتاب توریت ہے۔ علم ہے صفت نہین ہے۔ مختلف زبان کے مترجمون نے اس لفظ کو ترجمہ کے وقت صفت کر ڈالا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ روح پرور تحقیق کہین نہین دیکھی جاتی ہے۔ لاریب یہ سعادت اس محسن اسلام کے لیے اُٹھا رکھی گئی تھی۔ مگر اسی کے ساتھ افسوس ہے کہ حضرات دوازدہ امام کے لیے جناب مرحوم نے تحقیق کی کوئی تکلیف نہین اُٹھائی۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کی طرف غفران مآب اپنی

توجہ مبذول فرماتے تو علیگڈھ کالج کبھی وجود مین نہین آتا ایسا ہرگز نہین تھا کہ جناب مرحوم حضرات ائمہ اثنا عشر کے مدارج اور پیشین گوئیون سے وقوف نہین رکھتے تھے مگر تقاضائے وقت سے تا مستر مجبور ہو رہے تھے - پانی مین رہنا اور مگر سے عداوت ایک پرانی مثل ہے یا یہ کہیے کہ بنی امیہ کے دمشق مین رہ کر خاندان رسالت کی مدح سرائی

اب راقم انجیل سے حضرت رسول کی نبوت اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت کا ثبوت پیش کرتا ہے -

واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۱۲ حواری یعنی صحابی تھے ان مین سے ایک حضرت یوحنا بھی تھے جن کا معروف نام حضرت یحیٰی ہے اور جنکا لقب غسال ہے - یہ حضرت یوحنا درجہ نبوت کا رکھتے تھے مگر ایک ماتحت نبی تھے - یعنی حضرت عیسیٰ کے ماتحت آپ کی نبوت تھی قبل حضرت عیسیٰ ؑ کے بھی ایسے ماتحت نبی گزرے ہین جیسے حضرت ہارون جو حضرت موسیٰ ؑ کے ماتحت نبی تھے - جب حضرت عیسیٰ حسب عقیدۂ اہل اسلام آسمان پر اٹھا لیے گئے یا جب وہ جناب حسب عقیدۂ مسیحین صلیب پا گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم خدائے لایزال حضرت یوحنا کو فرشتہ کے ذریعہ سے بہ سبیل مشاہدہ کچھ ایسے آنے والے امور سے اطلاع دی جو مجموعۂ اناجیل کے آخر مین درج ہین اور جن کا نام مکاشفات یوحنا ہے - پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بلالیے جانے کے بعد اس دنیا مین بہت دنون تک رہے اور آپ کی طرف ایک انجیل بھی مسیحیون کی چار انجیلون سے منسوب ہے حضرات ناظرین اس امر کو بلحوظ خاطر رکھین کہ وہ مشاہدہ جس کا ذکر راقم اس ضمیمہ مین کرنے کو ہے اسکا ظہور حضرت یوحنا کو حضرت عیسیٰ کے بعد مین ہوا ہے اس لیے اس کو حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہین ہے اس کا تعلق ایسی پاک ذاتون سے ہے جن کا ظہور حضرت عیسیٰ کے بعد ہونے کو تھا واضح ہو کہ مکاشفات یوحنا کے اول مکاشفہ کی پہلی آیت یہ ہے کہ "یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تاکہ اپنے بندون کو جن کا جلد ہونا ضروری ہے دکھادے اور اس نے فرشتے کو بھیجکر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا" وہ مشاہدہ حضرت یوحنا کا یہ ہے کہ " ایک عورت آفتاب کو اوڑھے ہوئے آسمان پر نظر آئی جس کے پاؤن کے تلے چاند تھا اور اس کے سر پر بارہ ستارون کا تاج تھا اور وہ حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور جننے کو اینٹھتی تھی - پھر ایک دوسرا نشان آسمان پر دکھائی دیا - وہ ایک بڑا اژدہا تھا جس کے سات سر تھے اور دس سینگ اور اس کے

سرون پر سات تاج تھے اور اس کی دم نے آسمان سے تہائی ستارے کھینچ لیے تھے اور اُنھین زمین پر ڈالا تھا اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا تا کہ جب وہ جنے تو اسکے بچے کو نگل جائے وہ عورت فرزند نرینہ جنی جو کہ لوہے کا عصا لیکر سب قومون پر حکومت کرے گا اُس کا لڑکا خدا کے اور اُس کے تخت کے آگے اٹھا لیا گیا اور وہ عورت بیابان مین جہان اس کی جگہ تھی جسے خدا نے تیار کی تھی بھاگ گئی تا کہ وہان ایک ہزار دو سو ساٹھ دن تک اس کی پرورش کرے - پھر آسمان پر لڑائی ہوئی - میکائیل اور اُس کے فرشتے اس اژدہے سے لڑے اور اژدھا اور اس کے فرشتے بھی لڑے - لیکن غالب نہین ہوئے اور نہ آسمان پر اُن کو جگہ ملی - پس وہ بڑا اژدہا وہ بڑا سانپ ہے جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور جو سارے جہان کو دغا دیتا ہے - وہ زمین پر گرایا گیا اور اس کے فرشتے بھی اس کے ساتھ گرائے گئے - پھر مین نے (یوحنا نے) ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اُس کے مسیح کا اختیار بھی کیونکہ ہمارے بھائیون پر تہمت لگانے والا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اُن پر تہمت لگاتا تھا گرایا گیا اور اُنھون نے برّے کے لہو کے سبب اور اپنی گواہی کی بات کے باعث اُس کو جیت لیا اور اُنھون نے اپنی جانون کو مرنے تک عزیز نہ جانا اسواسطے تم اے آسمان اور ان پر کے رہنے والو خوشی کرو - افسوس اُن پر جو خشکی اور تری کے رہنے والے ہین اس لیے کہ ابلیس بڑے غصہ سے تم پر اُترا کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے لیے تھوڑی مہلت باقی ہے اور جب اُس اژدہے نے دیکھا کہ یہی زمین پر گرایا گیا تو اس نے اس عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی ستایا اور عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیئے گئے تا کہ وہ اس سانپ کے سامنے سے بیابان کو اپنے مقام تک اُڑ جائے جہان ایک زمان اور دو زمان اور نیم زمان تک اُس کی پرورش مقرر کی گئی پھر اس سانپ نے اپنے مُنھ سے پانی ندی کے مانند اس عورت کے پیچھے بہایا تا کہ ایسا ہوئے کہ اسے ندی بہا لیجائے پھر زمین نے اس عورت کی مدد کی کہ زمین نے اپنا منھ کھولا اور اس ندی کو جو اس اژدہے نے اپنے منھ سے بہائی تھی پی لیا اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا اور اُس کی باقی اولاد سے جو خدا کے حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہین لڑنے گیا" واضح ہو کہ یہ ایک بڑا مکاشفہ باب ۱۲ کا ہے جو بطور مشاہدہ کے حضرت یوحنا کی نظر سے گزرا ہے - اس مشاہدہ کا مطلب نہایت ہی صاف صاف ہے - اس مشاہدہ کے لیے بہت ایچ پیچ کی تاویل کی ضرورت نہین دکھائی دیتی - اس مشاہدہ مین جو عورت حاملہ دکھائی دی اس سے مراد

نبوت ہے اور جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی وہ آفتاب حضرت رسولؐ تھے اور جو لڑکا وہ جنی دین اسلام تھا اور پیچے جو چاند دکھائی دیا وہ حضرت فاطمہؑ تھین اور بارہ ستارے کا تاج جو وہ عورت پہنے ہوئے تھی وہ حضرات ائمہ اثنا عشر تھے - اسی طرح جو سات سر اور دس سینگ کا اژدہا نظر پڑا وہ ابلیس تھا - پھر وہ اژدہا جو آسمان پر شکست کھا کر زمین پر آ گرا اُس کا مطلب یہ ہے کہ ابلیس بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے زمین پر آ پہونچا اور دین خدا کو نیست و نابود کرنے مین کوشش بلیغ کرنے لگا - وہ عورت یعنی نبوت جب اپنے فرزند نرینہ یعنی دین خدا یا دین اسلام کو لیکر بیابان یعنی بیابان فاران کی طرف بھاگ نکلی تب اس اژدہے نے اسکے پیچھے اپنے منھ سے ایک ندی بہائی تا وہ عورت یعنی نبوت اور اُس لڑکے کو یعنی دین خدا یا دین اسلام کو دنیا سے بہا دے - مگر زمین یا مٹی نے اس ندی کو پی ڈالا - وہ مٹی حضرت ابو تراب کی ذات تھی جس نے شیطان کے عساکر کو جن مین قوم بنی امیہ اور دیگر دشمنانِ دین خدا شامل تھے اور جو ندی کی شکل مین دکھلائے گئے تھے جنگ بدر و احد و خندق و خیبر و حنین وغیرہ مین پامال کر ڈالا - ظاہر ہے کہ وہ مٹی حضرات خلفائے ثلثہ نہین ہو سکتے ہین - اس لیے کہ وہ حضرات غزوات حضرت رسول سے فرار ہی کرتے رہے گویا کہ اس اژدہے کی ندی کے دھارے سے ہمیشہ بہ جایا کیے - لاریب مشاہدہُ بالا یا مکاشفہ بالا حضرت یوحنا کا ایسا ہی ہے جو پورے طور پر اسلام کے دین خدا ہونے کا پورا جلوہ دکھلاتا ہے - حضرات عیسائی تقاضائے تعصب سے مشاہدہُ بالا کا اول نول مطلب بتاتے ہین - یہان راقم کو حضرات عیسائی سے کوئی مباحثہ پیش نہین ہے اس لیے ہم اُن کے کلام کی تردید کی ضرورت نہین دیکھتے ہین - یہان ہمین معاملات اسلامی سے بحث ہے - بہر حال راقم نے بالا مین کافی طور پر صرف حضرت رسول کی نبوت کو مشاہدہُ حضرت یوحنا سے حق ثابت نہین کر دیا ہے بلکہ حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے وجود باجود سے بھی خبر دیدی ہے بلکہ یہ کیجیے کہ مشاہدہُ یوحنا کے چاند کے مضمون سے حضرات چہاردہ معصوم کے مضمون کو بھی حق ثابت کر دیا ہے - اب ایک اور مضمون ضروری راقم ذیل مین حوالۂ قلم کرتا ہے -

واضح ہو کہ بالا مین حضرت یوحنا فرماتے ہین کہ "پھر مین نے ایک بڑی آواز کو آسمان سے کہتے سُنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اُس کے مسیح کا اختیار بھی"- اس آواز کا مطلب یہ ہے کہ اب دین محمدی جو دین مسیحی کا مددگار اور کسی طرح پر دین مسیحی کا مخالف نہین ہے آ پہونچا اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور مسیح کا اختیار آیا

یہ اس لیے کہ جب دین مسیحی اور دین محمدی دین خدا ہونے کی حیثیت سے دین واحد ہین تو حضرت رسولؐ کے ذریعہ سے بندگانِ خدا کی نجات یابی اور دین خدا کا ہر طرح کا حصول قدرت اور خدائی سلطنت کی اقامت یہ سب ایسے امور ہین کہ حضرت مسیحؑ ہی کی جے کا حکم رکھتے ہین۔ پوشیدہ نہین ہے کہ دنیا مین کوئی دین ایسا نہین ہے کہ جس کو حضرت مسیحؑ کی نبوت سے اعتراف ہے۔ ایسا دین ہے تو اسلام ہی ہے۔ ورنہ مذہب یہود مذہب بودھ مذہب زردشت مذہب جین مذہب ہنود وغیرہ وغیرہ سب کے سب مذہب حضرت مسیح علیہ السلام سے پوری بے سروکاری رکھتے ہین۔ یہودی خلاف توقع حضرت مسیح سے انحراف رکھتے ہین اس لیئے حضرت مسیحؑ کی نبوت سے تمامتر برسر انکار ہین۔ باقی دنیا کے دیگر ادیان کو مذہب مسیحی سے جیسی بے تعلقی ہے ظاہر ہے۔ صرف اہل اسلام ہی ہین جو حضرت مسیحؑ کو خدا کا برحق نبی جانتے ہین۔ اور حضرت مسیحؑ کی عظمت کے دل سے قائل ہین پس آسمانی آواز کا زورون کے ساتھ یہ پکار کر کہنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہماری خدائی سلطنت آئی اور اُس کے مسیحؑ کا اختیار بھی ہرگز خلاف توقع نہین ہے۔ حضرت مسیحؑ اولوالعزم نبی نہ تھے اس لیے نہ کبھی اُنھین تسلط ارضی نصیب ہوا اور نہ کسی طرح کا اختیار۔ جب حضرت رسول مبعوث ہوئے تو خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو دینی اور دنیوی دونون ریاستین عطا فرمائین اور ہر طرح کا دینی اور دنیوی اختیار بھی تفویض ہوا۔ تب نجات اور قدرت اور خدا کی سلطنت بلکہ ہر طرح کی نعمت دینی و دنیوی بھی آموجود ہوئی۔ پس ایسی حالت مین کہ حضرت مسیحؑ حضرت رسولؐ سے کوئی علیٰحدہ دین نہین رکھتے تھے وہ بھی صاحب اختیار ہو گئے۔ پس جاننا چاہیے کہ حضرت رسولؐ کی آرایش دین حضرت مسیح کی آرایش دین تھی۔ بالمختصر مشاہدۂ بالا حضرت یوحنا کا تمامتر عہد حضرت رسالتمآبؐ سے تعلق رکھتا ہے اور کسی عہد سے نہین۔ افسوس ہے کہ اس وقت جو تفرقہ اسلام اور مذہب عیسائی کا دیکھا جاتا ہے اس کے جوابدہ ایسے شخص ہین جنھون نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو خراب کر ڈالا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگون نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو حضرت مسیح علیہ السلام کا دین رہنے نہین دیا ہے۔ ایسے مسیحین وہی ارباب تثلیث ہین جنھون نے خدا کی توحید کو ایسا غارت کر رکھا ہے کہ حضرت مسیح کا دین خدا کا دین نہین کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے اہل تثلیث نے بھی دین محمدیؐ کو ایسے رنگ مین رنگا ہے کہ وہ رنگ خدا کا رنگ نہین کہا جا سکتا ہے۔

دوسرا امر جو مشاہدۂ حضرت یوحنا مین دکھاجاتا ہے وہ ذکر برّے اور اُس کے خون کا ہے ۔ حضرات عیسائی اُس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب کیا جانا مراد رکھتے ہین ۔ مگر حضرت یوحنا کے طرز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برّے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہین ہین بلکہ ایسا کوئی اورتن مراد ہے جس کو مشاہدۂ عورت حاملہ اور آفتاب اور چاند اور بارہ ستارے سے تعلق ہے ۔ ایسا تن امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا نظر نہین آتا ہے ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوحنا کا مشاہدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی پیشین گوئی کا بھی جلوہ دکھاتا ہے ۔

پوشیدہ نہین ہے کہ ہندوستان کے اکثر حضرات مولوی توریت اور اناجیل سے کم واقفیت رکھتے ہین ۔ اس پر بھی اُن سے بعض حضرات نے جو اُن مذہبی کتابون کی سیر فرمائی ہے حضرت یوحنا کے مشاہدۂ بالا کی نسبت نہایت راستی کے ساتھ اسی قدر رقم فرماتے ہین کہ اس مشاہدہ سے حضرت رسولؐ کی نبوت نہایت اطمینان کے ساتھ حق ثابت ہوتی ہے مگر وہ حضرات چاند اور بارہ ستارون کے مضمون کی طرف مطلق اپنی توجہ مبذول نہین کرسکے ہین ۔ ظاہر ہے کہ وہ بیچارے تقاضاے مذہب سے مجبور رہے ہین ۔ لاریب ایسے مضمون کی طرف توجہ فرمانے سے اُن کے عقائد مذہبی کو فائدہ نہین پہونچ سکتا تھا ۔ ایسی حالت مین خاموش ہی رہ جانا ان کے لیے قرین صواب تھا ۔ چُپ نہ رہ جاتے تو کیا کرتے ۔ بہرحال حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کی نبوت کے ساتھ ذکر حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کا بھی توریت اور اناجیل دونون مین آیا ہے لاریب یہ وہ ائمہ ہین بقول حضرت رسول حضرت رسول کے کے بارہ خلیفہ ہین اور ایسے ہی ائمہ ہین کہ ان کا منکر کبھی مسلمان نہین ہوسکتا ہے ۔ حضرت رسولؐ نے اپنے خلفا کا عدد بارہ ارشاد فرمایا ہے ۔ چار خلفاے راشدین کا مضمون تمام تر حضرات اہل سنت کا ساختہ ہے ۔ یہ ہرگز فرمودہ حضرت رسولؐ کا نہین ہے ۔ کوئی شک نہین کہ جو افراد اہل اسلام سے افترائی مضامین دل سے گڑھتے گئے ہین اور انھین حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کرتے گئے ہین اور اسی طرح وہ افراد جو احادیث وضع کرتے گئے ہین اور جن افراد نے حدیثین وضع کرائی ہین ایسے افراد اسی اژدھے کی ندی کے مگر اور گھڑیال ہین جسے حضرت یوحنا نے اپنے مشاہدۂ بالا مین دکھا تھا اور اسی طرح تمام ایسے مسلمان جو حضرت رسولؐ سے مخالفت کرتے گئے ہین یا ائمہ اثنا عشر پر ظلم روا رکھتے

سگئے ہین یا اس وقت بھی ظلم روا رکھتے ہین وہ بالیقین ایسے لوگ ہین جو اُسی اژدہے کے منھ سے ندی کی شکل مین نکلے ہین اور اس لیے تمامتر اسلام سے خارج ہین اور دین خدا کے حقیقی دشمن ہین - جائے غور ہے کہ خداے تعالیٰ تو حضرات ائمہ اثنا عشر کو حسب مشاہدۂ حضرت یوحنا نبوت کا سرتاج قرار دیتا ہے اور حضرت رسولؐ اُن حضرات مقدس کو اپنا خلفا فرماتے ہین مگر مخالفانِ آلِ محمدؐ اُن حضرات گرامی کو غیر قابل اعتماد خاطی مجاہیل لیس بشئ کاذب مفتری اور بے علم قرار دیتے ہین - کیا شک ہے کہ ایسے مخالفان حضرات ائمہ خاندان پیمبرؐ اُسی اژدہے کی ندی کے دہارے دکھائی دیتے ہین جسے اُس نے نبوت کے بہا ڈالنے کے لیے مُنھ سے بہایا تھا - لاحول ثم لاحول - ونعوذ ثم نعوذ -

اب راقم ذیل مین حضرت رسول کے اثبات نبوت مین حضرت یوحنا کے ایک اور مشاہدہ سے کچھ ضروری امور حوالۂ قلم کرتا ہے -

واضح ہو کہ مکاشفات یوحنا کے باب ۱۰ - آیت ۵ لغایت ۷ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کے بعد حضرت یوحنا نے دیکھا کہ سات فرشتے صور پھونکنے کے لیے کھڑے تھے - ایک ایک صدی کے فصل پر ہر فرشتہ نے اپنا اپنا نرسنگھا پھونکا ساتون فرشتون کے صور پھونکنے پر " خدا کا وہ پوشیدہ مطلب جس کی اس نے اپنی خدمت گزار نبیون کو خوشخبری دی تھی پورا ہو گیا " واضح ہو کہ حضرت مسیح کے بعد چھ صدیان گزر کر ساتوین صدی مین حضرت رسولؐ کا ظہور ہوا ہے - اس سے زیادہ حضرت رسول کے ظہور کی کیا پیشین گوئی ہو سکتی ہے - حضرات عیسائی سے اس کا جواب چلتا نظر نہین آتا ہے - اول فول کے سوا وہ حضرات کوئی محققانہ بات پر قادر دکھائی نہین دیتے ہین - حق کہان تک چھپایا جا سکتا ہے - الحق یعلوا ولا یعلیٰ -

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ برنباس بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری تھے - حضرت یوحنا کی طرح برنباس نے بھی ایک انجیل لکھی ہے - اس مین برنباس نے نہایت واضح طور پر حضرت رسولؐ کی نسبت پیشین گوئیان کی ہین - وہ بیانات ایسے ہین کہ حضرات عیسائی اُن کی نسبت کسی طرح کی تاویل سے اپنا کام نہین نکال سکتے ہین - اسی بنا پر اُن حضرات نے اس انجیل کو متروک کر دیا ہے - مجھے ایک پادری صاحب نے اس انجیل کی نسبت یہ یقین دلانا چاہا تھا کہ وہ انجیل مسلمانون کی تحریف کردہ ہے

یا خود مسلمانون کی ساختہ ہے ۔ حقیقت حال یہ ہے کہ نہ مسلمانون نے اس مین کوئی تحریف کی ہے اور نہ مسلمانون نے اُسے حوالۂ قلم کیا ہے ۔ وہ انجیل ویسی ہی ہے جیسی برنباس نے اُسے لکھی تھی ۔ ظاہرا کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ہے کہ یوحنا کی انجیل گلے لگائی جائے اور برنباس کی انجیل پس پُشت ڈال دی جائے ۔ ظاہرا اس کے مردود کیے جانے کی وجہ اور کوئی نہین معلوم ہوتی ہے الا یہ کہ اس سے حضرت رسولؐ کی نبوت نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے ۔



ضمیمہ نمبر ۳

روایت اقتدوا بالذین من بعدی بابی بکر و عمر

واضح ہو کہ حضرات اہل سنت روایت بالا کو جس کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانون میرے بعد تم لوگ ابوبکر اور عمر کے ساتھ اقتدا کرو یعنی میرے بعد تمہارے امام اور مقتدا ابوبکر اور عمر ہون گے اور تم لوگ ابوبکر اور عمر کو امام اور مقتدا بنانا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حضرت شیخین کی خلافت کو نصی طور پر برحق ثابت کرنا چاہتے ہین اہل علم سے پوشیدہ نہین ہے کہ اکابر علما اہل سنت کا یہ دعویٰ ہرگز نہین ہوا ہے کہ خلافت حضرات خلفائے ثلٰثہ کی نصی حیثیت رکھتی ہے مگر اس وقت کے کچھ حضرات مولویان اہل سنت کے ایسے دکھائی دیتے ہین کہ جو خلافت بالا کو اجماعی ہونے کے علاوہ نصی بھی قرار دیتے ہین اہل انصاف کی نظر مین روایت بالا بوجوہ ذیل قول نبوی ہونے کی حیثیت نہین رکھتی ہے بلکہ ایک ایسی وضعی روایت دکھائی دیتی ہے جو امیر معاویہ یا خلیفہ عبدالملک یا کسی دوسرے دشمن اسلام کے وقت مین گھڑی گئی ہے۔

وجہ اول۔ کسی اہل انصاف یا راست باز کے دماغ مین یہ بات جگہ نہین کر سکتی ہے کہ مواقع بسیار مین حضرت علیؑ کو اپنا وزیر وصی و خلیفہ اور مولائے مومنین قرار دیکر حضرت رسول صلعم نے حضرت ابوبکر اور عمر کی شان مین یہ ارشاد فرمایا ہو کہ اے مسلمانون میرے بعد تم لوگ ابوبکر اور عمر کو اپنا مقتدا یا امام بنانا۔ حضرت رسول سے ایسی قوی غلطی ظہور مین نہین آسکتی تھی صاف ایسا قول امیر معاویہ یا عبدالملک یا اور کسی بے ایمان کا وضع کرایا ہوا نظر آتا ہے لاریب واضع ایسی روایت کا مسلمان ہو نہین سکتا۔ اس لیے کہ ایسے واضع روایت کے دل مین حضرت رسولؐ کی عظمت ہو نہین سکتی۔ پناہ بپناہ اور لاکھ بار پناہ بخدا۔

وجہ دوم۔ جب حضرت رسول حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر یہ فرما چکے تھے کہ اے ابوبکر تمھارے دل مین شرک چیونٹی کی چال سے بھی باریک نہان ہے تو یہ ہو نہین سکتا تھا کہ ایسے صاحب شرک کی نسبت حضرت علیؑ کے رہتے ہوئے حضرت رسولؐ حکم اقتدا صادر فرماتے بھلے

اسی طرح حضرت رسول حضرت عمر کو بھی اپنی اُمت کا امام یا مقتدا قرار نہین دے سکتے تھے
جب آن صلعم جانتے تھے کہ حضرت عمر کو صلح حدیبیہ کے علاوہ اور وقتون مین بھی شبہ فی النبوت
کی بلا دامنگیر رہا کرتی تھی - یہ ہو نہین سکتا تھا کہ حضرت رسولؐ ایسے ناقص الایمان شخصون کی
اقتدا یا امامت کے لیے اپنی اُمت گرامی کو ہدایت فرماتے - معاذاللہ ثم معاذاللہ - وقعی حضرات
اہل سنت کچھ عجب حیرت انگیز خیالات کے گرفتار دکھائی دیتے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ اُن
حضرات کے دل مین کوئی وقعت یا عظمت حضرت رسولؐ کی جاگزین نہین ہے - ظاہر ہے
کہ ایسے ایسے نازیبا خیالات حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کر دینا سچے مسلمان کا شیدہ ہو نہین سکتا
اگر حضرات اہل سنت کے دل مین کچھ بھی وقعت یا عظمت خدا اور رسول خدا کی جگہ کیے
ہوتی تو نہ ہزارون ہزار جھوٹی حدیثون کو وجود مین لائے ہوئے ہوتے اور نہ اُن کے ایسے
جانذادہ دکھائی دیتے - معاذاللہ ثم معاذاللہ - حضرت ابوبکر کی ناقص الایمانی اس سے بھی ثابت
ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر حضرت عمر کی طرح جنگ احد سے بھاگ نکلے اور حضرت خلیفہ
صاحب کو یہ خبر ملی کہ حضرت رسولؐ شہید ہو گئے تو آپ بھاگے جاتے تھے اور پکار پکار کر فرماتے
جاتے تھے کہ حضرت رسولؐ مارے گئے اب اے قوم تم لوگ اپنے دین آبائی کی طرف رجوع کر جاؤ
معاذاللہ اگر خس برابر بھی دولت ایمان کی اور وقعت دین خدا کی حضرت ابوبکر کے دل مین ہوتی
تو ایسی کافرانہ ہدایت آپ مسلمانون کو نہین کر سکتے تھے - مگر چونکہ بقول حضرت رسول آپ
کے دل مین شرک نہان موجود تھا جب وقت اس کے اظہار کا آگیا وہ شرک آپکے دل سے
اُچھلکر آپ کی زبان پر آپہونچا - حضرت عمر کی ناقص الایمانی آپ کے بار بار کے فرار اور آپ
کے ہر دم کے شبہہ فی النبوت سے اظہر من الشمس نظر آتی ہے - مختصر یہ ہے کہ عقل باور
نہین کر سکتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے ایسے ایسے ناقص الایمان حضرات کی اقتدا کے لیے
ہدایت فرمائی ہوگی -

وجہ سوم - حضرت رسول ایک اولوالعزم نبیؐ تھے اور بہادری اعلیٰ درجہ کی آن صلعم کو
موہوب ہوئی تھی - کسی غزوہ خدا سے آن صلعم نہین بھاگے گو سخت زخمی بھی ہوتے گئے -
کبھی آن صلعم سے بمقابلہ اعدائے دین کوئی نامردانہ فعل ظہور مین نہین آیا - حق یہ ہے
کہ حضرت کی خلقی بہادری ہمیشہ حضرت کا ساتھ دیتی رہی - کوئی شک نہین کہ خدا کا سچا نبیؐ
بودا - بزدل اور ترسندۂ جان ہو نہین سکتا - ایسے بہادر نبی کے سچے جانشین حضرت ابوبکر

اور حضرت عمر مانے نہین جاسکتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت رسول کے سچے جانشین کیونکر مانے جاسکتے ہین - جب حال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر جنگ بدر مین اسلام کی کچھ مدد نہ کرسکے چُپ چاپ حضرت رسول کے نزدیک بیکار بیٹھے رہ گئے - حضرت رسول تو جنرل کی خدمت انجام دے رہے تھے - تب حضرت ابوبکر کیا کام کر رہے تھے - حقیقت حال یہ ہے کہ وہ جناب جان کے خوف سے حضرت رسولؐ کے نزدیک گھسے بیٹھے تھے مگر آپ کے اس فعل کو حضرات اہل سنت اسطرح رنگتے ہین کہ آپ حضرت رسولؐ کی حفاظت مین مشغول تھے - راقم کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی حفاظت کا خیال آپ کو مدنظر ہوا ہوتا تو جنگ اُحد مین حضرت رسولؐ کو شرمناک طور پر چھوڑ کر کیون بھاگ نکلے پھر جنگ خندق مین کہان جا کر چھپ رہے - اس کے بعد جنگ خیبر مین فرار پر فرار کیون اختیار کرتے رہے - تب جنگ حنین مین کیون فرار کا خاتمہ کر ڈالا - کہین بھی تو حضرت رسولؐ کی حفاظت نہین کی - اس بار بار کے فرار سے کب کسی کو یقین ہو سکتا ہے - کہ جنگ بدر مین حضرت ابوبکر حضرت رسولؐ کی حفاظت کی نظر سے حضرت رسولؐ کے نزدیک گھسے بیٹھے رہ گئے - حضرت عمر نے تو جنگ بدر کی شرکت بھی نہین کی - ایک نامعقول عذر کی بنا پر غزوۂ بدر کے ثواب سے تمامتر محروم رہ گئے - احد مین تو حضرت عمر حضرت ابوبکر کی طرح ایسے بھاگے کہ کوئی شریف ایسی بھاگ اختیار نہین کر سکتا ہے - جنگ خندق مین آپ حضرت ابوبکر کی طرح کسی جائے محفوظ مین جا چھپے تھے - مگر جب ذوالفقار علیؑ کی بدولت اسلام کو فتح ہوگئی تو میدان جنگ مین تشریف لائے اور ایک بھاگتے ہوئے کافر کا تعاقب کیا - اس دشمن خدا نے جو دیکھا کہ عمر تعاقب کنان آتے ہین تو لوٹ پڑا اور آپ کو ایک ہلکا سا زخم لگا کر فرار ہوگیا - لاحول ولاقوۃ ظاہر ہے کہ اگر آپ جانتے رہتے کہ وہ یعنی اس طرح پر لوٹ پڑے گا تو میدان جنگ مین شکست کفار کے بعد بھی قدم نہ رکھتے - خیبر اور حنین کی لڑائیون مین آپ کے بار بار کے فرار سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے - اس کے اعادہ کی ضرورت نہین ہے - مختصر یہ ہے کہ حضرت شیخین کے تمام غزواتی معاملات ایسے ہی ہین کہ آپ صاحبون کی بڑی بزدلی اور ترسندہ جانی سے خبر دیتے ہین - لاریب جبن تمام برائیون کی جڑ ہے - ممکن نہین تھا کہ حضرت رسولؐ جناب شیخین کے حالات سے وقوف کامل رکھکر مسلمانون کو ایسی ہدایت فرما سکتے کہ میرے بعد تم لوگ ابوبکر کے ساتھ اقتدا کیجیو -

وجہ چہارم - حضرت رسول حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے اُن کی نافرمانیون کی وجہ سے

خوش نہین رہتے تھے خاصکر حضرت عمر سے جو بار بار نافرمانیون کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ اپنے آخر وقت مین حضرت رسول دونون صاحبون سے تخلف جیش اُسامہ کی بنا پر بیحد ناراض ہو گئے تھے یہان تک کہ آن صلعم نے تخلفان جیش اسامہ کو زدرون کے ساتھ ملعون خدا قرار دیا تھا۔ پس عقل باور نہین کرتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے مسلمانون کو اپنے نافرمانون کی اقتدا کرنے کی ہدایت فرمائی ہوگی

وجہ پنجم۔ حضرت رسولؐ کو اپنے علم نبوت کے ذریعہ سے معلوم تھا کہ منافقین سے کیا کیا کرتین آن صلعم کے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے ابوبکر سے فرمایا تھا کہ خدا جانے کیا کیا امور تم لوگون سے میرے بعد حادث ہون گے۔ حضرت رسول کا فرمودہ غلط نہین ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت رسولؐ کے رحلت فرماتے ہی حضرت شیخین ثقیفہ کی طرف دوڑ نکلے جس سے ثقیفہ ہی مین دین خدا اور خاندان پیمبرؐ کی تخریب کا تخم بویا گیا۔ حضرت شیخین نے خلافت کی باگ ہاتھ مین لیکر جسقدر دین خدا کو برباد کر سکتے تھے برباد کر ڈالا۔ حضرت علی پر سخت جفائین روا رکھین۔ حضرت فاطمہؑ کے گھر کو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے ذریعہ سے جلوایا۔ اس مظلومہ کو حضرت عمر نے نہایت بے رحمی کے ساتھ کوڑا مارا۔ اس مظلومہ کی دو پسلیان غلام کے ہاتھ سے توڑوا ڈالین۔ اس مظلومہ کے شکم مبارک پر حضرت عمر نے ایسی ضرب لگائی کہ محسن کا حمل ساقط ہو گیا جس سے وہ جناب بیمار ہو کر تھوڑے عرصہ مین رحلت فرما گئین اس کے بعد حضرت شیخین نے اس مظلومہ کی جائداد فدک کی چھین لی اور خمس بھی اس مظلومہ پر بند کر دیا۔ پھر حضرت شیخین نے بنی امیہ کو جو حضرت پیمبرؐ اور خاندان پیمبرؐ کے دشمن سخت تھے اور جنھین حضرت رسول نے دس برس کی محنت شاقہ سے زیر و زبر کر ڈالا تھا سر نو سے صرف تر و تازہ نہین کر ڈالا بلکہ اس قبیلۂ ملعونہ کو ایسی راہ پر لے آئے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں وہ قبیلہ ساری اسلامی دُنیا کا مالک ہو کر دین اسلام کا بھی سرتاج ہو گیا۔ حضرت شیخین کی ایسی ہی کارروائیون کا ایک صریح نتیجہ واقعۂ کربلا بھی ہے اور وہ ساری امام کُشیان ہین جو امام حسنؑ عسکری علیہ السلام تک ظہور مین آتی رہین اور بھی لاکھون سادات اور دوستداران خاندان پیمبرؐ کے خون صدیون تک بہائے گئے اور آجتک بھی اسلامی دنیا عداوت خاندان پیمبرؐ سے پاک نہین ہوئی ہے۔ پس عقل دم بھر کے لیے نہین مان سکتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت شیخین کے اقتدا کے بھی مسلمانون کو قولاً یا فعلاً ہدایت کی ہو۔

وجہ ششم۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر ایسے خوش اطوار نہین تھے کہ حضرت رسولؐ اُن صاحبون کو
اپنی امت کے لیے امام یا مقتدا قرار دیتے۔ حضرت ابوبکر بڑے گالی بکنے والے تھے۔ حضرت
رسولؐ کا خلیفہ اور سبّاب بذاشئ عجاب۔ حضرت عمر کو تو خوش اطواری سے کوئی علاقہ نہین تھا
درشت گوئی و درشت خوئی بیرحمی اور سنگدلی وغیرہ وغیرہ تو آپ کی گھٹی مین پڑی تھی۔ مارل
(moral) بھی آپ کا آپ کے فرزند عبداللہ ابن عمر کی طرح اچھا نہین تھا جیسا کہ آپ کے قول
حوّلت رحلی البارحۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس عادات اور مذاق کا آدمی دُنیا کے کسی دین کا سردار
نہین مانا جا سکتا ہے تب اسلام کا سردار کیونکر مانا جا سکتا ہے۔

وجہ ہفتم۔ ہرچند حضرات اہل سنت کے کچھ مولویان وقت حضرت شیخین کو حضرت رسولؐ کے
نصی خلیفہ قرار دیتے ہین۔ مگر خود حضرت ابوبکر اپنے کو نصی خلیفہ نہین سمجھتے تھے۔ چنانچہ صاحب
نہایہ یعنی ابن اثیر جزری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ
آیا آپ خلیفہ بعد الرسول ہین تو آپ نے جواب مین فرمایا کہ "لا" اور ملا طاہر گجراتی کی کتاب مجمع
بحار الانوار مین بھی یہی مضمون دیکھا جاتا ہے جو حضرات اہل سنت حضرت ابوبکر کی خلافت کو
نصی قرار دینا چاہتے ہین اُن کی یہ حالت ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کی اجماعی خلافت کو وزن دار
نہین سمجھتے ہین۔ وہ بیچارے دیکھتے ہین کہ نصی ثابت کیے بغیر آپ کی خلافت مرقع انداز کی
دکھلائی نہین دے سکتی ہے۔ مگر اسکا کیا جواب ہے کہ خود حضرت ابوبکر اپنی خلافت کو نصی نہین
سمجھتے تھے۔ جیسا کہ بالا مین حوالۂ قلم کیا گیا ہے۔ جائے لحاظ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کوئی نصی
دلیل رکھتے تو ثقیفہ کے ہنگامہ کے وقت الائمۃ من القریش فرمانے پر قناعت نہین فرماتے
اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر کو بطور دلیل ضرور بالضرور پیش کرتے۔ مگر چونکہ آپ کے
وقت تک یہ قول وجود پذیر ہی نہین ہوا تھا پیش فرماتے بھی تو کہان سے پیش فرماتے۔ پوشیدہ نہین ہے
کہ آپ کے جانشینون مین امیر معاویہ اور خلیفہ عبدالملک نے بڑا اہتمام وضع احادیث کا کیا تھا۔
ان جابرین زمانہ کے وقتون مین ہزارون ہزار حدیثین وضع کرائی گئی ہین جن سے تین لاکھ حدیثین
تو صرف امام بخاری صاحب کو یاد تھین۔ بہرحال یہ حدیث اقتدوا بالذین کی بھی موضوعات
سے دکھائی دیتی ہے اور درحقیقت حضرت رسول پر ایک اتہام کی حیثیت رکھتی ہے۔ پوشیدہ
نہین ہے کہ مخالفانِ خاندانِ پیمبر نے امیر معاویہ اور خلیفہ عبدالملک کے حکم سے جھوٹی حدیثون کا
طومار لگا دیا ہے۔ جناب بخاری صاحب لکھتے ہین کہ ہمکو تین لاکھ وضعی حدیثین یاد ہین۔ اسی طرح

امیر معاویہ کے حکمنامۂ دوم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وضعی حدیثوں کی فراہمی کی طرف امیر صاحب بڑی توجہ مبذول رکھتے تھے۔ آپ اس حکمنامے میں فرماتے ہیں کہ "شیعیان علی میں سے کسی کی گواہی قبول نہ کی جائے اور شیعیان عثمان اور محبان عثمان اور وہ لوگ جو اُن حضرت خلیفہ کے لیے فضائل و مناقب گڑھتے ہوں تلاش کیے جاویں" معاذاللہ ایسی کذب پروری کے بعد بھی امیر معاویہ صاحب حضرات اہل سنت کے خلیفہ پنجم بنے بیٹھے ہیں اور اُن کے فرمانبرداران گزشتہ وحال مسلمان سمجھے جاتے ہیں اور اُن کی خلافت لاحول ولاقوۃ اسلامی خلافت سمجھی جاتی ہے۔ واقعی حضرات اہل سنت ایک حیرت انگیز مذہب رکھتے ہیں۔ عقل باور نہیں کرسکتی ہے کہ جس دین کے امیر معاویہ ودیگر دشمنان آل محمدؐ پابند تھے وہ دین حضرت رسولؐ کا دین ہوسکتا ہے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ حضرت ابوبکر خلیفہ نصی تھے یا اجماعی سکی تحقیق سرگزشت ذیل سے بخوبی ہوتی ہے۔

جب حضرت ابوبکر خلیفہ قرار پاگئے تو آپ نے اسامہ کو ایک خط اس طرح پر لکھا کہ "خلیفہ رسول ابوبکر بن ابی قحافہ کی جانب سے اُسامہ بن زید کو معلوم ہو کہ رسول اللہ کا انتقال ہوگیا اور لوگوں نے مجھے اہل سمجھکر امارت اور خلافت پر نصب کیا وغیرہ وغیرہ"۔ اُسامہ نے جواب میں لکھا کہ اُسامہ بن زید کی جانب سے ابوبکر کو واضح ہو کہ یہ جو تم نے لکھا ہے کہ لوگوں نے مجھے اہل سمجھکر خلافت اور امامت کے لیے مقرر کیا ہے پس اگر تم حضرت رسول کے خلیفہ ہو تو لوگوں کو تمھیں خلیفہ مقرر کرنے کا کیا حق حاصل ہے اور اگر لوگوں نے تمھیں خلافت کے لیے اہل سمجھ لیا ہے تو پھر تم اُمت کے خلیفہ ہوئے خلیفۂ رسول نہ ہوئے۔ لاریب اگر حدیث اقتدوا باللذین کی قول نبوی ہوتی تو حضرت ابوبکر اُس سے ضرور حجت پکڑا کرتے۔ اس سے بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حدیث بالا موضوع ہونے کی حیثیت رکھتی ہے کوئی شک نہیں کہ روایت بالا ساختہ کسی واضع حدیث علیہ اللعن کی ہے اور ہرگز ارشاد نبوی کا شرف نہیں رکھتی ہے

وجہ ہشتم۔ روایت بالا کچھ ایسی بدقرینہ شکل رکھتی ہے کہ اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول نے بیک وقت دو امام یا دو مقتدا کی تبعیت اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تھی اگر واقعی روایت بالا حضرت رسولؐ کی فرمودہ ہوتی تو ایسا سقم اس روایت میں نہیں پایا جاتا۔ حضرت رسول کی ہر بات وحی کا انداز رکھتی تھی اور اس لیے جمیع اسقام سے پاک ہوتی تھی۔ صاف صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ روایت کسی خودغرض تملق شناس مخرب دین کی گڑھی ہوئی ہے۔ اندھوں کو سوجھائی نہ دے نہ دے مگر صاحب بصیرت ایسے قول کو قول نبی نہیں مان سکتے ہیں

ضمیمہ نمبر ۳۸

کیا شیعیان علی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا؟

صوبۂ بہار مین بھی کچھ لیسے حضرات ہین جن کا یہ خیال ہے کہ قاتلان حضرت امام حسینؑ علیہ السلام شیعیان علیؑ تھے - ایک صحبت مین ایک سُنّی صاحب جو دنیاوی پہلو سے صاحب ثروت ہین مگر دینی امور سے تمامتر بے خبری رکھتے ہین یہ فرما رہے تھے کہ شیعی ولاے اہلبیت کا دعوے رکھتے ہین مگر قاتلان امام حسینؑ تو شیعیان علیؑ ہی تھے - اس استہزا کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مخالف اہل بیت کی غلط بیانی نے انھین اس طرح کی غلط خیالی مین مبتلا کر دیا تھا - معاندان خاندان پیمبرؐ سے بعضون نے جیسے بنگش وغیرہ ہین یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ شیعیان حضرت علیؑ نے حضرت امام علیہ السلام کو شہید کیا تھا - واقعۂ کربلا کے معاملات اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہین - اہل انصاف کی نظر مین اس واقعہ کی ابتدا معاملات ثقیفہ سے ہوتی ہے اگر ثقیفہ کا ہنگامہ ظہور نہین کرتا اور خلافت حضرت ابوبکر پر قائم نہین ہو جاتی تو نہ حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا وابیہا کی جان جاتی اور نہ قتل محسنؑ کی شکل پیدا ہوتی نہ حضرت علیؑ کی شہادت ظہور مین آتی نہ حضرت امام حسنؑ مسموم کیے جاتے نہ معاملۂ کربلا وقوع مین آتا نہ امام زین العابدینؑ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک شربت شہادت نوش فرماتے نہ اس کثرت سے سادات کشیان وقوع مین آتین اور نہ ہزارون ہزار دوستان اہلبیت کی جانین انواع طرح کی عقوبتون کے ساتھ تلف ہوتین اسی طرح نہ مذہب زید ابن ثابت کو وجود ہوتا اور نہ دین حضرت رسول مین طرح طرح کے رخنے ڈالے جاتے یہ خونریزیان اور اقسام طرح کے ہی احداثات سی ہنگامۂ ثقیفہ کے نتائج ہین - حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پاتے ہی قبیلۂ بنی امیہ مین ایک ہیجان کی صورت پیدا ہو گئی - ابوسفیان سردار قبیلۂ بنی امیہ نے حضرت ابوبکر کی خلافت سے نفع اٹھانا چاہا اور وہ صاحب اپنے مقاصد مین کامیاب ہو گئے - حضرت شیخین نے اپنی قائم خلافت کو بربادی سے بچانے کی نظر سے ابوسفیان کو حاکم شام بنا دیا - ابوسفیان پیرانہ سالی کی وجہ سے خود شام جا نہ سکے مگر اپنی جگہ پر اپنے بڑے بیٹے یزید ابن ابی سفیان کو اس حکومت پر روانہ کر دیا - بڑے بھائی کی نیابت مین معاویہ ابن ابوسفیان بھی شام کو تشریف لے گئے

یزید ابن ابی سفیان کوئی قابل آدمی نہ تھا اس لیے شام کی حکومت کے سب کام معاویہ صاحب انجام دیتے تھے۔ یزید ابن ابی سفیان صرف چار برس زندہ رہا یعنی دو برس عہد حضرت ابوبکر اور دو برس عہد حضرت عمر مین۔ اس کے مرنے پر حضرت عمر نے معاویہ بن ابی سفیان کو مستقل حاکم شام مقرر کر دیا۔ معاویہ صاحب چونکہ ایک پُرتدبیر آدمی تھے اور حضرت عمر کے ساتھ مناسبت طبعی بھی رکھتے تھے حکومت شام کو حضرت عمر کے مطلب کے موافق انجام دیتے رہے۔ جب حضرت عمر کا زمانہ ختم ہو گیا تو حضرت عثمان حضرت عمر کی ہدایت کے مطابق خلیفہ قرار دیے گئے حضرت عثمان کے زمانہ مین قبیلۂ بنی امیہ کا اقبال فلک ہفتم کو جا پہونچا قبیلۂ بنی اُمیہ کی ساری ترقیان تمامتر حضرت عمر کی دستگیری کی مرہون دکھائی دیتی ہین۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر نہوتے تو بنی اُمیہ اُسی حالت ابتذال مین پڑے رہ جاتے جس ابتذال مین حضرت رسول انھین چھوڑ کر رحلت فرما گئے تھے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ بنی اُمیہ اپنے افعال و کردار کی وجہ سے دنیا کی بدترین خلائق کا حکم رکھتے تھے۔ وہ قبیلۂ ملعونہ حضرت رسول اور قبیلۂ بنی ہاشم کا ایک دشمن صعب تھا۔ آن صلعم کو صرف مکہ مین ملاعین بنی اُمیہ نے چین سے رہنے نہ دیا بلکہ مدینہ مین بھی وہ قبیلۂ ناپاک اپنی خصومت سے باز نہین رہا۔ آن صلعم کو ابتداے قیام مدینہ ہی سے اشرار بنی اُمیہ پریشان کرتے رہے پہلے جنگ بدر ظہور مین آئی تب جنگ احد تب جنگ خندق جنگ حنین مین بھی بنی اُمیہ اعداے حضرت رسولؐ کے ہواخواہ بنے رہے۔ اگر ان غزوات مین سے کسی غزوہ مین بھی حضرت رسولؐ کو شکست ہو جاتی تو اسلام کا نام پھر دنیا مین سُنا نہ جاتا۔ مگر حضرت رسولؐ کی قابلیت سپہداری اور حضرت علی کے زور بازو نے اسلام کو معدوم ہونے نہ دیا مختصر یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے دس برس کے عرصہ مین بنی اُمیہ کی ایسی خبر لی کہ اُن مردودانِ خدا و رسولؐ مین کسی قسم کی شرارت کی صلاحیت باقی نہین رہی۔ حق یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے بنی اُمیہ کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا۔ لیکن اگر حضرت شیخین یا یہ کہیے کہ حضرت عمر نہوتے تو ابدالآباد تک وہ قبیلہ بدبخت بتلاے ابتذال رہ جاتا۔ پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت ابوبکر بقول سرسید احمد خان مرحوم ایک نام کے بزرگ تھے جو کچھ کرتے دھرتے تھے حضرت عمر کرتے دھرتے تھے۔ حضرت عمر کو قبیلۂ بنی اُمیہ کے سر نوسے ترو تازہ کر ڈالنے کی دو وجہین ہوئین۔ اول یہ کہ بنی اُمیہ کو ملا لینے کے بغیر آپ کی قائم کردہ خلافت برقرار نہین رہ سکتی تھی دوم یہ کہ خاندان پیمبرؐ اور قبیلۂ بنی ہاشم کا چور کر ڈالنا قبیلۂ بنی اُمیہ کے بغیر صورت امکان

نہین رکھتا تھا - ان دونون غرضون کے تقاضا سے حضرت عمر نے ابوسفیان کو حاکم شام بنا ڈالا اور معاویہ ابن ابی سفیان حضرت عمر کی غرضون کو پورا کر ڈالنے کے ایک عمدہ آلہ ثابت ہوئے۔ مزید اطمینان کی نظر سے حضرت عمر نے حضرت عثمان کو بھی خلیفہ وقت بنا چھوڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری اسلامی دُنیا بنی اُمیہ کی مطیع اور فرمانبردار ہوگئی اور خاندان پیمبرؐ اور قبیلہ بنی ہاشم بڑے گھاٹے مین پڑگئے - حضرت عثمان کے بعد حضرت علی یہ اسباب ظاہر جو خلیفہ قرار بھی پائے تو خاندان پیمبرؐ اور بنی ہاشم جو مبتلاے ضعف ہوچکے تھے ویسے ہی ضعیف رہ گئے حقیقت حال یہی ہے کہ حضرت عمر بنی امیہ کو ایسا قوی کر گئے تھے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین حضرت علیؑ کو خلافت سے دست بردار ہونا پڑا حضرت علی کے بعد امام حسن علیہ السلام خلیفہ قرار پائے بھی تو فوراً آپ کو خلع خلافت کی نوبت پہونچ گئی اور معاویہ حضرات اہل سنت کے خلیفہ پنجم قائم ہوگئے حضرت عمر کو خاندانِ پیمبرؐ و قبیلۂ بنی ہاشم کے تباہ و ضعف کر ڈالنے کا اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہ تھا کہ قبیلہ بنی اُمیہ جو حضرت رسولؐ کی خوش تدبیری سے مردہ ہوچکا تھا سر نو سے زندہ کر ڈالا جائے کوئی شک نہین کہ حضرت عمر ایک خوش تدبیر بزرگ تھے آخر اپنی خوش تدبیری سے اپنے مقاصد مین کامیاب ہوگئے - اسی پُر تدبیری کی بدولت حضرت عمر نے خاندان پیمبرؐ کے دین سے ایک علیحدہ دین بھی قائم کرلیا جو اس وقت مسلمانان غیر بنی ہاشم کا دین ہو رہا ہے - پوشیدہ نہین ہے کہ اپنے دین کی اشاعت حضرت عمر نے زید ابن ثابت کے ذریعہ سے کی اور مذہب زید ابن ثابت وہی دین ہے جو بعد امیر معاویہ کے مذہب اہل السنت والجماعت کے نام سے شہرت پذیر ہوگیا - یہ دین تمامتر دین خاندان پیمبرؐ سے علیحدہ رنگ رکھتا ہے یہان تک کہ دین خاندان پیمبرؐ کے خدا سے زید ابن ثابت کے دین کا خدا بھی علیحدہ انداز رکھتا نظر آتا ہے - دونون دین مرج البحرین لایلتقیان کا نقشہ دکھلا رہے ہین اور تا قیامت اُن کا یہی نقشہ قائم رہیگا -

اب راقم شیعیان علیؑ کی حقیقت حوالۂ قلم کرتا ہے

شیعیان علیؑ سے مراد وہ بزرگوار ہین کہ جنھون نے حضرت رسول صلعم کی رحلت کے بعد حضرت علی کی پیروی دل سے کی اور آپ کے احکام پر عمل کیا سقیفہ کے ہنگامہ سے الگ رہے - حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافتون کو باطل سمجھتے رہے اور ہر چند

خلافتوں کی جانب سے اُن پر طرح طرح کی جفائین ہوتی رہین مگر حضرت علیؑ کی طرفداری سے
باز نہ آئے۔ اسی طرح جب امیر معاویہ نے حضرت علیؑ سے بغاوت کی تو شیعیان علیؑ نے دنیا طلبون
کا ساتھ نہین دیا اور ولاے شاہ مردان پر استوار رہ گئے۔ ان کا مذہب بھی مذہب علی اور دوستداران بنی ہاشم ہا یعنی
مذہب زید ابن ثابت سے بھی جو دین قائم کردہ حضرت عمر کا تھا تمام تر بے لگاؤ رہے۔ حضرت علیؑ کے
کے عہد کے جتنے بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم تھے شیعیان علی سے تھے اور غیر بنی ہاشم مین
ممتاز شیعیان علیؑ حضرت سلمان فارسی حضرت مقداد حضرت ابوذر غفاری حضرت عمار ابن یاسر
حضرت حبیب ابن مظاہر گزرے ہین۔ ایک ایک ان مین دین حضرت رسولؐ کے آفتاب تھے
اور حضرت علیؑ کی خلافت کے سوا کسی خلیفہ کی خلافت کو برحق نہین جانتے تھے۔ غیر شیعیان
علیؑ مین حضرت خلفاے ثلثہ امیر معاویہ اور جمیع مخالفان اہل بیت علیہم السلام داخل تھے۔
اب ایسے عقیدہ رکھنے والے کہ شیعیان علیؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا بتلائین
کہ کون کون شیعیان علیؑ اس فعل قبیح کے مرتکب ہوئے۔ علم تاریخ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے
کہ یزید ابن معاویہ نے اپنے پیروان کے ذریعہ سے حضرت امام علیہ السلام کو شہید کر ڈالا۔ کیا
یزید شیعیان علیؑ سے تھا یا اس کے کارکنان ابن زیاد عمر سعد شمر خولی حرملہ وغیرہ وغیرہ شیعیان
علی سے تھے؟ پوشیدہ نہین ہے کہ یہ سب کے سب مذہب عمری یعنی مذہب زید ابن ثابت کے
پابند تھے۔ اس لیے کھلے کھلے طور پر سنی المذہب تھے بلکہ یہ کہیے کہ شیعیان عمر تھے۔ ظاہر ہے
کہ اہل السنت یا شیعیان عمر کسی حال مین شیعیان علیؑ نہین کہے جا سکتے ہین۔ حضرت امام علیہ السلام
کے زمانہ کا اسٹیٹ ریلیجن (State Religion) یعنی حاکمی مذہب سُنی قرار
پا چکا تھا۔ صرف بنی ہاشم اور دوستداران علی و دوستداران بنی ہاشم مذہب علیؑ رکھتے تھے
مگر کسی کتاب سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ قاتلان امام علیہ السلام مذہب علیؑ رکھتے تھے
پس قاتلان امام علیہ السلام اہل سنت ہونے کے سوا یعنی شیعیان عمر ہونے کے سوا دوسرے
نہین ہو سکتے

واضح ہو کہ علم تاریخ کے رو سے واقعۂ کربلا کی شکل نظر آتی ہے کہ جب حضرت امام حسین
علیہ السلام کو امیر معاویہ نے زہر دلوا کر شہید کر ڈالا تو امیر صاحب اس فکر مین ہوئے کہ اب حضرت
امام حسین علیہ السلام کا کام بھی جلد تمام کر ڈالین مگر موت نے امیر صاحب کو اس کار خیر کی مہلت
نہ دی۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کا فرزند رشید یزید پلید آپ کا جانشین ہوا تب اگر بدبنیاد تمام کنند

کے نجواسے اُس نے باپ کی تمنّا کو پوری کرنا چاہا۔ اس غرض سے اپنے حاکم مدینہ کو یہ لکھ بھیجا کہ امام علیہ السلام سے بیعت طلب کرے۔ حضرت امام حسین نے یزید علیہ اللعن کی بیعت سے انکار فرمایا۔ تب حسب ہدایت یزید پلید حاکم مدینہ کی طرف حضرت امام علیہ السلام پر طرح طرح کی سختیان ہونے لگین حقیقت حال یہ ہے کہ اگر حضرت امام علیہ السلام کوفہ کو نہ چلے جاتے تو آپ کو مدینہ ہی مین شہادت نصیب ہو جاتی۔ حاکم مدینہ کا رنگ دیکھکر حضرت امام علیہ السلام اول مع اہل و عیال مکہ کو چلے گئے جب مکہ مین بھی اُس جناب کو امن کی صورت نہین نظر آئی تو آپ نے مکہ سے سفر کو پھر اختیار فرمایا آپ کی غرض سفر کو جرمنی حکیم ملتیسو ماربین نے خوب لکھا ہے۔ حضرات ناظرین حکیم موصوف کی تحریر کو جو اس کتاب مین داخل کردی گئی ہے بغور ملاحظہ فرماوین۔ اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ کیا غرض حضرت امام علیہ السلام کی سفر کوفہ سے تھی حضرت امام علیہ السلام نے یہ سفر ملک گیری یا حصول دنیا کی نظر سے نہین اختیار فرمایا تھا جیسا کہ بدخواہان حضرت امام علیہ السلام نے حوالۂ قلم کیا ہے۔ غرض اس سفر کی یہ تھی کہ اپنے کو فدیہ دیکر حضرت امام اپنے جد محترم کے دین کو جسے مخالفان خاندان پیمبر خاصکر جابرین بنی امیہ نے خراب کر ڈالا تھا تباہی سے بچالین جب آپ کی روانگی کی خبر یزید پلید کو پہونچی تو اس نے ابن زیاد کو لشکر کافی کے ساتھ کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ حضرت امام علیہ السلام کو گرفتار کرے اور اگر حضرت امام علیہ السلام لشکر یزید کا مقابلہ کر بیٹھین تو آپ کو شہید کر ڈالے۔ حضرت امام نے مصلحت دینی کو ملحوظ رکھکر لشکر یزید کا مقابلہ فرمایا اور شہادت یاب ہو گئے۔ کسی کتاب سے اسکا پتہ نہین لگتا ہے کہ شیعیان علیؑ نے حضرت امام کو شہید کر ڈالا یا شہید کروا ڈالا۔ کچھ لوگ اہل کوفہ سے ایسے ضرور تھے کہ جنھون نے حضرت امام علیہ السلام کو کوفہ کی طرف خطوط لکھ لکھ کر مدعو کیا تھا۔ مگر لشکر یزید کے آجانے کے بعد وفاداری پر قائم نہین رہ سکے۔ اگر ایسے لوگون سے مراد مخالفان حضرت امام کی شیعیان علیؑ ہے تو اُن اہل خلاف کی ہٹ دھرمی ہے۔ اگر واقعی ایسے لوگ شیعیان علی ہوتے تو اُن کو حضرت امام کی ہوا خواہی مین جان دیدینا دشوار نہ ہوتا۔ ہرگز ہرگز اُن کے استقلال مین فرق نہ آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کوفہ یا منافقانہ انداز رکھتے تھے یا حکومت وقت سے مقابلہ تاب نہین لا سکے۔ دونون حالتون مین ایسے افراد شیعیان علیؑ نہین کہے جا سکتے ہین۔ خیر اہل کوفہ جو کچھ ہون مگر قاتل حضرت امام علیہ السلام کا یزید ابن معاویہ کھلے کھلے طور پر دکھائی دیتا ہے جس کے حکم کے بجا لانے والے ابن زیاد وغیرہ وغیرہ تھے۔ کوئی ذی حواس یزید یا اس کے کارکنان کو شیعیان علیؑ

نہین کہہ سکتا ہے یزید اور اس کے لشکریان واعوان وانصار سب کے سب اہل سنت سے تھے۔ اہل سنت کا مذہب وہی مذہب تھا اور ہے جس کے بانی زید بن ثابت کے ذریعہ سے حضرت عمر ہوچکے تھے اور جس کا نام مذہب اہل السنت والجماعت یزید کے وقت مین پڑچکا تھا۔ پس جب یزید نے اپنے لشکریون کے ذریعہ سے حضرت امام علیہ السلام کو قتل کرڈالا تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام علیہ السلام اہل سنت کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ پس شیعیانِ علیؑ کی طرف قتل حضرت امام علیہ السلام کی نسبت کیونکر کیجا سکتی ہے۔ اسپر بھی اگر حضرات اہل سنت کو یہ اصرار ہے کہ قاتلان حضرت امام علیہ السلام شیعیان علیؑ تھے تو شیعیان علی سے کسی ایک کا نام بھی ایسے الزام دینے والے بتلاوین۔ حق یہ ہے کہ واقعۂ کربلا اہل سنت کے ہاتھ سے وقوع مین آیا ہے۔ اسوقت کے اہل سنت ثابت کرنا چاہتے ہین کہ قاتلان امام علیہ السلام شیعیان علی تھے اہل سنت نہ تھے۔ لاحول ثم لاحول بہر حال اب دیکھنا چاہیے کہ قتل امام علیہ السلام کی نسبت درحقیقت کس کی جانب حق کے ساتھ کیجا سکتی ہے۔ تب اس نسبت کے سزاوار تمامتر حضرت عمر دکھائی دیتے ہین۔ اس لیے کہ آپنے معاویہ کو معاویہ بنا ڈالا۔ آپ کی بدولت اسلامی دُنیا کی حکومت بنی اُمیہ کے ہاتھ مین جا پہونچی اگر معاویہ کو آپ حکومت بلاد اسلام کی راہ پر نہین لے آتے تو کسی وقت یزید درجۂ خلافت تک نہین پہونچ سکتا تھا۔ حق یہ ہے کہ آپ نے ہنگامۂ سقیفہ کو برپا کرکے حضرت امام علیہ السلام کو سقیفہ کے اندر شہید کرڈالا ؎

چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ　　　کہ کشتہ شد حسین اندر سقیفہ

کوئی شک نہین کہ ایک ہنگامۂ سقیفہ سے آپ طرح طرح کی بلائین اسلام کے سر لائے۔ آپ اگر وجود مین نہین آئے ہوتے تو نہ مذہب اہل سنت کو ظہور ہوا ہوتا اور نہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت وقوع مین آئی ہوتی۔ یون بظاہر قاتل امام علیہ السلام یزید پلید نظر آتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اصل قاتل امام علیہ السلام کے حضرت عمر گزرے ہین جنھون نے معاویہ کو معاویہ اور بنی امیہ کو بنی اُمیہ بنا ڈالا ورنہ حضرت رسول نے قبیلۂ بنی اُمیہ کی حیثیت ہی کیا باقی رکھی تھی۔ جو معاویہ صاحب حضرت امام حسن علیہ السلام کو قتل کرڈالتے یا یزید پلید امام حسین علیہ السلام کا کام تمام کرڈالتا ؎

گرچہ تیر از کمان ہمی گزرد　　　از کماندار بیند اہل خرد

اے صبا این گل آوردۂ تست ۔ حضرت عمر کے معاملات پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلعم کے دین سے آپ نے ایک علٰحدہ دین قائم کر ڈالا ہے اور آپ کی بیعت کرنے والے حضرات اہل سنت ہین ۔حق یہ ہے کہ اگر مذہب علی کے نام لیوا دنیا مین باقی نہین رہ جاتے تو حضرت محمدؐ کا دین صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جاتا ۔ تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت کی طرح طرح کی بے عنوانیون کے بعد بھی حضرت محمدؐ صلعم کا دین معدوم نہین ہو گیا ہے ورنہ خود حضرت عمر اور شیعیان حضرت عمر نے دین حضرت محمدؐ صلعم کے معدوم کر ڈالنے مین کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی ہے ۔ یہ صرف شانِ کبریائی ہے کہ ایجاد دین زید ابن ثابت اور قتل ائمہ خاندان پیمبرؐ کے بعد بھی دین محمدیؐ معدوم نہین ہو سکا ۔ اس وقت تک نسل حضرت محمد صلعم کی باقی ہے اور اس نسل پاک مین حضرت محمدؐ کا دین بھی جاری ہے ۔ امید ہوتی ہے کہ نسل و دین محمد صلعم کو تا قیامت بقا کی شکل رہیگی بفضلہ و یمنہ تعالیٰ ۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

ضمیمہ نمبر ۳۹

حضرات اہل سنت امت محمدیؐ ہین یا امت عمری؟

سوال بالا کا جواب راقم کے نزدیک تقاضاے دین و ایمان کے رو سے اس کے سوا دوسرا نہین ہو سکتا کہ حضرات اہل سنت اُمت عمری ہین اُمت محمدیؐ نہین ہین۔ ایسے جواب کی توجیہ راقم کی تحریر ذیل سے حضرات ناظرین پر روشن ہوگی۔

توجیہ جواب بالا کے حوالۂ قلم کرنے کی غرض سے ضرور ہے کہ راقم پہلے حضرت عمر کے اُن تعلقات کو عرض کرے جو درمیان آپ کے اور حضرت رسولؐ کے حائل تھے۔ کتب سیر و تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے مکہ مین اپنے امر رسالت کو کفار قریش پر ظاہر فرمایا تو اُن کفار کو حضرت رسولؐ سے ایک عداوت سخت پیدا ہوگئی اور حقیقت حال یہ ہے کہ اگر وجود باجود حضرت ابو طالب کا نہ ہوتا تو حضرت رسولؐ کی جانبری شکل امکان نہین رکھتی تھی۔ حضرت ابو طالب حضرت رسولؐ کی حفاظت کی نظر سے حضرت رسولؐ کو شعب ابو طالب کو لیگئے۔ حضرت علیؑ بھی ساتھ گئے۔ شعب ابو طالب مین حضرت ابو طالب تین سال تک محصور رہے اور ہر طرح کی ایذائین کفار قریش کے ہاتھون سے اٹھاتے رہے۔ شعب ابو طالب کے جانے کے پہلے چند نفوس حضرت رسول پر ایمان لا چکے تھے۔ اُن مین حضرت عمر بھی تھے مگر اُن ایمان لانے والون سے ایک نے بھی اُس تین سال کے عرصہ مین اتنا بھی نہین پوچھا کہ حضرت رسول جیتے ہین یا مرتے ہین۔ اکیلے حضرت ابو طالب شعب جبل مین حضرت رسولؐ کے محافظ اور نگران حال رہے۔ البتہ حضرت علیؑ حاضر خدمت رہے اور اس معیت سے بہت کچھ تعلیم دینی و روحی پاتے رہے۔ کچھ بنی ہاشم بھی شعب ابو طالب کی طرف آیا جایا کرتے تھے اور حضرت ابو طالب کی مدد کیا کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ حضرت عمر نے بھی کچھ پرسش حال نہین کی۔ تین سال تک مکہ کی گلیون مین ٹہلا کیئے اور کبھی بھولے سے بھی شعب ابو طالب کی طرف رُخ نہین کیا۔ اہل سنت کو حضرت ابو طالب کے کافر ہونے پر اصرار رہے۔ مگر اہل انصاف اس کا فیصلہ کرین کہ وہ کافر زیادہ قابل قدر نظر آتے ہین یا حضرت عمر اور حضرت عمر کے سے اسلام

لانے والے۔ بہرحال تین سال کے بعد جب حضرت ابوطالب حضرت رسولؐ کو شعب ابوطالب سے مکہ کو واپس لائے تو حضرت رسولؐ تبلیغ رسالت مین کوشان رہنے لگے۔ مگر حضرت ابوطالب کی رحلت سے حضرت رسولؐ کا کوئی ناصرومددگار نہین رہا۔ مجبوراً حضرت رسول کو ہجرت اختیار کرنی پڑی حضرت علیؑ کا بستر رسول پر سو رہنا عجب حیرت افزا امر دکھائی دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ سچا ایمان لانے والا ایسا کیئے کہ مویدمن اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ حضرت رسول بڑی بڑی دشواریون کے بعد مدینہ جا پہونچے۔ کچھ نفوس یا جو بھی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے آگے پیچھے حضرت رسولؐ سے جا ملے۔ اہل مدینہ نے حضرت رسولؐ اور جمیع مہاجرین کو تاحد مقدور آسایش دی اور انصار کہلائے۔ مہاجرین مین دو قسم کے افراد تھے کچھ عزیزان حضرت رسولؐ جیسے حضرت امیر حمزہ و حضرت علیؑ اور زیادہ غیر بنی ہاشم جیسے حضرت ابوبکر حضرت عمر و حضرت عثمان۔ مدینہ مین حضرت رسول اور حضرات مہاجرین امن پانے کے بعد تھوڑے زمانہ کے اندر مبتلاے انتشار عظیم ہوگئے اور دس سال تک مبتلاے انتشار رہے۔ سبب انتشار یہ رہا کہ معرکہ آرائیان بنی اُمیہ اور دیگر کفار کے ساتھ رہا کین۔ آخر حضرت رسولؐ کی قابلیت سپہداری اور حضرت علی کی حیرت انگیز زور آوری نے کفار کو تمامتر مغلوب کرڈالا اور خدا کی ریاست دینی قائم ہوگئی۔ اس دس برس کے رگڑے جھگڑے مین حضرت عمر خس برابر بھی اسلام کی مدد نہین کرسکے برابر شرمناک طور پر حضرت رسولؐ کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر بھاگا ہی کیئے حق یہ ہے کہ اگر خس برابر بھی حضرت عمر کو حیا مودع ہوئی ہوتی تو حضرت علیؑ کی قائم کردہ ریاست دینی کی طرف رخ نہین کرتے۔ خلیفہ رسول بن بیٹھنا تو خارج از بحث ہے۔ آخر حیا بھی ایک شے قابل توجہ ہے۔ تاریخ و سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ مین حضرت عمر زیادہ دو کام کرتے رہے ایک تو غزوات رسول اللہ سے فرار۔ دوم یہ کہ جناب رسالتمآبؐ سے تمرد و تکرار ہمیشہ خلافت مآب کو شبہ فی النبوت ہی لاحق رہا۔ حق یہ ہے کہ آپ کو حضرت رسولؐ سے کبھی موافقت نہین رہی آپ ہمیشہ یہی چاہتے رہے کہ آپ کی بات رہا کرے۔ حضرت رسولؐ کی بات اُٹھ جایا کرے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی وقعت آپ کی آنکھ مین بہت ہی تھوڑی تھی یا یہ کیئے کہ کچھ بھی نہین تھی۔ کمی وقعت دلیل ہے فقدانِ موافقت قلبی کی۔ فقدان موافقت قلبی دال ہے فقدان ایمان پر۔ لاریب اُمتی اپنے رسول سے موافقت قلبی نہ رکھکر اپنے رسول کا اُمتی نہین ہوسکتا ہے۔ پس حضرت عمر حضرت رسولؐ کے اُمتی ہونے کے شرف سے تمامتر

محروم نظر آتے ہین - راقم ایک مثال ایسی پیش کرتا ہے جس سے پورے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی وقعت حضرت عمر کی آنکھون مین خس برابر بھی نہ تھی - حضرت عمر کا یہ جانا اور مانا قول ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "حضرت رسولؐ ہر امر مین علیؑ کی طرفداری کر جاتے ہین اور علیؑ کے معاملات مین ہمیشہ حق سے عدول کر جاتے ہین" - ظاہر ہے کہ ایسا بیہودہ قول کسی اُمّتی کا نہین ہوسکتا ہے بہر حال اس قول سے واضح طور پر امور ذیل عیان ہوتے ہین -

(۱) حضرت عمر کے عندیہ مین حضرت رسولؐ ایک نا انصاف آدمی تھے - اس لیے حضرت علیؑ کی بے جا پاسداری کیا کرتے تھے - تب ایسا بے انصاف شخص رسولؐ خدا کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسے آدمی کی وقعت آنکھ مین کیونکر ہو سکتی ہے - پس جب ایسا شخص صاحب وقعت نہین ہے تو اُس کے ساتھ موانست قلبی کا پیدا ہونا یا حاصل رہنا خلاف توقع ہے -

(۲) حضرت عمر کی آنکھ مین حضرت علیؑ اس قابل نہین تھے کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو خاطر مین لاتے

(۳) حضرت رسولؐ کا کوئی وزن حضرت عمر کے نزدیک نہ تھا اگر ہوتا تو اس طرح کی حقارت آمیز تقریر حضرت عمر حضرت رسولؐ کے مقابلہ مین زبان پر نہین لاتے -

(۴) حضرت عمر کی تقریر بالا سے صاف ہویدا ہے کہ حضرت عمر حضرت علیؑ سے نفرت رکھتے تھے اس لیے حضرت علیؑ کی توقیر فرمائی جو حضرت رسول کرتے تھے حضرت عمر پر گران گزرتی تھی -

(۵) حضرت عمر کو دلی ارتباط حضرت رسول کے ساتھ نہ تھا - اگر ہوتا تو حضرت رسول کی شان مین ایسی بے ادبانہ اور مخالفانہ گفتگو زبان پر نہ لاتے -

(۶) حضرت عمر کو حضرت رسولؐ کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی حاصل نہ تھی - ہمدردی ہمخیالی کے بغیر صورت امکان نہین رکھتی ہے - حضرت عمر کو حضرت رسول کے ساتھ مطلق ہمدردی پیدا نہ تھی - اگر ہوتی تو حضرت رسول کو نرغۂ اعدا مین چھوڑ کر آپ بار بار فرار نہ کیا کرتے -

(۷) حضرت عمر حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ دونون کو بے وزن اور ناقابل قدر سمجھتے تھے -

(۸) حضرت عمر کی طرز گفتگو سے ہویدا ہوتا ہے کہ آپ حضرت رسولؐ کو رسولؐ خدا نہین سمجھتے تھے -

(۹) حضرت عمر حضرت رسولؐ کی رسالت کو ایک ڈھکوسلا اکتساب دنیا کا سمجھتے تھے صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت رسولؐ نے رسالت کا بکھیڑا اپنی اور اور اپنے عزیزون کی بہبودی کے لیے قائم کیا تھا - بلاشبہ آپ کا خیال حضرت رسول کے بارے مین وہی تھا جو آپ کے پیرو یزید ابن معاویہ کا تھا جیسا کہ وہ لعین کہہ گیا ہے لاعبت الہاشم

فی الخلق ولا خبر جاء ولا وحی نزل

(۱۰) آپ کا قول بالا ایسا ہے کہ حضرت رسولؐ کا سچا امتی اسے ہرگز زبان پر نہین لاسکتا ہے۔ آپ جو زبان پر لائے۔ تو حضرت رسولؐ کے سچے اُمتی آپ ہو نہین سکتے۔ پھر تمام پیروان آپ کے آپ ہی کی طرح اُمت محمدی مین داخل نہین سمجھے جا سکتے۔

پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسولؐ بعد ہجرت مدینہ مین دس برس زندہ رہے مگر اُس جناب کو دشمنانِ اسلام سے فرصت حاصل نہین رہی۔ لیکن اتنے عرصہ مین دشمنان اسلام زیروزبر بھی ہوگئے خاصکر بنی اُمیہ جو حضرت رسول کے بڑے دشمن تھے۔ حضرت رسولؐ کی رحلت کے وقت خدا کی ریاست دینی حضرت علی و دیگر عزیزان حضرت رسولؐ اور کچھ باوفا انصار کی بدولت قائم ہو چکی تھی اور اسلام نے ایک ممتاز صورت پیدا بھی کرلی تھی۔ کوئی شک نہین کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ قرار دیدیا تھا۔ جیسا کہ حضرت رسولؐ کے بارہ مواقع استخلاف سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت رسولؐ بحکم خداوندی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ نامزد نہ کر ڈالتے تو کیا کرتے۔ مہاجرین و انصار مین کسی نے حضرت رسول کو خدا کی ریاست دینی کے قائم کرنے مین حضرت علی کے برابر مدد نہین دی تھی۔ پس جائے تعجب نہین ہے کہ جس کی بدولت خدا کی ریاست دینی قائم ہو سکی وہی نفس پاک ہدایت خداوندی کے مطابق حضرت رسولؐ کا خلیفہ بنایا گیا۔ مرد میدان ہونے کے علاوہ حضرت علی کو حضرت رسولؐ نے ایسی تعلیم دینی و روحانی دی تھی کہ جسکی بدولت حضرت علی کے برابر سزاوارِ خلافت جمیع پیروان حضرت رسولؐ مین کوئی دوسرا شخص نہ تھا اسی تعلیم دینی و روحانی کی بنا پر حسب ہدایت خداوندی حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ علی میرے بعد میرے دین کو چلائے گا اور اسی تعلیم یافتگی کی بنا پر حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ " انا مدینۃ العلم و علی بابھا والقرآن مع علی و علی مع القرآن" پس تمام امور بالا پر نظر رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حسب حکم خداوندی حضرت رسولؐ نے دین خدا کا چلانا حضرت علی پر منحصر رکھا تھا اور بیجا منحصر رکھا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمر کی حق کشی کی بدولت بہ اسباب ظاہر حضرت رسول کے بعد مسند آرائے خلافت نہ ہو سکے۔ مگر دین خدا کا چلانا حضرت علیؑ پر منحصر رہ گیا نظر آتا ہے تب یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس دین کو حضرت علیؑ نے حضرت رسولؐ کے بعد چلایا وہ دین خدا کا دین ہے اور اُسی دین کے سوا کوئی دوسرا دین خدا کا دین نہین ہو سکتا۔ پوشیدہ نہین ہے کہ اُس دین کے اختیار کرنے والے اہل بیت نبویؐ اور مردمان بنی ہاشم و دوستاران

اہل بیت نبوی و دوستداران بنی ہاشم گزرے ہین۔کتب تاریخ و سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت رسولؐ کے دین کو چلانا شروع کردیا تھا اور وہ اس طور پر کہ حضرت علیؑ ضرورت وقت کو دیکھکر اجتہاد مسائل کیا کرتے تھے اور اہلبیت نبویؐ و بنی ہاشم و دوستداران بنی ہاشم حضرت علیؑ کے اجتہادات کے مطابق عمل کرتے تھے۔ پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت علیؑ کے اُسی چلائے ہوئے دین کو حضرات اہل سنت مذہب علیؑ کہتے ہین۔لیکن جائے افسوس یہ ہے کہ وہ چلایا ہوا دین حضرت علیؑ کا باامراد طور پر اشاعت نہو سکا۔صرف اہلبیت نبوی و بنی ہاشم و دوستداران اہلبیت نبوی و دوستداران بنی ہاشم مین محدود رہگیا اسپر بھی اس مین شک نہین کہ جو نفوس حضرت علی کے چلائے ہوئے دین کے پابند تھے یا اس وقت بھی پابند ہین وہی امتیان حضرت رسول کے کہے جانے کا استحقاق رکھتے ہین۔اسکے برخلاف جو افراد زمانہ ماضی و حال مین حضرت علیؑ کے چلائے ہوئے دین کے متمسک نہین رہے ہین یا متمسک نہین ہین نہ دین خدا پر ہین اور نہ امتیان محمدیؐ مین عقلاً ان کا شمار ہو سکتا ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر حضرت رسولؐ کے قیام مدینہ کے زمانہ مین کیا کرتے رہے مدینہ مین آپ کا طور یہ رہا کہ آپ یا حضرت رسول کے غزوات مین بمقابلہ اعداے دین کے فرار بر فرار کرتے رہے جیسے غزوہ احد و خیبر و حنین ہین یا غزوات و سرایا مین معطل بیٹھے رہے جیسے جنگ خندق مین یا بزدلی سے شرکت جنگ نہین کر سکے جیسے غزوۂ بدر مین یا حضرت رسولؐ کے احکام سے تمرد اختیار کرتے رہے جیساکہ تخلف جیش اُسامہ و قصۂ قرطاس کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے یا حضرت رسول سے مخالفت کے کاربند ہوتے رہے جیساکہ معاملات صلح حدیبیہ سے ثابت ہوتا ہے یا حضرت رسولؐ کی نبوت مین شک رکھتے رہے اس طرح کے شک کی ایک ممتاز مثال صلح حدیبیہ کے تعلق سے بھی دیکھی جاتی ہے یا دل مین حضرت رسولؐ کو بے وقعت اور بے توقیر سمجھا کیے اور اس وجہ سے حضرت رسولؐ سے ہمیشہ بر سر اختلاف رہے۔مخالفت کی ایک مثال اسیرانِ بدر کے متعلق بھی دیکھی جاتی ہے یون تو ہر غزوہ کا فرار ہی مخالفت کا حکم رکھتا ہے صلح حدیبیہ تخلف جیش اُسامہ و قصۂ قرطاس کے ذکر کی بالتخصیص حاجت نہین یا حضرت فاطمہؑ اور حضرت علی سے دل مین بغض و عداوت رکھا کیے۔یا قبیلۂ بنی ہاشم سے خار کھاتے رہے یا حصول خلافت کی نظر سے حضرت رسولؐ کے ہلاک کرڈالنے کی فکر مین دیگر بدخواہان حضرت رسولؐ کے ساتھ منہمک رہے جیساکہ معاملۂ عقبہ سے عیان ہوتا ہے یا بازار

گردی کرتے رہے جس کی وجہ سے حضرت رسولؐ کی تعلیمات دینی و روحانی سے استفادہ کی صورت پیدا نہ کر سکے یا سنگدلی بے رحمی اور بدخلقی کے ایسے افعال آپ سے سرزد ہوتے رہے جو اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہین۔ بالمختصر آپ کی تمام رفتار و گفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت رسولؐ پر بہبودی عقبیٰ کی نظر سے ایمان نہین لائے تھے۔ تب ضرور آپ دنیا طلبی کی نظر سے مدینہ کو چلے آئے تھے۔ جس مین البتہ آپ کو پورے طور پر کامیابی نصیب ہو سکی۔ متصف بہ صفات بالا ہو کر آپ حضرت رسول کے اُمتی کہے جانے کا کیا حق رکھتے ہین۔ راقم کے فہم سے باہر ہے

عہد حضرت رسول تک تو حضرت عمر کے اطوار بطریق بالا رہے۔ مگر آن صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی آپ مین مطلق العنانی پورے طور پر آگئی۔ حق یہ ہے کہ آپ "فعال ما یرید" بن بیٹھے ابھی حضرت رسول دفن بھی نہین ہوئے تھے کہ آپ حضرت ابو بکر کو لیکر سقیفہ کو جا نکلے سقیفہ مین اپنے کو حضرت ابو بکر کے پردے مین خلیفہ بنا کر جیسا چاہا ویسا کرنے لگے۔ سب سے پہلے آپ نے خاندان پیمبر پر ہاتھ پھیرا۔ حضرت فاطمہؑ یا یہ کہیے کہ حضرت رسولؐ کے گھر مین آگ لگا دی۔ اس محترمہ کو کوڑے سے مارا اور غلام سے اس محترمہ کی دو پسلیان تڑوا ڈالین پھر اس محترمہ کے بطن شریف پر ایسی ضرب لگائی کہ حمل محسنؑ کا ساقط ہو گیا جس کے صدمہ سے وہ محترمہ بیمار ہو کر تھوڑے ہی دنون مین رحلت فرما گئین۔ مسبوق الذکر کارروائیون کے بعد حضرت ممدوحہ کی میراث فدک کی چھین لی اور خمس بھی ممدوحہ پر بند کر دیا۔ حضرت علی کے ساتھ بھی خلافت مآب بڑی بے ادبی اور بیرحمی سے پیش آئے حق یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کی پرانی عداوت حضرت خلیفہ نے خاندان رسول کے ساتھ خوب نکالی۔ ایسی ظالمانہ کارروائیون کے ساتھ خلافت مآب دشمنانِ حضرت رسولؐ یعنی بنی اُمیہ کے ساتھ حد درجہ شیر و شکر ہو گئے۔ اس قبیلۂ ملعونہ کو ایسی راہ ثروت دکھلائی کہ اس نے آخر کار خاندان پیمبر کا قریب قریب استیصال کر ڈالا دشمنان حضرت رسولؐ کو برسر ثروت کر دینا اور خاندان حضرت رسولؐ کو درجۂ ابتذال مین ڈال دینا کیسی مسلمانی تھی۔ کیا کوئی باوفا اُمتی اپنے رسول کے اہل بیت کے ساتھ ایسے مظالم روا رکھ سکتا ہے۔ ایسے اُمتی کو اُمتی کہنا انصاف کا خون کرنا ہے یہ سب تو آپ کی پولیٹکل حالتین تھین۔ اب اہل انصاف خلافت مآب کے دینی تصرفات پر اپنی توجہ مبذول فرماوین۔ پوشیدہ نہین ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو دینی تعلیمات دیکر یہ فرمایا تھا کہ علی میرے بعد میرے دین یعنی دین خدا کو چلائیگا۔ مگر حضرت رسولؐ کی غایت عداوت کے تقاضا سے خلافت مآب نے دین خدا پر بھی کامیابی کے ساتھ ہاتھ پھیر ڈالا۔ پہلے تو آپ نے

اُسی عداوت کی بنا پر زید ابن ثابت وغیرہ سے قرآن جمع کرایا اور حضرت علیؑ کے جمع کردہ قرآن کو ردی کردیا۔ حضرت خلیفہ جانتے تھے کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن قول نبوی ہے۔ اسپر بھی اس طرح کی بے اعتنائی آپ نے قرآن اور حضرت علی کے ساتھ روا رکھی۔ قرآنی امر کے بعد آپ نے حضرت رسولؐ کے دین ہی کو اس طرح پر چوپٹ کر ڈالا کہ زید ابن ثابت کے ذریعہ سے دین خدا کی جگہ پر اپنا دین قائم کردیا۔ غصب خلافت کے بعد بھی خلافت مآب کو لازم تھا کہ دین خدا مین کوئی دست اندازی نہین کرتے معاملات دینی کو ہاتھ مین رہنے دیتے ۔ کیا حضرت رسولؐ نے حسب ہدایت خداوندی یہ نہین فرمایا تھا کہ علی میرے بعد خدا کے دین کو چلائیگا ؟ کیا حضرت خلیفہ اس قول کی خبر نہین رکھتے تھے ؟ اگر آپ کو بیخبری تھی تو آپ عجب خلیفہ حضرت رسولؐ کے تھے کہ اتنا بھی نہین جانتے تھے ۔ پوشیدہ نہین ہے کہ زید ابن ثابت کا وہی دین ہے جس نے عہد امیر معاویہ کے بعد مذہب اہل السنت والجماعت کے نام سے شہرت پائی اور جو اس وقت تمام اہل السنت والجماعت کا دین ہو رہا ہے ۔ خلافت مآب کے وقت مین دین بالا اسٹیٹ ریلجن (State religion) کی صورت پیدا کرچکا تھا اور جمیع مخالفانِ خاندان پیمبر کا مذہب وہی دین ہو رہا تھا ۔ صرف خاندان پیمبر و بنی ہاشم و دوستداران خاندان پیمبر و بنی ہاشم حضرت خلیفہ کے اُس نو ایجاد مذہب سے بے سروکاری رکھتے تھے ورنہ تمام پیروانِ حضرت خلیفہ نے بلا استثناء اُسے اختیار کرلیا تھا۔ خلافت مآب کے بعد حضرت عثمان نے بھی اس دین کو چلایا اور امیر معاویہ یزید و جمیع خلفاے بنی امیہ باستثناے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز و اکثر خلفاے عباسیہ اسی دین کے پابند رہے حق یہ ہے کہ زید ابن ثابت کا دین حضرت رسولؐ کا دین نہین ہے یہ دین حضرت عمر کا ایجاد کردہ ہے ۔ برخلاف اس کے حضرت علی کا جو دین ہے وہ حضرت رسول کا دین ہے بلکہ یہ کہیے کہ خدا کا دین ہے ۔ پس جو افراد زید ابن ثابت کے دین کے پابند رہے ہین یا اسوقت بھی پابند ہین وہ درحقیقت حضرت عمر کے اُمتی ہین ہرگز ہرگز حضرت رسولؐ کے اُمتی نہین ہین ۔ اس لیے کہ ایسے افراد حضرت علی کے چلائے ہوئے دین سے جو درحقیقت دین رسولؐ خدا کا ہے تمامتر بے سروکاری رکھا کیے ہین اور اس وقت بھی رکھتے ہین ۔ تب حضرات اہل سنت امتیانِ عمری کہے جانے کے سوا اور کیا کہے جاسکتے ہین کسی طرح پر امتیانِ محمدی نہین کہے جاسکتے ۔

ضمیمہ نمبر ۴

جناب علامہ شبلی صاحب کے ہیرو

جب مفخر الیہ حیدرآباد تشریف لیگئے تو آپ نے ایک نسخہ اپنی کتاب "الفاروق" کا غفران مآب نواب عماد الملک بہادر کی خدمت مین دوستانہ طور پر پیش فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب مرحوم اُس کتاب کو ملاحظہ فرما چکے تھے پس اپنی اطلاع کی بنیاد پر نواب صاحب مرحوم نے بڑی متانت کے ساتھ یہ ارشاد کیا کہ "آپ نے اپنا ہیرو اچھا نہین تجویز فرمایا ہے" پوشیدہ نہین ہے کہ نواب صاحب مرحوم ایک فاضل بزرگ تھے کوئی شک نہین کہ قول بالا صاحب مرحوم کے کمال واقفیت سے خبر دیتا ہے۔ چنانچہ کتب اہل سنت سے پورے طور پر ہویدا ہوتا ہے کہ جناب علامہ کے ہیرو ایسے صفات حمیدہ کے ساتھ متصف نہ تھے جیسا کہ "الفاروق" کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جناب علامہ نے حضرت عمر کو رستم داستان بنا ڈالا ہے۔ پس ضرور ہے کہ حضرات حق جو "الفاروق" کو "الفرق" کے ساتھ ملاحظہ فرمائین تاکہ حقیقت حال کا انکشاف کافی طور پر ہو جا سکے۔ واضح ہو کہ جب انسان کی آنکھ حضرت عمر کے معاملات پر ڈالی جاتی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ جناب علامہ نے اسقدر عرق ریزی حضرت عمر کے رستم داستان بنانے مین کیون کی۔ مگر جنکو حقیقت حال سے اطلاع ہے اُن کو کوئی تعجب لاحق نہین ہو سکتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جناب علامہ باوجود وفور علم کے بیحد حب جاہ کی بلا مین مبتلا تھے۔ نہایت جائے افسوس ہے کہ آپ اس وسعت علم کے ساتھ بھی نہایت شہرت پرست تھے اور بظاہر آپ کو اپنی شہرت کے پیدا کرنے کا وسیلہ بھی اسکے سوا اور کوئی نہین تھا کہ مخالفانِ خاندانِ پیمبر کو جن کی تعداد ہندوستان مین کثرت کا حکم رکھتی ہے اپنا معتقد امام تیمیہ و امام بخاری و مولوی نصر اللہ کابلی و مولوی شاہ عبد العزیز وغیرہ وغیرہ کے ہم پلہ بنکر بنا ڈالین۔ ورنہ علامہ ممدوح ایسے جاہل نہ تھے کہ حضرات اہل بیت علیہم السلام اور اُن کے مخالفین کے معاملات سے بیخبری رکھتے تھے۔ اس مین شک نہین کہ حضرت عمر ایک قابلیت خاص کے بزرگ تھے اور حضرت عثمان کی طرح ایک بے مادہ شخص نہ تھے اسپر بھی حضرت عمر ایسی دینی شخصیت نہین رکھتے تھے کہ آپ کے مناقب مین "الفاروق" ایسی

ایک مبسوط کتاب تالیف کیجاتی ہرگز آپ کے ایسے اوصاف ذاتی نہ تھے کہ آپ ایک اسلامی ہیرو مانے جائیں۔ آپ کی مختصر داستان اسی قدر ہے کہ آپ مکہ میں ایک بُرے رنگ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور مسلمان ہوکر مکہ میں آپ حضرت رسولؐ کی کوئی خدمت نہیں بجالا سکے۔ حضرت رسول تین برس تک شعب ابوطالب میں محصور رہے۔ مگر آپ نے حضرت رسولؐ کی حال پرسی تک نہیں کی۔ اسیطرح مدینہ میں بھی حضرت رسول کے کوئی کام نہ آسکے۔ غزوۂ بدر کے شریک نہ ہوئے شرمناک طور پر غزوۂ احد سے فرار کر گئے۔ غزوۂ خندق میں کہیں چھپے بیٹھے رہے عمرو ابن عبدود کا چہرہ بھی نہیں دیکھا۔ خیبر میں فرار پر فرار اختیار کرتے رہے۔ غزوۂ حنین میں ایسے بھاگے کہ مڑ کر بھی میدان کا منھ نہیں دیکھا پھر تمام عمر حضرت رسول سے برسرِ اختلافات رہے اور ہمیشہ آپکو شبہ فی النبوت کا آزار لگا رہا۔ ایسے اختلافات کے ساتھ احکام حضرت رسولؐ کے مقابلہ میں آپ سے نافرمانیاں ظہور میں آتی رہیں جیسا کہ معاملہ جیش اسامہ اور قصۂ قرطاس وغیرہ سے عیاں ہوتا ہے۔ حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد آپ صریحاً حضرت ابوبکر کے پردے میں غصب خلافت کر بیٹھے مطلق العنان ہوکر آپنے حضرت فاطمہ کے گھر میں آگ دیدی۔ حضرت فاطمہ کو بڑی بیرحمی کے ساتھ کوڑا مارا اور حضرت فاطمہ کی دو پسلیاں ایک غلام کے ہاتھ سے توڑوا ڈالیں پھر غایت سنگدلی سے حضرت فاطمہ کے بطن شریف پر ایسی ضرب لگائی کہ محسنؑ کا حمل ساقط ہوگیا اور جس کے صدمے سے وہ مظلومۂ معصومہ جانبر نہ ہوسکیں۔ آپ نے ایسی ہی ضرب ایک اور حاملہ عورت کو بھی لگائی تھی جو اسقاط حمل کے باعث فوراً مرگئی۔ بزدلے ہمیشہ عورتوں ہی پر ہاتھ صاف کیا کرتے ہیں۔ کاش وہ ہاتھ آپ کا کفار بدر و احد و خندق و خیبر و حنین پر چھوٹا ہوتا۔ خیر۔ ایسے ستم شعاریوں کے بعد آپ نے فدک کو حضرت مظلومہ سے چھین لیا اور اُس جفادیدہ پر خمس بھی بند کردیا پھر حضرت علیؑ کے ساتھ آپ بڑی بے عنوانیوں کے ساتھ پیش آتے رہے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ ایسے ناشایستہ افعال کے ساتھ جناب علامہ کے حضرت ہیرو نے اپنی بدترکیبوں کا خاتمہ اس طور پر کر ڈالا کہ خدا اور حضرت رسولؐ کی مرضی کے خلاف بنی اُمیہ کو مردہ سے ایسا زندہ کر ڈالا کہ اس قبیلۂ ملعونہ نے خاندان حضرت رسولؐ کا قریب قریب استیصال کر ڈالا اور دین رسول اللہؐ کی جگہ بے دینی کو رواج دیدیا۔ اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو حضرت رسول کی دینی اور دنیوی ریاست بنی اُمیہ کو منتقل نہیں ہوجاسکتی۔ امیر معاویہ حضرت علیؑ کے حقوق غصب نہیں کرسکتے اور امام حسن علیہ السلام کو زہر نہیں کھلوا سکتے۔ یزید خاندانِ پیمبرؐ کی صفائی نہیں کر ڈالسکتا۔ مکہ میں قتل عام

ظہور مین نہین آسکتا - خانۂ کعبہ مین گھوڑے نہین باندھے جاسکتے - زنا کا اذن عام نہین جاری پاسکتا - مرد مرد مین نکاح مباح نہین قرار پاسکتا - بھائی اور بہن مین نکاح حلال نہین سمجھا جاسکتا وغیرہ وغیرہ - ہزارون مسلمانون کے خون نہین بہائے جاسکتے - اصحاب رسول اللہ اور شرفاے ملک اسلام کو طرح طرح کی ذلتین اور ایذائین نہین پہونچائی جاسکتین دین رسول اللہ سے علحدہ ایک دین جو زید ابن ثابت کے دین کے نام سے پکارا جاتا ہے ظہور مین نہین آسکتا - ہزارون ہزار حدیثین جو عہد امیر معاویہ اور عہد عبد الملک مین گڑھی گئین ہین وجود پذیر نہین ہوسکتین - خلفاے بنی اُمیہ کی طرح کے شیاطین مجسم فرمانرواے دیار اسلام نہین ہو جاسکتے - حق یہ ہے کہ اگر وجود باجود حضرت عمر کا نہوتا تو دنیا مین دین محمدی اسی نہج پر پھیلتا - جیسا کہ حضرت رسولؐ کا مرکوز خاطر تھا - اس وقت اسلامی دنیا مین دو نہج کا دین دکھا جاتا ہے - ایک وہ دین ہے جو حضرت علیؑ کا دین ہے - یہ دین وہ دین ہے کہ جس کی نسبت حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ ”میرے بعد علی میرے دین کو چلائیگا“ اور درحقیقت یہ دین وہی دین ہے جس کے واسطے حضرت رسولؐ نے ظہور فرمایا تھا - دوسرا دین وہ دین ہے جو زید ابن ثابت کے ذریعہ سے حضرت عمر نے اپنے عہد مین شائع کیا تھا - قرآنی فضیحتون کے باعث بھی حضرت عمر نظر آتے ہین - خاصکر عہد حضرت عثمان کی فضیحتون کے اور حق یہ ہے کہ اگر حضرت عمر نہ ہوتے تو حضرت علیؑ ہی کا قرآن اسلامی دنیا مین رواج پاجاتا - ان بے عنوانیون کے علاوہ حضرت عمر آدمی بھی نہایت سنگدل بیرحم بقول خود بخیل خشن مزاج بدزبان بدلحاظ اور مغلوب الغیظ تھے ان نقصانات کے ساتھ آپ خوش اطوار بھی نہ تھے - جیسا کہ آپ نے قول حَوَّلْتُ رَحْلِی اللَّیْلَۃ سے ثابت ہوتا ہے - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ - بالمختصر آپ کے تمام معاملات ایسے معلوم ہوتے ہین کہ کوئی اہل دانش آپ کو کسی دین کا سردار نہین مان سکتا ہے اسلام کی سرداری تو خارج از گفتگو ہے - پس واقعی نہایت جاے تعجب ہے کہ علامۂ شبلی صاحب کیونکر حضرت عمر کو اپنا مذہبی ہیرو بنا سکے - کوئی شک نہین کہ یہ ارشاد نواب عماد الملک صاحب مرحوم کا کہ ”آپ نے اپنا ہیرو اچھا تجویز نہین کیا“ - تمامتر قرین صحت نظر آتا ہے - لاریب اس تجویز کا سبب اور کوئی نہ تھا الا یہ کہ جناب علامہ صاحب اپنے حب جاہ کے تقاضا سے مجبور رہے - اس راہ کے سوا جناب ممدوح کو امام قوم بننے کی اور کوئی راہ نہ تھی

اگر شیعون کی تعداد سنیون کی تعداد سے بہت زیادہ ہوتی تو بے دھڑک جناب علامہ "الفاروق"
لکھنے کے عوض "العلی" لکھنے کو موجود ہو جاتے۔ جاہ طلبی کا یہی رنگ ہوتا ہے۔ حب جاہ
کی بدولت آدمی کیا کیا نہین کر بیٹھتا ہے۔ دشت کربلا مین اگر یزید کی ثروت دنیوی حکم خدا
سے امام حسین علیہ السلام کی طرف یکایک منتقل ہوجاتی تو وہی ابن زیاد و عمر سعد وغیرہ وغیرہ
یزید کو چھوڑ کر لشکر امام حسین علیہ السلام مین داخل ہوجاتے۔ جناب علامہ کا بطور بالا عامل
ہونا قانون فطرت کے خلاف نہین ہے۔ لیکن اس مین بھی شک نہین ہے کہ حُب جاہ
ایک بُری بلا ہے خداے تعالیٰ اس بلا سے اپنے بندون کو امن مین رکھے۔

واضح ہو کہ مسلمانون کے خیالات جناب علامہ کے حضرت ہیرو صاحب کی نسبت
رنگ رنگ کے نظر آتے ہین۔ منجملہ اُن سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر حضرت رسول خدا کے رسول
نہ ہوئے ہوتے تو حضرت عمر ہی خدا کے رسول ہوتے۔ خدا را یہ کیا خیال ہے۔ راقم کہتا ہے
اگر حضرت رسول رسول خدا نہین ہوئے ہوتے تو حضرت عمر رسول خدا ہو کر خدا کے دین کو
جاری نہین کر سکتے حضرات ناظرین ملاحظہ فرماوین کہ اگر حضرت رسول کی جگہ حضرت عمر رسول مقرر
ہوئے ہوتے تو بدر ہی مین خدا کا دین طے ہو جاتا۔ ظاہر ہے کہ رسول ہو کر حضرت عمر اگر جنگ کی
شرکت نہین کرتے تو بدر کی شکست اسلام کے لیئے رکھی ہوئی تھی۔ رسول ہو کر اس کے بعد
اگر حضرت عمر جنگ احد سے فرار کر جاتے تو اسلام کا نام پھر کبھی نہین سنا جاتا۔ رسول ہو کر جنگ
خندق مین اگر حضرت عمر اُسی بزدلی کا اظہار کرتے جو آپ سے اس جنگ مین ظاہر ہوئی تو اسلام
تمام تر رخصت ہو جاتا۔ جنگ خیبر مین بہ حیثیت رسول اگر حضرت عمر فرار گوارا کیے ہوتے تو مدینہ ہوقت
یہودیون سے آباد رہتا۔ رسول ہو کر حضرت عمر جنگ حنین مین فرار اختیار کیے ہوتے تو کفار عرب
اسلام کا نام بھی باقی نہین رہنے دیتے۔ لاریب معاملات بالا سے پورے طور پر ثابت ہوتا
ہے کہ اگر رسول خدا خدا کے رسول نہ ہوئے ہوتے تو یون اور جو کوئی رسول خدا ہوتا ہوتا
مگر حضرت عمر رسول خدا نہین ہوتے۔ ہرگز شان رسالت کا تقاضا یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی بزدل
یا ترسندہ جان مسند آراے رسالت قرار دیا جائے۔ اسی طرح حضرت عمر کے اوصاف کا
موازنہ کرنے سے حضرت عمر زینہار ایسے پایہ کے بنی آدم نظر نہین آتے ہین جو حضرت رسول
کے درجۂ رسالت کے مستحق کسی حال مین قیاس کیئے جا سکین۔ بلا شبہ ایسے
خیالات لایعنی مسلمانون کے دماغ مین اُن کی قلت تدبر کی بدولت جگہ کیے ہوئے دکھائی دیتے

تعجب ہے حکیم مومن خان صاحب مرحوم شاعر دہلوی سے کہ شعر ذیل کے کہنے والے ہوئے ہین

معاندو جو کہا خاتم رسالت نے　　کہ میرے بعد نبوت کے تھا عمر قابل"

ایسا قول حضرت رسول کا ہو نہین سکتا۔ حضرت رسول لغوگوئی سے کوئی علاقہ نہین رکھتے تھے۔ قول بالا کسی واضع حدیث کا ضروری ہے۔ کیون جناب حکیم صاحب ایسی بدخیالی مین مبتلا ہو گئے اسکے لئے اتنا ہی حوالۂ قلم کر دینا کافی نظر آتا ہے کہ ایسی خیال پروری حضرت صاحبِ تحفہ علیہ الرحمہ سے کے فیضان صحبت و تعلیم کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ واہ واکتاب مذکور عجب تصنیف شریف ہے کہ نافہم اُسے پڑھکو ہمیشہ کے لئے مبتلائے غلط خیالی رہ جاتا ہے اور صاحب فہم سُنی ہونے پر بھی شیعہ ہو جاتا ہے جیسا کہ راقم اور نواب سید یوسف علی خانصاحب مرحوم رئیس پٹنہ کے معاملات نظر آتے ہین۔

